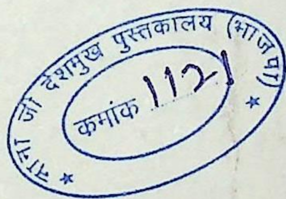
پربت

منگلا ڈیم نمبر

ڈیم بنا تھا قبروں پہ
تو سیج ہوگی لاشوں پہ



منگلا ڈیم جہاں کشمیریوں کے گوشت پوست، خون ور ہڈیوں سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

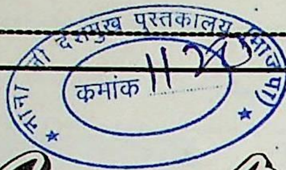

नाना जी देशमुख पुस्तकालय (भाजपा)
क्रमांक 1121

کشمیری ادب و ثقافت کا ترجمان

سہ ماہی

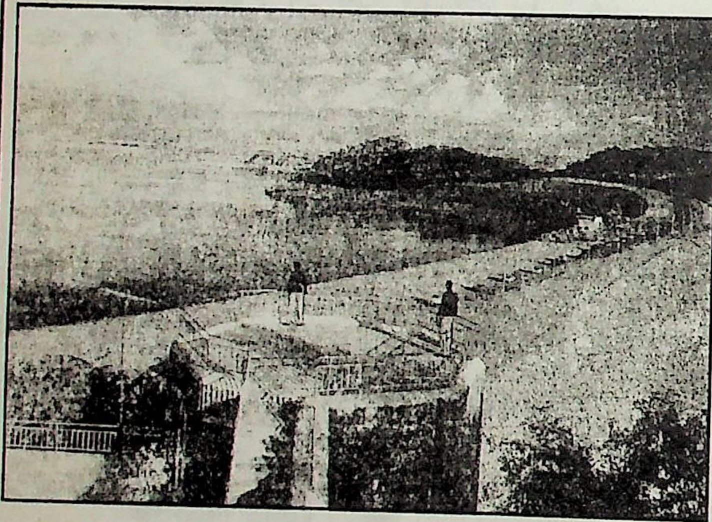
پربت

والیم نمبر 7 اگست 2003ء



منگلا ڈیم نمبر

تاریخی دستاویز



مدیر

محمد اسد کاشمیری

معاون مدیران

حمید کامران

سردار بشیر خان چغتائی

قیمت: 150 روپے

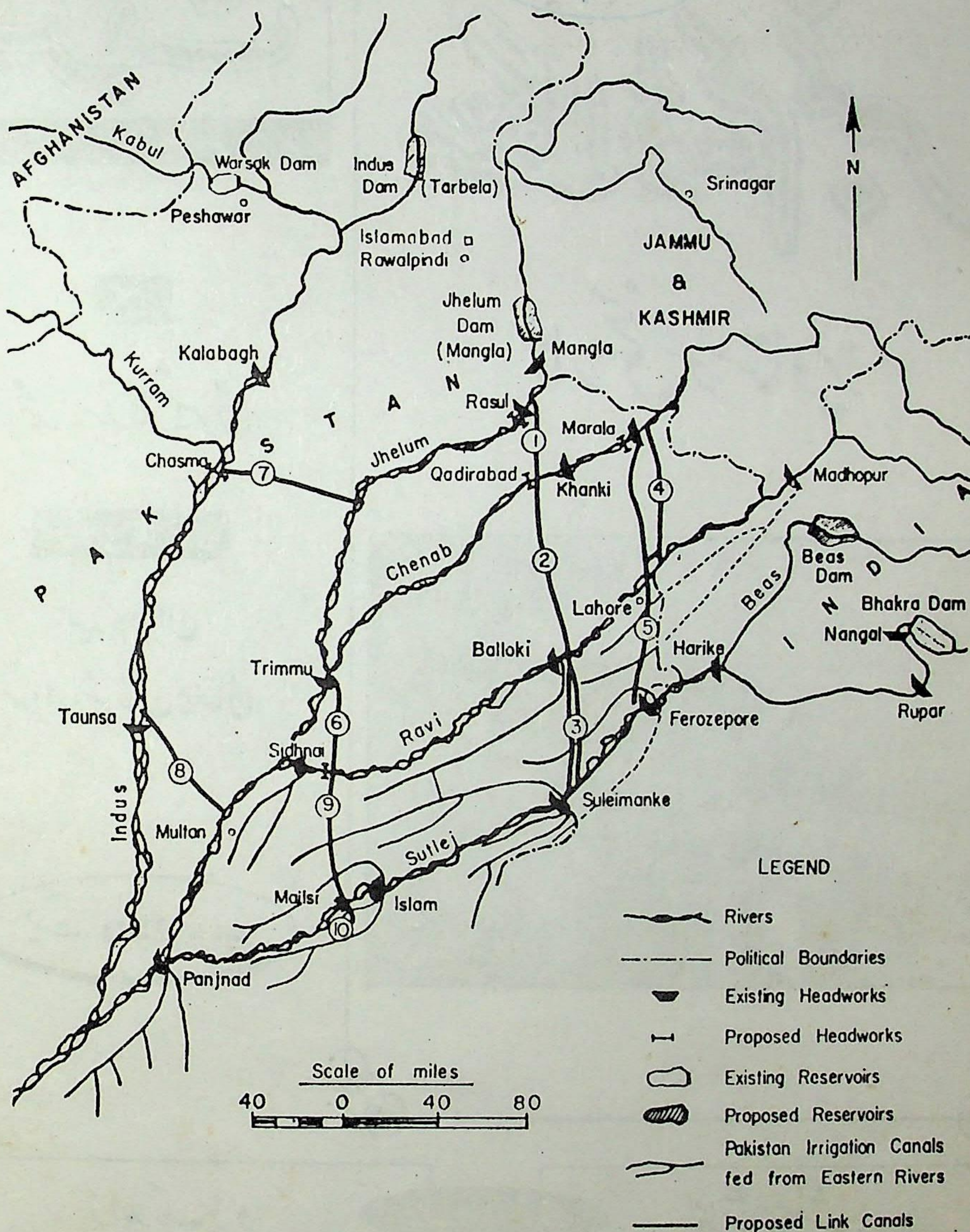
برائے خط و کتابت

کاشر پبلشرز

118-اسحاق پلازہ میرپور جموں کشمیر

زاہد بک ڈپو

بالمقابل پوسٹ گریجویٹ کالج راولاکوٹ جموں کشمیر


AFGHANISTAN
Kabul
Warsak Dam
Peshawar
Indus Dam (Tarbela)
Islamabad
Rawalpindi
Srinagar
JAMMU & KASHMIR
N
Jhelum Dam (Mangla)
Mangla
Kurram
Kalabagh
P A K I S T A N
Rasul
Marala
Jhelum
Chasma
Qadirabad
Khanki
Madhopur
Chenab
Beas Dam
Beas
I N D I A
Bhakra Dam
Nangal
Lahore
Balloki
Harike
Trimmu
Ferozepore
Rupar
Taunsa
Ravi
Sidhnai
Suleimanke
Indus
Multan
Sutlej
Mailsi
Islam
Panjnad
Scale of miles
40 0 40 80
LEGEND
Rivers
Political Boundaries
Existing Headworks
Proposed Headworks
Existing Reservoirs
Proposed Reservoirs
Pakistan Irrigation Canals fed from Eastern Rivers
Proposed Link Canals

فہرست

شعروادب

نظمیں ۱۹۹ تا ۲۲۰

غزلیں

پہاڑی ماہیے

متفرق مضامین

منگلا ڈائن

ممتاز کشمیری ادیب قدرت اللہ شہاب نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''شہاب نامہ'' میں 1947ء کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے میر پور کے ایک بوڑھے اور بڑھیا کا واقعہ لکھا ہے، جو پھٹے پرانے اور گرد آلود کپڑوں میں ملبوس میر پور کے تباہ شدہ شہر کے ملبے سے سونے اور چاندی کے زیورات کرید کرید کر دو بوریاں بھر کر اپنے گدھے پر لادے بیت المال کو جانے والے راستے کا پتہ پوچھ رہے تھے تاکہ وہ یہ امانتیں اس قومی خزانے میں جمع کروا سکیں ......

میر پور کے کھنڈرات سے سونے اور چاندی کے زیورات کی بوریاں بھر کر بیت المال کا راستہ پوچھنے والے یہ بوڑھے میاں بیوی جس دھرتی کے رہنے والے تھے آج یہ دھرتی منگلا ڈائن نے نگل لی ہے..... میں اس دھرتی کو دیکھنا چاہتا ہوں..... اسے چومنا چاہتا ہوں..... اس کے گلی کوچوں، دیہاتوں اور ہرے بھرے کھیتوں کی سیر کرنا چاہتا ہوں..... لیکن وہ دھرتی مجھے کہیں نظر نہیں آتی......

میر پور کی گم گشتہ دھرتی کو منگلا ڈائن نے گھیرے میں لے رکھا ہے..... تاحدِ نظر پانی کا خوفناک عفریت پھیلا ہوا ہے..... کون کسے دیکھے.....؟ کون کس کو یاد کرے.....؟ کون کس سے فریاد کرے.....؟ کون کس کی خاطر جیئے.....؟ اور کون کس کی خاطر مرے.....؟ کہتے ہیں..... یہ منگلا ڈائن دس لاکھ انسانوں کی قبروں پر کھڑی ہے..... اس ڈائن سے جب پانی اتر جاتا ہے تو میں اس کے چپے چپے پر گھومتا پھرتا ہوں..... مجھے جا بجا اجڑی ہوئی بستیوں کے نشانات ملتے ہیں...... میں بیشمار تاریخی عمارتوں کو ٹوٹا پھوٹا دیکھتا ہوں..... عالی شان مسجدیں، مندر، مقبرے اور مزارات بے بسی کا رونا رو رہے ہیں..... مجھے جا بجا قبرستان دکھائی دیتے ہیں..... یہ قبرستان گارے اور مٹی میں دب گئے ہیں یا پانی کے تھپیڑوں سے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں..... ان قبروں کے کتبے ٹوٹے پڑے ہیں..... میں کتنے ٹوٹے کتبوں کو جوڑوں اور ملبے میں دبے کتنے کتبوں کو پڑھوں.....؟ مجھے کوئی سمجھ نہیں آ رہی..... میں اس بوڑھے میاں بیوی کی قبر کہاں تلاش کروں.....؟ جو اپنے تباہ شدہ شہر کا کونہ کونہ چھان کر دن بھر کی محنت کا اثاثہ گدھے پر لادے بیت المال میں پہنچ کر ستانا چاہتے تھے..... کاش!..... اس ڈائن سے پانی اتر جائے اور کوئی مجھے اس عظیم بوڑھے اور بڑھیا کی قبر کا نشان بتا دے..... تاکہ میں مٹی کی اس مقدس ڈھیری سے لپٹ جاؤں اور اس کی عظمت کو سلام پیش کروں......

منگلا ڈائن نے جہاں ہمیں دکھ، مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھانے پر مجبور کیا ہے وہاں ہمیں اُس عظیم قومی کردار سے بھی محروم کر دیا ہے جو ہم نے صدیوں کے عمل واخلاق کے نتیجے میں حاصل کیا تھا..... منگلا ڈائن نے ہمارا عظیم معاشرہ ہم سے چھین کر ہمیں تحفے میں جو سماج دیا اس کی تشریح ایک ننھے منے طالب علم نے کی تھی جو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پرانے میر پور میں سکھوں کی حویلی دیکھنے آیا تھا..... جب اس سے پوچھا گیا کہ پرانے اور نئے میر پور شہر میں کیا فرق ہے.....؟ تو اس نے معصومیت سے جواب دیتے ہوئے کہا تھا ''پرانے میر پور میں لوگ امن اور محبت سے رہتے تھے، ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرتے تھے۔ نئے میر پور میں لوگوں کو ایک دوسرے کا کوئی لحاظ نہیں، پلاٹوں پر قبضہ کرنے کیلئے لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے ہیں''۔

قوموں کا کردار بننے میں بڑا وقت لگتا ہے۔ اور اگر کسی حادثے کے سبب یہ کردار آناً فاناً خاک میں مل جائے تو قوم کے خیر خواہوں پر جو گزرتی ہے ملت فروش اس کا احساس کیوں کر کر سکتے ہیں.....؟ دو وقت کے غلام اسے کیسے سمجھ سکتے ہیں.....؟

منگلا ڈائن نے میر پور کی تاریخی، تہذیبی، ادبی اور ثقافتی پہچان کو ختم کرنے کیلئے ساٹھ کی دہائی میں جو ظلم روا رکھا تھا ابھی اس کے زخم ہرے تھے کہ ایک بار پھر رہے سہے میر پور کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں..... اس خوفناک منصوبے نے کشمیریوں کے زخموں پر نمک پاشی کر دی ہے اور کشمیری یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ پاکستان بار بار انہیں تختہ مشق کیوں بنا رہا ہے.....؟

کشمیر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا جو محض نام کا ''آزاد کشمیر'' ہے..... یہاں کے لوگوں کی بدبختی ہے کہ یہاں ایک ایسا ٹولہ کرسی اقتدار پر براجمان ہے جو ملت فروشوں، وطن دشمنوں، بے غیرتوں اور بد کرداروں کا ٹولہ ہے..... جو ہر حال میں اپنی دھرتی ماں کا سودا کرنا چاہتا ہے..... اپنی غیرت وحمیت کو چند کوڑیوں کے مول بیچنا چاہتا ہے..... اپنی تاریخ، تہذیب اور ثقافت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دفن کرنا چاہتا ہے......

دوسری طرف وہ لاکھوں لوگ ہیں جو اس خوفناک منصوبے کے خلاف ہیں...... یہ محبِ وطن اور غیرت مند لوگ ہیں جو ہر قیمت پر اپنی دھرتی ماں کی عزت وحرمت بچانا چاہتے ہیں......اس کا تشخص قائم رکھنا چاہتے ہیں......اسے ظلم، جبر، لوٹ مار اور استحصال سے بچانا چاہتے ہیں......

منگلا توسیعی منصوبے نے پاکستان کے بدمعاش، بدقماش، ظالم، جابر اور کشمیریوں کے حقیقی دشمنوں کا پردہ بھی چاک کر دیا ہے جو اس بات پر بضد ہیں کہ ''ہم ہر حال میں منگلا ڈیم کی توسیع کریں گے۔'' ایسے ماحول میں ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم لوگوں کو حقائق سے آگاہ کریں۔ وطن فروشوں اور وطن دوستوں کو انصاف کے کٹہرے میں لا کھڑا کریں تا کہ اس بات کا فیصلہ ہو سکے کہ کون سچا اور کون جھوٹا ہے......؟

کشمیریوں کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس وقت ان کا کوئی والی وارث نہیں ہے...... وہ مکمل طور پر لاوارث اور یتیم ہو چکے ہیں...... غیر ملکی ایجنٹ، دلال اور بدذات ٹولہ حاکمیت کا ڈرامہ رچا کر کشمیریوں کو یرغمال بنائے ہوئے ہے...... یہ دلال اپنی قیمت بڑھانے کیلئے کبھی چناب فارمولے اور کبھی منگلا توسیعی منصوبے کی حمایت کرتے ہیں......ان کی اوقات کا بھانڈا عین چوراہے میں اُس وقت پھوٹ گیا تھا جب 27 جون 2003ء کو پاکستان کے ایک مستعار الخدمتی سرکاری ملازم ''چیف سیکرٹری'' نے آزاد کشمیر کے لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے منگلا توسیعی معاہدے پر دستخط کر دیئے اور یہ دلال ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے......

ایسے میں معصوم اور مظلوم لوگوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے اندر ہمت اور جرات پیدا کریں...... غیرت وحمیت کا ثبوت دیں...... کسی دھوکے اور فریب میں نہ آئیں......تباہی و بربادی مول لینے کیلئے فرضی پیکج پر یقین نہ کریں...... ماضی کی طرح جھوٹ اور مکر و فریب کا ایک بار پھر نشانہ نہ بنیں...... لوگوں کا فرض ہے کہ وہ ان طاقتوں اور قوتوں کو پہچانیں جو میرپور کے لاکھوں لوگوں کو بے گھر کر کے اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے دولت کے انبار جمع کرنا چاہتے ہیں۔

جاگنے والو سو مت جانا چوروں کی رکھوالی ہے

میرپور کے غیور لوگو! اٹھو، جاگو، بیدار ہو جاؤ...... آنکھیں کھولو اور دیکھو تمہارے لئے جو طوفان برپا کیا جا رہا ہے وہ کتنا خوفناک ہے......؟ یہ تمہارا نام ونشان مٹا کر رکھ دے گا......تمہارا دھن دولت، کاروبار، کاریں، کوٹھیاں اور بنگلے سب کچھ دھرے کا دھرا رہ جائے گا...... اٹھو! بیداری اور عقل مندی کا ثبوت دو...... یہ تمہارے لئے آخری چانس ہے......اگر تم دب گئے یا خاموش ہو گئے تو منگلا ڈائن تمہیں کھا جائے گی اور تمہارا نام لیوا کوئی نہ ہو گا...... اٹھو اور ایک آواز ہو جاؤ......

ڈیم بنا تھا قبروں پر
توسیع ہو گی لاشوں پر

حمد (گوجری)

عبدالمجید بانیاں (مظفر آباد)

ٹھاکے ٹھاکے ٹھیری ٹھیری
کھِنڈی ہر پاسے ربّا قدرت تیری

آزادیاں غا روشن دن کدے
کدے جبر غی رات اندھیری

پھکھ لاغی احساس دوائے توں
تیرا ای در تی ملے فر سیری

بنی وی بغاڑنوں اے تیرو کھیڑ
بغڑی وی قسمت تیں ای پھیری

تیری کریمی نال میلا سجنا غا
تیری حکیمی نال ہجر رت گھنیری

ہر پاسے بڑائی غا دعویدار ڈٹھا
تیرے برابر نہ کائے ذات میں ہیری

کروں شکوہ مقدراں غو کیوں
کے اے جواز تے کے اے مجال میری

مصیبتاں غا جھنڈ کنڈا تیری تخلیق
خوشی غا پھلاں غی مالا تیں ای بکھیری

نعت شریف

سیّد محمد شفیق شائق نقوی
(جبی سیّداں حویلی)

تڑپتے دل کی یہی تمنا کہ دیدِ روئے جمال پاؤں
بسوئے بطحا گزر ہو میرا، حبیبِ رب کا وصال پاؤں

اگرچہ خواہش عجب ہے میری، مگر تمنا یہی رہے گی
میں اپنے آقا کے در پہ جا کے عروج و اوجِ کمال پاؤں

لگا کے سینے سے نوری جالی، میں دل کے ارمان سب مٹالوں
فدا کروں اپنے جان و دل کو، وہیں سے جذبِ بلال پاؤں

سجا کے پلکوں میں موتیوں کو بسوئے روضہ قدم بڑھاؤں
لٹا کے ارمان سارے دل کے، میں رحمتیں حسبِ حال پاؤں

وہ نور ایسا سماتا جائے کہ بقعۂ نور ہوتا جاؤں
تڑپ تڑپ کے سنبھل سنبھل کے خزینۂ لازوال پاؤں

حریمِ طیبہ میں زندگی بھر رہوں میں وقفِ طواف ہر دم
صباء مساء نورِ حق کے جلوؤں سے قربتِ بیمثال پاؤں

کمالِ عزمِ صمیم شائق قبولِ اُلفت حصولِ رحمت
سرِ محشر دامنِ محمد ﷺ کا ظلِ عالی مآل پاؤں

جموں کشمیر کے متنازعہ علاقہ منگلا میں ڈیم کی تعمیر اور رائے عامہ

منگلا ڈیم کی تعمیر سے قبل 1958ء میں میرپور کی دو ممتاز شخصیات کرنل علی احمد شاہ صاحب اور عبدالخالق انصاری ایڈووکیٹ نے منگلا ڈیم کی تعمیر کے خلاف عوامی رائے عامہ کو منظر عام پر لانے کیلئے 48 صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ شائع کیا تھا۔ یہ کتابچہ 45 برس بعد پربت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ دستاویز ایک طرف کشمیری عوام کی رائے کو پائمال کرتے ہوئے جبری طور پر منگلا ڈیم کی تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہے اور دوسری طرف پاکستانی حکمرانوں اور ان کے کشمیری گماشتوں کی کشمیر دشمنی کا ناقابلِ تردید ثبوت بھی ہے۔

مسئلہ کشمیر

جموں و کشمیر کے متنازعہ علاقہ منگلا میں ڈیم کی تعمیر ۔۔۔ اور ۔۔۔ رائے عامہ

مرتبہ

جناب کرنل سید علی احمد شاہ صاحب (سابق) صدر حکومت آزاد جموں و کشمیر

عبدالخالق انصاری ایڈووکیٹ کنوینر آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس

(صدارت سے پہلے)

سردار محمد ابراہیم خان صاحب صدر آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس کی چٹھی

وزیراعظم پاکستان اور حزب اختلاف کے لیڈر و مشیر امورِ کشمیر کے نام

سردار محمد ابراہیم خان صاحب صدر آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس نے حکومتِ آزاد کشمیر کا صدر نامزد کیے جانے سے پہلے ایک چٹھی وزیر اعظم پاکستان کی خدمت میں ارسال کی تھی۔ اس کی نقولات حزبِ مخالف کے لیڈر جناب حسین شہید صاحب سہروردی (موجودہ وزیراعظم پاکستان) اور جناب مشیر امور کشمیر کی خدمت میں اپریل ۵۶ء کے تیسرے ہفتے میں بھیجی تھیں۔ اس چٹھی پر جناب چوہدری نور حسین صاحب کنویئر آل جموں کشمیر عوامی مسلم لیگ و جناب میر واعظ یوسف شاہ صاحب سابق صدر حکومتِ آزاد کشمیر نے بھی دستخط کئے تھے۔ یہ چٹھی انگریزی میں لکھی گئی تھی۔ ترجمہ درج ذیل ہے۔ ''حکومت پاکستان نے جو میر پور میں منگلا کے مقام پر جھیل بنانے کا فیصلہ کیا ہے اس سے جو آزاد کشمیر کے عوام اور مہاجرین جموں کشمیر کے اندر ناراضگی اور غصہ کے جذبات پیدا ہوئے ہیں۔ اس کی وجوہات یہ ہیں۔

۱۔ آزاد کشمیر جو مقبوضہ کشمیر کی طرح متنازعہ علاقہ ہے۔ اور اسے اقوامِ عالم نے متنازعہ تسلیم کیا ہے۔ منگلا ڈیم اسکیم کی طرح کا اگر کوئی منصوبہ مقبوضہ کشمیر میں بنایا جاتا تو اس کی ہم سب مل کر مذمت کرتے، حکومتِ پاکستان بھی اس کی مذمت کرتی۔ کیونکہ ایسے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے سے حدِ متارکہ کی وجہ سے جو جموں کشمیر کی غیر فطری تقسیم ہوئی ہے اسے دائمی صورت حاصل ہو جاتی۔

۲۔ اگر اس طرح کا کوئی اقدام آزاد کشمیر میں کیا گیا تو بھارت کی حکومت بھی مقبوضہ کشمیر سے آنے والے دریاؤں پر اس طرح کا یقیناً قدم اٹھائے گی جس سے وہ دریائے چناب کا رخ موڑ کر پاکستان کی اقتصادیات کو بے پناہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔

۳۔ ایک ارب روپیہ کی اتنی بڑی رقم ایک ایسے علاقہ میں خرچ کرنا جو بین الاقوامی طور پر متنازعہ سمجھا جائے اور جو ہر وقت خطرے میں ہو کسی صورت بھی محفوظ نہیں سمجھی جا سکتی اور نہ ہی اس کا مصرف بجا ہے۔

۴۔ اگر پاکستان آزاد کشمیر میں جس کا الحاق ابھی تک پاکستان کے ساتھ نہیں ہوا اور نہ ہی آزاد کشمیر کی حکومت کو آئینی طور پر حکومتِ پاکستان نے تسلیم کیا، ایسا کوئی قدم اٹھاتی ہے تو بھارت کی حکومت کو بھی ایسا قدم اٹھانے کا جواز مل جائے گا اور اس صورت ہمارے تئیں ہندوستان کو ہدفِ ملامت بنانے کا کوئی جواز نہیں ہوگا۔

۵۔ اس سکیم سے جموں کشمیر کے ایک لاکھ شہری کشمیر میں نہیں رہ سکیں گے اور وہ استصوابِ رائے کے وقت الحاقِ پاکستان کے لیے اپنے حق رائے دہندگی سے محروم ہو جائیں گے۔ ہندوستان، جموں کشمیر کے مہاجرین جو اس وقت پاکستان میں بستے ہیں کے رائے دہندگی کے حقوق کو پہلے ہی تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ اس طرح کے اقدام سے حکومتِ پاکستان ہندوستان کو ایک لاکھ مزید ووٹروں کو ووٹ دینے کے حق سے محروم کرنے کا موقع دے گی۔

۶۔ یہ سکیم وادیٔ کشمیر کے لوگوں جو اس وقت ہندوستان کے خلاف ایک آگ اور خون کی ہولی کھیل رہے ہیں، کے جذبات کو پست کر دے گی۔ اور وہ یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ ریاست کشمیر دائمی طور پر تقسیم ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں اقوامِ متحدہ حفاظتی کونسل اور ہندوستان یہ سمجھیں گے کہ پاکستان نے آزاد کشمیر پر ہی قناعت کر لی ہے۔

۷۔ اگر آزاد کشمیر میں یہ ڈیم بنایا تو ہندوستان کو مقبوضہ کشمیر کو جمہوریہ ہند کے شمالی حصہ کے ساتھ مدغم کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اس لیے ہم مشورہ دیتے ہیں کہ کشمیر کے الحاق کے فیصلہ تک اس سکیم کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ اگر ڈیم کی تعمیر حکومتِ پاکستان انتہائی ضروری سمجھتی ہو تو ہماری رائے یہ ہے کہ اسے ضلع جہلم میں قلعہ رہتاس کے قریب دینہ کے مقام پر یا ضلع گجرات کی تحصیل کھاریاں میں بنایا جائے۔

(صدارت کے بعد) آزاد کشمیر کی عارضی حکومت کے نامزد صدر سردار محمد ابراہیم خان نے ضلع میر پور میں منگلا ڈیم سکیم کے لیے زمین حاصل کرنے کے لیے ضروری نوٹیفکیشن لینڈ ایکوزیشن ایکٹ کی دفعہ نمبر ۴ کے تحت جاری کر دیا ہے۔ حکومت نے اس اعلان کے ذریعے منگلا پروجیکٹ کی انتظامیہ کو زمین کے سروے کا مختار بنا دیا ہے۔ منگلا ڈیم کا یہ ایک سو مربع میل میں پانی کا ذخیرہ آزاد کشمیر کے علاقہ میں ایک سو بائیس دیہاتوں کو متاثر کرے گا اور بیالیس ہزار ایکڑ کا رقبہ زیر آب آئے گا۔ یہ اعلان مندرجہ ذیل دیہاتوں پر اثر انداز ہوگا۔

مندرجہ ذیل ایک صد بائیس گاؤں زیر آب آئیں گے۔ آبادی اسی ہزار سے زیادہ متاثر ہوگی۔

نمبرشمار	گاؤں	آبادی	نمبرشمار	گاؤں	آبادی	نمبرشمار	گاؤں	آبادی
۱	کلروڑی		۲	مرچولہ		۳	جاگل	
۴	مجومہ		۵	کھدیارہ شریف		۶	دھالی	
۷	پوٹھ شیر	۲۷۸۸	۸	بل		۹	چھپڑ	
۱۰	سرکھی		۱۱	تھلہ راجولی خان	۲۰۹۱	۱۲	ڈڈیال سیداں	
۱۳	آڑہ جٹاں		۱۴	چوکھ	۱۷۸۰	۱۵	رائے پور	۲۶۶۰
۱۶	کٹھار	۳۳۵	۱۷	اوناع (موہڑہ کنیال وغیرہ تمام کا تمام اوناع)	۲۵۸۶	۱۸	بہاری	۲۳۴۷
۱۹	موہڑہ ملکاں		۲۰	ڈڈیال	۹۱۷	۲۱	موہڑہ بخشی شودیال	
۲۲	سری پرتاب سنگھ پورہ		۲۳	آنبہ	۱۰۲۰	۲۴	سرو	۷۳
۲۵	تھب جاگیر	۳۵۹	۲۶	بڑبن	۱۰۷۱	۲۷	کھنمبالہ	۷۴۶
۲۸	کلیال شیرو	۷۶۴	۲۹	بھلوٹ	۳۰۵	۳۰	مہتہ جاگیر	۳۵۰
۳۱	خانو	۵۴۳	۳۲	کھاڑک	۶۶۸	۳۳	گوڑہ سانولہ	۵۸۵
۳۴	بجوٹھی	۱۱۵	۳۵	کھمبل	۵۳	۳۶	مغلاں	۱۱۳
۳۷	سنگوٹ	۲۷۸۳	۳۸	کونجری مل	۷۵۳	۳۹	بلاہ	۱۵۸۴
۴۰	بُوکے	۲۶۱	۴۱	تھوتھال	۳۵۵۶	۴۲	بندرال	۱۰۰۹
۴۳	ڈھمرال	۱۱۰	۴۴	چک جوالہ	۸	۴۵	سنیاں	۲۶۶
۴۶	جدہال	۳۱۷۷	۴۷	بھرمٹ	۵۳۵	۴۸	چک گیاں	۲۹۸
۴۹	آڑہ دھرارتھ	۳۰۱	۵۰	ڈھانگری بہادر	۶۷۶	۵۱	نکہ چنن شاہ	۱۵۵
۵۲	لکھورا	۱۰۰	۵۳	جبوٹ	۳۹۵	۵۴	ڈھلہ	۴۸۵
۵۵	کونجری نواب شاہ	۲۸۴	۵۶	ہل	۴۴۹	۵۷	تاجپور تھپال	۲۲۱۵
۵۸	سیاکھ		۵۹	پیٹھ		۶۰	پیل بخشی مولراج	۳۱۴۴
۶۱	چانہ	۲۷۱	۶۲	چھترو	۴۶۹	۶۳	بٹھار	
۶۴	بیلی	۵۲۹	۶۵	نتھلہ		۶۶	سالپور	

۶۷	چک دیالاں		۶۸	موہڑہ آگرو		۶۹	چک پٹھاناں	
۷۰	پنڈورہ جاگیر	۸۹۵	۷۱	بیام	۴۷۹	۷۲	پیل کریم بخش	
۷۳	تھرچک	۱۶۴	۷۴	ڈھیری رامو	۵۴۴	۷۵	ڈھیری نصراللہ	۴۰۶
۷۶	ڈھیری پاناں	۲۴۸	۷۷	مونڈہ	۵۲۵	۷۸	سری جاگیر	۳۷۹
۷۹	عبداللہ پور	۷۵۰	۸۰	سبیب	۹۴۵	۸۱	جنگواں	۳۳۳
۸۲	بالا جنگواں		۸۳	ڈھیری رائے دیوان چند	۱۸۰	۸۴	گوڑہ منی رام	۶۰۹
۸۵	گوڑہ سلطان علی	۲۳۲	۸۶	سیداں	۱۰۸	۸۷	پنڈورہ ملیاراں	۳۱۹
۸۸	فتح پور	۱۰۵۸	۸۹	میر پور خاص شہر	۶۳۹۲	۹۰	موا	۷۹۷
۹۱	جھنگ	۳۸۸۳	۹۲	کھمن پور		۹۳	ڈومال	۲۳۷۹
۹۴	نلوئی	۹۴۵	۹۵	رٹھوعہ محمد علی	۳۸۵	۹۶	رٹھوعہ مہرو	۲۳۹
۹۷	ہریام مراد بخش	۲۵۶	۹۸	دودیال جاگیر	۹۴۷	۹۹	بوعہ	۱۷۱۶
۱۰۰	چک ہریام	۹۳۳	۱۰۱	بجاڑ	۲۶۴	۱۰۲	ہردواچھی	۶۲۷
۱۰۳	اندراہ کلاں	۶۶۳	۱۰۴	جموئی	۱۸۸	۱۰۵	چک دھرم ارتھ	۳۶
۱۰۶	پلاک		۱۰۷	پنڈ خورد		۱۰۸	کوٹلی سرساوہ	
۱۰۹	ڈھیری کوٹ کندوخان		۱۱۰	ڈھیری پھلی		۱۱۱	ڈھیری رام پور	
۱۱۲	ڈھیری ہررودو		۱۱۳	ڈھیری دھمیال	۳۱۹۴	۱۱۴	لدڑ	۲۲۷۲
۱۱۵	بوتھی	۴۴۲	۱۱۶	چوہان	۲۱۰	۱۱۷	مولا	۳۸۸
۱۱۸	ہرنوع	۱۵۹	۱۱۹	گڈری	۱۵۹	۱۲۰	پنیام	۲۳۴۸
۱۲۱	موہڑہ خانو	۸۶						

(نوٹ) مندرجہ بالا دیہات بالکل اجاڑ دیئے جائیں گے۔ کل دیہاتوں کی تعداد بہت زیادہ بنتی ہے لیکن بڑے بڑے دیہاتوں کے نام درج کئے گئے ہیں۔ ان دیہاتوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کے نام طوالت کے خوف سے درج نہیں کئے گئے۔ مثال کے طور پر اوناع ایک گاؤں کا نام درج کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں بڑے بڑے گاؤں موہڑہ کنیال، موہڑہ ہیراں، موہڑہ کھٹیال، موہڑہ نگیال، موہڑہ نیکیال، موہڑہ پلیال، موہڑہ بخاراں، ملہ وغیرہ تقریباً ۴۰ گاؤں ہیں۔ لیکن فہرست میں صرف اوناع درج کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل دیہات بھی نوٹیفکیشن میں شامل ہیں۔

جموئی، اکال گڑھ، نکہ، رکھیال، بجاڑ، ڈھلہ، لکھورہ، ہردواچھی، مندرجہ ذیل گاؤں تحصیل کوٹلی ضلع میر پور کے بھی زیر آب آئیں گے۔ حکومت کے متذکرہ نوٹس میں ان کا بھی اندراج ہے۔ ۱۔ دھندلی۔ ۲۔ پناگ۔ ۳۔ نریالہ۔ ۴۔ سیری۔ ۵۔ کوٹلی خاص۔ ۶۔ کوٹلی بیاہ۔ ۷۔ ڈھنگروٹ۔ ۸۔ پنگ پیراں۔ ۹۔ منڈی۔ ۱۰۔ کرتی۔ ۱۱۔ رولی۔ ۱۲۔ جمال پوراگار۔

پبلک جلسے منگلا ڈیم اسکیم کے خلاف مندرجہ ذیل پبلک جلسے ہوئے۔

۱۔ ۱۶ اپریل ۱۹۵۵ء کو عوامی مسلم لیگ میر پور کے زیر اہتمام جلسہ ہوا۔

۲۔ ۱۳ نومبر ۱۹۵۵ء کو آل پارٹیز کشمیر کانفرنس کی خاطر تمام سیاسی جماعتوں کا اجتماع میر پور میں ہوا۔

۳۔ ۵فروری ۱۹۵۶ء آل پارٹیز کانفرنس اینٹی منگلا ڈیم فرنٹ کے زیر اہتمام جلسہ

۴۔ ۱۲فروری ۱۹۵۶ء کو علاقہ بڑبن کے عوام کی طرف سے جلسہ ہوا۔

۵۔ ۱۲فروری ۱۹۶۵ء کو اینٹی منگلا ڈیم فرنٹ کے زیر اہتمام ڈڈیال میں پبلک جلسہ ہوا۔

۶۔ ۱۹فروری ۱۹۵۶ء کو پیپلز کانفرنس کے زیر اہتمام ڈڈیال میں جلسہ ہوا۔

۷۔ ۱۶فروری ۱۹۵۶ء کو اینٹی منگلا ڈیم فرنٹ کے زیر اہتمام میرپور شہر میں پبلک جلسہ ہوا۔

۸۔ ۵مارچ ۱۹۵۶ء کو عوامی مسلم لیگ کے زیر اہتمام جلسہ ہوا۔

۹۔ ۱۹مارچ ۱۹۵۶ء ڈڈیال میں جلسہ ہوا۔

۱۰۔ یکم اپریل ۱۹۵۶ء کو کھڑی شریف کے عرس کے موقعہ پر ڈیم کے خلاف قرارداد پاس کی گئی۔

اینٹی منگلا ڈیم فرنٹ

اس محاذ میں مندرجہ ذیل وکلا حضرات شامل ہیں۔اور جو ابھی تک منگلا ڈیم سکیم کے خلاف ہیں۔۱۔راجہ لہراسب خان صاحب ایڈووکیٹ میرپور،۲۔چوہدری لعل خان صاحب وکیل میرپور،۳۔چوہدری محمد یحییٰ صاحب چیمہ ایڈووکیٹ میرپور،۴۔قاضی عبدالغفور صاحب قریشی ایڈووکیٹ میرپور،۵۔چوہدری محمد حسین صاحب ایڈووکیٹ میرپور،۶۔پیر عزیز بادشاہ صاحب،۷۔پیر علی جان شاہ صاحب بل پیراں،۸۔میجر راجہ عباس خان صاحب جبوٹ،۹۔ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب بھٹی، ۱۰۔سالار محمد دین صاحب ودیگر لوگ جنھوں نے مل کر منگلا ڈیم سکیم کی مخالفت شروع کی۔انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ کشمیر کے فیصلے تک منگلا ڈیم سکیم کو بروئے کار نہیں لانے دیں گے۔اس فرنٹ نے ایک کتابچہ "مسئلہ کشمیر اور منگلا ڈیم سکیم کے اثرات ونتائج" شائع کیا تھا۔جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔
"ہم پاکستان کے ناموس اور چالیس لاکھ باشندگان کے حق آزادی کے نام پر حکومت پاکستان سے التجا کرتے ہیں کہ ریاست جموں کشمیر کا قانونی اور جمہوری فیصلہ ہونے تک منگلا ڈیم سکیم کو ملتوی کردے اور اس کڑی آزمائش میں ڈال کر ہمیں اپنی ہمدردیوں سے محروم نہ کرے۔جب کہ ظلمت وتاریکی کے اس دور میں صرف پاکستان ہی ہماری صبح آزادی کے لیے روشنی کی ایک کرن ہے"۔

اس کنونشن میں شریک ہونے والے چند سیاسی کارکنوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ان سب کے اتفاق سے منگلا ڈیم سکیم کے خلاف قرارداد پاس ہوئی۔
راجہ محمد یٰسین خان صاحب عبداللہ پور چھمہال،مولوی عبدالغنی صاحب اوناع،چودھری اللہ دتہ صاحب اوناع،خواجہ عبدالوہاب صاحب اوناع،کامریڈ محمد حسین صاحب باولی حال انگلینڈ،چودھری کرم الٰہی صاحب اوناع،چودھری عبدالغنی صاحب اکب،فضل الٰہی وخواجہ محمد منظور صاحب،بشیر احمد صاحب بی اے اکب،چوہدری عنایت رسول صاحب موہڑہ پیراں،چوہدری اللہ دین صاحب موہڑہ شیر شاہ،کامریڈ عبدالعزیز صاحب بھلیالہ،شاہ نواز صاحب،یورش چغتائی صاحب،مرزا فقیر محمد صاحب میرپور خاص،لیفٹیننٹ عبدالمالک صاحب میرپور،مستری شکر محمد صاحب،خواجہ عبدالقیوم صاحب علاقہ اندراہل،سیٹھ محمد زمان صاحب ڈڈیال،چوہدری شہباز صاحب کنڈور،محمد نذیر صاحب چک سواری،ظفر اقبال صاحب،قربان حسین صاحب فتح پور،عبدالمالک صاحب،فضل الٰہی صاحب،محمد گلزار صاحب،سیٹھ ستار محمد صاحب (آڑہ دھرم ارتھ) صوفی عبداللطیف صاحب صدر کلاتھ ایسوسی ایشن میرپور،مولوی محمد شفیع صاحب بڑبن،سید محمد صاحب بوتھی،محمد بشیر صاحب بڑبن،سیٹھ نواز خان صاحب ڈڈیال،چوہدری غلام دین صاحب جدہال،محمد نجیب صاحب دکاندار میرپور،چوہدری میر ولی صاحب چک گیال،عبدالکریم صاحب پیل،محمد شریف صاحب اکال گڑھ،چوہدری عبدالرحیم صاحب پنیام،سید منیر حسن شاہ صاحب،چوہدری فضل حسن صاحب،غازی محمد بخش صاحب ڈڈیال،چوہدری عبدالخالق الراعی صاحب میرپور،چوہدری خوشی محمد صاحب آڑہ،چوہدری محمد عبداللہ صاحب ڈھانگری بہادر۔

منگلا ڈیم اور مسئلہ کشمیر

مورخہ ۱۳ نومبر ۵۵ء کو میر پور کی تمام سیاسی تہذیبی اور مذہبی پارٹیوں کے راہنماؤں کی ایک کنونشن زیر صدارت کرنل سید علی احمد شاہ صاحب سابق صدر آزاد کشمیر منعقد ہوئی، جس میں بیس سے زائد راہنماؤں نے تقریریں کیں۔ اور کُل جماعتی کانفرنس کے بارے میں مختلف خیالات کا اظہار فرمایا۔ آغا عاشق حسین صاحب ایڈووکیٹ میر پور۔ عبدالخالق صاحب انصاری ایڈووکیٹ میر پور و کنوینئر آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس کے علاوہ پروفیسر عبدالعزیز صاحب جنرل سیکرٹری مسلم کانفرنس (عباسی گروپ) و صوفی محمد زمان صاحب جنرل سیکرٹری آل جموں و کشمیر عوامی کانفرنس۔ عزیز بادشاہ صاحب مسلم کانفرنس (ابراہیم گروپ)، مولوی محمد عبداللہ صاحب سیاکھوی صدر جمعیت العلما آزاد کشمیر، چوہدری شہباز صاحب کنوینئر عوامی کانفرنس، کسان راہنما صوفی محمد یعقوب صاحب، عوامی شاعر یورش کاشمیری، کامریڈ محمد مقبول صاحب جائنٹ سیکرٹری عوامی کانفرنس، لندن کشمیری ایسوسی ایشن کے راہنما جناب محمد منظور صاحب، آرائیں برادری کے راہنما چوہدری فضل الٰہی صاحب کے علاوہ دیگر راہنماؤں نے تقریریں کیں اور مندرجہ ذیل قرارداد متفقہ طور پر پاس کی گئی۔

''آج مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۵ء کو ضلع میر پور کی مختلف پارٹیوں کا یہ اجلاس حکومت پاکستان کی ڈھل اسکیم کے خلاف پرزور احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے علاقہ ضلع میر پور میں ریاست جموں و کشمیر کے آخری فیصلہ تک اس اسکیم کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ اس جبری کارروائی کے ذریعے ریاست جموں و کشمیر سے نصف لاکھ سے زائد آبادی کا اجاڑنا، اور استصواب رائے سے قبل اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانا ریاست کی تقسیم کا یقینی پیش خیمہ ہوگا۔ استصواب رائے کے وقت وہ لاکھوں مسلمان مہاجر جو بھارتی اور ڈوگرہ فوجوں کے مظالم سے تنگ آ کر پاکستان میں پناہ گزین ہو چکے ہیں کو اپنے اپنے اضلاع میں واپس نہیں کیا جا سکے گا۔ اور نہ ہندو شرنارتھی میر پور میں واپس آسکیں گے۔ کیونکہ ڈھل کے بن جانے سے ان کا میر پور میں آنا ناممکن ہوگا۔ ان حالات میں تمام کارروائی بین الاقوامی قراردادوں اور معاہدات کی خلاف ورزی کے مترادف ہوگی۔ نیز ضلع میر پور کے ہزارہا باشندگان اپنی جائیدادوں، مکانات، زرخیز زرعی زمینوں، مساجد، مقابر سے محروم ہو کر پاکستان کے علاقہ میں دربدر پھریں گے۔ سب سے خطرناک امر یہ ہوگا کہ بھارت بھی پاکستان کے اس اقدام سے جموں وریاسی وغیرہ اضلاع پر مستقل قبضہ جمالے گا۔ نیز دریائے چناب پر قبضہ کر کے اور اس کی نہروں کو جو پاکستان کو سیراب کرتی ہیں پر قبضہ کر کے پاکستان کو تباہ کن نقصان پہنچائے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے دریائے ستلج اور راوی کے پانی پر قبضہ کر کے نقصان پہنچا چکا ہے۔ لہٰذا یہ اجلاس حکومتِ پاکستان سے اس غیر جمہوری کارروائی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ منگلا ڈیم اسکیم کو کشمیر کے آخری فیصلہ تک ملتوی رکھا جائے۔ اور پاکستان کے اضلاع جہلم وغیرہ میں دریائے جہلم کا پانی ذخیرہ کرنے کے لیے ڈیم بنالیا جائے۔ نیز یہ اجلاس حکومتِ پاکستان پر واشگاف الفاظ میں واضح کرنا چاہتا ہے کہ جن چند افراد نے ذاتی طور پر اس سکیم کی منظوری کا اظہار کیا ہے انہوں نے سرکاری ملازموں اور غیر نمائندہ آزاد کشمیر حکومت کے اثر و دباؤ میں آکر ایسا کیا ہے۔ وہ عوام ضلع میر پور کے نمائندہ نہیں ہیں''۔

(نوٹ) ۱۔ جس وقت یہ قرارداد پاس کی گئی اس وقت صرف اسی گاؤں زیر آب آرہے تھے۔ اب ۱۲۲ گاؤں زیر آب آئیں گے۔ اس لیے متاثرہ آبادی کی تعداد اسی ہزار سے زائد بنتی ہے۔ ۲۔ قرارداد متذکرہ صدر کی نقولات تمام اخبارات کو بھیجی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ کراچی میں آل پارٹیز کشمیر کانفرنس میں شامل ہونے والے ۹۹ لیڈروں کو جو پاکستان کی مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے کو بھیجی گئی تھیں۔

تقریروں کا اختصار

آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس (عباس گروپ) کے جنرل سیکرٹری جناب پروفیسر عبدالعزیز صاحب (سابق وزیر تعلیم حکومتِ آزاد کشمیر) نے فرمایا تھا کہ ڈیم سے ریاست جموں کشمیر کے مسئلہ کو سخت نقصان پہنچے گا۔ اگر حکومت پاکستان ہر قیمت پر بنانا چاہتی ہو تو ضلع گجرات کو جموں کشمیر کی ریاست کے ساتھ ملانے کا اعلان کرے

اس صورت میں ہم یہ تھوڑا سا حصہ پاکستان کی ضرورت کے پیشِ نظر دے سکتے ہیں۔ اگر حکومتِ پاکستان ایسا نہیں کر سکتی تو ہم ایک انچ زمین بھی دینے کو تیار نہیں۔

پیر عزیز بادشاہ صاحب گدی نشین کھنیارہ شریف تحصیل میرپور نے بڑے سخت الفاظ میں منگلا ڈیم سکیم کی مذمت کی۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب سیاکھوی نے بھی ڈیم کے خلاف بڑی سخت تقریر کی۔ کشمیر کے فیصلہ سے قبل ڈیم سکیم کو ملتوی رکھنے کا مطالبہ کیا گیا۔

آغا عاشق حسین صاحب ایڈووکیٹ میرپور (موجودہ کمشنر حکومت آزاد کشمیر) نے بھی ڈیم سکیم کی مخالفت کی۔

چوہدری فضل الٰہی الراعی "کشمیر کے فیصلے سے پہلے ڈھل کو کبھی نہیں بننے دیا جائے گا"۔

کسان راہنما صوفی میں یعقوب صاحب "جب تک ایک بھی باعزت اور محب وطن زندہ ہے ڈیم سکیم کو عملی جامہ پہنانا ایک خواب ہے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا"۔

آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس کا مؤقف

سابق وزیر اعظم پاکستان چوہدری محمد علی صاحب جب مظفر آباد تشریف لائے تو انہیں آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس کا ایک وفد ملا تھا جس میں مندرجہ ذیل لیڈران کرام شامل تھے۔

ا۔ کامریڈ مقبول احمد صاحب جائنٹ سیکرٹری آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس، مرزا شاہ نواز صاحب، صوفی عبداللطیف صاحب، جناب محمد صادق صاحب، جناب محمد بشیر صاحب، جناب عبدالخالق انصاری صاحب ایڈووکیٹ میرپور۔

ان حضرات نے ایک طویل یادداشت وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کی تھی۔ جس کا کچھ حصہ روزنامہ پاکستان ٹائمز کی اشاعت مورخہ ۲۱ اکتوبر ۵۵ء میں چھپا تھا۔ اس کا اختصار درج ذیل ہے۔ "منگلا ڈیم اسکیم کو کشمیر کے فیصلے تک عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ اس سے ملک تقسیم ہو جائے گا۔ اور اس طرح ہندوستان کو کشمیر کے اس بار قبضہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستانی حکومت چناب کے پانی پر قبضہ کر لے گی۔ اکھنور (دھیان گڑھ) کے ہندوستان کے قبضہ میں رہنے کا خطرہ ہے۔ ہندوستان نے اس سے قبل دریائے ستلج اور دریائے راوی کے پانی پر قبضہ کر لیا ہوا ہے۔ اس لیے ورلڈ انٹرنیشنل بینک کی کسی ایسی سکیم کو منظور نہ کیا جائے جس سے جموں کشمیر کسی صورت میں تقسیم ہو جائے اور اس سے دریائے چناب پر ہندوستان کا قبضہ ہو جائے۔ دریائے چناب پر ہندوستان کا قبضہ ہو گیا تو پنجاب کا زرخیز ترین علاقہ ریگستان میں بدل جائے گا"۔ جموں کشمیر عوامی کانفرنس کے جنرل سیکرٹری جناب صوفی محمد زمان صاحب نے اخبارات کو ذیل کی خبر بغرضِ اشاعت بھیجی تھی۔

"ریاست جموں کشمیر کے چالیس لاکھ انسانوں کو حقِ خود ارادیت دیا جائے اور آزادانہ اور غیر جانبدارانہ فضا پیدا کی جائے۔ جس میں فرزندانِ کشمیر اپنی قسمت کا خود فیصلہ کر سکیں۔ نیز ریاست کشمیر کے آخری فیصلے کے بعد جو استصواب رائے کی صورت میں برآمد ہوگا میرپور تحصیل میں (جو جموں کشمیر کا ایک حصہ ہے) جھیل بنائی جا سکتی ہے۔ کشمیر کے فیصلے سے قبل ڈل سکیم کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ ایک متنازعہ علاقہ میں جھیل کا بنانا بین الاقوامی مواعید کی خلاف ورزی ہے"۔

نوٹ:۔ وزیر اعظم پاکستان نے جب مشترکہ وفود کی شکایات سن کر اپنی پُر اثر تقریر شروع کی تو تقریر کے دوران میں مسٹر محمد مقبول صاحب نے میرپور ڈل سکیم کی طرف توجہ دلائی تو اس پر عزت مآب وزیر اعظم پاکستان نے فرمایا کہ حکومت پاکستان جھیل اسکیم سے متاثر ہونے والے لوگوں کو معقول معاوضے دے گی۔ اور ان کو بہتر جگہ پر آباد کرے گی۔ جہاں شہری ترقی کے تمام مواقع میسر ہوں گے۔ اس پر جناب عبدالخالق انصاری صاحب کنوینئر آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس نے وزیر اعظم کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی کہ جس جگہ جھیل بنائی جا رہی ہے وہ ایک متنازعہ علاقہ ہے۔ اور وہاں جھیل بنانا بین الاقوامی مواعید کی خلاف ورزی ہے۔ اس پر جناب وزیر اعظم صاحب نے فرمایا کہ وہ متنازعہ جگہ نہیں ہے بلکہ پاکستان میں ہے۔ اور وزیر اعظم صاحب بین الاقوامی مواعید کو بہتر سمجھتے ہیں۔

میرپور جو متنازعہ جگہ ہے۔ اس میں جھیل بنا کر بھارت کی حکومت کی پالیسی کو جو اس نے مقبوضہ کشمیر میں اختیار کر رکھی ہے اور جو وہ حکومت سرنگیں، پُل اور پکی سڑکیں تعمیر کرتی ہے۔ اپنی گرفت کو مضبوط کر رہی ہے۔ اس سے اسے مزید تقویت پہنچے گی۔ اور دشمن کی تقسیمِ کشمیر کے بارے میں اڑائی ہوئی افواہوں کی تصدیق ہوگی۔ جس

✓

کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آزاد کشمیر میں بسنے والے عوام کے جذبات مردہ ہو کر رہ جائیں گے۔

جموں کشمیر متحدہ محاذ

جموں کشمیر کی پانچ باا‌ثر سیاسی جماعتوں نے تحریک آزادی کشمیر کو تیز تر کرنے کے لیے اور آزاد کشمیر میں جمہوری حکومت کے قیام اور زرعی اصلاحات کی خاطر ایک متحدہ محاذ بنایا ہے۔ اس محاذ میں جموں کشمیر کسان مزدور کانفرنس، کشمیری پبلکن پارٹی، انجمن نوجوانانِ کشمیر، کشمیر پیپلز کانفرنس اور آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس شامل ہیں۔ انہوں نے جو منشور شائع کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔ (اس میں باقی نکات کا ذکر نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کتابچے میں صرف منگلا ڈیم سکیم کے سلسلہ میں سیاسی جماعتوں کے موقف کی اشاعت مقصود ہے)۔

(دفعہ نمبر ۴) غیر جانبدار رائے شماری کے ذریعے مسئلہ کشمیر کے فیصلہ تک منگلا ڈیم سکیم یا اس قسم کی کوئی اور سکیم ریاست کے کسی بھی حصہ میں بروئے کار لانے کی مخالفت کی جائے گی، جس سے کشمیر کی تحریک آزادی کو نقصان پہنچے۔

جموں کشمیر متحدہ محاذ کا ایک کنونشن برکت علی مسلم ہال لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں منگلا ڈیم سکیم کے خلاف قرارداد پاس کی گئی تھی۔ جو تمام اخبارات میں چھپی تھی۔ ۳۰ مارچ ۵۷ء کے روزنامہ پاکستان ٹائمز میں ''آزاد کشمیر میں جمہوری حکومت قائم کرنے کا مطالبہ'' کے عنوان سے جلی حروف میں شائع ہوئی تھی اس کا متعلقہ حصہ درج ذیل ہے۔

''ایک اور قرارداد میں کشمیر کے فیصلہ تک منگلا ڈیم سکیم کو بروئے کار لانے کی مخالفت کی گئی۔ قرارداد میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ ضلع میر پور کے اسی ہزار نفوس کو ڈیم کی خاطر اپنا وطن چھوڑنا پڑے گا۔ اور انہیں اپنی ریاست سے باہر آباد ہونا پڑے گا اور ایسی صورت میں وہ رائے شماری میں حصہ لینے سے محروم ہو جائیں گے''۔

اس کنونشن کو جناب میر عبدالعزیز صاحب نائب صدر آل جموں کشمیر کسان مزدور کانفرنس (سابق جنرل سیکرٹری آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس) وایڈیٹر ہفت روزہ آوازِ حق و انصاف'' و جناب عبدالسلام صاحب یاتو صدر آل جموں کشمیر کسان مزدور کانفرنس و ایڈیٹر مارلسٹ، جناب غلام نبی صاحب گلکار انور کنوینئر ری پبلکن پارٹی ایڈیٹر ہفت روزہ ہمارا کشمیر، جناب عبدالمجید صاحب ملک بی اے ایل ایل بی وکیل، جناب عبدالخالق انصاری صاحب ایڈووکیٹ وکنوینر آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس نے خطاب فرمایا تھا۔ اس کی صدارت شیخ محمد اقبال صاحب جموی صدر انجمن نوجوانانِ کشمیر نے کی تھی۔

خطرات ہمارے دروازے پر دستک دے رہے ہیں

عوامی کانفرنس نے جن خطرات سے حکومتِ پاکستان کو سال ۵۵ء میں آگاہ کیا تھا، وہ اب سامنے آرہے ہیں۔ ہفت روزہ ''پاسبان'' کی اشاعت مورخہ ۱۱ جون ۵۷ء میں اعلان جنگ کے عنوان کے تحت درج ہے کہ ''دوسری طرف ہندوستان نے پاکستان کو پانی کی خداداد نعمت سے محروم کرنے کے لیے دریاؤں کا رخ موڑنا شروع کر رکھا ہے۔ دریائے ستلج کا پانی جو پاکستان کی طرف تھا ''ننگل پروجیکٹ'' کے ذریعے اپنے علاقہ کی طرف پھیر لیا ہے۔ راوی کا رخ بھی وہ موڑنے کے درپے ہے۔ اور اب یہ معلوم ہوا ہے کہ دریائے چناب کا پانی بھی وہ کھینچ کر راوی میں ڈالنا چاہتا ہے اور پھر اس سے راجپوتانہ کے ریگستانوں کو وہ سیراب کرے گا اور غالباً اس قسم کا حادثہ جہلم سے بھی پیش آنے والا ہے۔ بھارت کے یہ یزیدی عزائم پاکستان کے لیے کربلائی منظر پیش کرنے کے خواہش مند ہیں''۔ ان حالات میں حکومتِ پاکستان کو چاہیے کہ وہ ریاست جموں کشمیر کا جلد فیصلہ کرائے۔ تاکہ ریاست میں بہنے والے دریاؤں کا پانی پاکستان کو مل سکے۔ اور اس صورت میں ڈیم کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور یہ ڈیم بھی پانی سے محروم کر دیا جائے گا۔ دریائے چوکھ جو پونچھ سے آتا ہے وہاں پر نالہ ''سورن'' پر بند باندھ کر حکومت ہند پانی پر قبضہ کر رہی ہے۔ پاکستان کے لیے بھی ایک صورت باقی رہ گئی ہے کہ کشمیر کا فیصلہ جتنا جلد ممکن ہو کرائے۔ تاکہ ایک طرف جموں کشمیر کے چالیس لاکھ انسان محکومی کی زندگی سے نجات پا سکیں اور دوسری طرف پانی

کی تکلیف بھی دور ہو سکے۔

ایک خبر اور ملاحظہ ہو۔ یہ خبر ۱۲ جون ۵۷ء کے ہفت روزہ ''آزاد کشمیر'' میں شائع ہوئی۔ ''سری نگر سے خبر آئی ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں دریائے جہلم کا رخ بدلنے کے لیے ۴۵ میل لمبی نہر کی کھدائی شروع ہوگئی ہے۔ بیس بھارتی فنی ماہرین نے ابتدائی سروے ختم کرلیا ہے۔ تین کروڑ روپے سے جموں کے علاقہ میں اس دریا کا پانی پہنچایا جائے گا۔ بارہ مولا کے قریب سے دریا موڑا جا رہا ہے۔ یہاں سے آزاد کشمیر کی سرحد نزدیک ہے۔ ایک سال قبل یہ سکیم تیار کی گئی تھی۔ اس طرح دریائے جہلم سے پاکستان کو پانی ملنا کم یا ختم ہو جائے گا۔ بھارتی مقبوضہ جموں کشمیر میں کچھ چھوٹے دریاؤں پر بھی کنٹرول کرنے کے لیے بخشی حکومت منصوبے بنا رہی ہے''۔

نوٹ:۔ حکومت پاکستان کو مسئلہ کشمیر کے فوری حل کی طرف توجہ دینے کی انتہائی ضرورت ہے۔ ورنہ بھارتی عزائم سے پاکستان اور کشمیری عوام تباہ ہو جائیں گے۔

مقبول احمد صاحب جائنٹ سیکرٹری آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس کا بیان

جناب مقبول احمد صاحب نے ایک بیان اخبارات میں دیا تھا جو روزنامہ تعمیر راولپنڈی کی اشاعت مورخہ ۲۱ اگست ۵۶ء میں شائع ہو چکا ہے ''جس طرح سردار ابراہیم صاحب صدارت سے پہلے منگلا ڈیم کے خلاف تھے اب صدارت کے بعد منگلا ڈیم کی خاطر ایک نوٹیفکیشن جاری کر چکے ہیں۔ اس طرح میر واعظ محمد یوسف شاہ صاحب صدارت سے پہلے اس کے خلاف تھے لیکن صدر بنتے ہی انہوں نے اس کی حمایت میں ایک بیان دیا تھا''۔ اس سلسلے میں جناب مقبول احمد صاحب کو ایک طویل مضمون بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی وہ مضمون درج ذیل ہے۔

منگلا ڈیم اور میر پور کے عوام

روزنامہ ''کوہستان'' راولپنڈی کی اشاعت مورخہ ۲۶ اگست کے صفحہ نمبر ۲ پر شائع شدہ یہ خبر پڑھ کر کہ ''میر پور کے عوام نے منگلا ڈیم سکیم کو منظور کر لیا ہے''۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، میں سوچنے لگا کہ یہاں نہ تو کوئی جلسہ ہوا نہ کوئی جلوس نکلا اور نہ ایسی کوئی میٹنگ ہوئی جس میں کسی قرارداد کے ذریعے آزاد کشمیر گورنمنٹ کو یہ یقین دلایا گیا ہو کہ میر پور کے عوام نے منگلا ڈیم سکیم کو منظور کر لیا ہے۔ جب یہ سب کچھ نہیں ہوا تو پھر وہ کون سے ذرائع تھے جن کے تحت محترم بزرگ نے ''کوہستان'' راولپنڈی کے نمائندہ خصوصی کو ایک خاص ملاقات میں بتایا اور اس پر اظہار مسرت بھی کیا کہ میر پور کے عوام منگلا ڈیم سکیم کو منظور کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں۔ اور اب اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ضلع میر پور کے عوام نے جن کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ منگلا ڈیم سکیم ہمارے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جنہوں نے اس بات کو محسوس کیا تھا کہ منگلا ڈیم سکیم تقسیم کشمیر کا پیش خیمہ ہوگا۔ اس سکیم کو کس طرح منظور کر لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ضلع میر پور کے عوام کے جذبات اس بات کی غمازی کر رہے ہیں اور یہاں کے بسنے والوں کے دلوں کی دھڑکنیں آج بھی وہی کہہ رہی ہیں جو کچھ عرصہ قبل جلسوں جلوسوں اور میٹنگوں میں پاس شدہ قراردادوں کے ذریعہ کہہ چکی تھیں۔ کہ منگلا ڈیم سکیم کو تا تصفیہ کشمیر ملتوی رکھا جائے۔ آزاد کشمیر میں اسمبلی قائم کی جائے اور کشمیر کا فیصلہ بذریعہ رائے شماری جلد از جلد کرایا جائے۔

میر واعظ یوسف شاہ صاحب کے اس انکشاف پر میر پور کے عوام میں ایک بے چینی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ان کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسرتوں کی نبضیں ڈوب رہی ہیں۔ ان کی زبانیں اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ تحریک آزادی کشمیر میں شہید ہونے والوں کی قربانیاں رائیگاں جا رہی ہیں۔ اور شہیدوں کے خون کے چھینٹوں کو منگلا ڈیم کے پانی سے دھونے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اگر میر واعظ یوسف شاہ صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ وہ آغا عاشق حسین صاحب کو کمشنر بنا کر میر پور کے عوام کے دلوں کو ہاتھ میں لے سکتے ہیں اور آغا عاشق حسین صاحب کے اینٹی منگلا ڈیم فرنٹ کی کرسی صدارت سے اُٹھ کر کمشنری کی کرسی پر بیٹھ جانے سے عوام منگلا ڈیم کو بخوشی منظور کر سکتے ہیں تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ

میرواعظ صاحب اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ کیوں کہ تصویر کا دوسرا رخ کچھ اور ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آغا صاحب کو کمشنر بنادیا ہے تو کیا ہوا، وہ کمشنری کو قبول کر سکتے ہیں۔ لیکن عوام منگلا ڈیم کو کسی صورت میں بھی قبول نہیں کر سکتے۔

محترم قبلہ میرواعظ یوسف شاہ صاحب اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں کہ آپ نے، سردار محمد ابراہیم صاحب نے اور چوہدری نور حسین صاحب نے جناب چوہدری محمد علی صاحب وزیراعظم پاکستان، جناب صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان جنرل سکندر مرزا اور اپوزیشن لیڈر حسین شہید سہروردی کو جو چٹھی روانہ کی تھی کیا اس پر آپ لوگوں کے دستخط آج بھی یہ گواہی نہیں دے رہے اور کیا آپ نے جو کچھ لکھا وہ حقیقت پر مبنی نہیں تھا، کہ تا تصفیہ کشمیر ڈیم نہ بنایا جائے۔ اور ڈیم کو بنانا تقسیم کا پیش خیمہ ہوگا؟ کیا اس میں یہ الفاظ بھی تھے کہ اینٹی منگلا ڈیم فرنٹ کے صدر کو کمشنر بنا دینے سے تقسیم کا خدشہ ہوگا۔ اور مجھے گورنمنٹ میں لے لیا گیا تو پھر میرپور کے عوام ڈیم کو منظور کرلیں گے۔

صدر صاحب اس وقت مظفرآباد کے سیکرٹریٹ میں بیٹھ کر یہ بیان دے رہے ہیں کہ میرپور کے عوام نے منگلا ڈیم کو منظور کرلیا ہے۔ میرواعظ صاحب ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے یہ الفاظ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب کے تحت اگر آپ کا ایمان اس قرآن پر ہے تو خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتائیں کہ اس دستاویز پر دستخط کر کے جو آپ نے عہد کیا تھا کہ آج صرف صدر بننے سے تمام مواعید سے انحراف کرلیا ہے، آخر اس کی وجہ؟ یہ آپ کی بہت بڑی بھول ہے کہ میرپور کے عوام بخوشی ڈیم کو منظور کرلیں گے۔ یہ بات الگ ہے کہ حکوت عوام کی مرضی کی پرواہ نہ کرے اور ڈیم بنالے۔

میرواعظ محمد یوسف شاہ صاحب میرپور کے عوام کا آج بھی یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ تا تصفیہ کشمیر ڈیم نہ بنایا جائے کیونکہ ڈیم بنانا یقیناً تقسیم کشمیر کا پیش خیمہ ہوگا۔

جب تک مسئلہ کشمیر حل نہیں ہوتا منگلا ڈیم سکیم کو ملتوی کردیا جائے

میرپور کے جلسہ عام کی قراردادیں

روزنامہ زمیندار راولپنڈی کی اشاعت مورخہ ۱۰ جون ۵۶ میں میرپور کے جلسہ عام کی کارروائی شائع ہوئی تھی۔ اختصاراً درج ذیل ہے۔

''جلسہ میں تمام پارٹیوں نے تقریریں کیں جن میں عبدالخالق انصاری ایڈووکیٹ کنوینئر عوامی کانفرنس، پیر جان شاہ جائنٹ سیکرٹری مسلم کانفرنس، میر عبدالعزیز ممبر جموں کشمیر کسان مزدور کانفرنس، سید علی احمد شاہ سابق صدر آزاد حکومت، ڈاکٹر محمد یعقوب بھٹی، سالار محمد دین، میجر محمد عباس خان، صوفی محمد زمان صاحب، چوہدری یحیٰی چیمہ ایڈووکیٹ قابل ذکر ہیں۔ یورش کاشمیری وغیرہ شعرا نے لوک گیتوں میں منگلا ڈیم کی مخالفت کی۔ تمام لیڈروں نے اس پر زور دیا کہ منگلا ڈیم کی تعمیر مسئلہ کشمیر کے حل ہونے تک ملتوی کردی جائے۔ ورنہ اس سے نہ صرف اس علاقے کے لوگ بے گھر ہو جائیں گے بلکہ مسئلہ کشمیر پر بھی بہت برا اثر پڑے گا۔ جلسہ میں چوہدری حمیداللہ خان سابق لیڈر مسلم کانفرنس اسمبلی پارٹی کا ایک تائید میں خط سنایا گیا۔ چوہدری صاحب ناسازی طبیعت کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے''۔

کشمیر کے پاکستان سے مکمل الحاق تک منگلا ڈیم سکیم کو ملتوی رکھا جائے

بڑبن کے اجلاس میں علاقہ میرپور کے عوام کا مطالبہ

روزنامہ تعمیر راولپنڈی کی ۲۵ فروری ۵۶ء کی اشاعت میں اس اجلاس کی کارروائی چھپی تھی۔ اجلاس میں بہت سے مقررین نے تقریریں کیں۔ جن میں سے عوامی کانفرنس کے کنوینئر عبدالخالق انصاری، صوفی محمد زمان، کامریڈ محمد مقبول صاحب، محمد بشیر، فضل کریم یورش، نظام الدین ٹھیکیدار صدر انجمن الراعی برادری، اور بھی بہت سے مقامی لوگوں نے ڈیم سکیم کے خلاف تقریریں کیں اور اس کے خلاف ایک طویل قرارداد پاس کی''۔

کشمیر پیپلز کانفرنس

۲۳ فروری ۵۶ء کے جلسہ کی کارروائی روزنامہ "تعمیر" راولپنڈی کی اشاعت مورخہ ۲۵ فروری ۵۶ء میں چھپی اختصار ذیل ہے۔ "صدارت سیٹھ نورزمان صاحب نے کی۔ اس اجلاس میں مولوی محمد صادق صاحب، محمد عجائب بی اے وائس پریذیڈنٹ کشمیر پیپلز کانفرنس، بشیر احمد بی اے، چوہدری غلام نبی صاحب، مولوی میر عبداللہ صاحب، کرنل علی احمد شاہ صاحب، سابق صدر حکومتِ آزاد کشمیر، راجہ محمد صدیق خان (پسر میجر راجہ الف خان آف فتح پور تحصیل میرپور)، کامریڈ مقبول احمد صاحب، عبدالخالق انصاری صاحب جنرل سیکرٹری کشمیر پیپلز کانفرنس نے تقریریں کیں۔ اور ایک قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ جموں کشمیر کے آخری فیصلہ تک منگلا ڈیم سکیم کو ملتوی رکھا جائے""۔

مسئلہ کشمیر کے حل ہونے تک ڈل سکیم روک دی جائے

عوام کے مطالبہ کے خلاف قدم اٹھایا گیا تو رائے شماری میں ناکامی ہوگی

عوامی لیگ میرپور، زمیندار ۲۲ مارچ ۵۶ء "آل جموں کشمیر عوامی مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت چوہدری نور حسین کنوینئر عوامی مسلم لیگ منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں میرپور کے علاقہ میں ڈل سکیم کی شدید مذمت کی گئی۔ اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ جب تک مسئلہ کشمیر کا کوئی مناسب حل تلاش نہیں کیا جاتا اس وقت تک ڈل سکیم کو ملتوی کر دیا جائے۔ کیونکہ اگر حکومت نے اس سکیم کو ملتوی کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو اس سے علاقہ کے ایک سو سترہ دیہات، ۶۰۰ کے قریب مساجد اور اٹھاسی مربع میل کا یہ علاقہ جس میں ڈل سکیم چلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بالکل زیرآب آجائے گا۔ اور ایک لاکھ کے قریب کاشتکاروں، زمینداروں اور ان کے بال بچوں کو ترک وطن پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے چوہدری نور حسین سابق وزیر حکومتِ آزاد کشمیر نے کہا کہ اس علاقہ میں ڈل سکیم کو عملی جامہ پہنانے کا مقصد یہ ہے کہ اس خوشحال اور زرخیز علاقہ کے عوام کو مقبوضہ کشمیر اور مشرقی پنجاب کے مہاجرین کی طرح فاقوں سے مارا جائے گا۔ آپ نے تقریر میں آزاد کشمیر کی حکومت اور حکومتِ پاکستان سے پُرزور مطالبہ کیا کہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے علاقہ کے عوام کی رائے دریافت کی جائے۔ اور اگر عوام کی رائے طلب نہ کی گئی تو حکومت کو کشمیر میں رائے شماری کے موقعہ پر سخت ناکامی ہوگی۔ اجلاس میں سید علی احمد شاہ صاحب سابق صدر حکومتِ آزاد کشمیر، مسٹر غلام نبی، چوہدری علی اکبر اور چوہدری عبدالعزیز رٹوی نے تقریریں کیں۔

"سہ روزہ آفتاب" راولپنڈی مورخہ ۶۔ ۷ مارچ ۵۶ء "چوہدری نور حسین نے اعلان کیا کہ منگلا ڈیم سکیم کے سلسلے میں متاثرہ علاقہ کے عوام کے لیے انہوں نے ایک کمیٹی بنادی ہے جو عوام کے حقوق کے لیے مناسب کارروائی کرے گی۔ چوہدری نور حسین کے اعلان کے مطابق اس کمیٹی کے صدر چودھری محمد اکبر نکئی ہوں گے اور نائب صدر اور جنرل سیکرٹری مولوی محمد عبداللہ سیاکھوی اور میجر راجہ عباس خان ہوں گے۔ قرارداد میں مجوزہ منگلا ڈیم سکیم کو اس وقت تک ملتوی کر دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے جب تک سارا کشمیر آزاد ہو کر پاکستان سے الحاق نہ کرے اور کل کشمیر کی منتخب اسمبلی اس سکیم کی منظوری نہ دے دے"۔

مسلم کانفرنسی ڈاکٹر محمد یعقوب بھٹی کی تقریر

ہفت روزہ انصاف راولپنڈی مورخہ ۲۱ دسمبر ۵۵ء ڈیم سکیم جو کہ میرپور میں بنائی جارہی ہے کے بنائے جانے یا نہ بنائے جانے کے متعلق نمائندہ اسمبلی ہی کوئی درست اور قابل قبول فیصلہ کر سکے گی اور موجودہ غیر نمائندہ حکومت آزاد کشمیر کا اس سکیم کے متعلق کوئی فیصلہ یا سودا غیر آئینی اور ناقابل قبول ہوگا۔ اس مرحلہ پر حاضرین جلسہ نے "بالکل ٹھیک" کے الفاظ بلند کئے"۔

میرپور کے جلسہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے تقریر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ "اگر مسلم کانفرنس منگلا ڈیم سکیم کی حمایت کرے گی تو میں مسلم کانفرنس سے الگ

ہو جاؤں گا۔ معاوضہ طلب کرنے والے ملک دشمن ہیں۔ کشمیر کے فیصلہ سے قبل حکومتِ آزاد کشمیر یا حکومتِ پاکستان کو ڈیم بنانے کا کوئی حق نہیں"۔

جموں کشمیر کے عوام کی طرف سے ایک میمورنڈم انٹرنیشنل بینک کے منتخبہ کمیشن کے صدر کو پیش کیا گیا۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"جناب والا ہم آپ کی خدمت میں مندرجہ ذیل واقعات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ حکومت پاکستان تحصیل میر پور میں جو جموں کشمیر کا حصہ ہے اور جس کے الحاق کا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا۔ ایک جھیل بنانا چاہتی ہے۔

۲۔ بین الاقوامی بینک حکومتِ پاکستان کو متنازعہ علاقہ میں جھیل کی تعمیر کے لیے قرض دینا چاہتا ہے۔

۳۔ ڈیم سکیم کو جموں کشمیر کے عوام کی رائے لیے بغیر عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔

۴۔ ہمیں خدشہ ہے کہ ڈیم سکیم سے جموں کشمیر کے عوام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

الف) اس سے صاف ظاہر ہے کہ ریاست کو بالآخر تقسیم کر لیا جائے گا۔ اس طرح حکومت ہند کو دریائے چناب پر قبضہ کرنے کا موقعہ مل جائے گا۔

ب) لاکھوں انسانوں کو پاکستان میں پناہ حاصل کرنا پڑے گی۔

ج) جہاں تک ریاست کی تقسیم کا تعلق ہے۔ جموں کشمیر کے عوام اس کو کسی صورت اور کسی شکل میں قبول کرنے کو تیار نہیں۔

۶۔ ہمارے ساتھ پاکستان ہندوستان اور ادارہ اقوام متحدہ نے حقِ خود ارادیت کا وعدہ کیا ہوا ہے اس لیے جموں کشمیر کے آخری فیصلہ تک جو استصواب رائے کی صورت میں ظاہر ہوگا، اس سکیم کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔

۷۔ آزاد کشمیر کی حکومت ایسا کوئی فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں ہے، یہ حکومت غیر نمائندہ اور غیر جمہوری ہے۔

۸۔ اگر حکومتِ پاکستان ڈیم کی تعمیر کی خواہش رکھتی ہے تو چاہے کہ سوہاوہ اور دینہ کی پہاڑیوں کے درمیان یا کھاریاں کے مقام پر جو حکومتِ پاکستان میں واقع ہیں، وہاں ڈیم کی تعمیر کرے۔

۹۔ اس لیے ہم جموں کشمیر کے عوام حکومتِ پاکستان کو کشمیر کے فیصلہ تک ڈیم بنانے نہیں دیں گے۔

۱۰۔ اگر ہماری مخالفت کے باوجود حکومتِ پاکستان اپنے اس فیصلے کو ہم پر تھوپے گی تو اس کے نتائج کی تمام تر ذمہ داری بین الاقوامی بینک پر ہوگی جو اس قسم کے حالات پیدا کر رہا ہے"۔

کیا میر پور آزاد کشمیر کا حصہ ہے

روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور کی اشاعت مورخہ ۵ فروری ۵۷ء کو سردار امیر اعظم خان صاحب وزیر قانون ونشر واشاعت حکومت پاکستان نے پنڈت جواہر لال نہرو کے بیان کی تردید ان الفاظ میں کی تھی۔

"سردار امیر اعظم نے فرمایا کہ یہ کہنا کہ آزاد کشمیر یا آزاد کشمیر کا کوئی حصہ پاکستان میں شامل کر لیا گیا ہے، یہ سراسر غلط ہے۔ یاد رہے کہ ۳۱ جنوری کو پنڈت جواہر لال نہرو نے مدراس میں کہا تھا کہ پاکستان کے آئین کے تحت آزاد کشمیر کو پاکستان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ اور انہوں نے تقریر کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ مقام افسوس ہے کہ حفاظتی کونسل نے اس امر کی طرف کوئی توجہ نہ دی جناب سردار امیر اعظم خان صاحب نے اس تقریر کی تردید کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ وزیر اعظم کا یہ بیان تعجب خیز ہے۔ اور حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ ہمارے آئین میں کوئی ایسی دفعہ نہیں ہے۔ جس کا ذکر پنڈت نہرو صاحب فرما رہے ہیں آزاد کشمیر کبھی بھی پاکستان میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہ الگ ملک ہے اور اس کی اپنی الگ حکومت رہی ہے اور اب بھی ہے۔ آپ نے آئین پاکستان کی دفعہ ۲۰۳ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسئلہ کشمیر کا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا"۔

منگلا ڈیم منصوبہ کے سبز باغات

روزنامہ کوہستان راولپنڈی مورخہ ۲۷ فروری ۵۶ء کی اشاعت میں مجوزہ منگلا ڈیم سکیم کے سلسلہ میں جو فوائد گنے گئے ہیں وہ من وعن درج ذیل ہیں۔ "منگلا ہیڈ ورکس سے دو میل اوپر ایک بند کی تعمیر کے سلسلہ میں زمین کے سروے کا کام تیزی سے انجام پا رہا ہے۔ اس منصوبے پر اندازاً ایک ارب روپے کی لاگت آئے گی۔ امکان ہے کہ تکمیل کے بعد تیس لاکھ ایکڑ بنجر زمین زیر کاشت آئے گی۔ اور شروع میں تین لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا ہوگی۔ بند کی تکمیل کے لیے ۱۹۶۴ء آخری تاریخ مقرر ہوئی ہے تب منصوبے پر کام کرنے والے ماہرین اور انجینئر ایک مصنوعی جھیل بنالیں گے۔ ایک نیا شہر بھی آباد ہو چکا ہوگا۔ علاوہ ازیں نئی ریلوے لائنوں کا ایک جال بچھ جائے گا۔ اور دریائے جہلم پر ایک نیا پل بھی تعمیر ہو چکا ہوگا۔ اس سکیم کا مقصد یہ کہ سیلاب کے پانی کو کنٹرول کر کے نہروں کے ایک نئے سلسلے میں ڈال دیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ موجودہ زیر کاشت علاقوں کو اور زیادہ پانی مہیا ہو سکے گا اور مزید اراضی زیر کاشت آجائے گی۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ جو لوگ اس منصوبے سے متاثر ہوں گے انہیں تلافی کے طور پر یا تو نقد روپیہ دیا جائے گا یا تھل کے علاقے میں متبادل زمین دی جائے گی۔ تحصیل کے علاقہ میں عمدہ قابل کاشت زمینیں متبادل الاٹمنٹ اور متاثرہ علاقہ کے لوگوں کو آباد کرنے کے سلسلے میں ابتدائی انتظام کی خاطر وزارت امور کشمیر کے جوائنٹ سیکرٹری مسٹر ایم ظفر صاحب تحصیل کا دورہ کر رہے ہیں۔ جہاں تحصیل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے مشورے سے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔

علاقہ بڑبن تحصیل میرپور کے لوگوں نے ایک جلسہ ۱۲-۲-۵۶ء کو منعقد کیا تھا اور ایک اشتہار جاری کرایا تھا۔ اس کی عبارت درج ذیل ہے:

آزاد کشمیر زندہ باد　　متحدہ کشمیر زندہ باد　　حق خود ارادیت زندہ باد

مجوزہ منگلا ڈیم سکیم کے خلاف اہلیان بڑبن ضلع میرپور کا ایک عظیم الشان اجتماع

میرپور کے عوام مجوزہ منگلا ڈیم سکیم کے کیوں خلاف ہیں؟

۱۔ اس لیے کہ ریاست جموں کشمیر کے متنازعہ علاقہ میرپور میں اس ترقیاتی منصوبہ یعنی ڈھل سکیم کی کارروائی بین الاقوامی معاہدات اور قراردادوں کے خلاف ورزی کے مترادف ہے۔ ۲۔ اس لیے کہ کشمیر میں رائے شماری سے قبل اس سکیم کو عملی جامہ پہنانا ریاست کی تقسیم کا یقینی پیش خیمہ ہوگا۔ ۳۔ اس لیے کہ اس کارروائی کے ذریعے ریاست جموں کشمیر سے نصف لاکھ سے زیادہ آبادی کو اجاڑ کر انہیں حق خود ارادیت سے محروم کرنے کے مترادف ہوگا۔ ۴۔ اس لیے کہ استصواب رائے کے وقت لاکھوں مسلمان مہاجر جو بھارتی اور ڈوگرہ فوجوں کے مظالم سے تنگ آکر پاکستان میں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ انہیں اپنے اپنے علاقے میں واپس نہیں کیا جا سکے گا۔ ۵۔ اس لیے کہ ضلع میرپور کے ہزارہا باشندوں کو اپنی جائیدادوں، مکانات، زرعی زرخیز زمینوں، سینکڑوں مساجد و مقابر سے محروم ہو کر پاکستان میں دربدر پھرنا پڑے گا۔ ۶۔ اس لیے کہ اس سے حکومت ہند مقبوضہ کشمیر میں ہمیشہ کے لیے غاصبانہ قبضہ جمالے گی۔ اور دریائے چناب کے پانی سے محروم کر دے گی۔ ۷۔ اس لیے کہ یہ غیر جمہوری کارروائی ہے۔ ۸۔ اس لیے کہ موجودہ غیر نمائندہ کابینہ کو اس سکیم کی منظوری دینے کا کوئی حق نہیں۔ اور نہ ہی مجوزہ قانون ساز اسمبلی کشمیر کے فیصلہ سے قبل کوئی ایسا قدم اٹھا سکتی ہے۔

الداعیان علاقہ بڑبن

چوہدری نظام الدین، چوہدری سید (ڈھیری رامو) مستری عبدالرحمٰن، میاں محمد شفیع، میاں عبدالرب وشبستان، محمد دین (بڑبن) چوہدری فضل حسین ٹھیکیدار، چوہدری کالو ٹھیکیدار (سال) چوہدری محمد نبی وعبدالکریم (چپل کریم بخش)، راجہ سید محمد حوالدار (تھرچک) چوہدری محمد ولد مہندو چوہدری ستار محمد (منترا) چوہدری حسین و حوالدار شیر باز خان (ڈھیری پیہاناں)۔

کرنل سید علی احمد شاہ صاحب سابق صدر حکومت آزاد کشمیر کا بیان

۲۳ اکتوبر ۵۵ء کو سید علی احمد شاہ صاحب سابق صدر حکومت آزاد کشمیر نے روزنامہ ''تعمیر'' راولپنڈی میں منگلا ڈیم سکیم متعلق شائع شدہ خبر کی تردید روزنامہ ''کوہستان'' راولپنڈی میں مندرجہ الفاظ میں کرائی۔

میرپور ڈیم: میری طرف سے منسوب کیا ہوا بیان متعلقہ منگلا ڈھل (ڈیم) سکیم تعمیر اخبار ۲۳ اکتوبر ۵۵ء صفحہ نمبر ۵ کالم نمبر ۳ پر نکلا ہے۔ وہ غلط ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بعض اخبارات کے نامہ نگار یا ایڈیٹر اپنی گورنمنٹ سے ڈر کر بیانات کو ایسا چولا پہناتے ہیں کہ جو ان کی گورنمنٹ کے سیکرٹریوں یا وزراء کی خواہش ہو۔ میرا بیان کبھی بھی اس شکل میں نہیں تھا۔ جیسا تعمیر اخبار نے شائع کیا ہے۔ میں میرپور (ڈیم) ڈھل سکیم کو فی الحال تا تصفیہ الحاق ریاست جموں کشمیر ریڈ کلف ایوارڈ سے بھی زیادہ تباہ کن و غیر دانشمندانہ فعل سمجھتا ہوں۔ یہ فعل تقسیم کشمیر کا پیش خیمہ ہے۔ ہندوستان، مہاراجہ کشمیر، لیڈران نیشنل کانفرنس و مسلم کانفرنس و پاکستان نے تقسیم کو کبھی قبول نہیں کیا۔ اور یہی آخری قرارداد سیکورٹی کونسل ۳۰ مارچ ۵۰ء ہے۔ مسٹر گراہم کی رپورٹ میں بھی یہی ہے کہ پہلے استصواب رائے بالغان کے تحت جو اقوام متحدہ کے زیر نگرانی تمام ریاست میں ہو۔ اور الحاق ریاست جموں کشمیر خود بھی مسائل متنازعہ نہروں کا بہت حد تک حل کر دے گا۔ اسلئے میری دیانتدارانہ اور پختہ رائے ہے کہ یہی ضلع میرپور کے عوام کا خیال و خواہش ہے کہ پہلے ریاست جموں کشمیر کے الحاق کے بغیر تقسیم کا فیصلہ معاملہ یو این او میں واپس بھیج کر کیا جائے۔ اسکے بعد جب ریاست کا الحاق پاکستان سے ہو جائے، اس وقت ڈیم سکیم کے متعلق ریاست جموں کشمیر کی نمائندہ واحد حکومت سے اس سکیم کا تصفیہ کیا جائے۔ اور اب جلد بازی میں باشندگانِ ریاست جموں کشمیر اور ان پاکستانی علاقوں کو جن کو دریائے چناب کا پانی دو نہروں کے ذریعے سیراب کرتا ہے۔ آئندہ تباہی و بربادی سے بچایا جائے۔ ہاں اس میں کوئی عذر نہیں ہے۔ منگلا سے دریائے جہلم کا پانی لیکر ضلع گجرات میں ایک یا زیادہ جھیلیں یا ڈھل بنا کر پاکستان کے بارانی علاقوں کو سیراب کیا جائے۔ ایسی جگہیں پاکستان کے ان اضلاع میں موجود ہیں۔

(دستخط بحروف اردو)

مجاہد ملت چوہدری نور حسین صاحب سابق وزیر مال حکومتِ آزاد کشمیر کا بیان

''منگلا ڈیم سکیم کے سلسلے میں مختلف بیانات اخباروں میں شائع ہوئے۔ چوہدری صاحب نے بہت سے جلسے کیے۔ اور اخباری نمائندوں کے اجتماع کو خطاب کیا۔ آپ نے میجر جنرل اسکندر مرزا صدر جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کرنے کے لیے چھپوایا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب کہ صدر پاکستان میرپور آزاد کشمیر کے دورہ پر تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے سپاسنامہ کی نقولات عوام میں تقسیم کی تھیں۔ منگلا ڈیم سکیم کے سلسلے میں جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ قارئین کے نظر کیے جاتے ہیں۔

پاکستان کے باتدبیر اور بالغ نظر سربراہ

''آپ کی خدمت میں پیش خدمت ہونے کی سعادت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر ہم آپ کے سامنے ضلع میرپور کے باشندوں کا ایک ایسا مسئلہ پیش کریں جس نے آج کل انہیں سخت بے چین کر رکھا ہے۔ تو آپ اسے بے ادبی پر محمول نہ کریں۔ ہماری مراد میرپور کی ڈیم سکیم سے ہے۔ معزز مہمان! آپ سے کچھ طلب کرنا ہماری مہمان نوازی کی روایات کے منافی ہے۔ لیکن آپ مہمان بھی ہیں اور چارہ گر بھی۔ ڈیم سکیم سے اس ضلع کی کم و بیش ایک لاکھ آبادی متاثر ہو رہی ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ کشمیر کی اتنی بڑی آبادی کو پاکستان کے حق میں ووٹ دینے سے محروم نہ کیا جائے۔ اور انہیں اس وقت تک اپنے گھروں میں رہنے دیا جائے۔ جب تک شنکر آچاریہ اور قلعہ باہو پر اسلامی پرچم سربلند نہیں ہو جاتا۔ ہم پاکستان کی خوش حالی اور بقا کے لیے ایک لاکھ چھوڑ پوری چالیس لاکھ آبادی قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن جب تک جموں کشمیر سے بھارتی فوجی تسلط ختم نہیں ہوتا ڈیم سکیم پر عمل درآمد ملتوی کر دیا جائے۔ اور اس کی بجائے کوئی متبادل منصوبہ بنایا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ ایک آزاد مملکت کے آزاد صدر ہونے کی حیثیت میں آپ آزاد کشمیر کے باشندوں کے اس مطالبے کو ایک نحیف آواز نہیں سمجھیں گے اور اس کا کوئی بہتر حل تجویز کریں گے''۔

میرپور ۱۱ دسمبر ۵۵ء بعد نماز جمعہ جلسہ گاہ جامع مسجد میرپور میں مسلم کانفرنس ضلع میرپور کا جلسہ زیر صدارت راجہ لہراسب خان صاحب ایڈووکیٹ وائس پریذیڈنٹ ضلع مسلم کانفرنس منعقد ہوا۔ جس میں ڈاکٹر محمد یعقوب بھٹی، چوہدری محمد حسین ایڈووکیٹ (سابق وزیر خزانہ حکومت آزاد کشمیر) و دیگر مسلم کانفرنسی لیڈروں نے شمولیت کی اور عوام سے خطاب کیا۔ ایک قرارداد پاس کی گئی جو ۱۲ دسمبر ۵۵ء کے ہفت روزہ "انصاف" راولپنڈی میں چھپی۔ قرارداد کے الفاظ یہ ہیں۔ "میرپور ڈیم کی تعمیر تب تک ملتوی کردی جائے جب تک قانون ساز اسمبلی اور نمائندہ حکومت وجود میں نہیں آتی۔ کیونکہ ایک عوامی حکومت ہی اس سلسلے میں کوئی قطعی فیصلہ کرسکتی ہے"۔

چوہدری محمد حسین ایڈووکیٹ (سابق وزیر خزانہ حکوت آزاد کشمیر) کا ارشاد گرامی

"منگلا ڈل سکیم کو قبول کرنے والے ملک دشمن ہیں۔ اگر حکومت پاکستان ڈیم بنانا چاہتی ہے۔ تو پہلے کشمیر کا فیصلہ کرائے۔ اس سے پہلے ہم ڈیم کو بننے نہیں دیں گے"۔

چوہدری لعل خان صاحب وکیل

"منگلا ڈیم سکیم کی منظوری ان پڑھ حکومت نے دی ہے (یاد رہے کہ ان دنوں کرنل شیر احمد صدر حکومت تھے) یہ سکیم ریاست کے لیے تباہ کن ہے۔ ہم اپنے گھروں سے کبھی اجڑنے کے لیے تیار نہیں۔ کشمیر کے فیصلہ تک اس سکیم کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ ہم سب اس کی مل کر مخالفت کریں گے"۔

چوہدری محمد یحیٰی صاحب چیمہ ایڈووکیٹ

"میں سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ مگر جموں کشمیر کی آزادی کے لیے اپنے سر پر تلوار کھائی ہے۔ منگلا ڈیم سکیم کے خلاف ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔

آزاد کشمیر حکومت

۱۴ مارچ ۵۶ء کو کرنل شیر احمد خان صاحب نے اعلان کیا کہ چونکہ منگلا ڈیم کی تعمیر رائے عامہ کے خلاف ہو رہی ہے۔ اس لیے حکومتِ آزاد کشمیر بھی حکومتِ پاکستان سے اس مسئلہ میں اتفاق نہیں کرسکتی۔ یہ اعلان آپ نے چک سواری کے جلسہء عام میں کیا۔ آپ کے ہمراہ چوہدری عبدالکریم صاحب سابق ممبر اسمبلی و وزیر مال بھی تھے۔ انہوں نے بھی ان ہی خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔

راجہ حیدر خان صاحب سابق وزیر دفاع حکومتِ آزاد کشمیر کا بیان

ڈڈیال کے جلسہء عام میں راجہ حیدر خان صاحب سابق وزیر دفاع (سابق حکومت آزاد کشمیر جس کے صدر سردار عبدالقیوم صاحب تھے) نے فرمایا کہ ہم پاکستان کی خاطر اور اپنے ملک کی آزادی کے لیے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پہلے کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے اس کے بعد ہی ڈیم سکیم پر سوچا جائے۔

سردار عبدالقیوم خان صاحب سابق صدر حکومتِ آزاد کشمیر و صدر مسلم کانفرنس (عباس گروپ)

۵ دسمبر ۵۵ء کو سردار عبدالقیوم خان صاحب نے ایک چٹھی اپنے بزرگ ساتھی کو لکھی۔ اس میں انہوں نے منگلا ڈیم سکیم کو کشمیر کے آخری فیصلہ تک ملتوی رکھنے سے اتفاق کیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مسلم کانفرنس دو گروہوں میں بٹی ہوئی تھی۔ اور سردار عبدالقیوم خان صاحب مسلم کانفرنس (عباس گروپ) کے صدر تھے۔

خاتونِ پاکستان کی خدمت میں

مئی ۵۷ء کو عوامی کانفرنس کی طرف سے خاتون پاکستان محترمہ مس فاطمہ جناح کی خدمت میں ایک میمورنڈم پیش کیا گیا۔ جس میں مسئلہ کشمیر کے فیصلہ تک منگلا ڈیم سکیم کو ملتوی رکھنے کا مطالبہ کیا گیا۔ کرنل سید علی احمد شاہ صاحب و عبدالخالق انصاری صاحب ایڈووکیٹ و کنوینر آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس نے پریس کانفرنس

کی۔اور پریس کے نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے منگلا ڈیم سکیم کو تقسیم کشمیر کا پیش خیمہ بتایا۔

سردار ابراہیم خان صاحب صدر نامزد کئے جانے کے بعد

۵ جون ۵۷ء کو ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان نے ایک خبر شائع کی تھی۔خبر میں یہ بتایا گیا تھا کہ سردار محمد ابراہیم خان صاحب نے میر پور شہر کے لیے جگہ کا انتخاب کرلیا ہے (یاد رہے کہ نکہ، جموئی اور اکال گڑھ وغیرہ کے گرد شہر کو بسانے کا منصوبہ بنایا جارہا ہے) باقی لوگوں کو کوٹری بیراج (سندھ) وتھل اور ضرورت پڑی تو تحصیل پھالیہ میں بسایا جائے گا۔(سردار صاحب چونکہ صدر بن چکے ہیں اس لیے اب انہیں اپنا خط یاد نہیں رہا۔اور انہیں یہ خدشہ بھی نہیں رہا ہے کہ منگلا ڈیم سکیم سے وادی کشمیر کے حریت پسندوں کا Morale گر جائے گا۔

وہ عظیم خطرہ جس سے تمام سیاسی جماعتوں نے حکومت پاکستان کو آگاہ کیا تھا

آل جموں کشمیر عوامی کانفرنس نے سال ۵۵ء میں حکومتِ پاکستان کو آگاہ کیا تھا کہ ہندوستان کی حکومت دریائے چناب کے پانی پر قبضہ کرنے کے منصوبے بنا رہی ہے اس لیے حکومتِ پاکستان جلد سے جلد کشمیر کا فیصلہ کرائے ورنہ چناب پر قبضہ کی صورت میں پاکستان اس کے پانی سے محروم ہوجائے گا اور اس طرح سے تمام زرعی زرخیز زمینوں پر گدھے لوٹنے لگیں گے (یاد رہے کہ دریائے چناب ہندوستانی مقبوضہ کشمیر سے گزرتا ہے) اس کے علاوہ تمام سیاسی جماعتوں اور لیڈروں نے بروقت حکومت کو اس خطرے سے آگاہ کیا تھا۔اب وہ خطرہ بالکل سامنے آگیا ہے۔چند ایک اخبارات کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

ہفت روزہ نوجوان سیالکوٹ مورخہ ۱-۸ جون ۵۷ء

''بھارتی حکومت نے مقبوضہ کشمیر کے علاقہ میں دریائے چناب سے ایک نہر نکالنے کا منصوبہ بنایا ہے جس کا مقصد پاکستان کو دریائے چناب کے پانی سے محروم کرنا ہے، اکھنور (ضلع جموں) کے مقام سے جو نہر پہلے نکالی گئی ہے۔اس کو وسیع کرکے اسے دریائے راوی سے ملایا جائے گا، بھارت کا یہ اقدام بین الاقوامی بینک کے ساتھ معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگا''۔

حکومتِ آزاد کشمیر کا ترجمان ہفت روزہ آزاد کشمیر ۱۴ جون ۵۷ء

''بھارت کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ اس نے دریائے ستلج اور دوسرے دریاؤں کے پانی کو جو مغربی پاکستان کو سیراب کرتے ہیں بند کرنے کا تہیہ کرلیا ہے۔بھارت بظاہر ہم سے یہ کہتا ہے کہ ہم ان تین دریاؤں سے آبپاشی کا کام نہیں لیں گے جو کشمیر سے نکلتے ہیں...... بھارت چونکہ غاصبانہ طور پر کشمیر پر قابض ہے اس لیے جب وہ چاہے پاکستان کو ان تینوں دریاؤں کے پانی سے محروم کرسکتا ہے

روزنامہ پاکستان ٹائمز مورخہ ۶ جولائی ۵۷ء

یونائیٹڈ پریس آف پاکستان نے یہ خبر شائع کی ہے کہ راجپوتانہ کے ریگستانوں کو سیراب کرنے کے لیے حکومت ہند ایک لمبی نہر نکال رہی ہے۔اس نہر کے لیے راوی اور بیاس کا پانی لیا جائے گا۔

منگلا ڈیم سکیم کو مسئلہ کشمیر کے فیصلہ ہونے تک کیوں ملتوی رکھا جائے؟

مغربی پاکستان کا کل مزروعہ رقبہ ۲ کروڑ ایکڑ سے زائد ہے۔ایک کروڑ نوے لاکھ سے دو کروڑ تیس لاکھ ایکڑ رقبہ نہروں کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔یہ نہریں دریائے ستلج اور دریائے بیاس، دریائے راوی، دریائے چناب، دریائے جہلم و دریائے سندھ سے نکالی گئی ہیں۔(بحوالہ دی سٹوری آف کشمیر مصنفہ آفتاب احمد خان

سیکرٹری جنرل پاکستان ڈیلیگیشن برائے حفاظتی کونسل صفحہ نمبر ۵) و بحوالہ کشمیر آفیئر ز مورخہ ۲۶ ستمبر ۵۱ صفحہ نمبر ۲۲)

مغربی پاکستان کا ۶۶ لاکھ ایکڑ سے اوپر کا رقبہ دریائے ستلج، دریائے بیاس اور دریائے راوی کی نہروں سے سیراب کیا جاتا ہے۔ یہ رقبہ لاہور ڈویژن، ملتان ڈویژن اور بہاولپور ڈویژن میں واقع ہے۔ کرنٹ آفیئر ز صفحہ نمبر ۸۷ مصنفہ جناب طفیل محمد صاحب ایڈیشن سال ۵۷ء) حکومت ہند نے ان تین دریاؤں کا پانی اپنے قبضہ میں کرلیا ہے۔ یہ پانی مختلف سکیموں کے ذریعہ مشرقی پنجاب میں لے گئی ہے۔ جس سے چھیالیس لاکھ ایکڑ رقبہ سیراب کیا جاسکتا تھا۔

"روزنامہ پاکستان ٹائمز مورخہ ۶ جولائی کی اشاعت میں (ی پ پ) نے خبر شائع کی ہے کہ راجستھان کے علاقہ کو سیراب کرنے کے لیے ایک نہر نکالی جا رہی ہے۔ یہ نہر ۲۰ لاکھ ایکڑ زمین کو سیراب کرے گی اور اس نہر میں دریائے ستلج اور دریائے بیاس کا پانی ڈالا جائے گا"۔ پچھلے سال تک تین دریاؤں کا پانی جو چھیالیس لاکھ ایکڑ رقبہ کو سیراب کرسکتا ہے ہندوستان سے لیا ہے۔ اب اس نئی نہر سے بیس لاکھ ایکڑ رقبہ کو سیراب کرنے کے لیے لیا جائے گا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کل ۶۶ لاکھ ایکڑ زمین کو سیراب کرنے کے لیے جتنا پانی چاہیے وہ حکومت ہند لے جائیگی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارا کل چھیاسٹھ لاکھ ایکڑ کا رقبہ جو لاہور ڈویژن، ملتان ڈویژن اور بہاولپور ڈویژن میں واقع ہے وہ بالکل پانی سے محروم ہو جائے گا۔ اور اس طرح سے ان علاقوں کے لہلہاتے ہوئے کھیت ریگستان میں بدل جائیں گے۔

بین الاقوامی بینک کی تجویز

۱۹۵۴ء میں بین الاقوامی بینک کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ دریائے ستلج دریائے جہلم اور دریائے راوی ہندوستان کے قبضہ میں رہیں۔ اور دریائے جہلم دریائے سندھ اور دریائے چناپ کا پانی پاکستان کو دیا جائے گا۔ ہندوستان کی حکومت نے پچھلے مہینہ میں نہری پانی کے جھگڑے کو سلجھانے کے وقت اس بات پر زور دیا ہے کہ پہلے حکومتِ پاکستان ۵۴ء کی بنک پلان کو منظور کرلے۔ اور اس امر کو تسلیم کرلے کہ دریائے بیاس، دریائے راوی اور دریائے ستلج پر ہندوستان کا حق ہے۔ اس کے بعد ہم دوسری تجویزوں پر غور کریں گے۔ بینک کے صدر نے حکومتِ پاکستان سے ایک ماہ کے اندر اندر اس کا جواب مانگا ہے۔ اگر حکومتِ پاکستان نے ہندوستان کی اس بات کو تسلیم کرلیا تو ہندوستان یہ بُری نیت رکھتا ہے۔ کہ ان تین دریاؤں کا ہمیشہ کے لیے رخ موڑ کر پاکستان کو پانی کے ایک قطرے تک سے محروم کردے گا۔

باقی تین دریا

ان دریاؤں کے علاوہ باقی دریائے چناب، دریائے جہلم اور دریائے سندھ رہ جاتے ہیں۔ دریائے چناب اور دریائے جہلم پر کشمیر کی وجہ سے ہندوستان کا قبضہ ہے۔ چونکہ یہ دریا کشمیر کے اس حصہ سے گزر کر آتے ہیں جس حصہ پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ ہے۔ مسئلہ کشمیر کو ہندوستان محض اس لیے التواء میں ڈال رہا ہے کہ کشمیر کے اس حصہ پر اور دریاؤں پر ہمیشہ کے لیے قبضہ جمالے۔ حکومتِ آزاد کشمیر کے سرکاری ترجمان ہفت روزہ "آزاد کشمیر" مورخہ ۱۲ جون ۵۷ء نے (ی پ پ) کے ذریعہ سے ایک خبر شائع کی ہے۔ جسے ہم ایک بار پھر یہاں درج کرتے ہیں۔

دریائے جہلم کا رخ موڑنے کا کام

لاہور ۶ جون سری نگر سے خبر آئی ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں دریائے جہلم کا رخ بدلنے کے لیے ۲۵ میل لمبی نہر کی کھدائی شروع ہوگئی ہے۔ بیس بھارتی فنی ماہرین نے ابتدائی سروے ختم کرلیا ہے۔ تین کروڑ روپیہ سے جموں کے علاقے میں (دریائے چناب میں ڈال کر) اس دریا کا پانی پہنچایا جائے گا۔ بارہ مولا کے قریب سے دریا موڑا جا رہا ہے۔ یہاں سے آزاد کشمیر کی سرحد نزدیک ہے۔ ایک سال قبل یہ سکیم تیار کی گئی تھی۔ اس طرح سے پاکستان کو دریائے جہلم سے پانی ملنا کم یا ختم ہو جائے گا، بھارتی مقبوضہ جموں کشمیر میں کچھ چھوٹے دریاؤں پر بھی کنٹرول کرنے کے لیے بخشی حکومت منصوبے بنا رہی ہے"۔

اب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ہر بالغ النظر انسان اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ دریائے جہلم اور اس کی نہروں کے پانی سے پاکستان محروم ہو جائے گا۔ اور اس طرح

سے وہ سارا علاقہ جو دریائے جہلم کے پانی سے سیراب ہوتا ہے وہ پانی کے نہ ملنے سے (خدانخواستہ) ہمیشہ کے لیے ریگستان بن جائے گا۔

ہندوستانی حکومت کی مکاری

ہندوستان کی حکومت اچھی طرح سے سمجھتی ہے کہ اگر موجودہ حدِ متارکہ جنگ کو حکومت پاکستان تسلیم کرلے تو اس صورت میں دریائے جہلم اور دریائے چناب بھی ان کے قبضہ میں رہے گا۔ اور جب وہ چاہیں گے پورے پاکستان کی اقتصادیات کو تباہ کردیں گے۔ جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند نے "۱۳ اپریل ۵۶ء کو کہا تھا کہ پاکستان حد متارکہ جنگ کو تسلیم کرلے۔ جو علاقہ پاکستان کے پاس ہے وہ پاکستان کے قبضہ میں رہے اور جو ہندوستان کے قبضہ میں ہے اس پر پاکستان ہندوستان کا قبضہ تسلیم کرلے۔ یہ بات بھارت کے وزیر اعظم نے ایک کھلے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہی تھی"۔ بحوالہ کرنٹ آفیرز مصنفہ محمد طفیل صاحب ایڈیشن ۵۷ء صفحہ نمبر ۷۶

دریائے چناب کا رخ موڑنے کا منصوبہ

"دریائے چناب جو مغربی پاکستان کے اضلاع کو سیراب کرتا ہے وہ ریاست جموں کشمیر سے گزر کر مغربی پاکستان میں پہنچتا ہے۔ بھارت کی حکومت اس دریا کے رخ کو موڑنے کے لیے منصوبے بنا رہی ہے۔ ہندوستانی حکومت دھیان گڑھ (یعنی اکھنور ضلع جموں) کے مقام پر ایک بندھ تعمیر کر کے سارا پانی دریائے راوی میں مادھوپور کے مقام پر لے جانا چاہتی ہے جہاں سے نہر اپر دوآب میں ڈال کر ہندوستان کی زمینوں کو سیراب کیا جائے گا۔ اسی طرح موجودہ دور میں دریائے سندھ کو موڑنا بھی کچھ مشکل نہیں"۔ بحوالہ کرنٹ افیرز مصنفہ طفیل محمد صاحب ڈوگر سال ۵۷ء۔

ہمارا مشورہ

ہم ان وجوہات کی بناء پر حکومت پاکستان کو مشورہ دیتے ہیں کہ پہلے کشمیر کا فیصلہ کرایا جائے اور جب کشمیر کا فیصلہ ہوجائے تو پھر یہاں منگلا ڈیم عوام کی رائے لے کر بنایا جائے۔

اگر کشمیر کے فیصلہ سے پہلے یہ ڈیم بنایا گیا تو ایک طرف ایک لاکھ کے قریب انسان اجاڑ دیئے جائیں گے۔ اور استصواب رائے کی صورت میں وہ رائے دہندگی کے حق سے محروم کردیئے جائیں گے۔ دوسری طرف پانی بھی نہیں مل سکے گا۔ بلکہ دریائے چناب اور دریائے جہلم کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پاکستان کی ترقی کے تمام مواقع ختم ہوجائیں گے۔ بین الاقوامی طور پر بھی یہ سمجھا جائے گا کہ پاکستان نے اس علاقے پر قناعت کرلی ہے۔ اور سارا تنازعہ ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اس طرح سے جموں کشمیر کے چالیس لاکھ انسانوں کی آزادی ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گی۔ اگر حکومت پاکستان ہمارے مشورہ پر عمل کرے تو کشمیر ہاتھ آسکتا ہے۔ اور جب کشمیر ہاتھ آجائیگا تو پانی کا مسئلہ خود بخود حل ہوجاتا ہے۔

وزیر اعظم پاکستان کا بیان

اوپر آچکا ہے کہ ۱۳ اپریل ۵۶ء کو جواہر لعل نہرو نے موجودہ حد متارکہ جنگ کو دائمی شکل دینے کے لیے حکومتِ پاکستان کو مشورہ دیا تھا۔ اس پر وزیر اعظم پاکستان چوہدری محمد علی صاحب نے بیان دیا تھا۔ جو "کرنٹ آفیرز" مصنفہ جناب طفیل محمد صاحب میں ص ۷۶ پر درج ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ "وزیر اعظم پاکستان نے پنڈت جواہر لعل نہرو کی اس پیش کش کو کہ حد متارکہ جنگ کو تسلیم کرلیا جائے ایک مضحکہ خیز پیشکش بیان کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ کشمیر کے لوگ بھیڑ اور بکریاں نہیں ہیں۔ جنہیں ہندوستان اور پاکستان باہمی رضامندی سے آپس میں کشمیر کو تقسیم کر کے بانٹ سکتے ہیں۔ جموں کشمیر کے لوگوں کا مطالبہ حق خود ارادیت ہے۔ ہندوستان کا وزیر اعظم اس مطالبہ کی جتنی بھی مخالفت کرنا چاہے کرے۔ کشمیری عوام اس مخالفت کے باوجود اپنا یہ حق حاصل کر کے رہیں گے"۔

۶ جولائی ۵۷ء کی اشاعت روزنامہ "پاکستان ٹائمز" میں جناب حسین شہید صاحب سہروردی کی لندن میں کی گئی پریس کانفرنس کی کارروائی شائع ہوئی ہے۔

امن میں وزیراعظم پاکستان جناب حسین شہید صاحب سہروردی نے تقسیم کشمیر کی زبردست مخالفت کی ہے۔ آپ سے "فری مین" نے استفسار فرمایا کہ مسٹر وزیراعظم! کیا آپ اس نظریہ سے اتفاق رکھتے ہیں جو ملک میں کئی بار پیش کیا گیا کہ مسئلہ کشمیر صرف وادی سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک طرف جموں اور دوسری طرف گلگت اور پونچھ اپنے اپنے ممالک کے ساتھ ہیں۔ کیا آپ ان بنیادوں پر مصالحت کرنے کے بارے میں سوچنے کے لیے تیار ہیں؟ آپ نے فرمایا:

"مصالحت کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مسٹر نہرو اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ کشمیر کے عوام ہی اپنی قسمت کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ جب ہی ہم اکٹھے بیٹھ کر اس کا حل تجویز کر سکتے ہیں"۔ آپ نے بھی کئی بار تقسیم کی مخالفت کی۔ اور کھلے لفظوں میں فرمایا کہ جموں کشمیر کے لوگ آزادانہ اور غیر جانبدارانہ فضا میں استصواب رائے کے ذریعے ہی کر سکتے ہیں۔

ان سارے بیانات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہی مشورہ دیں گے اور مسٹر فریک گراہم نے بھی حفاظتی کونسل میں ۱۹ اکتوبر ۵۱ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ "اگر کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے تو پانی کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے کشمیر کے مسئلہ کو حل کیا جائے۔ کشمیری عوام کو حق خود ارادیت کے استعمال کا موقع دیا جائے۔ اور جب مسئلہ کشمیر حل ہو جائے گا تو نہروں کا جھگڑا خود بخود ختم ہو جائے گا"۔ اس لیے بینک پلان کو بھی حکومتِ پاکستان تسلیم نہ کرے۔ اور سب کچھ چھوڑ کر سب سے پہلے سکیم کو ملتوی رکھا جائے۔ تاکہ یہ لوگ استصواب رائے میں حصہ لے سکیں اگر حکومت پاکستان بینک پلان کو منظور کرنے پر مجبور ہو تو اس صورت میں پاکستان دریائے چناب (دھیان گڑھ) کا عملی کنٹرول اپنے ہاتھوں میں لے لے۔ اگر یہ علاقہ پاکستان کی تحویل میں آ جائے۔ تو پھر کشمیر پاکستان کے ہاتھ میں آ سکتا ہے۔ اور دریائے جہلم، دریائے سندھ اور دریائے چناب پر پاکستان کا قبضہ ہو سکتا ہے۔" بقول بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح کشمیر شاہ رگ پاکستان ہے۔ خدارا پاکستان کو زندہ رکھنے کے لیے کشمیر کے مسئلہ کو حل کرایا جائے۔ اور منگلا ڈیم سکیم کو اس وقت تک بروئے کار نہ لایا جائے۔

منگلا ڈیم کے خلاف دیہاتیوں کا احتجاج

میر پور موضع گڈھ منی میں منگلا ڈیم سے متاثرہ دیہاتیوں کا ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت چوہدری علی محمد نے کی۔ بہت سے معززین نے تقریریں کیں جن میں سابق صدر حکومت آزاد کشمیر سید علی احمد شاہ، چوہدری محمد رمضان، کیپٹن سید حسین، راجہ یسین کے نام قابل ذکر ہیں۔ تمام معززین نے منگلا ڈیم کے خلاف تقریریں کیں دو قراردادیں باتفاق رائے پاس ہوئیں۔ پہلی قرارداد میں کہا گیا۔" چونکہ ریاست جموں کشمیر کا ابھی تک کوئی قانونی اور جمہوری فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اور آزاد کشمیر کا علاقہ ابھی تک متنازعہ ہے۔ اس لیے منگلا ڈیم کی تعمیر ریاست کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ اس لیے منگلا ڈیم کو تا تصفیہ کشمیر روک دیا جائے"۔ دوسری قرارداد میں اس امر پر زور دیا گیا کہ آل پارٹیز کشمیر کانفرنس منعقدہ کراچی میں کیے گئے فیصلوں کے مطابق آزاد کشمیر میں عوام کے حق رائے دہندگی کے تحت نمائندہ حکومت قائم کی جائے۔

روزنامہ تعبیر ۱۵ جولائی ۵۷ء

آئینہ اُن کو دکھایا تو بُرا مان گئے



آئینہ در آئینہ

راجہ محمد نجیب خان بی-اے

راجہ محمد نجیب خان کی کتاب ''آئینہ در آئینہ'' 1965ء میں شائع ہوئی تھی۔ متاثرین منگلا و جڑی کس ڈیم کے ساتھ حکومتی مواعید کا یہ ایک مختصر سا جائزہ ہے۔ اس کتاب کے کچھ منتخب حصے پربت میں من وعن شائع کیے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت لوگوں کو کس طرح دھوکے اور فریب کے جال میں پھنسایا گیا تھا۔ یہ کتاب مظلوم و مجبور کشمیریوں کی آہ و فریاد کا ایک تاریخی ریکارڈ بھی ہے۔

آئینہ در آئینہ

متاثرین منگلا و جڑی کس ڈیم کے ساتھ کئے گئے مواعید
کا جائزہ اور محاکمہ

جس میں

بعض اخبارات کے اقتباسات کو یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے

جن کا

تعلق متاثرین منگلا و جڑی کس ڈیم کے ساتھ ہے۔

مؤلفہ

راجہ محمد نجیب خان بی۔ اے

الناشر

شعبہ نشر و اشاعت

کمیٹی برائے تحفظ حقوق منگلا و جڑی کس ڈیم میرپور (آزاد کشمیر)

قیمت ——— ایک روپیہ پچاس پیسے

(مطبوعہ الیکٹرک پریس گجرات)

آئینہ در آئینہ

یہ مختصر کتابچہ کسی شاعر کا خواب نہیں۔ یہ اخبارات کے اقتباسات کا مجموعہ ہے۔ اس طرح کا نہیں جن کے ذریعہ خواجہ عبدالغفور چیف انجینئر (واپڈا) اپنی صفات نام نہاد کو اُجاگر کرنے کی غرض سے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مقدار بار مختلف کتابچوں کی شکل میں سعی لاحاصل کرتے رہے۔ زیر نظر کتابچہ متاثرین منگلا ڈیم کی مشکلات اور روداد ضرور ہے۔

تجربات شاہد ہیں کہ کتنی آندھیاں آئیں کتنے بگولے اٹھے لیکن حقائق اور واقعات کبھی مسخ نہ ہو سکے یہ طے شدہ امر ہے کہ واقعات پرانے ہو کر ہی داستانوں کو جنم دیتے ہیں جنہیں تاریخ انمول موتی جان کر اپنے سینے سے لگاتی آئی ہے اور لگاتی چلی جائے گی اور آنے والی نسلیں ان سے شمع ہدایت کا کام لے کر باطل کے مقابلے میں سینہ سپر ہونے کے خوگر ہو سکیں۔

آئینہ در آئینہ میں وہ مواعید بھی قارئین کرام کو ملیں گے جن کی حیثیت محض دل بہلاوے کی تصویروں کے سوا کچھ بھی نہیں علاوہ ازیں کچھ فرستادہ "چھلاوے" بھی دکھائی دیں گے جنہیں وقتاً فوقتاً بھیجنے والی جانی پہچانی ایک شخصیت محکمہ ری سیٹلمینٹ کی ہے جو مافوق الفطرت ہونے کا ہمیشہ سے دعویٰ کرتی آئی ہے اور یہی تاثر دینے کی کوشش کرتی ہے کہ یہ شخصیت

"اگر دامن نچوڑ دے تو فرشتے وضو کریں"

حالانکہ بقول شخصے مشکوک طہارت ہے اس کی یہ بات وضو کی کرتے ہیں۔

جہاں تک مواعید کا تعلق ہے وہ نمونہ از خروارے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

59-57-1954ء میں جو مواعید متاثرین کے ساتھ کئے گئے چند ایک کسی حد تک درج ذیل ہیں۔

۱۔ متاثرین کو کافی روپیہ معاوضہ کے طور پر دیا جائے

۲۔ پانی اور بجلی کی ترقیاتی سکیموں میں سے قبضہ دیا جائے۔

۳۔ منگلا ڈیم کے مختلف شعبہ جات میں متاثرین کو ملازمتیں دی جائیں گی۔ ۵۰ فیصد کا تناسب مقرر ہوا تھا۔

۴۔ متاثرین کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے نقل و حمل کے اخراجات منگلا ڈیم اتھارٹی برداشت کرے گی۔

۵۔ وہ متاثرین جو آزاد کشمیر میں رہنا پسند کریں گے آزاد کشمیر میں ہی رہنے کے لئے رہائش کا انتظام کیا جائے گا۔

۶۔ منگلا ڈیم اتھارٹیز جدید طرز پر نیا میرپور شہر تعمیر کرے گی۔ اور اس کے اخراجات پراجیکٹ برداشت کرے گا۔

۷۔ نئے میرپور شہر میں سمال انڈسٹریز قائم کی جائیں گی۔

۸۔ نئے میرپور شہر میں پانی اور بجلی کے اخراجات منگلا ڈیم اتھارٹیز مہیا کرے گی۔

۹۔ متاثرین کو تھل ایریا میں ہرگز نہیں بھیجا جائے گا۔ اور پنجاب کے اضلاع گوجرانوالہ جہلم۔ راولپنڈی گجرات۔ لائل پور۔ منٹگمری اور سیالکوٹ میں زرعی اراضی دی جائے گی۔ نیز کوٹری بیراج میں بھی زمینیں مہیا کی جائیں گی۔ اور یہاں پر صرف ان لوگوں کو بھیجا جائے گا جو اس کے لئے رضامند ہو سکیں گے۔

۱۰۔ متاثرین کے لئے میرپور میں خالصہ زمین ہموار کر کے مہیا کی جائے گی۔

حالانکہ

سنہ ۱۹۰۳ء میں نہر اپر جہلم کے سلسلے میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور حکومت پنجاب جو ایک دوسرے کے ہم مذہب ہم قوم اور ہم ملک نہ تھے نے جو مواعید آپس میں دونوں حکومتوں نے کئے اور انہیں پروان چڑھایا اور ثابت کر دکھایا کہ انسانیت صرف ایثار اور خلوص کی بنیاد پر قائم ہے وہ مواعید کچھ اس قسم کے تھے۔

۱۔ نہر کے لئے زمین مفت دی جائے گی لیکن اس شرط پر کہ اس کی ملکیت ہمیشہ ریاست کو حاصل ہو گی۔ اور اس کے بعد جس حصہ کی ضرورت نہ ہو گی وہ ریاست کو واپس کر دیا جائے گا۔

٢- زرعی اراضی جس پر سے نہر گزرے گی کا مالیہ حکومت پنجاب ریاست کو ادا کیا کرے گی۔

٣- ریاست کا وہ رقبہ جہاں نہر کا پانی لگ سکے وہاں مفت پانی مہیا کیا جائے گا۔

٤- ریاست کو حق حاصل ہوگا کہ وہ حدود ریاست کے اندر نہر کے کنارے جہاں بجلی مہیا ہو سکے کارخانے قائم کرے۔ اس کے اخراجات اگرچہ ریاست برداشت کرے گی لیکن ان کی تکمیل اگر چاہے تو حکومت پنجاب کرے گی مگر اس کا تمام منافع ریاست کا حق ہوگا۔

٥- پانی کے نکاسے اور ان سے پانی کی تقسیم اور اس کی پیمائش اور اس طرح سے سیرابشدہ رقبہ کے مالیہ کا تعین اور اس کی وصولیابی ریاست کرے گی۔

٦- نہر پر جہاں کہیں ضرورت ہو پل اور پیدل راستے وقتاً فوقتاً حکومت پنجاب کو تعمیر کرنا ہوں گے۔

٧- نہر کے ٹوٹ جانے کی حیثیت میں فضلات۔ تعمیرات وغیرہ کا نقصان حکومت پنجاب کو برداشت کرنے پڑیں گے۔

٨- نہر کی کھدائی اور اس سے متعلقہ دیگر کام کے سلسلے میں متاثرہ کنوئیں اور دیگر تعمیرات کا معاوضہ حکومت پنجاب ادا کرے گی۔

٩- نہر سے متعلقہ قوانین وہی ہوں گے جیسا کہ شمالی ہند کی نہروں کے ایکٹ میں درج ہیں۔ اور ضرورت کے مطابق اس میں تبدیلی کی جا سکے گی۔ اس کے اختیارات اگرچہ نہر کے افسران کو ہوں گے مگر تنازعات کی سماعت کے اختیارات چیف جج جموں کو حاصل ہوں گے مگر آخری فیصلہ مہاراجہ کا ہوگا۔

١٠- وہ پتھر جو نہر کے ریاستی علاقے سے نکلیں گے وہ نہر کے اس حد کی تعمیر کے لئے مفت استعمال ہوں گے مگر جو پتھر ریاستی حدود سے باہر کی نہر کے لئے استعمال ہوں گے ان کی رائلٹی ریاست وصول کرے گی۔

١١- نہر کی تعمیر کے لئے عارضی طور پر جو محکمہ جات اور چونے کی بھٹیاں مزروعہ زمین پر بنائی جائیں گی ان کا فصلانہ معاوضہ حکومت پنجاب کو ادا کرنا ہوگا۔

١٢- نہر کے معائناتی بنگلہ جات ریاستی افسران استعمال کرنے کے مجاز ہوں گے۔ جو تحصیلدار اور اس کے اوپر کے عہدے داروں کے لئے ہوں گے۔

١٣- تعمیراتی کام شروع ہونے سے قبل نہر کی حدبندی کی جائے گی۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا کہ مذہبی اور مقدس مقامات اس حد میں نہ آئیں۔

ہم متاثرین منگلا ڈیم کو یہ دعویٰ تو نہیں کہ ہم ستاروں کو ترتیب دے کر دلکش اور سہانے سمے تشکیل کرنے کے ماہر ہیں مگر ہمیں یہ حق ضرور پہنچتا ہے کہ ہم اپنے حقوق کی خود نگہداشت کریں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

کتابچہ اس امر کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے اور حق طلب کرنے کے لئے حق کہنا سننا کوئی جرم قرار نہیں دیا جا سکتا اگر پھر بھی کوئی واقعات کربلا کو زندہ کرنے کی کوشش کرے تو یہ ان کی صوابدید پر منحصر ہے۔

افکار و مسائل

ٹرانسپورٹ مہیا کی جائے گی

جو خاندان بردست ڈیم ایریا کے گرد و نواح میں اپنے رشتہ داروں کے پاس عارضی رہائش اختیار کریں اور سردیوں کے بعد اپنی الاٹ شدہ اراضیات واقع مغربی پاکستان میں جانا چاہیں ان کو سردیوں کے بعد باقاعدہ ٹرانسپورٹ مہیا کی جائے گی۔

(پبلسٹی آفیسر ری سیٹلمنٹ آرگنائزیشن واپڈا۔ میرپور براستہ جہلم)

افکار و مسائل

منگلا ڈیم سے متاثرہ افراد کی آبادکاری کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے

اراضی اور جائیداد کا معاوضہ موجودہ بازاری نرخ کے مطابق ادا کیا جائے۔ عوام کی اپیل

محترمی! منگلا ڈیم سے متاثرہ سینکڑوں لوگ اس وقت عجیب مشکلات اور تکالیف میں مبتلا ہیں اس سلسلے میں متعلقہ حکام کی فوری توجہ کے لئے چند ایک امور درج ذیل ہیں۔ حکامِ اعلیٰ کی خدمت میں اپیل ہے کہ ان پر فوری توجہ دے کر انہیں دور کرنے کے لئے فوری اقدامات کریں۔

۱- متاثرہ اراضیات کی پیمائش ہو رہی ہے اور قسم اراضی وہی درج کی جا رہی ہے جو بندوبست سابقہ ۸۷، ۱۹۸۶ بکرمی میں درج کی گئی تھی محکمہ مال کے مسلمہ اندازہ کے مطابق ہر بیس سال کے بعد قسم اراضی تبدیل ہو جاتی ہے سابقہ بندوبست کو اب تینتیس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے مگر قسم اراضی کا اندراجات میں صورت موقع کے مطابق تبدیل نہیں کی گئی۔ حالانکہ تیرہ سال قبل بندوبست عمل میں آکر قسم اراضی تبدیل ہونا چاہیئے تھی۔ تینتیس سال کے عرصہ میں شاذ ہی کوئی زمیندار ایسا ہوگا جس نے اپنی اراضی میں ترقی کر کے قسم اراضی بہتر نہ بنائی ہو۔ اس لئے قسم اراضی کا موقع کے مطابق اندراج ہونا قرین انصاف اور لابدی ہے۔

۲- قبل ازیں یہ اصول طے ہو چکا ہے کہ متاثرین کو انخلاء کے وقت مکانات و اراضیات کی بازاری قیمت ادا کی جائے گی۔ مگر اراضیات کے بارے میں ترمیم کر کے ۱۹۵۷ء کی بازاری قیمت ادا کی جا رہی ہے۔ اس لئے عوام کا مطالبہ ہے کہ اراضیات و مکانات کا معاوضہ تعین کرتے وقت سال ماقبل کے بازاری نرخ کو معیار رکھا جائے۔

۳- عوام کی دوبارہ آبادکاری کے پیش نظر انخلاء سے قبل اراضیات و مکانات کے معاوضے ادا کرنے کے علاوہ متبادل اراضیات و دیگر سہولتیں آبادکاری کے لئے مہیا ہو جانا چاہئیں مگر بعض صورتوں میں ابھی اراضیات و مکانات کی پیمائش ہونے سے قبل ہی عوام کا انخلاء عمل میں آئے گا۔ اگر متاثرین کو کسی دور دراز علاقہ میں بھیج دیا گیا تو وہ اپنے اخراجات پر واپس آکر اپنے عذر پیش کر سکیں گے؟ جب تک عوام کو سالم جائداد کا معاوضہ ادا کرنے کے علاوہ آبادی کا متبادل انتظام مکمل نہ ہو جائے۔ انخلاء عمل میں نہ لایا جائے جڑی کس کے علاقہ میں اس قسم کے نوٹس عوام کو دیئے گئے ہیں حالانکہ ابھی ان کی زمین کی پیمائش ہو رہی ہے۔

۴- شرح جابرانہ اس وقت پندرہ فیصد مطابق قانون رائج الوقت مقرر کی گئی ہے۔ چونکہ نئے مکانات تعمیر ہونے میں ہنوز آٹھ دس سال کا عرصہ باقی ہے۔ اس قدر طویل عرصہ کے بعد مسالہ عمارتی اور بالخصوص مزدوری کی شرح نہایت گراں ہو جائے اس لئے شرح جابرانہ کم از کم پچاس فیصد ہونی چاہیئے۔

۵- نئی اراضی پر عوام کو عارضی حقوق ملکیت ضروری ہیں۔ ورنہ اجارہ داری کی صورت میں متاثرین سراسر خسارہ میں ہیں۔ موجودہ انتظام کے تحت متاثرین کو حقوق ملکیت جملہ اقساط کی ادائیگی کے بعد حاصل ہوں گے۔ مگر اس سے عوام میں بد دلی اور بے کلی رہے گی۔ اس لئے اس وقت عارضی حقوق ملکیت سے تابع بشرط ادائیگی مل جانے چاہئیں اور بعد ادائیگی یہی حقوق مستقل تصور ہوں۔

۶- عوام کا مطالبہ ہے کہ متاثرین نیں لیے بڑے گاؤں بنا کے عوام کو ایک ہی مقام پر اور ہر برادری کو ایک ہی علاقہ کے ملحقہ دیہات میں آباد کیا جائے۔ تاکہ وہ اپنے حقوق جان و مال کی اجتماعی طور پر حفاظت کر سکیں۔

۷- عوام کو جھونپڑیوں میں رکھنے کا طریقہ نہایت پریشان کن ہے انخلا کے فوراً بعد ان کو اسی مقام پر پہنچا دینا چاہیئے جہاں ان کی مستقل آبادی ہونی ہے۔

۸- جن لوگوں نے سابقہ بندوبست کے بعد آج تک رقبہ جات نوتوڑ کئے ہیں بغیر کسی قانونی پابندی کے نوتوڑ کنندگان کو حق ملکیت دے کر ان کے تمام انتقالات تصدیق کئے جائیں۔

۹- متاثرہ علاقہ جڑی کس کی اراضی زرعی کی خرید و فروخت بہت کم نرخوں پر ہوئی ہے۔ اس کی وجوہات مقدمہ بازی، قرض کی ادائیگی اور غربت جیسی مجبوریاں تھیں موجودہ حالات کے تحت جبکہ ہر چیز کی قیمت بڑھ چکی ہے، اراضیات کی قیمت بھی اسی لحاظ سے لگائی جانی چاہیئے۔

۱۰- اکثر مکانات گو پرانے ہیں۔ لیکن اگر ڈیم کی زد میں نہ آئیں تو وہ آئندہ کئی سال تک قابل استعمال رہ سکتے ہیں مگر ان کے موجودہ معاوضے سے نیا مکان کسی صورت میں تیار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کوئی ایسی صورت پیدا کر کے اتنی رقم معاوضہ بنائی جائے جس سے ان کا مکان تعمیر ہو سکے۔

۱۱- علاقہ ہذا میں زرعی اصلاحات پر عمل درآمد کرنے کے بعد اراضیات کا معاوضہ دیا جائے موجودہ صورت میں بغیر عمل درآمد کئے مالکان و مزارعین کو زمین کا معاوضہ تقسیم کرنے کے لئے کاغذات مرتب کئے جا رہے ہیں۔ جس سے متاثرین کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ غیر موروث رقبہ کے حقوق مالکان کو دئے جا رہے ہیں جن کی حالت مزارعین نے بڑی محنت سے بہتر بنائی ہے اور اس پر وہ عرصہ دراز سے قابض ہیں۔ اس لئے زمین کی ترقی کی حیثیت کا معاوضہ مزارعین کو ملنا چاہیئے

۱۲- چونکہ متاثرہ علاقہ میں مہاجرین بھی آباد ہیں جن کا دوبارہ مہاجر ہونا ضروری ہے۔ اس لئے آبادکاری کے سلسلے میں ان کو وہی حقوق دئے

جائیں جو مقامی آبادی کو دئے جا رہے ہیں۔

۱۳۔ ساگر افراتفری کی حالت میں انخلار عمل میں لایا گیا تو مال مویشی فروخت کرنے پڑیں گے۔ جن کی اصل قیمت کا پچاس فیصد زمیندار کو وصول نہیں ہوگا اور نہ ہی عارضی آبادکاری میں وہ انہیں رکھ سکتے ہیں جن کی مستقل آبادکاری میں دوبارہ ضرورت ہوگی۔ جو اس وقت گراں قیمت پر خریدنے پڑیں گے۔ جو ناقابل تلافی نقصان ہے۔

۱۴۔ ۱۹۶۱ء جب کہ ایریا ہذا میں کام شروع ہوا تھا فصلوں اور زمین کے نقصان کی صورت میں جو عارضی معاوضے قابل ادائیگی تھے وہ ابھی تک ادا نہیں کئے گئے لہذا ان کی ادائیگی فرمائی جائے۔

۱۵۔ منگلا ڈیم اسیسمنٹ کمیٹی معرض وجود میں آئی ہے مگر اس میں متاثرہ عوام کا کوئی نمائندہ نہیں لیا گیا۔ حالانکہ اس کمیٹی میں عوامی نمائندے کا ہونا ضروری ہے جو کہ عوام کے حقوق کی نگہداشت کر سکے

۱۶۔ ڈیم کی تعمیر کے سلسلہ میں عوام کے لئے ملازمتوں اور ٹھیکہ جات میں زیادہ سے زیادہ حصہ رکھنا چاہیئے تھا مگر ان کے لئے یہ دروازے بند ہیں

۱۷۔ آخری اور نہایت اہم معاملہ درپیش ہے کہ اس وقت تک منگلا ڈیم اور واپڈا کے سامنے انخلار اور تعمیر بند کے مسائل ہیں اور متاثرہ عوام کی آبادکاری کو ثانوی حیثیت دی جا رہی ہے۔ حالانکہ یہ نہایت اولین اور ضروری فرض ہے۔ جہاں کوئی جگہ مطلوب ہوتی ہے۔ عوام کو وہاں سے نکال کر چھپروں اور جھونپڑیوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اس کے بجائے ایک پلان کے مطابق انخلار سے پہلے آبادکاری کا بندوبست مکمل ہو جانا چاہیئے۔ یہ مناسب ہوگا کہ انخلار سے قبل دو سال متبادل اراضیات کا قبضہ دیا جائے۔ تاکہ عوام اپنے بال بچوں کی ضرورت کے لئے ضروری اجناس پیدا کر سکیں۔ نیز مکمل طور پر حقوق کا تحفظ کیا جا سکے۔

(جمعدار محمد حسین کاکڑا۔ چوہدری محمد عبداللہ بوڑھ، حاجی محمد صدیق ڈوڈو ظاہر دوال جاگیر) روزنامہ کوہستان راولپنڈی

مکتوب میرپور

ڈیم سے متاثرہ افراد کی مشکلات — ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ

تحصیل میرپور میں منگلا کے مقام پر دریائے جہلم پر بند باندھ کر پاکستان کے ریگستانوں کو سرسبز و شاداب اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں تبدیل کرنے کے لئے بڑی تیزی سے انتظامات کئے جا رہے ہیں اس بند کی تعمیر سے میرپور کے تقریباً ڈیڑھ لاکھ افراد متاثر ہوں گے۔ نیم پہاڑی علاقے کے جوشیلے، غیور اور بہادر لوگوں نے اس تکلیف کو جس خندہ پیشانی سے قبول کیا ہے۔ اپنی مثال آپ ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ منگلا ڈیم کے حکام عوام کے حقوق کے تحفظ کے سلسلہ میں کافی تساہل سے کام لیتے ہیں۔ پچھلے دنوں اہالیان موضع پیل کریم بخش کو ۱۱ دسمبر تک اپنا گاؤں چھوڑ کر پاکستان میں آباد ہونے کا حکم ملا تھا۔ لیکن اس حکم کی تعمیل ہونے سے قبل گھر چھوڑنے والوں کے متعلق حاکموں نے کچھ نہ سوچا کہ کس طرح اور کہاں جائیں گے۔ ان کے مکانات کا انتظام نہ خورد و نوش کا انتظام محض حکم دے دینا ہی کافی سمجھا گیا ہے جس زمیندار کو بال بچہ، مال مویشی اور ساز و سامان سمیت آسمان کی چھت کے نیچے نئی دنیا نئے ماحول اور نئے مقام پر پھینک دیا جائے۔ اس کو کیا کیا مشکلات ہوں گی۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں

پیل کریم بخش کے عوام کو یہ کہا گیا کہ ان کے لئے نئی جگہوں کے نزدیک دیہات میں مقامی لوگوں کے مکانات خالی کرائے گئے ہیں جہاں نئے مکانات تعمیر ہونے تک رہائش رکھی جا سکے گی۔ لیکن جب دریافت کیا گیا تو یہ سب غلط ثابت ہوا۔ البتہ مقامی لوگوں نے یہ کہا کہ میرپور کے لوگ بال بچہ ہمارے گھروں میں رکھیں اور مرد گاؤں سے دور دور میں رہائش رکھیں اگر یہ درست ہے تو انتظامیہ کو فوراً اس طرف توجہ دے کر متعلقہ حکام کو ان کے فرائض کا احساس دلانا چاہیئے۔

ابتدا میں آبادکاری کے سلسلہ میں دیگر شرائط کے علاوہ یہ بھی طے ہوا تھا کہ متاثرہ علاقہ سے جب کوئی کنبہ نئی جگہ آباد ہونے کے لئے جائے گا تو عارضی اور فوری رہائش کے لئے ایک چھپر سا بنا دیا جائیگا یا ڈیڑھ صد روپیہ نقد فی کنبہ برائے تعمیر چھپر دیا جائے گا۔ نیز پانچ روپے فی بالغ اور اڑھائی روپے فی نابالغ کے حساب سے ہر آدمی کو دیا جائے گا۔ تاکہ نئی جگہ میں کچھ خورد و نوش کا انتظام ہو سکے۔ اور یہ کہ آبادکاروں کو تمام سامان مال مویشی وغیرہ کے لئے ٹرانسپورٹ مہیا کی جائے گی۔ حال ہی میں یہاں ایک میٹنگ ہوئی ہے جس میں چیف انجنیئر آبادکاری خواجہ عبدالغفور ڈپٹی ڈائریکٹر آبادکاری کرنل عبدالغفور کمشنر منگلا ڈیم افیئرز کرنل عبدالستار خان وغیرہ نے شمولیت کی اور آبادکاری کے امور کو بحث میں لایا گیا۔ ایک اطلاع کے مطابق چیف انجنیئر نے مندرجہ بالا ہر سہ سہولتیں مہیا

کرنے سے انکار کردیا۔ حالانکہ موضع برڑ کے لوگوں کو یہ مراعات باقاعدگی کے ساتھ دی جاچکی ہیں۔ موضع پیل کریم بخش کے لوگوں نے ایک معقول تجویز بھی پیش کی ہے کہ اگر چھپر یا ڈیڑھ صد روپیہ برائے تعمیر چھپر انہیں نہ دیا جائے تو سردست انہیں اپنے رشتہ داروں کے ہاں ٹھہرنے کی اجازت دی جائے تاکہ نئی جگہ وہ اپنا مکان تعمیر کریں۔ اور اس کے بعد انہیں لے جانے کے لئے ٹرانسپورٹ مہیا کردی جائے۔ لیکن چیف انجنیر صاحب آبادکاری کا کہنا ہے کہ جو ابھی جانا چاہے اسے تو ٹرانسپورٹ کی سہولت مل سکتی ہے لیکن بعد میں کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔

موضع سیب کی کچھ اراضی زرعی و غیر زرعی ایسی ہے جو منگلا ڈیم کی حدود سے باہر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ غیر متاثرہ اراضی کا معاوضہ یا یا متبادل اراضی واپڈا والے دینے کے لئے تیار نہیں۔ یہ زمین ڈیم کی حدود سے اگرچہ باہر ہے۔ لیکن اگر اس کے مالکان صرف متاثرہ اراضی کا معاوضہ لے کر پاکستان میں جاکر آباد ہوجائیں تو غیر متاثرہ اراضی ان کے کس کام؟ اور پھر اس نقصان کا ذمہ دار کون ہے۔ کیا یہ لوگ پاکستان کے دوردراز اضلاع سے ایک یا دو ایکڑ زمین کی کاشت کے لئے واپس میرپور آیا کریں گے؟ حال ہی میں شیخ عبدالغنی کلکٹر نمبر ۲ موضع سیب گئے۔ تو لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ان کی غیر متاثرہ اراضی کا ایوارڈ بھی متاثرہ اراضی کے ساتھ دیا جائے تاکہ وہ یک بارگی جائیداد سے متعلقہ تمام مسائل طے کرکے اپنی نئی منزل کی راہ لیں۔ لیکن شیخ صاحب نے فرمایا کہ وہ اس مسئلے میں کوئی امداد نہیں کرسکتے۔ مناسب یہی ہے کہ لوگوں کے حقوق کا مکمل طور پر دیانتداری اور فراخدلی سے تحفظ کیا جائے اور حسب وعدہ ان کے آنسوؤں کی بھی قیمت دی جائے ان لوگوں کو گھروں سے نکالنا بہت نازک مسئلہ ہے۔ جس پر ارباب بست کشاد کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

منگلا ڈیم کی تعمیر کے سلسلے میں دو قسم کے ملازمین کام کرتے ہیں ایک وہ جو واپڈا سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو امور منگلا ڈیم کے دفتر سے تعلق رکھتے ہیں اور آزاد کشمیر گورنمنٹ کے ملازم ہیں لیکن تنخواہ واپڈا سے حاصل کرتے ہیں۔ ان ہر دو اقسام کے ملازمین کی تنخواہوں میں کافی فرق ہے۔ واپڈا کے ملازمین جو امور منگلا ڈیم سے تعلق رکھتے ہیں ان کی تنخواہ کم ہے واپڈا کے ملازمین کو زیادہ تنخواہ کے علاوہ مکان، پانی، بجلی، صفائی اور ادویات تمام مفت مہیا کئے جاتے ہیں۔ لیکن امور منگلا ڈیم کے ملازمین کو صرف یکصد روپیہ گزیٹیڈ اور پچیس روپے نان گزیٹیڈ سٹاف کے لئے۔ طبی امداد کی اجازت ہے اس کے علاوہ انہیں کوئی سہولت نہیں دی گئی۔

چنانچہ اس تضاد کو محسوس کرتے ہوئے امور منگلا ڈیم کے ملازمین نے ۱۹۵۸ء سے مطالبہ کیا ہوا ہے کہ ان کی تنخواہیں بھی واپڈا کے ملازمین کے برابر کی جائیں لیکن تاحال متعلقہ حکام نے اس طرف کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا حالانکہ ایک ہی کیڈر اور ایک ہی کام سرانجام دینے والوں کو ایک ہی گریڈ کی تنخواہ ملنا چاہیئے اور یہی انصاف ہے۔ امور منگلا ڈیم کی اسسمنٹ کمیٹی نے پٹواری واپڈا کے پٹواریوں کے مقابلہ میں قلیل تنخواہ پاتے ہیں جنہوں نے تنخواہ زیادہ کرانے کے لئے متفقہ طور پر جدوجہد شروع کردی ہے۔ اس سلسلہ میں انجمن پٹواریان کے نام سے ایک تنظیم قائم کرنے کے لئے انہوں نے ایک درخواست کمشنر منگلا ڈیم افیئرز کو دی ہے جس پر غور ہورہا ہے کم تنخواہ پانے والے ملازمین اس حد تک تنگ ہیں کہ وہ اپنا مطالبہ منظور نہ ہونے کی صورت میں استعفےٰ دینے کے لئے بھی اپنے آپ کو تیار کررہے ہیں۔ کیا یہ مناسب اور جائز نہیں کہ مہنگائی کے اس دور میں ان ملازموں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے۔ اور کیا یہ حق تلفی نہیں کہ ایک جگہ ایک ہی دفتر اور ایک ہی قسم کا کام کرنے والوں کو تنخواہ کم و بیش دی جائے۔ (روزنامہ کوہستان ۲۲ دسمبر ۶۱ء)

قابل توجہ چیئرمین واپڈا انچارج منگلا ڈیم

جناب ایڈیٹر سرفروش!

ہم علاقہ میرپور کے متاثرہ عوام جناب کے اخبار کے ذریعہ حکومت پاکستان سے فریادی ہیں۔

۱۔ کہ ہماری زمین اور جائیداد کا مناسب معاوضہ ہم کو نہیں مل رہا اور ہماری اس سلسلہ میں ہر قسم کی فریاد سننے والا کوئی نہیں ہے۔

۲۔ کہ ہمیں اب تک یہ بھی علم نہیں کہ ہم نے اپنے گھر بار چھوڑ کر کہاں جانا ہے

۳۔ کہ ہم محکمہ آبادکاری منگلا سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں ایک جگہ آباد کرو لیکن ہماری یہ فریاد بھی کوئی نہیں سنتا۔

۴۔ کہ امریکن کمپنی میں جو لوگ مزدوری اور ملازمت کرتے ہیں ان کے حالات بے حد خراب ہیں اور اس کی ذمہ داری امریکن کمپنی پر نہیں بلکہ ان ناتجربہ کار اور کینہ پرور افسران پر ہے جو کہ کمپنی نے بھرتی کر رکھے ہیں۔ اور وہ اس غیر ملکی کمپنی کے ارباب کو غلط راستہ پر لگاتے ہیں۔ خاص طور پر محکمہ سیکورٹی اور تواضع نے مزدوروں کو بے حد پریشان

کر رکھا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ چیئرمین واپڈا اپنے ماتحت افسروں کو جو منگلا ڈیم کے کام کی نگرانی کرتے ہیں۔ انہیں مشورہ دیں کہ عوام کی بے چینی کو دور کریں۔ اور امریکن کمپنی کی انتظامیہ اصلاح احوال کی تدبیر کریں۔ (محمد ابراہیم ہزدواوچھی میرپور (سرفروش راولپنڈی ۲۰ر فروری ۱۹۶۲ء)

منگلا ڈیم کی متاثرہ آبادی کی منتقلی کے لئے نئی

ہدایات جاری کر دی گئیں

ایک ہی مقام پر رہنے والے خاندانوں کو متبادل جگہ بھی ایک ہی مقام پر دیئے جائینگے

کرنل یوسف

مظفر آباد ۱۵ راگست (نمائندہ جنگ) منگلا ڈیم کی متاثرہ آبادی کی منتقلی اور ان کو وہاں تسلی بخش طور پر آباد کرنے کے سلسلہ میں متعلقہ حکام کو نئی اور واضح ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ یہ انکشاف آج آزاد کشمیر کے مشیر اعلیٰ کرنل یوسف نے نمائندہ جنگ سے ایک ملاقات میں کیا۔ آپ نے بتایا کہ ان لوگوں کو یہ شکایت تھی کہ ایک ہی جگہ رہتے والے خاندانوں کو دوسرے مقام پر ایک ہی جگہ آباد کیا جائے۔ متاثرہ آبادی کی اکثریت نے یہ کہا ہے کہ جو متبادل جگہیں ان کو اب دی جارہی ہیں وہ مختلف مقامات پر ہیں۔ کرنل یوسف نے کہا کہ انہوں نے اس سلسلہ میں تین روز قبل چیف انجنیئر ری سیٹلمنٹ خواجہ عبدالغفور اور کمشنر منگلا ڈیم کرنل عدالت خان کو بلایا تھا۔ اور ان کو واضح ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ ایک خاندان کو ایک ہی جگہ آباد کریں۔ کرنل یوسف نے کہا کہ انہوں نے منگلا ڈیم کے افسروں سے کہا ہے کہ ڈیم کی تعمیر کے سلسلہ میں جو بھرتی کی جاتی ہے اس میں ۷۵ فیصد بھرتی متاثرہ آبادی سے کی جائے۔ آپ نے کہا کہ منگلا ڈیم سے متاثرہ افراد کی صورت حال اور ان لوگوں کی مشکلات کا جائزہ لینے کے لئے منگلا میں ہر دوسرے ماہ میں ایک اجلاس منعقد ہوا کرے گا۔ اور اسی جگہ تمام اہم فیصلے کئے جائیں گے۔ یہ اقدام اس لئے کیا جارہا ہے تاکہ متاثرہ آبادی کی شکایات کا تدارک موقع پر کیا جائے۔ کرنل یوسف نے بتایا کہ آزاد کشمیر کے ترقیاتی کاموں کا جائزہ لینے کے لئے آزاد کشمیر کے صدر کی صدارت میں ایک اجلاس چھ ستمبر کو مظفر آباد میں بلایا جارہا ہے اس اجلاس میں پندرہ اہم اسکیموں کی منظوری بھی دی جائے گی۔ مشیر اعلیٰ نے کہا کہ حال ہی میں حکومت پاکستان نے مہاجرین جموں وکشمیر کے لئے پانچ لاکھ روپے کے درآمدی لائسنس دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور درخواستیں داخل کرنے کی آخری تاریخ میں توسیع کر دی گئی ہے۔ تاکہ جو مہاجرین رہ گئے ہیں وہ بھی وقت مقررہ پر درخواستیں دے سکیں۔

کرنل یوسف نے کہا کہ درآمدی لائسنس مستحق افراد ہی کو جاری کئے جائیں گے تاکہ مہاجرین جموں وکشمیر کی اقتصادی حالت بہتر بنائی جاسکے۔

(سرفروش) ۱۰ راگست ۱۹۶۲ء

مکتوب میرپور

—— راجہ محمد نجیب خان بی اے میرپور ——

منگلا ڈیم کا عظیم منصوبہ ابتدائی مراحل میں طے کرنے کے بعد اب تعمیری دور میں داخل ہوا ہی چاہتا ہے۔ منگلا کے مقام پر بھاری بھاری مشینری، انجنیئروں اور مزدوروں کی مصروفیت اور ہماہمی سے یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے کوئی زیادہ مدت درکار نہیں بلکہ مختصر سے وقت کے بعد پاکستان پانی کے مسئلہ میں خود کفیل ہو جائیگا اور یہی وہ مقصد وحید ہے جس کے لئے میرپور آزاد کشمیر کے ایک لاکھ نفوس نے اپنا مقدس وطن چھوڑنے تک کی قربانی دینا بھی خندہ پیشانی سے قبول کر لیا ہے۔ لیکن ڈیم کی تعمیر سے جہاں پاکستان کا مستقبل روشن ہوگا وہاں موجودہ حالات میں متاثرین منگلا ڈیم کا مستقبل نہایت تاریک نظر آرہا ہے۔ کارکنان بندوبست وکشا دعرصہ چھ سال سے آباد کاری اور حقوق جائیداد کے تحفظ کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لئے ہوئے میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اور ان کی عدم توجہی اور لاپرواہی کی وجہ سے یہ اہم مسائل کھٹائی میں پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے متاثرہ عوام میں بجا طور پر اضطراب اور پریشانی پھیلی ہوئی ہے۔

محکمہ بندوبست متاثرہ علاقہ کی پیمائش تقریباً مکمل کر چکا ہے لیکن زید کی زمین بکر کے نام اور بکر کی عمر کے نام درج ہونے کے عام واقعات ہیں اراضی کی کمی بیشی اور انتقالات سے متعلق شکایات کی درخواستیں دفتر بندوبست میں اکثر دی جاتی ہیں۔ موجودہ بندوبست اراضی آج سے ۴۵ برس قبل کے بندوبست کی نقل ہے اور آج قسم اراضی وہی درج کی گئی ہے جو اس وقت تھی جس سے زمینداروں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے اس سلسلہ میں متاثرین کے نمائندہ وفود نے افسران سے ملاقاتیں کیں۔

پریس میں بھی دیا گیا لیکن سب صدا بصحرا ثابت ہوا۔
جائیداد کی قیمت کا ایوارڈ دیتے وقت کلکٹر صاحب کو ہمدردی انصاف اور اصول کا دامن چھوڑتے دیکھا گیا ہے۔ اگر ایک زمین کا قطعہ چاہ آبپاشی کی وجہ سے چاہی درج ہے تو چاہی زمین کے نرخ سے صرف زمین کی قیمت لگائی گئی ہے۔ اور یا زمین کی عام قسم درج کر کے صرف چاہ کی تعمیر کی قیمت لگا دی گئی ہے حالانکہ صورت موقع کے مطابق دونوں کی قیمت لگانا چاہیے جڑی کس امیریہ یا موضع ڈڈیسری رستم میں یہ واقعات دیکھنے میں آئے ہیں۔
مکانات کی پیمائش اور قسم لکڑی وغیرہ کی بنا پر اگر کوئی قسمت کا مارا اس کی قیمت کے متعلق شکایت کرے تو آفیسر متعلقہ دوبارہ موقع پر جا کر پہلے ہی کم قیمت کرا دیتا ہے تاکہ آئندہ کوئی معترض اپنا حق مانگنے کے لئے شکایت کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اسی طرح درخت شماری میں بھی دیانت داری سے کام نہیں لیا گیا جڑی کس امیریہ میں ایک شخص کے درخت ایک سو سے کم درج کئے گئے جب اس نے شکایت کی تو دوبارہ شمار کرانے پر زمین سو بھی زائد نکلے چنانچہ اس قسم کی حق تلفیاں عام پائی جاتی ہیں۔
منگلا ڈیم افیئرز کی جانب سے ایک معاوضہ کمیٹی مقرر کی گئی ہے جو اراضی زرعی وغیرہ کی قیمت مقرر کرتے ہیں اور مقامی طور پر خرید و فروخت کے وثیقہ جات کی روشنی میں اوسط قیمت لگاتے ہیں اس کمیٹی کی مقرر کردہ قیمتوں کا واپڈا کے افسران جائزہ لے کر اپنی طرف سے مناسب قیمتیں مقرر کرتے ہیں۔ جن کا رجحان یہ پایا گیا ہے کہ معاوضہ کمیٹی کی مقرر کردہ قیمتوں میں بہر صورت کمی کرتی ہے خواہ متاثرین کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو نمونہ ملاحظہ ہو۔
۱۔ موضع کانگڑہ علاقہ جڑی کس میں معاوضہ کمیٹی نے زمین قسم ہَیل کی قیمت فی کنال /۴۶۶ روپے مقرر کی ہے اور اسی کی قیمت واپڈا والے /۳۷۰ روپے لگا رہے ہیں۔
۲۔ آبادی دیہہ میں معاوضہ کمیٹی نے ایک کنال کی قیمت /۱۱۱۱ روپے مقرر کی ہے لیکن واپڈا والے /۴۶۲ روپے لگا رہے ہیں۔ وطن سے بے وطن ہونے والوں کے مفادات کو کس حد تک ملحوظ رکھا جاتا ہے ان مثالوں سے ظاہر ہے۔
منگلا ڈیم سے متاثرین کی آبادکاری کا مسئلہ ڈیم کی تعمیر سے کم اہم نہیں بلکہ آبادکاری کو اولیت حاصل ہونا چاہیے تھی تاکہ یہ لوگ گھر چھوڑتے وقت کسی قسم کا خدشہ محسوس نہ کرتے۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ ارباب بست و کشاد کی نظر میں آبادکاری کی اہمیت کا احساس اسی سے ظاہر ہے کہ اس نازک مسئلہ کو جو خالصتاً قانونی اور انتظامی پیچیدگیوں کا حامل ہے کو نپٹانے کے لئے ایک چیف انجینئر اور ایک سابق کرنل کو متعین کیا گیا جن ایسے مسائل سے دور کا بھی واسطہ نہیں رہا یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں پانچ چھ سال گذر جانے کے باوجود کوئی ٹھوس کام نہیں ہوا۔ میرپور کی ایک لاکھ متاثرہ آبادی کے لئے اب تک حسب ضرورت اراضی زرعی حاصل کرنے اور زمینداروں کو آباد کرنے کا تسلی بخش انتظام نہیں ہو سکا۔ اگرچہ مواضعات پیل کریم بخش کھڑی خاص بیگا بلاول کے لوگوں کو منتشر کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ لیکن آج ایک سال گذر جانے کے باوجود بیشتر کنبے ابھی کے لئے پانی کو ترس رہے ہیں۔ اہالیان موضع بیبام کو گھروں سے اس وعدوں پر نکال کر منگلا ڈیم کی کال کوٹھڑیوں میں ٹھونس دیا گیا ہے کہ جلد ہی انہیں متبادل انتظامات کر دئے جائیں گے لیکن آج تین ماہ گذر جانے کے بعد بھی اراضی زرعی حاصل نہیں کر سکے۔ ان پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہیں زمین پسند نہیں آئی حالانکہ انہوں نے رکھ بھیرو کا بارانی رقبہ پسند کیا اور جب بورڈ آف ریونیو نے منظوری کی تار دی تو ری سٹیلمنٹ واپڈا میرپور نے واپسی جواب دیا کہ اس زمین کی ضرورت نہیں اور بیچارے بیبام والوں کا مسئلہ لٹک رہا ہے۔
جڑی کس کے مقام پر بھی عنقریب ڈیم کی تعمیر شروع ہونے والی ہے اور وہاں کی آبادی کا انخلاء مقصود ہے چنانچہ متاثرین نے انخلاء سے پہلے یکجا آبادی کا مطالبہ کیا اور ان کے پندرہ نمائندگان کو سابقہ پنجاب کے ضلع سرگودھا اور تحصیل چنیوٹ میں اراضی زرعی دکھائی گئی واپسی پر ابھی پسند ناپسند کا اظہار نہیں کیا گیا کہ قرعہ اندازی کر دی گئی باوجود اس کے کہ نمائندگان نے احتجاجاً قرعہ اندازی سے واک آؤٹ کیا۔ عوام کا کہنا ہے کہ جس صورت میں وہ زمین کی قیمت ادا کریں گے تو وہ زمین اپنی پسند کی لیں گے۔ جو زمین اس وقت دکھائی گئی ہے اس میں سے تین صد کنبوں کے حصہ میں جوہر آباد کے قریب جو زمین آئی ہے وہ محض ریگستانی ہے اور باقی منتشر حصوں میں واقع ہے جہاں ایک جگہ دو یا چار کنبے آباد ہو سکتے ہیں متعلقہ لوگ ایسی زمین اور منتشر آبادی کو بالکل ناپسند کرتے ہیں یہاں یہ بات قابلِ

ذکر ہے کہ مری کے مقام پر مورخہ ۶ ۳/۵۹ کو ایک میٹنگ ہوئی تھی جس میں اس وقت کے صدر آزاد کشمیر سردار محمد ابراہیم خان جوائنٹ سیکرٹری وزارت امور کشمیر میجر (کرنل)، محمد یوسف اور چوہدری عبدالحمید ڈپٹی چیف انجنیئر منگلا ڈیم پراجیکٹ نے شمولیت کی اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ منگلا ڈیم سے متاثرین کو نقل ایریا میں زمین نہیں دی جائے گی لیکن متاثرہ لوگوں کے خیال کے مطابق سابق صوبہ پنجاب میں سینکڑوں چکوک کراؤن لینڈ کی حیثیت سے اور کچھ رکھ ہائے اور ذخیرہ جات کی شکل میں موجود ہیں۔

مثلاً رکھ ڈفر تحصیل پھالیہ۔ رکھ پکھوال تحصیل بھلوال جنگل چک بہادر تحصیل چنیوٹ۔ مونا ڈپو۔ ریماؤنٹ ڈپو۔ رکھ چرا خا پھیرہ۔ چکو چک تحصیل حمڑ الوالہ۔ جہاں یہ لوگ اکٹھے آباد ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ لائل پور میں ۱۲۶ چک ملکیت سرکار ایسا موجود ہیں جو حکومت نے کوآپریٹو بنیادوں پر مزارعان کو کاشت کے لئے دے رکھے ہیں۔ جہاں ان ہونے والے مہاجرین کو حسب منشا آباد کیا جا سکتا ہے۔ حال ہی میں گورنر مغربی پاکستان نے سابق پنجاب میں پچاس ہزار ایکڑ اراضی مختص کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ نہ معلوم اس کا کیا بنا اور وہ کب تک متاثرین کو دی جائے گی۔

جرڑی کس ڈیم سائیڈ پر ٹھیکیدار کمپنی اپنا کام باقاعدگی کے ساتھ کر رہی ہے۔ اراضی زرعی کھڑی فصلیں، قبریں اور درخت وغیرہ سبھی کچھ بلڈوزروں کے نیچے دبے جا رہے ہیں اور متاثرین کے حقوق کی نگہداشت سے چشم پوشی کی جا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان وزیر امور کشمیر، سیکرٹری داخلہ حکومت پاکستان جوائنٹ سیکرٹری وزارت امور کشمیر بسسہ آزاد حکومت، جموں و کشمیر سیکرٹری جنرل اور انسپکٹر جنرل پولیس آزاد حکومت کشمیر کو تاریں بھی دی گئی ہیں

ان حالات میں ایک اونچی سطح کی کمیشن قائم کرنا ناگزیر نظر آتا ہے۔ جس میں متاثرہ علاقہ کے نمائندگان بھی شامل ہوں اور جو شروع سے آج تک کے حالات کا جائزہ لے سکے کہ سب کچھ میسر ہونے کے باوجود متاثرین کی آبادکاری میں کیوں تساہل ہوا۔ اور اب فوری طور پر ان مسائل کا کیا حل ہے۔ تاکہ متاثرہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ ہو سکے اور وہ بے فکر ہو کر اپنی اپنی

موضع جرڑی اور نکہ تکیال کا انخلاء بہت جلد شروع ہو جائے گا

میرپور، معلوم ہوا ہے کہ جرڑی کس ڈیم (منگلا ڈیم) سے متاثرہ علاقہ کی وہ بستیوں جرڑی اور نکہ تلیال کا انخلاء بہت جلد عمل میں لایا جا رہا ہے تاکہ جرڑی کس بند کی تعمیر شروع کی جائے۔ اس مقصد کے لئے نیو میرپور ٹاؤن سائیٹ جو منگلا ڈیم سائیٹ سے بذریعہ سڑک ملا ہوا ہے۔ سے لیکر جرڑی کس ڈیم سائیٹ تک سڑک تیار ہو چکی ہے اور اب ضروری مشینری کی ترسیل بھی جاری ہو جائے گی۔ اور جرڑی گاؤں کا ایریا مشینری شاک کرنے کے لئے درکار ہے۔ جبکہ نکہ تلیال کے قریب سے جرڑی کس کے پانی کے متبادل نکاس کا انتظام کیا جائے۔

یاد رہا ہے کہ جرڑی کس ڈیم سے متاثرین کے لئے ابھی تک معقول متبادل آبادکاری کا انتظام نہیں کیا جا سکا جس سے مذکورہ انخلاء کی خبر سن کر پورے علاقہ میں تشویش و اضطراب پھیل گیا ہے۔ چنانچہ جامع مسجد گوڑہ دردال میں بعد از نماز جمعہ متاثرین کی طرف سے حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ جب تک پورے علاقہ کو ایک ہی جگہ آباد کرنے اور اراضی زرعی مہیا کرنے کے انتظامات مکمل نہ ہو جائیں جرڑی کس کے علاقہ کا انخلاء ہرگز نماز جمعہ متاثرین کی طرف سے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ جب تک پورے علاقہ کو ایک جگہ آباد کرنے اور اراضی زرعی مہیا کرنے کے انتظامات مکمل نہ ہو جائیں جرڑی کس کے علاقہ کا انخلاء ہرگز شروع نہ کیا جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس سلسلہ میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر جمہوریہ پاکستان خان حبیب اللہ خان وزیر امور کشمیر۔ کرنل محمد یوسف جوائنٹ سیکرٹری وزارت امور کشمیر چوہدری غلام عباس خان صدر کل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس مسٹر کے ایچ خورشید صدر آزاد کشمیر۔ آئی جی پولیس اور سیکرٹری جنرل آزاد کشمیر کو بھی تار دئے جا چکے ہیں اور انہیں فوری مداخلت کی درخواست کی گئی ہے۔ (ہفت روزہ نسیم جہلم (میرپور) ۲۹ر اگست ۱۹۶۲ء)

منگلا بند کی تعمیر سے متاثر ہونے والے افراد کی چیخ پکار پر فوری توجہ دی جائے

معقول معاوضہ اور متبادل انتظامات کئے بغیر لوگوں کو اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے

واپڈا نے ایک بہت بڑے انسانی مسئلہ پر افسوسناک پالیسی اختیار کر رکھی ہے

میرپور اور جرڑی کے عوام کی طرف سے تحقیقاتی کمیشن کے قیام کا مطالبہ

منگلا ۲ر ستمبر (روزنامہ نگار) منگلا بند کے ایک حصہ جرڑی کس ڈیم کی تعمیر کے

سلسلے میں ورکنگ ایریا سے مقامی متاثرہ لوگوں کے انخلاء کا پہلا مرحلہ شروع ہوگیا ہے۔ متاثرہ افراد کی متبادل آبادکاری کے لئے جو انتظامات کئے گئے ہیں۔ ان پر متاثرین نے عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں متاثرین کے تین نمائندوں راجہ محمد نجیب خان چیئرمین جمعدار محمد حسین ممبر یونین کونسل اور محمد شریف ڈمیالوی نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا ہے کہ واپڈا کے آبادکاری کے حکام کی بجالیاتی پالیسی اور رویہ پر نکتہ چینی کی ہے۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ واپڈا کے آبادکاری کے افسران نے متاثرہ عوام کو متبادل جگہیں دیئے اور مطمئن کئے بغیر بیدخل کرنا شروع کر دیا ہے جو سراسر غیر منصفانہ اور تکلیف دہ ہے۔ متعلقہ افسروں کو ان کے مسائل سے ذرہ بھی دلچسپی نہیں۔ انہوں نے متعلقہ افسروں پر الزام لگایا ہے کہ جڑی کس ڈیم کا منصوبہ عرصہ دو تین سال سے زیر تجویز ہے اور موقع پر زور شور سے کام بھی جاری ہے۔ متاثرین بغیر کسی فرد گذاشت کے اپنے حقوق کے تحفظ اور یکجا آبادکاری کے لئے چیخ و پکار کرتے رہے ہیں لیکن آبادکاری کے اس انسانی مسئلے کو حل کر کے کوئی ٹھوس اور مثبت اقدام نہیں کیا گیا جس کے نتیجے میں منگلا بند کی تعمیر کا ٹھیکہ لینے والی فرم اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ موقع پر پہنچ چکی ہے اور لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ان کو گھروں سے نکالا جا رہا ہے۔ مقامی لیڈروں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ میرپور آزاد کشمیر کی ایک لاکھ آبادی نے اپنا وطن عزیز تک چھوڑنے کی قربانی خندہ پیشانی سے اس لئے کی تھی کہ منگلا کے آبپاشی کو اپنی پہلی فرصت میں مقامی لوگوں کی شکایات کا ازالہ کرنے کی طرف خصوصی توجہ کرنی چاہیئے پیر کریم بخش کھڑی، خاص اور بیگا بلاول کے لوگوں کو منتشر ٹکڑوں میں متبادل زمین دی گئی ہے۔ لیکن آج تک بیشتر کنبے آبپاشی کے لئے پانی کو ترس رہے ہیں۔ اہالیان موضع بیام کو گھروں سے نکال کر اس وعدے پر عارضی طور پر منگلا ہملیٹ میں آباد کیا گیا تھا۔ کہ ان کے لئے جلد ہی متبادل انتظامات کر دیئے جائیں گے لیکن آج تک ان کو یکجا کرنے اور زرعی اراضی حاصل کرنے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ عوامی نمائندوں نے بتایا کہ اس سلسلے میں صدر پاکستان محمد ایوب خان۔ وزیر امور کشمیر، جوائنٹ سیکرٹری امور کشمیر، صدر حکومت آزاد کشمیر اور سیکرٹری جنرل کو بھی تاریں دی گئیں۔ اور ان میں سے بیشتر اصحاب سے ذاتی طور پر ملاقات کر کے متاثرہ افراد کی مشکلات اور مسائل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ آخر میں انہوں نے پر زور مطالبہ کیا کہ منگلا بند سے متاثرہ عوام کی شکایات دور کرنے کے لئے ایک اعلیٰ سطح کا کمیشن قائم کیا جائے تاکہ متاثرین کی آبادکاری اور معقول معاوضوں کے سلسلے میں باہمی غور و فکر کے بعد کوئی خاطر خواہ حل تلاش کیا جا سکے۔

(روزنامہ کوہستان راولپنڈی) ۳ ۹/۶۲

متاثرین منگلا ڈیم

ہماری آبادکاری کی راہ میں حائل مشکلات کا جائزہ لیا جائے

ہندو بھارتی ذہنیت نے پاکستان کو ریگستان میں تبدیل کرنے کے لئے کشمیر سے نکلنے والے تین دریاؤں کے پانی سے محروم کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس کے رد عمل کے طور پر منگلا ڈیم کا عظیم منصوبہ بنایا گیا۔ اس منصوبہ سے پاکستانی زمینوں کو زرخیز کیا جائے گا اور ان کو صحرا بننے سے بچایا جائے گا۔ متاثرین منگلا ڈیم اپنے وطن پاکستان کی خاطر اپنے جانی و مالی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ کشمیری چونکہ کشمیر کو آزاد کرا کر پاکستان کے وجود کو مکمل کرنے کے خواہاں ہیں۔ لہٰذا ان کے دلوں میں بجا طور پر یہ خدشات موجود ہیں کہ اگر پاکستان کشمیر کو آزاد کرانا چاہتا ہے تو پھر منگلا ڈیم کے منصوبہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ کیونکہ کشمیر کے آزاد ہو جانے سے تینوں دریا ستلج، راوی، بیاس ہمارے قبضہ میں آ جائیں گے۔ اور ان کا پانی ہم استعمال کر سکیں گے۔ لیکن اس کے باوجود اگر ڈیم کے منصوبہ کا جواز موجود ہے تو ہم ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اس منصوبہ کے شروع میں ہمارے ساتھ اس حد تک وعدے کئے گئے تھے کہ تمہارے آنسوؤں کی قیمت تک دی جائے گی۔ مگر ہم آنسو کی قیمت نہیں چاہتے صرف اپنے جائز حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں۔ بحیثیت انسان اور مسلمان جس قسم کے حقوق کے ہم حقدار ہیں ان کی کوتاہی سے دل برداشتہ ہیں۔ چھ سات سال سے منگلا ڈیم ری سٹلمنٹ کا محکمہ قائم ہے اور اس محکمہ کے حکام بھاری بھاری تنخواہیں لے رہے ہیں۔ مگر ابھی تک متبادل اراضی کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ اور اب حالات یہ ہیں کہ متاثرین کو آٹھ دس دن کے اندر اپنی جائیداد اور مکانات چھوڑ کر نکلنے کو کہا جا رہا ہے عارضی طور پر رہائش کا جو بندوبست کیا گیا ہے وہ بالکل ناکافی ہے اور ایسے محسوس ہو سکتا ہے کہ انسان کو بھیڑ بکریاں سمجھ کر ان کے لئے باڑا کا انتظام کیا گیا ہے لوگوں کی جائیداد کے معاوضہ اور پیمائش میں بڑی بے ضابطگیوں سے کام لیا گیا ہے۔ ایک کی زمین دوسرے کے نام اور دوسرے کی زمین تیسرے کے نام لگا دی گئی ہے اور اس طرح لوگوں کو پٹواری اور گرداور کے ایک ایسے چکر میں ڈال دیا گیا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا لوگوں کو دس دس میل سے عدالتوں کے بے شمار

چکر لگانے پڑتے ہیں مگر بے سود۔ کوئی کام نہیں ہو رہا ہے اور اس طرح ایسی فضا پیدا کر دی گئی ہے جس سے لوگوں کے دلوں میں غصہ اور نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں بارہا متعلقہ حکام سے رجوع کیا گیا ہے مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا ہے جو قابل مذمت ہے۔ اس سلسلہ میں ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جائے جو معلوم کرے کہ سات آٹھ سال سے جو عملہ اس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ پاکستان جن حالات سے دوچار ہے وہ مدنظر رکھتے ہوئے ہم کسی ایسے قدم کے خواہاں نہیں جس سے مزید پریشانیوں کا سامنا ہو چین اور بھارت کی جنگ سے جو حالات پیدا ہوئے ہیں اور امریکی بلاک کی کارروائیوں سے جو نقصان پاکستان کو پہنچا ہے ہم اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان حالات سے نمٹنے کے لئے ہم فیلڈ مارشل پر ہیں مکمل اعتماد ہے اور اپنے اس مسئلے میں بھی اُن سے مداخلت کے متمنی ہیں۔ فیلڈ مارشل نے زرعی اصلاحات کا نفاذ کر کے زمینداروں کا جو اعتماد حاصل کیا ہے ہم اس کی بنا پر امید ہے کہ وہ ہمارے اس نازک وقت میں ہمارے لئے کچھ کر سکیں گے حکومت کی نیت پر ہمیں شک نہیں ہم جانتے ہیں کہ حالات کو غلط رنگ میں پیش کر کے غلط قسم کی فضا پیدا کر دی گئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم پولیس اور فوج سے ڈرا کر اور ٹوڈیوں اور غداروں کو استعمال کر کے بزدلی کی فضا پیدا کر کے اس مسئلہ کو حل کرنے کی بجائے نیک نیتی سے اس کو انسانی مسئلہ سمجھ کر حل کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ ہم انخلاء نہ کرنے پر مجبور ہوں گے اور اس مسئلہ میں اپنے جائز حقوق کے لئے شہید تک ہو جانے کے لئے تیار ہو جائیں گے ہمیں جو زمین دی گئی تھی وہ ناکافی تھی اور ساتھ ہی ناکارہ بھی اس لئے ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں گورنمنٹ نے ہم کو پنجاب میں ایک تحصیل میں زمین دینے کا وعدہ کیا تھا حالانکہ زمین پنجاب میں موجود ہے مگر دینے سے انکار کیا ہے انہوں نے رکھ ڈنر ہونڈ پولائی پور۔ جھنگ سرگودہا اور منٹگمری میں زمینوں کی نشاندہی کی ہم نے اپنے مطالبات منوانے کے لئے تمام متعلقہ حکام سے ملاقات کی حتیٰ کہ وزیر امور کشمیر سے بھی ملے مگر تمام بے سود ہمارے سترہ نکاتی مطالبات ہمارے جائز حقوق پر مشتمل ہیں ہم اتنی بڑی قربانی کے لئے سب سے پہلے تیار تھے اور بروقت ہوئے تھے جب باقی تمام لوگ مخالف تھے۔ ہم پاکستان کی بقا اور ترقی کے لئے قربانی دینے سے آج بھی گریزاں نہیں بشرطیکہ ہمیں قربانی کے بکرے ہی بنا کر نہ رکھ دیا جائے ہم جانتے ہیں کہ حکومت ہمارے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی کرنا نہیں چاہتی صرف متعلقہ حکام کی نادانی نے اس مسئلہ کو الجھا کر رکھ دیا ہے متعلقہ حکام غلط رنگ میں حالات کو پیش کر کے جو غلط فضا پیدا کی جا رہی ہے اس نے حالات کو نازک موڑ پر پہنچا دیا ہے آج ہم کو پولیس اور فوج سے ڈرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کیا ہماری قربانیوں کا یہی صلہ ہے ہم نے پاکستان کی خاطر جس قربانی کو پسند کیا ہے اور جس کو ہم آج تمام زیادتیوں کے باوجود پسند کرتے ہیں ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہمارے ساتھ بہتر سلوک کیا جاتا مگر ایسا نہیں ہو رہا ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ متعلقہ حکام علاقہ میں جا کر لوگوں کے مسائل کا تصفیہ کریں لوگوں کی جائیدادوں کے جو ایوارڈ ہوتے ہیں ان کی قیمتوں میں کمی کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے اپیل کی گئی ہے اپیل کا حق ہمیشہ پبلک کو ہوتا ہے۔

محمد یونس اعظم نیوز ایجنٹ۔ راجہ محمد نجیب خان بی اے چیئرمین بی ڈی جمعدار محمد حسین خان ممبر بی ڈی۔ چوہدری نور حسین سکنہ سہوٹہ محمد شریف ڈیبادی ایم۔ اے۔ وغیرہ۔ (روزنامہ تعمیر راولپنڈی ۱۹ نومبر ۱۹۶۲ء)

مجھے منگلا ڈیم کی کوئی منزل دکھائی نہیں دیتی

عوام کو اپنے جائز مطالبات منوانے کے لئے حکومت سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے

میرپور کے جلسہ عام میں سردار عبدالقیوم خان کی تقریر

میرپور (نمائندہ خصوصی) سردار عبدالقیوم خان صاحب نے یہاں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت منگلا ڈیم کا مسئلہ عوام کے لئے ایک دردِ سر بنا ہوا ہے۔ اب یہ مسئلہ رونے اور چلانے سے حل نہیں ہوگا بلکہ غیور اور بے باک عوام کو چاہیئے کہ وہ اپنے مطالبات منوانے کے لئے ڈٹ جائیں اور اس سلسلہ میں اُن پر کوئی بھی ظلم و تشدد نہیں کر سکتا یہ مسئلہ ۸۰ ہزار عوام کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو کرتا ہے وہ خدا کرتا ہے اگر یہ لوگ اپنے وطن سے نکلیں گے تو خدا کے حکم نکلیں گے کوئی شخص ان کو اپنے ۔۔۔۔ وطن سے زبردستی نہیں نکال سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں حکومت پاکستان نے جو قانون بنائے ہوتے ہیں ان پر بالکل عمل نہیں ہو رہا ہے اگر ان قوانین پر پچاس فیصدی بھی عمل ہو تو بھی عوام کو تکالیف کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ ان افسروں کو اپنے آپ کو صحیح طور سے مسلمان سمجھنا چاہیئے سردار عبدالقیوم خان صاحب نے کہا کہ اب حالات بالکل نازک ہو چکے ہیں اب تمام لوگوں کو منظم اور متحد ہونا چاہیئے اور یہ لوگ ایسی ہی صورت میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

(ہفت روزہ نسیم جہلم و میرپور ۲ نومبر ۱۹۶۲ء)

۲۵- افراد پر مشتمل متاثرین منگلا ڈیم کمیٹی قائم کردی گئی

میرپور (محمد یونس اعظم پریس رپورٹر) اگلے روز بر مکان چوہدری محمد حسین ایڈوکیٹ وسابق وزیر خزانہ آزاد کشمیر متاثرین منگلا ڈیم کا دوسرا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس کی صدارت عبداللہ صاحب نے کی تلاوت کلام پاک مولوی اللہ دتہ نے کی۔ بعد میں اجتماع کی باقاعدہ کاروائی کا اعلان کیا گیا۔ راجہ نجیب خان چیئرمین یونین کونسل اکال گڑھ نے موجودہ حالات مسائل آبادکاری وانخلاء کے سلسلہ میں تفصیلاً روشنی ڈالی بہت سے مقررین نے تقریریں کیں جن میں جمعدار محمد حسین خواجہ محمد یوسف صراف، چوہدری گل محمد۔ چوہدری محمد حسین ایڈوکیٹ۔ چوہدری لال خان اور مرزا محمد حسین کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس اجتماع میں تمام سیاسی جماعتوں اور غیر سیاسی کارکنان نے شرکت کی۔ اجتماع میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جس کا نام متاثرین منگلا ڈیم کمیٹی رکھا جائے اس فیصلہ کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ اور ساتھ ہی ۲۵ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کردی جس کا کوئی عہدیدار نہیں ہوگا۔ ہر ممبر کی حیثیت ایک جیسی ہوگی۔ صرف کام چلانے کے لئے ایک سیکرٹری ہوگا۔ اس سلسلہ میں چوہدری محمد حسین ایڈوکیٹ کا نام لیا جارہا ہے منگلا ڈیم متاثرین کمیٹی کے ممبر حسب ذیل ہیں۔

راجہ محمد نجیب خان چیئرمین یونین کونسل اکالگڑھ، جمعدار محمد حسین کاکڑا چوہدری محمد حسین نکسوکھٹر، چوہدری محمد حسین ایڈوکیٹ کھوتقال۔ ملک عبدالمجید ایڈوکیٹ میرپور ڈیال، راجہ فتح باز خان چیئرمین ڈنڈیال مرزا محمد حسین چک دیہاراں۔ سالار محمد دین میونسپل کمشنر میرپور وارڈ ۲۔ چوہدری لعل خان پلیڈر میرپور چیئرمین چکسواری، چوہدری خادم حسین چیئرمین بنیڈی سرپال۔ چوہدری محمد اکبر لکی چوہدری فرمان علی ممبر یونین کونسل کھوتقال چوہدری بوستان خان پلیڈر کوٹلی کھوتقال۔ قاضی عبدالغفور پلیڈر۔ چوہدری محمد بوستان کھاڑک۔ چوہدری گل محمد۔ چوہدری عبدالرحیم بنیام میر محمد نبی چیئرمین برنب۔ پیر عزیز بادشاہ کھنیارہ شریف خواجہ محمد یوسف صراف میونسپل کمشنر وارڈ ۳ چوہدری شاہ ہوتی پلیڈر میرپور یونین کونسل سیاکھ چوہدری کفایت علی چیئرمین جھنگ رکیپٹن عدالت خان سیب، چوہدری شیر زمان خان بار ایٹ لا، چوہدری محمد بشیر جھنگ۔ اجتماع میں اسٹیج سکریٹری کے فرائض راجہ محمد نجیب خان چیئرمین نے سر انجام دیئے یہاں یاد رہے کہ ان ۲۵ ممبران متاثرین منگلا ڈیم کمیٹی کی حیثیت برابر ہوگی اور کسی قسم کا فیصلہ ان کی رائے سے باہر نہیں ہوگا جو بھی فیصلہ کرنا ہوگا ان ۲۵ ممبران کی کمیٹی بلا کر ان کی رائے سے طلب کیا جائے گا۔

(ہفت روزہ نسیم جہلم میرپور ۱۹۶۳ء)

متاثرہ علاقہ جڑی کس ڈیم کے پانچصد افراد کی کمشنر منگلا ڈیم سے ملاقات

میرپور۔ یہاں متاثرہ علاقہ جڑی کس کے تقریباً پانچ صد افراد کمشنر منگلا ڈیم کرنل عدالت خان اور آفیسر لکار خاص چوہدری الف دین سے ملاقی ہوئے جن کی قیادت راجہ محمد نجیب خان کر رہے تھے۔ اور جنہوں نے نصف گھنٹہ سے زائد وقت میں ڈیم کی تعمیر سے پیدا شدہ تکالیف از قسم ادائیگی معاوضہ جات و متبادل آبادکاری کا اظہار کیا۔ راجہ صاحب نے خاص طور پر اس امر پر زور دیا کہ جب تک معقول اور یکجا آبادکاری کا قبل از وقت انتظام مکمل نہیں ہوتا۔ انخلاء نہ کیا جائے ملاقات کے دوران جمعدار محمد حسین اور صوفی محمد اعظم خان نے بھی خیالات کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ اگر ہماری آبادکاری ومعاوضہ کے سلسلہ میں کوئی انتظام نہیں ہوسکتا تو متعلقہ افسران کو استعفیٰ دے دینا چاہیئے۔

آخر میں کرنل عدالت خان نے یقین دلایا کہ عوام کے حقوق کو کسی صورت میں بھی حتی المقدور نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ جلد ہی صدر آزاد حکومت سے وہ بذات خود ملاقات کر کے تکالیف کا اظہار کریں گے اور پھر کوئی معقول حل نکالا جائے گا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ جڑی کس ڈیم کا منصوبہ دو تین سال سے زیر تجویز ہے اور موقع پر باقاعدہ کام بھی ہو رہا ہے۔ متاثرین اپنے حقوق کے تحفظ اور متبادل یکجا آبادکاری کے لئے چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ لیکن سب کچھ صدا بصحرا ثابت ہوچکا ہے اور موضع جڑی کے لوگوں کو بغیر انتظامات کئے گھروں سے نکال دیا گیا ہے۔ چنانچہ کارکنان لبت وکشاد کے اس غیر ذمہ دارانہ اور غیر ہمدردانہ سلوک سے متاثر ہوکر عوام نے احتجاجاً کرنل صاحب موصوف سے ملاقات کرتے آنے والے حالات اور موجودہ تکالیف بیان کیں اس موقع پر ڈپٹی کمشنر میرپور سردار رحمت اللہ خان بھی موجود تھے۔

(ہفت روزہ سرفروش راولپنڈی ۱-۹-۶۲)

متاثرین منگلا ڈیم کی صدر ایوب کی خدمت میں اپیل

محترم! میرپور کے عوام بالعموم اور منگلا و جڑی کس ڈیم کے متاثرین بالخصوص منگلا کے مقام پر آپ کے ورود مسعود کا بیقراری سے انتظار کر رہے تھے کہ آپ وہاں پہنچ کر ان کو ملیں گے۔ اور ان کے دکھ درد اور مطالبات اپنے کانوں سے سنیں گے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ نامعلوم وجوہ کی بنا پر آپ کو لوگوں سے دور

رکھا گیا۔ اول تو لوگوں کو آپ کے دورے کی خبر تک نہ دی گئی دوسرے اخباروں میں بھی صرف ایک دو دن پہلے آپ کے دورہ کا ذکر کیا گیا تھا۔ تاہم متاثرہ لوگوں نے آپ سے ملنے کے لئے ایک وفد ترتیب دیا تھا۔ مگر ان کو ملنے کا موقع نہ دیا گیا جس سے وہ بے حد پریشان ہوئے اس پر دوسرے دن کے اخباروں میں آپ کے ارشادات "کہ میرپور کے متاثرین کو غیر واجب معاوضہ کی توقع نہیں رکھنی چاہئے کیونکہ انہیں جو معاوضہ دیا جا رہا ہے وہ عام حالات میں نہیں مل سکتا"۔ انہیں نہ صرف مایوس کر دیا بلکہ میرپور کے ان لوگوں کے گھروں میں جنہوں نے اپنے عزیز ترین وطن پاکستان کی خاطر اتنی بڑی قربانی دینا نامساعد حالات میں بھی گوارہ کر لیا تھا صف ماتم بچھ گئی۔

جناب والا! ہم جانتے ہیں کہ آپ کو اس سلسلہ میں غلط اور گمراہ کن اطلاعات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اگر آپ حقائق معلوم کرنا چاہیں جو کہ آپ کا فرض بھی ہے تو آپ ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کر دیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میرپور کے محب وطن اور پرامن متاثرین اپنے خطہ عزیز کو چھوڑنے میں کیوں پس وپیش کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم آپ کو چند حقائق سے آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

۱۔ معاوضہ کے سلسلے میں آپ کو جو تاثر دیا گیا ہے وہ سفید جھوٹ ہے۔ لوگوں کو ان کے جائز حقوق سے بہت کم معاوضہ دیا جا رہا ہے اس کے مقابلہ میں واپڈا جو زمین دے رہا ہے اس کا ریٹ بہت زیادہ رکھا گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واپڈا مظلوم متاثرین سے سودا کر رہا ہے اور ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھا رہا ہے صرف میرپور ٹاؤن کی مثال لے لیں وہاں ایک کنال کے پلاٹ کے بجائے ناکارہ زمین کے مالکان کو برائے نام معاوضہ دیا گیا ہے مگر اسی ایک کنال کے تین ہزار تین صد واپڈا لوگوں سے وصول کرنے کے منصوبے تیار رہا ہے۔

۲۔ لوگوں نے نئے مکانوں تک کا معاوضہ بھی ۱/۲ سے کم دیا جا رہا ہے۔ زمینوں اور فصلوں کے معاوضہ میں بھی بڑی ناانصافی سے کام لیا جا رہا ہے اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

۳۔ متاثرین کو یہ الزام دیا گیا ہے کہ وہ انخلاء میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور اس وجہ سے کام میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں حقائق یہ ہیں کہ محکمہ منگلا ڈیم ری سیٹلمنٹ تقریباً سات آٹھ سال سے وجود میں آیا ہوا ہے مگر تاحال متاثرین کی آباد کاری کے لئے ان کے پاس کوئی زمین نہیں اور نہ ہی رہائش کا کوئی معقول بندوبست ہے۔ جڑی کس ڈیم والوں کے لئے عرصہ ہوا لائل پور اور سمندری میں اس وقت زمین دینے کا وعدہ کیا گیا تھا جبکہ واپڈا والوں اور متعلقہ حکام کی تباہی کی وجہ سے پولیس کو لا سامنے کھڑا کیا تھا۔ اور آئی جی پی، سیکرٹری جنرل اور کچھ دوسرے حکام مثلاً ڈپٹی کمشنر میرپور کی فراست کی وجہ سے تصادم کے بجائے تعاون کی فضا پیدا ہو کر زمین دینے کا وعدہ ہوا تھا۔ مگر کئی ماہ سے وہ زمین ان لوگوں میں جو بے حال غیر آباد پڑے ہوئے ہیں تقسیم نہیں کی گئی ہے۔ ۱۴½ ہزار زمین کا وعدہ کیا گیا تھا مگر ابھی تک بقول واپڈا آٹھ ہزار کا بندوبست ہو سکا ہے اور اس کو عرصہ دو ماہ سے متاثرین کے نمائندے دیکھ کر منظوری بھی دے چکے ہیں۔ مگر ابھی تک یہ زمین الاٹ نہیں کی گئی۔ اسی طرح لوگوں کے معقول رہائشی بندوبست کی غیر موجودگی میں ہم نے ایک ٹاؤن بنانے کے لئے واپڈا کے چیئرمین مسٹر اسحاق سے وعدہ لیا تھا مگر اس روایت۔ کہ "وعدہ کروا اور کام نکالو۔ اور کام نکلنے کے بعد وعدہ ایفا کرنے سے انکار کر دو" کے اصول کے تحت کچھ بھی نہیں ہوا غیر آباد لوگوں کے لئے بلاہ گالہ کے مقام پر کچھ کوارٹروں کا بندوبست کیا گیا تھا جو ایک تو زمینداروں کے لئے بالکل ناکافی تھے اور دوسرے ان کی عزت اور غیرت سے قطعاً منافی تھے۔ منگلا ڈیم کے عملہ کے لئے تو اچھی رہائش کا فوراً بندوبست کر لیا جاتا ہے۔ مگر متاثرین کے لئے سات آٹھ سال میں کچھ نہیں ہو سکا اور جب ان کے انخلاء کی ضرورت پڑی ہے تو پولیس کو لا کر ان کی عزت کو چیلنج کیا گیا اور شدت کی سردی میں لوگوں کو ان کے مکانوں سے نکال کر بغیر رہائش کا بندوبست کئے پھینک دیا گیا۔ ایک گاؤں میں عرصہ تک وہاں کے لوگوں کو شدید سردی اور بارش میں نکال کر پولیس سے پرامن لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے رکھا گیا ہے تا کہ وہ جائز مطالبات کی بنا پر انخلاء سے انکار نہ کریں۔

۴۔ متاثرین کے لئے اتنے مسائل پیدا کر دئے گئے ہیں کہ وہ ان کو حل کرانے کے لئے عرصہ سے سرگرداں اور پریشان ہیں۔ پٹواری، گرداور اور سیٹلر وغیرہ کے چکر میں ان کو ایسا پھنسایا گیا ہے کہ وہ چکر ختم ہونے کو نہیں آتا۔ لوگوں نے جو تھوڑا بہت معاوضہ لیا بھی ہے وہ اس چکر میں ختم کر رہے ہیں بلکہ کر چکے ہیں۔ ایسے ایسے مسائل ہیں جو آباد کاری کی جگہ سے آ آ کر سالوں میں ختم نہیں ہو سکتے۔

آخر میں ہم وثوق سے کہنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ نے تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جو جو نہایت ضروری ہے تو یہ تمام حقائق ثابت کر سکیں گے بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت سے حقائق مثلاً منگلا ڈیم میں متاثرین کو چھ فیصد اسامیوں پر مقرر کرنے کے وعدہ کے خلاف غیر مستحق لوگوں کی بھرتی وغیرہ اور اسی طرح کے کئی دوسرے امور منظر عام پر لائے جا سکیں گے۔

راجہ محمد نجیب خان بی اے چیئرمین یونین کونسل اکال گڑھ متاثرہ منگلا و
جڑی کس ڈیم میرپور آزاد کشمیر
محمد شریف ڈمیالوی ایم اے

(متاثرہ منگلا و جڑی کس ڈیم میرپور آزاد کشمیر)

(روزنامہ کوہستان راولپنڈی ۲۰ اپریل ۱۹۶۳ء)

کہتی ہے خلق خدا

(ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی خدمت میں

مکرمی! میرپور کے عوام کو بالعموم اور منگلا ڈیم و جڑی کس ڈیم کے بے کس اور مظلوم متاثرین کو بالخصوص آپ کے منگلا کے مقام پر ورود مسعود کا اخباروں میں پڑھ کر خوشی ہوئی تھی اور وہ بیقراری سے آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ کو وہاں پہنچ کر وہاں ملیں گے اور ان کے دکھ درد اور مطالبات مبنی برحق اپنے کانوں سے سنیں گے مگر افسوس صد افسوس کہ آپ وہاں گئے مگر نامعلوم وجوہات کی بنا پر آپ کو لوگوں سے دور رکھا گیا۔

اول تو چونکہ لوگوں کو آپ کے دورہ کی خبر تک نہ دی گئی تھی اور دوسرے چونکہ اخباروں میں بھی ایک دو دن پہلے آپ کے دورے کا ذکر کیا گیا تھا۔ لہٰذا کچھ باشعور اور نزدیک کے لوگوں نے آپ سے ملنے کے لئے وفد ترتیب دیا تھا مگر جب ان کو ملنے کا موقع نہ ملا تو وہ بے حد پریشان ہوئے اس پر دوسرے دن کے اخباروں میں آپ کے اس ارشاد پر کہ میرپور کے متاثرین کو غیر واجب معاوضہ کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے کیونکہ انہیں جو معاوضہ دیا جا رہا ہے وہ عام حالات میں نہیں مل سکتا۔ جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور میرپور کے ان لوگوں کے گھروں میں جنہوں نے اپنے عزیز ترین وطن پاکستان کی خاطر اتنی بڑی قربانی دینا مزید حالات میں بھی گوارہ کر لیا تھا۔ صف ماتم بچھ گئی۔

جناب عالی! ہم جانتے ہیں کہ آپ کو اس سلسلہ میں غلط اور گمراہ کن اطلاعات بہم پہنچائی گئیں ورنہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں اگر آپ حقائق معلوم کرنا چاہیں جو کہ آپ کا فرض بھی ہے تو آپ ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کریں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میرپور کے محب وطن اور پر امن متاثرین اپنے خطہ عزیز کو چھوڑنے میں کیوں پس و پیش کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم آپ کو چند حقائق سے آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں

(۱) معاوضہ کے سلسلہ میں جو تاثر آپ کو دیا ہے وہ سفید جھوٹ ہے لوگوں کو ان کے جائز حق سے بہت کم معاوضے دئے جا رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں جو واپڈا زمین دے رہی ہے اس کا ریٹ بہت زیادہ رکھا گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واپڈا مظلوم متاثرین سے سودا کر رہی ہے اور ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی خواہاں ہے۔ اس سلسلے میں صرف میرپور ٹاؤن کی مثال لے لیں وہاں ایک کنال کے پلاٹ کے لئے پتھریلی ناکارہ زمین کا مالکان کو برائے نام معاوضہ دیا گیا ہے مگر اس ایک کنال کے تین ہزار تین صد روپے واپڈا لوگوں سے وصول کرنے کے لئے در پے ہے۔ لوگوں کے نئے مکانوں تک کا معاوضہ بھی ۲/۳ سے کم دیا جا رہا ہے زمینوں اور فصلوں کے معاوضوں میں بھی بڑی ناانصافی سے کام لیا جا رہا ہے اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

۲۔ متاثرین کو الزام دیا گیا ہے کہ وہ انخلاء میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور اسی وجہ سے کام میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں حقائق یہ ہیں کہ محکمہ منگلا ڈیم ری سٹلمنٹ تقریباً آٹھ سال سے ملک کے خزانہ پر بوجھ بن کر وجود میں آیا ہوا ہے مگر تا حال متاثرین کی آباد کاری کے لئے ان کے پاس کوئی زمین نہیں اور نہ ہی رہائش کے لئے ان کے پاس کوئی زمین اور معقول بندوبست ہے جڑی کس ڈیم والوں کے لئے عرصہ ہوا لائل پور اور سمندری میں اس وقت زمین دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ جبکہ واپڈا والوں اور متعلقہ حکام کی نااہلی کی وجہ سے پولیس لا کر سامنا کیا گیا تھا۔ اور آئی جی پی اور سیکرٹری جنرل اور کچھ دوسرے حکام ضلع کی فراست کی وجہ سے تصادم کے بجائے تعاون کی فضا پیدا ہو گئی زمین دینے کا وعدہ ہوا تھا مگر کئی ماہ سے وہ زمین ان لوگوں میں جو بے حال غیر آباد پڑے ہیں تقسیم نہیں کی گئی۔ چودہ ہزار ایکڑ زمین کا وعدہ کیا گیا تھا مگر ابھی تک بقول واپڈا آٹھ ہزار کا بندوبست ہو سکا ہے اور اس کو عرصہ دو ماہ سے متاثرین کے نمائندے دیکھ کر منظوری بھی دے چکے ہیں مگر ابھی تک اس کو الاٹ نہیں کیا گیا۔ اسی طرح لوگوں کے معقول رہائش بندوبست کی عدم موجودگی میں ہم نے ایک ٹاؤن بنوانے کے لئے واپڈا کے چیئرمین سے ایک وعدہ لیا تھا مگر شاید واپڈا کے ہاں اس روایت کے "وعدہ کرو کام نکلوا اور کام نکلنے کے بعد وعدہ ایفا کرنے سے انکار کر دو" کے تحت کچھ بھی نہیں ہوا۔ غیر آباد لوگوں کے لئے بلاہ گالہ کے مقام پر کچھ کوارٹروں کا انتظام کیا گیا تھا۔ جو ایک تو زمینداروں کے لئے بالکل ناکافی تھے اور دوسرے ان کی غیرت اور عزت کے قطعاً منافی تھے۔ منگلا ڈیم کے عملہ کے لئے تو ابر قنڈ لینڈ رہائش تک کا فوراً بندوبست کیا جاتا رہا۔ مگر متاثرین کے لئے سات آٹھ سال میں کچھ نہیں ہو سکا اور جب ان کے انخلا کی ضرورت پڑی ہے تو پولیس کو لا کر ان کی عزت کو چیلنج کیا گیا اور شدت کی سردی میں لوگوں کو ان کے مکانوں سے نکال کر بغیر رہائش کا بندوبست کئے پھینکا گیا۔ ایک گاؤں میں عرصہ تک وہاں کے لوگوں کو شدید سردی اور بارش میں نکال کر پولیس کو پر امن لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے رکھا گیا۔ تاکہ وہ جائز مطالبات پر انخلاء سے انکار نہ کریں۔

(۳) متاثرین کے لئے اتنے مسائل پیدا کر دیئے گئے کہ ان کو حل کرانے کے لئے عرصہ سے سرگردان اور پریشان ہیں۔ پٹواری گرداور اور سپروائزر وغیرہ کے چکر میں ان کو ایسا پھنسایا گیا ہے کہ وہ چکر ختم ہونے کو نہیں آتا۔ لوگوں نے جو تھوڑا بہت معاوضہ

لیا ہے وہ بھی اس چکر میں ختم کر رہے ہیں۔ بلکہ کر چکے ہیں۔ ایسے مسائل ہیں جو آبادکاری کی جگہ سے آ آ کر سالوں ختم نہیں ہو سکتے۔

آخر میں ہم آپ کے گوش گزار کر رہے ہیں کہ اگر آپ نے تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جو کہ نہایت ضروری ہے تو ہم یہ تمام حقائق ثابت کر سکیں گے بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت سارے حقائق مثلاً منگلا ڈیم میں متاثرین کو 75 فیصدی آسامیاں پر مامور کرنے کے وعدے کے خلاف غیر مستحق لوگوں کی بھرتی اور اس طرح کے کئی دوسرے امور منظر عام پر لائے جا سکیں گے۔

(۱) راجہ محمد نجیب خان بی۔اے چیئرمین یونین کونسل اکال گڑھ

(۲) محمد شریف ڈمیالوی ایم۔اے متاثرین منگلا ڈیم رجسٹری کس ڈیم میرپور آزاد کشمیر

(ہفتہ روزہ نیم میرپور ۲۵ اپریل ۱۹۶۷ء)

متاثرین منگلا ڈیم کا اجتماع

میرپور (نامہ نگار) چوہدری محمد حسین ایڈووکیٹ کی جائے رہائش پر متاثرین منگلا ڈیم کا ایک اجتماع ہوا جس میں اتفاق رائے سے چوہدری محمد حسین ایڈووکیٹ میرپور سابق وزیر خزانہ آزاد کشمیر کو کنوینر منتخب کیا گیا اور مندرجہ ذیل ممبران کمیٹی منتخب کئے گئے۔ راجہ محمد نجیب خان جمعدار محمد حسین خواجہ محمد یوسف صراف ایڈووکیٹ ملک عبدالمجید ایڈووکیٹ چوہدری لال خان ایڈووکیٹ چوہدری محمد اکبر بنگہ، چوہدری خادم حسین مرزا احمد حسین خان، صوبیدار فتح خان پیارا اور پیر عزیز بادشاہ۔ کمیٹی کی باقاعدہ تنظیم اور انتخاب کے لئے ۲۷ اپریل کو ایک اور اجلاس طلب کیا گیا ہے یہ کمیٹی متاثرین منگلا ڈیم کے حقوق کی حفاظت کے لئے تشکیل کی گئی ہے۔ (نوائے وقت راولپنڈی ۲۶ اپریل ۱۹۶۷ء)

یہ آزاد کشمیر ہے

آزاد کشمیر میں عوام کا یہ مطالبہ اب شدت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ حکومت پاکستان اور حکومت آزاد کشمیر کے مابین جو رولز آف بزنس عرصہ سے چلے آ رہے ہیں ان میں ترمیم کر دی جائے یہ رولز آف بزنس میں ترمیم اس لئے بھی ناگزیر ہے کہ اس کی موجودگی میں آزاد کشمیر کی ترقیاتی سکیموں اور دوسرے اہم منصوبوں کے پایۂ تکمیل کو پہنچنے میں بڑی کاوشیں رکاوٹیں حائل ہیں۔ اگر رولز آف بزنس میں ضروری ترامیم کر دی جائیں تو آزاد کشمیر میں کافی حد تک تعمیر و ترقی کے کام ہو سکتے ہیں اگر دیانتداری محنت اور خلوص کے ساتھ کام کیا جائے تو آزاد کشمیر کو ایک مثالی ملک بنایا جا سکتا ہے۔ آزاد کشمیر کے عوام اس وقت جن مسائل سے دوچار ہیں ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے رولز آف بزنس میں ترمیم ہر حالت میں ہو جانی چاہیئے آزاد کشمیر کے عوام حکومت پاکستان سے مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جس قدر جلد ممکن ہو رولز آف بزنس کی قابل اعتراض دفعات پر خط تنسیخ کھینچ دیا جائے اگر آزاد کشمیر کی سابقہ حکومتوں نے کسی مصلحت یا دباؤ کے تحت اپنے اختیارات محدود کر لئے تھے تو اب ایسی کوئی مصلحت نہیں جس کے تحت آزاد کشمیر کے عوام کے حقوق اور مسائل کو حل کرنے کی بجائے انہیں بستہ خاموشی میں رکھا جائے اب حالات روز بروز بدل رہے ہیں ان بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں بھی ضرورت ہے کہ آزاد کشمیر کے مسائل پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے۔

منگلا ڈیم کے عظیم منصوبہ کی تکمیل کے سلسلہ میں میرپور کے عوام نے حکومت پاکستان کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا ہے انہوں نے اپنے آبائی ملک سے ہجرت کرنے اور پاکستان میں آباد ہونے کے سلسلہ میں بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیا ہے انہوں نے ہر قسم کی تکلیف اٹھانا گوارا کر لیں لیکن پاکستان سے اپنی وابستگی اور عقیدت سے سر مو بھی انحراف نہیں کیا۔ میرپور کے متاثرہ لوگوں کو اپنے قریبی علاقوں میں آباد کرنے کے وعدے کئے گئے ہیں مگر بعد میں انہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے لیت و لعل سے کام لیا گیا اور ان کی آبادکاری کے سلسلہ میں رکاوٹوں پر رکاوٹیں پیدا کی جاتی رہیں۔ حتیٰ کہ کئے گئے مواعید کی بھی چنداں پرواہ نہیں کی گئی حکومت آزاد کشمیر اور حکومت پاکستان کے درمیان "وقتاً فوقتاً" بات چیت ہوتی رہی اس پر بھی عمل کرنے کی کوشش کی گئی۔ بعض خود غرض اور جذبہ انسانی سے عاری لوگوں کے اس قدر غیر ملانی کارروائیاں کیں جن سے عوام کو بہت ہی مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ واپڈا کے چیئرمین مسٹر غلام اسحٰق کے بارے میں عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک دردِ دل رکھنے والے مسلمان ہیں اور میرپور کے عوام کو بھی انہی نظروں سے دیکھتے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کے ماتحت کام کرنے والے اکثر ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں میرپور کے عوام سے کوئی ہمدردی یا دلچسپی نہیں وہ رواداری اور اخوت کے اصول سے آشنا نہیں۔ وہ صرف عوام کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے علاوہ کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے واپڈا کے چیئرمین مسٹر غلام اسحٰق اگر چاہیں تو وہ ایسا لائحہ عمل مرتب کر سکتے ہیں جس سے سرکاری افسروں پر آسانی کے ساتھ کنٹرول کیا جا سکتا ہے اور انہیں صحیح طریقہ پر چلایا جا سکتا ہے اس کے علاوہ جو لوگ میرپور کے متاثرہ عوام کو آباد کرنے کے بجائے ان کی بربادی کا باعث ہو رہے ہیں انہیں بھی صراطِ مستقیم پر چلانے کی بے حد کوشش کرنا چاہیئے۔ متاثرہ افراد کو ستانا کسی طور پر بھی مناسب نہیں۔ میرپور کے عوام جب کہ پاکستان کی خاطر سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان کی متبادل آبادکاری کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو؟ جب سرکاری لوگوں کو مختلف بیراجوں میں اعلیٰ قسم کی زمینیں دی جا رہی ہیں اگر ان کی بجائے میرپور کے متاثرہ عوام کو وہاں بسایا جائے تو اس میں کونسا امر مانع ہے؟ ہم سرکاری لوگوں سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ بھی خدا سے ڈریں اور حد سے تجاوز نہ کریں ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی صرف اللہ پاک کی ذات ہے غلط طریقہ سے حاصل کی ہوئی مراعات

مایوس بھی ہو جایا کرتی ہیں۔ لہٰذا میرپور کے متاثرہ عوام سے کئے گئے وعدوں کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے اور ان کی بے اطمینانی کو جتنا جلد ممکن ہو دور کیا جائے۔

جموں وکشمیر کے مہاجرین مقیم پاکستان اور آزاد کشمیر کے عوام عرصہ سولہ سال سے یہ آس لگائے ہوئے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کا کوئی ایسا منصفانہ حل نکل آئے جس سے مہاجرین اور آزاد کشمیر کے عوام کی پریشانیاں دور ہوں۔ کشمیر کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جتنی کوششیں کی گئی ہیں وہ سب کی سب اکارت گئی ہیں۔ ان سے مسئلہ کشمیر کے حل کرنے میں کوئی مدد نہیں ملی بلکہ مسئلہ روز بروز الجھتا ہی جارہا ہے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آزاد کشمیر کے عوام اور مہاجرین جموں وکشمیر کی خاطر خواہ امداد کی جائے تاکہ وہ اپنے وطن کی آزادی کے لئے خود کچھ کر سکیں یہ اسی طرح بھی ہو سکتا ہے کہ حکومت اور سیاسی جماعتیں میدانِ عمل میں آئیں اور کشمیری عوام کی آزادی کے لئے کوئی مثبت قدم اٹھائیں آزادی وہی قومیں حاصل کرتی ہیں جو قربانی دینا جانتی ہیں۔

آزاد کشمیر میں اس بار بھی درآمدی لائسنسوں کی تقسیم کے سلسلے میں انصاف اور دیانتداری کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا۔ حکومت آزاد کشمیر نے اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی بھی مقرر کر رکھی تھی جس میں بعض سٹیٹ کونسلر بھی تھے اگر ان لائسنسوں کی طویل فہرست پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہی نظر آئے گا کہ سب سے زیادہ فائدہ کمیٹی کے بعض ممبروں کے دوستوں، رشتہ داروں اور حاشیہ برداروں کو ہی پہنچا ہے۔ عام طور پر درخواستیں مسترد کر دی جاتی رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بعض سٹیٹ کونسلروں نے سیالکوٹ۔ گجرات گوجرانوالہ جیسے مقامات پر اکثر ایسے لوگوں کو لائسنس دلا رہے ہیں جنہیں کشمیر سے دور کا تعلق بھی نہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان سٹیٹ کونسلروں نے کونسل کے اجلاس میں صدر خورشید پر کے الفاظ میں جو نکتہ چینی کی ہے اس کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ سٹیٹ کونسلروں (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے یا الا بلا برگردنِ ملا) نے جو کارنامہ خود سرانجام دیا ہے اسے بھی دوسروں کے ذمہ لگانے کی کوشش کی ہے ان سٹیٹ کونسلروں سے بعض لوگ کچھ توقعات بھی رکھتے ہیں مگر افسوس کہ اس معیار پر پورا اترنا ان کے بس کی بات نہیں۔

(چٹان کشمیر ۲۹ اپریل ۱۹۶۳ء)

قابل توجہ کلکٹر صاحب منگلا ڈیم میرپور

۱۔ ہم اہالیانِ پوٹھ بنیسی متاثرہ جڑی کس ڈیم ہیں۔ اور ہمارا موضع ورکنگ ایریا میں واقع ہونے کی وجہ سے بہت جلد خالی کرایا جارہا ہے لیکن ابھی تک نہ تو ہمیں زمین الاٹ ہوئی ہے اور نہ ہی ہماری رہائش کا انتظام کیا گیا ہے جس سے ہم سخت پریشان ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم سے قبل جن لوگوں کا انخلاء ہو چکا ہے ان کی حالتِ زار ہمارے سامنے ہے

۲۔ ہائی سکول پوٹھ بنیسی کا انخلاء بھی آبادی کے ساتھ ہی درکار ہے۔ اور علاقہ ہذا کے بچوں کی تعلیم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی چنانچہ اس عظیم نقصان کو سامنے رکھتے ہوئے کئی ماہ سے سکول ہذا کی بلڈنگ کو منتقل کر کے کاکڑہ پہ تعمیر کرانے کی استدعا کی جارہی ہے۔ لیکن آج تک اس کی جانب کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ موجودہ سکول بلڈنگ عوام نے اپنے اخراجات پر تعمیر کی ہوئی ہے جس کا معاوضہ چوبیس ہزار روپے بنا ہوا ہے اور یہی کاکڑہ پر جہاں علاقہ ہذا کی اپنی ملکیتی زمین ہے۔ اسی معاوضہ سے سکول بلڈنگ تعمیر ہو سکتی ہے

۳۔ یہ کہ علاقہ ہذا کے بیشتر لوگ یہی کاکڑہ پر اپنی رہائش رکھنا چاہتے ہیں اور جو نقل مکانی کر کے پنجاب میں جانا چاہتے ہیں وہ بھی سردست کچھ عرصہ کے لئے یہاں ہی رہائش رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے علاقہ ہذا کے لوگوں نے ہی پرٹاؤن تعمیر کرنے کے لئے استدعا کی تھی اور چیئرمین صاحب واپڈا نے ٹاؤن تعمیر کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ لیکن اس وعدہ کو آج تک معرضِ التوا میں رکھا گیا ہے اور اس طرح آبادی کی اہم ذمہ داری سے محکمہ متعلقہ عہدہ برا نہیں ہو سکا۔

اس لئے موضع پوٹھ بنیسی کے انخلاء سے قبل مندرجہ ذیل مطالبات پورے کئے جائیں۔ اس سے حکومت اور عوام دونوں مستفید ہوں گے۔

(الف) مجوزہ کاکڑہ ہی کو ہموار کر کے پلاٹ بنائے جائیں اور تقسیم کر کے کنبوں کے لئے خیمہ ہائے نصب کئے جائیں۔ تاکہ ہم معہ عیال اور سامان بحفاظت منتقل ہو سکیں۔

(ب) ایسے تمام کنبوں کے لئے پانی کا انتظام کیا جائے اور ساتھ ساتھ مستقل طور پر پانی کا انتظام بھی شروع کر دیا جائے اگر پانی مجبوریاں مانع ہوں تو مواضعات کاکڑہ اور پوٹھ کے چاہات گلیاں، قبرستان وغیرہ کے معاوضہ جات سے پانی اور ٹاؤن کے دیگر اخراجات نکل سکتے ہیں اور اگر معاوضہ بڑھ جائیں تو شاملات دیہہ کے معاوضہ سے پورے کئے جاسکتے ہیں۔

(ج) ہائی سکول پوٹھ بنیسی کے معاوضہ (جو پبلک کا ذاتی ہے) سے فوری طور پر یہی کاکڑہ بلڈنگ کی تعمیر شروع کی جائے اور مکمل ہونے تک کے عرصہ کے لئے طلباء کے لئے عارضی شیڈ تیار کرائے جائیں۔ تاکہ بچوں کی تعلیم متاثر نہ ہوں۔

(۱) ہماری فصلیں کھلیانوں میں جمع ہیں انخلاء کی صورت میں فصلیں گورنمنٹ خود سنبھالے اور ہمیں معاوضہ دیا جائے بصورت دیگر فصل سنبھالنے تک انخلاء ملتوی کر دیا جائے۔

(۲) جو لوگ نقل مکانی کر کے پنجاب میں جانا چاہیں انہیں تمام اراضی جو ۱۲۱۰ فٹ کی حدوں سے باہر معاوضہ ادا کیا جائے اور جن کا کنبہ نہیں بنتا ۱۲۱۰ کے باہر کی اراضی حاصل کر کے کنبہ بنایا جائے اور زمین دی جائے۔

(۳) چیف انجنیئر صاحب آبادکاری کی حالیہ چٹھی سے معلوم ہوا ہے کہ انخلاء کے بعد پنجاب کی اراضی سے فصل ہونے تک ہمارے خورد و نوش کا حکومت کوئی انتظام نہیں کرے گی۔ اور یہ کہ اگر زمین پسند نہ آئے تو ایسے آدمیوں کو نقد معاوضہ دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں انخلاء سے قبل اس امر کا تحریری یقین دلایا جائے کہ نئی زمین کی فصل حاصل ہونے تک متاثرین کو لائل پور کے نرخوں کے مطابق خصلانہ معاوضہ دیا جائے جیسا کہ حکومت کا فرض بھی ہے اور وعدہ بھی نیز یہ کہ جس آدمی کو بے کار زمین الاٹ ہوئی ہے اسے نقد معاوضے کے بجائے کسی دوسری جگہ اراضی دی جائے ورنہ نقد معاوضہ سے کئی خاندان تباہ ہو جائیں گے۔

(منجانب اہالیان ڈڈیال بذریعہ راجہ محمد بخش خان)

(ہفت روزہ نیم جہلم و میرپور ۲ مئی ۱۹۶۳ء)

اداریہ

منگلا ڈیم کے متاثرین

ہمارے پاس منگلا ڈیم کے متاثرین کے متعدد وفود آئے ہیں جنہوں نے بتایا ہے کہ ان کے ساتھ کئے گئے مواعید پورے نہیں کئے جا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا کہنا ہے کہ جب یہ منصوبہ تیار کیا گیا تھا تو انہیں بار بار یہ یقین دلایا گیا تھا کہ ڈیم کے جملہ متاثرین کو سابقہ پنجاب کے کالونی اضلاع میں آباد کیا جائے گا لیکن اب یہ کہا جا رہا ہے کہ سابقہ پنجاب میں صرف پچاس ہزار ایکڑ اراضی متاثرین کے لئے مہیا ہو سکی ہے اور بقایا اراضی انہیں گدو بیراج اور غلام محمد بیراج میں دی جائے گی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ حکومت کو اپنے اس وعدہ کے ایفا میں کہ منگلا ڈیم کے جملہ متاثرین سابقہ پنجاب کے کالونی اضلاع میں ہی آباد کئے جائیں گے۔ کونسی مشکلات حائل ہیں۔ لیکن اخبارات میں ہر روز سابقہ پنجاب کے کسی نہ کسی ضلع کی سرکاری اراضی کے نیلام کا اعلان ہوتا رہتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے پاس فالتو زمین تو موجود ہے لیکن کسی مصلحت کی بنا پر وہ منگلا ڈیم کے متاثرین کو دینے کے بجائے بذریعہ نیلام فروخت کرنا زیادہ بہتر سمجھتی ہے۔ ہم حکومتِ پاکستان سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنے سابقہ مواعید کو وقت پر پورا کرے۔ تاکہ متاثرہ افراد دل شکستگی اور آزردگی کی بجائے نقلِ مکانی کے مصائب کو بطیب خاطر قبول کر سکیں۔

اس سلسلہ میں ہمیں ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حکام مجاز نے پہلے مرحلہ میں صرف ان لوگوں کو گھروں سے نکالنے کا منصوبہ بنایا تھا جو ورکنگ ایریا میں آتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے یہ اصول طے کیا گیا تھا کہ انہیں کالونی اضلاع میں ان کے حسبِ منشا زمین دی جائے گی چنانچہ اس اصول کے تحت کوئی چھ سو کنبوں کو سرگودھا اور گوجرانوالہ کے اضلاع میں زمین بھی الاٹ کر دی گئی ہے۔ لیکن اب اس اصول کو تبدیل کیا جا رہا ہے، اور بعض ایسے علاقے کے لوگوں کو بھی جو ورکنگ ایریا میں نہیں ہیں اور جنہوں نے کسی نہ کسی طرح آزاد کشمیر کے اربابِ اختیار کو متاثر کر لیا ہے ورکنگ ایریا والوں کے ساتھ ہی کالونی اضلاع میں ان کے حسبِ منشا زمین دی جا رہی ہے۔ اگر یہ اطلاع درست ہے تو بجا طور پر یہ قابلِ اعتراض ہے اول تو اصول ہی ایسا وضع کرنا چاہیئے جس سے کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہو۔ دوم اصول وضع کر دینے کے بعد اس کا اطلاق جلد اور رعایت سب پر یکساں ہونا چاہیئے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی گروہی نسلی یا قبائلی عصبیت کو اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

ہماری معلومات کے مطابق منگلا ڈیم سے متاثر ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس پر طرہ یہ کہ وہ سب کے سب معاشرتی اور ثقافتی لحاظ سے ایک وحدت اور عزیز داری کے گوناگوں رشتوں میں منسلک ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ مغربی پاکستان کا سابقہ پنجاب ہی وہ واحد علاقہ ہے جس سے وہ تمدنی اور معاشرتی قرابت بھی رکھتے ہیں اس لئے ان کا یہ مطالبہ بالکل بجا ہے کہ انہیں سابقہ پنجاب کے کالونی اضلاع میں ہی آباد کیا جائے اور اس ضمن میں پہلے اور دوسرے مرحلہ کا کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے۔ البتہ ورکنگ ایریا والوں کو ترجیح دی جائے تاکہ جو سلسلہ شروع ہو چکا ہے وہ حسن و خوبی کے ساتھ جاری رہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ترجیح صرف ورکنگ ایریا والوں کے لئے ہو۔

(روزنامہ کوہستان راولپنڈی ۲ مئی ۱۹۶۳ء)

منگلا ڈیم کے متاثرین کی حالتِ زار

مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں کہا گیا ہے کہ منگلا ڈیم کے متاثرین کا انخلاء تیزی سے کیا جا رہا ہے لیکن ان کی آبادکاری اور

معاوضوں کی ادائیگی کا طریق کار تسلی بخش نہیں۔ جس سے ہزاروں نفوس پر مشتمل متاثرین امید و بیم کے عالم میں پریشان گھروں سے بے گھر دربدری کی زندگی بسر کر رہے ہیں اس لئے یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت کے واضح مواعید کے مطابق متاثرین کو سابق صوبہ پنجاب کے اضلاع میں اراضی الاٹ کی جائے۔ انخلا اور اراضی کی الاٹمنٹ کی جائے۔ انخلاء اور اراضی کے درمیان اتنا عرصہ دینا چاہیئے کہ متاثرین الاٹ شدہ زمین سے فصل اگا سکیں اور وہاں اپنے مکانات تعمیر کر سکیں جو لوگ اپنی اراضیات کا قبضہ دے کر گھروں سے نکل چکے ہیں اور الاٹ شدہ زمین سے ابھی تک فصل پیدا نہیں ہوا انہیں تب تک فصلانہ معاوضہ دیا جائے۔ چیف ایڈمنسٹریٹر اور متاثرین منگلا ڈیم کمیٹی کے ممبران نے یکم جون کو میرپور کی میٹنگ میں جو فیصلے کئے تھے انہیں فوری طور پر عملی جامہ پہنایا جائے راولپنڈی میں یکم اگست کی منعقدہ میٹنگ میں چیف ایڈمنسٹریٹر نے ایک فیصلہ کی رو سے حکومت آزاد کشمیر کی جانب سے افسران و عملہ آبادکاری (محکمہ مال) کی تخفیف کردہ ہے جس سے متاثرین کو اراضیات کا قبضہ لینا اور مقامی قابضین سے فصلانہ وغیرہ وصول کرنے میں سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ لائل پور میں اراضیات کا قبضہ دیتے وقت تجربہ ہوا ہے اس لئے ایسے ملازمین کی تخفیف نہ کی جائے متاثرین کو خلاف وعدہ ناہموار اور بغیر نہری پانی کے اراضی الاٹ کی جارہی ہے جس سے متاثرہ الاٹیوں میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی ہے اس لئے حسب وعدہ ہموار زمین الاٹ کرتے وقت فوری طور پر پانی منظور کرایا جائے۔ تاکہ لوگوں کو آباد ہو کر روزی کمانے میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سطح سمندر سے ۱۲۱۰ کی لیول سے اوپر منگلا ڈیم ایریا میں ایکٹ حصول اراضی کا لامتناعی نفاذ ختم کیا جائے۔ متاثرہ علاقہ میں جس قدر لوگوں نے جتنے مکانات تعمیر کئے ہیں بلا کسی شرط ان کا معاوضہ دیا جائے۔ متاثرہ علاقہ میں متروکہ جائیداد کا الاٹیوں اور قابضین کو اسی گنے کے بجائے کرایہ کا چالیس گنا معاوضہ دے کر مالک قرار دیا جائے جیسا کہ پاکستان میں ہے اور اسی ضمن میں پاس شدہ قانون کو فوری طور پر عملی جامہ پہنایا جائے۔ جن متاثرہ دیہات کا ریکارڈ اراضیات جل چکا ہے وہاں جائدادوں کی ملکیت کا اندھا دھند اندراج نہ کیا جائے بلکہ دیہہ متعلقہ کے تمام لوگوں کو بلایا جائے اور پرچہ جات دیکھنے کے علاوہ معقول شہادتیں لے کر نیا ریکارڈ تیار کیا جائے ورنہ موجودہ صورت میں کئی غیر مستحق لوگ قبل از طلب کر کے لوگوں کی جائیدادوں پر ہاتھ صاف کریں گے نیز اس وقت جس قدر اس نوعیت کے کیس چل رہے ہیں ان کی اچھی طرح چھان بین کی جائے اور اقسام اراضیات مطابق صورت موقع درج کرائی جائیں اور اسی کے مطابق معاوضہ متعین کیا جائے۔ ورنہ انخلاء کرتے وقت سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ نیو میرپور ٹاؤن و دیگر نوآبادی بستیوں کی تیاری میں کوئی نمایاں پراگرس نہیں ہو رہی یہ کام بھی حکومت کے فوری توجہ کا محتاج ہے۔ منگلا ڈیم کے متاثرین کے جس قدر مقدمات چل رہے ہیں انخلاء سے قبل ان تمام مقدمات کا فیصلہ کیا جائے۔ تاکہ بعد کی تکالیف سے متاثرین کو نجات حاصل ہو سکے۔ منگلا۔ جری کس ڈیم کا ورکنگ ایریا خالی ہونے تک آبادکاری اور معاوضہ سے متعلقہ افسران وغیرہ کا رویہ معمولی حد تک ہمدردانہ رہا لیکن اس کے بعد متاثرین کے ساتھ دگرگوں سلوک کر کے عظیم قومی منصوبہ کے خلاف منافرت پیدا کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں اس لئے یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ ایک لاکھ نفوس کے انخلاء و آبادی کو خالصتاً انسانی مسئلہ تصور کرتے ہوئے متاثرین کو آبادکاری اور معاوضہ کے سلسلہ میں ہر جائز سہولت مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے اور متاثرین سے تعاون اور ہمدردی کا ثبوت دیا جائے۔ منگلا ڈیم ایریا میں مقیم مہاجرین کے ساتھ آبادکاری اور معاوضہ کے سلسلہ میں وہی سلوک کیا جائے جو باقی متاثرین کے ساتھ کیا جائے۔ (ہفت روزہ پاک کشمیر راولپنڈی ۱۲ اگست ۶۳ء)

منگلا ڈیم سے متاثرہ لوگوں کی آبادکاری

محمد شریف ڈمیالوی

منگلا ڈیم کا منصوبہ ایک کثیر المقاصد منصوبہ ہے جو پاکستان کو بنجر بننے سے بچانے اور دوسرے بے شمار فوائد حاصل کرنے کے لئے بنایا جا رہا ہے بھارت کے بدترین منصوبے جو پاکستان کے وجود کو ختم کرنے کے لئے بنائے جا رہے ہیں ان میں ایک یہ بھی تھا کہ ان دریاؤں کے پانی کو جو بھارت کے قبضہ میں کشمیر پر غاصبانہ قبضے سے آگئے تھے۔ سندھ کو ریگستان میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس ناپاک سازش سے بچنے کے لئے اس منصوبہ کا پایہ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہو گیا اور اسی وجہ سے متاثرین منگلا ڈیم نے اپنے وطن کی خاطر ان تمام مصائب کو برداشت کرنا گوارہ کر لیا جو ایک جگہ سے دوسری جگہ میں منتقل ہونے سے پیش آ سکتے تھے۔ مجھے نظریہ پاکستان کا زبردست حامی اور اسی وجہ سے کشمیر کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرانے والی جماعت آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس کا ایک رکن ہونے کا فخر حاصل

ہے۔ میں خود متاثرہ ڈیم ہوں اور اسی وجہ سے بڑے تلخ تجربات رکھتا ہوں میں حکام متعلقہ کی بدکاریوں سے ایک عرصے سے زبردست ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوں اور عرصے سے جو لاوہ جمع ہوا ہے اس سے کچھ کم تر اسی طرح سپرد قلم کرنے پر مجبور ہو رہا ہوں۔ تاکہ پاکستان کے بہی خواہ اور ذمہ دار اراکین حکومت اس طرف توجہ دے کر ان حالات کو ختم کر سکیں میں اور میرے ساتھیوں نے بڑی مشکل سے اپنی خودداری و ضمیر کی آواز اور عوام کے دباؤ کا مقابلہ کر کے حالات کو اعتدال پسند رکھا ہے مگر اب پانی سر سے اونچا ہوتا دکھائی دے رہا ہے اور ڈر ہے کہ پاکستان کے دشمن نمبر ا بھارت کو پروپیگنڈے کا کوئی موثر ہوا میسر نہ آجائے اس سلسلہ ہم فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی خدمت میں ایک اپیل بھی اخبارات میں شائع کر چکے ہیں جس میں ایک تحقیقاتی کمشن کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان جب منگلا گئے تھے تو نہ صرف ان کو عوام سے دور رکھا گیا تھا بلکہ غلط تاثر دیا گیا تھا۔ اور اسی وجہ سے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب نے ایک ایسا بیان دیا تھا جس سے وہ لوگ جو صدر کو منگلا کے مقام پر آنے سے پہلے خوش تھے اور جن کو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب نے نامعلوم کیوں شرف باریابی نہیں بخشا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ سخت پریشان ہو گئے تھے۔ سخت درد و کرب میں مبتلا کر دیا۔ میں ایک عرصے سے اس تمام کھیل کو دیکھ رہا ہوں اور ساتھیوں کے ساتھ کوشش میں ہوں کہ یہ کھیل کسی اچھے طریقے سے ختم کر دیا جائے مگر وائے ناکامی ہوس پرستوں اور بباطن ملک کے دشمن مگر بظاہر پاکستان کے محب حکمرانوں نے اس کھیل کو نہایت خطرناک راہوں پہ ڈال دیا ہے۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آکر نہ صرف باطل کو ختم کیا بلکہ حق کو ہمیشہ کے لئے قائم و دائم کر دیا تاکہ انسانیت اس راستہ پر چل کر ظلمتوں اور مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کر سکے اس عظیم ترین شخصیت نے جہاں اور بڑے بڑے سبق دئے وہاں یہ بھی کہا کہ اگر میری امت میں کبھی یہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ وہ بدکار کہنے سے خائف ہو تو یہ حالت امت کو موت اور تباہی کی طرف لے جائے گی۔ بہتر ہے کہ ایسے لوگ زمین کے اوپر ہونے کی بجائے اس کے نیچے ہوں"

اور اسی حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے آج میں کچھ ایسے لوگوں کی غلط کاریوں پر قلم اٹھا رہا ہوں جن کی غلط کاریوں سے نہ صرف کچھ انسان بلکہ تقریباً ایک لاکھ متاثرین منگلا ڈیم اور ان کے رشتہ دار بلکہ وہ لوگ بھی جو انسانیت کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں ان کے دکھوں پر تلملا اٹھے ہیں بلکہ اسلام کے نام پر حاصل کئے ہوئے پاکستان کے کشمیری مسلمانوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کا باعث ہوئے ہیں اور اس طرح پاکستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کے حامیوں کو زبردست مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ منگلا ڈیم کا منصوبہ ایک عظیم منصوبہ ہے جسے اس لئے بنایا جا رہا ہے تاکہ کشمیر سے نکلنے والے دریاؤں کے پانی کو کارآمد بنایا جا سکے۔

ہندوستان ایسا منصوبہ تیار کیا جس سے دریاؤں کا پانی پاکستان کنٹرول سکے۔

اس کے بعد پاکستان کے لئے اس قسم کا منصوبہ بنانا ضروری ہو گیا ہے۔ لہٰذا کشمیریوں نے جو پاکستان کو اپنا ملک سمجھتے ہیں اور اس کے لئے ہر قربانی کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ اس کے لئے قربانی دینا منظور کر لیا تھا۔ حکومت پاکستان نے اس قربانی کے لئے متاثرین کے حقوق کے تحفظ کے لئے بڑے دوررس فیصلے کئے تھے مگر نامعلوم کون سے عناصر اب ان فیصلوں پر عمل درآمد کرنے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ وعدے کئے جاتے ہیں مگر ایفا نہیں ہوتا۔ متاثرین کے ساتھ ایک وعدہ یہ کہ ان کو نہ صرف سابق پنجاب بلکہ نزدیک ترین اضلاع میں زمینیں دی جائیں گی۔ مگر اس کے برعکس اب متاثرین کو غلام محمد بیراج اور گدو بیراج کی بے کار زمینوں پر بسایا جانے کے منصوبے ہیں۔ تھل میں جوہر آباد کے مقام پر کوئی دو سو کے قریب کنبے آباد کئے جا رہے ہیں اور اس زمین کے سلسلہ میں جو بے کار بتائی جاتی ہے حکومت پاکستان اور آزاد کشمیر کے درمیان ایک معاہدہ بتایا جاتا ہے جس میں متاثرین کو تھل میں آباد نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا مگر حکام متعلقہ نے چند سرکاری ٹوڈیوں اور غدار صفت لیڈروں کو استعمال کر کے لوگوں کو اس علاقہ میں زمین الاٹ کرانے کے لئے آمادہ کر لیا ہے ان میں کچھ لوگ زمین دیکھنے کے بعد بڑے اداس اور پریشان ہیں اور کچھ اپنی خفت چھپانے کے لئے راضی برضا ہیں۔ یہ تو تھی نچلی سطح کی بات۔ اب میں منگلا ڈیم ری سٹلمنٹ کے محکمہ کی بدعنوانیوں کا مختصراً ذکر کرتا ہوں۔

۱۔ ڈیم کا محکمہ تقریباً سات آٹھ سال سے وجود میں آیا ہوا ہے۔ لوگوں کو گھروں سے نکالنے سے پہلے تقریباً دو سال پہلے اراضی الاٹ کر دی جائے گی اور جہاں زمین الاٹ ہو گی وہاں عارضی مکانات تعمیر کر دئے جائیں گے تاکہ

لوگ آسانی سے آباد ہو سکیں مگر جب انخلاء کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ نہ زمین کا بندوبست ہے اور نہ رہائش کا صرف چند ہٹمنٹس بنی ہوئی ہیں جو ایک زمیندار فیملی کے لیے عزت سے رہنے کے بالکل قابل نہیں لوگوں کو شدت کی سردی اور زبردست برسات کے موسم میں گھروں سے اٹھا کر پھینک دیا گیا۔ ہمارے ساتھیوں نے لوگوں کا ان کے رشتہ داروں وغیرہ کے گھروں میں بمشکل گزارے کا بندوبست کیا کچھ لوگوں کو ٹینٹوں میں رکھا گیا اور ان میں سے کچھ اب بھی اسی طرح پڑے ہوئے ہیں۔

۲۔ لوگوں کا انخلاء کرتے وقت ایک ہفتہ کے اندر اندر زمینوں کے بندوبست کا وعدہ کیا گیا۔ مگر اب آٹھ نو ماہ سے بھی زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بھی بندوبست نہیں ہوا۔ جڑی کس ڈیم کے متاثرین کو ساڑھے چودہ ہزار ایکڑ زمین لائن پور اور سمندری میں دینے کا وعدہ کیا گیا مگر ابھی تک صرف آٹھ ہزار ایکڑ زمین حاصل کی گئی ہے اور باقی زمین کا نام و نشان تک نہیں۔ جو زمین حاصل کی گئی ہے اس کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں لوگوں کو کافی پریشان کیا جا رہا ہے۔ جہاں زمین الاٹ کی جاتی ہے۔ وہاں خاطر خواہ قبضہ کا بندوبست نہیں کیا جاتا دور سے کھڑے ہو کر لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ وہ تمہاری زمین ہے۔ حالات ایسے ہیں کہ متاثرین کو مقامی لوگوں سے وہ زمین حاصل کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ شیطان صفت ٹوڈیوں کو استعمال کر کے لوگوں کو غلط تاثر دیا جاتا ہے تاکہ وہ غلط کار حکام کی مرضی پر چلیں۔ مگر ان کو زمین نہ ملنے تک کے تاثرات دے جاتے ہیں۔

۳۔ جن لوگوں کو زمین الاٹ کی گئی ہے ان کو زمین تک پہنچانے اور آباد کرنے تک کے تمام اخراجات واپڈا نے برداشت کرنے تھے مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

۴۔ واپڈا کے چیئرمین نے اپنے دورے کے وقت متاثرین جڑی کس ڈیم کے لیے ایک ٹاؤن بمقام کا کڑہ بنانے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ بعد میں اس وعدے سے منحرف ہو گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے اپنے اخراجات سے ٹاؤن بنوا کر دینے کو کہا تو بھی پس و پیش سے کام لیا جا رہا ہے۔ وعدے کئے جاتے ہیں اور اس وقت کئے جاتے ہیں جب لوگوں کو ہر طرف سے مجبور کر کے مطالبات منوانے کے لئے سامنے لا کھڑا کیا جاتا ہے مگر جب کام نکل جاتا ہے تو وعدوں سے منحرف ہو کر لوگوں کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اس ادارہ کا اخلاق اتنا پست ہے کہ ان کو وعدوں کا کوئی پاس نہیں اس طرح اب لوگوں نے اس قسم کے تمام وعدوں اور امیدوں کو شک کی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا ہے اور عجیب کشمکش میں مبتلا نظر آتے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ اسی ٹاؤن کے سلسلہ میں کچھ لوگوں نے زور یک کیا تھا مگر ان کو کافی عرصہ تک پانی نہ دے کر پریشانی میں مبتلا رکھا گیا ہے اور کچھ عرصہ پانی کا بندوبست کرنے کے بعد اب پھر سنا ہے کہ پانی بند کر دیا گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یزید نے بھی اپنوں کے ساتھ شاید ایسا سلوک نہیں کیا۔

۵۔ متاثرین منگلا ڈیم کو پچھتر فیصد آسامیوں پر مامور کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا مگر کہتے ہیں کہ بیس فیصد تک بھی جگہیں ان کو نہیں دی گئیں نان ٹیکنیکل سٹاف میں بھی غیر متاثرین ہیں۔ حکومت کا خزانہ نااہل قسم کے لوگوں پر خرچ کیا جا رہا ہے پیروں کے مریدوں کا اگر جائز طریقہ پر بندوبست کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں مگر حرام کی کمائی اور حکومت کے خزانہ سے ناجائز تنخواہیں شاید پیر بھی مریدوں کو دینا دلوانا پسند نہ کرتے ہوں۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ معمولی پڑھے لکھے اور چلتے پھرتے والوں کو اور ۲۵ روپے ماہوار کے موذنوں کو تین تین سو اور چار چار سو روپیہ ماہوار تنخواہیں دلائی جاتی ہیں۔ اس قسم کے لوگوں نے کہا جاتا ہے کہ غبن کئے ہیں ناجائز ٹی۔ اے کھایا ہے اور ناجائز اخراجات کے مرتکب پکڑے گئے ہیں مگر کوئی پوچھتا نہیں۔ ڈسمسڈ اور سکرینڈ لوگوں کو بھرتی کیا گیا ہے۔ مگر اس کے برعکس متاثرین میں سے اچھے اچھے لوگوں کو بھرتی کرنے سے انکار کیا جاتا ہے۔ ان کو کچھ عرصے کے بعد "دلیے ایمان حجۃ دستگیر" کے تحت نکال دیا جاتا ہے تخفیف میں متاثرین کو نکال دیا جاتا ہے مگر اپنوں کو نہیں نکالا جاتا۔ ۶۰ سال سے اوپر عمر کے متاثرین کو تو نکال دیا گیا مگر اس سے زیادہ عمر کے اپنے اتحت اور نالائق لوگوں کو رکھا ہوا ہے اس قسم کی بدعنوانیوں کی ایک لمبی چوڑی لسٹ بنائی جاتی ہے۔

یہاں افسروں کے رشتہ دار جاگیرداروں نے بڑا فائدہ اٹھایا ہے زرعی اصلاحات ایکٹ کی رو سے کوئی جاگیردار افسر وہاں متعین نہیں ہونا چاہیئے تھا مگر جاگیرداروں کی حفاظت کے لئے تمام رشتہ دار، جاگیردار افسر وہاں تعینات کر کے جاگیرداروں کو فائدہ پہنچایا گیا ہے اور پہنچایا جا رہا ہے زمینداروں نے جو زمینیں توڑ کی ہوئی تھیں اور جو سالہا سال سے ان کے قبضہ میں تھیں اور جن کا حق ملکیت ان کو ملنا چاہیئے تھا وہ سنا ہے کہ اس جاگیردار کو دے کر لاکھوں روپے معاوضہ میں دئے جا رہے ہیں اگر ڈیم نہ بنتا تو وہ زمینوں کے مالک ان سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے مگر

یہاں مزارعین کے چند سادہ لوح نمائندوں کو خوش کر کے مطمئن کیا جا رہا ہے۔ اس ایکٹ کی رو سے جاگیرداروں کو جو آئندہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ میں مالکانہ ملنا تھا وہ یکدم دلوا کر مزارعین کو مالک بننے کا نشہ اور گولیوں سے خوش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کرنل صاحب کے رشتہ دار جاگیردار کچھ لوگوں کو متاثرین کی سالہا سال ملکیت کی زمینوں کا مالک قرار دلوانے میں کوشاں ہیں اگر خدانخواستہ ان کی یہ چال کامیاب ہو گئی تو بہت بڑا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ جس سے اس قومی منصوبے کو نقصان پہنچے گا۔ لوگوں کو بے شمار مقدمات میں پھنسا کر چکر میں ڈال دیا گیا ہے ایک معمولی کام کرنے کے لئے لوگوں کو مہینوں پٹواری اور گرداور کے چکر میں رہنا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بے حد پریشان ہیں ایک کے معاوضہ کے کچھ روپے دوسروں کو دے دیئے جاتے ہیں اور اگر مستحق مطالبہ کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ حکومت اس قسم کی بدعنوانیوں کی ذمہ دار نہیں اور لوگوں کو کورٹ میں مقدمہ اس سلسلہ میں دائر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور اس طرح لوگوں کو نہ صرف سالہا سال مقدمہ لڑنا پڑے گا بلکہ لوگ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اور ایسے وقت میں جبکہ ان کو ایک دوسرے سے جدا ہونا ہے اچھی فضا کی بجائے دشمنی کے عالم میں گھر بار چھوڑنا پڑ رہا ہے خدا کرے کہ اس قسم کی دھاندلیوں کو یہ لوگ چھوڑ دیں اور اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل کر کے اپنی آخرت کے سنوارنے کا بندوبست کریں۔ حضرت عمر فاروق رض کے زمانے میں نجران کے عیسائیوں کو کسی معاہدہ کی خلاف ورزی پر ترکِ وطن کا حکم دیا گیا تھا مگر جو حکم ان کی آبادکاری کے لئے کیا گیا تھا وہ یہ تھا۔

حضرت عمر فاروق رض نے امراء شام و عراق کو حکم دیا تھا کہ جس کسی کے پاس نجران کے عیسائی جائیں گے۔ وہ ان کی کاشت کے لئے زمین دیں گے اور جتنی زمین وہ جوت بو لیں گے وہ صدقہ لوجہ اللہ ہو گی۔ اور نجران میں چھوڑی ہوئی اراضی کے عوض ہو گی اور اس کو جوتنے بونے اور اپنے تصرف میں لانے سے کوئی ان کے آڑے نہیں آئے گا اور نہ اس سے کوئی ٹیکس یا لگان لیا جائے گا۔ (نسیم ہمدم میرپور ۱۰ اکتوبر ۶۲ء)

متاثرین منگلا ڈیم کے ساتھ کئے گئے مواعید پورے کئے جائیں

سندھ کی بجائے پنجاب میں آباد کیا جائے

میرپور میں متاثرین منگلا ڈیم کا جلسہ عام میں مطالبہ

(محمد یونس اعظم پریس رپورٹر) میرپور ۱۰ مارچ آج علاقہ بینسی کے لوگ کافی تعداد میں اکٹھے ہوئے اور ایک جلوس کی شکل میں کچہری روڈ کالج روڈ ایس پی کمشنر منگلا روڈ اور اڈہ لاریاں اور جامع مسجد روڈ سے ہوتا ہوا مغربی گیٹ سے بازار میں داخل ہوا۔ اس جلوس کی قیادت راجہ محمد نجیب خان و معززین علاقہ بینسی و جڑی کس کے نمائندے کر رہے تھے جلوس میں مختلف قسم کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔ نعرہ تکبیر۔ ہائے روٹی۔ ہم بے گھروں کو آباد کرو۔ اپنے کئے ہوئے وعدے پورے کرو۔ ہم اجڑے ہوئے لوگوں کو فصلانہ دو اور جلوس میں مختلف انواع کے کتبے اٹھائے ہوئے تھے۔ متاثرین بھیک نہیں بلکہ اپنی املاک کے متبادل اپنا جائز حق مانگتے ہیں۔ متاثرین کی جان قبض کرنے کے لئے کوئی واقف کار فرشتہ لگایا جائے آبادکاری کے لئے نہروں کا پانی ناپنے والا نہیں بلکہ قانون دان آفیسر چاہیئے نئے تعمیر شدہ مکانوں کے بھی نوری معاوضے دو۔ ہمیں آباد کرو۔ متاثرین منگلا ڈیم کے ساتھ کئے گئے مواعید پورے کرو۔ متبادل اراضی سے فصل حاصل ہونے تک فصلانہ دو نئے قصبوں کی فوراً تعمیر شروع کرو۔ پلاٹ الاٹ کرو۔ الاٹ شدہ اراضی کو نہری پانی دو۔ باقیوں کو زمین دو ملازمتوں کے لئے ۷۵ فیصد متناسب پر چلو۔ متاثرین کے لئے روزگار کے لئے کارخانے قائم کرو۔ سندھ کی بجائے پنجاب میں آباد کرو۔ پھر جلوس ایک میل لمبے بازار سے ہوتا ہوا مسلم کانفرنس کی مشہور تاریخی جلسہ گاہ میں ختم ہوا وہاں پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت کے فرائض غازی کشمیر غازی الٰہی بخش نے سر انجام دیئے۔ تلاوت قرآن پاک مولوی اللہ دتہ آف ہریام نے کی۔ جن مقررین نے تقریریں کیں ان میں راجہ محمد نجیب خان متاثرین علاقہ بینسی جڑی کس۔ سالار محمد دین میونسپل کمشنر بلدیہ میرپور۔ فاتح کوٹلی۔ کرنل محمود خان اور آزاد کشمیر کے مشہور مزدور لیڈر چوہدری فیض اللہ جوشی اور غازی کشمیر غازی الٰہی بخش صدر جلسہ کے نام خاص طور قابل ذکر ہیں مہاجرین متاثرین منگلا ڈیم کے نمائندے نے مندرجہ ذیل ۷ نکاتی پروگرام بیان کیا۔

۱۔ یہ کہ متاثرین مہاجرین منگلا ڈیم سے پاکستان کے آبادکاری لاز کے مطابق چالیس گنا مالیہ یا کرایہ لے کر مہاجرین کے نام جائیداد منتقل کی جائیں اور ۹۶ گنے کی پابندی ختم کی جائے۔

۲۔ یہ کہ کسی الاٹی کی وفات پر اس کے بال بچوں کو جائیداد سے محروم نہ کیا جائے۔

۳۔ آل پارٹیز مری کانفرنس کی قرارداد کے مطابق متاثرین مہاجرین منگلا ڈیم کو مندر، گردواروں کی جائیداد ہر دو کبھی منتقل کی جائیں

۴۔ ۱۹۶۵ء و ۱۹۶۱ء میں الاٹ ہونے والی جائیدادوں پر بھی معاوضہ دیا جائے۔

۵۔ دو یا تین مختلف راشن کارڈوں پر ایک ہی الاٹ منٹ تصور نہ کیا جائے۔ (۶) متاثرہ مہاجرین منگلا ڈیم کے لئے موجودہ قانون میں ترمیم کی جائے۔

۷۔ زمین چونکہ حکومت نے سکیل کے مطابق الاٹ فرمائی تھی اس لئے مہاجرین کو ۴۰ کنال کی بجائے نئے سکیل کے مطابق زمین کا معاوضہ فی کس کے حساب سے دیا جائے۔ (ہفت روزہ نسیم جہلم دمیر پور ۱۷ مارچ ۱۹۶۲ء)

منگلا ڈیم اور انخلاء

متاثرین منگلا ڈیم کو جس طرح اب بے گھر کیا جا رہا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے ایک میجر صاحب کو کرنل عبدالغفور کی جگہ کنٹرولر انخلاء لگایا گیا ہے۔ حالانکہ میجر ثناء اللہ ان سے سینئر ہیں۔ فوج میں بھی یہ صاحب میجر ثناء اللہ کے ماتحت کام کرتے رہے ہیں۔ نئے میجر صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ انخلاء کس شے کا نام ہے؟ محض رشتہ داری میل ملاپ اور اثر و رسوخ پر یہ کچھ ہو رہا ہے۔ ورنہ سفارش پر آنے والوں کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ گھر چھوڑنا کیا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ایک گاؤں میں ایک معزز شخص کی لڑکی کی شادی ہو جائے تو ہم خود بخود چلے جائیں گے۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی بلکہ نئے میجر صاحب نے انہیں سخت سست کہا اس کے علاوہ دوسرے گاؤں کے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیں رمضان گھر گذارنے دو عید کے بعد چلے جائیں گے۔ ہوا کیا؟ ایک دن یہ لوگ عرض کر کے جاتے ہیں اور دوسرے دن ٹرک ان لوگوں کے گھروں میں لے جا کر کھڑے کر دئے جاتے ہیں۔ نتیجہ جو ہونا تھا وہ ہوا۔ گورنمنٹ کا خرچ پٹرول اور جیپ بھر افسروں کا ٹی۔ اے مزدوری کی مزدوری سب کا سب ضائع ہوا۔ کوئی آدمی انخلاء کر کے نہ گیا کیونکہ ان سے کسی ذمہ دار افسر نے یہ وعدہ کیا تھا کہ آپ لوگوں کے معاملہ پر غور کیا جائے گا۔ چیف انجنیئر منگلا سے استدعا ہے کہ وہ ایسے معاملات کی اصلاح کریں۔ (متاثرہ افراد) (ہفت روزہ پاک کشمیر راولپنڈی ۱۴ نومبر ۱۹۶۳ء)

متاثرین منگلا کی مشکلات دور کی جائیں!

متاثرین منگلا ڈیم سے حکومت نے وعدے کئے تھے کہ انہیں میرپور سے ہجرت کرنے کے بعد تمام مراعات دی جائیں گی مگر ابھی تک ان بے خانماں لوگوں کی اشک شوئی نہیں ہو سکی

چاہیئے تو یہ تھا کہ میرپور کی تمام متاثرہ آبادی جو چھ ہزار کے قریب ہے اس ساری آبادی کو پنجاب کے قریبی اضلاع میں آباد کیا جاتا تاکہ وہ اپنے کنبوں اور رشتہ داروں کے قریب رہ کر گذر اوقات کرتے گھر چھوڑ کر کسی نئی جگہ آباد ہونے کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس سے دو چار ہوئے ہیں۔ حکومت پاکستان کے اپنے اعلان کے مطابق پچاس ہزار ایکڑ اراضی پنجاب کے قریبی اضلاع میں ان متاثرین کو دینی چاہیئے تھی مگر اس پر پورے طور پر عمل نہیں کیا گیا۔

یہ خالص انسانی مسئلہ تھا۔ اگر سیاست سے بالاتر رکھ کر اسے سلجھانے کی کوشش کی جاتی تو متاثرین کو ان مصائب سے نجات مل جاتی۔ حکومت پاکستان نے جس طرح متاثرین اسلام آباد کو مراعات دی ہیں اسی طرح متاثرین میرپور کو پنجاب کے قریبی اضلاع میں آباد کرنے کے بجائے گدو بیراج اور غلام محمد بیراج کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔

یہ دور دراز علاقہ ہے۔ اس طرف یہ لوگ کبھی نہیں گئے ایک دوسرے سے الگ ہو کر ان کا جینا محال ہو جائے گا۔ گدو بیراج اور غلام محمد بیراج کی زمینیں اس طرح تقسیم کی گئی ہیں کہ پہلی قسم کی ننلاجی اور دوسری قسم مقامی آبادی کے لئے تیسری قسم جنگلات کے لئے اور چوتھی فوجیوں کے لئے پانچویں سول ریٹائرڈ افسروں کے لئے۔

اچھی زمینوں کی تقسیم اگر اس طرح کی جائے تو بے چارے متاثرین میرپور کے حصے میں کیا آئے گا۔؟

حکومت انسانی اور اسلامی ہمدردی کے تحت اس الجھن کو دور کرے اور انہیں ایک یا دو تحصیلوں میں ایک ساتھ لانے کا انتظام کرے متاثرین منگلا جن مشکلات سے دوچار ہیں وہ حکومت پاکستان کی خدمت میں پیش کی جاتی رہیں گی۔ حکومت کو ہمدردانہ غور کر کے ان مشکلات کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ (ہفت روزہ پاک کشمیر راولپنڈی ۶ مارچ ۱۹۶۵ء)

—— یہ میرپور ہے ——

یہاں مزارعین کے چند سادہ لوح نمائندوں کو خوش کر کے مطمئن کیا جا رہا ہے۔ اس ایکٹ کی رو سے جاگیرداروں کو جو آئندہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ میں مالکانہ ملنا تھا وہ یکدم دلوا کر مزارعین کو مالک بننے کا نشہ اور گولیوں سے خوش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کرنل صاحب کے رشتہ دار جاگیردار کچھ لوگوں کو متاثرین کی سالہا سال ملکیت کی زمینوں کا مالک قرار دلوانے میں کوشاں ہیں اگر خدانخواستہ ان کی یہ چال کامیاب ہو گئی تو بہت بڑا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ جس سے اس قومی منصوبے کو نقصان پہنچے گا۔ لوگوں کو بے شمار مقدمات میں پھنسا کر چکر میں ڈال دیا گیا ہے ایک معمولی کام کرنے کے لئے لوگوں کو مہینوں پٹواری اور گرداور کے چکر میں رہنا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بے حد پریشان ہیں ایک کے معاوضہ کے کچھ روپے دوسروں کو دے دیئے جاتے ہیں اور اگر مستحق مطالبہ کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ حکومت اس قسم کی بدعنوانیوں کی ذمہ دار نہیں اور لوگوں کو کورٹ میں مقدمہ اس سلسلہ میں دائر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور اس طرح لوگوں کو نہ صرف سالہا سال مقدمہ لڑنا پڑے گا بلکہ لوگ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اور ایسے وقت میں جبکہ ان کو ایک دوسرے سے جدا ہونا ہے اچھی فضا کی بجائے دشمنی کے عالم میں گھر بار چھوڑنا پڑ رہا ہے خدا کرے کہ اس قسم کی دھاندلیوں کو یہ لوگ چھوڑ دیں اور اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل کر کے اپنی آخرت کے سنوارنے کا بندوبست کریں۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانے میں نجران کے عیسائیوں کو کسی معاہدہ کی خلاف ورزی پر ترک وطن کا حکم دیا گیا تھا مگر جو حکم ان کی آبادکاری کے لئے کیا گیا تھا وہ یہ تھا۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے امراء شام و عراق کو حکم دیا تھا کہ جس کسی کے پاس نجران کے عیسائی جائیں گے۔ وہ ان کی کاشت کے لئے زمین دیں گے اور جتنی زمین وہ جوت بو لیں گے وہ صدقہ لوجہ اللہ ہو گی۔ اور نجران میں چھوڑی ہوئی اراضی کے عوض ہو گی اور اس کی جوتنے بونے اور اپنے تصرف میں لانے سے کوئی ان کے آڑے نہیں آئے گا اور نہ اس سے کوئی ٹیکس یا لگان لیا جائے گا (نسیم جہلم و میرپور ۱۰ اکتوبر ۶۲ء)

متاثرین منگلا ڈیم کے ساتھ کئے گئے مواعید پورے کئے جائیں

سندھ کی بجائے پنجاب میں آباد کیا جائے

میرپور میں متاثرین منگلا ڈیم کا جلسہ عام میں مطالبہ

(محمد یونس اعظم پریس رپورٹر) میرپور ۱۰ مارچ آج علاقہ بنیسی کے لوگ کافی تعداد میں اکٹھے ہوئے اور ایک جلوس کی شکل میں کچہری روڈ کالج روڈ ایس پی کمشنر منگلا روڈ اور اڈہ لاریاں اور جامع مسجد روڈ سے ہوتا ہوا مغربی گیٹ سے بازار میں داخل ہوا۔ اس جلوس کی قیادت راجہ محمد نجیب خان و معززین علاقہ بنیسی و جڑی کس کے نمائندے کر رہے تھے جلوس میں مختلف قسم کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔ نعرۂ تکبیر۔ ہائے روٹی۔ ہم بے گھروں کو آباد کرو۔ اپنے کئے ہوئے وعدے پورے کرو۔ ہم اجڑے ہوئے لوگوں کو فصلانہ دو اور جلوس میں مختلف انواع کے کتبے اٹھائے ہوئے تھے۔ متاثرین بھیک نہیں بلکہ اپنی املاک کے متبادل اپنا جائز حق مانگتے ہیں۔ متاثرین کی جان قبض کرنے کے لئے کوئی واقف کار فرشتہ لگایا جائے آبادکاری کے لئے نہروں کا پانی ناپنے والا نہیں بلکہ قانون دان آفیسر چاہیئے نئے تعمیر شدہ مکانوں کے بھی فوری معاوضے دو۔ ہمیں آباد کرو۔ متاثرین منگلا ڈیم کے ساتھ کئے گئے مواعد پورے کرو۔ متبادل اراضی سے فصل حاصل ہونے تک فصلانہ دو نئے قصبوں کی فوراً تعمیر شروع کرو۔ پلاٹ الاٹ کرو۔ الاٹ شدہ اراضی کو نہری پانی دو۔ باقیوں کو زمین دو ملازمتوں کے لئے ۷۵ فیصد متناسب پر چلو۔ متاثرین کے لئے روزگار کے لئے کارخانے قائم کرو۔ سندھ کی بجائے پنجاب میں آباد کرو۔ پھر جلوس ایک میل لمبے بازار سے ہوتا ہوا مسلم کانفرنس کی مشہور تاریخی جلسہ گاہ میں ختم ہوا وہاں پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت کے فرائض غازی کشمیر غازی الٰہی بخش نے سرانجام دیئے۔ تلاوت قرآن پاک مولوی اللہ دتہ آف ہریام نے کی۔ جن مقررین نے تقریریں کیں ان میں راجہ محمد نجیب خان متاثرین علاقہ بنیسی جڑی کس۔ سالار محمد دین میونسپل کمشنر بلدیہ میرپور فاتح کوٹلی۔ کرنل محمود خان اور آزاد کشمیر کے مشہور مزدور لیڈر چوہدری فیض اللہ جوشی اور غازی کشمیر غازی الٰہی بخش صدر جلسہ کے نام خاص طور قابل ذکر ہیں مہاجرین متاثرین منگلا ڈیم کے نمائندے نے مندرجہ ذیل ۷ نکاتی پروگرام بیان کیا۔

۱۔ یہ کہ متاثرین مہاجرین منگلا ڈیم سے پاکستان کے آبادکاری لاء کے مطابق چالیس گنا مالیہ یا کرایہ سے کم مہاجرین کے نام جائیداد منتقل کی جائیں اور ۹۶ گنے کی پابندی ختم کی جائے۔

۲۔ یہ کہ کسی الاٹی کی وفات پر اس کے بال بچوں کو جائیداد سے محروم نہ کیا جائے۔

۳۔ آل پارٹیز مری کانفرنس کی قرارداد کے مطابق متاثرین مہاجرین منگلا ڈیم کو مندر، گوردواروں کی جائیداد ہر ترکہ بھی منتقل کی جائیں

۴۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں الاٹ ہونے والی جائیدادوں پر بھی معاوضہ دیا جائے۔

۵۔ دو یا تین مختلف راشن کارڈوں پر ایک ہی الاٹ منٹ تصور نہ کیا جائے۔ (۶) متاثرہ مہاجرین منگلا ڈیم کے لئے موجودہ قانون میں ترمیم کی جائے۔

۷۔ زمین چونکہ حکومت نے سکیل کے مطابق الاٹ فرمائی تھی اس لئے مہاجرین کو ۴۰ کنال کی بجائے نئے سکیل کے مطابق زمین کا معاوضہ فی کس کے حساب سے دیا جائے۔ (ہفت روزہ نسیم جہلم دمیرپور ۱۷ مارچ ۱۹۶۲ء)

منگلا ڈیم اور انخلاء

متاثرین منگلا ڈیم کو جس طرح اب بے گھر کیا جارہا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے ایک میجر صاحب کو کرنل عبدالغفور کی جگہ کنٹرولر انخلاء لگایا گیا ہے۔ حالانکہ میجر ثناء اللہ ان سے سینئر ہیں۔ فوج میں بھی یہ صاحب میجر ثناء اللہ کے ماتحت کام کرتے رہے ہیں۔ نئے میجر صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ انخلاء کس شے کا نام ہے؟ محض رشتہ داری میل ملاپ اور اثر و رسوخ پر یہ کچھ ہو رہا ہے۔ ورنہ سفارش پر آنے والوں کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ گھر چھوڑنا کیا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ایک گاؤں میں ایک معزز شخص کی لڑکی کی شادی ہو جائے تو ہم خود نحود چلے جائیں گے۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی بلکہ نئے میجر صاحب نے انہیں سخت سست کہا اس کے علاوہ دوسرے گاؤں کے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیں رمضان گھر گزارنے دو عید کے بعد چلے جائیں گے۔ ہوا کیا؟ ایک دن یہ لوگ عرض کر کے جاتے ہیں اور دوسرے دن ٹرک ان لوگوں کے گھروں میں لے جا کر کھڑے کر دئے جاتے ہیں۔ نتیجہ جو ہونا تھا وہ ہوا۔ گورنمنٹ کا خرچ پٹرول اور درجن بھر افسروں کا ٹی۔ اے مزدوری کی مزدوری سب کا سب ضائع ہوا۔ کوئی آدمی انخلاء کر کے نہ گیا کیونکہ ان سے کسی ذمہ دار افسر نے یہ وعدہ کیا تھا کہ آپ لوگوں کے معاملہ پر غور کیا جائے گا۔ چیف انجینئر منگلا سے استدعا ہے کہ وہ ایسے معاملات کی اصلاح کریں۔ (متاثرہ ازاد) (ہفت روزہ پاک کشمیر راولپنڈی ۱۴ فروری ۱۹۶۵ء)

متاثرین منگلا کی مشکلات دور کی جائیں!

متاثرین منگلا ڈیم سے حکومت نے وعدے کئے تھے کہ انہیں میرپور سے ہجرت کرنے کے بعد تمام مراعات دی جائیں گی مگر ابھی تک ان بے خانماں لوگوں کی اشک شوئی نہیں ہو سکی

چاہیئے تو یہ تھا کہ میرپور کی تمام متاثرہ آبادی جو چھ ہزار کے قریب ہے اس ساری آبادی کو پنجاب کے قریبی اضلاع میں آباد کیا جاتا تاکہ وہ اپنے کنبوں اور رشتہ داروں کے قریب رہ کر گزر اوقات کرتے گھر چھوڑ کر کسی نئی جگہ آباد ہونے کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس سے دوچار ہوئے ہیں۔ حکومت پاکستان کے اپنے اعلان کے مطابق پچاس ہزار ایکڑ اراضی پنجاب کے قریبی اضلاع میں ان متاثرین کو دینی چاہیئے تھی مگر اس پر پورے طور پر عمل نہیں کیا گیا۔

یہ خالص انسانی مسئلہ تھا۔ اگر سیاسیات سے بالاتر رکھ کر اسے سلجھانے کی کوشش کی جاتی تو متاثرین کو ان مصائب سے نجات مل جاتی۔ حکومت پاکستان نے جس طرح متاثرین اسلام آباد کو مراعات دی ہیں اسی طرح متاثرین میرپور کو پنجاب کے قریبی اضلاع میں آباد کرنے کے بجائے گدو بیراج اور غلام محمد بیراج کی طرف بھیجا جارہا ہے۔

یہ دور دراز علاقہ ہے۔ اس طرف یہ لوگ کبھی نہیں گئے ایک دوسرے سے الگ ہو کر ان کا جینا محال ہو جائے گا۔ گدو بیراج اور غلام محمد بیراج کی زمینیں اس طرح تقسیم کی گئی ہیں کہ پہلی قسم کی نیلامی اور دوسری قسم مقامی آبادی کے لئے تیسری قسم جنگلات کے لئے اور چوتھی فوجیوں کے لئے پانچویں سول ریٹائرڈ افسروں کے لئے۔

ابھی زمینوں کی تقسیم اگر اس طرح کی جائے تو بے چارے متاثرین میرپور کے حصے میں کیا آئے گا۔؟

حکومت انسانی اور اسلامی ہمدردی کے تحت اس الجھن کو دور کرے اور انہیں ایک یا دو تحصیلوں میں ایک ساتھ بسانے کا انتظام کرے متاثرین منگلا جن مشکلات سے دوچار ہیں وہ حکومت پاکستان کی خدمت میں پیش کی جاتی رہیں گی۔ حکومت کو ہمدردانہ غور کر کے ان مشکلات کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ (ہفت روزہ پاک کشمیر راولپنڈی ۷ مارچ ۱۹۶۵ء)

—— یہ میرپور ہے ——

متاثرین منگلا ڈیم کے مسائل

—— (محمد یونس عنظم نمائندہ تعمیر) ——

نئے میرپور ٹاؤن کا تمام ترقیاتی خرچ حکومت برداشت کرے یا واپڈا یہ تمام خرچ منگلا ڈیم پر ڈالا جائے۔

۲- نیو میرپور پلاٹ مفت اور ہموار کر کے دیئے جائیں۔

۳- تعمیر کے لئے پانی مفت دیا جائے سمنٹ اور لکڑی اور دوسرا تعمیراتی سامان حکومت غریب لوگوں کو کنٹرول ریٹ پر مہیا کرے۔

۴- اس وقت تمام جائز ضروریات کے مطابق بنائے گئے مکانات پر نمبر لگائے جائیں اور ان کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے۔

۵- لوگوں کی جائیدادوں کا پورا پورا معاوضہ جلد از جلد بروقت اور یکمشت ادا کیا جائے۔

۶- مقامی لوگوں نے ایک عظیم قربانی دی ہے پلاٹوں کے موجودہ نرخ نامنظور ہیں

۷- ایک سو صد روپیہ فی کنال خرید کر ۲۷ سو روپیہ وصول کرنا ناانصافی ہے۔

۸- متبادل رہائش کا انتظام کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔

۹- فیلڈ مارشل محمد ایوب خان ذاتی مداخلت فرمائیں۔

۱۰- متاثرین اجتماعی آبادی چاہتے ہیں۔

۱۱- شہر میں ہر قسم کی جدید ترین سہولیات بالکل مفت مہیا کی جائیں

۱۲- نیو ٹاؤن میں الاٹمنٹ سے قبل سمنٹ، سریا۔ لکڑی کا فوری معقول اور بہتر انتظام فرمایا جائے تاکہ ہر غریب آدمی بآسانی خرید سکے۔

۱۳- حکومت اپنے وعدوں کا پاس کرے۔

۱۴- متاثرین کی آبادکاری پاکستان کی خوشحالی ہے۔

۱۵- شہری جائیداد مثلاً مکانات، دکانات کھولہ جات یا سفید اراضی کے معاوضے جلد از جلد ادا کئے جائیں تاکہ شہریوں کو نئی جگہ آباد ہوتے میں کسی قسم کی دقت نہ ہو۔

۱۶- غریب خاکروبوں کی آبادکاری کا کیا بنے گا۔

۱۸- متاثرین کا مطالبہ منصفانہ آبادکاری ہے۔

۱۹- بددیانت افسر حکومت کے ماتھے پر بدنما داغ ہیں۔

۲۰- متاثرین کے آنسوؤں تک کی رقم ادا کرنے والے اب کہاں ہیں۔

۲۱- متاثرین کی تباہی کے منصوبے ان کی تباہی کا باعث ہوں گے۔

۲۲- متاثرین کے مطالبات جائز ہیں ان کو منظور کیا جائے۔

۲۳- متاثرین کو نیو میرپور ٹاؤن میں اپنی مرضی کے نقشہ جات پر مکان کی تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے۔

۲۴- فوری طور پر دوکانوں کی پلاٹ بندی کی جائے۔ اور حقدار لوگوں کو پلاٹ دیئے جائیں یہ نہ ہو کہ تمام شہر چند ایک سرمایہ داروں کو ہی الاٹ کر دیا جائے جیسا کہ اب میرپور شہر میں ہے دوکانوں کے مالک کم اور کرایہ دار زیادہ ہیں

۲۵- پولیس لائن کی تعمیر نیو ٹاؤن سے باہر کی جائے۔

("روزنامہ تعمیر راولپنڈی ۲۵ جون ۶۵ء)

متاثرین منگلا ڈیم کی شکایات کا ازالہ کریں

منگلا ڈیم کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں اور جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے اس افادیت اور اہمیت کے پیش نظر منگلا ڈیم کے متاثرین نے اپنی رہائشی اور زرعی املاک خالی کرنے میں کوئی قابل ذکر رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ لیکن بردو سہوٹھ کے باشندوں کی جانب سے اخبارات میں شائع شدہ خبروں نے ہمیں اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ ہم منگلا ڈیم کی انتظامیہ اور متاثرین کی آبادکاری کے ذمہ دار حکام سے مطالبہ کریں کہ بردو سہوٹھ کے باشندوں کو دئے گئے احکامات پر نظر ثانی کریں۔ اور انہیں اس جگہ سے اس وقت تک اٹھ جانے کے لئے مجبور نہ کریں جب تک کہ انہیں کسی مناسب جگہ پر آباد کرنے کا مکمل بندوبست نہ ہو جائے ہمیں اخباری خبروں سے پتہ چلا ہے کہ انہیں ۲۴ اپریل کو اپنی املاک خالی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر اخباری خبروں کے مطابق متاثرہ افراد کا جائز مطالبہ ہے اور متعلقہ حکام ان کے اس مطالبے کو (بشرطیکہ وہ درست ہو) پورا کرنے میں خندہ پیشانی اور فراخدلی سے کام لیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرے کئی ایک متاثرین کو اپنی املاک چھوڑنے کے لئے کسی قسم کی دقت محسوس نہ ہوگی اور نہ ہی متعلقہ حکام کو آئندہ کے لئے متاثرہ افراد کو اپنی املاک سے دست بردار کرتے میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا

اس کے علاوہ متاثرین منگلا ڈیم سے یہ بات بھی کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کی طرح آپ کے بیشمار بھائیوں نے جس خندہ پیشانی سے عوامی مفاد کو ملحوظ رکھ کر نقل مکانی کی ہے آپ بھی ان کی تقلید کریں اور قربانی کے جذبہ کے تحت اس عظیم آبی منصوبہ کے تکمیل پانے میں مدد کریں لیکن اگر بعض آرائی کا سہارا لے کر آپنے کسی قسم کی رکاوٹ کے اسباب پیدا کئے تو یہ

بات ہماری دوسری لئی ایک قربانیوں کے خلاف ہوگی ۔ لہذا تقاضائے ملی یہ ہے کہ متاثرہ اصحاب اور متعلقہ حکام اس مسئلہ کو افہام و تفہیم سے کچھ ایسے طریقہ سے انجام دیں کہ نہ تو اس منصوبے میں کسی قسم کی رکاوٹ کے اسباب پیدا ہوں اور نہ ہی متاثرین کو املاک چھوڑتے وقت یہ محسوس ہو کہ ان کے استحقاق کو نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ (ہفت روزہ پنڈی میل راولپنڈی)

متاثرین کو یہ معلوم ہی نہیں کہ انہوں نے کہاں جانا ہے

میرپور کے علاقہ سیہوٹھ کے باشندوں کا انخلاء کے نوٹس پر احتجاج

میرپور ڈاک سے منگلا ڈیم کی تعمیر سے متاثر ہونے والے ہر دو سیہوٹھ کے باشندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس ماہ کی ۲۴ تاریخ تک اپنے مکانات اور زمینیں خالی کر دیں ایسا نہ کرنے والوں کو نہ تو معاوضہ دیا جائے گا اور نہ ہی کسی کو نقل و حمل کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی ۔ متاثرہ افراد نے اس حکم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کو اپنی اراضی اور مکانات کے عوض کوئی اراضی مہیا نہیں کی گئی اور نہ ہی متبادل رہائش کا انتظام کیا گیا ہے اس کے علاوہ متعدد افراد کو یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ ان کو کس جگہ لے جایا جائے گا ان لوگوں نے کہا ہے کہ جب تک مکانات و اراضی کے بدلے میں مکانات اور اراضی مہیا نہیں کئے جائیں گے وہ اپنی جائداد سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ۔ اس کے علاوہ متاثرہ علاقہ میں ربیع کی فصل کاشت کی جا چکی ہے جو جیٹھ سے پہلے تیار نہیں ہو سکتی اس فصل پر بھی لوگوں نے کافی محنت کی ہے اور نقد روپیہ بھی صرف کیا ہے اس کو بغیر کاٹے اراضی چھوڑنا ناممکن ہے ان متاثرین کا کہنا ہے کہ اس قدر کم نوٹس پر اپنے گھر بار خالی کر دینا ممکن نہیں علاقہ کے متعدد دیہات ایک سال قبل خالی کرائے گئے تھے ۔ مگر اب تک بے مصرف پڑے ہیں اس لئے مکانات و اراضی وغیرہ کا مکمل معاوضہ ادا کئے اور متبادل اراضی فراہم کئے بغیر علاقہ خالی کرانا لوگوں کو بالکل تباہ کرنے کے مترادف ہے ۔

ان متاثرین کے مطابق ان کے واجبات گزشتہ دو سال سے ادا نہیں کئے گئے متعدد افراد کو جلد از جلد ادائیگی کا بہانہ بنا کر اراضی سے بے دخل کیا گیا ۔ مگر آج تک یہ واجبات ادا نہیں کئے گئے ۔ ان حالات میں یہ توقع فضول ہے کہ ان کے واجبات ایک دو روز کے اندر ادا کر دیئے جائیں گے ۔ ان افراد نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کا جبری انخلاء بند کیا جائے اور ان کو متبادل اراضی اور مکانات مہیا کئے بغیر ان کے گاؤں سے نہ نکالا جائے (نوائے وقت ۲۳ اپریل ۶۶ء)

متاثرین منگلا بند مقیم شوگر کین فارم جوہر آباد کا انتظامیہ کو نوٹس

مطالبات تسلیم نہ کئے تو میرپور واپسی شروع کر دی جائے گی

جوہر آباد نامہ نگار ، متاثرین منگلا بند مقیم شوگر کین فارم جوہر آباد نے نوٹس دیا ہے کہ اگر ۲۰ روز کے اندر ان کے تمام مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو وہ ۲۳ مئی سے معہ اہل و عیال واپس میرپور روانہ ہو جائیں گے ۔ نوٹس میں کہا گیا ہے کہ ۲۳ مئی سے جوہر آباد میں آباد متاثرین منگلا ڈیم دس دس خاندانوں کا ایک قافلہ میرپور روانہ ہوا کرے گا یہ نوٹس دینے کا فیصلہ متاثرین منگلا بند مقیم شوگر کین فارم جوہر آباد کے ایک اجلاس میں کیا گیا تھا جو ۷ اپریل کو چوہدری محمد جان ریٹائرڈ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا اس اجلاس میں اراضی متذکرہ فارم کے زائد نرخ تشخیص کرنے ، متاثرہ جائیداد کے متبادل ، اراضی کے حقوق ملکیت نہ ملنے ، طبی ، تعلیمی و رسل و رسائل کی سہولتوں کے نہ ملنے کے خلاف بھی شدید احتجاج کیا گیا تھا ۔

(روزنامہ کوہستان راولپنڈی ۱۴ مئی ۶۶ء)

متاثرین منگلا بند کی الاٹمنٹ کمیٹی کے اجلاس سے متاثرین کے وفد کا احتجاجی واک آؤٹ

پنجاب کے علاقہ میں زمینیں دینے کا مطالبہ میرپور میں متاثرین منگلا بند کا جلوس

جہلم (نمائندہ خصوصی) میرپور آزاد کشمیر میں منگلا ڈیم سے متاثرین کے لئے الاٹمنٹ کمیٹی کا اجلاس زیر صدارت چیئرمین کمیٹی و ڈپٹی کمشنر میرپور ہوا جس میں متاثرین کی طرف سے غازی الٰہی بخش راجہ محمد نجیب خان ، محمد شریف ڈمیالوی ایم ایل اے چوہدری عبدالرحمٰن آف سال ، بابو کفایت علی اور مسٹر کرامت حسین شامل ہوئے راجہ محمد نجیب خان نے کمیٹی کے سامنے ۱۹۵۷ء کا معاہدہ پڑھ کر سنایا کہ متاثرین جڑی کس کے ساتھ لائلپور اور سرگودھا میں زمینیں دینے کا وعدہ کیا تھا ان مواعید کے خلاف ہم کوئی نئی بات قبول نہیں کریں گے ۔ جس پر وفد واک آؤٹ کر گیا ۔ بعد ازاں ضلع کچہری سے ایک جلوس برآمد ہوا جس کی قیادت متاثرین کے نمائندے کر رہے تھے جلوس میں متاثرہ علاقہ کے کثیر تعداد میں لوگوں نے شمولیت کی جلوس مختلف نعرے لگاتا ہوا اڈہ لاریاں پر اور وہاں سے چوک ڈاکخانہ میں پہنچا جہاں یہ جلسہ ہوا جس سے غازی الٰہی بخش راجہ محمد نجیب خان اور دیگر مقررین نے خطاب کیا متاثرین کو تلقین کی گئی کہ وہ اپنے مطالبات منوانے کے لئے متحد ہو جائیں اور کہا گیا کہ ہم بیراجوں میں نہیں جائیں گے اور ہمیں پنجاب میں زمین دینے کے وعدے جو کئے گئے تھے ان کو پورا کیا جائے سابقہ جائدادوں کے معاوضے اور دیگر حقوق

کا کوئی تحفظ نہیں ہو رہا ہے اور متاثرین کے ساتھ متعلقہ حکام غیر انسانی ہمدردی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ (روزنامہ کوہستان راولپنڈی ۴ رمئی ۱۹۶۵ء)

متاثرین منگلاڈیم کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو پورا کیا جائے

میرپور شہر میں سب سے پہلے متاثرین کو پلاٹ دیئے جائیں جلسہ عام کا مطالبہ

جہلم (نمائندہ خصوصی) متاثرین منگلا ڈیم کے اجلاس میں کہا گیا ہے کہ متاثرین کے ساتھ کئے گئے معاہدوں پر پوری طرح عمل درآمد نہیں ہو رہا جس کے باعث وہ طرح طرح کے مصائب و مشکلات میں مبتلا ہیں یہ اجلاس گذشتہ روز مسلم کانفرنس کی جلسہ گاہ میرپور میں منعقد ہوا۔ اس میں کہا گیا کہ متاثرین منگلاڈیم کے ساتھ کئے گئے معاہدے کے مطابق انہیں سابق پنجاب میں زمین الاٹ کرنے کے بجائے سندھ میں الاٹ کی جا رہی ہے اور جن نہری علاقوں مثلاً جوہر آباد سرگودھا اور لائل پور میں اراضی الاٹ کی گئی ہے وہاں نہر یا پانی کی منظوری لینے میں الاٹیوں کو مشکلات پیش آ رہی ہیں اجلاس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ سابق پنجاب میں جائیدادوں کی خرید کے سلسلے میں حق شفع کا قانون متاثرین پر نافذ نہ کیا جائے جیسا کہ آزاد کشمیر میں اس وقت ہے جوہر آباد (نقل) اور سابق پنجاب کے اضلاع میں جب تک اراضی کی تقسیم کی قسطیں ختم نہ ہو جائیں مالکانہ نہ لیا جائے کیونکہ متاثرین آزاد کشمیر میں باقاعدہ طور پر مالک ہیں اس کے ساتھ ہی یہ بھی ختم کیا جائے نئے میرپور ٹاؤن اور نواحی بستیوں میں پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں متاثرین کو ترجیح دی جائے اور غیر متاثرین کے نام جو الاٹ منٹیں کی گئی ہیں انہیں منسوخ کیا جائے اس کے علاوہ حسب وعدہ پلاٹوں کی ڈیولپمنٹ کے اخراجات پراجیکٹ کو برداشت کرنے چاہئیں کیونکہ ۲۷۰۰/ روپے یا تین ہزار روپے فی کنال قیمت ادا کرنا متاثرین کے بس کی بات نہیں ہے نیز یہ پلاٹ تیار کر کے سب سے پہلے متاثرین کو دیئے جائیں اس اجلاس سے جن لوگوں نے خطاب کیا ان میں غازی الٰہی بخش، راجہ محمد نجیب خان، شیخ محمد یعقوب، صوفی محمد اعظم، چوہدری نور حسین، میجر الف دین، مرزا محمد حسین ڈڈیالوی، سردار فتح باز خان، چیئرمین ڈڈیال اور کیپٹن سرفراز خان آف بوعہ شامل تھے اجلاس نے اپنی آخری قرارداد میں مطالبہ کیا کہ ایکٹ حصول اراضی جو کئی سال سے نافذ ہے اور ضرورت کے مطابق تعمیرات کی اجازت نہیں دیتا اس کو ختم کر کے نئے تعمیر شدہ مکانات کا معاوضہ دلایا جائے۔ یہ اجلاس قریباً دو اڑھائی گھنٹہ جاری رہا۔ اس کی صدارت کے فرائض عبدالرحمٰن سرالوی نے کئے اور بے شمار لوگ اس میں شریک ہوئے۔ (روزنامہ کوہستان ۱۵ رمئی ۶۵ء)

انجمن الراعیان میرپور کی مشیر امور کشمیر سے ملاقات

میرپور (نامہ نگار) انجمن الراعیان میرپور نے نواب امان اللہ خان نیازی امور کشمیر سے ڈاک بنگلہ میرپور میں ملاقات کی اور اپنے مطالبات پر مشتمل ایک طویل یادداشت پیش کی انجمن نے مطالبہ کیا کہ چیف انجینئر آبادکاری نے آبادکاری کے سلسلے میں جو طریقہ اپنایا ہے اسے فوری طور پر منسوخ کر دیا جائے اور جملہ راعی برادری کو پنجاب کے اضلاع میں اچھی زرعی اراضیات دلائی جائے۔ مسٹر نیازی نے معاملہ پر خصوصی توجہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ (کوہستان راولپنڈی ۱۵ مئی ۶۵)

متاثرین منگلاڈیم کی مشکلات دور کی جائیں

میرپور (نامہ نگار) میرپور کے عوامی حلقوں کی طرف سے عرصہ دراز سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ایکٹ حصول اراضی کی دفعہ ۱۲ اور ۶ کے بعد جس قدر مکانات اور دیگر ضروری تعمیرات ہوئی ہیں ان کا مکمل معاوضہ ادا کیا جائے۔ کیونکہ منگلا ڈیم کی تعمیر تو ۱۹۷۰ء میں مکمل ہو گی اور اس سے ۱۲ سال قبل ہی ایسی دفعہ کا نافذ کر دینا جس سے متاثرین اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تعمیرات نہ کر سکیں۔ سراسر زیادتی ہے۔ مگر تاحال حکومت نے عوام کے اس مطالبے پر توجہ نہیں دی جب چیف انجینئر سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ اس سلسلے میں جب تک صدر پاکستان کی طرف سے حکم جاری نہ ہو کچھ نہیں کر سکتے متاثرہ علاقے کے عوام کی صدر پاکستان سے اپیل ہے کہ وہ متاثرہ علاقہ کا دورہ کریں اور عوامی شکایات کا جائزہ لے کر انہیں رفع کریں۔

(روزنامہ کوہستان ۱۵ رمئی ۶۵ء)

ایڈیٹر کے نام خطوط

متاثرین منگلاڈیم کی فریاد

کرمی! منگلا ڈیم سے متاثر ہونے والے اڑھائی سو خاندان جوہر آباد کے شوگر کین فارم میں آباد کئے گئے تھے اس سلسلہ میں ۲۵ر اپریل ۱۹۶۱ء کو اعلیٰ سطح پر جو اجلاس ہوا تھا اس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ شوگر کین فارم کے چکوک میں آباد ہونے

والے متاثرین منگلا ڈیم سے ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۷ء کی اوسط قیمتِ اراضی وصول کی جائے گی۔ لیکن اس ذمہ دارانہ فیصلہ کو اب بالائے طاق رکھ کر بہت گراں قیمت نافذ کی جا رہی ہے اور اقساط کے ساتھ جاری شرح سود بھی ادا کرنی پڑے گی۔ ستم ظریفی کی حد یہ ہے کہ منگلا ڈیم کے متاثرہ علاقہ میں ہماری جو اراضی اور املاک بحقِ سرکار حاصل کی گئیں ان کی قیمت اب تک ادا نہیں کی گئی جب تک ہمیں معاوضہ ادا نہیں کیا جاتا ہم سے مالیہ وغیرہ کی وصولی میں نرمی برتنی چاہیئے لیکن اس معاملہ میں ہم سے سخت ناروا سلوک کیا جا رہا ہے ہمیں جس علاقہ میں آباد کیا گیا ہے اس کے گرد و نواح کے علاقہ کی بیس ہزار کی آبادی میں نہ کوئی ہائی سکول ہے نہ ہسپتال اور نہ کوئی اور رفاعی ادارہ۔ شوگر کین فارم میں آباد ہونے والے اڑھائی سو خاندان وہ ہیں جنھوں نے منگلا ڈیم کی تعمیر کے سلسلے میں واپڈا اور دوسرے محکموں کے حکام سے پورا تعاون کیا تھا لیکن اس کا جو صلہ ہمیں دیا جا رہا ہے وہ از حد حوصلہ شکن ہے ہم اپنی مشکلات سے متعلقہ حکام کو بار بار آگاہ کر رہے ہیں۔ ابھی ۲۸ اپریل کو ہم چیف انجینئر ری سٹلمنٹ آرگنائزیشن واپڈا منگلا ڈیم سے بھی ملے تھے ہم نے ان کی خدمت میں یہ گذارش کی تھی کہ اگر ہم سے کئے گئے وعدے پورے نہ کئے گئے تو ہمیں بہ امر مجبوری واپس جانا پڑے گا ہم ہرگز اس صورتِ حال کو پسند نہیں کرتے لیکن اس کا انحصار متعلقہ حکام پر ہے۔ ہم نے چیف انجینئر موصوف پر واضح کر دیا تھا کہ اگر ہماری شکایات دور نہ کی گئیں تو دس خاندانوں پر مشتمل پہلا قافلہ ۲۰ مئی کو واپس آزاد کشمیر کے لئے روانہ ہو جائے گا (کنوینر کمیٹی تعمیر و ترقی شوگر) محمد اعظم خان کین فارم جوہر آباد ضلع سرگودھا۔ اس مراسلہ پر مزید پانچ اصحاب کے دستخط ہیں (نوائے وقت ۱۶ مئی ۶۵ء)

منگلا ڈیم کے متاثرین کے مسائل

منگلا ڈیم کے متاثرہ ڈھائی سو خاندانوں نے جو اس وقت شوگر کین فارم جوہر آباد میں مقیم ہیں ارباب حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وعدہ کے مطابق انہیں طبی اور دیگر بنیادی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ ان متاثرین کا سب سے بڑا مطالبہ یہ ہے کہ انہیں الاٹ ہونے والی اراضی کے نرخ متعلقہ چکوک کی ۵۲ء تا ۵۷ء میں خرید و فروخت کی اوسط قیمت کے مطابق لگائے جائیں اپریل ۶۱ء میں صدر مملکت کی صدارت میں اعلیٰ سطح کی ایک کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ منگلا ڈیم کے متاثرین سے حاصل ہونے والی اور انہیں الاٹ ہونے والی اراضی کے وہی نرخ مقرر کئے جائیں گے جو ان چکوک میں جہاں انہیں آباد کیا گیا ہے ۵۲ء تا ۵۷ء میں اراضی کے نرخ تھے لیکن اس واضح اصول کو نظر انداز کر کے اور بلا کسی جواز کے اراضی کی وہ قیمت مقرر کی گئی ہے جسے متاثرین کے لئے ادا کرنا انتہائی مشکل ہے۔ دوسری طرف متاثرہ ملکیتی اراضی کی جملہ قیمت دو سال سے واپڈا کے پاس جمع ہے اس کے باوجود حقوق ملکیت سے محروم مالکانہ کی وصولی اور نہری پانی کی کمی ایسے مسائل ہیں، جو ارباب حکومت کے خود پیدا کردہ ہیں۔ اس وقت شوگر کین فارم اور اس کے گرد و نواح کے تیس میل کے علاقہ میں بیس ہزار کی آبادی کے لئے کوئی ہائی سکول، ہسپتال ویٹرنری ہسپتال یا کوئی دوسرا رفاہی ادارہ نہیں ہے چنانچہ ان سہولتوں اور وسائل کے نہ ہونے سے یہاں آباد ہونے والے خاندانوں کو بڑی مشکلات درپیش ہیں۔

منگلا بند کے متاثرین نے منتقلی کے وقت جس عملی تعاون کا مظاہرہ کیا تھا اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان خاندانوں کو جملہ مراعات مہیا کی جائیں ان سے مالکانہ وصول نہ کیا جائے نہری پانی کی شکایت دور کی جائے اور اراضی کی قیمت کو جسے سود در سود کے چکر میں کئی گنا کر دیا گیا ہے کم کیا جائے۔

(اداریہ کوہستان ۱۸ مئی ۱۹۶۵ء)

حرفِ آخر

(حالی مرحوم کی پاک روح سے کے جی سیدین اور ڈاکٹر ذاکر حسین سے معذرت کے ساتھ)

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
"امداد ہو" امداد ہو! عجب وقت پڑا ہے
گھر چھوڑ کر نکلے ہوئے روتے ہیں مہاجر
"وہ" ڈانٹ پلاتے ہیں کہو ہم سے گلہ ہے؟
کچھ لوگ ملے ہم کو بجا، عقل کے اندھے
جو چاہیں کریں "ان کو" تو ہر بات روا ہے
ڈوبے نہ تلاطم میں نہ طوفانِ بلا میں
وہ بیڑا کڑے وقت میں واپڈا میں پڑا ہے
منجدھار میں رہے پار چڑھے کہہ نہیں سکتے
"آبادی" کو "بربادی" سے جو کام پڑا ہے
زر ہے نہ زمین اور نہ بدلا ہے زمین کا
انصاف سے کہدو کوئی ایسے بھی جیا ہے
اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
"امداد ہو" امداد" عجب وقت پڑا ہے

/

سچی بات کہتے چلو

میرپور نامہ

میر خالد بشیر

میرپور آزاد کشمیر کے غیور عوام نے ہمیشہ پاکستان کی سالمیت اور بقا کے لیے فقید المثال قربانیاں دیں۔ یہی وجہ ہے کہ میرپور کے باسیوں نے خلوص وایثار کی ایک ارفع مثال پیش کرتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد کے مقابر ہنستی کھیلتی بستیوں اور لہلہاتے کھیتوں کو غرقِ آب کر کے نقل مکانی کی اور پرانے میرپور سے جنوب کی سمت ''بلاہ گالا'' کے نام سے موسوم سنگلاخ ٹیلے پر آباد ہوئے۔ وہ آج ایک عجیب وغریب ابتلاؤ کشمکش کا شکار ہیں۔

منگلا ڈیم کی تعمیر کا یہ سب سے بڑا منصوبہ جب بیرون ملک کی مایہ ناز فرم کو ٹھیکے پر دیا گیا تو حکومت پاکستان نے منگلا ڈیم کے متاثرین کی آباد کاری کے لیے اور ڈیم کی نگرانی کے لیے واپڈا سے خدمات حاصل کیں۔ واپڈا نے متاثرین کی آباد کاری کے لیے مختلف نوعیت کے فیصلے کیے۔ جہاں انہوں نے شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا ذمہ لیا وہاں ڈیم کے ملحقہ ایریا کے لوگوں کے لیے ایک علیٰحدہ پلان بنایا۔ جس میں انہوں نے عوام کی خواہش کے مطابق ڈیم کے کناروں پر ہملٹ وغیرہ کا منصوبہ بنایا۔ جس میں بن خرماں، خالق آباد، کاکڑہ ٹاؤن، اکالگڑھ، حمید پور، ڈڈیال، سیاکھ، چترپڑی اور منگلا وغیرہ شامل تھے۔ اس وقت واپڈا کے حکام نے ان ہملٹوں میں ضروریات کی ہر چیز فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔ اسی طرح نئے میرپور شہر کے لیے بلاہ گاہ کے مقام کا انتخاب ہوا اور واپڈا نے نئے شہر کے لیے ایک علیٰحدہ ماسٹر پلان تیار کیا، جس میں شہریوں کی ضروریات کی تمام چیزیں شامل کی گئی تھیں۔ جو آج عوام کو روزمرہ کے مسائل میں درپیش ہیں۔ چنانچہ واپڈا نے نئے میرپور میں مختلف رہائشی سیکٹرز قائم کر کے پلاٹوں کی الاٹمنٹ شروع کر دی۔ جب شہریوں نے پلاٹ حاصل کرنے شروع کر دیئے اس وقت واپڈا حکام نے میرپور کے وہ تمام ڈویلپمنٹ چارجز وصول کیے جس میں سیوریج سسٹم، سڑکیں، پبلک پارک، ٹانگہ اسٹینڈ، کار پارک، دھوبی گھاٹ، بس اسٹینڈ، بجلی، واٹر سپلائی، محلوں کی نالیاں اور دوسری ضروریات شامل تھیں۔ ان ضروریات کے مطابق واپڈا حکام نے اس وقت وہ تمام ڈویلپمنٹ چارجز پلاٹ کی الاٹمنٹ کے وقت پلاٹ کی قیمت کے ساتھ وصول کر لیے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ تمام اخراجات جو انہوں نے اپنے تخمینہ کے ذریعے سے لگائے تھے شہریوں سے وصول کر لیے۔ واپڈا کے اعلیٰ حکام چشم پوشی کرتے ہوئے اور بے انصافی کو اپنانے کے لیے میرپور کے لوگوں کی افراتفری کے عالم کا بھی ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے شہریوں کو بددل کر دیا۔ کچھ لوگ تو تجارتی لحاظ سے ختم ہو گئے اور کچھ لوگوں کا اپنا مستقل ٹھکانہ نہ ہونے کی وجہ سے پریشانی لاحق ہوئی اور وہاں آباد نہ ہو سکے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس وقت واپڈا یا حکومت ایک باہمی اشتراک کے پیشِ نظر عوام کے بہترین مفاد کے پیشِ نظر انہیں کسی کارپوریشن یا دیگر کسی بینک کی وساطت سے قرضہ جات دے کر مکانات تعمیر کراتی اور لوگوں کو آسانی سے شہر میں پلاٹ دلاتی۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا اور میرپور کے تقریباً ۷۵ فی صد لوگ غیر آباد رہ گئے۔ یہ صورتِ حال واپڈا نے جان بوجھ کر پیدا کی۔ واپڈا کے اعلیٰ حکام نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ لوگ ادھر اُدھر پریشان حال ہیں اور وہ اس عالم میں جلدی جلدی تمام نامکمل منصوبوں کا چارج حکومت آزاد کشمیر کو دے کر چلے گئے۔ حالانکہ واپڈا کے اعلیٰ حکام کسی بھی طرح ان ذمہ داریوں سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے ہیں۔ واپڈا کے اعلیٰ حکام منسٹری آف کشمیر آفیئرز کے ماتحت تھے جس کی وجہ سے وہ آزاد کشمیر کے حکام سے بلند و بالا تھے۔ نئے میرپور شہر کا سیوریج سسٹم فیل ہو گیا ہے۔ حصول پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں دشواریاں پیش پیش ہیں۔ اندرون شہر سڑکیں نالیاں، پلیاں جو تیار ہوئی تھیں وہ ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں۔ اور جو ابھی تک سڑکیں اور گلیاں کچی ہیں بارشوں کی وجہ سے ان میں دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ بچوں، عمر رسیدہ بزرگوں اور پردہ دار خواتین کو چلنے پھرنے میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں۔ یعنی شہریوں کے مسائل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتے کرتے آج یہ عالم ہے کہ میرپور کے نئے شہر میں کئی کروڑ روپے صرف کیے جائیں تو تب جا کر یہ ادھورے منصوبے مکمل ہوتے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جن لوگوں نے وطن کے لیے اس قدر قربانیاں دیں اور اُن لوگوں کے لیے اتنے مسائل کھڑے کر دیئے گئے ہیں جن کے وہ مستحق نہیں تھے۔ واپڈا کے حکام نے سفارش کر کے لوگوں کے حقوق پامال کیے۔ اب ان لوگوں کو ہوش آیا تو انہوں نے اپنے حقوق مانگنے شروع کر دیئے۔ اب ان لوگوں کو نئے میرپور شہر میں پلاٹ حاصل کرنے کے لیے کئی تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر پلاٹ مل بھی جائے تو میٹریل جس سے مکان تعمیر کرنا ہوتا ہے ریٹ آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ کیا حکومت پاکستان یہ نہیں جانتی کہ ان لوگوں نے قربانیاں دی ہیں، ان کے حقوق کا احترام کیا جائے۔ کیا یہ انصاف ہے کہ ہماری زمینوں کی اپنی

مرضی کے مطابق قیمت لگا کر ڈیم تعمیر کیا اور پاکستان کی بستیوں کو جو ویران تھیں چراغاں کیا، وہ اس لئے کہ میر پور کے لوگوں کی کھال اتاری جائے؟ کیا یہ ظلم نہیں کہ پلاٹوں کی قیمت -/۲۷۰۰ روپے فی کنال مقرر کی گئی تھی تو عوام نے شور مچایا کہ یہ زیادتی ہے مگر بجائے اس کے کہ کم کیا جاتا اسے فوری طور پر دس ہزار روپے کیا گیا۔حکومت کو بہت ہی مجبوری تھی تو زیادہ سے زیادہ قیمتیں دوگنی کی جاسکتی تھیں مگر بجائے دوگنی تگنی کرنے کے اب عوام پر تیز دھار چاقو کے وار کر کے -/۲۵۰۰۰ روپے کنال کی گئی ہے، جو کہ بہت زیادتی ہے۔ یہ رقم میر پور کے عوام کی قوت برداشت سے باہر ہوگئی ہے کیونکہ انسانی اور اخلاقی تقاضوں کے خلاف سلوک کیا جارہا ہے۔حکومت کے اس فیصلے کے خلاف میر پور کے شہریوں نے کئی بار اعلیٰ حکام کو صورتِ حال سے آگاہ کیا ہے لیکن اعلیٰ حکام نے ہماری گزارشات کو دل میں جگہ نہ دی۔ میر پور کے ماسٹر پلان میں وہ پرانی آبادیاں شامل نہیں کی گئیں جو شہر میں رہتے ہیں۔آپ انصاف کریں کہ پرانی آبادیوں میں رہنے والے لوگ انسان نہیں ہیں؟ کیا ان کی ضروریاتِ زندگی نہیں؟ کیا وہ پانی استعمال نہیں کرتے؟ حکومت نے ان لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور نئے میر پور کے ماسٹر پلان میں مفلوج ہو کر رہ گئے اور وہ اپنے آپ کو جنگل میں رہتے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔ MDA کا وجود قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ شہریوں کے مسائل کم ہوں اور تعمیر و ترقی ہو۔لیکن MDA کو اس کی ضرورت کے مطابق فنڈ زمہیا نہیں کئے جارہے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت حکومت نے صرف ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے متاثرین سے تمام زمین کے حقوق اپنے نام منتقل کر لیے تھے تو کیا وجہ ہے کہ میر پور کے شہریوں کو ابھی تک مالکانہ حقوق نہیں دیئے گئے، بلکہ اس کے لیے ہزاروں روپے فیس طلب کی جاتی ہے۔کیا یہ زیادتی نہیں ہے؟ شہریوں کے مسائل جوں کے توں ہیں۔آزاد کشمیر کے دیگر اضلاع اور پاکستان میں بسنے والے لوگ یہ محسوس کرتے ہوں گے کہ میر پور میں ترقی ہو رہی ہے حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ یہاں کے لوگوں نے اپنے ماں باپ اور اولاد سے جدا رہ کر ذہنی پریشانی اٹھائی جس کا معاوضہ کوئی نہیں ہے۔ یورپ اور دوسرے ممالک میں جا کر محنت کر کے روپیہ کمایا، جس سے نہ صرف انہوں نے اپنے مکانات کی تعمیر کی بلکہ کاروباری معاملات میں حکومت کی معاونت کی۔ان مسائل کے پیشِ نظر آج میر پور کے عوام سڑکوں پر نکل آئے ہیں وہ اپنے حقوق مانگتے ہیں۔ آئے روز مطالبات پیش کرتے ہیں کہ ادارہ ہذا MDA کو توڑ دیا جائے؟ کہ میر پور ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم کرنے کے بعد اس کی ضرورت کے مطابق ادارہ کو فنڈ زمہیا نہیں کیے گئے۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ میر پور کے متاثرین کی زمین جہاں آج وسیع جھیل منگلا ڈیم کا پانی کھڑا ہے،اس ڈیم پر حکومت پاکستان کا ایک اندازے کے مطابق کل خرچ چھ ارب روپیہ تھا جب کہ واپڈا کے چیئرمین نے گذشتہ دنوں از خود منگلا ڈیم کی کارکردگی کی روشنی میں یہ اعلان کیا ہے کہ منگلا ڈیم پر خرچ ہونے والی کثیر التعداد رقم ڈیم سے حاصل ہونے والی بجلی اور پاکستان کے دور دراز کھیتوں کو نہری پانی کی آمدن سے پوری ہو چکی ہے۔ایک طرف تو اس قدر تھوڑی مدت میں خرچ کی جانے والی آمدن پوری کرلی گئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ حکومت ان بے بس متاثرین جنہوں نے پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لیے بے بہا قربانیاں دیں ڈیم کی سالانہ آمدنی کا کم از کم ایک حصہ ان کی قربانیوں کے پیشِ نظر تعمیر و ترقی پر خرچ کردے تو مسائل حل ہو سکتے ہیں۔اب بھی حکومت اگر انسانی تقدس کا احترام کرتے ہوئے ان کی ضروریات کے پیشِ نظر میر پور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو فنڈ مہیا کر دے تو میر پور کے ان شہریوں کے مسائل آسانی سے حل ہو سکتے ہیں۔ جب ذمہ دار اور باشعور لوگ انسانی اور اخلاقی اصولوں سے دور ہونا شروع ہو جائیں تو پھر خداوند تعالیٰ بھی ان سے دور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے شکر گزار ہوں اور اپنے اپنے منصب اور اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔

☆ واپڈا نے منگلا ڈیم کی تعمیر پر خرچ شدہ روپیہ آج سے دو سال قبل منگلا ڈیم کی آمدن سے ہی وصول کرلیا ہے۔

☆ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت جو لوگ وہاں سے غیر آباد کیے گئے تھے جہاں آج کل پانی کھڑا ہے، منگلا ڈیم کے مکمل ہونے کے بعد ان کی آباد کاری اور مشکلات کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔

☆ واپڈا آرگنائزیشن نے میر پور آزاد کشمیر، جہاں منگلا ڈیم تعمیر ہوا ہے، نئے میر پور کے تمام ترقیاتی کام ادھورے چھوڑ کر چلا گیا تھا جس کی وجہ سے آئے دن نئے میر پور کے شہریوں کی مشکلات میں اضافہ چلا آ رہا ہے۔

☆ نئے میر پور کے تمام ڈویلپمنٹ چارج جس میں بجلی، پانی، سیوریج، سڑکوں کو پختہ کرنا، گلیوں کو پختہ کرنا اور نالیوں کو مکمل کرنا ان کاموں کی تکمیل کے لیے واپڈا آرگنائزیشن نے اس وقت جو تخمینہ لگایا تھا۔ نئے میر پور میں جو لوگ آباد ہونا چاہتے تھے پلاٹ الاٹ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کاموں کی پلاٹ کے ساتھ اجتماعی قیمت وصول کرلی۔ اگر اس وقت نئے میر پور میں جو کام ادھورے رہ گئے تھے جو ابھی تک نامکمل ہیں حالانکہ انسانیت کے تقدس کا احترام کرتے ہوئے حکومتِ وقت کو یہ تمام ڈویلپمنٹ چارج از خود برداشت کرنے کی ذمہ داری تھی کیونکہ ہم لوگ نیک مقصد کے پیشِ نظر جہاں تھے جیسے تھے۔اپنے اپنے ناکارہ مکانوں میں مطمئن زندگی، باعزت زندگی، سوکھی پھوکھی روٹی وطن کی خوشحالی اور وطن کی آزادی میں مشغول تھے چہ جائیکہ ہم سے نئے میر پور کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں تمام ڈویلپمنٹ چارج وصول کر لیے گئے

جب ہم کام نامکمل ہونے کی وجہ سے نئے میر پور کی تعمیر وترقی یا مسائل کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے اعلیٰ حکام صاحبان منہ پھیر لیتے ہیں اور یہی وہ وجوہات ہیں کہ ہماری اجتماعی ترقی میں رکاوٹیں پیدا ہورہی ہیں اور ہم ذہنی بے چینی کا بھی شکار ہورہے ہیں۔

۵۔ نئے میر پور میں نامکمل کام مکمل کرنے کے لیے حکومت اپنی ذمہ داری پوری کرے۔

۶۔ نئے میر پور شہر کی سڑکوں میں دس، دس فٹ گہرے شگاف پڑے ہوئے ہیں اور خوش قسمتی سے شہر کے اندر جو سڑکیں نالیوں اور پلیوں کے اوپر سلیپ تھے وہ ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں۔ ان کی مرمت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جارہی اس لیے وہ نالیاں اور سڑکیں نہ...... ہیں ان تمام کاموں کی مستقل مرمتی کا انتظام کیا جانا چاہیے۔

۷۔ میر پور شہر کا سیوریج سسٹم بالکل ناکارہ ہو چکا ہے کسی وقت بھی کوئی وبا پھیل گئی تو اس پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔

۸۔ نئے پلاٹ الاٹ کرنے میں دیر نہ کی جائے اور آئے دن پلاٹوں کے لیے درخواستیں طلب کرنا اور پھر واپس کرنا اور پھر طلب کرنا، اس طرح عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مستحق لوگ درخواستیں دے دے کر، واپس لے لے کر بیزار ہو چکے ہیں۔ کیونکہ لوگ مستقل طور پر ایک جگہ نہیں رہ سکتے کیونکہ ذریعہ معاش کے لیے بیرون ملک جانا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے آئے روز درخواستیں دینے کے لیے موجود نہیں ہوتے۔ جس کی وجہ سے پلاٹ حاصل کرنے میں بھی ناکام رہتے ہیں۔

۹۔ اس وقت میر پور کے ترقیاتی ادارہ میں جو درخواستیں نئی اور پرانی موجود ہیں، ان درخواستوں میں ۷۵ فی صد لوگ پلاٹ لینے کے مستحق ہیں۔ ان کو فوقیت دی جائے اور ان درخواستوں کے مطابق پلاٹ الاٹ کیے جائیں تب لوگ آباد ہوسکیں گے۔ کیونکہ حکومت کے اعلیٰ حکام کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ نئے میر پور میں جو لوگ آباد ہونا چاہتے ہیں ان کو وطن کی خوشحالی کے پیشِ نظر غیر آباد ہونا پڑا۔ یہ کوئی پانچ سو سال پرانا شہر نہیں ہے جہاں گنجان آبادی ہے اور لوگ اس میں سما نہیں سکتے تو چلو شہر کے ساتھ ایک رہائشی سکیم بناتے ہیں اور لوگوں کو قرعہ پر پلاٹ الاٹ کیے جائیں۔ میری اعلیٰ حکام سے بڑی عاجزی سے گذارش ہے کہ اس قدر پلاٹ بنائے جائیں کہ جس قدر درخواستوں کے انبار دفتروں میں لگے ہوئے ہیں پلاٹ الاٹ کیے جائیں تب جا کر لوگ آبا ہوسکیں گے اور بلیک مارکیٹ ختم ہو سکے گی۔

۱۰۔ میر پور کے شہری MDA یعنی میر پور ترقیاتی ادارہ کو توڑنے کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ حکومت نے آج تک اس ادارہ کو اس کی ضروریات کے مطابق فنڈ زمہیا نہیں کیے گئے ہیں۔ حکومت اور ادارہ ہذا کے سنیئر حکام کی یہ سوچ غلط ہے کہ لوگوں کو پلاٹ الاٹ کیے جائیں اور ڈویلپمنٹ چارج وصول کیے جائیں تب جا کر شہر کی تعمیر وترقی میں تسلسل برقرار رہے گا۔ ادارہ کو قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ واپڈا کی بے انصافی کی وجہ سے آباد نہیں ہو سکے اور جو کام واپڈا نامکمل چھوڑ کر چلا گیا ہے وہ کام مکمل کرنے اور ترقیاتی کاموں کے لیے سرمایہ منگلا ڈیم کی آمدنی سے پورا کیا جائے۔ جس طرح کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ جہاں لوگوں نے وطن کی خوشحالی اور وطن کی آزادی کے لیے اپنے آرام، اپنے سکون کو تباہ کرنے سے گریز کرنے میں ذرا بھر پروا نہیں کی اور منگلا ڈیم تعمیر ہو گیا ہے اسی طرح ان کی باقی ماندہ زندگی کو خوشحالی کی طرف لے جانے میں جو بھی رکاوٹیں راستے میں حائل ہوتی ہیں ان کو حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے خزانے کا منہ کھول کر ہر ممکن طریقے سے ان کے سکون کو بحال کرنے کی کوشش کرے۔ تب جا کر میر پور کے ترقیاتی کام اور آبادکاری مکمل ہو سکے گی۔

۱۱۔ پلاٹوں کی قیمتیں آئے روز بڑھائی جاتی ہیں جس سے متاثرین کی قوتِ خرید ناقابلِ برداشت ہوگئی ہے۔ کیونکہ متواتر دس سال سے پلاٹ الاٹ ہوتے ہیں اور کینسل ہوتے ہیں، پھر الاٹ ہوتے ہیں، اور کینسل ہوتے ہیں۔ عام آدمی اس دس سالہ سلوک سے بددل ہو گئے ہیں۔ جو لوگ معاشرے میں قابلِ احترام گنے جاتے ہیں یہ بھی ایک علیحدہ قوم ہے جو قابلِ احترام قرار دیئے گئے، حالانکہ سب ہی برابر کے قابلِ احترام ہیں۔ لوگ پلاٹ کینسل ہونے کے بعد موقع پر کچھ نہ کچھ تعمیر کر لیتے ہیں جن کا حق بعد میں تسلیم کر لیا جاتا ہے تو جو لوگ صاحب اقبال نہیں ہیں وہ دس سال میں پلاٹ حاصل کرنے کی جستجو کرتے کرتے اتنے بددل ہو گئے ہیں کہ وہ انصاف کو حاصل کرنے میں بالخصوص آبادکاری کے سلسلہ میں لمبا عرصہ گزرنے کے بعد بھی پلاٹ حاصل نہ کر سکیں تو آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ ان کے دل و دماغ پر کیا گزرتی ہو گی۔ اس لیے آئے دن پلاٹوں کی کینسلیشن کا سلسلہ بند کیا جائے کیونکہ ساتھ ہی ساتھ پلاٹوں کی معطلی سے تعمیر وترقی کے جو لوازمات ہیں وہ اس قدر مہنگے ہو گئے ہیں کہ ہر مکان بنانے والا آدمی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، تو پلاٹوں کی قیمتیں اس طرح بھی کم کی جاسکتی ہیں کہ مثال کے طور پر حکومت آزاد کشمیر کے دور دراز کے علاقوں میں بجلی پہنچانے کے لیے کتنے انتظامات کر رہی ہے اور دور دراز علاقوں میں اکثر بجلی کے منصوبہ جات مکمل ہو گئے ہیں۔ جہاں لوگ بجلی سے مفاد حاصل کر رہے ہیں۔ اس طرح آزاد کشمیر کی حکومت آزاد کشمیر کے علاقے میں مواصلات کے سلسلے کو بہتر بنانے کے لیے سڑکیں تعمیر کر رہی ہے ان ہر دو منصوبہ جات میں حکومت کو لاکھوں کروڑوں روپیہ کی آمدن بھی ہوتی ہے، تو کیا وجہ ہے کہ نئے میر پور کے لوگوں کو آباد کرنے کے لیے ان دو کاموں کی قیمت پلاٹ سے نکال کر باقی پلاٹ کی قیمت نکالی جائے تو لامحالہ پلاٹ کی قیمت کم رہ جاتی ہے۔ نئے میر پور کے شہریوں کو انصاف مہیا کرنے کی کوشش کی جائے اس سلسلہ میں میں ایک اور گزارش کرتا ہوں کہ حکومت جہاں نئی رہائشی

سکیموں پر روپیہ خرچ کرتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ جو پرانی رہائشی بستیاں جہاں لوگ آباد ہیں وہاں شہریوں کی سہولت کے لیے ترقیاتی کاموں میں جو رکاوٹیں سرمایہ کی وجہ سے درپیش ہیں وہاں حکومت سرمایہ خرچ کر کے ان کی مشکلات کو ختم نہیں کر سکتی؟

۱۲۔ میر پور کے ترقیاتی ادارہ کو توڑنے کا جو لوگ مطالبہ کرتے ہیں وہ لوگ دور اندیش نہیں ہیں۔ اگر MDA کو توڑا گیا تو اس کی تمام ذمہ داری اُن عاقبت نا اندیش لوگوں اور حکومت پر ہو گی۔

۱۳۔ پلاٹوں کے حقوق ملکیت پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے ساتھ ہی دیئے جائیں تاکہ پلاٹ کی تعمیر کے سلسلہ میں کسی بینک یا کسی کارپوریشن کو پلاٹ کا نقشہ پاس کروا کر قرض حاصل کر کے اس کی تعمیر کر سکے۔ MDA کا حقوق ملکیت دینے کا موجودہ طریق کار اتنا مشکل ہے کہ عام آدمی آباد ہی نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ حقوق ملکیت کی فیس اس قدر زیادہ ہے جس سے ہمیں بے انصافی بے رحمی کی ایک اور منزل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہماری جائیدادوں کے حقوق ملکیت جس طرح حکومت نے اپنے نام منتقل کیے تھے، کیا اس وقت کوئی فیس حکومت نے دی تھی۔ اگر دی تھی، پھر لی بھی جائے۔ اگر نہیں دی تھی تو آج ہم سے کیوں لی جا رہی ہے۔ ہمیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟ خدارا انصاف کے ستون کے قریب جانے کی کوشش کیجئے۔ آج ہم حکوت کے کسی سینئر افسر سے مسائل کی بات کرتے ہیں تو وہ گھبرا جاتا ہے کہ یہ لوگ پاگل ہیں، کہاں کی باتیں کر رہے ہیں اور وہ اپنا منہ دوسری طرف ٹرن کر لیتا ہے۔ ذمہ داری سابقہ حکومتوں کے سینئر حکام کی بھی وہی تھی جو آج موجودہ سینئر حکام کی ہے۔ جب تک ذمہ داری کو احساس ذمہ داری کے ساتھ نہ نبھایا گیا تب تک لوگ بے انصافی بے انصافی کہتے رہیں گے۔ مسائل کو پسِ پشت ڈالتے آج یہ حال ہے کہ آج سے آٹھ سال قبل جو کام ایک کروڑ روپیہ میں مکمل ہو سکتا تھا آج وہی کام تین کروڑ روپیہ میں بمشکل مکمل ہو گا۔ MDA کے ادارہ سے عام شہری کیوں آئے دن بددل ہیں، کیونکہ ادارہ کے دفتر سے بددل ہو کر باہر نکلتے ہیں۔ ادارہ ہذا کے دفتر میں اگر بعض اہلکار ایسے ہیں جو شہریوں کے ساتھ برتاؤ اچھا نہیں کرتے ان لوگوں کو دفتر سے فارغ کیا جا سکتا ہے، نہ کہ MDA کو توڑ دیا جائے۔

۱۴۔ میر پور کے بس اسٹینڈ کو شہر سے باہر منتقل کرنے سے گریز کیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ بس اسٹینڈ ہر شہری کے لیے دردِ سر بنا ہوا ہے اس کی وجہ ہے کہ قانون لاگو ہے لیکن قانون کی حکمرانی نہیں ہے۔ یہ میر پور شہر کوئی ایک ہزار سال پرانا نہیں ہے اور نہ ہی شہر کے اردگرد آبادیاں ہیں جو شہر میں آ کر سودا سلف خریدیں اور شہریوں کی روزی میں اضافہ ہو۔ بلکہ میر پور ضلع کو پہلے ہی تقسیم کر کے ضلع کوٹلی بنا دیا گیا ہے اور اس کے بعد ڈڈیال کو تحصیل کا درجہ دے کر میر پور سٹی کی ترقی اور پھر دس سالہ شہر کی زندگی، بس اسٹینڈ کو شہر سے باہر منتقل کرنے سے شہری لوگوں کی مشکلات اور ترقی میں سخت رکاوٹ پیدا ہو گی۔ حکومت بس اسٹینڈ وہاں تعمیر کرے جہاں آج سے قبل بلدیہ نے بس اسٹینڈ بنا کر وہاں سے بسیں اپنے اپنے روٹوں پر لے جانے کا اہتمام کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس بس اسٹینڈ میں جو لوگ کاروباری نقطہ نظر سے آباد ہوئے ہیں اور کچھ ہو رہے ہیں، ان کو کروڑوں روپیہ کا معاوضہ حکومت کو ادا کرنا پڑے گا اور وہی روپیہ خرچ کر کے حکومت جہاں بلدیہ نے بس اسٹینڈ بنایا تھا ماڈرن بس اسٹینڈ تیار کر کے شہریوں کے سکون کو ٹھنڈک پہنچا سکتی ہے۔ میں پھر یہی گزارش کروں گا کہ یہ شہر کوئی دو صد ہزار سال پرانا نہیں، جس طرح کہ راولپنڈی، پشاور، لاہور، کراچی بس اسٹینڈ، زیادہ گنجان آباد ہو جانے کی وجہ سے باہر منتقل کرنے پڑے۔ یہ نیا میر پور آٹھ سال کی منزل سے گزر رہا ہے اس بس اسٹینڈ کو جہاں ماسٹر پلان میں موجود ہے جس جگہ بلدیہ نے بس اسٹینڈ کو عارضی شکل دے کر کام شروع کیا تھا وہاں مستقل بس اسٹینڈ تعمیر کیا جائے، ہمیں بار بار غیر آباد نہ کیا جائے۔

۱۵۔ پلاٹوں کی چھان بین میں جس طرح حکومت نے طریق کار بنایا ہے وہ کسی صورت میں بھی سود مند ثابت نہ ہو سکا۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ حکومت نے عوامی مطالبہ کے پیش نظر صرف پولیس کے ایک اہلکار کو یہ فرائض سونپے تھے حالانکہ سب دنیا جانتی ہے کہ یہ معاملہ اس طرح حل ہونا مشکل ہے کیونکہ پولیس کے کسی ایک اہلکار کے بس کا روگ نہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اگر حکومت واقعی ان پلاٹوں کی چھان بین کرنے میں دلچسپی رکھتی ہے تو عوامی مطالبہ کے تحت کسی مجسٹریٹ درجہ اول کو اس ڈیوٹی پر لگایا جائے اور ساتھ ہی مجسٹریٹ صاحب کو سٹاف مہیا کیا جائے، جو شہر کے تمام حصوں میں سروے کرے اور ہر مکان کے الاٹی سے دریافت کرے کہ آپ کو یہ پلاٹ برائے راست الاٹ ہوا تھا یا کسی سے قیمتی خریدا ہے؟ پھر آپ کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے پلاٹ فروخت کیے ہیں۔

۱۶۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کے بعد میر پور کے لوگوں کو سوختنی لکڑی بہت مہنگے داموں دستیاب ہو رہی ہے۔ کیونکہ منگلا ڈیم سے پہلے جہاں جہاں بستیاں آباد تھیں ان بستیوں کے ساتھ ساتھ سوختنی لکڑی کے جنگل بھی پھیلتے پھولتے تھے۔ اب وہ جنگل منگلا ڈیم کے پانی کے ذخیرہ کی وجہ سے ختم ہو گئے ہیں، اب ہر طرف پانی ہی پانی ہے۔ متاثرین منگلا ڈیم کی اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے دینہ جہلم سے سوئی گیس فراہم کرنے کے منصوبے پر عمل کیا جائے تب جا کر یہاں کے لوگوں کو سوختنی لکڑی جو لوگوں کی قوت خرید سے باہر ہو رہی ہے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

۱۷۔ متاثرین منگلا ڈیم کو زمینوں کے بدلے پاکستان میں جو زمین الاٹ ہوئی تھی اوران لوگوں نے اس زمین کی تمام رقم داخل خزانہ کردی ہے، تیرہ سال کے عرصہ میں ابھی تک ان کو زمینوں کے قبضے پاکستان میں نہیں مل سکے کیونکہ کچھ زمین تو وہاں کے مقامی لوگوں کو پانچ سالہ منصوبہ میں ملکیت کے طور پر الاٹ کی جارہی ہے۔ متاثرین منگلا ڈیم کو وہی پانچ سالہ منصوبہ میں آنے والی زمین الاٹ ہوئی تھی جس کا قبضہ اور ملکیت ابھی تک نہیں مل سکی اور متاثرین منگلا ڈیم کو مقدمہ بازی میں الجھا کر رکھ دیا ہے، ابھی تک وہ لوگ آباد نہیں ہو سکے اور زندگی کے سانس پورے کر رہے ہیں۔

اہلیانِ میرپور آزاد کشمیر

(بذریعہ میر خالد بشیر......مطبوعہ ۱۹۷۴ء)

منگلا ڈیم کی تعمیر .... روئیدادِ سفر

تحریر: انجینئر محمد افضل ضیائی بی ایس سی الیکٹریکل انجینئرنگ ایم اے اردو، ایم اے تاریخ

منگلا ڈیم کی تعمیر دراصل سندھ طاس منصوبے کا ایک حصہ ہے اس منصوبے کا مقصد تین مشرقی دریاؤں راوی، ستلج اور بیاس کا پانی بھارت کے حوالے کیے جانے کے بعد 1970ء کے بعد پاکستان کے لیے پیدا شدہ پانی کے بحران سے نپٹنا تھا۔ اس منصوبہ کے تحت نہروں کے بڑے نیٹ ورک کو تعمیر کرتے ہوئے ان علاقوں کی آبی ضروریات کو پورا کرنا تھا۔ جو راوی، ستلج اور بیاس سے سیراب ہوتے تھے۔

پاکستان اور بھارت کے مابین دریائی پانی کا یہ معاہدہ انٹرنیشنل بینک فار ری کنسٹرکشن اینڈ ڈویلپمنٹ (IBRD) کے توسط سے نو برس کے صبر آزما مذاکرات کے بعد ستمبر 1960ء میں طے پایا۔ بھارت کے حصہ میں آنے والے تینوں دریاؤں کے پانی کی مجموعی مقدار 33 ملین ایکڑ فٹ (MAF) سالانہ ہے۔ جب کہ پاکستان کے حصہ میں آنے والے تین دریاؤں چناب، جہلم اور سندھ کا کل بہاؤ 135 ملین ایکڑ فٹ سالانہ ہے۔

اس معاہدہ میں طے پایا کہ متبادل آبی ذخائر اور نہروں کے نظام کی تکمیل دس سال کے عرصہ میں کی جائے گی۔ اس معیاد میں تین سال کا اضافہ ہو سکے گا تاہم اسکے عوض پاکستان بطور (Penality) دس ملین ڈالر ادا کرے گا۔ اور ایسی صورت میں بھارت تینوں مشرقی دریاؤں کے پانی کی سپلائی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرے گا۔

سندھ طاس منصوبہ کی تکمیل کے لیے عالمی بینک کے زیر اہتمام خصوصی فنڈ قائم کرتے ہوئے آسٹریلیا، کینڈا، جرمنی، نیوزی لینڈ، پاکستان، بھارت، برطانیہ اور امریکہ کی حکومتوں کے مابین باقاعدہ ایک عالمی معاہدہ پر دستخط ہوئے تھے۔ عالمی بینک اس فنڈ کا ٹرسٹی اور منتظم ٹھہرا۔ یہ فنڈ 431 ملین ڈالر سے قائم کیا گیا۔ منصوبہ کی تکمیل کے لیے باقی مطلوبہ رقم پاکستان نے خود برداشت کرنے پر اتفاق کیا۔

سندھ طاس منصوبہ آبی ذخائر کی ترقی کا دنیا کا سب سے بڑا منصوبہ ہے۔ اس منصوبہ کی کل تخمینہ لاگت 780 ملین ڈالر ہے۔

1951ء میں پنجاب اریگیشن ڈیپارٹمنٹ نے دریائے جہلم پر منگلا کے مقام پر پانی ذخیرہ کرنے کے لے ڈیم کی سکیم پر ہوم ورک کا آغاز کیا۔

1952ء میں حکومت پاکستان نے ڈیم انوسٹی گیشن سرکل قائم کیا اور امریکہ کی کمپنی (Tipton & Hill) کو کنسلٹنٹ انجینئر مقرر کیا۔ تا کہ منگلا کے مقام پر ڈیم بنانے کی فیزیبلیٹی رپورٹ تیار کی جاسکے۔

1954ء میں ماہرین نے رپورٹ پیش کرتے ہوئے 346 فٹ اونچا ڈیم بنانے کی سفارشات پیش کیں اور پانی کو ذخیرہ کرنے کی صلاحیت 4.1 ملین ایکڑ کا تخمینہ لگایا۔

1957ء میں حکومت پاکستان نے منگلا ڈیم آرگنائزیشن قائم کی اور لندن کی (Binnie & Partners) کنسلٹینٹ فرم کو پراجیکٹ پلاننگ رپورٹ تیار کرنے کا کام سونپا۔ دیگر فرموں Preece, Cardew, Harza Engineering International اور Rider نے Binnie & Partner کے معاون اداروں کے طور پر کام کیا۔ جنہیں بڑے سپل وے اور الیکٹریکل و مکینیکل مشنری کی ڈیزائننگ کا کام سونپا گیا تھا۔

دسمبر 1958ء میں Binnie & Partner کنسلٹینٹ فرم نے تفصیلی سٹڈی کے بعد 366 فٹ اونچے ڈیم اور 5.35 ملین ایکڑ فٹ ذخیرہ آب (Reservoir) تعمیر کرنے کی سفارشات پیش کیں۔ فرم نے یہ بھی تجویز کیا کہ جڑی ڈیم بنانے کی صورت میں ذخیرہ آب کی گنجائش 5.35 ملین ایکڑ فٹ سے بڑھ کر 5.88 ملین ایکڑ فٹ ہو جائے گی۔

1959ء میں واپڈا نے منگلا ریویو بورڈ تشکیل دیا جس نے تجویز کیا کہ مستقبل میں ڈیم مزید چالیس فٹ بلند کیا جاسکے گا اس سے ڈیم میں مزید 3 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش پیدا ہوگی۔

یکم جون 1961ء کو منگلا ڈیم پراجیکٹ کے سب سے بڑے سول انجینئرنگ کنٹریکٹ کی ٹینڈر دستاویزات آٹھ (Preq) رقم (prequalified Consortia) کو جاری کی گئیں۔ جن میں سے صرف چار نے ٹینڈر جمع کروائے۔

اس منصوبے کے لیے جو چار ٹینڈر موصول ہوئے ان کی تفصیل بمعہ مالیت اس طرح ہے:

1.Mangla Constructors	Rs. 2196 Million	(L 164.7 Million)
2. utah Consortium	Rs. 1812 Million	(L 135.9 Million)

3. Pakistan Constructors Rs. 1783 Million (L 133.8 Million)

4. ManglaDam Contractors Rs. 1686 Million (L 126.4 Million)

15 نومبر 1961ء کو ٹینڈر لندن میں کھولے گئے۔

20 جنوری 1962ء کو یہ ٹھیکہ ایک کنسورشیم کو الاٹ کر دیا گیا جس میں مندرجہ ذیل حصہ دار فرمیں بھی شامل تھیں۔

1- GUY F-ATKINSON COMPANY
2- CHICAGO BRIDGE AND IRON COMPANY
3- S.J GROVES AND SONS COMPANY
4- CHAS L. HARNEY INC.
5- OSTRANDER CONSTRUCTION COMPANY.
6- R.A. TRIPPEER INC.
8- WALSH CONSTRUCTION COMPANY.

فرموں کے اس گروپ نے بعد میں منگلا ڈیم کنٹریکٹر (M.D.C) کا معروف نام اختیار کر لیا۔

تعمیراتی تنظیم کی تشکیل

ٹینڈرنگ کی کارروائی کے دوران ہی طے پایا کہ (GUY F.ATKINSON COMPANY) منصوبہ کی سپانسر کے طور پر کام کرے گی۔ (GEO.H.ATKINSON) کو منیجنگ ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ فرم کے ہیڈ کوارٹر سان فرانسسکو میں منگلا اپریشن کمیٹی قائم کی گئی۔ جس کے مندرجہ ذیل عہدیدار مقرر کیے گئے

GEO.H.ATKINSON PRESIDENT
F.R BONNER, VICE PRESIDENT
A.H. STEINER CHAIRMAN
R.S. KERR VICE PRESIDENT.
J.A HANDERSON VICE PRESIDENT.
(Secretary Mangla Management Committe)

سائٹ پر پراجیکٹ منیجمنٹ میں مندرجہ ذیل افراد کو بذیل ذمہ داریاں تفویض ہوئیں۔

GEO.H.ARCHIBALD	GENERAL MANAGER
J.B. MCNABB	CONSTRUCTION MANAGER
E.B PLATT	ASSISTANT GENERAL MANAGER
P.K. MITCHELL	ASSISTANT CONSTRUCTION MANAGER
W.J. RICHMOND	ADMINISTRATIVE ASSISTANT
J.H KELLER	EQUIPMENT MANAGER
D.H OLSON	CONTROLLER

ان کی معاونت کیلئے سو سے زائد ماہرین سربراہ شعبہ جات انجینئرز و ایگزیکٹیوز مقرر کیے گئے۔

جنرل منیجر کے ذمہ گورنمنٹ اور لوکل اتھارٹیز سے رابطہ، خریداری، سپلائی، ٹرانسپورٹ، افرادی قوت کا انتظام اور لیبر کیمپس، سکول، ہسپتال کا قیام و انصرام، مالی معاملات کی دیکھ بھال تھی جب کہ کنسٹرکشن منیجر کے ذمہ تعمیراتی کام کی براہ راست نگرانی تھی۔

تعمیراتی تنظیم کے لاہور اور کراچی میں دفاتر قائم کیے گئے جن سے اندرون و بیرون ملک سے سامان رمشینری کے حصول کے لیے کافی سہولت میسر آ گئی۔ ساؤتھ سان فرانسسکو آفس نے افرادی قوت کی ریکروٹمنٹ کا اہتمام کیا۔ منصوبہ کے تکمیلی عرصہ کے دوران آٹھ سو ساٹھ کے لگ بھگ ماہرین اور تقریباً 1578 ورکرز سان فرانسسکو ہیڈ کوارٹر سے بھرتی ہو کر منگلا پراجیکٹ پر مامور ہوئے ان کی باقاعدہ ٹریننگ کا اہتمام کیا گیا۔

ابتدائی تیاری (preparatory works)

تجزیہ و تخمینہ جات کا ابتدائی کام 1960، 1961 میں مکمل کیا گیا۔

دریا کو عبور کرنے کے لیے تین سپین لمبا پل بنایا گیا جس کے ایک سپین کی لمبائی 337 فٹ تھی۔ اس پل پر سے 26 فٹ چوڑی روڈ تعمیر کی گئی۔ دینہ سے منگلا تک آٹھ کلومیٹر سڑک بنائی گئی۔ اس طرح ٹریک ریلوے لائن بھی دینہ سے منگلا تک بچھائی گئی۔ ہاؤسنگ کالونی بنائی گئی۔ لیبرز کیمپ تعمیر کیے گئے۔ ایک لیبر کیمپ میں 2000 مزدوروں کی رہائش کا انتظام تھا۔ واٹر سپلائی تعمیر کی گئی اور سیورج لائن بچھائی گئی۔ دریا کے دونوں جانب بجلی کی سپلائی کے لیے 10.5 ایم وی اے اور 15MVA استعداد کے سب اسٹیشن قائم کیے گئے۔ منصوبہ پر کام کرنے والوں کے بچوں کی تعلیمی ضروریات کے لئے نومبر 1962ء میں منگلا انٹرنیشنل سکول قائم کیا گیا جس میں 30 اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کے علاوہ امریکی، برطانوی اور پاکستانی نصاب پڑھانے کی اعلیٰ سہولتیں میسر تھیں۔ مئی 1962ء میں دیوقامت مشینری اور آلات پہنچنا شروع ہو گئے۔ آخیر 1962ء بڑے پیمانے پر ڈیم کی کھدائی شروع ہو گئی۔ یاد رہے انجینئرز، کنٹریکٹرز اور لیبرز کے لیے کوارٹرز اور کیمپس پاکستانی کنٹریکٹرز نے تعمیر کیے۔ تعمیراتی سامان لے کر پہلی ٹرین بآخیر اپریل 1962ء منگلا پہنچی تو اس کا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ مئی 1962ء سے تعمیراتی سامان باقاعدگی سے منصوبہ کی سائٹ پر پہنچنا شروع ہو گیا۔

Main Technical Features And Objectives of Mangla Dam

1- Type : Earth filled
2- Hieght : 380 ft (above river Bed)
3-Lenght : 10,300ft
4- Gross storage Capacity: 5.88 MAF
5-Live storage Capacity : 5.34 MAF

SUPPLIES

2- HYDRO POWER GENERATION : 1000 MW

3- iNCIDENTAL FLOOD REGULATION.

منگلا ڈیم منصوبہ چار (Embarkment Dams) دو عدد (Spillways) پانچ (Power Cun - Irrigation) اور ایک پاور سٹیشن پر مشتمل ہے۔ چار ڈیموں میں جڑی کس ڈیم، سکیاں ڈیم اور بڑا منگلا ڈیم شامل ہے۔

جڑی کس ڈیم پر کام باقی منصوبہ سے الگ طور پر شروع ہوا۔ اس کی بنیادوں کا آغاز جولائی 1963ء میں شروع ہوا اور اس کی بھرائی کے لیے (43 Million Cubicyard) ملبہ کی ضرورت پڑی۔

سکیاں ڈیم کی تعمیر کا آغاز باخیر 1964ء ہوا اور یہ ڈیم 1967ء میں مکمل ہوا۔

ایمرجنسی سپل وے پر کام اپریل 1965ء میں شروع ہوا۔ اس کی (Excavation) سے حاصل ہونے والے ملبے کو بڑے ڈیم کی تعمیر میں استعمال کیا گیا۔

12 ستمبر 1965ء کو دریائے جہلم کا رخ موڑ دیا گیا۔

ڈیموں کی تعمیر کے دوران ان کی مضبوطی و استحکام کو متاثر کرنے والے قدرتی عوامل زلزلے و سیلاب و دیگر فنی وجوہات کے حوالے سے مسلسل سٹڈی کی جاتی رہی اور منصوبہ میں حسب ضرورت تبدیلیاں کی جاتی رہیں۔

پاور سٹیشن کے پہلے جنریٹر نے 5 جولائی 1967ء کو پیداوار کا آغاز کیا دوسرے یونٹ نے 17 جولائی 1967ء سے پیداوار شروع کردی۔

اس منصوبہ کی تعمیر کے دوران تعمیراتی تنظیم میں پاکستانی ماہرین میں سے مسٹر شاہ نواز خان کو اسسٹنٹ چیف ریذیڈنٹ انجینئر تعینات کیا گیا۔

بے کسی میں تجھ پہ ٹوٹے ہیں مصائب کے پہاڑ
برقِ غم سے ہو گئی یکسر تری دنیا اُجاڑ

فضل حسین کیف

6- Main spillway Capacity: 1010000 Cusecs

7-Emergencey Spillway Capacity: 2,30,000 Cusecs.

8- Lake area: 100 Sq. Miles.

9- Total Catchment Area 12870 Sq. Miles(56% Area of Indian occupied and 44% of Azad Kashmir)

10- Project completed for water level 1234 ft

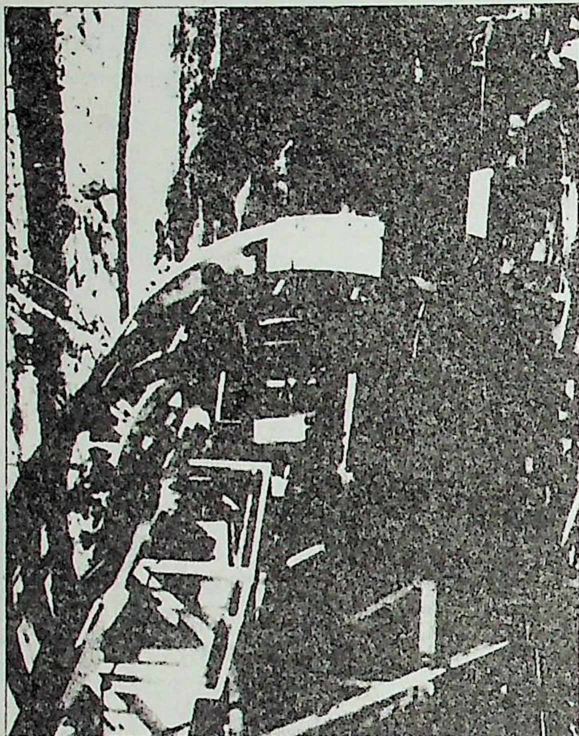
(Note: it can be raised to elevation 1274ft at some future date)

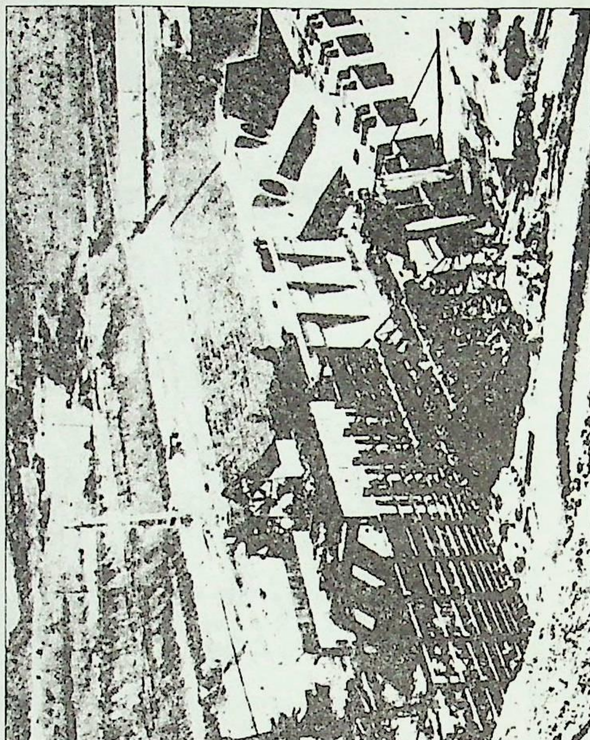
The major equipment on the project consisted of:

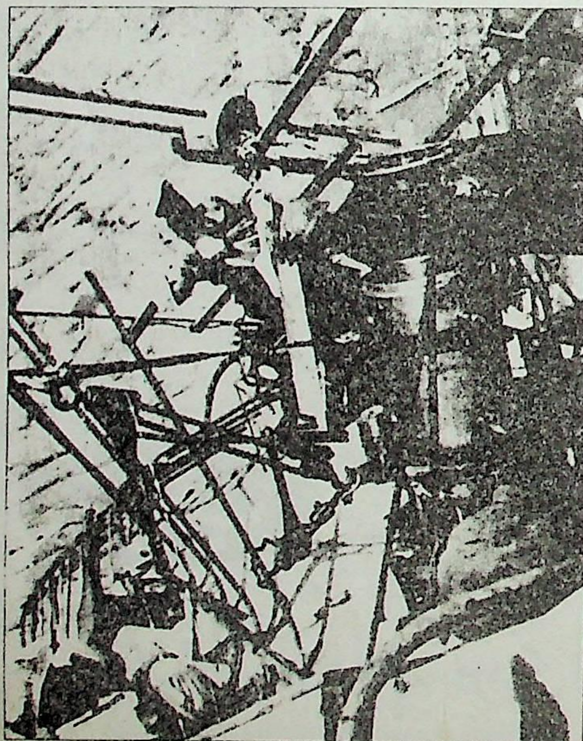
21 shovels and draglines, ¾ -8 cu. Yd (Bucyrus-Erie and Manitowoc)
4 Whirely cranes (American and Clyde)
12 P. % H. truck cranes, 25-90 ton capacity.
12 Austin-Western hydraulic cranes
23 Hyster fork lifts
73 extra-heavy caterpillar tractors D9
40 heavy caterpillar tractors D8
38 medium caterpillar tractors D7
4 Hough front-end loaders
85 Euclid scrapers, 28 and 40 cu. Yd
60 Euclid bottom dump wagons, 45 cu. Yd
25 Euclid-Easton side dumps, 50 ton capacity
32 Euclid end dump trucks, 10 and 30 ton
18 disc tillers
29 compactors
30 caterpillar motor graders
33 rock drills
74 compressors
18 concrete pumps
29 concrete trucks
239 pumps, all types
265 light plants
48 generators, 50-750KW
12 vibratory rollers
109 saloon cars
32 jeeps and travelalls
165 Land Rovers
173 pickups
150 trucks, miscellaneous
35 water trucks
5 Klein tankers, 12 000 gal
32 trailers, miscellaneous
261 welders
1 Mole
1 aeroplane

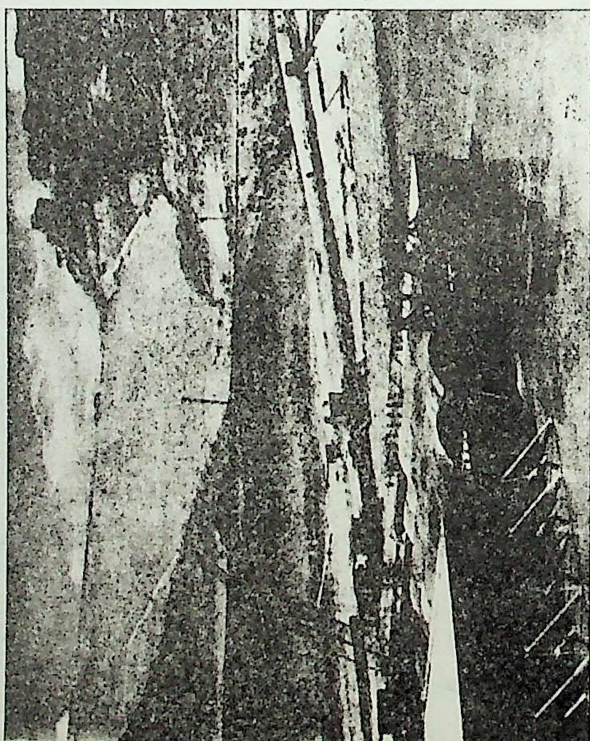
ڈیم کے مقاصد (OBJECTIVES)

1- WATER STORAGE FOR SUPPLIMENTARY IRRIGATION,









ڈیم بنا تھا قبروں پر
توسیع ہوگی لاشوں پر

ہم سہ ماہی ''پربت'' کو متاثرین منگلا ڈیم کا موقف اجاگر کرنے اور متاثرین کی آواز کو بلند کرنے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ ہم منگلا ڈیم کی توسیع کسی صورت بھی قبول نہیں کریں گے۔

اجڑنے پر مرنے کو ترجیح دیں گے

اہل میرپور اور کشمیر فریڈم موومنٹ

منگلا ڈیم حکومتی پیکج کو مسترد کرتے ہیں

منجانب

مسعود احمد خواجہ مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل کشمیر فریڈم موومنٹ

منگلا ڈیم توسیعی معاہدہ......ایک جائزہ

چیف جسٹس (ر) عبدالمجید ملک

منگلا ڈیم کا حالیہ توسیعی معاہدہ گورنمنٹ آف پاکستان ، آزاد حکومت ریاست جموں کشمیر اور واپڈا کے مابین 27 جون 2003ء کو بمقام اسلام آباد طے پایا ہے۔ اس معاہدے کے خدوخال کچھ اس طرح ہیں۔

ضمن نمبرا۔ منگلا ڈیم کی بلندی 30 فٹ کی جائے گی۔

ضمن نمبر۲۔ ضمن ۲ کے دو حصے ہیں،

ا۔ سابق متاثرین منگلا ڈیم کے حوالے سے اس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ 7,707 کنبے جن کے پاس اراضی چار کنال یا اس سے زائد تھی مزید تحقیقات وتسلی کے بعد ہر کنبے کو دو لاکھ روپیہ بطور معاوضہ دیا جائے گا۔ اس میں واپڈا کا موقف بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس کے تحت واپڈا نے ظاہر کیا ہے کہ متذکرہ بالا 7,707 میں سے 4,481 ایسے کنبے ہیں جنہوں نے تحریری طور پر متبادل زمین حاصل کرنے سے انکار کیا ہوا ہے۔ واپڈا کے اس موقف کی تائید کیلئے آزاد کشمیر حکومت اور واپڈا کے ممبران پر مشتمل ایک مشترکہ کمیٹی کرے گی۔

علاوہ ازیں 6,126 کنبے سابقہ متاثرین میں سے ایسے ہیں جن کے پاس نصف ایکڑ سے کم زمین تھی۔ ایسے کنبہ جات کو کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔ معاہدہ کی اس ضمن میں جو بات مسلمہ ہے، سابقہ متاثرین جن کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی اور جن کی تعداد 25,24 ہزار کنبوں کے درمیان بنتی ہے وہ گذشتہ 45 سے اپنے حقِ معاوضہ اور آبادکاری سے محروم چلے آ رہے ہیں اور آزاد حکومت کے حکمرانوں، جس میں موجودہ حکمران جماعت کا 30 سالہ عرصہ حکمرانی شامل ہے، واپڈا نے ان متاثرین کی حق رسی نہیں کی جس کے نتیجے میں وہ دربدر ٹھوکریں کھاتے رہے اور تا حال ناگفتہ بہ حالت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے متعلق یقین سے اب نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں سے کتنے لوگ زندہ ہیں اور کتنے غربت ، ناداری اور افلاس کی وجہ سے لقمہء اجل بن چکے ہیں۔ آزاد کشمیر کے حکمرانوں اور واپڈا اہلکاران کی غفلت، نااہلی اور فرض ناشناسی کا یہ منہ بولتا ثبوت سابق متاثرین منگلا ڈیم کے ساتھ ظلم کی انمٹ اور ناقابلِ فراموش داستان ہے۔ اس ظلم اور احساسِ محرومی نے مستقبل کے متاثرین کے اندر آزاد کشمیر کے حکمرانوں اور واپڈا اہلکاران پر عدمِ اعتماد اور خوف وہراس کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے جس کے نتیجے میں اپ ریزنگ کی وجہ سے متاثر ہونے والے کنبے اور عوام بجا اور جائز طور پر اپ ریزنگ کے خلاف اعتراض اور احتجاج کر رہے ہیں۔ اس طرح کسی بھی مہذب قانون، مذہبی فرائض اور اخلاقی ذمہ داری کے تقاضوں کے تحت منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ اور اس سے متاثر ہونے والے میرپور کے عوام کی صدائے احتجاج کو غلط تصور نہیں کیا جاسکتا۔

ضمن نمبر۲ میں اس امر کا واضح اعتراف کیا گیا ہے کہ سابق متاثرین کو متبادل طور پر پنجاب اور سندھ میں اراضیات الاٹ کی گئی تھیں۔ 45 سال گزرنے کے باوصف آزاد حکومت کے حکمرانوں اور واپڈا اہلکاران نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس وقت تک 562 کنبوں کو متبادل اراضیات الاٹ کر کے حقوق ملکیت نہیں ملے۔ 2,700 کنبوں کو رہائشی پلاٹ بھی الاٹ نہیں ہوئے جس کی مزید توثیق حکومتِ آزاد کشمیر نے کرنی ہے۔ علاوہ ازیں اس معاہدہ میں اس امر سے دانستہ چشم پوشی کی گئی ہے کہ سابق متاثرین کے ہزاروں کنبوں کو سندھ اور پنجاب میں جو نہری یا آبی متبادل زمینیں الاٹ ہوئی تھیں ان میں سے بیشتر کو اراضی کا قبضہ نہیں ملا اور جن اراضیات کا قبضہ دلایا گیا تھا صدر ایوب خان کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ہی 1970-71ء میں مقامی لوگوں نے ان سے زمینیں جبر اور سینہ زوری سے واپس لے لیں اور عدالتوں میں مقدمات دائر کر کے احکام امتناعی حاصل کر لئے۔ تا حال ایسے مقدمات بدستور تصفیہ طلب ہیں۔ متاثرین منگلا ڈیم نہ صرف منگلا ڈیم کے زیرِ آب جائیدادوں سے محروم ہوئے بلکہ متبادل اراضی کی ملکیت اور قبضہ سے بھی محروم کر دیئے گئے اور مزید یہ کہ مقدمہ بازی کا شکار ہو کر مالی نقصان اور ذہنی پریشانی کا شکار ہوئے۔ ایسے کنبوں اور افراد کی داستان الگ الگ اپنے اندر ظلم، تشدد اور محرومی کے نہ مٹنے والے نقوش سموئے ہوئے ہے جس کی تفصیل کا احاطہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

ضمن نمبر۳: آزاد حکومت نے اس امر کی ذمہ داری لی ہے کہ وہ اپ ریزنگ کیلئے واپڈا کے استعمال کیلئے مستقل طور پر اراضی فراہم کرے گی۔ تاہم یہ

اراضی ہمیشہ کیلئے متعلقہ وزارت استعمال کرے گی۔صرف اس کی ملکیت کا روائتی حق آزاد کشمیر حکومت کے پاس رہے گا۔

ضمن نمبر ۳۔۲ کے تحت یہ طے ہے کہ جو زمین اپ ریزنگ کیلئے حاصل کی جائے گی اس کے مالکان کو واپڈا رائج شرح کے مطابق معاوضہ ادا کرے گا جس میں تحت قانون 15 فیصدی جابرانہ بھی شامل ہوگا۔اس طرح مکانات اور دیگر تعمیرات کے حصول کیلئے بھی معاوضے کی ادائیگی محض 10 فیصدی جابرانہ مالکان کو ادا کیا جائے گا۔البتہ تعمیرات کے مالکان کو ملبہ اٹھانے کا حق بھی دیا گیا ہے۔مقبوضہ کشمیر کے ایسے مہاجرین جو کہ منگلا ڈیم کی تعمیر کیلئے حاصل کی گئی جھیل کی سطح سے باہر اراضی پر آباد ہیں ان کیلئے 3 لاکھ روپیہ فی کنبہ معاوضہ اور پانچ مرلہ کا بلا قیمت پلاٹ دیئے جانے کا عہد کیا گیا ہے اور ایسے مہاجرین جو کہ اپنی الاٹ شدہ اراضیات پر آباد ہیں ان کو دیگر متاثرین کی شرح کے برابر نقد معاوضہ دیا جائے گا اور پانچ مرلہ سے ایک کنال کا پلاٹ باا خذ قیمت دیا جائے گا۔اس طرح مقامی متاثرین جو کہ واپڈا کی حاصل کردہ جھیل کی سطح سے باہر یا آزاد کشمیر کی اراضیات پر قابض ہیں کو بھی نقد معاوضہ 3 لاکھ روپیہ دیا جانا اور پانچ مرلہ سے ایک کنال پلاٹ باا خذ قیمت دیئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ضمن نمبر ۴ کے تحت واپڈا نے یہ ذمہ داری لی ہے کہ وہ ایک نیا میرپور شہر اور چار قصبے متاثرین منگلا ڈیم کیلئے آباد کرے گا اور واپڈا امتقاضی سہولتیں بھی فراہم کرے گا۔اس مقصد کیلئے حکومت آزاد کشمیر زمین فراہم کرے گی اور میرپور شہر کیلئے حاصل کی جانے والی زمین جو فوج کے زیر قبضہ ہے، حکومت پاکستان، وزارتِ امورِ کشمیر فوج کو متبادل زمین دے کر حاصل کرے گی۔

ضمن نمبر ۴۔۲ کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ ایک ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ قائم کیا جائے گا۔اس طرح چار قصبہ جات میں چار مردانہ ٹریننگ سنٹر قائم ہوں گے اور اس وقت جو چار زنانہ سنٹرز چل رہے ہیں ان کو مزید مستحکم کیا جائے گا۔واپڈا ایسے اقدامات کرے گا جس کے تحت مختلف شعبوں میں تربیت دی جاسکے۔

ضمن نمبر ۴۔۳ میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ متاثرین کو معاوضے کی ادائیگی کے پیکج پر عملدرآمد ایک کمیٹی کے ذریعے کیا جائے گا اور کمیٹی KANA کی وزارت اور واپڈا کے اہلکاران پر مشتمل ہوگی۔

ضمن نمبر ۵ میں قرار دیا گیا ہے کہ واپڈا کی رقم 90 لاکھ روپے جو آزاد کشمیر کے ذمہ واجب الادا ہے وہ وصول نہیں کی جائے گی۔اس طرح آزاد کشمیر حکومت کے واپڈا کے ذمے واجبات کا حق بھی ختم تصور ہوگا۔جموں کشمیر کونسل کے آزاد کشمیر حکومت کے خلاف ایک ارب چالیس کروڑ کے واجبات جن کی ادائیگی واپڈا کو کی جاچکی ہے، کی بھی وصولی نہیں ہوگی۔

ضمن نمبر ۵۔۲ کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ اس وقت حکومتِ پاکستان نے آزاد کشمیر کیلئے بجلی کا نرخ 4 روپے 20 پیسے فی یونٹ مقرر کر رکھا ہے، وہ نرخ کم کر کے 2.44 فی کلوواٹ مقرر کر کے منہا ہوگا اور اس کا اطلاق ستمبر 2002ء سے لے کر ستمبر 2003ء تک ہوگا۔مستقبل میں آزاد کشمیر کے لئے ٹیرف کی شرح کا تعین KANA اور SAFRON کے ممبران پر مشتمل ایک سٹینڈنگ کمیٹی کرے گی۔

ضمن ۵۔۳ کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ وزارتِ امورِ کشمیر اس امر کی ضمانت دے گی کہ سنٹرل بورڈ آف ریونیو آئندہ آزاد کشمیر میں پیدا کی جانے والی بجلی جو آزاد کشمیر میں ہی سپلائی کی جائے گی، اس پر جنرل سیلز ٹیکس نہیں لگایا جائے گا کیونکہ پاکستان میں جنرل سیلز ٹیکس جو لاگو ہے وہ آزاد کشمیر میں بذریعہ محکمہ ٹیکسیشن پہلے سے ہی وصول کیا جارہا ہے۔اس شرح کے تحت گورنمنٹ آف پاکستان نے جو قواعد وضوابط وضع کر رکھے ہیں اس کا لامحالہ اطلاق آزاد کشمیر پر بھی ہوگا۔

ضمن ۵۔۴ کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ آزاد کشمیر حکومت سے شعبہ برقیات مکمل طور پر واپس لے کر اسے کشمیر کونسل یا کسی دیگر متعلقہ اتھارٹی کی تاویل میں دے دیا جائے گا۔اس امر کیلئے KANA اور SAFRON، آزاد کشمیر کونسل اور حکومت آزاد کشمیر ایک رپورٹ مرتب کریں گے۔واپڈا نے اس امر کی ذمہ داری لی ہے کہ وہ آزاد کشمیر میں پانچ گرڈ اسٹیشن 2002ء سے 2007ء تک قائم کرے گا۔ایک نیا گرڈ اسٹیشن چتر پڑی میں تعمیر کیا جائے گا۔

ضمن نمبر ۵۔۶ کے تحت آزاد کشمیر حکومت کو پندرہ پیسے فی کلوواٹ کے حساب سے رائلٹی 27 جون 2003ء کے بعد ہائیڈرل منافع سے ادا کی جائے گی۔

ضمن نمبر ۶۔۱ کے تحت دھان گلی کے مقام پر واپڈا پل تعمیر کرے گا اور KANA اور SAFRON اور وزارتِ مالیات میرپور تا اسلام گڑھ

پل کی تعمیر کیلئے اخراجات فراہم کرے گا۔

ضمن نمبر ۶۔۲ کے تحت واپڈا نے ذمہ داری لی ہے کہ نئے میر پور شہر میں منگلا جھیل سے پانی کی سپلائی کی جائے گی تاہم اراضیات کو سیراب کرنے کیلئے پانی کا معاملہ ارسا طے کرے گا۔

ضمن ۶۔۳ کے تحت مچھلی کے حقوق آزاد کشمیر حکومت کو دیئے جائیں گے اور حکومت آزاد کشمیر پاکستان بھر میں ٹھیکے کیلئے ٹینڈر کال کرے گی۔

اس معاہدے کے خدوخال سے جو باتیں مترشح ہوتی ہیں ان کی روشنی میں محکمہ برقیات جو اس وقت تک حکومت آزاد کشمیر کے تحت تھا اور جس سے آزاد کشمیر کے سینکڑوں انجینئرز اور ہزاروں لوگوں کا روزگار وابستہ ہے، اس معاہدہ کی رو سے مستقبل میں یہ محکمہ جموں کشمیر کونسل کو منتقل کر دیا جائے گا۔ آزاد کشمیر میں تعمیر و ترقی کا بڑا دارومدار شعبہ برقیات پر ہے کیونکہ تمام تر صنعت و حرفت کے شعبے میں کارخانے لگانے کا انحصار بجلی پر ہے۔ لہٰذا آزاد کشمیر کے انجینئرز جو اس وقت ملازمت میں ہیں ان کی ملازمت کی شرائط، مستقبل میں ترقی، پنشن اور دیگر مراعات وغیرہ ایک ابہام اور الجھاؤ کا شکار ہو جائیں گی۔ محکمہ برقیات آزاد کشمیر میں تعلیم، زراعت اور صحت کے بعد ایک بڑا شعبہ ہے۔ آزاد کشمیر کے وزیراعظم اور وزراء پریس کانفرنسوں اور اخباری بیانات کے شور شرابے سے ہٹ کر اس ضمن میں عمداً چشم پوشی کر رہے ہیں اور یہ چشم پوشی ان کی لاعلمیت اور جہالت کی غمازی بھی کرتی ہے۔

منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت آزاد کشمیر میں کوئی آئین نافذ نہیں تھا اور نہ ہی یہاں انسانی حقوق کا اطلاق ہوتا تھا۔ اس طرح منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت آزاد کشمیر کے رولز آف بزنس اور ایڈہاک ازم کے تحت بنائے جانے والے قواعد و ضوابط کے تحت منگلا ڈیم کیلئے میر پور کے شہریوں کی زمین اور مکانات حاصل کیے گئے۔ اس کے پسِ پردہ بین الاقوامی برادری کی وہ رائے بھی شامل تھی جس کے تحت ہندوستان اور پاکستان نے پانی کا جھگڑا ختم کرنے کیلئے 1960ء میں کراچی کے مقام پر سندھ طاس کے معاہدہ پر دستخط کیے۔ اس وقت آزاد کشمیر میں عبوری آئین 1974ء لاگو ہے جس میں بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے اور اس آئین میں آزاد کشمیر حکومت کا دائرہ اختیار بھی عبوری انداز میں طے ہے۔ اس کے دیباچے میں یہ درج ہے کہ ریاست جموں کشمیر کے عوام نے اپنی تحریک آزادی کے تحت ریاست کا جو خطہ آزاد کروایا ہے اس کا نام آزاد جموں کشمیر رکھا گیا ہے۔ اس کے انتظامی و انصرامی امور کو چلانے کیلئے آزاد کشمیر حکومت کو ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ چنانچہ حکومت آزاد کشمیر کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ آزاد کشمیر کے عوام کے حقوق کے تحفظ کیلئے اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ آزاد کشمیر یا میر پور کے شہریوں کی مرضی و منشاء کے بغیر حکومت آزاد کشمیر ان کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو تحفظ فراہم کرنے کی پابند ہے۔ لہٰذا عوام کی مرضی کے برعکس حکومت پاکستان یا واپڈا کو آزاد کشمیر کے شہریوں کی جائیداد منتقل نہیں کی جاسکتی۔

ان امور کے علاوہ یہ بات بھی قانونی تشریح کی محتاج ہے کہ جب شعبہ برقیات مستقل طور پر جموں کشمیر کونسل کو سونپا جا رہا ہے جو کہ کونسل کے دائرہ اختیار میں مختلف شعبہ جات کے ضمن نمبر ۳۵ میں درج ہے۔ اس شعبے کے منتقل ہونے کے بعد بجلی کی پیداوار پر حاصل کی جانے والی رائلٹی کی رقم بشرح 15 پیسے کلوواٹ آزاد کشمیر حکومت حاصل کرنے کی حقدار ہوگی یا جموں کشمیر کونسل؟ بادی النظر میں یہ رقم جموں کشمیر کونسل حاصل کرنے کی حقدار ہوگی۔ درج بالا صورتحال پر غور کرنے سے آزاد کشمیر کے وزیراعظم اور وزراء کے ان فخریہ بیانات کی قلعی کھل جاتی ہے جن میں وہ چیخ چیخ کر عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ انہوں نے منگلا ڈیم توسیعی معاہدہ طے کر کے آزاد کشمیر کے لوگوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

معاہدہ میں جہاں تک نیا شہر اور چار قصبہ جات قائم کیے جانے کا تعلق ہے۔ اس امر کی کوئی واضح، ٹھوس اور دو ٹوک شکل ظاہر نہیں کی گئی اور نہ ہی یہ معاہدہ اس امر کی ضمانت دیتا ہے کہ نئے میر پور شہر اور چار قصبوں میں عوام کی ضروریات کیلئے ہسپتال، سکول، کالج اور دیگر شعبہ جات کے دفاتر اور پبلک پارک یا اسٹیڈیم کی ضروریات فراہم کرنا کس کی ذمہ داری ہوگی؟ اس ابہام کی موجودگی میں متاثر ہونے والے عوام دو عملی کا شکار ہوں گے۔ ایسی صورت میں آزاد کشمیر کے حکمرانوں کے بیانات اور واپڈا کے دعوؤں پر یقین کر کے متاثرینِ منگلا ڈیم کا مستقبل یقیناً غیر محفوظ ہو جائے گا۔ اس کی مثال اس امر سے بھی دی جاسکتی ہے کہ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت جو پیکج تحریری طور پر دیا گیا تھا اور جس میں آزاد کشمیر حکومت، حکومت پاکستان اور واپڈا تینوں فریق تھے، اس پیکج پر 40 فیصد بھی عملدرآمد نہ ہو پایا اور میر پور شہر جس کی ڈیزائننگ ایک جدید شہر کے انداز سے کی گئی تھی جس

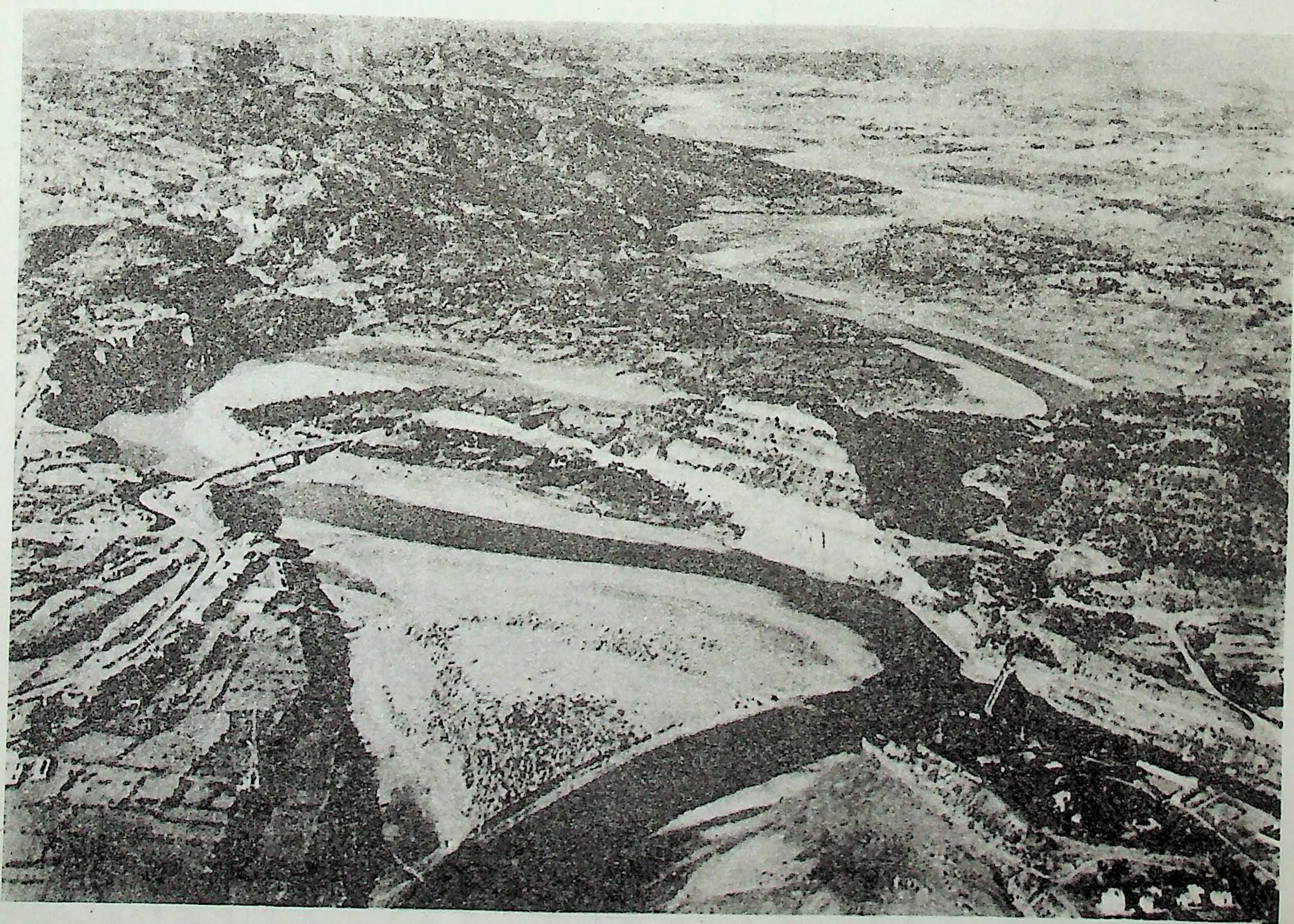
میں پبلک پارک، گرین بیلٹ، کمرشل ایریاز اور رہائشی سیکٹروں کی الگ الگ حیثیت قائم کی گئی تھی اور جس میں تمام جدید سہولتوں کی فراہمی کا منصوبہ شامل تھا، اس پر عمل کرنا تو کجا آزاد کشمیر حکومت کے ریکارڈ پر آزاد کشمیر میں ایک مستعار الخدمتی چیف سیکرٹری شیخ مقبول نے اس معاہدہ کی کاپی چوری کر لی تاکہ ثبوت باقی نہ رہے۔ چونکہ واپڈا اور حکومت پاکستان نے اس معاہدہ پر عمل نہیں کرنا تھا اس لئے وہ کاپی چیف سیکرٹری نے ریکارڈ سے چرالی اور اس کی جگہ 1974ء کا ایک ایسا معاہدہ شامل کیا جس میں متاثرین کیلئے کوئی مراعات نہیں رکھی گئی تھیں۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو میرپور شہر جو کہ اس وقت منگلا جھیل کے جنوب مشرقی کنارے پر واقع ہونے کے باوصف، اس شہر کے مکین پینے کے پانی سے محروم ہیں اور متعلقہ اہلکاران لوگوں کو پینے کا پانی فراہم کرنے میں ناکام دکھائی دیتے ہیں۔ لوگ مہنگے داموں پانی خرید کر پی رہے ہیں۔ 66-1965ء میں پینے کے پانی کیلئے جو ٹیوب ویل نصب کیے گئے تھے وہ اب میرپور کی بڑھتی ہوئی آبادی کیلئے ناکافی ہو چکے ہیں۔ اس طرح میرپور شہر میں جو پبلک پارک عوامی تفریح کیلئے رکھے گئے تھے ان پر آزاد کشمیر کی موجودہ حکومت کے ذمہ داران نے مختلف حربوں سے قبضہ کر کے کمرشل پلازے اور محلات تعمیر کر لئے ہیں۔ منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے حق میں یہی قبضہ گروپ مہم چلا رہا ہے تاکہ ایک بار پھر انہیں آمدنی کا ذریعہ بنانے کا موقع مل جائے۔ ان لوگوں کے منہ میں کرپشن کے ذریعے دولت کمانے کی رال آرہی ہے۔ میرپور کے مضافات میں جو ہملٹس بنائے گئے تھے ان کی حالت ناگفتہ بہ ہو چکی ہے۔ لوگ پانی اور بجلی جیسی سہولتوں کیلئے ترس رہے ہیں۔ پانی کی کمی، کم وولٹیج اور بجلی کے بریک ڈاؤن کی وجہ سے سارا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔

حالیہ توسیعی معاہدہ میں آزاد کشمیر کیلئے 15 پیسے فی یونٹ جو رائلٹی رکھی گئی ہے یہ کسی حساب کتاب میں نہیں آتی کیونکہ آزاد کشمیر کے حکمرانوں نے منگلا ڈیم کے سابقہ آمدن اور موجودہ پیداوار کا تخمینہ لگائے بغیر 15 پیسے فی یونٹ رائلٹی قبول کر کے ملک دشمنی اور غیر ذمہ داری کا ثبوت پیش کیا ہے۔ یہ عوام کو ان کے اصل حق سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔

1973ء کے آئین پاکستان کے تحت پیداوار کا حق متعلقہ صوبے کا حق ہے۔ وارسک اور تربیلا کے انتظامی اخراجات نکال کر ان ڈیموں سے حاصل ہونے والی آمدن صوبوں کو فراہم کی جاتی ہے۔ حکومت پاکستان کے اپنے اصول کے تحت بھی منگلا ڈیم کی آمدن کا حق آزاد کشمیر حکومت کا بنتا ہے جو کہ 25 ارب روپے سالانہ ہے۔

آزاد کشمیر میں مروجہ قوانین کے تحت حصول جائیداد کا معاوضہ کلکٹر لینڈ ریکوزیشن متعین کرنے اور ادا کرنے کا مجاز ہے۔ کلکٹر حصولِ اراضی بازاری نرخ کو ملحوظ خاطر رکھ کر معاوضہ تعین کرتا ہے۔ کلکٹر کے ایوارڈ کے خلاف تحت قانون متعلقہ فریقین کو اپیل کا حق حاصل ہے اور وہ عدالتِ عظمیٰ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ حالیہ معاہدہ کی رو سے یہ ابہام پیدا کیا گیا ہے کہ کلیکٹر حصول اراضی کے بجائے ایک کمیٹی کو معاوضے کے تعین اور ادائیگی کی ذمہ داری سونپی گئی ہے جس میں وزارتِ امورِ کشمیر اور حکومت کے ممبران کی شمولیت ظاہر کی گئی ہے۔ اس ضمن میں یہ امر ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا کہ واپڈا یا وزارت یا حکومتِ پاکستان کو آزاد کشمیر میں زمین کے معاوضہ جات کی شرح کا تعین کیے جانے کا کوئی اختیار نہیں۔ لہٰذا اس معاہدہ کی یہ شق بھی مبہم اور قانون سے متصادم دکھائی دیتی ہے۔ اس طرح ارسا کے شعبے کا آزاد کشمیر کے معاملات میں کوئی عمل دخل نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں ارسا کو جو ذمہ داری سونپی گئی ہے وہ بھی ناجائز اور خلافِ قانون ہے۔ عدالت میں یہ معاملہ اٹھائے جانے سے یقیناً یہ شق باطل قرار دی جا سکتی ہے۔

اس معاہدہ میں ایک اور افسوسناک پہلو یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ آزاد کشمیر حکومت، واپڈا اور حکومتِ پاکستان کے مابین کسی اختلاف کی صورت میں باہمی تصفیہ نہ ہونے کی صورت میں ثالثی کا حتمی اختیار چیف جسٹس آف پاکستان کو دیا گیا ہے جو کہ سراسر قانون کے خلاف ہے، کیونکہ پاکستان کے ججز کو آزاد کشمیر کے معاملات کی سماعت کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ ویسے بھی آزاد کشمیر عدالت العالیہ اور عدالت عظمیٰ کی موجودگی میں یہ اختیار پاکستان کی عدلیہ کو سونپنا آزاد کشمیر کی عدلیہ پر عدم اعتماد اور اس کی حیثیت سے انکار کے مترادف ہے۔ اسی لئے اس معاہدہ پر آزاد کشمیر کی وکلاء برادری نے احتجاج کیا ہے۔



منگلا ڈیم کی تعمیر سے قبل دریائے جہلم کا قدرتی منظر، جو اب قصۂ پارینہ بن چکا ہے

منگلا ڈیم اپ ریزنگ پیکج کا پوسٹ مارٹم

انجینئر محمد افضل ضیائی

بالآخر 27 جون 2003ء کو وزارتِ امورِ کشمیر و شمالی علاقہ جات کے کمیٹی روم میں منگلا ڈیم اپ ریزنگ معاہدہ پر دستخط ہو گئے۔ معاہدہ پر وزارتِ امورِ کشمیر کے سیکرٹری سعد اللہ جان، چیئرمین واپڈا لیفٹیننٹ جنرل ذوالفقار علی خان اور حکومت آزاد کشمیر کے چیف سیکرٹری شاہد رفیع خان نے دستخط کئے۔

معاہدہ پر دستخطوں کے بعد وزیراعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

☆......منگلا ڈیم اپ ریزنگ کا معاہدہ مراعات کے حصول کے نکتہ نظر سے نہیں بلکہ کشمیریوں کی پاکستان کے ساتھ لازوال محبتوں اور قربانیوں کے تسلسل کے نکتہء نظر سے تشکیل پایا ہے۔

☆......یہ ایک مشکل فیصلہ تھا۔ جس کے نتیجہ میں ہزاروں لوگ متاثر ہوں گے ان کی جائیدادیں زیرآب آئیں گی۔

☆......معاہدہ بہت پہلے ہو جاتا لیکن جب قربانیوں کو خلوص، ایثار اور محبتوں کے جذبات کے بجائے انتظامی لحاظ سے یا محض مالی منفعت کے لحاظ سے لیا جائے تو معاملات الجھتے ہیں۔

☆......حکومتِ آزاد کشمیر نے آزاد کشمیر کے عوام کے مفادات کو بھی پیش نظر رکھا۔ اور پاکستان کے ساتھ اپنی وابستگی اور بڑی سے بڑی قربانی دینے کے وعدوں کا ایفا کیا۔

☆......میں نے معاہدہ پر دستخطوں کی تقریب میں شرکت سے پہلے مسلم کانفرنس کی پارلیمانی پارٹی کے سامنے معاہدہ رکھا جنہوں نے اتفاق رائے سے اس کو منظور کیا۔

☆......یہ معاہدہ دو ملکوں کے درمیان معاہدے کی طرز کا نہیں۔ کیوں کہ آزاد کشمیر کا تمام مالی خسارہ پہلے ہی حکومتِ پاکستان برداشت کرتی ہے۔

معاہدہ کے اصل نکات اس مضمون میں بعد میں اپنے مقام پر بیان کئے جائیں گے۔ فی الوقت ہم نے اس معاہدے پر وزیراعظم آزاد کشمیر کے فکری و نظریاتی خیالات کا احاطہ کیا ہے۔ یہاں اسی پر گفتگو کرنا مطلوب ہے۔

کہا جاتا ہے کہ متحدہ پاکستان کے زمانے میں بنگالیوں میں یہ سوچ فروغ پانے لگی تھی کہ ان کے مالی واقتصادی وسائل مغربی پاکستان کی فلاح و بہبود پر صرف کئے جانے لگے ہیں اور یہ کہ مغربی پاکستان میں سریرآراءتخت حکمرانوں کی اقتصادی پالیسیوں کی وجہ سے مغربی و مشرقی پاکستان کے مابین معاشی عدم توازن پیدا ہو گیا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ بنگالیوں نے کھل کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ انہیں اسلام آباد کی لشکتی وچمکتی سڑکوں سے بنگال کی پٹ سن کی خوشبو آتی ہے۔

بعد میں وقت نے ثابت کر دیا کہ دو بھائیوں پر مشتمل خاندان میں سے جس بھائی کی آل واولاد غربت، مفلوک الحالی، کسمپرسی اور فاقہ کشی کا شکار تھی۔ اس نے ہندو بنیئے کی شہ پر متحدہ پاکستان کے دشمنوں کی طرف سے دکھائے گئے سبز باغوں پر یقین کرتے ہوئے ایک اور جنم پالنے کی خواہش تو پوری کر لی۔ مگر سگے بھائی کے ساتھ رہنا گوارہ نہ کیا۔

پاکستان چار صوبوں پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ پر مشتمل ہے۔ چار صوبے ایک وفاقی اکائی میں شامل ہیں۔ صوبوں کے وفاق سے جو مطالبات ہونگے انہیں صوبوں کے حقوق کہا جائیگا۔ اور ان حقوق میں بعض ایسے ہوں گے جو دوسرے صوبوں سے متصادم بھی ہوں گے۔ مگر جائز ہوں گے۔ اور اگر ایسے حقوق حاصل کرنے کے لئے صوبے کے راہنما آواز بلند کریں گے تو انہیں وفاق کا مخالف اور ملک کا غدار کہا جائیگا۔ اس لئے کہ ان کا وجود ایسے سیاسی نظام میں انسانی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے غنیمت شمار کیا جائیگا۔ جہاں اختیارات کا بے محابہ اور خود غرضانہ استعمال صوبائی اکائیوں کے درمیان حقوق کا توازن بگاڑ دینے کا باعث بن جاتا ہے۔ مرکز جس قدر ارتکازِ اختیار کی خواہش کرے گا اسی قدر صوبائی حقوق کے متاثر ہونے کا احتمال رہے گا۔

آئینی تمہید باندھنے کے بعد اب یہ کہنا اور سمجھنا آسان ہو گیا ہے کہ علاقائی مفادات کے حوالے سے جہاں صوبائی اکائیاں وفاق سے استحقاق کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں وہاں آزاد کشمیر کے عوام کے حقوق ومفادات کے منافی حکومت پاکستان کی طرف سے کوئی بھی اقدام جائز، قانونی اور مناسب نہ ہوگا۔ کیوں کہ وہ آئینی طور پر پاکستان کا ابھی تک حصہ نہیں ہیں۔

اس تناظر میں اس معاہدے کے بہت سے نکات توجہ طلب ہیں۔

تقسیم برصغیر کے بعد سے لیکر آج تک آزاد کشمیر، کل جموں وکشمیر کا ایک جزو ہے۔ جس کے مستقبل کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ پاکستان کے جغرافیہ کا حصہ نہیں ہے، کسی وفاق کا صوبہ نہیں ہے۔ اس کا صدر اور وزیراعظم الگ ہے۔ جن آفیسران نے وزارتِ کشمیر کے کمیٹی روم میں اس معاہدہ پر دستخط کئے ہیں وہ تینوں حکومتِ پاکستان کے تنخواہ دار، محض ملازم سرکار ہیں۔ جن کے ذمہ عوامی امنگوں کی ترجمانی کرنی نہیں بلکہ ہر حال میں حکومت کی منشاء پوری کرنا ہے۔ انہیں کسی سماجی وسیاسی

دباؤ کا سامنا نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے بخوشی دستخط ثبت کردیئے۔ اس طرح یہ وفاق کے گھر میں رچایا جانے والا وہ ڈرامہ ہے۔ جس کے تمام کردار وفاق سے لئے گئے ہیں۔ اور اس طرح یہ معاہدہ دو فریقین کے درمیان طے پائے جانے والے عہد نامے کی تعریف میں نہیں آتا۔ لہذا کون کس سے پابندی کروائے گا اور آخر کیوں؟ اس طرح بہت سے سوالات کے جوابات دیئے جانے درکار ہوں گے۔ یہ معاہدہ...... ''وہی ذبح کرے ہے، وہی لے ثواب اُلٹا'' ...... کے مصداق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ معاہدہ دو ایسے فریقین کے درمیان طے پانے والے معاہدے کی طرز اور روح کا حامل ہونا چاہیے تھا۔ جو معاہدے کی شرائط کے ایجاب وقبول کے اظہار کے وقت اپنی اپنی معاشی واقتصادی وسماجی ضرورتوں کے احساس وشعور سے پوری طرح بہرہ ور ہوں۔ اور جنہیں حالات کے جبر نے معاہدے کی میز پر مجبور نہ کیا ہو۔

وزیر اعظم آزاد کشمیر اور وزیر امورِ کشمیر موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے اس معاہدے پر دستخط نہیں کیئے آخر کیوں......؟

شائد اس لئے کہ یہ معاہدہ آج نہیں تو کل کلاں دو حکومتوں کے مابین معاہدہ قرار دیا ہوتا۔ اور اس کے تقاضے ومطالبات ہر صورت پورے کرنے پڑتے۔ اور حکومت پاکستان کے لئے کئی ایک پیچیدگیاں بھی پیدا ہوتیں۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ وزیر اعظم آزاد کشمیر اور وزیر امورِ کشمیر نے اس معاہدے کو کم سطح کی حکومتی مشینری سے **Sing** کروا کر اپنے **Undeclared** مقاصد حاصل کیئے۔

وزیر اعظم آزاد کشمیر اس ایشو پر اہلیانِ کشمیر کے جذبات واحساسات سے آگاہ ہیں۔ انہوں نے سیاسی موت مرنے سے گریز کا راستہ اپنایا ہے۔ وہ کسی مناسب وقت پر حسب ضرورت ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عوامی خواہشات کا خون کرنے والوں میں ان کا نام شامل نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دستخط کرتے۔ اس طرح انہوں نے تاریخ میں زندہ رہنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

ستمبر 2002ء میں اس معاہدے پر دستخط ہوتے ہوتے رہ گئے۔ ستمبر 2002ء اور جون 2003ء کے درمیانی عرصے کے دوران معاہدہ کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے وزیر اعظم کی سوچ زیر و پیچ کا شکار رہی۔ اس عرصہ کے دوران آزاد کشمیر حکمران پارٹی کی اندرونی صورتحال، ریاستی سیاست میں اپوزیشن کی ہلچل، سردار سکندر حیات کی طرف سے چناب فارمولہ پیش کرنے پر عوامی غضب وغصہ کی صورتحال، صدرِ آزاد کشمیر کی وفاق کی آشیر باد لئے ہوئے سرگرمیاں جو وزیر اعظم کے لئے موافق نہ تھیں، ان تمام عوامل کی بناء پر پیدا شدہ حالات کے جبر نے بالآخر وزیر اعظم کو وزارتِ امورِ کشمیر کے کمیٹی روم میں آبیٹھنے پر مجبور کردیا۔

وزیر اعظم آزاد کشمیر نے اس معاہدے پر دستخط کا بار صرف اپنی ذات پر لینے کے بجائے بحیثیت جماعت پوری مسلم کانفرنس پر یہ کہہ کر ڈالنے کی کوشش کی کہ انہوں نے اس معاہدے کی تقریب میں شرکت سے پہلے معاہدے کا ڈرافٹ پارلیمانی پارٹی کے سامنے رکھا جس نے اسے منظور کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس معاہدے کی **Acceptability** میں وزیر اعظم کو ذاتی طور پر کچھ تردد تھا یا اس کی بعض شرائط پر ان کے کچھ تحفظات تھے۔ نیز یہ بھی کہ پارٹی کی اندرونی صورتحال ایسی تھی کہ اس معاہدے کے حوالے سے انہیں بعض عناصر کی جانب سے حدفِ تنقید بنائے جانے کا احتمال تھا۔ لہذا انہوں نے متوقع تنقید کے اس دروازے کو بند کرنے کے لئے معاہدے کا ڈرافٹ پوری پارلیمانی پارٹی سے منظور کروایا۔

حقیقت یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی سندِ اقتدار پر شہر یارانِ اسلام آباد کی منشاء کے برعکس کوئی فائز نہ رہ سکا۔ وقتی طور پر اگر ہوا تو برقرار نہ رہ سکا۔ لہذا آزاد کشمیر کی صدارت ووزارتِ عظمٰی اسلام آباد کی تابع، خوشنودی وہ تقرری ہے جسے مختصر نوٹس پر کسی بھی وقت ختم کیا جاسکتا ہے اور جو اس تقرری پر اصرار کرے اسے عبرت کا نشان بنا دینے کا پورا سامان موجود ہے۔ لہذا وزیر اعظم آزاد کشمیر یا ان کی جماعت نہ بھی چاہتی تو بھی منگلا ڈیم اپ ریزنگ منصوبہ پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لئے اسلام آباد تمام تر اقدامات اٹھانے پر قادر تھا۔ لہذا سردار سکندر حیات خان کا یہ کہنا کہ ''...... معاہدہ بہت پہلے ہوجاتا لیکن قربانیوں کو خلوص، ایثار اور محبتوں کے جذبات کے بجائے مالی منفعت کے لحاظ سے لیا جائے تو معاملات الجھتے ہیں......''

ایک ایسے کمزور حکمران کا بیان ہے جو ہر حال میں موجود تنخواہ پر نوکری کرنے پر رضامند ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب وزیر اعظم اگر آپ نہ بھی چاہتے تو پھر بھی ایسا ہی ہوتا اس لئے کہ پنجابی کا مقولہ ہے کہ ''ڈاہڈے داست وھیاں داسو''۔

وزیر اعظم آزاد کشمیر نے بین السطور ان خیالات کا اظہار بھی کیا ہے کہ یہ معاہدہ دو حکومتوں کے مابین معاہدے کی طرز کا نہیں۔ دلیل یہ دی گئی ہے کہ آزاد کشمیر کا تمام مالی خسارہ پہلے بھی حکومت پاکستان برداشت کرتی ہے۔ یہ دلیل دینے والوں کو بہت سے سوالات کے جواب بھی دینے چاہییں۔ جن میں چند ایک یہ ہیں۔

☆ آج تک کس نے آزاد کشمیر کی حقیقی قومی آمدنی کا حساب کتاب کیا ہے۔ کس نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ اگر آزاد کشمیر کا خسارہ حکومت پاکستان پورا کرتی ہے تو آزاد کشمیر کے جائز مالیاتی حقوق اور مطالبے جو حکومتِ پاکستان کے ذمے ہیں کتنے ہیں؟

☆ حکومتِ پاکستان کا مالی خسارہ بیرون ممالک مثلاً امریکہ، جاپان، سعودی عرب وغیرہ کی مالی امداد اور قرضہ جات سے پورا ہوتا ہے تو کیا اس سے پاکستان کی بطور آزاد ریاست حیثیت ختم ہوجاتی ہے اور بین الاقوامی فورمز پر اس کا حق نمائندگی ختم ہوجاتا ہے؟

☆ اگر آزاد کشمیر الگ حکومت نہیں ہے تو مملکتِ پاکستان میں دو

صدور، دو وزیراعظم کس قاعدے قانون کے تحت حکومتیں چلا رہے ہیں؟

☆ کیا انصاف کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ منگلا ڈیم سے گزشتہ 37 برسوں میں حاصل ہونے والی آمدن میں سے ڈیم کی تعمیری لاگت منہا کر کے خالص منافع میں سے کم از کم نصف آزاد کشمیر کو رائیلٹی کے طور پر دیا جاتا تو ایسے میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے خسارہ برداشت کرنے کا سوال ہی بے معنی ہو جاتا ہے؟

واپڈا کے اپنے اعداد و شمار کے مطابق منگلا ڈیم منصوبے پر کل لاگت 6.6 بلین روپے آئی۔ جبکہ اس سے اب تک تقریباً 102 بلین روپے کے فوائد حاصل کئے جا چکے ہیں۔ اس طرح یہ منصوبہ اپنی لاگت کے مقابلے میں تقریباً 16 گنا زائد منافع دے چکا ہے۔ یاد رہے کہ یہ تخمینہ محض 30 پیسے فی یونٹ کی قیمت کی بنا پر مرتب کیا گیا ہے۔ حالاں کہ واپڈا صارفین کو کم از کم اڑھائی روپے فی یونٹ کے حساب سے بجلی فروخت کر رہا ہے۔ اس شرح سے حساب فہمی کی جائے تو واپڈا گزشتہ 37 سالوں میں بجلی اور پانی کے Net Hydel Benefits کے طور پر 437 بلین روپے کما چکا ہے جو منگلا ڈیم کی لاگت سے 66 گنا زائد بنتا ہے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر سے اب تک اگر نصف آمدن بطور رائیلٹی آزاد کشمیر کو دی جاتی تو یہ 218 بلین روپے بنتی۔ یوں وفاقِ پاکستان کو آزاد کشمیر کا خسارہ پورا کرنے کی نوبت نہ آتی۔ ابھی ڈیم کی اس 218 بلین روپے کی آمدن میں آزاد کشمیر کی دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی شامل نہیں ہے۔

وزیراعظم آزاد کشمیر نے یہ بھی فرمایا کہ ''منگلا اپ ریزنگ کا معاہدہ مفادات و مراعات کے حصول کے نکتہ نظر سے نہیں بلکہ کشمیریوں کی پاکستان کے ساتھ لازوال محبتوں اور قربانیوں کے تسلسل کے نکتہ نظر سے تشکیل پایا ہے'' جناب وزیراعظم کا یہ بیان غیر منطقی اور خلافِ حقائق ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ

منگلا ڈیم کی تعمیر کے مقاصد میں بجلی کی پیداوار میں اضافہ، ملکِ پاکستان کی زرعی و آب پاشی کی ضروریات و سیلاب کی روک تھام کے لئے آبی ذخائر کی تعمیر، مچھلی کی افزائش سے خوراک کی ضروریات کو پورا کرنے اور سیر و سیاحت جیسے اہم مقاصد شامل ہیں۔ بجلی پیداواری عمل کا بنیادی لازمی عنصر ہے۔ اور ملک کی صنعتی پیداوار کا سب سے زیادہ انحصار اسی پر ہے۔ ملک کی زرعی ترقی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے آبی ذخائر کی تعمیر انتہائی ضروری ہے ورنہ بھارت مشرقی دریاؤں کا پانی روک کر پاکستان کو ریگستان بنا سکتا تھا۔ مچھلی کی پیداوار میں اضافہ اور سیر و سیاحت کا فروغ، قومی مفادات کے یہ تصورات معاشی و اقتصادی نوعیت کے ہیں۔ ان کو ضروری یا غیر ضروری قرار دینے سے یقینی طور پر ان افراد کی معاشی اور اقتصادی زندگی متاثر ہونے کا احتمال ہے جن سے آپ ان منصوبہ جات کی تعمیر میں قربانیاں مانگ رہے ہیں۔ لہٰذا منگلا اپ ریزنگ کا معاہدہ کشمیری عوام کے مفادات و مراعات کے حصول کے نکتہ نظر سے ضرور Evaluate کیا جانا چاہیے۔ اور جو مطالبات ان کی طرف سے سامنے آ رہے ہیں ان کا Weightage محسوس کیا جانا چاہیے۔ ریاست جموں کشمیر کے Economic Potentials کو محض فکر و فلسفہ کی بھینٹ نہیں چڑھایا جانا چاہیے۔ بلکہ اس کے فیوض و برکات سے مقامی لوگوں کو مستفید کیا جانا چاہیے۔

جہاں کشمیریوں کی پاکستان کے ساتھ لازوال محبتوں اور قربانیوں کے تسلسل میں معاہدہ تشکیل پانے کا ذکر ہے تو گزارش ہے کہ محبت میں قربانی رضا کارانہ طور پر دی جاتی ہے۔ اس معاملہ میں زور آوری اور زبردستی نہیں چلتی۔ 1967ء میں منگلا ڈیم کی تعمیر کے لئے میر پور کے لوگ یہ قربانی دے چکے ہیں۔ اب قربانی کا تسلسل قائم رکھنا کشمیریوں پر واجب نہیں ہے۔ اس سے یہ تاثر واضح طور پر ابھرتا ہے کہ اہلیانِ سرحد کے سخت گیر مزاحمتی رویے کے سامنے حکومتِ پاکستان نہیں ٹھہر سکی، لہٰذا ملکی ترقی کا سب سے بڑا منصوبہ کالا باغ ڈیم اب تک تعمیر نہیں ہو سکا۔ لیکن دوسری طرف کشمیری چوں کہ لاوارث ہیں لہٰذا انہیں ایک بار پھر تختہ مشق بنایا جا رہا ہے۔

اس طرح یہ بھی کہا گیا کہ ''یہ ایک مشکل فیصلہ تھا جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ متاثر ہوں گے اور ان کی جائیدادیں زیر آب آئیں گی'' جناب وزیراعظم! جس قدر یہ فیصلہ مشکل تھا آپ نے اتنی ہی آسانی سے اسے قبول کر لیا۔ حکمران جب رعایا کے دکھ اور کرب کو سمجھنے سے قاصر ہوں تو ایسے فیصلے کرنے آسان ہوتے ہیں۔ جن محرکات و عوامل کی بنا پر آپ اس فیصلے کو مشکل قرار دے رہے ہیں کیا وہ اتنی ہی جلدی ختم ہو گیا یا آپ کسی دباؤ میں آ گئے؟

سادہ حساب و شمار کی روشنی میں بھی آپ نے بڑے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ لہٰذا یہ طے ہے کہ آپ نے پاکستانی بیوروکریسی کے کل پرزے کے طور پر اسے قبول کیا ہے۔ آپ ایسا کرنے کے پابند تھے، ایسا نہ کرتے تو نوکری سے نکال دیئے جاتے۔ آپ کو اگر عوامی جذبات و احساسات کا پاس ہوتا تو دوسری صورت یہ تھی کہ آپ مسندِ اقتدار کو ٹھوکر مار کر متاثرین و مظلومین کی پہلی قطار میں آن کھڑے ہوتے۔

یاد رکھیئے اس منصوبے پر عمل درآمد کے نتیجے میں آپ کی رعایا اجڑے گی۔ بستیاں و قبرستان ایک بار پھر زیر آب آئیں گے۔ تنکا تنکا اکھٹا کر کے زندگی کی تشکیل و تعمیر کرنے والے بے گھر اور بے آبرو ہوں گے۔ گروندے تباہ و برباد۔ اور کاروبار ختم ہو جائیں گے۔ آپ کے رعایا اپنے ہی ملک میں ایک بار پھر مہاجرت کا عذاب سہنے پر مجبور ہو جائے گی۔ معاشرتی و تہذیبی زندگی شکست و ریخت کا شکار ہو گی۔ خود غرضی اور نفسا نفسی کی کیفیت میں بھاگ دوڑ کرتے کرتے ان متاثرین

کی نسلیں نڈھال ہوجائیں گی۔ اندرون کے علاوہ بیرون ملک جدائیوں اور فرقتوں کا عذاب سہنے والے ایک بار پھر اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کو اپنی آنکھوں کے سامنے غرق آب ہوتا دیکھیں گے، اور پھر زندگی بھر ان کٹیوں کے نشانات کو دیکھنے کے لئے ترستے رہیں گے۔ قبروں کی زیارت کی خواہش میں سمندر پار سے گاہے گاہے آنے والوں کے لیے اپنے آبائی وطن میں دلچسپی کے یہ تمام حوالے جب معدوم ہوجائیں گے تو پھر وہ آبائی وطن کے پھیرے کس لئے کاٹیں گے۔ اور ہاں یہی نہیں بلکہ آپ کی پی آئی اے گھاٹے میں چلی جائے گی اور کسٹم والے فاقہ کشی کا شکار ہوجائیں گے۔

جناب وزیراعظم نے مزید فرمایا کہ "معاہدہ بہت پہلے ہوجاتا لیکن جب قربانیوں کو خلوص وایثار اور محبتوں کے جذبات کے بجائے انتظامی لحاظ سے یا محض مالی منفعت کے لحاظ سے لیا جائے تو معاملات الجھتے ہیں" جناب وزیراعظم! آپ کے ان ریمارکس سے پتہ چلتا ہے کہ حکومتِ پاکستان کے تنخواہ دار منگلا اپ ریزنگ کو معاشی و اقتصادی جہتوں کے اعتبار سے مالی منفعتوں کا حامل منصوبہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے اس معاہدے کی جزئیات طے کراتے ہوئے وہی شرائط طے کرنے پر اصرار کیا جو ان کے مفادات کی آئینہ دار تھیں۔ تو اس میں شاکی ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی انہیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔ چوں کہ وہ اس کام کی تنخواہ لیتے ہیں۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ واپڈا نے معاہدے پر دستخطوں میں تاخیر کر کے نوے کروڑ روپے بچالیے ہیں۔ شاباش واپڈا شاباش

یہ بھی بتایا گیا "حکومتِ آزاد کشمیر نے آزاد کشمیر کے عوامی مفادات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے اور پاکستان کے ساتھ اپنی وابستگی اور بڑی بڑی قربانی دینے کے وعدے کو ایفاء کیا ہے"

جناب وزیراعظم! آپ کے اس بیان سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ

۱۔ جن عناصر کو ڈیم کی اپ ریزنگ سے دلچسپی تھی انہوں نے اس کے مقاصد کو متبادل طریقے سے حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اچھا ہوتا ہے کہ اربوں روپے کی خطیر رقم سے لوگوں کو اجاڑنے کے بجائے بین الاقوامی فرموں کو متبادل منصوبہ جات پیش کرنے کی دعوت دی جاتی اور عوام کو ایک بار پھر اجڑنے کے کرب سے بچایا جاتا۔

۲۔ فرض کریں کہ اپ ریزنگ کا منصوبہ قبول ہی کیا جانا واجب ٹھہرا تھا تو حکومتِ پاکستان سے اس منصوبے کی اہمیت کے مطابق Compensation ڈیمانڈ کی جاتی جو آزاد کشمیر کے عوام کے لیے مستقل منفعت کا باعث ہوتی۔

۳۔ آزاد کشمیر حکومت کی طرف سے منگلا ڈیم کے Net Hydel Benifits کا حساب کتاب کرتے ہوئے بہتر Vision کا مظاہرہ نہیں کیا گیا اور اپنے استحقاق سے کم پر رضامندی کا اظہار کیا گیا۔ یہ امر افسوس ناک ہے کہ منگلا ڈیم کے Net Hydel Benifits میں سے آزاد کشمیر کے لئے طلب کئے گئے Share کا تعین واپڈا حکام کی مشاورت سے کیا گیا۔ گویا............

میر بھی کیا سادہ ہیں کہ بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

جناب وزیراعظم! اس سلسلے میں آپ اپنی کارکردگی اگر جاننا چاہتے ہیں تو آپ کی طرف سے کئے گئے اس معاہدے کی دفعات کا موازنہ 1904ء میں نہراپر جہلم کی تعمیر کے وقت برطانوی حکومتِ پنجاب اور ریاست جموں و کشمیر کی حکومت کے مابین طے پانے والے معاہدے کی دفعات سے کر لیں تو ڈوگروں کے مقابلے میں آپ کو اپنی حب الوطنی کا بخوبی اندازہ ہوجائیگا۔

جناب وزیراعظم! آپ کے بقول منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت 7,707 خاندان ایسے تھے جن کو متبادل زمین ابھی تک نہیں مل سکی۔ اور 4481 کنبے ایسے تھے جو بقول واپڈا زمین لینے سے انکاری تھے۔ ان کو واپڈا اور حکومتِ آزاد کشمیر کے آفیسران کی تصدیق کے بعد دو لاکھ روپیہ فی خاندان کے حساب سے آپ نے معاوضہ دینے کا اعلان کیا ہے۔ اگر فی کنبہ پانچ افراد پر مشتمل قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت 12,188 کنبہ جات کے تقریباً 61 ہزار افراد ایسے تھے جو متبادل زمین حاصل نہ کر سکے اور محروم رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اول تو ان کنبہ جات کو متبادل زمین نہ مل سکی، اگر الاٹ کی گئی تو پنجاب اور سندھ کے جاگیرداروں نے انہیں وہاں سے مار مار کر بھگا دیا۔ جہاں تک واپڈا سے زمین نہ لینے والے 4,481 کنبہ جات کا تعلق ہے یہ صریحاً جھوٹ ہے اور حیرت ہے کہ بڑی ڈھٹائی سے بولا جارہا ہے اور اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ کارپردازانِ آزاد حکومت نے اس پر یقین کر لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ زور آور اگر دعویٰ کرے گا کہ کوا سفید ہوتا ہے تو کمزور کے لئے اسے تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا۔ واپڈا اور آفیسران آزاد کشمیر کی تصدیق پر Compensation دینے کے طریقہ کار سے واضح ہے کہ بہت سوں کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہوں گی اور مستحقین اپنے نصیبوں کو روتے رہیں گے۔ قدرت بھی کبھی کبھی انسان کے ساتھ بڑا بے رحم دلانہ مذاق کرتی ہے۔ منگلا اپ ریزنگ سے کئی فاقہ کشوں کے مقدر جاگ جائیں گے اور ان میں اکثریت ان کی ہوگی جن کا "وزن" زیادہ ہوگا۔

واپڈا کے جن بھیڑیا نما بیوروکریٹوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ 4481 کنبے زمین لینے سے انکاری تھے۔ بہتر ہوتا اگر وہ اس کی وجوہات بھی بیان کر دیتے۔

اب کی بار ایسے اجڑنے والے کنبہ جات کے ساتھ کیا

ہوگا؟..... جناب وزیراعظم! آپ خاطر جمع رکھیں ان کنبہ جات کے ساتھ پہلے سے بھی بُرا سلوک ہوگا۔ اس لئے تعمیرِ منگلا ڈیم کے وقت مملکتِ خداداد پاکستان اور آزاد کشمیر میں متاثرین کے درد کے مداوا کا جو انتظامی سیٹ اپ اور جو طریقہ کار وضع کیا گیا تھا وہ ممکن ہے انسانی اقدار کا لحاظ رکھنے والا ہوگا۔ مگر اب ایسا نہ ہوگا۔ متاثرین کے لے مثلیں تیار کرنے والے پٹواری، تحصیلدار اور حکومت کی طرف سے متاثرین میں Compensation تقسیم کرنے والے یقیناً اب فرشتے نہیں ہونگے۔ بلکہ انسان کے روپ میں چلتے پھرتے بھیڑے ہوں گے جو پہلے اپنی بھوک مٹانے کا اہتمام کریں گے۔

جناب وزیراعظم! میرپور ترقیاتی ادارہ کو متاثرین منگلا ڈیم کی آبادی کاری کا فریضہ سونپا گیا تھا اور آپ اس کے عینی گواہ ہیں کہ اس ادارہ نے کیا گھل کھلائے ہیں۔ آپ کے سابقہ دورِ حکومت میں پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے نام پر کیا کیا سودے نہ ہوئے۔ لمبے بوٹوں، کالے کوٹوں اور سیاہ وسفید شیروانیوں والوں نے پلاٹوں کے عوض ضمیروں کے سودے کئے۔ غیر متعلقہ غیر مستحق بیرونِ آزاد کشمیر الاٹیوں نے مفت الاٹمنٹیں کرواتے ہوئے میرپور کی مٹی میرپور والوں کے ہاتھوں کروڑوں میں بیچ کر خالص منافع سے اپنی آئندہ نسلوں کی اقتصادی بدحالی کا مستحکم بنیادوں پر علاج کیا اور کامیاب رہے۔ دوسری طرف غریب، بے گھر متاثرین میرپور کے نالوں اور کھڈوں میں اپنی زندگی بھر کی پونجی لگا کر بھی ڈھنگ کی چھت بنانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ حکومتوں کی سرپرستی میں ترقیاتی ادارہ کے پلاٹ مافیا نے جھوٹ، فریب، جعل سازی، استحصال دولت پسندی اور ضمیر فروشی کا وہ کلچر پروان چڑھایا کہ خدا کی پناہ۔ اس کی مثالیں کہیں اور نہیں ملتیں۔

جناب وزیراعظم نے پریس بریفنگ میں یہ بھی انکشاف کیا کہ "حکومت پاکستان اس بات کو یقینی بنائے گی کہ حکومت پنجاب، سندھ، منگلا ڈیم کے متاثرین جنہیں ان صوبوں میں زمین الاٹ ہوئیں ہیں کو حقوق ملکیت دیں اور انہیں رہائشی/احاطہ الاٹ کریں"۔

جناب وزیراعظم! دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے۔ 1967ء میں پنجاب اور سندھ کے جاگیرداروں کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کی خاطر اجڑنے والوں کو نہ تو زمین ملی نہ پلاٹ۔ اب کیا پنجاب اور سندھ کا جاگیردار آناً فاناً سونا اگلتے رقبوں سے بیزار ہوگیا ہے کہ وہ زمین منگلا ڈیم کے متاثرین کے حوالے کردے گا۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ متاثرین منگلا ڈیم کو الاٹ شدہ زمینوں کا قبضہ اتنی آسانی سے مل جائیگا۔ یا پھر اس کی کیا ضمانت ہے کہ متاثرین منگلا ڈیم جب بنجر زمین کو اپنی محنت مشقت سے ہموار اور قابلِ کاشت بنالیں گے تو پنجاب اور سندھ کا منہ زور جاگیرداران سے یہ رقبے ہتھیا کر انہیں وہاں سے بھگا نہ دے گا۔ تنازعات بڑھیں گے اور متاثرین پنجاب، سندھ کی عدالتوں میں چکر کاٹتے کاٹتے اپنی طبعی عمر پوری کرلیں گے۔ اور بالآخر اگلی دنیا کو سدھار جائیں گے۔ اس طرح نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

منگلا ڈیم سے عرصہ (1967-2003) کے دوران حاصل کردہ فوائد کی حساب فہمی کا سادہ طریقہ

۱۔ منگلا ڈیم سے عرصہ 1967-2003 کے دوران پیدا کردہ بجلی B = (KWH)

۲۔ سالانہ بنیادوں پر تمام کیٹیگری کے صارفین کو فروخت کی گئی بجلی کا مجموعی اوسط نرخ فی یونٹ C =

نوٹ: (اس نرخ کو 1967ء تا 2003ء تک کے عرصہ میں سال بہ سال کی بنیاد پر Calculate کیا جائے گا۔)

۳۔ ہر سال پیدا کردہ یونٹس بجلی KWH .... D =

۴۔ فروخت شدہ یونٹس کی بنیاد پر منگلا ڈیم کی سالانہ آمدنی = C x D

۵۔ 1967 تا 2003 کے عرصہ 37 سال کے دوران پیدا کردہ یونٹس کی قیمت (فروخت کی بنیاد پر آمدن) E<------CxDx37

۶۔ عرصہ (1967-2003) کے دوران لاگت تعمیر منگلا ڈیم Maintenance Charge A =

۷۔ منگلا ڈیم کی خالص آمدن دوران عرصہ (1967 - 2003) F <------ A - E =

۸۔ منگلا ڈیم سے حاصل ہونے والے دیگر ذرائع آمدن (مچھلی سیر وسیاحت، واٹر یوز تیج) G =

۹۔ منگلا ڈیم سے حاصل ہونے والی کل آمدن دورانِ عرصہ (1967-2003) H = G + F =

۱۰۔ آزاد کشمیر کے لئے رائیلٹی خالص آمدن کا نصف I <----- H/2 =

جہاں تک اس معاہدہ کی جزئیات کا تعلق ہے مثلاً یہ کہ رائیلٹی جون 2003ء کے بعد سے ادا کی جائیگی۔ یہ غیر منصفانہ سوچ کا آئینہ دار ہے۔ آزاد کشمیر کو رائیلٹی منگلا ڈیم کی شروعات پیداوار سے (1967) دی جانی چاہیے اور اس کا تعین پیداوار کی قیمتِ فروخت کی بنیاد پر کیا جانا چاہیے۔

آزاد کشمیر کو آئندہ 0.15 پیسے فی یونٹ ادا کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے یہ انتہائی کم ہے اور جناب وزیراعظم نے اس پر اپنے بے پناہ اطمینان کا اظہار ہی نہیں

Water and Power Benefits from Mangla Dam

Period'	Water		Power		Total Benefits
	Storage Release (Million Acre feet) MAF	Benefit @ Rs. 200 per Acre feet M.RS.	Generation MKWH	Benefit @ 0.30 per unit M.Rs.	M. Rs.
1967 to 2000	152.34	45287	141618.51	42485.55	87772.55
2001 to 2003 (Approximately)	12.36	11367	9552	2865	14232
	164.70	56654	151170.51	45350.55	102004.55 Million Rs.

کیا بلکہ اسے 36 سالہ پرانے مسئلہ کے حل سے تعبیر کیا ہے۔ جو درست نہ ہے۔

اس معاملے پر کار پردازانِ حکومتِ آزاد کشمیر واپڈا اسے دھوکہ کھا گئے ہیں۔ آزاد کشمیر کے لئے 0.15 پیسے فی یونٹ ریٹ طے کرنے سے پہلے آزاد کشمیر حکومت کو مندرجہ ذیل معلومات سے آگاہی حاصل ہونی چاہیے تھی۔

☆ واپڈا ملٹی نیشنل کمپنیوں سے کس ریٹ پر بجلی خرید رہا ہے۔

☆ واپڈا اپنے صارفین سے اوسط فی یونٹ کیا وصول کر رہا ہے؟

☆ واپڈا کی پن بجلی کی کل قومی پیداوار کیا ہے اور منگلا ڈیم اس کا کل کتنے فیصد حصہ پیدا کر رہا ہے؟

☆ آزاد کشمیر کے لئے فی یونٹ ادائیگی کا ریٹ واپڈا کی طرف سے اپنے صارفین کے لئے طے کردہ فی یونٹ قیمت کی بنیاد پر طے کیا جانا چاہیے؟

☆ آزاد کشمیر کے لئے آئندہ 0.15 پیسے فی یونٹ کے حساب سے رائیلٹی میں بڑی ہوشیاری کے ساتھ زرعی و آب پاشی کے لئے استعمال کردہ پانی کے واٹر یوزیج چارجز بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ اسے اضافی شمار کیا جانا چاہیئے تھا۔ اس طرح فی یونٹ رائیلٹی زیادہ بنتی؟

پیکج طے کرتے ہوئے آزاد کشمیر حکومت نے ایک اور اہم پہلو بری طرح نظر انداز کیا ہے۔ وفاقی حکومت نے تربیلا ڈیم کی تعمیر کے حوالے سے صوبہ سرحد کو سالانہ رائیلٹی کی مد میں خطیر رقم دینے کے علاوہ صوبہ سرحد کے لئے واپڈا میں جریدہ اور غیر جریدہ ملازمتوں کا قابلِ ذکر حد تک (غالباً 75 فیصد) کوٹہ بھی مقرر کیا ہے۔

آزاد کشمیر میں میرپور کے مقام پر عرصہ تیئس سال سے انجینئرنگ کالج قائم ہے۔ اس طرح ووکیشنل ادارے بھی آزاد کشمیر میں قائم ہیں۔ ان تمام اداروں سے ہر سال درجنوں انجینئرز فارغ التحصیل ہو رہے ہیں لیکن ان کے لئے آزاد کشمیر میں مقامی طور پر ملازمتوں کے مواقع بالکل نہیں ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ غریب والدین کے سفید پوش انجینئر بیٹے ابھی سے فاقہ کشی کا عذاب سہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ آزاد کشمیر حکومت کو ان انجینئرز کے لئے واپڈا میں ملازمتوں کا کوٹہ متعین کروانا چاہیے تھا۔ بلکہ اب بھی اس معاملے پر توجہ دی جانی چاہیے۔ یہ بے حد ضروری ہے۔

جہاں تک منگلا ڈیم کی حدود کے عدالتی دائر کار کا تعین ہے۔ یہ بہت واضح اور شفاف معاملہ ہے کہ منگلا ڈیم آزاد کشمیر کی جغرافیائی حدود میں بنایا گیا ہے۔ کسی مالیاتی منفعت کی خاطر آزاد کشمیر کے جغرافیہ کو لوٹ کا مال سمجھ کر اسے ربڑ کی طرح لچک دار بناتے ہوئے پنجاب کے جغرافیہ میں سرکانے کی کسی بھی سازش سے گریز کیا جانا چاہیے۔

آزاد کشمیر کے محدود ذرائع آمدن کی وجہ سے انصاف کا تقاضا ہے کہ منگلا ڈیم سے اب تک حاصل ہونے والی آمدن سے نصف حصہ آزاد کشمیر کو دیا جائے۔ اور آئندہ سے سالانہ خالص آمدن کا نصف آزاد کشمیر کو رائیلٹی کے طور پر دیا جایا کرے۔

آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں بجلی پیدا کرنے کو جو منصوبے زیر کار ہیں ان کی تکمیل سے آزاد کشمیر بجلی کی پیداوار میں خود کفیل ہو جائے گا۔ اس وقت تک آزاد کشمیر کی بجلی فروخت کرنے کے لئے پاکستان گورنمنٹ کی نگرانی میں واپڈا سے آزاد کشمیر کے لئے انتہائی مناسب ریٹ طے کیا جا سکتا ہے۔ جو بلوچستان اور سرحد کے مقابلے میں بھی کم ہو۔

اس طرح منگلا ڈیم سے حاصل ہونے والی آمدنی میں آزاد کشمیر کا حصہ وصول ہو جائیگا۔ اور آئندہ کے لئے سالانہ آمدن میں سے طے شدہ حصہ آزا دکشمیر کو ملتا رہے گا۔ اور واپڈا کی طرف سے آزاد کشمیر کے لئے مجوزہ ٹیرف ریٹ، رائیلٹی، سابقہ بقایا جات اور دیگر مالیاتی نوعیت کے ایشو بھی یکسو ہو جائیں گے۔

منگلا ڈیم اپ ریزنگ - اصل حقائق کیا ہیں؟

لہراسب ہنجرا
منگلا

منگلا ڈیم کو چالیس فٹ اونچا کرنے کے لئے واپڈا نے 63 ارب روپے کا تخمینہ تیار کیا ہے اور اس کے لئے حکومتِ پاکستان نے رقم کی منظوری بھی دے دی ہے (چیئرمین واپڈا کا بیان)۔

اصل صورتِ حال: منگلا ڈیم عرصہ چھ سال سے اپنے لیول پر پورا نہیں بھرا جا سکا۔ جبکہ فل پانی کا لیول S.P.D. - 1202 ہے۔ 1996ء کے بعد بالترتیب 11 فٹ، 18 فٹ، 14 فٹ، 10 فٹ لیول سے کم پانی رہا ہے۔ واپڈا انتظامیہ نے نہر میں کم پانی چھوڑ کر کوشش بھی کی ہے مگر پھر بھی 1202 لیول قائم نہیں کر سکے۔ اس کے نہ بھرنے کی وجہ بارشوں اور برف باری کی کمی ہے اور اس کی دوسری بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ انڈیا نے 1992ء کے بعد چند ایک نئے ڈیم تعمیر کیے ہیں وہ ان میں پانی روک لیتا ہے۔ چونکہ منگلا ڈیم کا پانی لانے کا جو کیچمنٹ ایریا ہے وہ 12,870 مربع میل ہے۔ اُس کا 56 فیصد رقبہ مقبوضہ کشمیر میں ہے۔ انڈیا نے وہاں 11 مقامات پر بند باندھ رکھے ہیں۔ ایک تحقیقاتی رپورٹ میں ان کا ذکر کچھ یوں ہے۔ (ا) سوپور میں وولر جھیل کو 10 فٹ اونچا کیا گیا ہے۔ جبکہ وہ بند پہلے بھی 10 فٹ اونچا تھا۔ اس میں کشتی رانی اور پاور ہاؤس بھی لگایا گیا ہے۔ (۲) اوڑی کے مقام پر پاور ہاؤس اور بیراج تعمیر ہوا ہے۔ (۳) مہورہ پاور ہاؤس کو بھی پہلے سے بڑا کیا گیا ہے۔ (۴) گاندربل کے مقام پر پاور ہاؤس زیرِ تعمیر ہے۔ (۵) جہلم دریا کا ایک بڑا معاون دریا نیلم ہے۔ اس پر کرناہ کے مقام پر پاور ہاؤس ہے۔ (۶) مچھل کے مقام پر بھی پاور ہاؤس تعمیر ہوا ہے۔ (۷) گریس کے مقام سے ایک ٹنل کے ذریعے وولر جھیل کے اوپر پاور ہاؤس بنا کر پانی وولر جھیل میں ڈالا گیا ہے۔ یہ بند تقریباً ڈیڑھ، دو ملین ایکڑ فٹ پانی روک لیتے ہیں۔

منگلا ڈیم کا جو پانی لانے کا کیچ منٹ ایریا ہے وہ 4 ملین ایکڑ فٹ سے زیادہ پانی نہیں دے سکتا۔ بھارت اب سندھ طاس کی خلاف ورزی کر کے ان تینوں دریاؤں کا پانی اپنے استعمال میں لانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ بھارتی وزیر اعظم واجپائی کا بیان ہے کہ ہم سندھ طاس معاہدہ کو ختم کر رہے ہیں۔ یہ 11 ستمبر 2001ء کی دہشت گردی کے حوالے سے بیان دیا گیا ہے۔ ان کا پرانا خواب جو 1956ء میں تھا اب اُس پر عمل کرنے کے لئے ایک ریٹائرڈ چیف انجینئر اریگیشن کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ جو ان کی فزیبلٹی رپورٹ تیار کرے گا۔ مقبوضہ کشمیر میں واروان ویلی سے ایک نالہ مرہو کے مقام سے آتا ہے اور وہ کشتواڑ کے پاس چناب دریا میں ملتا ہے۔ مرہو میں ایک بڑی ٹنل نکال کر کشمیر ویلی میں لدر دریا کا پانی جو جہلم دریا کا حصہ ہے، اس ٹنل کے ذریعہ چناب میں، پھر چناب کا پانی بھی کئی ٹنلوں کے ذریعے راوی میں جو ڈیم مادھو پور کے اوپر واقع ہے، ان میں انڈیل دیا جائے۔ بیاس ڈیم، رنجیت سنگھ ڈیم اور پونگ ڈیم میں سب پانی اکٹھا کر کے بجلی اور آبپاشی کے کام میں لانے کے منصوبے پر بھارت نے کام شروع کر دیا ہے۔ اگر انڈیا اس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر منگلا ڈیم نصف بھی بھرا نہیں جا سکے گا۔ پاکستان کشمیر کو اپنی شہ رگ کہتا ہے۔ اصل میں پاکستان کی شہ رگ کشمیر کے دریاؤں کا پانی ہے جسے اب انڈیا اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے۔ جب دریاؤں میں پانی نہیں ہوگا تو ڈیم کو بلند کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ یہ ایک اندھا اور ناکام منصوبہ ہے۔ جس پر 63 ارب روپے لگا کر پانی نہ بجلی زائد ہوگی صرف ڈیم کی اونچی دیواریں کھڑی کر کے ہزاروں لوگوں کو اُجاڑ کر قومی دولت ضائع کر کے ایک عجب شاہکار تو ہو سکتا ہے اکیسویں صدی کا، مگر فائدہ مند نہیں ہوگا۔

پچھلے سالوں میں پانی کی آمد دیکھیں۔ 1992ء سے پہلے منگلا ڈیم میں موسم سرما میں جو اکتوبر سے مارچ تک ہے، 10 ہزار کیوسک سے 20 ہزار کیوسک آتا تھا اور 1992ء کے بعد پانی دریا میں 5 ہزار کیوسک سے 15 ہزار کیوسک تک آ رہا ہے۔ اسکی روانی نصف ہو چکی ہے۔ موسم گرما میں جو اپریل سے اگست ہے، 2 ہزار کیوسک سے 40 ہزار کیوسک ہے۔ موسم برسات میں زیادہ پانی آتا ہے۔ مگر وہ بھی 2 لاکھ کیوسک سے زیادہ نہیں آیا۔ یہ بارشوں کی کمی اور برف باری کی کمی کا سبب ہے نیز انڈیا نے جو نئے بند تعمیر کیے یا بڑے کیے ہیں پانی وہ روک لیتے ہیں۔

زلزلے: زلزلوں کے بارے میں واپڈا کے انجینئروں نے کبھی غور نہیں کیا، کیا قدرتی آفات کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ منگلا ڈیم کوہ ہمالیہ کے دامن میں اور کوہ

شوالک کے پہاڑی سلسلے میں واقع ہے۔ ماہرینِ ارضیات نے انکشاف کیا ہے کہ پاکستان اور بھارت میں آنے والے زلزلوں کا مرکز کوہ ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ ہے جو پاکستان، بھارت، بھوٹان، نیپال کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوہ ہمالیہ کے بلند وبالا پہاڑ بھی انہی ارضیاتی تبدیلیوں کا نتیجہ ہیں۔ امریکی سائنسدان مسٹر راجر بلیم نے ہوش ربا انکشاف کیا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں ہولناک زلزلے آنے کا خطرہ ہے۔ جس میں پانچ کروڑ زندگیاں داؤ پر لگ جائیں گی۔ یہ بات معروف امریکی جریدے ''جنرل سائنس'' میں کولوریڈو یونیورسٹی کے سائنسدانوں کی طرف سے بھی زیر بحث آئی ہے اور اس کا ذکر بی بی سی ریڈیو پر بھی 25 اگست 2001ء کو ہوا تھا۔ 4 اپریل 1905ء میں وادیٔ کانگڑا جو ہمالیہ کے پہلو میں صوبہ ہماچل پردیش (انڈیا) میں واقع ہے، ایک زبردست زلزلہ آیا تھا۔ اس میں 20 ہزار لوگ لقمۂ اجل ہوئے تھے۔ اور راجر بلیم کا کہنا ہے کہ اب اگر ایسا زلزلہ وہاں آیا تو دو لاکھ سے زائد انسان ہلاک ہوں گے۔ اس کانگڑے والے زلزلے کی ایک دراڑ منگلا ڈیم کے شمال مشرقی کنارے اکالگڑھ تک آئی تھی۔ اس کا ذکر واپڈا کی منگلا بک میں موجود ہے۔ 1905ء کے بعد اس صدی کے اختتام تک 20 بڑے زلزلے اور سیکڑوں چھوٹے سکیل کے زلزلے آئے ہیں۔ 20 اکتوبر 1919ء کو، 1934ء کو، مارچ 1999ء کو بھی زلزلے آئے تھے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ انڈین پلیٹ، ایشیائی پلیٹ کے نیچے دھنس رہی ہے۔ اگرچہ معمولی زلزلے منگلا ڈیم کو نقصان نہیں دے سکتے۔ مگر زیادہ بلندی والے ڈیمز بڑے زلزلے سے ٹھہر نہیں سکیں گے۔ پھر تو قیامت سر پر کھڑی کرنے والی بات ہے۔ واپڈا والے اس بات سے نابلد ہیں۔

سیلاب: منگلا ڈیم جو ایک کثیر المقاصد (ملٹی پل) منصوبہ ہے۔ یہ پانی، بجلی اور سیلاب کی روک تھام کے لئے بنایا گیا تھا۔ مگر اس نے سیلاب روکنے کی بجائے سیلاب دیا ہے۔ 10 ستمبر 1992ء کا ہولناک سیلاب جو پچھلی صدی کا بدترین سیلاب تھا۔ 11 لاکھ کیوسک سے زائد پانی منگلا ڈیم سے یکدم خارج کر دیا گیا۔ 1929ء میں بھی بہت بڑا سیلاب دریا جہلم میں آیا تھا وہ 9 لاکھ کیوسک کا تھا۔ یہ سیلاب اس سے زیادہ شدید تھا۔ یہ سیلاب منگلا ڈیم انتظامیہ کی غفلت لاپرواہی اور غیر ذمہ دارانہ فعل تھا۔ اس سیلاب میں 20 اضلاع کے 5 ہزار دیہات ڈوب گئے۔ 2 ہزار افراد ہلاک ہوئے، لاکھوں جانور، مویشی بہہ گئے۔ بیس لاکھ ایکڑ رقبہ تباہ ہوا اور تقریباً 50 ارب روپے کا قومی نقصان ہوا۔ مگر منگلا ڈیم انتظامیہ کے ذمہ داران کو کوئی سزا نہ ہوئی بلکہ الٹا ان کو ترقی دی گئی۔ منگلا ڈیم کے چیف انجینئر افضل لطیف پوری کو ترقی دے کر تربیلا ڈیم کا جنرل منیجر لگا دیا گیا۔ موصوف سیلاب والے دن 9، 10 ستمبر کو اپنی نئی کوٹھی لاہور میں آرام فرما رہے تھے اور ریزروائر کے ریذیڈنٹ انجینئر انچارج سپل وے واٹر فلو چوہدری عبدالغنی اپنے بنگلے برال میں 9 ستمبر کی رات سوئے ہوئے تھے جب ہائیڈرالوجی گیج ریڈر نے فوراً رات 11 بجے فون کیا کہ پانی 1202 سے بڑھ کر 1204 ہو چکا ہے اور فون پر بیگم نے جواب دیا کہ صاحب سوئے ہوئے ہیں۔ صبح 8 بجے سے پہلے نہیں آئیں گے۔ موصوف ٹھیک 10 بجے سپل وے پر پہنچے تو پانی SPD-1207 لیول سے اوپر جا رہا تھا۔ گھبرا کر سپل وے کے گیٹ کھولے اور کھولتے چلے گئے اور فل گیٹ اوپر اٹھا دیئے گئے تھے۔ بلندی سے پانی گرنے پر اس نے راستے میں پہاڑ درخت زمین پر چیز تہس نہس کر دی تھی۔ اب ذرا سوچئیے! جب بند کی اونچائی 380 فٹ سے 40 فٹ مزید بڑھ کر 420 فٹ ہو جائے گی تو ڈیم ٹوٹنے کا امکان بہت بڑھ جائے گا۔ زلزلے، سیلاب اور دشمن کسی وقت ڈیم کو توڑ سکتے ہیں۔ خدا ایسا نہ کرے اگر ہو گیا تو منگلا سے نیچے جہلم کا علاقہ اور نصف پنجاب اور سندھ کا کافی علاقہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔ دنیا میں بے شمار بند ان آفات سے ٹوٹے ہیں۔ حال ہی میں یورپ میں ایک بند ٹوٹا ہے۔ فراعنہ دور کا ایک بند مصر میں ''میمفس ڈیم'' ٹوٹ گیا تھا۔ یمن میں ملکہ سباء کے دور میں سدِ مارب ڈیم جو دار الحکومت میں تھا، ٹوٹ گیا اس کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ واپڈا والے اپنی کمائی کے لئے ملک وقوم کا بیڑا غرق نہ کریں۔

چند ماہرینِ ارضیات کی آراء: ممتاز ہائیڈرو میٹرلوجسٹ اور سابق ڈائریکٹر فلڈ عبدالمجید نے کہا ہے کہ منگلا ڈیم کو چالیس فٹ اونچا کرنے کا فیصلہ انتہائی غلط ہے۔ اگر 10 فٹ پانی کی بلندی بڑھا دیں تو واپڈا کو وہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں جو وہ چاہتا ہے کیونکہ وہ گنجائش ڈیم میں موجود ہے۔ 1202 سے 1212 لیول کر کے پانی بڑھا سکتے ہیں۔ اس پر ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ (بحوالہ اخبار انصاف مورخہ 23-3-01) سابق چیئرمین واپڈا ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل زاہد علی اکبر نے 3 مارچ 2001ء کو ایک اخبار میں انٹرویو دیا ہے اور کہا ہے کہ منگلا ڈیم کو 40 فٹ اونچا کرنے والے بے وقوفی کی باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے دور میں منگلا ڈیم کو اونچا کرنے کیلئے اس پر مکمل سٹڈی کرائی تھی اور پتہ

چلا کہ اس کو صرف 10 فٹ اونچا کیا جاسکتا ہے۔ اگر چالیس فٹ اونچا کریں تو اس کو بنیادوں سے اونچا کرنا پڑتا ہے۔ جس کے لئے ایک بڑے ڈیم جتنا خرچ آئے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ کالا باغ ڈیم تعمیر کیا جائے وہ منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے خرچ کے برابر تعمیر ہوسکتا ہے اور 3600 میگاواٹ بجلی اور 3 ملین ایکٹر فٹ کی بجائے 6 ملین ایکٹر پانی بھی جمع کیا جاسکے گا۔

منگلا ڈیم کا بہتر حل: تربیلا ڈیم منگلا ڈیم سے دوگنا بڑا ہے اور اس میں سلٹ (گاد) بھی دوگنی آرہی ہے۔ اس کے حل کیلئے واپڈا نے امریکن کمپنی ٹیمز کو سلٹ نکالنے کیلئے کہا اس نے سلٹ نکالنے کیلئے اپنی رپورٹ تیار کی مگر واپڈا کے ماہرین نے اسے رد کردیا ہے۔ اسکی رپورٹ بھی بھل صفائی کی تھی اسی کمپنی نے تربیلا ڈیم تعمیر کیا تھا۔ اس نے تربیلا ڈیم ڈیزائن کیا اور پھر کنسلٹنگ بھی کی تھی۔ پھر چین کی ایک ماہر کمپنی کے ڈاکٹر ژیو کو بلایا تو اس نے بھی بھل صفائی کی رپورٹ تیار کی۔ یہ دونوں کمپنیاں دنیا میں عالمی سطح کی ماہر تسلیم کی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر ژیو اور ٹیمز نے کالا باغ ڈیم کی فزیبلٹی رپورٹ بھی تیار کی ہے۔ ان کی رپورٹ میں تربیلا ڈیم کی بھل صفائی کی لاگت 12 ارب روپے لگائی گئی تھی۔ واپڈا بھل صفائی کے لئے اگر تیار ہو تو اس سے آدھی قیمت پر منگلا ڈیم کی بھل صفائی یعنی 6 ارب روپے کی لاگت پر ہوسکتی ہے۔ اس سے لوگوں کے مکان، زمین اور دیگر جائیداد بھی غرقاب نہیں ہوگی۔

سستا حل: منگلا ڈیم کے اندر چند مقامات پر کنویئر بیلٹ مشینیں لگا کر مٹی کو باہر نکالا جاسکتا ہے۔ یہ مٹی ڈیم کے کناروں پر موجود نالوں وغیرہ میں یا ناہموار جگہوں پر بچھا کر نہ صرف ڈیم کی بھل صفائی کی جاسکتی ہے بلکہ بہت سا ہموار رقبہ تیار کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھل صفائی والی 6 یا 8 مشینیں اگر سارا سال کام کرتی رہیں تو ان پر بمشکل ایک ارب روپے خرچ ہونگے۔ اس طرح ایک سال کے اندر اندر کئی سال کی جمع شدہ گاد باہر نکال دیں گے۔ یاد رہے ڈیم کی حدود میں سالانہ 34 ہزار ایکڑ گاد جمع ہورہی ہے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کے دوران 300 ڈمپر ٹرکوں نے تین بڑے بندوں پر مٹی ڈالی ہے۔ جبکہ تربیلا ڈیم منگلا سے بڑا بند تھا۔ اس پر حرف کنویئر بیلٹ نے جو دو عدد لگے تھے 10 سے 12 میل دور سے مٹی لاکر بند پر ڈالتے تھے۔ تربیلا ڈیم کے ٹھیکیدار .T.J.V (تربیلا جائنٹ وینچر) نے سستا کام کیا تھا۔ ایک تازہ مثال، غازی بروتھہ پاور ہاؤس کی یہ ہے کہ اس نے پاور چینل (نہر) کے لئے دوگنی زمین خریدی۔ نہر سے جو مٹی نکالی وہ ساتھ سائیڈ پر ڈال دی تھی (سپائل بنایا)۔ اس مٹی کو ہموار کرکے پھر ان زمینداروں کو سستی فروخت کردی ہے۔ یہ ہزاروں ایکڑ رقبہ برآمد ہوا جس سے واپڈا کو بھی اور متاثرین کو بھی بے حد فائدہ ہوا۔ منگلا ڈیم میں بھی اس طرح کی بھل صفائی سے جو زمین بھل سے گس، کھڈوں، نالوں میں برآمد ہوگی۔ واپڈا کو اسکی فروخت پر بھل صفائی کی رقم واپس آسکتی ہے اور ڈیم کی تعمیر کے دوران 1967ء سے پہلے جو اپنے گھربار چھوڑ کر دوسری جگہوں پر چلے گئے تھے وہ واپس آکر دوبارہ آباد ہوسکتے ہیں۔ یہ کام ملک اور قوم کے لئے بہت مفید رہے گا۔ واپڈا کے انجینئر لکیر کے فقیر ہیں۔ نیا کام، نئی ٹیکنالوجی جب تک کوئی اور ملک نہ کرے یہ نہیں اختیار کریں گے۔ اُنہوں نے اپنی کمائی کو مدِ نظر رکھا ہوا ہے۔ 63 ارب روپے کی رقم ایک معمولی سی رقم تصور کی ہوئی ہے۔ پاکستان پہلے ہی امیر ملکوں کے قرضے تلے دبا ہوا ہے۔

واپڈا آفیسران کا منگلا ڈیم پر ایک ڈاکہ: واپڈا کے ذمہ دار آفیسران نے منگلا پاور ہاؤس میں 9-10 نمبر ٹربائین لگا کر ایک بہت بڑی خطیر رقم ان دو ٹربائینوں پر خرچ ہونا ظاہر کی ہے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کا ٹھیکہ ایک امریکن کمپنی گائے ایف اٹکنسن نے ایک ارب اڑسٹھ کروڑ پچپن لاکھ چونتیس ہزار چھ صد باون روپے کا تھا (1,68,55,34,652) 1962ء میں اس ڈیم پر کام شروع ہوا اور 1967ء میں مکمل ہوا۔ 9-10 نمبر ٹربائین پر دو ارب 2 کروڑ روپے لاگت آئی ہے اور کام 1992ء میں مکمل ہوا تھا۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کی رقم 1967ء تک عالمی بینک نے دی تھی اور وہ امداد تھی، قرضہ نہیں تھا۔ یہ امداد تقریباً 5 ارب روپے تھی جو انڈس بیسن پلان کے تحت پروجیکٹوں کے لئے تھی۔ امریکن ٹھیکیدار (MDC) منگلا ڈیم کنٹریکٹر نے ٹھیکے کے علاوہ ڈے ورک پر کام مکمل کرکے دو ارب بارہ کروڑ روپے حاصل کیے تھے۔ اس میں اس کا ایک سال قبل از وقت ڈیم مکمل کرنے کا 3 کروڑ بونس بھی شامل ہے۔ کل لاگت منگلا ڈیم پر 3 ارب 20 کروڑ روپے آئی۔ عالمی بینک کے جن ممبران نے منگلا ڈیم کے لئے امداد دی ہے۔ ان میں امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، جرمنی، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا شامل تھے۔ عالمی بینک نے انڈیا اور پاکستان کے مابین چلنے والا نہری و دریائی پانی کا 13 سالہ جھگڑا طے کروایا تو اس نے انڈیا کو متبادل نظام کے لئے 90 کروڑ روپے دینے کا کہا تھا۔ چونکہ پہلا نہری نظام انگریزوں کا قائم کردہ سندھ طاس معاہدے میں ٹوٹ گیا تھا۔ انڈیا نے منگلا

کے مقام پر ڈیم بنانے کے مخالفت کی تھی اس کا اعتراض تھا کہ منگلا ریاست جموں کشمیر میں ہے اور یہ ہندوستان کا حصہ ہے، اس لئے اس نے اپنے حصے کی رقم نہیں دی تھی (یاد رہے سندھ طاس معاہدے میں منگلا یا تربیلا، کالا باغ کا نام نہیں تھا بلکہ اس طرح تھا کہ جہلم دریا پر اور سندھ دریا پر ایک ایک ڈیم تعمیر ہوگا۔ جھگڑے کی وجہ سے دانستہ نام نہیں لکھا گیا تھا)۔

بات ہو رہی تھی 9-10 ٹربائین کی، واپڈا آفیسران کا ڈاکہ۔ منگلا ڈیم کا ڈیزائن بنی اینڈ پارٹنرز (B&P) نے تیار کیا تھا اور ساتھ پاورز انجینئرنگ کمپنی تھی۔ پاور ہاؤس کی کنسلٹنٹ .P.C.R اور بنی پارٹنرز کی تھی۔ اس کنسلٹنگ کمپنی B&P نے منگلا ڈیم پر چھ ٹربائین لگانے کی سفارش کی تھی اور کہا تھا کہ "اگر مزید 40 فٹ اونچا ہو تو 10 ٹربائین لگائی جاسکتی ہیں۔ جب کافی سلٹ جمع ہو جائے اور پانی کی گنجائش کافی کم ہو تو آٹھ ٹربائین سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے"۔ تو انہوں نے آٹھ کی بجائے دس لگا دی ہیں۔ جبکہ یہ صرف دو ٹربائین کے لئے پانی ہے اور باقی ٹربائین سب کھڑی ہیں اور عملہ اور آفیسران مفت کی تنخواہیں اور مراعات گھر بیٹھے لے رہے ہیں اور 40 فٹ بلند کرنے سے پہلے لگائی ہیں۔ ایک ٹنل پر دو عدد ٹربائین لگتی ہیں اور 4 ٹنل پاور کے لئے تھیں اور پانچویں ٹنل اریگیشن کے لئے تعمیر کی گئی تھی۔ اس ٹنل پر سپیشل لائینگ نہیں تھی۔ سٹیل لائنگ پاور کے لئے لگائی جاتی ہے۔ اریگیشن کے لئے ضرورت نہیں ہوتی۔ لالچ میں واپڈا آفیسران نے پانچویں اریگیشن ٹنل کو پاور کے لئے بنایا۔ دو ارب 20 کروڑ روپے ضائع کئے اور اب وہ بے کار کھڑی ہیں۔ انہوں نے منگلا ڈیم کنسلٹنگ کے مشورے کی خلاف ورزی کی ہے اور اپنی کمائی کے لئے حکومتِ پاکستان کو بیوقوف بنایا ہے۔ یاد رہے ایک ٹربائین کے لئے 4,500 کیوسک پانی درکار ہے۔ دو کے لئے 9,000 کیوسک، چار کے لئے 18,000 کیوسک۔ اب منگلا ڈیم سے اکتوبر 2000ء سے فروری 2002ء تک 18000 کیوسک سے زائد پانی نہیں چھوڑا گیا۔ دو سے تین تک ہی ٹربائینیں چل رہی ہیں۔ اگر 8 ٹربائینیں پوری چلیں تو صرف دو ماہ میں ڈیم خالی ہوسکتا ہے۔ اب ان 10 ٹربائین کا سٹاف اور آفیسران تنخواہیں مفت میں لے رہے ہیں۔ واپڈا پر بوجھ ہے اور واپڈا یہ بوجھ غریب عوام پر بجلی دن بدن مہنگی کر کے ڈال دیتا ہے۔ 10 ٹربائینوں کے لئے 45,000 کیوسک پانی درکار ہے۔ واپڈا کے انجینئرز کا کہنا ہے کہ منگلا ڈیم تعمیر کرنے والی ڈیزائین کرنے والی کمپنی بی اینڈ پارٹنرز اور پاورز انجینئرنگ نے ڈیم 40 فٹ مزید اونچا کرنے کا مشورہ اور ڈیزائن 1959ء میں پیش کیا تھا۔ اب واپڈا اس پر عمل تو کرنا چاہتا ہے مگر کمپنی نے 9-10 ٹربائین لگانے کے لئے بھی مشورہ دیا تھا کہ پانی دیکھ کر 40 فٹ بلند کر کے یہ کام کرنا تو اسکے مشورے کے خلاف کام کیوں کیا جا رہا ہے۔ یہ سب کام چکری کا ہے جو واپڈا کو اور حکومت پاکستان کو بیوقوف بنا کر 70 ہزار روپے تنخواہ لے کر اپنی کمائی کا ذریعہ بنائے ہوئے ہے۔ یہ پہلے منگلا ڈیم میں 17 ہزار روپے کا ملازم تھا۔ اب ریٹائر ہو کر ڈبل کمائی پر کام کر رہا ہے۔

دنیا کی ماحولیاتی تنظیمیں کیا کہتی ہیں: عالمی ماحولیاتی ادارے اور متعلقہ انجینئرز، ماحول کے تحفظ کی تنظیمیں بڑے ڈیموں کی مخالفت کر رہی ہیں۔ پاکستان میں بھی ماہرین بڑے ڈیموں کے حق میں نہیں ہیں۔ چونکہ بڑے ڈیموں یعنی بلند ڈیموں کے ٹوٹنے کے خطرات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ قدرتی آفات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ فلپائین کے عوام ایسے منصوبوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ لاٹھی گولی چلی لوگ جیلوں میں بند ہوئے۔ عدالتِ عالیہ میں رٹ کی اور عدالت نے عوام کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔ اس طرح انڈیا میں مہاراشٹر کے عوام نے بڑے ڈیموں کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ ملائیشیاء کے عوام نے بھی بڑے ڈیم کے خلاف جلوس نکالا اور مظاہرین نے توڑ پھوڑ کی اور جیل میں بند ہوئے۔ ان کا موقف تھا کہ اگر یہ مجوزہ ڈیم ٹوٹ جاتا ہے تو پورے جزیرے کے لوگ ڈوب جائیں گے۔ امریکہ میں عوام بڑے ڈیموں کے خلاف تحریکیں چلا رہے ہیں۔ منگلا ڈیم کے خلاف بھی عوام اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور یہ ڈیم کو اونچا کرنے کے خلاف ہیں۔ میرپور ڈڈیال اور چک سواری کے عوام سراپائے احتجاج ہیں۔ عوام کہتے ہیں کہ بھل صفائی کی جائے جو ممکن ہے یا پھر منگلا ڈیم سے اوپر راج دھانی ڈیم دریائے پونچھ پر بن سکتا ہے۔ اس کی فزیبلٹی رپورٹ 1960ء سے پہلے کی تیار ہے۔ روہتاس ڈیم کی فزیبلٹی 1960ء سے پہلے کی ہے۔ وہاں بھی ڈیم بن سکتا ہے۔ جہلم دریا میں لوہار گلی پر ڈیم بنانے کی تجویز اور کمال پور میں کانشی نالے پر ڈیم بنانے کی تجویز اور گھان نالے پر ڈیم بنانے کی تجویز پر فزیبلٹی رپورٹ واپڈا کے پاس تیار ہے۔ یہ سب قابلِ عمل ہیں۔ کوٹلی کے پاس ڈیم کی تجویز دان گلی، ہولاڑ، آزاد پتن اور کوہالہ میں بھی ڈیم بنائے جاسکتے ہیں۔ وہاں آبادیاں بھی متاثر نہیں ہوتیں۔ برساتی نالے گس گماں، سکیتر اور بھمبر نالہ پر بھی چھوٹے ڈیم جو منگلا

اپ ریزنگ کے برابر پانی جمع کر سکتے ہیں اور ساتھ پاور ہاؤس بھی بن سکتے ہیں۔ لیکن ڈیم کے انجینئر اس طرف سوچتے ہی نہیں ہیں۔

واپڈا اور منگلا ڈیم انتظامیہ کی سب سے بڑی غفلت: واپڈا نے امریکن کمپنی میسرز ہنٹنگ ٹیکنیکل جو منگلا ڈیم کی کنسلٹنگ تھی اس کا کام منگلا جھیل میں آنے والے پانی اور پانی کا کیچ منٹ ایریا کا نقشہ تیار کرنا اور گاد کی مقدار اور اس کی روک تھام کے لئے رپورٹ تیار کرنا تھا۔ اس نے جو رپورٹ تیار کی ہے۔ اس میں گاد روکنے کے لئے شجر کاری اور دریا میں گرنے والے نالوں پر چیک ڈیم بنانا شامل ہے۔ واپڈا کو یہ رپورٹ 1959ء میں دی گئی تھی۔ واپڈا نے 1967ء کے بعد دس بارہ سال تک یعنی 1980ء تک تو کام کیا ہے۔ یہ کام واٹر شیڈ مینج منٹ کے سپرد تھا اور اس کا ہیڈ آفس راولپنڈی میں قائم ہے۔ 1980ء کے بعد واٹر شیڈ نے کاغذوں میں کام کیا ہے مگر جھیل کے کیچ منٹ ایریا میں کوئی کام نہیں ہو رہا۔ جھیل میں اب تک 11 لاکھ ایکڑ فٹ سے زائد گاد آچکی ہے اور خاص کر 1992ء کے سیلاب میں بہت زیادہ آئی ہے۔ یہ گاد 75 ملین ٹن سالانہ کے حساب سے آرہی ہے۔ واٹر شیڈ محکمے کے کام نہ کرنے سے گاد کی روک تھام نہیں ہو رہی اور ڈیم میں گاد بھرنے میں تیزی آگئی ہے۔ جو ایک بہت بڑی غفلت اور قومی نقصان ہو رہا ہے۔ واٹر شیڈ مینج منٹ کا عملہ اور انجینئر زمزے لے رہے ہیں۔

کشمیریوں کے ساتھ زیادتی: منگلا ڈیم تعمیر کرتے وقت حکومتِ پاکستان نے جو میر پور کے لوگوں سے وعدے کیے تھے۔ ان پر ابھی تک عمل نہیں ہوا۔ ان میں میر پور شہر میں ریلوے لائن اور ریلوے اسٹیشن تعمیر کرنا، بجلی کی مفت فراہمی، ملازمت میں متاثرین کا 50 فیصد کوٹہ شامل تھا۔ میر پور پلان میں ریلوے لائن اور ریلوے اسٹیشن کے لئے جگہ بھی رکھی گئی ہے۔ میر پور پلان بک میں 40 ہزار لوگوں کے بسانے کے لئے پلاٹ بندی کی گئی تھی۔ یہ پلان ایک لاہور کے انجینئر ایس اے رحیم کا بنا ہوا ہے۔ منگلا ڈیم کا معاہدہ جو یکطرفہ ہے یہ پاکستان گورنمنٹ کی بیوروکریسی کا ہے۔ اس میں نہ صدر پاکستان کے دستخط ہیں اور نہ صدر حکومت آزاد جموں کشمیر کے دستخط ہیں۔ پاکستان کی بیوروکریسی نے اپر جہلم نہر کے معاہدے کی نقل کی ہے۔ جس میں پنجاب گورنمنٹ برٹش انڈیا اور ریاست جموں کشمیر کے حکمران مہاراجہ پرتاب سنگھ گورنر پنجاب کے دستخطوں سے لکھا ہوا معاہدہ اپر جہلم نہر ہے۔ اپر جہلم نہر کا پنجاب گورنمنٹ 17 لاکھ روپے سالانہ رائلٹی دیتی رہی ہے۔ جو 50-1949 میں پوری آزاد حکومت کا بجٹ ہوتا تھا۔ اتنی رقم ہوتی تھی۔ منگلا ڈیم معاہدہ 1967ء میں دیا گیا۔ جبکہ ڈیم کا کام 1953ء میں شروع ہوا تھا۔ اس سے بہتر برطانیہ کی حکومت تھی جس میں انگریزوں نے ریاستی حکومت کو رائلٹی دی تھی اور ریاست میں مہاراجہ پرتاب سنگھ حکومت تھی جو نہر اپر جہلم صرف 17 میل ریاست جموں کشمیر میں بہتی ہے۔ یہ نہر پنجاب کی آبپاشی کے لئے بنائی گئی تھی۔ ستمبر 1915ء میں اس کا افتتاح وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ ثانی نے کیا تھا۔ یہ تین نہروں کا منصوبہ تھا (ٹرپل کینال پراجیکٹ) اس میں اپر جہلم نہر، اپر چناب نہر، لوئر باری دوآب نہر۔ ان کے ہیڈ ورکس بالترتیب منگلا، مرالہ اور بلوکی ہیں۔ یہ نہریں دریائے جہلم، دریائے چناب اور دریائے راوی سے نکالی گئی ہیں۔ اپر جہلم نہر کے معاہدہ میں سٹیٹ کے لئے اور عوام کے لئے بہت سے فائدے اور مراعات رکھی گئی تھیں۔ جن میں نہر پر جگہ جگہ پل اور مقامی زمینداروں کو آبپاشی کے لئے مفت پانی کی سہولت دی گئی تھی۔ اس 17 میل میں 5، 6 ریسٹ ہاؤس بنائے گئے تھے جہاں آفیسران اور سیاحوں کے ٹھہرنے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اگر سٹیٹ چاہے تو بجلی کے لئے پاور ہاؤس محکمہ نہر سٹیٹ کے خرچ سے تعمیر کر کے دے گا وغیرہ وغیرہ۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پنجاب حکومت ریاست جموں کشمیر کو سالانہ رائلٹی ادا کرتی تھی اور یہ رائلٹی 1947ء تک 17 لاکھ روپے سالانہ کے حساب سے ادا کرتی رہی۔ جب سے پاکستان بنا تو رائلٹی بند ہوگئی جو ابھی تک ادا نہیں کی گئی۔ الٹا محکمہ نہر، نہر سے ملحقہ زمین کا مالک بن کر لوگوں کو اپنی زمینوں سے بے دخل کرنے کے لئے 2001ء تک نوٹس جاری کرتا رہا ہے۔ یہ بات عوام نے حکومتِ آزاد کشمیر کے نوٹس میں لائی تو حکومت نے محکمہ نہر اور ریاست کے آفیسران کے درمیان یہ معاہدے والی بات زیر بحث لائی کہ معاہدہ نہر میں "زمین ہمیشہ سٹیٹ کی ملکیت رہے گی" کے الفاظ درج ہیں۔ تب جا کر معاملہ ٹھنڈا ہوا۔ محکمہ نہر کے ایس ڈی او [illegible] صاحب نے 222 ریاستی باشندوں کو بے دخلی کے نوٹس جاری کیے تھے۔ یہ سلوک ہے پاکستان [illegible] کا ریاست جموں کشمیر کے عوام کے ساتھ۔ اس کے برعکس انگریز حکومت کا مہاراجہ کی حکومت اور ریاستی عوام کے ساتھ بہت بہتر سلوک تھا۔

آزاد کشمیر حکومت اور عوام کا حق جو دبا لیا گیا: پاکستان کی حکومت

منگلا ڈیم کی رائلٹی جو سالانہ 7 ارب روپے کے لگ بھگ بنتی ہے، ابھی تک ادا نہیں کر رہی۔ منگلا ڈیم 1967ء میں چالو ہوا تھا، 35 سال ہو چکے ہیں۔ یہ رقم 2 کھرب 45 ارب روپے سے زیادہ بنتی ہے۔ اس کا ایک روپیہ بھی نہیں دیا گیا۔ جبکہ صوبہ سرحد کو تربیلا ڈیم کی رائلٹی 7 ارب روپے سالانہ حکومت پاکستان اور واپڈا ادا کرتا ہے۔ صوبہ سرحد کے عوام کا اصرار ہے کہ ہماری رائلٹی 11 ارب روپے سالانہ بنتی ہے اور واپڈا والے ہمارا حق کھا رہے ہیں، ہم سے زیادتی ہو رہی ہے۔

پنجاب کی نہروں پر رسول، شادیوال چیچو کی ملیاں، ننڈی پور اور رینالہ کے بجلی گھروں کی رائلٹی واپڈا سے بارہ کروڑ روپے سالانہ پنجاب گورنمنٹ وصول کر رہی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ صوبے تو حق لے رہے ہیں لیکن سٹیٹ کو اُس کے حق سے محروم رکھا گیا ہے۔ رائلٹی کا یہ حق سٹیٹ کو امریکہ یا برطانیہ نے دینا تھا یا پاکستان نے دینا تھا؟ قانون پاکستان کی حکومت اور اسمبلی نے بنانا ہے۔ وہ اگر انصاف پسند ہوں تو قانون بنا سکتے ہیں۔ دراصل پاکستان کے حکمران اور بیورو کریسی ہمیں غلام رکھنا چاہتے ہیں اور ہم الحاقِ پاکستان کے راگ الاپتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔

مچھلی کی پیداوار: منگلا ڈیم میں پیدا ہونے والی مچھلی خالصتاً آزاد کشمیر اور ڈسٹرکٹ میرپور کا حق ہے۔ مگر واپڈا یہ مچھلی لاہور، راولپنڈی لے جا کر فروخت کرتا ہے اور جو ٹھیکہ مچھلی کا کروڑوں روپے کا ہوتا ہے۔ اس پر آمدن ٹیکس، بجلی ٹیکس بھی نہیں دے رہا۔ ہمارے ضلع میرپور کی ایک مشہور سوغات ''مہاشیر مچھلی'' تھی۔ یہ دریائے پونچھ اور جہلم کے سنگم میں ننگروٹ قلعہ کے نیچے جنگواں کے مقام پر پائی جاتی تھی۔ یہ مچھلی خوبصورت اور کھانے میں بہت لذیذ ہے۔ اس مچھلی کے شکار کے لئے وہاں ریسٹ ہاؤس تعمیر تھے۔ مہاشیر مچھلی کا شکار کرنے کے لئے 1947ء سے قبل وائسرائے ہند گورنر جنرل اور مہاراجہ ریاست جموں کشمیر و دیگر ریاستوں اور برطانیہ کے شاہی خاندان کے لوگ بھی آتے رہے ہیں۔ اس کا شکار خاص کر موسم سرما میں زیادہ ہوتا تھا۔ اس مہاشیر مچھلی کا ذکر بہت سی کتابوں میں آیا ہے۔ بلکہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں بھی آیا ہے۔ جب ستمبر 1915ء میں اپر جہلم نہر کا افتتاح منگلا کے مقام پر ہوا تو وائسرائے ہند کے علاوہ مہاراجہ جموں کشمیر سری پرتاب سنگھ، گورنر پنجاب اور راجہ اللہ داد خان آف لہڑی گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔ نہر کے گیٹ کھولنے کے لئے ہیڈ ورکس پر چرخ (ریگولیٹر) گھما کر افتتاح کیا گیا تھا۔ یہ افتتاح تین نہروں کا یہاں سے ہی ہوا تھا، جن میں آغاز نہر اپر جہلم منگلا سے، اپر چناب مرالہ سیالکوٹ سے اور لوئر باری دوآب نہر کا، جو لاہور سے نیچے دریائے راوی پر بلوکی ضلع قصور کے مقام سے ہوا تھا۔ اُسوقت ہیڈ کے پہلے جمعدار مرحوم کمال دین بٹ تھے، ان کے بیٹے عبدالعزیز بھی ہیڈ ورکس کے جمعدار ریٹائر ہوئے ہیں۔ جمعدار کمال دین کو خانکی ہیڈ ورکس نہر لوئر چناب سے تبدیل کر کے یہاں لایا گیا تھا۔ یہاں بجلی پیدا کرنے کے لئے بھی ایک ٹربائین تھی جو 11 کلوواٹ بجلی پیدا کرتی تھی۔ اُس کے آپریٹر برکت علی تھے جو روپڑ (انڈیا) کے رہنے والے تھے۔ اُنہیں سرہند کینال سے لایا گیا تھا۔ اس کے بعد بہاؤ الدین دینہ کے رہنے والے تھے۔

1961ء میں منگلا اپ ریزنگ کے لئے واپڈا کے چیئرمین غلام اسحاق خان لندن گئے تھے اور عالمی بینک سے 57 ملین روپے امداد کی درخواست کی تھی اور کہا تھا کہ اپ ریزنگ کے لئے 74 ملین روپے لاگت آتی ہے اس میں 17 ملین روپے حکومتِ پاکستان دے گی۔ مگر عالمی بینک نے انکار کر دیا تھا کہ ممبر ممالک اتنی رقم دینے پر تیار نہیں۔ اُس وقت یہ رقم 7 کروڑ 40 لاکھ روپے بنتی تھی۔ جب ڈیم پر کام کا آغاز ہوا تو منگلا ڈیم کنٹریکٹر کے جنرل منیجر ڈیم مسٹر آر جی بالڈ نے کہا کہ ہمیں 12 کروڑ روپے دے دیں اور ڈیم 40 فٹ مزید اونچا کروالیں۔ مگر رقم کی قلت کے سبب یہ کام نہ ہو سکا۔ جواب 63 ارب روپے سے ہونا قرار پایا ہے۔ عبدالمجید ملک سابق چیف جسٹس ہائی کورٹ آف آزاد کشمیر کا کہنا ہے کہ منگلا ڈیم کا اصل معاہدہ جو حکومت آزاد کشمیر اور حکومت پاکستان کے مابین 1953ء میں ہوا تھا وہ چیف سیکرٹری آزاد کشمیر شیخ مقبول نے کہیں گم کر دیا ہے اور اس کی جگہ ایک فرضی معاہدہ ریکارڈ میں شامل کیا گیا ہے۔

(بحوالہ منگلا ڈیم......خطرناک توسیعی منصوبہ، مرتب محمد سعید اسعد)

منگلا ڈیم اور آزاد کشمیر کی رائلٹی ......

جی ایم میر

یکم اکتوبر 2002ء کے بیشتر اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ 30 ستمبر کو پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف نے پاکستانی فوجی کمانڈوز کی حفاظت میں منگلا بند کی توسیع کے منصوبہ کا افتتاح کیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اس موقع پر میرپور شہر کمانڈوز کی تحویل میں دے دیا گیا تھا اور شہر کے کئی حصوں میں کرفیو نافذ کر دیا گیا تھا۔

اس موقعہ پر میرپور شہر اور نواحی علاقوں کے کشمیری عوام کو جو منگلا ڈیم کی ''اپ ریزنگ'' کے خلاف مظاہرہ کر رہے تھے۔ پولیس نے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجہ میں مظاہرے کے منتظمین اور عوام الناس میں سے بہت سے لوگ زخمی ہو گئے جنہیں مقامی ہسپتالوں میں لے جایا گیا۔ ابتدائی اطلاعات کے مطابق ساٹھ کے قریب کشمیریوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اُسی روز ضلع میرپور کے دیگر شہروں اور قصبوں، ڈڈیال، چک سواری، اور اکال گڑھ میں بھی منگلا بند کی توسیع کے خلاف احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ یہاں لندن میں پاکستانی سفارت خانے کے سامنے بھی برطانوی کشمیریوں نے زبردست مظاہرکا۔ برطانیہ کے دوسرے شہروں میں بھی مظاہروں اور بھوک ہڑتالوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اور اس سلسلہ میں برطانوی کشمیری منگلا بند توسیع کمیٹی کے ایماء پر حقوق انسانی اور ماحولیاتی تحفظ کی عالمی تنظیموں اور اداروں سے رابطہ کر کے انہیں حالات سے آگاہ کر رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں نیو یارک میں بھی سیکڑوں کشمیریوں نے پاکستانی سفارت خانے کے باہر مظاہرہ کیا جس میں بزرگ کشمیری راہنما عبد الخالق انصاری بھی شریک ہوئے۔ لگتا ہے کہ اس بار کشمیری عوام کی یہ بیداری ضرور نتیجہ خیز ہو کر رہے گی۔ درحقیقت آزاد کشمیر کے عوام میں 1960ء کی دہائی میں منگلا بند کی تعمیر کے وقت سے ہی پاکستانی حکمرانوں کے خلاف سنگین نوعیت کی شکایات پائی جاتی ہیں۔ منگلا بند کی تعمیر کے وقت جن ہزاروں خاندانوں کو گھر سے بے گھر کر دیا گیا تھا انہوں نے یہ سب قربانیاں پاکستانی عوام کے ساتھ اپنی محبت اور ہمسائیگی کے برادرانہ جذبات کے تحت پیش کی تھیں۔ ان سے کہا گیا تھا کہ اپنے گھر بار اور اپنے آباؤ اجداد کی قبریں چھوڑتے وقت آپ کی آنکھوں سے جو آنسو آئیں گے ان میں سے ایک ایک آنسو کا معاوضہ دیا جائے گا۔ انہیں مفت بجلی فراہم کرنے کی یقین دہانی کروائی گئی تھی۔ ان سے کہا گیا تھا کہ منگلا بند کی تعمیر کے نتیجے میں آزاد کشمیر میں تعمیر و ترقی کا ایک ایسا دور شروع ہو جائے گا کہ یہ خطہ جنت نشان بن جائے گا۔ لیکن پھر جو کچھ ہوا وہ سب عوام کے سامنے ہے۔ اس وقت بے گھر ہونے والے لوگوں کی اکثریت ابھی تک آباد نہیں ہو سکی۔ آبادکاری سے متعلق سروے کے مطابق اُجڑنے والے بیس ہزار خاندانوں میں سے فقط چار ہزار ہی دوبارہ آباد ہو سکے ہیں۔ جہاں تک بجلی کا تعلق ہے آزاد کشمیر میں بجلی کی قیمت ساڑھے چار روپے فی یونٹ ہے اور پاکستان میں پونے تین روپے۔

حال ہی میں پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف نے منگلا ڈیم کے سابقہ متاثرین کو دو لاکھ فی خاندان معاوضہ دینے کا اعلان کیا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ لوگ ابھی تک آباد نہیں ہو سکے۔

پچھلی چار دہائیوں میں دریاؤں کے پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے۔ اس عرصہ میں سائنس و ٹیکنالوجی کی زبردست ترقی اور کمپیوٹر کی ایجاد نے معلومات و اطلاعات کے میدانوں میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی نے طویل فاصلے ختم کر کے مشرق و مغرب کے بیچ فاصلے سکیڑ دیئے ہیں۔ کشمیر کی نوجوان نسل بھی شعور و آگہی سے بہرہ ور ہو گئی ہے۔ یہ 1960ء کا دور نہیں ہے۔ آج پاکستان کے استحصالی حکمرانوں کو کشمیر میں ایک نئی نسل سے واسطہ پڑ رہا ہے۔ یہ نسل حقائق کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ انہیں لمبے چوڑے دعوؤں، جھوٹے وعدوں اور سبز باغوں سے بہکایا نہیں جا سکتا۔ یہ نسل حق خود اختیاری کے معنی جانتی ہے۔ اس نسل کو انسانی بنیادی حقوق کا بھی ادراک ہے۔ اور جانتی ہے کہ ڈیڑھ کروڑ کشمیری عوام سے حق خود ارادیت کے دعوے کرنے والے پاکستانی حکمرانوں نے گذشتہ نصف صدی سے آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کی چالیس لاکھ آبادی کو بنیادی حقوق سے محروم رکھا ہوا ہے۔ کشمیر کی نوجوان نسل اب اپنے وطن سے باہر برطانیہ، یورپ اور امریکہ تک پھیل چکی ہے۔ ان ملکوں میں رہ کر اسے انسانی آزادی کے معنی سمجھ میں آ گئے ہیں۔ 1960ء کے ہتھکنڈے اب بے کار ہو چکے ہیں۔ رائے عامہ نہایت زبردست طاقت ہوتی ہے۔ پاکستانی حکمرانوں کو اب آزاد کشمیر کے چند زر خرید حکمرانوں سے نہیں بلکہ کشمیری عوام سے براہ راست معاملات طے کرنے پڑیں گے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم خالصتاً ٹھوس حقائق کی روشنی میں ساری

صورتِ حال کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ اگلے صفحات میں ہم منگلا بند تو سیع مسئلہ کے پس منظر اور پیش منظر کا تفصیلی جائزہ آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اپر جہلم کینال کی تعمیر

بیسویں صدی کے آغاز میں برطانوی دور حکومت میں صوبہ پنجاب کی حکوت کو اپنی زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے دریاؤں سے نہر نکالنے کی ضرورت پیش آئی۔ دریائے جہلم ضلع میر پور میں منگلا کے قریب پنجاب کے میدانی علاقہ میں داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ وسیع پیمانے پر سروے کے بعد یہی مقام نہر نکالنے کے لیے موزوں قرار پایا۔ یہ مقام ریاست جموں کشمیر کی حدود میں واقع تھا چنانچہ حکومت پنجاب اور ریاست جموں کشمیر کی حکومت کے درمیان اس سلسلہ میں بات چیت ہوئی اور آخر کار انیس سو چار میں دونوں حکومتوں کے درمیان نہر کی تعمیر پر اتفاق رائے پیدا ہو گیا۔ اور نہر کی تعمیر کے لیے ایک معاہدہ طے پایا۔ نہر کا نام اپر جہلم کینال Upper Jehlum Canal رکھا گیا۔ طے شدہ معاہدے کی چیدہ چیدہ دفعات حسب ذیل تھیں۔

☆ نہر کی تعمیر کے لیے مطلوبہ زمین کشمیر دربار (حکومت جموں کشمیر) کی طرف سے پنجاب کو بلا قیمت مہیا کی جائے گی۔ لیکن اس کی ملکیت بدستور کشمیر دربار کی ہو گی۔ اور اگر کبھی محسوس کیا گیا کہ زمین کا کوئی حصہ نہر کے لیے ضروری نہیں رہا تو یہ حصہ کشمیر دربار کو واپس کیا جائے گا۔

☆ حکومت پنجاب ہر سال کشمیر دربار کو متاثرہ زمین سے حاصل ہونے والے ریونیو کے برابر رقم ادا کرتی رہے گی۔

☆ ریاست کی حدود کے اندر واقع زرعی زمینیں آبپاشی کے لیے اس نہر سے پانی حاصل کریں گی اور اس پانی کا کوئی معاوضہ یا کسی قسم کا کوئی خرچہ وصول نہیں کیا جائے گا۔

☆ دربار کو ریاستی حدود کے اندر نہر پر پن چکیاں اور پانی سے چلنے والی دوسری ملیں تعمیر کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

☆ ریاست کی حدود کے اندر تعمیر کیے گئے چینلز برائے آبپاشی کی مرمت اور دیکھ بھال کے لیے ریاست کا اپنا انتظام ہوگا۔

☆ حکومت پنجاب کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ ریاستی حدود کے اندر نہر پر جہاں ضرورت ہوئی اپنے خرچ پر پل تعمیر کرائے گی تا کہ پیدل اور بیل گاڑیوں کی آمد و رفت جاری رہ سکے۔

☆ حکومت پنجاب نہر میں کسی وجہ سے شگاف پڑ جانے کی بنا پر فصلوں اور جائیدادوں کو پہنچنے والے نقصانات کا معاوضہ ادا کرنے کی ذمہ داری ہوگی۔

☆ حکومت پنجاب ان تمام کنوؤں، مکانات یا دیگر تعمیرات کا معاوضہ ادا کرنے کی پابند ہوگی جو نہر کی تعمیر کے نتیجے میں متاثر ہوں گی۔

☆ کشمیر دربار نہر کے بارے میں قانون سازی کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو پنجاب کے محکمہ نہری نظام کے افسروں کو متعلقہ قانونی اختیارات دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔ تاہم ان افسروں کے احکامات اور فیصلوں کے خلاف اپیل صرف چیف جج جموں کی عدالت میں دائر ہوگی۔ جسکے فیصلوں کے خلاف نظر ثانی کی درخواست صرف مہاراجہ کشمیر کے پاس کی جاسکے گی جن کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

☆ کشمیر دربار نہر کی تعمیر کے لیے پتھر، چونا، چٹانیں وغیرہ ریاستی حدود کے اندر بلا قیمت استعمال کرنے کی اجازت دے گا۔ تاہم اگر ریاستی حدود سے باہر نہر کی تعمیر کے لیے ان اشیاء کی ضرورت ہوئی تو حکومت پنجاب کو ان کی رائلٹی ادا کرنی ہوگی۔

☆ دربار نہر کی تعمیر کے دوران اینٹوں اور چونے کے بھٹے لگانے اور رہائشی ضروریات کے لیے عارضی عمارات اور چھپر وغیرہ تعمیر کرنے کے لیے بلا معاوضہ زمین مہیا کرے گا۔ تاہم اگر اس دوران کھڑی فصلوں یا مکانات وغیرہ کو کوئی نقصان پہنچا تو حکومت پنجاب متاثرہ کاشت کاروں یا مالکان کو معاوضہ ادا کرنے کی پابند ہوگی۔

☆ ریاست کے تحصیل دار یا اس سے بالا افسروں کو محکمہ انہار کے تعمیر کردہ انسپکشن بنگلے استعمال کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

☆ نہر کی تعمیر کے کام کا آغاز کرنے سے قبل نہر کے لیے درکار زمینوں کی واضح نشاندہی کی جائے گی۔ اور ایسا کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا کہ کسی مذہبی ادارے یا عبادت گاہ کو جو عوام کی نظروں میں مقدس و متبرک تصور کی جاتی ہوں ہاتھ نہیں لگایا جائے گا۔

☆ حکومت پنجاب کے ملازمین خوردنی اشیاء کے استعمال اور ریاست میں آمد و رفت کے وقت ریاست جموں کشمیر کے قوانین و معاشرتی ضوابط کی پابندی کریں گے۔

☆ اپر جہلم کینال کی تعمیر کی منظوری اس شرط پر دی گئی ہے کہ اس سے مستقبل میں کشمیر دربار کے دریائے جہلم یا اس کے معاون دریاؤں کو آبپاشی کے لیے منصوبے بنانے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

نہر کی تعمیر مکمل ہوگئی اور پنجاب کی زرعی زمین اس سے سیراب ہونے لگی۔ حکومت پنجاب معاہدے کی شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرتی رہی۔ عوام الناس کی آمد و رفت کے لیے مختلف مقامات پر پل تعمیر کیے گئے۔ ریاستی

حدود کے اندر زرعی زمینوں کو معاہدہ کے مطابق مفت پانی ملتا رہا۔ اس مقصد کے لیے حکومت پنجاب نے مختلف فاصلوں پر کھاڑیاں Channels اور راجباہ تعمیر کیے۔ معاہدے کی شق نمبر دو کے مطابق حکومت پنجاب متاثرہ زرعی زمینوں کے ریونیو کے برابر حکومت جموں کشمیر کو معاوضہ ادا کرتی رہی۔ یہ سلسلہ ۱۹۴۶ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد منقطع ہوگیا۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل حکومت پنجاب نے اس مقام پر ایک بند تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ تا کہ پنجاب کی زمینوں کی آبپاشی کے لیے مزید پانی کے حصول کے علاوہ برقی قوت بھی پیدا کی جاسکے۔ یہ منصوبہ حکومت کشمیر کو بھیجا گیا۔ کسی وجہ سے دونوں حکومتوں میں اتفاق رائے نہ ہو سکا اور اسے ترک کر دیا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد 1950ء کی دہائی میں حکومت پاکستان نے اس منصوبے کو پھر آگے بڑھایا اور منگلا کے مقام پر دریائے جہلم کے اوپر ایک بند تعمیر کرنے کا اعلان کر دیا۔ مجوزہ ڈیم کی تعمیر پر بھارتی حکومت نے اعتراض کیا جس میں کہا گیا کہ ڈیم کی تعمیر اقوام متحدہ کی 17 جنوری 1948ء کی قرارداد نمبر 5/651 کی خلاف ورزی ہے۔ قرارداد میں کہا گیا تھا کہ دونوں حکومتیں (بھارت و پاکستان) کوئی ایسا اقدام نہیں کریں گی جس سے صورتِ حال میں کوئی ایسی تبدیلی پیدا ہوتی ہو جس سے حالات کے خراب ہونے کا احتمال ہو۔ اس کے جواب میں اکتوبر 1957ء میں یہ موقف اختیار کیا گیا کہ منگلا ڈیم پاکستان اور آزاد کشمیر کا مشترکہ منصوبہ ہے اور اس سے آزاد کشمیر کی معیشت کو زبردست فائدہ پہنچے گا۔

ڈیم کی تعمیر کے خلاف کشمیری عوام نے 1958ء میں ایک جاندار تحریک کا آغاز کیا جس میں معاشرے کے تمام طبقات اور سیاسی و مذہبی حلقوں نے شرکت کی اور اس سلسلہ میں لوگوں نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ حکومت پاکستان نے اس عوامی ردِعمل کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا کام جاری رکھا۔ ان تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم آج کی صورتِ حال کی جانب قدم بڑھاتے ہیں۔

1967ء میں منگلا بند کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ اور منگلا کے بجلی گھر نے ایک ہزار (1000) میگاواٹ بجلی کی پیداواری صلاحیتوں کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا جس سے پاکستان کی بجلی اور پانی کی ضروریات کا پینتیس فی صد منگلا سے پورا ہونے لگا۔

منگلا بند کی رائلٹی اور ادائیگی کے وعدے

پہلی بار 4 اپریل 1988 کو پاکستان کے پاکستانی وزیر منصوبہ بندی ڈاکٹر محبوب الحق نے مظفر آباد میں اعلان کیا کہ منگلا ڈیم کی رائلٹی کے معاملے کو قومی مالیاتی کمیشن میں پیش کیا جائے گا (بحوالہ ہفت روزہ کشمیر 19 تا 25 اپریل 1988) مئی 1988ء میں اسلام آباد میں قومی مالیاتی کمیشن کا جو اجلاس ہوا اس میں اصولی طور پر منگلا سے پیدا ہونے والی بجلی کا خالصتاً منافع آزاد کشمیر کو دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس وقت کی پیداوار کے مطابق یہ رقم دو ارب روپے سالانہ بنتی تھی۔ (ہفت روزہ کشمیر مئی 1988) لیکن پھر 27 مئی 1988ء کو پاکستان کے وزیرِ خزانہ میاں یاسین نے مظفر آباد میں اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے بتایا کہ آزاد کشمیر کو منگلا بند کی رائلٹی دینے کا فیصلہ وزیرِ اعظم کی سربراہی میں جموں کشمیر کونسل کرے گی۔ (روزنامہ نوائے وقت 28 مئی 1988ء) لیکن.......

پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

تین سال گذر گئے۔ 27 مارچ 1991 کو روزنامہ جنگ لاہور نے اطلاع دی کہ قومی مالیاتی کمیشن کے حالیہ اجلاس میں صوبوں کو سوئی گیس اور بجلی کی رائلٹی دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ صوبہ سرحد کو رائلٹی کا ساڑھے پانچ ارب روپیہ (550 کروڑ روپیہ) ملے گا۔ (جنگ لاہور 27 مارچ 1991) منگلا بند کی رائلٹی کا ذکر پھر گول کر دیا گیا۔

صوبہ سرحد کو تربیلا کی رائلٹی باقاعدگی سے ملتی رہی۔ 1992ء کی رائلٹی کی ادائیگی میں تاخیر ہوگئی تو وزیرِ اعلیٰ سرحد میر افضل خان نے دھمکی دی کہ اگر وقت پر تربیلہ ڈیم کی رائلٹی ادا نہ کی گئی تو تربیلہ سے برقی رو کی فراہمی روک دی جائے گی۔ (ان کے الفاظ تھے ''سوئچ آف کر دیا جائے گا'') (روزنامہ جنگ 3 جنوری 1993) تربیلہ ڈیم کی 1993 کی رائلٹی کے بارے میں صوبہ سرحد کے وزیرِ مواصلات و تعمیرات نے جناح پارک پشاور میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ اس سال (1993) صوبہ سرحد کو چھ ارب اسی کروڑ روپے ملیں گے۔ (ہفت روزہ انقلاب یکم مارچ 1993)

آزاد کشمیر بدستور رائلٹی کی ادائیگی سے محروم رہا۔ 1988ء میں وزیرِ خزانہ میاں یاسین وٹو نے جس فارمولے کا اعلان کیا تھا اس کے مطابق آزاد کشمیر کو منگلا کے دو ارب روپے اور سرحد کو تربیلا کے تین ارب روپے سالانہ ملنے تھے۔ گویا منگلا اور تربیلا میں دو اور تین کی نسبت قائم ہوگئی تھی تو اس نسبت سے منگلا ڈیم کی رائلٹی سوا چار ارب روپے بنتی تھی۔

مارچ 1993ء میں سابق صدر آزاد کشمیر سردار محمد ابراہیم خان نے اپنے چیمبر میں اخباری نمائندوں کے ایک گروپ سے باتیں کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ پاکستان کی مرکزی حکومت منگلا ڈیم کی رائلٹی اور کسٹم ڈیوٹی میں ہمارا حصہ ہمیں ادا کرے۔ جس طرح باقی صوبوں کو کر رہی ہے تو ہمیں کسی امداد یا قرضہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔ (روزنامہ پاکستان 4 مارچ 1993) جون 1991ء میں آزاد

کشمیر کے وزیر مالیات راجہ ذوالقرنین نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے منگلا ڈیم کی رائلٹی ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ رائلٹی ادا ہو جائے تو ہم اپنے اخراجات میں خود کفیل ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا اس سال تک تخمینہ کے مطابق آزاد کشمیر کو ساڑھے تین ارب روپے کی رائلٹی ملنی چاہیے۔ لیکن حکومت پاکستان اس ادائیگی سے گریزاں ہے۔

(روزنامہ پاکستان 21 جون 1994)

ایک ایک سال گذرتا رہا۔ آزاد کشمیر اپنی قومی آمدنی کے اس سب سے بڑے سرچشمہ (Source) سے محروم رہا۔ کشمیر کی آزادی کے دعویدار اور کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دینے والے پاکستانی حکمران مسلسل کشمیری عوام کو استحصال کا نشانہ بناتے رہے۔ حیرت یہ ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں میں ایک بھی ایسا انصاف پرور اور عادل حکمران نہ آیا جو اس ناانصافی اور معاشی استحصال کا نوٹس لیکر کشمیری عوام کو ان کا جائز حق دلا سکے۔ ان میں روٹی کپڑا مکان والے اسلامی سوشلزم کے دعویدار ذوالفقار علی بھٹو بھی تھے اور اسلامی نظام حکومت کے علم بردار جنرل ضیاء الحق بھی۔

1995ء میں آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم خان نے ایک حیرت انگیز انکشاف کیا۔ دوبئی میں بھارتی ٹیلی ویژن ''زی ٹی وی'' کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ منگلا ڈیم کی رائلٹی کے حساب میں آزاد کشمیر کا پاکستان کی طرف پانچ کھرب روپے بقایا بنتا ہے۔ بعد میں 29 نومبر 1995ء کو انہوں نے اسلام آباد میں صحافیوں سے ایک خصوصی انٹرویو میں پھر یہی بات دوہرائی کہ حکومت پاکستان کو منگلا بند کی رائلٹی کی مد میں پانچ کھرب سے زائد رقم ادا کرنی ہوگی۔

(ہفت روزہ کشمیر 28 نومبر تا 4 دسمبر 1995)

تاہم سردار صاحب نے یہ نہ بتایا کہ اس خطیر رقم کی وصولی کے لیے ان کے پاس کیا پروگرام ہے۔ یا اس ضمن میں کیا اقدام اٹھانے والے ہیں۔ پھر تین سال اور گذر گئے۔ جون 1998ء میں آزاد کشمیر کے وزیر خزانہ سردار قمر الزمان نے آزاد کشمیر کا بجٹ پیش کرتے ہوئے اپنی بجٹ تقریر میں کہا ''پاکستان کے صوبوں کو بجلی کی رائلٹی دی جا رہی ہے جب کہ آزاد کشمیر کو پاکستانی حکومت نے آج تک منگلا ڈیم کی رائلٹی نہیں دی۔ ہمیں کشمیر پراپرٹی کی آمدنی سے بھی محروم رکھا جا رہا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق منگلا ڈیم کی رائلٹی اور کشمیر پراپرٹی سے سالانہ سات ارب روپے حاصل ہو سکتے ہیں۔

(روزنامہ اوصاف 14 جون 1998)

نومبر 1998 میں آزاد کشمیر کے وزیر جنگلات چوہدری لطیف اکبر نے مظفر آباد میں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

''حکومت پاکستان اگر منگلا ڈیم کی رائلٹی اور کشمیر پراپرٹی کی آمدنی کو آزاد کشمیر حکومت کے بجٹ کا حصہ بنا دے تو ہمیں کسی قسم کی امداد کی ضرورت نہیں رہے گی۔

(روزنامہ اوصاف 4 نومبر 1998)

چند روز بعد وزیر اعظم آزاد کشمیر بیرسٹر سلطان محمود چوہدری نے کشمیر ہاؤس اسلام آباد میں اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا:

''پاکستانی حکومت سے منگلا ڈیم کی رائلٹی اور کشمیر پراپرٹی پر کنٹرول کے مطالبات کے کوئی سیاسی محرکات نہیں ہیں۔ یہ ہمارا دیرینہ مطالبہ اور جائز حق ہے۔ میں نے متعدد بار وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کے نوٹس میں یہ بات لائی ہے اور انہوں نے یقین دلایا ہے کہ ہم مل بیٹھ کر اس مسئلہ کا حل نکال لیں گے۔ لیکن ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ پاکستانی حکومت ہمیں منگلا ڈیم کی رائلٹی ادا کر دے تو ہم اقتصادی طور پر خود کفیل ہو جائیں گے۔

(روزنامہ اوصاف 11 نومبر 1998)

قصہ تمام ہوا

وزیر اعظم آزاد کشمیر کے محولہ بالا بیان کے چند دن بعد ہی پاکستان کے ایک پاکستانی وزیر جنرل (ر) مجید ملک نے دوٹوک جواب دے کر حکومت آزاد کشمیر کے مطالبات کو یک سر مسترد کر دیا۔ انہوں نے اسلام آباد میں 14 نومبر کو جاری ہونے والے ایک بیان میں بیرسٹر سلطان محمود کی جانب سے منگلا ڈیم کی رائلٹی اور کشمیر پراپرٹی کے مطالبات تسلیم کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ انہوں نے کہا آزاد کشمیر حکومت کی طرف سے منگلا ڈیم کی رائلٹی اور کشمیر پراپرٹی کے بارے میں کوئی باضابطہ مطالبہ موصول نہیں ہوا''۔ بیرسٹر سلطان محمود کے اس موقف کو کہ ''اگر صوبہ سرحد کو تربیلا ڈیم کی رائلٹی دی جا سکتی ہے تو آزاد کشمیر کو منگلا بند کی رائلٹی کیوں نہیں دی جا سکتی''۔ وزیر امور کشمیر نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ''یہ قصہ پرانا ہو چکا ہے اسے نہ چھیڑیں''۔

(روزنامہ اوصاف 15 نومبر 1998)

چاہیے تو یہ تھا کہ وزیر امور کشمیر کے اس کورے جواب پر آزاد کشمیر کی حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کی آنکھیں کھل جاتیں۔ اور وہ جنرل مجید ملک کے اس آمرانہ اور جاگیردارانہ نوآبادیاتی رویے کا نوٹس لیتے لیکن ایسا کچھ نہ ہوا۔ سیاسی حلقوں نے اس ناانصافی کو بڑے آرام سے برداشت کر لیا اور وزیر اعظم سلطان محمود بھی اس بے عزتی کو خاموشی سے پی گئے۔ جنرل مجید ملک کے اس کورے جواب کو چار سال ہو چکے ہیں۔ رائلٹی کے حساب میں آزاد کشمیر کو نہ پہلے کچھ ملتا تھا نہ اس کے بعد کچھ ملا ہے۔ یہ سلسلہ یوں ہی چل رہا ہے۔

پہلے ذکر آ چکا ہے کہ 1994ء میں تربیلا کی رائلٹی ادا کرنے میں

تاخیر ہوئی تو وزیر اعلیٰ سرحد میر افضل خان نے وارننگ دی کہ رائلٹی وقت پر ادا نہ کی گئی تو تربیلا سے بجلی کی سپلائی بند کر دی جائے گی۔ چنانچہ مرکزی حکومت کو رائلٹی کی ادائیگی کا قسطوں میں بندوبست کرنا پڑا۔

میاں نواز شریف جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے تو ایک موقع پر وزیر اعظم بے نظیر سے پنجاب کے بعض معاملات پر ان کی تلخی ہو گئی۔ میاں صاحب نے خبردار کیا کہ اگر ہمارے مطالبات پورے نہ کیے گئے تو ہم اپنا ٹی وی، اپنا ریڈیو، اور اپنا بینک الگ کر لیں گے۔ دی بینک آف پنجاب کا قیام اسی کا نتیجہ ہے۔ اس بینک نے قیام کے بعد اتنی تیزی سے ترقی کی کہ اس کے دس روپے کے شیئرز کی قیمت ایک سو ساٹھ تک پہنچ گئی۔

ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم میں کوئی میر افضل خان اور میاں نواز شریف جیسا جرأت مند لیڈر نہیں ہے۔ آج پینتیس سالوں سے پاکستان کے حکمران منگلا بند کی رائلٹی دبائے بیٹھے ہیں۔ نصف صدی سے پاکستانی محصولات میں ہمارا حصہ کشمیر پراپرٹی کی آمدنی اور ہمارے تارکین وطن کا اربوں روپے کا زرمبادلہ نہیں دے رہے، لیکن ہمارے حکمران خاموشی سے یہ ساری بربادی دیکھ رہے ہیں لیکن حرکت نہیں کرتے۔

حال ہی میں ثناء نیوز کے حوالے سے ایک رپورٹ سامنے آئی ہے کہ حکومت آزاد کشمیر نے واپڈا سے 1967 کے معاہدے کے تحت 87 ارب روپے کی ادائیگی کا مطالبہ کیا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 1967ء میں منگلا ڈیم کے قیام کے وقت حکومتِ آزاد کشمیر اور واپڈا کے درمیان معاہدہ ہوا تھا جس کے مطابق واپڈا نے حکومت آزاد کشمیر کو رائلٹی ادا کرنی تھی۔ لیکن اس معاہدہ پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ 1967ء سے سن دو ہزار تک رائلٹی کی مجموعی رقم 87 ارب روپے بنتی ہے۔ پاکستانی وزیر خزانہ شوکت عزیز نے مظفر آباد میں اعلان کیا تھا کہ منگلا ڈیم کی رائلٹی کا مسئلہ حل کر لیا جائے گا۔

4 اکتوبر 2002ء کو سردار عبدالقیوم خان نے جس پریس کانفرنس میں آزاد کشمیر میں 100 نئے ڈیم تعمیر کرنے کا اعلان کیا اسی میں یہ بھی کہا کہ پاکستانی حکومت نے ہمارے اعتراضات ختم کر دیے ہیں۔ اور یہ کہ آزاد کشمیر حکومت اور واپڈا کے درمیان بجلی کے معاملات طے پا گئے ہیں۔ کشمیری عوام کو بھی دیگر صوبوں کی طرح منگلا بند کی رائلٹی دی جائے گی۔ (روزنامہ اوصاف 15 اکتوبر 2002)

یہاں ایک بات کا جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ 1904 میں اپر جہلم کینال کی تعمیر کے وقت ریاست جموں کشمیر اور پنجاب کی حکومتوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کا تفصیلی ذکر ہم نے پچھلے صفحات میں کیا ہے۔ نہر کی تعمیر کے دوران اور بعد میں اس پر باقاعدگی سے عمل ہوتا رہا اور کوئی تنازعہ کھڑا نہیں ہوا تھا۔ قدرتی طور پر منگلا بند کی تعمیر کے حوالے سے کچھ سوال پیدا ہوتے ہیں۔

ا۔ کیا منگلا ڈیم کی تعمیر کے بارے میں حکومت آزاد کشمیر نے پاکستان کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا تھا؟

ب۔ اگر کوئی ایسا معاہدہ ہوا تھا تو اس میں منگلا بند سے حاصل ہونے والے پانی اور بجلی کی رائلٹی کی کتنی رقم طے ہوئی تھی؟ یا اس کے سال بہ سال تعین کا کوئی اصول طے ہوا تھا؟

ج۔ جو کچھ بھی طے ہوا تھا اس کے مطابق تعمیر کی تکمیل کے بعد آزاد کشمیر حکومت کو رائلٹی کی ادائیگی کیوں نہیں ہوئی جب کہ صوبہ سرحد کو تربیلہ بند کی رائلٹی سال بہ سال ملتی ہے؟

ان سوالوں کا ایک سیدھا جواب یہ ہے کہ آثار و قرائن سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سرے سے کوئی معاہدہ ہوا ہی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رائلٹی کی کسی طے شدہ رقم کا کہیں کوئی ذکر نہیں کیا جاتا۔ ڈیم کی تعمیر 1967ء میں ہو گئی تھی۔ 20 سال تک رائلٹی کا کہیں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ 1988 سے اس سلسلہ میں جو اعلانات و بیانات آتے رہے ہیں ان کا ذکر ہم نے گذشتہ صفحات میں پیش کیا ہے۔ ان سب میں صاف طور پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ 1988ء میں منگلا ڈیم کی رائلٹی دو ارب اور تربیلا کی تین ارب روپے بتائی گئی تھی۔ تربیلا کی ادائیگی تو ہوتی رہی۔ منگلا کا معاملہ گول ہو گیا۔ 1991ء میں تربیلا بند کی رائلٹی صوبہ سرحد کو ساڑھے پانچ سو ملین روپے ادا کی گئی۔ منگلا بند نظر انداز ہو گیا۔ 1993 میں صوبہ سرحد کو 6 ارب 80 کروڑ ادا کیے گئے۔ آزاد کشمیر محروم رہا۔ 1996ء میں آزاد کشمیر کے وزیر خزانہ نے منگلا بند کی رائلٹی کا تخمینہ 450 ملین ساڑھے تین ارب روپے لگایا لیکن کوئی ادائیگی نہیں ہوئی۔ 1995ء میں سردار قیوم نے حکومت پاکستان کے ذمہ منگلا بند کی رائلٹی کے پانچ کھرب روپے واجب الادا بتائے۔ 1998 میں آزاد کشمیر کے وزیر خزانہ نے منگلا بند کی رائلٹی اور آزاد کشمیر پراپرٹی کی آمدن کا تخمینہ سات ارب روپے لگایا۔ اور اب سن دو ہزار دو 2002ء میں ثناء نیوز کے ذریعہ سے جاری کی گئی ایک رپورٹ کے مطابق حکومتِ آزاد کشمیر نے پاکستان سے 1967 سے اب تک منگلا بند کی رائلٹی کی مد میں 87 ارب روپے کا کلیم کیا ہے۔

گذشتہ پینتیس سال کے یہ تمام بیانات اور اعلانات الفاظ اور ہندسوں کے گورکھ دھندے کے سواء کچھ نہیں۔ اس پر ایک اور اچنبھے کی بات سردار سکندر حیات کا تازہ ترین بیان ہے جس میں انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ اس وقت تک کوئی معاہدہ موجود نہیں اور باقاعدہ معاہدہ ہونا ضروری ہے۔

حرفِ آخر

اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں، ایک آئینی اور اخلاقی، دوسرا معاشی۔ آئینی پہلو یہ ہے کہ منگلا ڈیم کا علاقہ ریاست جموں کشمیر کا حصہ ہے جس کے مستقبل کا فیصلہ اقوام متحدہ کی منظور شدہ قراردادوں کے تحت حق خود ارادیت کے اصولوں پر ہونا ابھی باقی ہے۔ پاکستانی آئین کی دفعہ 257 میں اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ "جب کبھی کشمیریوں نے پاکستان کے ساتھ ملنے کا فیصلہ کر لیا تو اس صورت میں کشمیر اور پاکستان کے مابین تعلقات کا فیصلہ کشمیری عوام کی مرضی سے ہوگا" اس لحاظ سے پاکستان کے حکمرانوں کا آزاد کشمیر کو ایک مفتوحہ علاقہ سمجھ کر یک طرفہ طور پر عوام کی مرضی کے خلاف فیصلے کرنا اور اس خطہ کے عوام کو منگلا بند جیسے منصوبہ کی خالص آمدن سے محروم رکھنا پاکستان کے آئین کی سراسر خلاف ورزی ہے۔

پاکستان میں آئینی طور پر یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ بجلی کی پیداوار اور اس نوع کے دیگر منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچانے کے بعد ان منصوبہ جات کی خالص آمدنی متعلقہ منصوبوں کو مل جائے گی چنانچہ اس اصول کے تحت سوئی گیس کی رائلٹی بلوچستان اور تربیلا ڈیم کی رائلٹی سرحد کو دی جا رہی ہے۔ آزاد کشمیر کو منگلا کی رائلٹی سے محروم رکھنا پاکستانی آئین کے خلاف ہے۔

بشکریہ "کشمیر ان سائٹ" جنوری ۲۰۰۳ء

منگلا ڈیم......سوچ وفکر کی نئی راہیں

یونس تریابی (برطانیہ)

سماجی سائنس کے ماہرین کے مطابق نئی چیزیں پرانی چیزوں کی جگہ لے رہی ہیں۔ مثلاً نئے جوتے، نئے لباس، نئے مکانات، نئی سڑکیں، نئی گاڑیاں حتیٰ کہ نئی سائنس، نئی ٹیکنالوجی، نئے خیالات، نئے معاشرے، نئے لوگ وغیرہ ،لکھنے اور پڑھنے کی حد تک یہ نئی چیزیں نہایت پرُ کشش اور پسندیدہ دکھائی دیتی ہیں لیکن پرانی چیزوں سے جان چھڑانے اور نئی چیزوں کو اپنانے کا ارتقائی عمل نہایت مشکل ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی انسانی معاشرہ نئے اور پرانے کی کشمکش سے آزاد نہیں ہے خواہ اس کی شکل یا صورت کوئی بھی ہو۔لیکن معاشروں کی تبدیلی یقینی خیال کی جاتی ہے۔ عام طور پر انسانی معاشروں کی ان تبدیلیوں کی رفتار کے اندازے بھی لگائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جس تیزی سے پرانی چیزوں کی جگہ نئی چیزیں لے رہی ہیں اس رفتار سے انسانی معاشرے آگے بڑھ رہے ہیں اور اپنی تعمیر وترقی کی منازل طے کر رہے ہیں۔ اگر ہم کشمیری معاشرے کا دنیا کے دیگر معاشروں کی تعمیر وترقی سے موازنہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں کی غلامی نے کشمیری معاشرے کی قومی تعمیر وترقی کی رفتار کا پہیہ مکمل طور پر جام کر رکھا ہے اور یہ چنار کے بڑے بڑے درختوں کی مانند اپنی ایک ہی جگہ پر ساکت نظر آتا ہے۔ اس کی ایک بڑی مثال یہ ہے کہ کشمیریوں کی تحریکِ آزادی دنیا کی بہت سی پرانی تحریکوں سے بھی پرانی ہونے کے باوجود بہت سی نئی تحریکوں سے بھی بہت ہی پیچھے ہے۔ گزشتہ ایک صدی کے قریب عرصے پر محیط کشمیریوں کی سیاسی تحریک میں عظیم اور بے مثال قربانیوں کے باوجود نیا کشمیری جو معاشرے کی تبدیلی، آزادی، خودمختاری، برابری، جمہوریت، امن اور انصاف کا طلبگار ہے، ابھی تک منقسم اور متحد نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں پرانا کشمیری جو غلامی، فرسودگی، منافقت، دقیانوسی، جاہلیت اور پسماندگی کی علامت ہے، نہایت طاقتور ہے اور یہ نئے کشمیری کے راستے میں پیر پنجال، نانگا پربت اور کے ٹو کے پہاڑوں کی طرح کھڑا ہے۔ نئے اور پرانے کشمیری کے درمیان یہ ٹکراؤ صدیوں سے اور زندگی کے ہر شعبہ میں موجود ہے اور اس کی ایک جھلک آج کل برطانیہ میں منگلا ڈیم کے مسئلہ پر کشمیریوں کے رویوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

منگلا ڈیم کی توسیع کی خبر سے برطانیہ کے کشمیریوں میں ایک اور بے چینی پھیل گئی ہے۔ ابھی کشمیریوں کو باشندہ ریاست کی حیثیت سے محروم کر کے انہیں پاکستانی بنانے کے لیے اوریجن کارڈ کا مسئلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ منگلا ڈیم کے زخم ایک بار پھر تازے ہو گئے ہیں۔ اپنی اس بے چینی کا اظہار کرنے اور منگلا ڈیم کی توسیع کو رکوانے کے لیے برطانیہ کے مختلف شہروں میں کشمیریوں کے اجلاس منعقد ہو رہے ہیں۔ ان اجلاسوں میں ہوتا یہ ہے کہ ایک کشمیری لیڈر کو دعوتِ خطاب دی جاتی ہے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو پھر چوتھے کو....اس طرح مقررین کی تعداد دس پندرہ ہو جاتی ہے اور اگر ہال وغیرہ کے وقت کی پابندی کا احساس نہ ہو تو یہ تعداد بیس تیس تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ عام طور پر مقررین کا انداز بیان ایک ہی قسم کا ہوتا ہے، جسے یوں قلمبند کیا جا سکتا ہے۔ ''میرے ہم وطن بھائیو! منگلا ڈیم کی توسیع کی خبر سن کر معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے مزید قربانیوں کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ میں نے، میرے والدین نے، میرے رشتے داروں نے، اور میرے سارے گاؤں نے اپنے وطن سے اُجڑنے کی قربانی دی تھی، ہم نے اپنے آبا واجداد کی قبروں کو منگلا ڈیم کے پانی کی نذر کرنے کی قربانی دی تھی، ہم نے اپنے مذہبی مقامات کو منگلا ڈیم کے پانی کے سپرد کرنے کی قربانی دی تھی، ہم نے پنجاب کے مختلف علاقوں میں آباد ہو کر اپنے اور آئیندہ آنے والی نسلوں کے امن اور سکون کو ہمیشہ کے لیے تباہ کرنے کی قربانی دی تھی تاکہ وہ پنجاب کی زمینوں کی ملکیت اور قبضے کے مقدمے کرتے رہیں اور اپنے دل کے ٹکڑوں کو قتل کرواتے رہیں جن کے قتل کی گواہی دینے والا بھی کوئی نہ ہو۔ ہم نے اور ہمارے آبا واجداد نے یہ ساری قربانیاں مملکت خداداد پاکستان کی آزادی اور سلامتی کے لیے دی تھیں لیکن میں حکومت پاکستان سے پرُ زور درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہم کشمیریوں کی پاکستان سے محبت کو سمجھنے کی کوشش کرے اور ہمیں اور ہمارے رشتہ داروں کو ایک بار پھر بے گھر کرنے سے پہلے کالاباغ ڈیم تعمیر کرے۔ اگر پانی کی ضرورت پوری نہ ہو تو پھر بھاشا ڈیم تعمیر کرے اور اگر پھر بھی پانی ضرورت پوری نہ ہو تو بے شک منگلا ڈیم کی توسیع کرے۔ پھر منگلا ڈیم کی توسیع کے لیے میری رضا مندی تو درکنار میں تو مملکتِ خداداد کی آزادی اور سلامتی کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہانے کو تیار ہوں''۔ اس قسم کے رویوں کے علاوہ ایک اور سوچ بھی آپ کے مشاہدے میں کبھی نہ کبھی ضرور آتی ہوگی۔ وہ یہ کہ اجلاس میں ایک عدد کشمیری کھڑا ہو جائے گا اور وہ بلاخوف یہ دعویٰ کرے گا کہ ''میں نے، میرے رشتے داروں، اور میرے گاؤں والوں نے اپنے وطن سے اجڑنے کی قربانی نہیں دی تھی بلکہ ہمارے خلاف جبر کیا گیا تھا۔ ہم نے منگلا ڈیم کی تعمیر کے خلاف تحریک شروع کی تھی جسے کامیاب بنانے کے لیے اپنے لیڈروں کا چناؤ کیا تھا اور ہمارے لیڈروں نے ایک جلسہ عام میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا کہ ہم مر جائیں گے لیکن منگلا ڈیم نہیں بننے

دیں گے کیونکہ منگلا ڈیم کی تعمیر کشمیر کے اس حصے پر پاکستان کے قبضے کی وجہ سے ایک سیاسی جبر تھا اور بین الاقوامی قانون کے تحت اس ڈیم کی تعمیر غیر قانونی تھی۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کا پاکستان کی آزادی اور سلامتی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا پاکستان اور کشمیر کے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس میں صرف پنجاب کے جاگیرداروں کا مفاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری تحریک کو دبانے کے لیے ہمارے لیڈروں اور ہمارے لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا تھا اور انہیں جیلوں میں بند کر دیا گیا تھا۔ انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا بلکہ پنیام گاؤں کو پاکستانی فوج نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ ہماری تحریک کو جبر اور تشدد سے دبانے کی کوشش کی گئی تھی جسے محب وطن کشمیریوں نے ناکام بنا دیا تھا لیکن ہمارے لیڈروں نے گلاب سنگھ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وزارتوں کی خاطر پلاٹوں کی خاطر اور پنجاب میں مربعوں کی خاطر ہماری تحریک کو فروخت کر دیا تھا اور منگلا ڈیم زبردستی تعمیر کیا گیا تھا۔ اگر ہمیں اپنے وطن عزیز کشمیر سے پیار ہے اور اگر ہمیں اپنے کشمیری عوام سے محبت ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ منگلا ڈیم کو توڑنے کا مطالبہ کیا جائے کیونکہ جبر کی علامتوں کو اور غیر قانونی تعمیرات کو توڑنا قانون اور انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے''۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ عام طور پر اس آواز کو دبا دیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح منگلا ڈیم کی تعمیر کو روکنے کی آواز کو دبا دیا گیا تھا یا پھر جس طرح کشمیر میں اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے بار بار دبا دیا جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ برطانیہ میں کشمیریوں کے ان اجلاسوں میں کسی کو گرفتار نہیں کیا جاتا، کسی کو جیل میں بند نہیں کیا جاتا، کسی کے سر پر پولیس یا فوج کھڑی نہیں ہوتی۔ ان کی جگہ صرف پرانے کشمیری ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ منگلا ڈیم کو توڑنے کی باتیں حقیقت پسندانہ نہیں ہیں کیونکہ جو چیز بن جاتی ہے اسے توڑا نہیں جاتا۔ اصل میں وہ بھول جاتے ہیں کہ سندھ اور پختونخواہ کے عوام نے اپنی ہی حکومت کو یہ نوٹس دیا ہے کہ اگر کالا باغ تعمیر کیا گیا تو اسے بم سے اڑا دیا جائے گا حالانکہ پاکستان کو کالا باغ ڈیم تعمیر کرنے کا حق حاصل ہے۔ منگلا ڈیم نہیں کیونکہ کالا باغ پاکستان میں ہے اور منگلا کشمیر میں اور کشمیر بھارت کا حصہ ہے نہ ہی پاکستان کا۔ یہ صورتِ حال کشمیریوں کے ایک مخصوص سیاسی رویے کی نشاندہی کرتی ہے۔

ہمارے پاس کشمیریوں کے موجودہ عمومی رویوں اور ان کی نوعیت کی سائنسی تحقیق موجود ہے اور نہ ہی اس محدود مقاصد کی حامل تحریر میں یہ ہدف ممکن ہے۔ اس مضمون میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ منگلا ڈیم کو توڑنے کے مطالبے کے حوالے سے کشمیریوں کی عمومی رائے عامہ کی نشاندہی کر کے اس پر کوئی قیاس آرائی کی جائے تا کہ مستقبل میں ان قیاس آرائیوں کی بنیاد پر سائنسی تحقیق کی راہ ہموار ہو سکے۔ نفسیات کے ماہرین راجر ڈیویز اور پینر ہاکلن (۱۹۹۵) کا کہنا ہے کہ اگرچہ مخصوص حالات کے تحت انسان کے رویے تبدیل ہو سکتے ہیں لیکن جو رویے ایک بار ڈویلپ ہو جائیں وہ پھر کسی تبدیلی کو قبول کرنے میں زبردست مزاحمت کرتے ہیں۔ معاشرتی یا انسانوں کے اجتماعی رویوں کے بارے میں بھی ماہرین عمرانیات (سوشیالوجسٹس) کا خیال اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ آج برطانوی معاشرے کی عمومی رائے عامہ، جسے جانوروں کے ''حقوق کی خلاف ورزی'' پر ایک بہت بڑا دھچکا لگتا ہے، کے رویوں میں تبدیلی کی منازل کا ذکر کرتے ہوئے ایرک ولیمز (۱۹۶۴) کہتا ہے کہ سولویں اور ستارویں صدی میں برطانوی معاشرے کی تربیت ایسے طریقے سے کی گئی تھی جو افریقی غلاموں کی تجارت کی حمایت کرتی تھی اور یہ عمومی رائے عامہ ۱۸۲۳ء میں بھی افریقی غلاموں کے حقوق کی معمولی باتوں پر ہنگامہ کھڑا کر دیتی تھی کیونکہ اس وقت برطانوی معاشرے کے سامنے افریقی غلام، انسان تھے نہ ان کے حقوق کا کوئی تصور۔ اس فارمولے کے تحت اگر کشمیریوں کے رویوں کا ایک جائزہ لیا جائے تو یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے کشمیری معاشرے کی عمومی رائے عامہ کی تربیت ایسے طریقے سے کی گئی ہے جو بنیادی طور پر کشمیری عوام کے حقوق اور اپنے ہی وطن کی آزادی اور خودمختاری کے خلاف ہے۔ جسے علومِ سیاسیات میں غلامانہ سیاسی ثقافت کا نام دیا جا سکتا ہے اور ہماری یہ عمومی رائے عامہ ابھی تک غلامانہ سیاسی ثقافت کے گرداب میں پھنسی ہوئی ہے اور یہ کشمیری عوام کی آزادی اور خودمختاری کی جدوجہد میں ایک تازہ ترین مثال بھارتی مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے ہمارے سامنے ہے۔ جہاں اسی ہزار کشمیری شہید ہو چکے ہیں، کشمیری عورتوں کی عصمت دری روزمرہ کا معمول بن گئی، لاکھوں کشمیری بے گھر ہو گئے ہیں اور ہزاروں عورتیں بیوہ اور لاکھوں بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ لیکن کشمیریوں کی عمومی رائے عامہ اپنے وطن کی آزادی کے مفہوم پر واضح نہیں ہے اور یہ صورتِ حال ہمارے معاشرے میں غلامانہ سیاسی ثقافت کے غلبے کی عکاسی کرتی ہے۔ منگلا ڈیم پر کشمیریوں کے عمومی رویے بھی اسی غلامانہ سیاسی ثقافت کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی شبہ ہے تو منگلا ڈیم کے مسئلہ پر کشمیریوں کے عمومی رویے کا، کالا باغ ڈیم کے بارے میں پختونخواہ اور سندھ کے عوام کے عمومی رویوں سے موازنہ کریں۔ کالا باغ پاکستان میں ہے اور وہاں ڈیم کی تعمیر نہ صرف پاکستان کی وفاقی حکومت کا قانونی اور سیاسی استحقاق ہے بلکہ تمام ماہرین معاشیات، اقتصادیات اور مالیات نے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کو پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے بھی لازمی قرار دیا ہے۔ مگر پختونخواہ اور سندھ کے عوام نے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کو روکنے اور اس کی تعمیر ہو جانے کی صورت میں اسے بم سے اڑانے کا اپنا سیاسی حق ثابت کر دیا ہے بلکہ یہاں تک کہ انہوں نے پاکستان کو توڑنے اور وفاق سے الگ ہو جانے کی بھی دھمکی دی ہے۔ پختونخواہ اور سندھ کے سیاستدانوں اور سیاسی پارٹیوں بلکہ وہاں کی عمومی رائے عامہ کے مطابق پاکستان کی سالمیت پختونخواہ اور سندھ کے عوام کے حقوق سے

مشروط ہے۔ بالفاظ دیگر حکومتِ پاکستان کے کسی اقدام یا منصوبے سے پختون خواہ یا سندھ کے عوام کے حقوق کی پائمالی ہوتی ہے تو اُنھیں پاکستان منظور نہیں ہے۔ پاکستان کی وفاقی حکومت نے کالا باغ ڈیم کے منصوبے کو ترک کر کے پختونخواہ اور سندھ کے عوام کا یہ سیاسی حق تسلیم کر لیا ہے اور پاکستان کے چیف ایگزیکٹیو جنرل پرویز مشرف نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ کالا باغ ڈیم کے منصوبے پر عمل کر کے پاکستان کی سالمیت کو داؤ پر نہیں لگایا جائے گا۔ لیکن سیاسی اور قانونی طور پر منگلا ڈیم کو نہ توڑنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ کیونکہ منگلا پاکستان میں نہیں بلکہ کشمیر میں ہے اور کشمیر بھارت کا حصہ ہے نہ ہی پاکستان کا۔ منگلا ڈیم کی تعمیر ہی غیر قانونی ہے اور یہ پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر پر پاکستان کے قبضے کی ایک علامت بھی ہے۔ اس بات پر کسی محبِ وطن کشمیری کو اختلاف نہیں ہے کہ اگر پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر میں کشمیریوں کی اپنی آزاد و خود مختار اور نمائندہ حکومت ہوتی تو پاکستان کے حکمرانوں کو منگلا ڈیم تعمیر کرنے کی کبھی جرأت ہی نہ ہوتی۔ یہ حقائق بھی ناقابلِ تردید ہیں کہ منگلا ڈیم کی تعمیر کشمیریوں کی مرضی کے خلاف کی گئی تھی اور جب گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی میں کشمیری عورتوں کو بے گھر کیا گیا تو ان کی آہ و زاری آج بھی ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے جنھوں نے یہ قیامت اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور جو ابھی زندہ ہیں۔ پاکستان کے حکمرانوں نے ان معاہدوں کو بھی کوڑے دان کے کاغذوں سے زیادہ حیثیت نہیں دی جن پر انھوں نے اپنی کٹھ پتلی جنوبی کشمیر حکومت کے زبردستی دستخط کرائے تھے اور جن میں منگلا ڈیم کشمیریوں کے مفاد میں تعمیر کرنے اور کشمیریوں کو بجلی مفت فراہم کرنے کے سبز باغ دکھائے تھے۔ ان تمام حالات و واقعات اور حقائق کے باوجود منگلا ڈیم کے مسئلے پر کشمیریوں کے عمومی رویے کالا باغ ڈیم پر پختونخواہ اور سندھ کے عوام کے رویوں سے بہت مختلف ہیں۔ یہاں پر یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ منگلا ڈیم پر کشمیریوں کے عمومی رویوں کا غیر متنازعہ اندازہ لگانا بذاتِ خود ایک مسئلہ ہے کیونکہ منگلا ڈیم صرف میرپور کے کشمیریوں کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ پوری کشمیری قوم کا مسئلہ ہے اور اس مسئلے پر کشمیر کے تینوں مقبوضہ حصوں بھارتی مقبوضہ کشمیر، پاکستانی مقبوضہ شمالی کشمیر اور پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر میں ریاست کشمیر کے عوام کی نمائندگی کا دعویٰ کرنے والی سیاسی پارٹیوں نے اس طرح خاموشی اختیار کر رکھی ہے جیسے منگلا کشمیر میں ہے اور نہ میرپور کے لوگ کشمیری ہیں۔ تادمِ تحریر منگلا ڈیم کی توسیع کے حوالے سے جو عوامی ردِ عمل سامنے آیا ایک ضلع میرپور سے ہے جو کہ منگلا ڈیم سے براہ راست متاثر ہے اور اس کے علاوہ برطانوی کشمیریوں کا ردِ عمل بھی سامنے آ رہا ہے اور اس کی وجہ بھی غالباً یہی ہے کہ بیشتر برطانوی کشمیریوں کا تعلق بھی کشمیر کے اسی حصے سے ہے۔ اس مخصوص اور محدود ردِ عمل کی مدد سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کشمیریوں کی عمومی رائے عامہ منگلا ڈیم کو توڑنے کے مطالبے کے حق میں نہیں ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منگلا ڈیم کے حوالے سے کشمیریوں کی عمومی رائے عامہ کالا باغ ڈیم کے بارے میں پختونخواہ اور سندھ کی عمومی رائے عامہ سے بہت ہی مختلف ہے اور اس اختلاف کی توجیح اس کے سوا کوئی دوسری نظر نہیں آتی کہ کشمیریوں کی عمومی رائے عامہ پوری طرح سے غلامانہ سیاسی ثقافت میں پھنسی ہوئی ہے اور یہ غلامانہ ثقافت پاکستانی مقبوضہ کشمیر پر قابض پاکستان کے حکمرانوں کی خدمت گزاری کے مقابلے میں اپنے ہی ملک کے عوام کے بنیادی حقوق کو قبول کرنے کے لیے ابھی تیار نہیں ہے۔ اس وضاحت کی صحت کا اندازہ لگانے کے لیے ان سیاسی حیلوں بہانوں کا جائزہ لینا ضروری ہے جو کہ پاکستان کی سالمیت کی آڑ میں منگلا ڈیم کو توڑنے کے مطالبے کے خلاف پیش کئے جاتے ہیں۔ پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر اور پاکستان کے درمیان موجود سیاسی رشتے کے علم کے بغیر منگلا ڈیم کے حوالے سے کشمیریوں کے رویوں کی نوعیت کا صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے کیونکہ انسانی معاشروں میں سیاسی رویے ہی سماجی رشتوں کی غمازی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سارے دن کی جبری محنت کے بعد ایک معمولی کام باقی رہ جانے کے خوف کی وجہ سے ایک ہاری ہاتھ باندھ کر اپنے وڈیرے کے سامنے، ایک مزارع اپنے جاگیردار کے سامنے یا ایک کمی اپنے گاؤں کے چوہدری یا راجہ کے سامنے کھڑا ہے اور اپنے کسی بیمار لختِ جگر کو کسی مولوی یا حکیم کے پاس لے جانے کے لیے چھٹی مانگ رہا ہے۔ اس صورتِ حال میں محنت کش کے رویے کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ روایتی لحاظ سے وہ یہی کہے گا کہ اے میرے مالک یا چوہدری صاحب میرے بزرگوں نے ہمیشہ آپ کے بزرگوں کی خدمت کی ہے اور میں بھی آپ کا خدمت گزار ہوں اور آپ کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔ آپ مجھ پر مہربانی کریں اور مجھے چھٹی دے دیں اور یہ جو تھوڑا سا کام باقی رہ گیا ہے اسے میں کل صبح سویرے آ کر ختم کر دوں گا۔ لیکن اگر یہی محنت کش اپنے حقوق اور انسانوں کے درمیان برابری کے رشتوں کا شعور رکھتا ہے اور غلامی کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہے تو اس کے منہ سے تعریف کے کلمات نہیں نکلیں گے بلکہ وہ اپنے گاؤں کے جابر اور ظالم چوہدری کے خلاف زہر ہی اُگلے گا۔ لہٰذا جب الحاقیے یا غلامی پسند کشمیری یہ کہتے ہیں کہ منگلا ڈیم کی آڑ میں پاکستان کے خلاف زہر اُگلا جا رہا ہے تو وہ درست کہتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان کے حکمرانوں کے خلاف زہر صرف وہی کشمیری اُگلے گا جو اپنے قومی حقوق کا شعور رکھتا ہے اور اپنے عوام کی غلامی کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ لہٰذا منگلا ڈیم کے حوالے سے کشمیریوں کے رویوں کی حریت پسندانہ و غلامانہ نوعیت کا تعین کرنے کے لیے پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر اور پاکستان کے درمیان موجودہ رشتے کو جو کہ غلام اور آقا کا رشتہ ہے۔ سمجھنا ضروری ہے۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جس طرح بھارتی مقبوضہ کشمیر پر بھارت کے قبضے کا کوئی تاریخی، آئینی، قانونی اور جمہوری جواز نہیں ہے اسی

مسائل کو نظر انداز کرنا ہے جو چالیس سال کے قریب عرصہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک آباد نہیں ہو سکے ہیں۔ کشمیریوں کے کچھ حلقے منگلا ڈیم کی رائلٹی کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں۔ یہ مطالبہ بنیادی طور پر تجارت کے واضع کردہ اصولوں کے مطابق ہے اور عام فہم بھی لیکن منگلا ڈیم کا مسئلہ تجارتی نہیں۔ کشمیری عوام کے حقوق کی خلاف ورزیوں اور اس کی جبری اور غیر قانونی تعمیر کا ہے۔ رائلٹی کے تعین سے نہ تو غیر قانونی تعمیرات اور جبر کا ازالہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں منگلا ڈیم کی توسیع کو روکنے کا کوئی پہلو موجود ہے۔ رائلٹی بنیادی طور پر وہ معاوضہ ہوتا ہے جو ایک ٹھیکیدار، کمپنی یا حکومت اس مالک زمین کو ادا کرتی ہے جس کی زمین کو ذرائع پیداوار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن جب کوئی ٹھیکیدار کسی کی زمین پر جبری قبضہ کر کے وہاں پیداوار کا کوئی ناجائز ذریعہ بناتا ہے اور زمین کے مالک کے وجود کو سرے سے تسلیم کرنے پر تیار ہی نہیں ہے تو مسئلہ پھر حقوقِ ملکیت کا پیدا ہوتا ہے اور مسئلہ ناجائز تعمیرات کا پیدا ہوتا ہے۔ رائلٹی کا نہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ منگلا ڈیم بنیادی طور پر کشمیریوں کی ملکیت کا مسئلہ ہے اور اسے کشمیریوں کی تحویل میں دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ زیادہ غلط نہیں ہیں۔ کیونکہ اپنی تحویل میں لینے کے بعد ہم کشمیری بحیثیت مالک اس کے مختلف پہلوؤں پر سوچ و بچار کر سکتے ہیں اور اسے توڑنے کا فیصلہ بھی کر سکتے ہیں جو کہ منگلا ڈیم پر ہماری ملکیت کی سب سے اعلیٰ شکل ہو گی۔ لیکن منگلا ڈیم کو کشمیریوں کی تحویل میں دینے کا مطالبہ کرنے والے یہ بھول رہے ہیں کہ قوموں کی ملکیت یا اثاثے صرف قومی حکومتوں ہی کی تحویل میں دیے جاتے ہیں اور اس وقت کشمیریوں کی کوئی ایسی حکومت موجود نہیں ہے جو قومی اور نمائندہ ہو۔ صرف کٹھ پتلی حکومتیں ہیں۔ ان حالات کے تحت منگلا ڈیم کے مسئلہ پر کشمیریوں کے ایک ایسے رویے کو اجاگر کرنے اور اسے عمومی رائے عامہ میں متعارف کرانے کی ضرورت ہے جو نہ صرف منگلا ڈیم کی تاریخی، قانونی اور سیاسی حیثیت کی عکاسی کرے بلکہ کشمیریوں کی حریت پسندانہ سیاسی ثقافت اور منگلا ڈیم پر کشمیریوں کے حقِ ملکیت کی اعلیٰ شکل کی ترجمانی بھی کرے اور متاثرینِ منگلا ڈیم کو اپنے وطن عزیز کشمیر میں دوبارہ آباد ہونے کے حق کی ضمانت بھی فراہم کرے۔ اس قسم کے حریت پسندانہ رویے کی بنیاد صرف منگلا ڈیم کو توڑنے کے مطالبے پر ہی رکھی جا سکتی ہے اور اس کے ذریعے نہ صرف کشمیر کے موقع پرست سیاستدانوں کو بلکہ اسلام کی آڑ میں کشمیریوں کے حقوق پر تجارت کرنے اور پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر پر پاکستان کے قبضے کی حمایت کرنے والوں کو بھی بے نقاب کیا جا سکتا ہے۔

راتیں تیغ تر وڑنس گیا کوئی — فجری آ گیا خنجر اُٹھا دوجا
کل اک بے وفا تھیں کسر رہ گئی — کڈن کسر آیا بے وفا دوجا

(دائم اقبال دائم)

طرح پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر اور پاکستانی مقبوضہ شمالی کشمیر پر بھی پاکستان کے قبضے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ چنانچہ جذبہ حب الوطنی سے محروم جو کشمیری اپنے وطن پر بھارت یا پاکستان کے قبضے کی حمایت کرتے ہیں وہ اصل میں کشمیری معاشرے کے غلامانہ رویوں ہی کی عکاسی کرتے ہیں۔ منگلا ڈیم کے مسئلے پر پاکستان کے حکمرانوں کی حمایت کرنے والے کشمیری بھی ان ہی غلامی پسندوں میں سے ہیں۔ جو کشمیری یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کو منگلا ڈیم کی نذر کر کے پاکستان کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ وہ یا تو پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر اور پاکستان کے درمیان موجودہ آقا اور غلام کے سیاسی رشتے کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور یا پھر وہ اس 'کمی' سے مختلف نہیں ہیں جو اپنے اوپر ہونے والے گاؤں کے چوہدری کے جبر اور استحصال کو اپنی قربانی اور خدمت کا نام دیتا ہے۔ کیونکہ جابر کے سامنے اس کے جبر کو جبر کہنا ہی اس کے خلاف بغاوت کے مترادف ہے۔ اگر یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ منگلا ڈیم کشمیریوں کی مرضی کے خلاف تعمیر کیا گیا تھا اور محض سیاسی طاقت کے بل بوتے پر کشمیریوں کو اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا تھا اور غالب امکان یہی ہے کہ اب بھی کشمیریوں کی مرضی کے خلاف ہی منگلا ڈیم کی توسیع بھی کر دی جائے گی تو اس میں پاکستان کے لیے کشمیریوں کی قربانیوں کا کوئی پہلو موجود نہیں ہے۔ لہٰذا کسی قسم کے جبر کو قربانی کا نام دینا ہی جبر پر پردہ ڈالنے کے مترادف ہے۔ لیکن زیادہ خطرناک وہ کشمیری سیاستدان ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ منگلا ڈیم کی توسیع کے لیے میرپوریوں کو اعتماد میں لیا جائے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ جس طرح سیالکوٹ کے لوگوں کو اپنے علاقے بھارت کے حوالے کرنے یا پاکستان کے بلوچیوں کو اپنا کوئی علاقہ ایران (حالانکہ ایران بھی مسلمانوں ہی کا ایک ملک ہے) کے حوالے کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اسی طرح میرپوریوں کو بھی اپنا علاقہ پاکستان کو دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دو ملکوں کے درمیان اپنی اپنی جغرافیائی حدود کا مسئلہ ہے۔ لیکن یہ موقع پرست کشمیری سیاستدان صرف سودے بازی اور اپنے ذاتی مفادات حاصل کرنے کے لیے میرپوریوں کو اعتماد میں لینے کا واویلا کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ منگلا ڈیم کی توسیع کو رکوانے کے لیے حکومت پاکستان کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے کالا باغ ڈیم اور بھاشا ڈیم وغیرہ بنائے جائیں یا منگلا ڈیم کی مٹی نکالی جائے۔ ایسے کشمیری بھی غلامی پسندوں کے زمرے میں ہی آتے ہیں اور وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ کشمیریوں کے بارے میں پاکستان کے حکمرانوں کے فیصلے کشمیریوں کے قیمتی مشوروں کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ غلاموں کے مشوروں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی بلکہ انہیں صرف اپنے آقا کا حکم ہی ماننا پڑتا ہے۔ اس مشاورت کے طرزِ فکر کے پس منظر میں ایک تو کشمیریوں کی غلامانہ سیاسی ثقافت کو زندہ رکھنے کا مقصد کارفرما ہے اور اس کا دوسرا مقصد ان متاثرین منگلا ڈیم کے

خالد رحیم (گلاسکو)

منگلا ڈیم اور اُس کے پاکستانی مقبوضہ جموں کشمیر پر مضر اثرات

۱۹۵۷ء میں حکومتِ پاکستان نے دریائے جہلم پر منگلا کے مقام پر بند باندھنے کا اعلان کیا۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کے اعلان کے ساتھ ہی ساتھ اس کی مخالفت بھی شروع ہوگئی۔ حکومتی پارٹی کو چھوڑ کر باقی تمام سیاسی جماعتوں نے اس کی تعمیر کی مخالفت کی۔ ڈیم کی تعمیر کی تجویز تو مہاراجہ کے دور سے زیر غور تھی۔ مہاراجہ کا اعتراض یہ تھا کہ ضلع میر پور کا زرخیز ترین میدانی علاقہ اس تعمیر کی بناء پر ختم ہو جائے گا۔ چونکہ باقی ماندہ علاقہ پہاڑی تھا لہٰذا میر پور والے سب کچھ ضائع کر بیٹھیں گے۔ پورے ضلع کے پاس صرف یہی زمین تھی جو لوگوں کو پھل، سبزیاں اور اناج فراہم کرتی تھی۔ مہاراجہ کا خیال تھا کہ میر پور کے لوگ ہر معاملے میں پنجاب پر انحصار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس نے تجویز پیش کی کہ میر پور والوں کو بدلے میں سیالکوٹ کی اچھی زمین دی جائے۔ لیکن اس وقت کی حکومت پنجاب نے اتفاق نہ کیا چنانچہ حکومت پنجاب اور مہاراجہ کے درمیان معاہدہ نہ ہو سکا۔

ابھی منگلا ڈیم سکیم پوری طرح منظر عام پر نہیں آئی تھی کہ میر پور کے لوگوں پر مشتمل ایک وفد اس وقت کے وزیر اعظم پاکستان چوہدری محمد علی سے مظفر آباد میں ملا۔ وفد نے منگلا بند کی تعمیر کے سلسلے میں اعتراضات کیے کہ وہ مقام جہاں پر بند تعمیر ہوگا حکومت پاکستان کی ملکیت میں نہیں آتا تھا۔ وزاعظم کا جواب تھا۔ ''کون کہتا ہے آزاد کشمیر پاکستان کا علاقہ نہیں ہے''۔

جب ملک فیروز خان نون نے پاکستانی وزیر اعظم کی حیثیت سے پاکستانی مقبوضہ جموں کشمیر کا دورہ کیا تو اسی طرح کا ایک وفد اس کے پاس بھی ملاقات کو گیا اور وہی اعتراض کیا جو پہلے وزیر اعظم سے کیا گیا تھا۔ ملک فیروز خان نون چونکہ ایک پرانا سیاستدان تھا اس نے جواب میں کہا کہ آزاد کشمیر والوں سے زمین بالکل اسی طریقے سے لی جائے گی جس طریقے سے نہر اپر جہلم اور اس کے ہیڈ ورکس کی زمین برطانوی حکومت نے مہاراجہ سے لی تھی۔ جب وفد والوں نے یہ نکتہ اٹھایا کہ پاکستانی مقبوضہ کشمیر کی حکومت تو کوئی تسلیم شدہ حکومت نہیں تھی لہٰذا وہ زمین کو لیز پر دینے کا کیسے معاہدہ کر سکتی تھی۔ جواب میں مسٹر نون نے اس طرف بلف کیا کہ مشرقی پاکستان کا ایک انجینئر ڈیم کی تعمیر کے لیے مختلف مقامات کا جائزہ لے رہا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ پاکستان کے اندر ہی کسی مناسب مقام پر ڈیم تعمیر کیا جائے۔ اگر انجینئر کی رپورٹ کو حکومتِ پاکستان نے تسلیم کر لیا تو منگلا بند کی تعمیر نہیں ہوگی۔

اس طرح وقتی طور پر وفد کی تسلی ہو گئی لیکن جونہی مسٹر نون راولپنڈی پہنچے ایک پریس کانفرنس منعقد کی جس میں کہا'' دیکھنے میں آیا ہے کہ پریس میں کچھ غلط اندازے اور اطلاعات ہیں کہ منگلا کی بجائے کسی اور جگہ ڈیم بنایا جائے گا۔ ایسی پریس رپورٹوں میں کوئی سچائی نہیں بلکہ یہ سوچا جا رہا ہے کہ دریائے جہلم پر چھوٹے چھوٹے تین بند بنائے جائیں اور یہ تینوں اس وقت کام کر سکیں گے جب سب سے بڑا بند منگلا کے مقام پر بن جائیگا''۔ اس چیز نے واضح طور پر بتا دیا تھا کہ پاکستانی مقبوضہ کشمیر قانونی طور پر پاکستان کا حصہ نہ تھا۔ اس کے باوجود پاکستان نے بزورِ طاقت غیر قانونی طور پر ڈیم تعمیر کر لیا۔ جب مسٹر نون کو اقتدار سے الگ کیا گیا تو پاکستانی مقبوضہ کشمیر والوں نے خوشی کا اظہار کیا اور شاید یہ اظہار خوشی عین فطری تھا۔

اب منگلا بند کی تعمیر کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم ہو چکا تھا۔ ایک منگلا ڈیم مخالف فرنٹ بنایا گیا۔ جس کے عہدیداروں میں ملٹری اور سول کے ریٹائرڈ آفیسران، نامور وکلاء اور پبلک کی دوسری معروف شخصیات تھیں۔ اس آرگنائزیشن کے زیر اہتمام بہت سے مقامات پر اجلاس منعقد کیے گئے۔ جن میں سرکردہ لوگوں نے زوردار تقاریر کیں۔ ان تقاریر میں مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی اپنی شاعری اور تقاریر کے جوہر دکھائے۔ ہر تقریر اور ہر نظم میں ڈیم مخالف اظہار شدید تھا۔ احتجاج، جلسے جلوس اور تقاریر کا سلسلہ روز مرہ کا معمول بن گیا۔ چنانچہ ہر آنے والا دن منگلا بند عوامی مخالفت کو تیز سے تیز تر کرتا چلا گیا۔

منگلا بند کی تعمیر کی مخالفت میں ایک یادداشت تیار کی گئی۔ یہ یادداشت صدرِ پاکستان کے نام تھی۔ جس پر ایک سابق صدر سمیت نامور وکلاء سابق فوجی و سول آفیسران، مذہبی راہنماؤں، عوامی سوچ کے حامل زمینداروں، کاروباری لوگوں اور دیگر شخصیات نے دستخط کیے۔ جن کی تعداد پانچ سو تھی۔ یادداشت بھی بے اثر ثابت ہوئی۔ اس کی ایک نقل اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل کے صدر کو بھی ارسال کی گئی لیکن راستے ہی میں اسے روک لیا گیا۔ (اس زمانے میں مارشل لاء کے تحت ڈاک پر سنسر شپ عائد تھی) اس طرح یہ قرارداد اقوام عالم تک نہ پہنچ سکی۔

ایک بار یہ افواہ پھیلی کہ اسکندر مرزا سابق صدرِ پاکستان میر پور کے

دورے کے دوران منگلا بند کا بنیادی پتھر رکھیں گے۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں تقاریر کے دوران معززینِ شہر نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ اگر صدرِ پاکستان میرپور آنا چاہیں تو انہیں خوش آمدید کہا جائے گا لیکن اگر وہ منگلا بند کا بنیادی پتھر رکھنے آئیں گے تو ان کا استقبال سیاہ جھنڈیوں سے کیا جائے گا۔ یہ بیان اخبارات میں چھپ گیا۔ کوشش کی گئی کہ اس کی ایک نقل اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل میں بھی ارسال کی جا سکے لیکن یہ کوشش بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکی۔ حکومتِ پاکستان نے دنیا کو ڈیم کے متعلق عوامی احساسات کے بارے میں مکمل تاریکی میں رکھا۔ چنانچہ دنیا کے خیال میں پاکستانی مقبوضہ کشمیر کے لوگ پاکستان کی کارکردگی سے بالکل مطمئن تھے۔

ڈیم کی تعمیر کے خلاف ایک اور یادداشت تیار کی گئی جس پر آزاد کشمیر کے دو سابق صدور صاحبان اور ایک سابق وزیر نے دستخط کیے تھے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ سیاستدان صرف اس وقت غراتے ہیں جب وہ اقتدار سے باہر ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی بوساطت منسٹری آف کشمیر افیئرز حکومتِ پاکستان تخت پر براجمان ہوجاتا ہے تو پھر وہ صرف اپنے آقا کی زبان بولنا شروع کردیتا ہے اور عوام کی زبان بھلا بیٹھتا ہے۔ ایک بار ایسا ہی ایک سیاستدان، جب وہ اقتدار سے باہر تھا تو کہا کرتا تھا کہ آزاد کشمیر پاکستان کی کوئی جاگیر نہیں لیکن جب اسے اقتدار مل گیا تو اس نے کہا "آزاد کشمیر کے حالات اب خاصے بدل چکے ہیں اور اب منگلا بند کی تعمیر کے سلسلے میں میرپور میں کوئی مخالفت نہیں ہے یہ عظیم منصوبہ مختلف قسم کی صنعتوں اور آبپاشی کے نظام کے ذریعے معاشی خوشحالی کا ایک عظیم انقلاب لائے گا"۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی صنعت لگی نہ پاکستانی مقبوضہ کشمیر کے لیے کوئی آبپاشی کا منصوبہ بنایا گیا۔

آزاد کشمیر کے وہ صدور جنہوں نے منگلا بند کی تعمیر کی معمولی سی بھی مخالفت کی چپکے سے عجیب اتفاقات کے تحت اپنے عہدوں سے محروم کردیے گئے۔ سردار عبدالقیوم میرپور میں مویشیوں کا میلہ دیکھنے گئے ہوئے تھے وہاں انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ یہاں پر بے شمار بزرگوں اور ولیوں کے مقبرے ہیں جو ڈیم کی تعمیر کی صورت میں غرق آب ہوجائیں گے۔ اسی شام وائرلیس کے ذریعے اسے منسٹری میں طلب کرکے اقتدار سے الگ کردیا گیا۔ ایسا ہی حال شیر محمد خان کا ہوا۔ اس نے میرپور میں ایک وفد کے ساتھ جوائنٹ سیکرٹری آف کشمیر افیئرز کی موجودگی میں کہا "مجھے منگلا بند کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا گیا، ہر چیز منسٹری آف کشمیر افیئرز نے میری رائے جانے بغیر تیار کی"۔ چنانچہ اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے صدر کا ہوا تھا۔

اردو میں تحریر کردہ دو کتابیں "منگلا ڈیم پراجیکٹ کے تباہ کن اثرات" اور "جموں کشمیر کے علاقہ میں ڈیم کی تعمیر اور اس پر عوامی رائے" دو معروف کشمیری راہنماؤں نے طبع کرائیں ایک کے مصنف تھے عبدالخالق انصاری ایڈووکیٹ کنوینئر جموں کشمیر عوامی کانفرنس اور دوسرے تھے کرنل علی احمد شاہ سابق صدر آزاد جموں کشمیر۔ ہر دو نے ڈیم کی تعمیر کے سلسلے میں ان بربادیوں کا تفصیل سے ذکر کیا جو بعد از تعمیر نمودار ہوں گی۔ انہوں نے پاکستانی مقبوضہ کشمیر کے مختلف اداروں اور شخصیات کی جانب سے مختلف اوقات میں کی گئی رائے کے اظہار کو قلمبند کرتے ہوئے متوقع خرابیوں پر ملامت کی۔

۱۹۶۰ء میں چک ہریام نامی گاؤں میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ یہ اس وقت کا سب سے بڑا جلسہ تھا۔ اس جلسے میں کم و بیش ستر ہزار افراد نے شرکت کی۔ یہ سب شرکاء متاثرہ ڈیم تھے۔ یہ لوگ جلوسوں کی صورت میں آزاد کشمیر کے اس وقت کے صدر کے ایچ خورشید کے ساتھ ملاقات کی خاطر ڈاک بنگلے کی جانب بڑھنے لگے۔ جلوس کی طوالت کا یہ عالم تھا کہ اس کا ایک سرا چک ہریام میں ہی تھا جب کہ دوسرا میرپور شہر پہنچ چکا تھا۔ جلوس پرامن تھا۔ نعرے لگ رہے تھے۔ جب یہ لوگ ضلع کچہری کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پاک آرمی کی ایک بٹالین کو سڑک کے کنارے قطار میں کھڑے دیکھا۔ ان فوجیوں کے پاس بینٹ لگی رائفلیں تھیں۔ فوج کی موجودگی سے شرکائے جلوس مشتعل نہیں ہوئے۔ وہ اس وقت بھی مشتعل نہیں ہوئے جس وقت پولیس کے کچھ سپاہیوں نے ان پر پتھر پھینکے، جب پولیس نے دیکھا کہ لوگ اشتعال میں آنے کو تیار نہیں تو انہوں نے منگلا ڈیم کے چیف آفیسر کے حکم پر لاٹھی چارج شروع کردیا۔ جس پر جلوس منتشر ہوگیا۔ نوسرکردہ افراد کو گرفتار کرکے تھانہ میرپور میں بند کردیا گیا۔ رات کے وقت انہیں ہتھکڑیاں لگا کر دلائی کیمپ مظفرآباد روانہ کردیا گیا۔ یہ روانگی بذریعہ پرائیویٹ بس ہوئی۔ انہیں لے جانے والی پولیس فورس آزاد کشمیر کی ہی تھی۔ راستے میں بس روکنے کی اجازت نہ دی گئی۔ سختی کا عالم کچھ ایسا تھا کہ حوائج ضروریہ کی فراغت کی بھی اجازت نہ دی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک انتہائی مجبور قیدی مسافر نے بس کی کھڑکی کا شیشہ گرا کر چلتی بس سے پیشاب کرنا شروع کردیا۔ اس عمل پر پولیس پارٹی نے زوردار قہقہہ لگایا۔

ان گرفتاریوں پر شہر میں شدید ردِعمل ہوا۔ لوگ بڑی تعداد میں شہر کے مشرقی دروازے پر جمع ہونے شروع ہوگئے۔ وہ ان غیر منصفانہ گرفتاریوں کے خلاف احتجاج کرنا چاہتے تھے۔ وہ گرفتارشدگان کی فوری رہائی کا مطالبہ کررہے تھے کہ ان پر انتہائی بے رحمی سے لاٹھی چارج کیا گیا۔ کئی لوگ بشمول قیدیوں میں سے ایک کے بیٹے کے، زخمی ہوئے۔

لیڈروں کو دلائی کیمپ منتقل کرنے کے بعد بعض ڈرامائی اقدامات کیے

گئے۔لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے فوج بلالی گئی۔دیہاتوں میں ان لوگوں کو بھی بذریعہ پولیس اور فوج ڈرایا دھمکایا گیا جو منگلا ڈیم آرگنائزیشن کے ملازمین کو خانہ شماری اور زمین کی پیمائش وغیرہ کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔مردوں، عورتوں اور بچوں کو سڑکوں پر گھسیٹا گیا ٹھوکریں لگائیں گئیں اور تشدد کیا گیا۔یہ تخویف پسندی ان نہتے اور بے ضرر لوگوں پر روا رکھی گئی جو بے قصور تھے۔کچھ لوگوں پر منگلا بند مخالف پوسٹرز دیواروں پر چسپاں کرنے کے الزامات لگا کر مقدمات قائم کیے گئے (راقم کے والد عبدالرحیم بھی ان میں سے ایک تھے) یہ لوگ روزانہ تھانے بلوائے جاتے اور سارا سارا دن انہیں ڈرایا جاتا اور خوفزدہ کیا جاتا۔

دلائی کیمپ میں موصول شدہ احکامات کے تحت نو گرفتار شدگان میں سے چار کو مظفرآباد لے جا کر رہا کر کے واپس میرپور روانہ کر دیا گیا۔بقیہ پانچ کو ایسے قیدیوں کی حیثیت دی گئی جیسا کہ وہ جرمنی کے نازی کیمپوں کے قیدی ہوں۔ایمرجنسی ایکٹ کے تحت ان پر مقدمہ قائم کیا گیا۔مقدمے کی سماعت ایک سپیشل جج کے سپرد کی گئی جو عام سماعت کی بجائے بند کمرے میں ہوئی۔موخرالذکر پانچ میں سے دو قیدی جسمانی تشدد کا شکار ہوئے ان میں سے ایک ٹی بی کا پرانا مریض تھا جو تشدد کی بناء پر بے ہوش ہو گیا۔خوش قسمتی سے طبی امداد بروقت دستیاب ہو گئی ورنہ اس قیدی کا زندہ بچنا مشکل تھا۔

ان پانچوں قیدیوں نے جیل والوں کے سلوک کے خلاف بھوک ہڑتال کر دی۔انتظامیہ نے بالآخر دباؤ میں آ کر چھ ماہ کی ایذا رسانی اور تشدد کے بعد انہیں رہا کر دیا۔رہائی سے قبل انہیں مظفرآباد جیل میں بھیجا گیا جہاں پر انہوں نے ایک صدر کے ایچ خورشید کی تقریر سنی جو انہوں نے پولیس کی پاسنگ آؤٹ پریڈ کے دوران کی تھی۔قربت کی بنا پر تقریر جیل کے اندر بھی سنی جا سکتی تھی۔صدر کہہ رہے تھے کہ آزاد کشمیر کی جیلوں میں کوئی سیاسی قیدی نہ تھا جب کہ مقبوضہ ہندوستانی کشمیر کی جیلوں میں لاتعداد قیدی تھے۔ان الفاظ پر ایک قیدی نے قہقہہ لگاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ وہ لوگ کون سی قسم کے قیدی تھے؟ کیا وہ لوگ اجتماعی آبروریزی کے جرم میں گرفتار تھے؟

حکومت پاکستان نے منگلا ڈیم مخالف تحریک کے توڑ کی صورت یہ نکالی کہ متاثرین کو منگلا ڈیم آرگنائزیشن کی وساطت سے انٹرنیشنل پاسپورٹ جاری کر کے انگلینڈ بھیجنا شروع کر دیا۔خوش قسمتی سے برطانوی حکومت نے بھی کوئی اعتراض نہ کیا۔اس طرح متاثرین کی ایک بڑی تعداد ہجرت کر کے انگلستان جا بسی۔اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک چوتھائی ملین لوگ مٹ گئے ہوتے، اس لیے کہ بند کی تعمیر کے بعد ان کے ذرائع آمدن معدوم ہو گئے تھے۔

پاکستان نے دنیا کو یقین دلانے کے لیے کہ لوگ ڈیم کی تعمیر کے خلاف نہیں۔عجیب وغریب طریقے اختیار کیے۔اخبارات میں ایسے افراد کے بیانات بھی چھپنے لگے جو وادی کشمیر سے تعلق رکھتے تھے۔آزاد کشمیر کے لوگوں کو منگلا ڈیم آرگنائزیشن میں ملازمتیں دے کر منگلا ڈیم کی حمایت میں بیانات حاصل کیے گئے۔اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے خط کے ذریعے ڈیم کی حمایت کا اظہار دکھایا گیا۔اس خط پر میرپور کے تیس نمائندہ افراد کے دستخط تھے جن میں سے بعض آرگنائزیشن کے ملازم اور بعض ان پڑھ تھے وہ اردو لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے، جبکہ یادداشت انگریزی زبان میں تحریر کی گئی تھی۔

پاکستان نے دنیا کو یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی کہ منگلا ڈیم درحقیقت حکومتِ آزاد کشمیر اور حکومتِ پاکستان کا مشترکہ منصوبہ ہے۔حالانکہ حقیقت کی رو سے آزاد کشمیر کے لوگ اس منصوبے سے نالاں تھے، اس لیے کہ اس میں ان کا کوئی فائدہ نہ تھا۔یہ منصوبہ تو پاکستان کے لوگوں کے مفاد میں تھا جس کی تکمیل جبراً کی گئی۔آزاد کشمیر حکومت کے پاس اتنے بڑے پراجیکٹ کے لیے سرمایہ کہاں تھا۔یہ سرمایہ تو دنیا بھر کے مختلف ممالک کا تھا جنہوں نے پاکستان کی مدد کے لیے لگایا تھا۔میرپور کے لوگوں کو اس کا زیادہ سے زیادہ یہ فائدہ ہوتا کہ بن خرماں اور چیچیاں جیسے علاقوں کو بجلی مل جاتی لیکن اس کے لیے تو ضلع میرپور کا بہترین زرعی رقبہ قربان کرنا اور لوگوں کو گھروں سے بے گھر ہونا پڑتا۔

۱۸۹۴ء کا حصولِ اراضی ایکٹ جو انگریزوں نے ہندوستان پر نافذ کیا تھا، یہی ایکٹ پاکستان نے آزاد کشمیر پر نافذ کیا۔یہ ایکٹ اس جائیداد کو حاصل کرنے کے لیے لاگو کیا گیا جو منگلا ڈیم اور اس کے ذخیرہ آب کے علاقہ پر مشتمل تھی۔

قانونی طور پر اس ایکٹ کا نفاذ آزاد کشمیر پر نہیں کیا جا سکتا تھا۔چونکہ اس کا نفاذ مفادِ عامہ کے لیے تھا اور معاوضہ بھی سرکاری طور پر ادا کیا جا رہا تھا۔ادا کرنے والی حکومتِ پاکستان تھی۔اس لیے کہ زمین اس نے حکومتِ آزاد کشمیر سے لی تھی۔معاوضہ کی رقم اس سرمائے میں سے ادا کی گئی جو بین الاقوامی فورم نے جمع کر کے پاکستان کو دی تھی۔اس سرمائے میں حکومتِ آزاد کشمیر کا کوئی حصہ نہ تھا۔صاف بات تو یہ ہے کہ زمین خریدی نہیں گئی بلکہ چوری کر لی گئی۔

حکم نامہ نمبر ۲۸ جو پاکستان میں نافذ تھا اور جس کے تحت اراضی حاصل کی گئی اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں ''کوئی آفیسر جو کسی محکمہ کے لیے زمین حاصل کرنے پر مامور ہو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ وہ زمین جو حاصل کی جا رہی ہے اس پر کوئی مذہبی عمارت، مقبرہ یا قبرستان نہ ہو۔یا ایسی زمین جس پر کوئی مذہبی اعتراض کیا جا سکتا ہو...... یا کوئی عبادت گاہ، خانقاہ، مقبرہ یا ایسی ناقابلِ انتقال جائیداد جو ان اداروں کے ساتھ وابستہ ہو یا جن کی سرحدیں ان اداروں

سے ملحق ہوں جبراً حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اگر ان اداروں میں سے کسی کے ساتھ وابستہ کوئی نا قابلِ انتقال جائیداد کا حاصل کیا جانا ضروری ہو تو کلکٹر حصول اراضی کے لیے لازم ہے کہ وہ اس معاملے کو کسی قسم کے عملی اقدام سے قبل حکومت کے نوٹس میں لائے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس مسئلے کو قانون ساز اسمبلی کے کم از کم چار غیر سرکاری ممبران سے مشورہ کرے''۔

اس طریق کار میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا گیا۔ پاکستانی مقبوضہ کشمیر کے پاس کوئی اسمبلی نہ تھی جس سے مشورہ کیا جاتا۔ چنانچہ مسجدیں، مقبرے، خانقاہیں اور قبرستان سب کے سب حاصل کر لیے گئے۔ بعض مساجد گرا بھی دی گئیں اور ان کا ملبہ منگلا ڈیم کمشنر کے حکم سے ٹھیکیدار اٹھا کر لے گئے۔

مساجد کے بارے میں قرآن حکیم کے واضح احکامات کی یہ صریحاً خلاف ورزی تھی۔ مسجد ایک بار بن گئی تو وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہی رہے گی، اسے گرایا جاسکتا ہے نہ اس کا معاوضہ لیا یا دیا جاسکتا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان اس قرآنی اصول کی بڑے احترام کے ساتھ پابندی کرتے ہیں۔

ہندوستان میں برطانوی حکومت کے دوران ایک بار کانپور میں سڑک سیدھی کرنے کی بنا پر مسجد کا ایک حصہ مسمار کر دیا گیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے اس زیادتی پر اتر پردیش کے لیفٹیننٹ گورنر سر جیمز مسٹن سے رابطہ کیا۔ جب گورنر نے مولانا کی بات ماننے سے انکار کیا تو ردِ عمل کے طور پر عوامی رائے کو انگریزوں کے اس عمل کے خلاف ابھارا گیا۔ مولانا نے اپنے اخبار ''کامریڈ'' کے ذریعے مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے اخبار ''الہلال'' کے ذریعے اور مولانا ظفر علی خان نے اپنے اخبار ''زمیندار'' کی وساطت سے بڑے زوردار طریقے سے رائے عامہ کو انگریزوں کے خلاف ابھارا۔ انگریز احتجاج کی شدت کو برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ مسجد کی مرمت کر دی گئی اور سڑک سابق حالت میں ہی رہنے دی گئی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کا پاکستانی مقبوضہ کشمیر والوں سے سلوک کافر انگریزوں کے سلوک سے بہتر نہ تھا۔

ایکٹ حصولِ اراضی کے نفاذ کے لیے کلکٹر میرپور آیا۔ اس نے زمینوں کی خصوصیات کے مطابق پیمائش اور معاوضوں کی تفصیلات طے کرنا شروع کر دیں۔ اصولی طور پر زمینوں کا معاوضہ ان ایام میں مروج قیمت کے تحت طے ہونا چاہیے تھا۔ لیکن کلکٹر نے زمین کو ذاتی طور پر دیکھے بغیر نصف صدی قبل کے ڈوگرہ ہری سنگھ کے مرتب کردہ محکمہ مال کے ریکارڈ کے مطابق معاوضے ترتیب دینے شروع کر دیئے۔ اس زمانے میں بیشتر زمین بنجر اور ناکارہ تھیں جبکہ اب یہ زمینیں فارمی زمینیں بن چکی تھیں۔ عمارات کی پیمائش اور معاوضہ مرتب کرنے میں کم و بیش یہ انداز اختیار کیا گیا۔

تقریباً اسی دور میں تربیلا بند بھی بنایا جارہا تھا۔ وہاں کے متاثرہ لوگوں کے حالات، واقعات اور مشکلات تقریباً وہی تھیں جو منگلا بند والوں کی تھیں۔ چنانچہ سلوک بھی ایک جیسا ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ تربیلا بند کی تعمیر کا حکومتی حکم ۱۹۶۰ء میں آیا اور معاوضہ بھی سن ساٹھ کی مروج قیمتوں کے مطابق تیار ہوا۔ پھر مزید سہولت دیتے ہوئے ۱۹۶۹ء میں ایک تازہ سرکاری اعلان جاری ہوا چنانچہ تربیلا ڈیم کے متاثرین کو جس حساب سے معاوضہ ملا وہ منگلا ڈیم کے متاثرین کی نسبت تین گنا زیادہ تھا۔

علاوہ ازیں تربیلا بند کے متاثرین کے لیے یہ بھی حکم ہوا کہ انہیں مناسب مقامات پر ضروری سہولتیں دے کر آباد کیا جائے۔ یہ مقامات ذخیرہ آب کے نواح میں دیہی علاقوں اور ضلع ہزارہ میں ہوں تاکہ لوگ اپنے نئے گھر تعمیر کرا سکیں۔ دوسری جانب منگلا بند کے تمام متاثرین نے آزاد کشمیر کے اندر اور آزاد کشمیر کے باہر خود پلاٹ خریدے۔ نئے میرپور میں پلاٹ ۲۷۰۰ روپیہ فی کنال دیے گئے، جب کہ یہ زمین ۵۶ روپے فی کنال خریدی گئی تھی۔

منگلا ڈیم پراجیکٹ کے زیادہ تر ملازمین کا تعلق آزاد کشمیر کی بجائے پاکستان سے تھا۔ البتہ چپراسی وغیرہ آزاد کشمیر سے بھرتی کیے گئے تھے۔ لیگل آفیسرز بھی پاکستانی ہی تھے جب کہ ان کا تعلق آزاد کشمیر سے ظاہر کیا گیا تھا۔ اصولی طور پر آزاد کشمیر میں بھرتی کے وقت امیدوار کو باشندہ ریاست کا سرٹیفکیٹ دکھانا پڑتا ہے۔ اس سرٹیفکیٹ سے بچاؤ کا طریقہ یہ نکالا گیا کہ پاکستانی شہریوں کو منسٹری آف کشمیر آفیئرز نے ڈیم پر کام کرنے کے لیے بھرتی کیا۔ اس طرح سرٹیفکیٹ کی ضرورت باقی نہ رہی۔

متاثرین کو ضرورت کے مطابق معاوضہ نہ دیا گیا۔ چند لوگوں کو ساڑھے بارہ ایکڑ فی کنبہ زمین پنجاب میں الاٹ کی گئی۔ جب کہ اکثریت کو بلاتخصیص کہ وہ زمین کا مالک تھا یا نہیں، معمولی معاوضہ دے کر فارغ کر دیا گیا۔ میرپور سے ملحق کسی بھی ضلع میں یا آزاد کشمیر کے اندر متاثرین کو آباد نہ کیا گیا۔ لوگوں نے آزاد کشمیر یا پاکستان میں اپنے طور پر اپنی سہولت کے مطابق رہائشی ضرورتوں کو پورا کیا۔

منگلا ڈیم کی تعمیر ۱۹۶۶ء میں مکمل ہوئی۔ میری عمر اس وقت ۱۵ سال تھی جب میں بند دیکھنے گیا۔ وہاں پر وہ آبشار اور فوارہ دیکھا جس سے ڈیم کا پانی باہر آرہا تھا۔ میرپور کے بہت سارے لوگوں نے گھر اس وقت چھوڑنا شروع کیے جس وقت گھروں میں پانی بھرنا شروع ہوگیا۔ لوگ اتنے سیدھے اور کھرے تھے کہ کسی کو یقین نہ تھا کہ اتنی مخالفت کے باوجود پاکستان ڈیم کی تعمیر کرنے کی جرأت کرے گا۔ لوگ آخری وقت یقین نہیں کر رہے تھے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ

پانی علاقوں کے علاقے ڈوباتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا ہے اور ان کی زمینیں، گھر اور سب کچھ تہ آب آنے لگا ہے اس وقت افراتفری میں انہوں نے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کیے۔

بند کی تعمیر میرپور میں ہوئی لیکن بجلی ستی جہلم میں ہوئی۔ یہ تفاوت کسی کی سمجھ میں نہ آسکا۔ جو بجلی میرپور والوں کی زمینوں اور مکانوں کو ڈبو کر تیار ہوئی تھی وہ پاکستان کے مقابلہ میں میرپوریوں کو زیادہ قیمت پر فروخت کی گئی۔

میرپور کی زراعت تو ڈیم کی وجہ سے ختم ہوئی اور صنعت لگ نہ سکی۔ چنانچہ زیادہ تر خوراک پاکستان ہی سے آتی ہے۔

جب میں چھوٹا تھا اس زمانے میں لوگ دیسی گھی اور اناج پنجاب کو سمگل کیا کرتے تھے۔ اب ہر چیز حتیٰ کہ سبزیاں بھی پنجاب سے منگوائی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ زمین تہ آب آچکی ہے اور باقی ماندہ علاقہ پہاڑی ہے اور اس کا متبادل انڈسٹری بھی ناپید ہے۔ چنانچہ لوگ حصول روزگار کے لیے بیرونی ممالک کو جانے پر مجبور ہیں۔ زیادہ تر لوگ خاص طور پر مزدور طبقہ ملک سے باہر کام کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ زمین جو بچ گئی ہے وہ بھی کاشت سے محروم ہے۔ انڈے، مرغیاں بھی باہر سے منگوائی جاتی ہیں۔ منگلا ڈیم کا ترکہ یہی ہے کہ ہمیں اپنی مرغی کا انڈہ بھی کھانے کو دستیاب نہیں۔

(بحوالہ ''میرے والد... ایک فریب خوردہ کشمیری'' از خالد رحیم مطبوعہ ۱۹۹۸ء)



علی عدالت

بوجیاں ناں بیاہ تے ریچھ لانگڑی

منگلا ڈیم پاکستان نے پہلے فوجی ڈکٹیٹر ایوب خان، غلام اسحاق خان نی چیئر مینی بچ بنایا سی.... او پونچھ نی آزادی نی تحریک فوج کشی کری دبائی رہیا واسی، جس نے بچ صرف میرپوریاں پونچھیاں ناں ساتھ نہ دتا بلکہ سردار قیوم آپنی قوم نال غداری کری تے اغلے تریاں سالاں واسطے آپنی صدارت پکی کری کندی....ڈیم ویلے تحریک بچ فیر پونچھیاں میرپوریاں ناں ساتھ نہ دتا۔ سردار قیوم، سردار ابراہیم آپنی آپنی پارٹی نیاں کارندیاں کی ڈیم نے حق بچ استعمال کیتا۔ انہاں کارندیاں کی فیروظیفے دوائے۔ اج وی انہاں کارکناں نے مربعے سندھ تے پنجاب بچ تھئے.....ایہہ ہور گل ایہہ جے سندھیاں تے پنجابیاں انہاں کی اُتھے ٹکن نہیں دتا۔ چوفڑی چڑیاں اج دئی تے تیر فیر مڑی اچھی میرپور ڈیرے لائے نیں۔ خورے اسے گلے ماریا کسے آکھیا سی...کھوتی مڑی تھڑی بہوڑ بیٹھاں۔

ڈیم بنیا متاثرین نال بڑے بڑے وعدے کیتے گئے.... مفت بجلی بڑیاں بڑیاں سڑکاں...غریباں آسطے کالونیاں.... پوریاں پوریاں گراواں نیاں آباد کاریاں....سکول کالج یونیورسٹیاں ....ہسپتال.....بقول حاجی خالق آف چھترو..........دُدھ تے ماخیاں نیاں نہراں تھوں سو یرمیرپوریاں کی ہرچیز ے ناں واعدہ کیتا گیا سی..........ہویا کہہ؟ ائے دنیا تکیا۔

پاکستانیاں کندھ چاڑی ،پانی ڈھوکی ،لوکاں کی پولے ماری اجاڑیا......صدر ایوب تہ غلام اسحاق خان کشمیریاں نیاں قربانیاں نیاں بوٹیاں کھائی ہڈیاں سٹی ٹری گئے۔انہاں ہڈیاں اپر بازاری کتے اجے جیاں کلنے پے این..........ہڈیاں بچوں کہہ نکڑناسی،سواد تہ اپنی رتوناں ہونا۔پچھلیاں پنیتر یاں سالاں بچ اپنیاں پہراواں ناں لہو چوسی چوسی انہاں نی تریہہ نی مکی تہ ہک ہک ہڈی نے دس دس مالک بنے...... مقدمے ملیاں پیے کرنے این........انہاں بڈھیاں کتیاں کی چنتا پئی وی اے جے اہہ اساڑ ادو ہتر پوتر کہہ کھاسی؟

تے پاکستانی جرنیلاں تہ واپڈا نیاں افسراں کی آپنی رہنی حیاتی آسطے گولڈن ہینڈ شیک چاہینا....تساں آپوں سوچوناں .....منگلا ڈیم بچ پاکستانی نہری سسٹم ناں بچ پیسے پانی کھلناتے ترٹی آں نہراں بچوں تیتری (33) پیسے فضول ڈلی جانا....فیر اہہ اتنا پیسا لائی نہراں کیاں نمیں ٹھیک کرنے؟ اے تے اسراہ اہہ جسرا دانیاں نی بوری کی انگر لگی جائے تے بوری سیٹر نے نی بجھہ اس نے بچ ہور دانے باہنے رہو۔ اصل گل ای اہہ جے نہراں ٹھیک کرنے نال واپڈا تے جرنیلاں کی بہوں تھوڑا پیسہ لبنا تے مسلم کانفرنس آلیاں کی تے ملوں کجھ نمیں بچنا۔پہلیں وی منگلانی جغہ اپر تھوڑے خرچے تے اس نالوں بہوں تھوڑے نقصان نال اس تھوں زیدے پانی تے دونی بجلی ملی سکنے سن، پر انہاں کی نہ پانیے نال غرض اے نہ بجلی نال، انہاں آپنے گوجے پہرنے این... جتنا بڑا منصوبہ اتنا بڑا کمیشن....رشوت تے لٹ مار....ہن وی ڈیم اُچا کرنے نیں جغہ اپر نواں ڈیم بنی سکنے این یا فر اسے کی صاف کیتا جائی سکنا اہہ، پراوہ اسی صاف کیاں کرن۔انہاں آپوں جنگل کپی کپی مٹی روڑی اسی پھریا اہہ جے انہاں صاف کرنا ہونا تے اسی اٹن آرکیاں؟ خورے اے سوچنے این مٹی پہاری اے تے بندے ہولے این۔مٹی رہن دیو تے کشمیریاں کی صاف کری شوڑو... پتہ لغنا اے چوراں کولوں پنڈ تاولی اے۔

برطانیہ آئے وے مسلم کانفرنس نے وزیر انٹرویو دینے پھرنے این..

''پاکستان اساں کی چنگا پیکیج دتا'' تساں کی تے پیکیج چنگا لبھا ہوسی لوکاں کی کہہ لبا؟ تساں لوکاں نے نمائندے اویا پاکستان نے؟ پتہ لغنا اے اناں کی او پیکیج لبا جیڑا جنرل مشرف کی امریکہ سرکار نی طرفوں لبا سی....افغانیاں کی مارنے نا....مظفر آباد جلوس نکڑنے این، راولاکوٹ، پلندری، بھیرہ، باغ، کوٹلی، میرپور، بھمبر، ڈڈیال، چکسواری، جموں، برطانیہ، امریکہ یورپ تے جتھے جتھے کشمیری قوم تھئی ایکسٹینشن نے خلاف رولا بانے پئے تہ اس مٹی نے غدار کیٹرے پیکیج نی گل کرنے ائے؟

اساں پاکستانیاں تے انہاں نے چمچیاں کی آکھنے آں.....جیڑا خرچہ ڈیم اپر ہویا سی اس تھوں دونا پیکیج اساں برطانیہ اج رہنے الیاں کشمیریاں کولوں چائی کنو تے کالا باغ ڈیم بنائی کنو۔ تہ اس پیکیج نی عنایت آپنی قوم اپر کرو۔ کشمیریاں اپر تساں نے پہلے ای بہوں احسان اے۔تکوناں .... گلگت بلتستان کشمیریاں کولوں سنبھالن نمیں سی ہونا اوتساں لخوایا، اناں ناں باشندہ ریاست ختم کیتا۔ بہوں جنگل پے وے سن نالے کھوڑ کھائی کھائی گلگتیاں تے بلتستانیاں کی

پاں پٹی سی، تساں او جنگل صاف کری دتے.... فیر اتھے کوئی ہل جل کوئی نیں سی، تساں کوہستانی شیعے تے چناراپار تھوں سنی آنی تے لوکاں کی ہوشیار کیتا۔ اناں کی چنگا پیکیج ملیاوا۔ چوداں ارب روپیہ اتھوں ہیرے تے جواہرات کڈھنے او، جس نے بچوں اسی کروڑ انتظامی خرچے اپر لانے او۔ مثال نے طور پر فوج۔ غدار پوڑنے تیئں سکیورٹی وغیرہ۔

پہاڑیاں کشمیریاں کی تے بہوں سونا پیکیج لبا وا 1947ء مہاجر..... 1965 مہاجر..... 1971ء مہاجر، تہ ہن روجے نے روج مہاجر..... اناں مہاجراں نیاں کالونیاں کی ڈبونا وی تے ڈیم ایکسٹینشن ناں حصہ اے ناں..... خورے تساں کی وسوس اے وئی او بچی کیاں گئے این؟

آزاد کشمیر اپر وی تساں ناں بہوں احسان اے ناں..... کدے چیف سیکرٹری تے انسپکٹر جنرل پلس کشمیری ہون تے انہاں نکمیاں کولوں سسٹم جلی سکنا؟ تعلیم ناں وی تساں ناں احسان اے، سیٹاں رکھیاں ویاں نیں..... جے کشمیری بہوں پڑھی جان تے کم کتھے کرسن؟ اسراپیڈاں بکریاں تے چارنے این..... کشمیری بچے جینے رہن پاوین منگی کھان......

پاکستان کہہ کہہ کرے کشمیریاں آسطے..... کہلی جان تے وختاں نے ٹیر..... ولائتی کشمیریاں آسطے وی پیکیج لوڑی ناں اے آخر..... پاکستانی آخنے این... اہہ سارے وخت ساڑھے تھوں نیں ہونے، چلو سارے ولائتی کشمیریاں کی پاکستانی بنائی چھوڑنے آں..... انہاں مشوماں کی کارڈ دینے آں کدے اناں کی کوئی میرپوریا آخنے تے کارڈ کڈی دسن جے اساں وی تساں ہار آں۔ پر اس نے بچ اک مسئلہ اے۔ کدھے اہہ پاکستانیاں ہار ہوئی گے تے اسلام آباد کسٹم آلیاں کی کسرے پتہ لغسی وئی کن میرپوریا۔ چلو انہاں نے کارڈ اپر سوئی سیاہی نال لکھی شوڑنے آں وئی اہہ کالیاں پیڈاں این......

کشمیر تھئے بہوں احسان فراموش اے.... برطانیہ بچ پاکستانی ہائی کمشنر آخنا... تکو جی اساں اناں آسطین کنیاں ٹرائیاں کیتیاں، اناں کی پاسپورٹ دتے... پی آئی اے نی سپیشل سروس چلائی؟ جنگ اخبار نی کڈیا؟ ہن شناختی کارڈ تے ڈیم ناں پیکیج اناں کی وئی رئے آں۔ اے چنگئے اساں کی خدمت ناں صلہ دئی رہے این... فرسٹ سیکرٹری آخنا..... جناب اہہ پہاڑی نسل اے، تساں اس کی بہوں جاننے، اے کالیاں پیڈاں نیں، بدوروں لیلے این..... گدھ گدھ کری جنا وی لاڈ کرو کنڈ پھیر سوتے ٹکر کڈی مارسن... او تکو خان.... ابراہیم آٹے نی مٹھی اپر پڑھیا، تساں اسی صدر بنایا تے بونجا ترونجا 52/53 بچ تحریک چلائی سئیس۔

قیوم کول بسے ناں کرایہ نیں سی ہونا.... اج کشمیر بچ سب تھوں بڑا اے..... سکندر عیدی، شوراتی اپر ڈرنا کہار نیں سی جانا وئی پئیو تر پڑ مارسی وئی سودا کیاں نی آ آندا۔ تہ اج ہر شہرے بچ مغل بادشاہواں ہار اس نے محل اے۔ ایہہ چوہدری یوسف وی پاکستانی پاسپورٹے پر انگلینڈ نہ اچھنا تے کروڑ پتی کسر ابنے آر؟ پویں گوریاں اپروں اس پیسہ کمایا، گوریاں رٹے تے نیں سن جانیاں...... اے لوگ ولائت نہ اشنے تے چوہدری نور حسینے کی چندے تے بنک کون کھولی تے دئے آر... اے سب انہاں نیاں آپنیاں غلطیاں این۔ جناں کی باجرے ناں ٹوڑا نیں سی لبناں۔ اوہ تساں کی آمنٹرے مارن لغی پئے این۔

ڈیم تے ڈیم اے ناں پاکستان نی کشمیر پالیسی بہوں ڈونگی اے۔ تکو اے کم ساہ دیاڑی نیں ہونے.... مثال نے طور پر 1947ء بچ وادی نے کشمیری بہوں ٹرٹر کرنے سن۔ پاکستان گڑھی حبیب اللہ تھوں فوج تے پٹھان دوسو میل ٹورے جنے وادی آلیاں کی، اس شیخے نی نسلے کی سبق سکھاؤ... پٹھان گئے... ہندوستانی فوج آئی گئی۔ انہاں ناں واہ نہ چلیا تے نسی آئے۔ ایہہ پراجیکٹ پورا نہ ہویا جیڑا ہن ہوئی رہیا ایہہ۔ جموں بچ ساڑھے ترے لکھ مسلمان جن سنگھیاں ماری شوڑے۔ پاکستانی پنج میل سیالکوٹوں انہاں کی بچانے تیں نیں گے.... چنگا کیتا نے ایویں ادھر اچھی گند بان آر....اگے تھوڑے مہاجر اے؟.....میں وی نکما آں گلاں نیاں کھٹیاں کھانا آں۔ ورد کتھے تے سکھی کتھے؟ گل ڈیم نی سی تہ پاکستان آرمیں وی ساری دنیا ناں ٹھیکا چائی کندا۔ پاکستان تے اسلام ناں قلعہ آ، توں تے اس قلعے ناں قیدی وی نیں۔ پتر وبلے نال پوکنی آیا سیں ناں نی تہ تواڑا اے شوق وی پورا ہوئی جائے آر۔ جا پچھ انہاں یاراں کولوں جیڑے میرپور روکے وئے این..... عارف وی بڑا چوہدری اے۔ پر بادشاہو اوا جے چالیاں سالاں ناں تے پاکستان تے ہن واڑی چٹی کری بیٹھا۔ واڑی تے چٹی ہوئی گیس فیر بڈھا ہوسی۔ مری تے فیر اے پیکیج آلے کیڑا نعرہ مارسن کشمیر کہہ بنسی؟

خیر کشمیر بنی جاسی جو کچھ بنیا۔ ہن گل اے نویاں قربانیاں لوڑی نیا این۔ بوٹیاں تے ہڈیاں آلیاں نیاں پیٹاں چ کلنج پے پینے این۔ علی عدالت توں جو کج مرضی اے لخ، انہاں نیں آ بجھنا۔ اللہ مت مارنا اے لت نیں مارنا۔ اتھے ایہہ بوجیاں ناں بیاہ کرنے این تے رچھ لانگری رخنے این.....

بشکریہ: کشمیر انسانیت جنوری ۲۰۰۳ء

عبدالخالق حسن

منگلا ڈیم............آخر کیوں؟



1947ء میں جب ریاست جموں کشمیر بھارت و پاکستان کے تسلط تلے تقسیم ہوگئی تو دونوں ممالک اس کے وسائل پر جھگڑنے لگے۔ جھگڑوں کی ایک بڑی وجہ ریاست کے دریا اور ان کا پانی تھا۔ کشمیر سے بہنے والے پانچ بڑے دریاؤں میں سے تین پر بھارت نے قبضہ کرلیا اور دو پر پاکستان نے۔

منگلا ڈیم کی تعمیر بھارت اور پاکستان کے درمیان ''سندھ طاس معاہدہ'' کا نتیجہ تھی۔ یہ معاہدہ ورلڈ بینک کی وساطت سے طے پایا تھا۔ جس کے مطابق بھارت پر شرط عائد کی گئی تھی کہ وہ پاکستان کی طرف بہنے والے دریاؤں کا پانی نہیں روکے گا۔ قیام کے فوراً بعد پاکستان کو پانی بجلی کے بحران سے نکلنے کیلئے بہت سے ڈیموں کی ضرورت تھی۔ پاکستانی حکمرانوں نے ورلڈ بینک کے قرضے اور امریکی امداد سے منگلا کے مقام پر دریائے جہلم کے اوپر دنیا کا سب سے بڑا بند باندھنے کا منصوبہ بنایا۔ اس ڈیم کی منصوبہ بندی اور فیزیبلٹی سٹڈی بنیادی طور پر انتہائی ناقص تھی۔ نہ تو زمین کا کوئی باقاعدہ مطالعہ کیا گیا اور نہ ہی موسمی حالات کا اسکے علاوہ پہاڑوں اور زرعی زمینوں سے دریا میں مٹی آنے یعنی ''اٹ'' پڑنے کا بھی کوئی تفصیلی سروے نہ کیا گیا۔ جلد بازی میں امریکا کی ایک فرم کو ٹھیکہ دے دیا گیا۔ اس فرم کو مقررہ معیاد سے قبل تعمیر مکمل کرنے پر انعام سے بھی نوازا گیا۔ جیسا کہ اپنی پہاڑی زبان کا محاورہ ہے کہ ''چوراں نے کپڑے تہ ڈانگاں نے گز''۔

ان حالات میں جب لوگوں سے گھر بار چھوڑنے کو کہا گیا تو متاثرین نے اس سرسبز وادی کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اُن کا موقف تھا کہ ہزاروں ایکڑ زرخیز زمین کو پانی میں ڈبو کر ریگستان آباد کرنا کہاں کی عقلمندی اور کیسا انصاف ہے۔ لوگوں نے چین کی ایک کمپنی کا حوالہ بھی دیا جس نے حکومتِ پاکستان کو مشورہ دیا تھا کہ اس جگہ بڑا ڈیم موزوں نہیں ہے۔ چھوٹا ڈیم بنائیں جس کی بھل صفائی بھی ہو سکے۔ مگر جنرل ایوب نے قرضہ ملنے کی خوشی میں کسی کی نہیں سنی۔ عوام نے ڈیم سکیم مردہ باد کے نعرے لگائے۔ چند مقامات مثلاً بیام اور پنیام وغیرہ میں لوگوں پر گولی بھی چلی۔ کچھ راہنما خرید لیے گئے اور جو بکنے پر تیار نہ ہوئے ان کو جیلوں میں ڈال دیا گیا۔ حکومتِ آزاد کشمیر کا حال تب بھی یہی تھا جو اب ہے۔ یہ جی حضوری میں مصروف تھی۔ باقی جماعتیں اور انفرادی لوگ اپنی خدمات پیش کر رہے تھے۔ عوام زیادہ تر کاشتکاروں پر مشتمل تھے۔ انکو مناسب راہنمائی میسر نہ آسکی۔ ان کی رسائی جہلم اور گوجر خان سے آگے نہ تھی۔ لہٰذا ان کی آواز کو دبا دیا گیا۔ نتیجتاً ڈیم بن گیا۔

اس وقت کا پیکج آج کے پیکج سے بہت بہتر تھا۔ زمینداروں کو پاکستان کے اندر متبادل زمین دے رہے تھے۔ مگر متاثرہ خاندان ناواقفی کی وجہ سے مجموعی طور پر آبادکاری کا منصوبہ نہ بنا سکے۔ جو اکیلے اکیلے پنجاب اور سندھ میں آباد ہوئے وہاں کے مقامی لوگوں نے ان کی قربانی کا یہ صلہ دیا کہ زمینوں کے قبضے کو متنازعہ بنایا۔ عدالتوں کے چکر لگوائے۔ اور پھر لوگوں کو تنگ کر کے ان کو واپس کشمیر کی طرف بھگا دیا۔ اور زمینوں پر قبضہ جما لیا۔

بڑے ڈیم

1960 سے 1980 کے درمیان پوری دنیا میں بڑے ڈیم بنانے کا رجحان تھا۔ بعد میں تجربے سے معلوم ہوا کہ بڑے ڈیموں کے فائدے کم اور نقصانات زیادہ ہوتے ہیں۔ بڑے ڈیموں میں اٹلی کا ایک ڈیم بھی شامل تھا۔ یہ 1963 میں اٹلی کے دریائے ''وائنٹ'' پر تعمیر کیا گیا تھا۔ سائز میں یہ منگلا سے معمولی سا کم تھا۔ مٹی کے تودے گرنے اور زرعی زمینوں کی مٹی دریا میں آنے سے یہ ڈیم منگلا کی طرح بہت جلد ''اٹ'' یا ''ملی'' سے بھر گیا۔ حکومت اٹلی نے اس کو ختم کر دیا۔ اب یہاں کشتی رانی اور پانی کے دیگر کھیل ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ ڈیم آبپاشی اور بجلی کے لیے بنایا گیا تھا۔ بڑے ڈیم جس طرح زیادہ پانی ذخیرہ کرتے ہیں اسی حساب سے ان میں ملی یا اٹ بھی زیادہ جمع ہو جاتا ہے۔ بڑے ڈیم دس سالوں کے بعد اپنی افادیت چالیس فیصد کم کر دیتے ہیں۔ ان تجربات کی روشنی میں اب ورلڈ ڈیم کمیشن نے بڑے ڈیموں کی تعمیر روک دی ہے۔ جو کم خرچ اور بالانشین ہوتے ہیں۔ ان کی بھل صفائی بھی آسان ہوتی ہے۔ اور آبادی بھی متاثر نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی تعمیر پر بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے۔

ڈیم صرف پہاڑی علاقوں ہی میں کیوں؟

پاکستان میں بارشیں صرف پہاڑوں پر ہی نہیں ہوتیں بلکہ سرحد، پنجاب اور سندھ کے میدانوں پر بھی ہوتی ہیں۔مگر پانی پہاڑوں کے ساتھ ساتھ تربیلا اور منگلا ہی میں ذخیرہ کیا گیا ہے۔اگر ان ڈیموں سے نیچے پاکستان کے نشیبی علاقوں یعنی سرحد اور پنجاب میں چار دن لگاتار بارش ہو تو ان سے یہ پانی نہیں سنبھالا جاتا۔اسے سیلاب کا نام دیکر دریائے سندھ کے راستے سمندر میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔حالانکہ یہی پانی ذخیرہ ہونا چاہیئے۔اس وقت سندھ اور پنجاب میں صرف تین تین بیراج ہیں۔علاقہ اتنا وسیع اور کٹا پھٹا ہے کہ بیس میل کے لیے ایک بیراج ہونا چاہیے۔اصل میں سندھ اور پنجاب میں زمینوں پر ایک مخصوص طبقہ قابض ہے۔اس طبقے کو اپنی ضرورت کا پانی مل جاتا ہے۔دوسرے مریں یا جئیں۔اس طبقے کو ان کی فکر نہیں ہے۔کبھی وہ کالا باغ ڈیم اور دیگر بیراج بنانے کے حق میں اور کبھی مخالف میں بیانات دے دیتے ہیں۔ان کے لیے یہ ایک تماشہ ہے۔

کالا باغ ڈیم

جنرل مشرف نے چیف ایگزیکٹیو بننے کے فوری بعد بڑے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ کالا باغ ڈیم بناؤں گا۔ہر طبقہ فکر کے لوگ مطمئن ہو گئے کہ ڈیم اب بن کے رہے گا۔چونکہ مطلق العنان کے لیے یہ کام کوئی مشکل نہیں تھا۔مگر جب سرحد اور سندھ سے کالا باغ کی مخالفت میں بیان آنے شروع ہوئے تو جنرل صاحب نے پسپائی اختیار کرلی۔ساتھ ہی بیان بھی دیئے کہ وقتی طور پر ملتوی کرتا ہوں بعد میں بناؤں گا۔اپنی اس خجالت کا بھرم رکھنے کے لیے منگلا کو اونچا کرنے کا اعلان کر دیا۔جنرل صاحب کا نزلہ گرا بھی تو بیچارے کشمیریوں پر جو پہلے ہی قربانیاں دے کر در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ان کو اب مزید اجاڑنا ظلم و جبر ہے۔جنرل صاحب نے نیا محاذ کھولا بھی تو ان لوگوں کے خلاف جنکے پاس زمین کی پہلے ہی شدید قلت ہے۔اور وہ اپنی زمین پہلے ہی ڈیم پر قربان کر چکے تھے۔

پیکج یا خیرات

جس پیکج کا اعلان کیا گیا وہ درحقیقت پیکیج کم اور خیرات زیادہ ہے۔

زرخیز زمینوں اور اعلیٰ مکانوں سے اجاڑ کر پہیوں اور بنجر ٹیلوں پر دس دس مرلے کے پلاٹوں میں ٹھونسا جائے گا۔ڈیم تو اب بن رہا ہے لیکن متاثرین کو آباد مستقبل میں کیا جائے گا۔رہا رائلٹی کا سوال وہ تو پینتیس سال قبل بھی ملنی چاہیے تھی۔ایسا لگتا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کو کشمیریوں سے کم اور کشمیر کے رقبے اور وسائل سے زیادہ غرض ہے۔مگر مجھے تعجب کشمیریوں پر ہوتا ہے جو آپ اپنے دشمن ہیں۔اپنے حقوق کے لیے متحد نہیں ہوتے۔پاکستان کے جاگیردار اور وڈیرے حتیٰ کہ صوبائی اسمبلیوں کے ممبر تک ہر تعمیری کام میں نفی کا نعرہ لگاتے ہیں۔مثلاً کالا باغ ڈیم نہیں بننے دیں گے۔تھل میں نہر نہیں آنے دیں گے۔ملک میں مزید بیراج، ڈیم اور ہیڈ ورکس تعمیر نہیں کرنے دیں گے۔سیلاب کا پانی نہیں روکیں گے، فوجی چھاؤنیاں نہیں بنانے دیں گے وغیرہ وغیرہ۔

حقوق کی حفاظت خود کرنا ہوگی

کشمیر میں حکومت آزاد کشمیر اگر کسی مسئلے پر ڈٹ جاتی ہے تو اسی جماعت کے عہدے دار یا مفاد پرست ٹولہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے وطن فروشی کی خدمات پیش کرتا ہے۔دوسری جماعتیں اور گروہ بھی پیش پیش رہتے ہیں۔کہ شاید ہمیں اقتدار مل جائے۔کشمیریوں کو شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار نہیں بننا چاہیے اور اپنے حقوق کا دفاع کرنا چاہیے۔موروثی جائیداد سے بے دخل کرنے پر کشمیریوں کی آنکھیں کھل جانی چاہیں۔متاثرہ لوگ سرکاری زمین یا جاگیر پر نہیں بستے۔تیس فٹ اونچائی کوئی حتمی اور آخری نہیں ہے بلکہ یہ شروعات ہیں۔اگر آج عوام نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو وہ وقت دور نہیں جب کل کلاں کشمیر تو ہوگا مگر اس میں کشمیری نہیں ہوں گے۔یہ علاقہ پاکستانی حکمرانوں کے لیے پانی، بجلی، مچھلی، لکڑی اور فوجی چھاؤنیوں کے لیے استعمال ہوگا۔

بشکریہ "کشمیر ان سائٹ" جنوری ۲۰۰۳ء

حاجی عبدالخالق اور محمد سعید اسعد پانی میں کھڑے ہیں پس منظر ہیں کلروڑی کی تاریخی مسجد ڈیم میں ڈوب رہی ہے۔



SANGI

Money Changer & Travels

سنگی منی چینجر اینڈ ٹریولز

ہمارے ہاں ڈالر، پونڈ، ریال، جرمن مارک، ہانگ کانگ ڈالر، فرانک، ہالینڈ گلڈر ڈالر ٹریول چیک اور تمام غیر ملکی کرنسیوں کو تبدیل کروانے اور ہوائی سفر کے ٹکٹ اور بیرون ملک کارگو کے لیے اپنا سامان پہنچانے کے لئے تشریف لائیں۔

فون نمبر

0300-5114677
058610-46303
058610-46304
Ext.Office:410

پروپرائیٹر:

یاسر ممتاز چوہدری
اینڈ
حاجی فاروق لون

مین بازار چکسواری، تحصیل وضلع میرپور آزاد کشمیر

محمود کشمیری (بریڈفورڈ)

منگلاڈیم توسیعی منصوبہ..... برطانیہ میں کشمیریوں کی احتجاجی تحریک

برطانیہ میں آباد ہم کشمیریوں نے جب یہ سُنا کہ حکومت پاکستان جبری طور پر منگلا ڈیم کی توسیع کرنا چاہتی ہے تو ہمیں سخت تکلیف ہوئی۔ یہ خبر ہمارے لیے کسی بہت بڑے المیے سے کم نہ تھی۔ برطانیہ میں آباد زیادہ تر کشمیریوں کا تعلق ڈڈیال، چکسواری اور اکال گڑھ سے ہے۔ یہ لوگ پہلے بھی منگلا ڈیم بننے کے سبب ہجرتیں اور اذیتیں سہہ چکے تھے۔ اب ایک بار پھر جب انہوں نے منگلا ڈیم توسیع کی خبریں سُنیں تو یہ بے چین ہوگئے۔ ان کے پرانے زخم پھر سے تازہ ہوگئے اور ان سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ دیارِ غیر میں آباد یہ ہم وطن جب ایک دوسرے کو ملتے تو یہی سوال کرتے، اب ہمارا کیا بنے گا؟ ان غریب الوطنوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ کیونکہ منگلا ڈیم کی تعمیر کے سبب اس سے پہلے بھی یہ لوگ ایک قیامت کی دوپہر سے گزر چکے تھے۔ اب ایک اور قیامت ان کے سر پر کھڑی تھی۔ یہ پہلے بھی پاکستان کی خاطر اپنے گھر بار قربان کر چکے تھے، خاندان بکھر گئے تھے، بستیاں تاراج ہوگئی تھیں اور اپنے پیاروں کی قبروں کو نذرِ آب کر کے یہ لوگ دور کے دیسوں میں جا بسے تھے۔ سب لوگ پریشان تھے کہ 35 برس گذرنے کے بعد ایک بار پھر انہیں سولی پر چڑھائے جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ آنے والی اس نئی قیامت کا تصور ہی انہیں لرزہ براندام کیے جا رہا تھا۔ اس تکلیف دہ صورتِ حال سے نپٹنے کے لیے ہم لوگ غور وفکر کرنے لگے۔ 2001ء کو میں نے مشورے کے لیے اپنے چند دوستوں کو گھر پر بلانے کا پروگرام بنایا۔ ان میں شمس الرحمٰن، سعید حسین، علی عدالت، عابد ہاشمی، نوید خواجہ، اسد ضیاء اور ظفر تنویر شامل تھے۔

اسی اثناء میں بریڈفورڈ میں ہی رہائش پذیر دو خواتین رضیہ نذیر اور کلثوم جن کا تعلق اکال گڑھ سے ہے۔ انہوں نے بھی منگلا ڈیم توسیع کے مسئلے پر کچھ دوستوں کو اپنے ہاں مدعو کرنے کا پروگرام بنالیا۔ چنانچہ میں نے رضیہ نذیر سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا اور طے یہ پایا کہ اس مسئلے پر دو الگ الگ میٹنگز کے بجائے ایک ہی مشترکہ میٹنگ بلائی جائے۔ چنانچہ رضیہ نذیر صاحبہ کی خواہش پر ان کے گھر ہم لوگ اکٹھے ہوئے۔ تفصیلی بحث وتمحیص کے بعد طے پایا کہ ایک کمیٹی قائم کی جائے جو اس مسئلے سے نپٹنے کے لیے پالیسی وضع کرے اور دیگر ضروری معاملات پر نظر رکھے۔ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ ایک پمفلٹ جاری کیا جائے۔ چنانچہ انگریزی اور اردو میں ایک پمفلٹ تیار کیا گیا جس کا عنوان تھا ''ڈوبنے کے لیے کیا ہم ہی رہ گئے ہیں''۔ یہ پمفلٹ شائع کر کے بڑے پیمانے پر تقسیم کیا گیا، جس سے لوگوں کو معاملے سے کافی آگاہی حاصل ہوئی۔ بعد ازاں کمیونٹی سنٹر بریڈفورڈ تھری میں ہماری ورکنگ کمیٹی نے ایک میٹنگ کا اہتمام کیا۔ اس میٹنگ میں پیر معروف حسین شاہ (چکسواری) اور حاجی کرامت حسین بطور خاص شریک ہوئے۔ کمیٹی کے جملہ متعلقین بھی سب شامل تھے۔ میٹنگ میں فیصلہ ہوا کہ ایک جلسہء عام کا انعقاد کیا جائے تاکہ لوگوں کو معاملے کی اصلیت سے پوری طرح آگاہ کیا جاسکے۔ دوسرا یہ طے پایا کہ پاکستانی قونصلیٹ کے سامنے مظاہرہ کیا جائے تاکہ حکومتِ پاکستان کے اس ظالمانہ اقدام کے خلاف اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا جاسکے۔ اور حکومتِ پاکستان کو یہ پیغام دیا جائے کہ ہم کسی صورت منگلا ڈیم کی توسیع نہیں ہونے دیں گے۔ تیسرا یہ بھی طے پایا کہ برطانیہ کے باقی شہروں میں بھی کشمیریوں سے رابطے کیے جائیں اور ایک وسیع تر کمیٹی تشکیل دی جائے۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق بریڈفورڈ ایٹ کارلائل بزنس سنٹر میں جلسہء عام ہوا۔ جس میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ مشترکہ طور پر سب لوگوں نے عہد کیا کہ منگلا ڈیم کی توسیع نہیں ہونے دیں گے۔ مقررین نے اپنی تقاریر میں کہا کہ ہم پہلے اپنے حقوق کے لیے ہندوستان کے سفارت خانوں اور قونصل خانوں کے سامنے مظاہرے کیا کرتے تھے، اب حکومتِ پاکستان نے منگلا ڈیم کے ایشو پر ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم پاکستانی سفارت خانے اور قونصل خانوں کے سامنے مظاہرے کریں۔ ہم حکومتِ پاکستان کے اس جبر کے خلاف دنیا بھر میں آواز بلند کریں گے۔

مذکورہ جلسہ کے تقریباً ایک ہفتہ بعد میرے گھر میں میٹنگ ہوئی۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ بریڈفورڈ میں پاکستانی قونصلیٹ کے سامنے مظاہرہ کیا جائے نیز ایک یادداشت حکومتِ پاکستان کو پیش کی جائے۔ چنانچہ مظاہرے کا دن طے ہوا۔ میں نے پاکستانی قونصلیٹ سائل عباس کو ٹیلی فون کر کے بتایا کہ ہم کشمیری پاکستانی قونصل خانے کے سامنے مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ ہم کشمیری منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اس نے بہت منت سماجت کی

کہ آپ مظاہرے کا پروگرام ملتوی کر دیں۔ لیکن ہمارا فیصلہ چونکہ اٹل تھا اس لئے میں نے اس سے معذرت کر لی۔ ہم نے پولیس انتظامیہ کو بھی اپنے پروگرام سے آگاہ کیا۔ کیونکہ وہاں کسی بھی قسم کا پروگرام کرنے کے لیے پولیس کو آگاہ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مقررہ دن کو ہم نے پاکستانی قونصل خانے کے سامنے دو گھنٹے تک مظاہرہ کیا اور حکومتِ پاکستان کے لیے میمورنڈم بھی پیش کیا۔

بعدازاں ہم نے ایک اور میٹنگ کا انعقاد کیا۔ جس میں یہ طے پایا کہ برطانیہ کے مختلف شہروں مثلاً لندن، برمنگھم، مانچسٹر، اولڈھم، ہنڈر، شفیلڈ وغیرہ میں رابطے کر کے سب کمیٹیاں بنائی جائیں جو اپنے اپنے شہروں میں قونصل خانوں اور پھر لندن میں پاکستانی سفارت خانے کے سامنے مظاہروں کا اہتمام کریں۔

2000ء کو میں اپنے وطن واپس آیا۔ یہاں میری ملاقات اینٹی توسیع کمیٹی کے ترجمان عارف چوہدری، ذوالفقار راجہ، افسر شاہد اور غلام شبیر وغیرہ سے ہوئی۔ ہم نے یہاں کی اور وہاں کی تحریکی صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ چکسواری روپیال ہوٹل میں ہم سب دوستوں کی ایک مشترکہ میٹنگ ہوئی جس میں برطانیہ میں منگلا ڈیم توسیع کے حوالے سے مشترکہ کوششوں کو بروئے کار لانے پر اتفاق ہوا۔ برطانوی کشمیریوں کی نمائندگی راقم اور نجیب افسر نے کی۔ مذکورہ بالا چاروں احباب نے متاثرین منگلا ڈیم کی نمائندگی کی۔ اس میٹنگ کے بعد ہم نے ایک مشترکہ پریس کانفرنس کی۔ جس میں پاکستان کے اس ظالمانہ منصوبے کی مذمت کی گئی اور اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ حکومتِ پاکستان کو اس کشمیر دشمن منصوبے پر عمل درآمد سے روکنے کے لیے عالمی مالیاتی اداروں اور حقوق انسانی کی علمبردار تنظیموں سے رابطے کیے جائیں گے۔ میں واپس انگلینڈ چلا گیا۔ اسی اثنا میں اینٹی توسیع کمیٹی کے مرکزی راہنما ذوالفقار احمد راجہ برطانیہ کے دورے پر آئے۔ انہوں نے برطانیہ کے مختلف شہروں میں متاثرین منگلا ڈیم سے ملاقاتیں کیں۔ جلسے اور میٹنگز کیں۔ ایک بہت بڑا مظاہرہ لندن میں پاکستانی سفارت خانے کے سامنے ہوا جو تین گھنٹے تک جاری رہا۔ وہاں پاکستانی سفارت خانے کو ذوالفقار راجہ صاحب نے یادداشت پیش کی۔ مقررین اور حاضرین کا مطالبہ تھا کہ ڈیم کا توسیعی منصوبہ واپس لیا جائے۔ اس مظاہرے میں ذوالفقار راجہ ایڈووکیٹ، طاہر بوستان، ساجد یوسف اور راقم نے تقاریر کیں۔

اس مظاہرہ کے بعد ایک میٹنگ ہوئی جس میں ایک قومی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی میں طاہر بوستان، راقم، خواجہ مشتاق حسین ایڈووکیٹ، نذیر نازش، ساجد یوسف، جمیل میر، صفدر میر وغیرہ شامل تھے۔ اس میٹنگ میں دو تجاویز سامنے آئیں۔ یونس تریابی اور ان کے دوستوں کی طرف سے یہ تجویز سامنے آئی کہ منگلا ڈیم کو توڑ دیا جائے۔ جب کہ ہماری طرف سے تجویز یہ تھی کہ منگلا ڈیم کی توسیع کو ہر ممکن طریقے سے روکا جائے۔ چنانچہ طے پایا کہ دونوں مکاتب فکر ایک دوسرے کی تجاویز کا احترام کرتے ہوئے ایک دوسرے سے ہر ممکن تعاون جاری رکھیں گے۔

قومی کمیٹی کی کال پر بریڈفورڈ میں پاکستانی قونصلیٹ کے باہر چند گھنٹوں کے لیے علامتی طور پر بھوک ہڑتال بھی کی گئی۔ اس بھوک ہڑتال میں سابق لارڈ میئر بریڈفورڈ غضنفر خالق، کونسلر اورنگزیب، کونسلر مختار علی، سعید حسین، اسد ضیاء اور راقم نے مشترکہ طور پر ایک قرارداد بھی قونصلیٹ کو دی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ یہ قرارداد حکومتِ پاکستان تک پہنچا دیں گے۔

مانچسٹر میں بھی کشمیریوں نے پاکستانی قونصلیٹ کے سامنے مظاہرہ کیا۔ اس مظاہرے کی قیادت حاجی اکرم ستار، حاجی خالق حسین، شمس الرحمان اور علی عدالت وغیرہ نے کی۔ مانچسٹر میں مقیم کشمیریوں نے اس مظاہرے میں شرکت کی۔ بریڈفورڈ سے راقم اور برمنگھم سے نجیب افسر نے بھی شرکت کی۔ اس روز شدید بارش ہوئی۔ اس کے باوجود مظاہرین نے پاکستان کے فیصلے کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ اس دوران پاکستانی قونصلیٹ کا رویہ انتہائی شرمناک رہا۔ انہوں نے ہمیں قونصلیٹ کے اندر داخل نہ ہونے دیا اور پولیس طلب کر لی۔ چنانچہ پولیس نے ہمیں باہر سڑک پر مظاہرہ کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ مظاہرہ چار گھنٹے تک جاری رہا۔ حاجی اکرم اور حاجی خالق حسین نے یادداشت پیش کی۔

برمنگھم میں بھی پاکستانی قونصلیٹ کے باہر کشمیریوں نے بڑی تعداد میں مظاہرہ کیا۔ اس مظاہرے میں ذوالفقار راجہ ایڈووکیٹ، یونس تریابی، ساجد یوسف، شمس الرحمان، اور راقم نے اظہارِ خیال کیا۔ منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کی شدید مذمت کی گئی اور پاکستانی قونصلیٹ کو یادداشت پیش کی گئی۔

30 ستمبر 2002ء کو مشرف نے جب منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کا افتتاح کیا اور میرپور میں لوگوں پر جبر و تشدد کر کے گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں تو اس کے خلاف بھی برمنگھم اور برطانیہ کے دیگر شہروں میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔ اسی اثناء میں آزاد کشمیر کے کچھ وزراء برطانیہ کے دورے پر گئے ہوئے تھے۔ اینٹی توسیعی کمیٹی برطانیہ نے وزراء کا جلسہ روکنے کی دھمکی دی۔ وزراء نے کمیٹی کو مذاکرات کی دعوت دی۔ چنانچہ مذاکرات ہوئے۔ وزراء نے گرفتار شدگان کی رہائی کے لیے ٹائم مانگا اور یقین دلایا کہ ہم لوگ واپس جا کر ان گرفتار شدگان کی رہائی کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ چنانچہ اس یقین دہانی کے بعد ان لوگوں کو وہاں جلسہ کرنے کی اجازت دی گئی۔

برطانیہ میں آباد کشمیریوں نے منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کے خلاف احتجاج جاری رکھا ہوا ہے۔ اور ہمارا احتجاج اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ حکومتِ

پاکستان اس منصوبے کو واپس لینے کا اعلان نہیں کرتی۔ برٹش کشمیریوں کا حکومتِ پاکستان کے لیے پیغام ہے کہ وہ اپنے علاقے میں ڈیم بنائے۔ ہم ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ پاکستان جبر اور طاقت کے زور پر ہمارے وطن میں مداخلت کر کے ہمیں بے گھر کرے اور ہماری سرزمین پر قبضہ کر کے ہمارے وسائل اپنے کنٹرول میں لے لے۔ اب تک ہماری جدوجہد پرامن رہی ہے۔ اگر پاکستان نے امن کی زبان نہ سمجھی تو ہم انشاء اللہ طاقت کا جواب طاقت سے دیں گے۔ ہم دنیا بھر میں اس ظلم و جبر کے خلاف آواز بلند کریں گے۔ ہمارے ساتھ ماضی میں جو وعدے کیے گئے تھے ان میں سے کوئی ایک وعدہ بھی پورا نہیں کیا گیا۔ چنانچہ ہم یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے سب وعدے جھوٹے اور زبانی جمع خرچ ہے۔ ان میں رتی بھر صداقت نہیں۔ اب کشمیری اتنے بیدار ضرور ہو چکے ہیں کہ وہ پاکستان کے ان جھوٹے وعدوں پر اعتبار نہیں کرینگے۔

برطانیہ میں اس وقت متحرک دوستوں کی ایک ٹیم پاکستان کے ان ظالمانہ ہتھکنڈوں کے خلاف مصروفِ عمل ہے۔ یہ لوگ باشعور اور باغیرت ہیں۔ یہ کسی صورت بھی اپنے اصولی موقف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اپنے حقوق کی جدوجہد کے لیے اور برطانوی کشمیریوں کی ترجمانی کے لیے ہم نے وہاں سے ''کشمیران سائٹ'' کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا۔ اس کا پہلا شمارہ منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کے خلاف تھا۔ یہ شمارہ میرپور سے شائع کیا گیا لیکن اسلام آباد ایئرپورٹ پر اس کو روک لیا گیا اور اس کی کاپیاں ضبط کر لی گئیں۔

ممتاز کشمیری محقق و مصنف محمد سعید اسعد کی کتاب ''منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ'' میرپور سے شائع ہوئی اور برطانیہ میں آباد کشمیریوں تک یہ پہنچی تو اسے زبردست پذیرائی ملی۔ اس کاوش کو لوگوں نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ حکومتِ پاکستان نے جب اس کتاب پر بھی پابندی لگا دی تو حکومتِ پاکستان کے اس اقدام کے خلاف بریڈفورڈ میں پاکستانی قونصلیٹ کے باہر احتجاجی مظاہر کیا گیا۔ اور اس امر کا اعلان کیا گیا کہ اگر پاکستان اور آزاد کشمیر میں اس کتاب پر پابندی لگائی گئی تو یہاں برطانیہ سے ہم کشمیری اس کی اشاعت کا اہتمام کریں گے۔ کتاب کے مولف محمد سعید اسعد کو اس قومی کارنامے پر خراج تحسین پیش کیا گیا اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا گیا۔

برطانیہ میں منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف جاری تحریک کی کوریج کے حوالے سے جنگ اخبار کا رویہ نہایت افسوس ناک ہے۔ نیشن اخبار ہماری سرگرمیوں کو اچھی کوریج دیتا ہے۔ کشمیر نیوز سیکشن کشمیریوں کی بھرپور ترجمانی کر رہا ہے۔ برطانیہ میں رہنے والے کشمیری یہ سمجھتے ہیں کہ منگلا ڈیم کشمیریوں کی ملکیت میں ہونا چاہیے۔ اس پر پاکستان کا کنٹرول غاصبانہ قبضہ ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ یہ ڈیم کشمیریوں کے کنٹرول میں دیا جائے اور پاکستان اپنی ضرورت کے مطابق منگلا کی بجلی خرید کر استعمال کرے۔ پچھلے 35 سال کی بجلی کی رائلٹی اور آبیانہ بھی ادا کیا جائے۔

منگلا ڈیم ----- برٹش کشمیریوں کا نقطۂ نظر

محمد ناظم بھٹی کونسلر
(برمنگھم)

منگلا ڈیم کشمیریوں کی قومی آزادی کے مسئلے سے جڑا ہوا ہے۔ اگر ہم آزاد ہوئے۔ تو اس سنگین مسئلے سے ہمارا واسطہ نہ پڑتا۔ کیوں کہ ہماری غلامی ہی اس مسئلے کا اصل سبب ہے۔ ہم آزاد ہوتے تو پاکستان کبھی بھی ہمارے خطے میں ڈیم بنانے کی جرأت نہ کرتا۔ ہماری غلامانہ کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان نے بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہماری ریاست میں ڈیم تعمیر کرلیا۔ ڈیم کی تعمیر ہمارے ریاستی قوانین کی بھی خلاف ورزی تھی۔ منگلا ڈیم کے سبب ہمارا سماجی ڈھانچہ تباہ ہوگیا۔ جو لوگ اپنے وطن سے نکالے گئے، پنجاب اور سندھ میں ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا گیا۔ اس لئے اب ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ لوگوں سے ریفرنڈم کروا کر یہ پوچھا جائے کہ وہ اس ڈیم کو قائم رکھنا چاہتے ہیں یا ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میری ذاتی رائے ہے کہ اس ڈیم کے سبب ہمیں جن المیات سے دوچار ہونا پڑا ہے ان کا فوری ازالہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ڈیم کو فی الفور ڈسمنٹل کردیا جائے اور یہاں سابقہ آبادکاروں کو آباد کیا جائے۔

آج کشمیری ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ منگلا ڈیم کی توسیع کے نام پر میرپور کے لوگوں کو جس طرح صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوششیں ہورہی ہیں وہ ہم سے اوجھل نہیں ہیں۔ ہم اس خطرناک منصوبے کے خطرناک پہلوؤں سے مکمل آگاہی رکھتے ہیں۔ منگلا ڈیم کا توسیعی منصوبے پیش کرنے والوں کا پلان یہ ہے کہ کشمیریوں کی شناخت اور آواز کو دبانے کیلئے ان کا اپنی دھرتی سے رشتہ کاٹ دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب لوگوں کا اپنے وطن اور اپنی مٹی سے کوئی رابطہ یا رشتہ نہیں ہوگا تو وہ اس کے لئے آواز بلند نہیں کریں گے۔ پاکستان اس خطے پر مکمل قبضہ کر کے لوگوں کو یہاں سے نکال باہر کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ کشمیر کے اس سارے حصے کو ہضم کرسکے جس پر اس نے غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے۔

منگلا ڈیم بننے کے نتیجے میں ہمیں قومی اور اجتماعی زندگی میں جو زبردست نقصان ہوا اس کی ایک جھلک دیکھنا ہو تو ہمارے علاقے چھتروہ کو دیکھ لیا جائے۔ یہ علاقہ ریاست جموں کشمیر کا زرخیز ترین علاقہ تھا۔ ہماری زمینوں سے اناج اور غلہ، سبزیاں وغیرہ وافر مقدار میں پیدا ہوتی تھیں۔ آج ہم ضروریات زندگی کی تمام چیزیں باہر سے منگوا رہے ہیں۔ ہمارا زرعی نظام مکمل طور پر تباہ ہوکر رہ گیا ہے۔ تعمیر و ترقی کے حوالے سے یہ خطہ انتہائی پسماندہ ہے۔ تحصیل ڈڈیال کے تمام علاقے میں سڑکیں کھنڈر بن چکی ہیں۔ سڑکوں کی یہ خستہ حالی دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ان سڑکوں پر ہم نہایت قیمتی گاڑیاں چلاتے ہیں جو بہت جلد ناکارہ ہوجاتی ہیں۔ دس کلومیٹر کی رفتار سے بھی ان سڑکوں پر نہیں چلا جاسکتا۔ چھتروہ میں بجلی کی صورت حال نہایت تکلیف دہ ہے۔ بار بار لوڈ شیڈنگ بلکہ یہاں اکثر اوقات لوڈ شیڈنگ ہی رہتی ہے۔ ہم لوگ اپنی زندگی کی جمع پونجی صرف کر کے مکان بناتے ہیں لیکن اس مکان مین ہمیں بجلی جتنی ضرورت ہوتی ہے وہ پوری نہیں ہوسکتی۔ مثلاً ڈیپ فریزر، فریج وغیرہ کے لئے یہ بجلی ناکافی ہوتی ہے۔ اور پھر بار بار بجلی کی بندش کے سبب قیمتی اشیاء جل کر ناکارہ ہوجاتی ہیں۔ بجلی چکسواری گریڈ سٹیشن سے سپلائی ہورہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم رات کو بجلی کی روشنی میں کتاب یا اخبار بھی نہیں پڑھ سکتے۔ کیا فائدہ ہمیں اس بجلی کا جو ہمارے پانیوں سے پیدا کی جارہی ہے۔ پنجاب اور سندھ کا وڈیرا اور جاگیردار تو اس بجلی کی وجہ سے عیش وعشرت کررہا ہے اور ہم اس ٹمٹماتے دیے کو دیکھ دیکھ کر سرد آہیں بھرتے ہیں۔ اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ پاکستان کا مکمل منصوبہ یہ ہے کہ کشمیر کے وسائل پر قبضہ کر کے کشمیریوں کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کردیا جائے۔ اور اگر آپ پاکستان کے زیرِ قبضہ کشمیر کے اس خطے کا بغور جائزہ لیں تو ہر جگہ اس اصول پر عمل ہوتا نظر آئے گا۔

برطانیہ میں رہتے ہوئے تمام انٹرنیشنل کمیونٹی سے ہمارا رابطہ ہے۔ پہلے تو ہم دنیا کے سامنے ہندوستان کو موردِ الزام ٹھہراتے رہے ہیں۔ اس کے کردار کا پردہ چاک کرتے رہے ہیں لیکن اب منگلا ڈیم کے مسئلے پر حکومت پاکستان نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے نتیجے میں ہم مجبور ہوگئے ہیں کہ ہم بھارت کے ساتھ ساتھ پاکستان کے کردار کو بھی بے نقاب کریں۔ پاکستان کی سامراجی اور استحصالی سوچ سے دنیا کو باخبر کریں۔ پاکستان نے خود ہمیں یہ موقع فراہم کیا ہے۔ ہم بار بار اپیلیں کرتے رہے اور تجاویز دیتے رہے کہ منگلا ڈیم کی توسیع کے بجائے متبادل راستوں کا انتخاب کیا جائے لیکن پاکستان کے اربابِ اقتدار نے ہماری ایک بھی نہیں سنی اور اب ہم پر ایک جعلی اور فرضی معاہدے کی آڑ لے کر توسیعی منصوبہ مسلط کیا جارہا ہے۔ ہم اس توسیعی منصوبہ کو نہیں مانتے۔ ہم اس

ننگے جبر اور ظلم و استحصال کے خلاف دنیا بھر میں آواز اٹھائیں گے۔ اور دنیا کو بتائیں گے کہ کس طرح پاکستان، ہم کشمیریوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا ہے۔

دنیا میں بڑے بڑے ڈیموں کا تصور مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے۔ اٹلی، چین اور کچھ دیگر ملکوں میں بڑے ڈیم ناکام ہو گئے ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ اب دنیا میں چھوٹے چھوٹے ڈیم بن رہے ہیں۔ منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبے کے خلاف ہم نے ورلڈ بینک اور دیگر عالمی مالیاتی اداروں سے بھی احتجاج کیا ہے۔

برطانیہ میں منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف ہمارا احتجاج دن بدن زور پکڑتا جا رہا ہے۔ ہم نے وہاں بار بار پاکستانی سفارت خانے اور مختلف شہروں میں قونصل خانوں کے باہر مظاہرے کیے لیکن پاکستان نے ہوش کے ناخن نہیں لیے۔

ہم نے اقوام متحدہ کے دفتر کے باہر اور 10 ڈاؤننگ سٹریٹ کے باہر بھی احتجاجی کیمپ لگایا۔ برمنگھم میں منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کے خلاف احتجاج کرنے والے مظاہرین نے برطانیہ میں پاکستانی سفیر عبدالقادر جعفر کو برمنگھم آمد کے موقع پر سرعام تشدد کا نشانہ بنایا۔ اسے سڑک پر گھسیٹا گیا۔ مکے اور ٹھڈے مارے گئے۔ انڈے اور ٹماٹروں سے اس کی خاطر تواضع کی گئی۔ پولیس نے مداخلت کر کے اس کو بچایا۔ اس کے نتیجے میں وہاں کچھ لوگوں پر مقدمہ بھی چلا لیکن عوامی ہجوم میں سب کچھ ہونے کے وجہ سے کسی کے خلاف کارروائی نہ ہو سکی۔

برطانیہ میں پاکستانی سفارت خانے اور قونصل خانوں کا ہم کشمیریوں سے رویہ انتہائی تعصب اور انتقامی کارروائیوں پر مبنی ہوتا ہے۔ پاکستانی سفارت خانے کا عملہ وہاں بھی ہمارے ساتھ حاکم و محکوم کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ جس کے خلاف کشمیری احتجاج کرتے رہتے ہیں۔ برطانیہ میں ہمیں اوریجن کارڈ، منگلا ڈیم توسیع اور ڈبل نیشنلٹی ویزہ سہولت جیسے معاملات کا سامنا ہے۔ ان تینوں معاملات میں پاکستان کا رویہ افسوس ناک ہی ہے۔ ہم کشمیری پاکستانی اوریجن کارڈ نہیں لیتے۔ ہم وہاں اپنے آپ کو بحیثیت کشمیری منوانا چاہتے ہیں کیوں کہ ہم پاکستانی نہیں ہیں۔ اسی لئے ہم نے وہاں ''کشمیری شناخت'' کے حوالے سے تحریک بھی چلا رکھی ہے۔ جس میں ہمیں برٹش کشمیریوں کی تائید بھی حاصل ہے۔

30 ستمبر کے سانحہ میرپور کے بعد وہاں برطانیہ میں کشمیریوں نے اسیرانِ منگلا ڈیم کی رہائی کیلئے زبردست مہم چلائی۔ اسی دوران آزاد کشمیر کے کچھ وزراء سرکاری خرچ پر وہاں آئے۔ ہم نے ان کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنایا تو انہوں نے معافیاں مانگ کر اس احتجاج کو ملتوی کرنے کی درخواست کی۔

سپیکر قانون ساز اسمبلی سیاب خالد سے ہمارے مذاکرات ہوئے۔

ہم نے حسب ذیل مطالبات اس کے سامنے رکھے۔

۱۔ اسیرانِ منگلا ڈیم کی غیر مشروط رہائی

۲۔ اسیرانِ سے ضمانت یا معافی نامہ نہ لیا جائے۔

۳۔ اسیران کے خلاف مقدمات نہ چلائے جائیں۔

۴۔ منگلا ڈیم کی توسیع نہ کی جائے۔

۵۔ دوہری شہریت رکھنے والوں کے لئے ویزہ سسٹم ختم کر دیا جائے۔

سیاب خالد سے کشمیریوں کے نمائندہ وفد کے مذاکرات ہوئے تو اس نے اپنے آپ کو نہایت مجبور اور لاچار ثابت کرتے ہوئے وفد کو بتایا کہ وہ اسیران کی رہائی کو واپس جا کر فی الفور ممکن بنائے گا لیکن دوسرے معاملات آزاد کشمیر حکومت کے بس میں نہیں ہیں۔ 24 اکتوبر کو وہ واپس آیا اور 26 اکتوبر کو اسیران رہا کر دیئے گئے۔ یہ تھا ہمارے احتجاج کا اثر۔

برطانیہ میں ہم نے لبریشن فرنٹ کے پلیٹ فارم سے جماعتی سطح پر اینٹی منگلا ڈیم توسیع مہم شروع کر رکھی ہے۔ جس کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے آ رہا ہے۔ ہم لوگوں کو اس اشو پر فکر و شعور اور معلومات دے رہے ہیں۔ حال ہی میں جنیوا میں بین الاقوامی کنونشن میں لبریشن فرنٹ کے سینئر راہنما شبیر چوہدری نے منگلا ڈیم اور گلگت بلتستان کے حوالے سے پاکستانی کردار کو بے نقاب کیا ہے۔ جس کی باز گشت ساری دنیا میں سنی گئی ہے۔

برطانیہ میں رہنے والے ہم کشمیریوں کا مطالبہ ہے کہ پاکستان فوری طور پر منگلا ڈیم کا کنٹرول حکومت آزاد کشمیر کے سپرد کرے۔ اس کے بعد ہم عوام سے رائے لیں گے کہ وہ اس ڈیم کو قائم رکھنا چاہتے ہیں کہ یا اسے ختم کر کے اپنے آباؤ اجداد کی دھرتی پر دوبارہ آباد ہونا چاہتے ہیں۔ اس ریفرنڈم کے نتیجے میں جو بھی اکثریتی رائے سامنے آئے گی ہم اس پر عمل کریں گے۔

دورہ برطانیہ کی مفصل روئیداد

رپورٹ: ذوالفقار احمد راجہ ایڈووکیٹ
سابق صدر ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن میرپور

راقم نے بار ایسوسی ایشن میرپور کا 21 فروری 2001ء کو صدر منتخب ہونے کے بعد بار کا پہلا اجلاس مورخہ 7 مارچ 2001ء کو منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف طلب کیا۔ اجلاس سے محمد صدیق چوہدری ایڈووکیٹ، خالد مسعود ایڈووکیٹ، چوہدری مظہر اقبال ایڈووکیٹ، کامران طارق ایڈووکیٹ، چوہدری محمد حنیف ایڈووکیٹ اور دیگر نے خطاب کیا۔ اور تمام مقررین نے منگلا ڈیم توسیع منصوبہ کی مخالفت کی۔ میرپور بار نے متفقہ طور پر توسیع کی مخالفت میں قرارداد منظور کی۔

راقم نے پورے ضلع میرپور کا دورہ کیا۔ 99 فیصد عوام نے توسیع کی مخالفت میں بھرپور ساتھ دینے کا عندیہ دیا۔ مارچ 2001 کو روپیال ہوٹل میں متوقع متاثرین کا ایک بڑا جلسہ ہوا جس سے راقم، افسر شاہد ایڈووکیٹ (صدر فریڈم موومنٹ) عارف چوہدری، غلام شبیر ایڈووکیٹ (صدر ڈڈیال بار) راجہ زمان، چوہدری نور احمد، مرزا بشیر، یاسر ممتاز، جاوید ظفر، پرویز چوہدری، جمیل صادق، نذیر انقلابی اور دیگر نے خطاب کیا۔ آخر میں متفقہ رائے سے تین رکنی اینٹی کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو بالخصوص ضلع میرپور اور بالعموم آزاد کشمیر برطانیہ و امریکہ میں تحریک کو منظم کریگی۔ کمیٹی کے ارکان (راقم، عارف چوہدری، غلام شبیر ایڈووکیٹ) نامزد ہوئے۔

ضلع میرپور میں تحریک کو اجاگر کرنے کے بعد اینٹی توسیع کمیٹی کے ڈڈیال اجلاس میں راقم کو ذمہ داری سونپی گئی کہ جا کر برطانیہ میں کشمیریوں کو ڈیم توسیع سے ہونے والے معاشی، ثقافتی، تاریخی، اخلاقی و قومی نقصانات سے باخبر کیا جائے۔ چنانچہ راقم اس مقصد کیلئے اگست کو برطانیہ کے دورے پر روانہ ہوا۔ جس کی تفصیلی روئیداد بذیل ہے:

26 اگست 2001 کو راقم نے ایشین سنٹر والتھم سٹو میں مختلف اخبارات کے نمائندوں کو بلا کر ایک پر ہجوم پریس کانفرنس کی اور 16 ستمبر 2001ء کو لندن میں پاکستانی سفارت خانے کے سامنے پر امن احتجاج کا اعلان کیا۔

سب سے پہلا جلسہ والتھم سٹو کے کمیونٹی سنٹر میں کیا۔ جلسہ میں عوام کا جمِ غفیر تھا۔ جلسہ سے طاہر بوستان ایڈووکیٹ، راجہ منصور (سابق سفارت کار) حاجی اللہ دتہ، شیخ عبدالکریم (کونسلر) رانا بشیر، راجہ مرتضٰی اور وحید بھٹی نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ حقوق کے حصول کے لئے دنیا کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ منگلا ڈیم سے اجڑنے والی ایک لاکھ آبادی، اپنے گھر بار، قبرستانوں اور مقدس مقامات کو واپڈا کی ظالمانہ سازشوں سے بچانے کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔

ا۔ **برمنگھم:** راقم نے برمنگھم میں منعقدہ ایک بڑے جلسہ سے بحیثیت مہمان خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ منگلا ڈیم کی توسیعی کا منصوبہ تحریک آزادیٔ کشمیر کیخلاف گھناؤنی شازش ہے۔ اس توسیعی کے باعث لوگ تحریکِ آزادی سے الگ ہو کر اپنی آبادی میں مصروف ہو جائیں گے۔ اور یوں تحریک حریت آہستہ آہستہ کمزور ہونا شروع ہو جائیگی۔ اس لئے کشمیری متحد ہو جائیں اور کسی ایسی سازش کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آزاد کشمیر اسمبلی میں زرداری جیسے کرپٹ آدمی کی رہائی کے لئے قرارداد پیش کی گئی لیکن لاکھوں انسانوں کے اجڑنے کے منصوبے کے خلاف اسمبلی میں عوامی نمائندگی کے دعویدار مکمل خاموش ہیں۔ ہم ملکِ پاکستان اور پاکستانی عوام کے خلاف نہیں ہیں بلکہ اسلام آباد میں بیٹھے حکمران اور بیوروکریٹس جو خود پاکستان کے خلاف ہیں ان کے خلاف ہماری جدو جہد ہے۔ جو آج کشمیریوں کو پاکستان کیخلاف بولنے پر مجبور کررہے ہیں۔ برطانیہ میں مقیم کشمیری اور ہمارے ہمدرد پاکستانی اینٹی منگلا ڈیم توسیع تحریک میں ہماری معاونت کریں اور ساتھ دیں۔ صدر تقریب اللہ دتہ سملوٹھوی نے کہا کہ ساون کی بارشوں کے باوجود جھیل خالی پڑی ہے۔ 37 سالوں میں صرف 9 بار ڈیم کا لیول مطلوبہ حد تک گیا ہے اور 28 بار ڈیم میں پانی پورا نہ ہوسکا۔ نہ معلوم حکمران لوگوں کو بے گھر کرنے پر کیوں بضد ہیں۔ پی۔ این۔ پی برطانیہ کے صدر طاہر بوستان نے کہا ہم 57 ارب روپے پر تھوکتے ہیں، ہمیں کوئی طاقت اپنی دھرتی سے دور نہیں رکھ سکتی ہے۔ ہم متحد ہو کر تحریک چلائیں گے۔ چوہدری لعل خان ایڈووکیٹ نے کہا کہ قیادت ڈٹ جائے۔ اینٹی توسیع ڈیم تحریک ضروری کامیاب ہوگی۔ یونس تریابی نے کہا کہ ہم منگلا ڈیم کے غیر قانونی ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ اور میں اپنے جسم سے بم باندھ کر منگلا ڈیم کو توڑوں گا۔ عنصر علی خان ایڈووکیٹ نے کہا کہ مسئلے وہاں پیدا ہوتے ہیں جہاں کوئی مسئلے حل کرنے والا نہیں ہوتا ہماری قوم لاوارث ہے۔ اسے کسی اچھے محب وطن، دیانتدار لیڈر کی ضرورت ہے۔ نجیب افسر نے کہا کہ ہمیں اپنا عقیدہ پختہ رکھنا چاہیے۔ کوئی طاقت ڈیم نہیں بنا سکتی۔ محمود کشمیری نے کہا کہ زندہ قومیں اپنے حقوق کے لئے لڑتی ہیں۔ اگر صوبہ سرحد والے کالا باغ ڈیم رکوا سکتے ہیں تو ہم بھی اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے منگلا ڈیم کی توسیع کو رکوا سکتے ہیں۔

پروفیسر نذیر نازش نے کہا کہ منگلا ڈیم کشمیریوں کی مرضی کیخلاف بنایا گیا۔ ماضی میں بھی ہماری ثقافت، تاریخ اور معیشت تباہ کر دی گئی۔ لیکن اب ہم ایسا نہیں ہونے دینگے۔ چوہدری عبدالرزاق نے کہا کہ عوامی خدمت اور تحریک آزادی کے دعویدار سیاسیدانوں نے اربوں روپے کی جائیدادیں بنالیں مگر عوام کو ہمیشہ نظر انداز کر کے ان کا استحصال کیا جاتا رہا ہے۔ جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ مرزا محمد صدیق نے کہا کہ ڈیم توسیع انسانیت کش منصوبہ ہے اور بالخصوص ہر حربہ اختیار کر کے کشمیریوں کی شناخت ختم کی جارہی ہے جس کے لئے ہمیں تمام سیاسی اور ذاتی اختلافات ختم کر کے متحد ہونا ہوگا۔

۲۔ **اولڈھم:** راقم نے بحیثیت مہمان خصوصی ایک بڑے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ منگلا ڈیم میں توسیع کے جابرانہ منصوبہ کیخلاف ہر سطح پر بھرپور مزاحمت کریں گے۔ یہ منصوبہ ضلع میرپور کو ایک بار پھر تباہ و برباد کرنے اور کشمیر کو مستقل طور پر تقسیم کر کے کشمیریوں کو ہمیشہ کیلئے بھارتی و پاکستانی حکمرانوں کی غلامی میں دینے کی سازش کا حصہ ہے۔ ڈیم کی تعمیر کیوقت بھی پاکستان کے فوجی آمر نے کشمیری عوام سے صلاح و مشورہ تک کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی اور اس وقت بھی ہمارے آباؤ اجداد کی طرف سے گھربار، روزگار، قدیم شہر، تہذیب و ثقافت کے تحفظ کیلئے چلائی گئی تحریک کو فوجی جبر کے ذریعے کچل دیا گیا تھا۔ لیکن 37 سال بعد جبر و استبداد کی تاریخ کو دہرانے کے اس ظالمانہ عمل کے خالقوں اور پالیسی سازوں کو ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس بار کشمیری عوام آخری دم تک اس تباہ کن منصوبے کیخلاف تحریک چلائیں گے۔ جلسہ سے کونسلر عبدالقیوم، کونسلر مسعود احمد، عدالت علی، محمد اقبال، کشمیر کونسل کے رکن چوہدری خورشید احمد، محمود کشمیری، حاجی محمد اقبال، حاجی غضنفر علی، طاہر بوستان ایڈووکیٹ عبدالشکور، کونسلر محمد اعظم اور راجہ محمد نجیب نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ منگلا ڈیم کی توسیع کا منصوبہ پاکستانی یا کشمیری عوام کی خوشحالی کا منصوبہ نہیں بلکہ پاکستانی حکمرانوں اور واپڈا احکام کی لوٹ مار اور استحصال کی اس پالیسی کا حصہ ہے جس کے تحت وہ گزشتہ صدی سے پاکستانی عوام کو اور کشمیری عوام کو مختلف حیلوں، بہانوں سے لوٹ رہے ہیں۔ مقررین نے کہا کہ پاکستان عوام کا ملک ہے نہ کہ چند جاگیرداروں اور فوجی جرنیلوں کا۔ مزدوروں، مختلف محنت کشوں اور کسانوں کے پاکستان سے ہمیں دلی محبت و ہمدردی ہے، دوستی و یکجہتی کا رشتہ ہے۔ اس پاکستان کی مخالفت ہم نے کبھی نہیں کی ہے۔ لیکن موجودہ پاکستان جو کروڑوں مزدوروں کے خون چوسنے والے گنتی بھر جاگیرداروں کا پاکستان بن چکا ہے اس سے ہم اچھائی کی توقع نہیں رکھتے ہیں۔

۳۔ **ڈیوز بری:** منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف چلنے والی تحریک کسی ملک کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ صرف اور صرف میرپور کے عوام کے بنیادی حقوق کے حصول کی جدوجہد ہے۔ جہاں ناانصافی و ظلم ہوگا، وہاں احتجاج کرنا انسان کا بنیادی حق ہے۔ پاکستان میں پنجابی، سندھی، بلوچی، پٹھان، سرائیکی اسی کشمیر کے پانی کیلئے دست و گریباں ہیں، تو کیا کشمیریوں کو اور میرپور کے لوگوں کو یہ حق بھی حاصل نہیں کہ احتجاج کر سکیں کہ پانی ہمارے وطن کا ہے اور اس سے تمام فوائد پنجاب و سندھ کے وڈیرے اٹھارہے ہیں۔ اس جلسہ سے راقم کے علاوہ چوہدری لال حسین، عمران خان، قاضی اورنگزیب پہلوان اور محمد عجائب نے بھی خطاب کیا۔

۴۔ **بریڈ فورڈ:** راقم نے کہا کہ میرپور کے عوام منگلا ڈیم کی اونچائی کو اپنے حقوق کی خلاف ورزی سمجھتے ہیں اور اگر عوام کی مرضی و منشاء کے منافی ان پر کوئی فیصلہ ٹھونسنے کی کوشش کی گئی تو اس کے خلاف بھرپور جدوجہد کی جائیگی۔ مزید اعلان کیا کہ عوامی جذبات کے اظہار کیلئے 16 ستمبر بروز اتوار لندن میں پاکستانی ہائی کمیشن کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا جائیگا۔ جلسہ سے کونسلر اورنگ زیب، محمود کشمیری، بابو چوہدری مشتاق، حاجی برکت علی، حاجی ظفر اقبال اور دوسرے دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔

۵۔ **راچڈیل:** راقم نے بحیثیت مہمان خصوصی کہا کہ منگلا ڈیم دریائے جہلم، دریائے نیلم اور دریائے پونچھ پر تعمیر کیا گیا تھا، آج بھی ان تینوں دریاؤں کا ایک قطرہ پانی ضائع نہیں ہورہا ہے جبکہ دریائے سندھ کا لاکھوں کیوسک پانی ضائع ہورہا ہے۔ لیکن پاکستان کے تینوں صوبوں سندھ، سرحد اور بلوچستان کی تمام سیاسی پارٹیوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کالاباغ ڈیم نہیں بننے دیں گے۔ اگر پاکستانی ملک کے اندر ہی اپنے قومی مفادات کیلئے اتفاق نہیں رکھتے ہیں تو پھر کشمیری بار بار قربانی کا بکرا بننے کیلئے قطعاً تیار نہیں ہیں۔ اس لئے اس بار ہماری قومی غیرت کا تقاضا ہے کہ منگلا ڈیم کی توسیع کی مخالفت کی جائے اور لاکھوں انسانوں کی اجڑتی بستیوں اور کشمیریوں کی تہذیب و ثقافت کو بچایا جائے۔ جلسے سے باوا چوہدری صادق، چوہدری محمد حسین، پروفیسر افتخار احمد، نزاکت علی، محمود کشمیری، غالب بوستان اور چوہدری شیر عالم نے بھی خطاب کیا۔

۶۔ **ڈربی:** راقم نے بحیثیت مہمان خصوصی کہا کہ لاکھوں انسانوں کو اپنے گھروں سے بار بار جبری بیدخل کرنا کہاں کی انسانیت و انصاف ہے۔ اور اب ہم 60 کی دھائی والے کشمیری نہیں، اس لئے پاکستانی حکمرانوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں کہ کشمیری نصف صدی سے پوری دنیا میں بھارتی سفارتخانوں کے سامنے سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں انہیں اتنا مجبور نہ کیا جائے کہ وہ پاکستانی سفارتخانوں کے سامنے مظاہرے کریں۔ اب وقت بہت بدل چکا ہے اور کشمیری پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس جابرانہ منصوبہ پر وہ خاموش تماشائی نہیں بنیں گے۔ بلکہ ظلم و جبر کے خلاف ضرور آواز بلند کریں گے۔ جلسہ سے طاہر طیب، راجہ رحمت خان، آصف رشید راجہ، آصف جرال، راجہ تبارک حسین ایڈووکیٹ، راجہ محمد منور خان، چوہدری عبدالرزاق، طاہر بوستان ایڈووکیٹ اور حاجی غضنفر علی نے بھی

خطاب کیا۔

۷۔ سلاؤ: متاثرین منگلا ڈیم میر پور کا ایک اجتماع سلاؤ میں راجہ محمد خرابت کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں، میں بحیثیت مہمان خصوصی شریک ہوا۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے راقم نے کہا کہ منگلا ڈیم کی توسیع کا منصوبہ ضلع میر پور کی کو پانی کی نذر کرنے کے مترادف ہے۔ آپ لوگوں کا احتجاج ایک لاکھ لوگوں کے گھروندے، قبریں، مقدس مقامات اور ہمارے کلچر کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ راجہ محمد خرابت نے کہا کہ منگلا ڈیم کی توسیع سے قبل ضلع میر پور کے لوگوں کی رائے معلوم کی جائے کیونکہ ہماری اطلاع کے مطابق 99 فیصد لوگوں کی رائے توسیع کے خلاف ہے۔ اس لئے حکمرانوں کو عوامی رائے کا احترام کرنا چاہیے۔ راجہ مہربان سابق کونسلر نے کہا کہ تحریک آزادی کے موجودہ نازک مرحلے پر پاکستانی حکمرانوں کو منگلا ڈیم کی توسیع کا منصوبہ ختم کرنا چاہیے۔ کونسلر راجہ زراعت نے کہا کہ ہر مسئلے پر جذباتی بن کر سوچنے کے بجائے قومی سوچ کو اپنانا چاہیے۔ حکومت پاکستان کو پہلے کالا باغ ڈیم تعمیر کرنا چاہیے اس کے بعد شاید میر پور کے لوگ بھی توسیع کے لئے راضی ہو جائیں۔ چوہدری محمد اسلم نے کہا کہ منگلا ڈیم کی بھل صفائی کی جائے یا پھر پاکستان اور آزاد کشمیر میں چھوٹے چھوٹے ڈیم تعمیر کیے جائیں لیکن منگلا ڈیم کا توسیعی منصوبہ ہر صورت ختم کیا جائے۔ اجتماع سے راجہ شفاعت، راجہ نواز خان اور طاہر بوستان ایڈووکیٹ نے خطاب کیا۔

۸۔ ڈڈلی: ڈڈلی کے جلسے میں بحیثیت مہمان خصوصی خطاب کرتے ہوئے راقم نے کہا کہ تحریکِ آزادئ کشمیر کے نازک ترین موڑ پر منگلا ڈیم توسیع ایشو کو چھیڑ کر پاکستانی حکمران کشمیری شہداء کی قربانیوں کو ضائع کر رہے ہیں۔ کیونکہ مقبوضہ کشمیر میں اگر ہمارے بھائی، بہن، جانوں اور عزتوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں تو انہیں ہر طرح کی مالی امداد برطانیہ میں مقیم کشمیری پہنچا رہے ہیں۔ ہمارے لوگوں کی توجہ کو مقبوضہ کشمیر کے ظلم و جبر اور درندگی سے ہٹا کر میر پور کے لاکھوں اجڑنے والے گھرانوں کی طرف مبذول کرایا جا رہا ہے۔ جو تحریک آزادی کشمیر کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہے۔ جلسے سے چوہدری غلام حسین، ظفر الاسلام، چوہدری محمد حنیف، ڈاکٹر حبیب احمد پیرزادہ، چوہدری اورنگزیب، ساجد یوسف اور طاہر بوستان ایڈووکیٹ نے بھی خطاب کیا۔

۹۔ لیوٹن: حکومت پاکستان کی طرف سے منگلا ڈیم کے مجوزہ توسیعی منصوبے کو منسوخ نہ کیا گیا تو اندرون و بیرون ممالک زبردست تحریک چلائیں گے۔ اس منصوبہ سے اہلیان میر پور اور گرد و نواح میں رہنے والے بیشمار عوام مشکلات سے دوچار ہوں گے۔ 37 سال قبل اہلیان میر پور نے پاکستانی کی خوشحالی کیلئے ناقابل فراموش قربانیاں دیں تھیں۔ اپنے گھروں، قبروں، زیارتوں کو پانی کی نذر کیا تھا لیکن تا حال ہمارے کشمیری سندھ و پنجاب میں مالکانہ حقوق سے محروم اپنی شناخت کیلئے سرگرداں ہیں۔ پانی و بجلی مفت دینا تو درکنار، کراچی کے کمرشل ریٹس پر ہمیں بجلی دی جا رہی ہے۔ اس وقت حقیر سے معاوضے بھی حکمرانوں کے پالتو ایجنٹ ہضم کر گئے۔ سیاکھ کالونی کی بات ہو، چکسواری ہملٹ کا تذکرہ ہو، یا پھر منگلا ہملٹ کی بات عوام کا اس وقت سے تا حال کوئی پرسانِ حال نہ ہے۔ گو کہ ایک بھی وعدہ ایفاء نہ ہوا اور آج پھر چہرے بدل کر وہی پاکستانی حکمران اور واپڈا والے ایکبار پھر لوگوں کو بے گھر کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس بار ہم نے بھی اپنے حقوق کی خاطر ہر صورت جنگ لڑنی ہے۔ جلسہ سے جاوید اقبال راجہ، منور راجہ، سعید مغل، خواجہ شفیق، طاہر بوستان ایڈووکیٹ، چوہدری خادم حسین، چوہدری عجائب، چوہدری پرویز، افتخار قیوم، اور چوہدری اورنگزیب نے بھی خطاب کیا۔

۱۰۔ نوٹنگھم: نوٹنگھم میں ہونے والے جلسے کی صدارت راجہ آفتاب احمد نے کی جبکہ راقم مہمانِ خصوصی تھا۔ خطاب پاکستان کے سابق وفاقی وزیر حاجی حنیف طیب، راجہ عجائب، حاجی غفنفر، ملک عبدالغفور، راجہ آصف رشید نے کیا۔ تمام مقررین نے منگلا ڈیم کی توسیع کی مخالفت کی۔

16 ستمبر 2001ء کو پاکستانی ہائی کمیشن لندن کے سامنے ایک بڑا مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرہ میں ایک ہزار سے زائد لوگوں نے شرکت کی۔ اینٹی توسیع کمیٹی کے زیر اہتمام ہونیوالے مظاہرہ میں برطانیہ کے مختلف شہروں، لندن، برمنگھم، نوٹنگھم، ڈرلی، لیوٹن، لیڈز، بریڈفورڈ، رچڈیل، ڈڈلی، سلاؤ، کیتلی سے عوام نے شرکت کی۔ مختلف شہروں سے آنیوالے جلوسوں کی قیادت، خواجہ مشتاق، پروفیسر نذیر نازش، طاہر بوستان ایڈووکیٹ، عابد مجید ایڈووکیٹ (سوئیزر لینڈ)، فرمان رفیقی، اورنگ زیب چوہدری، نوید لودھی، ایاز قریشی ایڈووکیٹ، آصف رشید راجہ، آفتاب راجہ، راجہ جاوید اقبال، چوہدری عبدالرزاق، حاجی چوہدری محمد سلیمان، حاجی اللہ دتہ، راجہ زراعت خان، راجہ محمود خان، مرتضٰی خان، چوہدری مسعود احمد، سید معصوم شاہ، راجہ عبدالعزیز، راجہ شاہد خان، سعید مغل، نجیب افسر، ساجد یوسف، چوہدری محمد حنیف، حاجی برکت علی، ملک عبدالشکور، اکمل حسین، آصف جرال، راجہ اصغر، سرمد حسین، چوہدری یونس کونسلر، راجہ زراعت خان، کونسلر راجہ الیاس خان، چوہدری محمد حسین، خواجہ انعام الحق، حاجی امیر زمان، ڈاکٹر ارشد امین، کرنسلر لیاقت علی، اور غالب بوستان ایڈووکیٹ نے کی۔ عبدالمجید لون بھی شامل تھے۔

راقم نے مذکورہ بالا دورۂ برطانیہ کے دوران منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف بھرپور مہم چلائی اور عوام نے زبردست دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ راقم اس نتیجے پر پہنچا کہ برطانیہ میں آباد کشمیریوں کی غالب اکثریت بوجوہ منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف ہے اور میر پور کے غیرتمند لوگ اپنی دھرتی ماں، تہذیب و ثقافت اور قومی تشخص کیلئے ہر طرح کی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں۔

قصہ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم

متاثرین منگلا ڈیم کی المناک کہانیاں

منگلا ڈیم۔عذاب لمحوں کا سفر — بوستان چوہدری

میں غم کی عبرتناک داستان ہوں — اللہ دتہ سیاکھوی

تاثرات واحساسات

چوہدری برکت علی چکسواری، ٹھیکیدار محمد الیاس لدڑ، قاضی آصف حسین چکسواری، چوہدری فضل حسین روپیال ٹھیکریاں، چوہدری عدالت علی ارنوع، چوہدری عبدالرحمان ڈھوک میرہ، محمد صادق بھیلی، چوہدری محمد رفیق اوناع، شاہ محمد سیاکھ، حاجی عبدالخالق چھتروہ، مستری محمد فاضل ٹھیکیدار ڈھوک مستریاں، چوہدری عبدالرشید چھتروہ، راجہ قمر الزمان چھتروہ، چوہدری محمد عارف خادم آباد، بشارت حسین، چوہدری ولائت حسین، خادم حسین خادم آباد، غلام فاطمہ ڈڈیال، عبدالرشید فاروقی دینہ، طالب حسین، صابر حسین، گلفراز، محمد اخلاق، محمد انصر، یاسر محمود، محمد رفیق، عبدالرشید رائے پور۔

منگلا ڈیم .... عذاب لمحوں کا سفر

بوستان چوہدری
سابق چیئرمین پبلک سروس کمیشن

میکاولی نے حکمرانوں کو مشورہ دیا تھا کہ "سزا کے طور پر کسی شخص کو سولی پر چڑھا دینا مگر اسکی جائیداد ضبط نہ کرنا، کیوں کہ اُسکے ورثاء وقت کے ساتھ ساتھ اُسکی موت کو تو بھول جائیں گے لیکن جائیداد کی ضبطی نسل درنسل یاد رکھی جائیگی۔"

زندگی میں تنہائی کے لمحات میں میکاولی کا یہ مقولہ میرے پیشِ نظر رہتا ہے اور میں اسے منگلا ڈیم کی تعمیر اور متاثرین کی مشکلات اور مسائل کے حوالے سے جانچتا رہتا ہوں۔ زندگی میں تنہائی کے لمحات میں مجھے دو مشاہدات کا بڑے قریب سے جائزہ لینے کا موقع ملا۔ ایک یہ کہ کتے سے بڑا کوئی وفادار جانور نہیں ہے اور دوسرا کوے سے زیادہ کوئی انتقام پسند نہیں ہے۔ ان مشاہدات کو بھی میں منگلا ڈیم اور متاثرین ڈیم کے تناظر میں سوچتا رہتا ہوں۔ میں بامرِ مجبوری آج کل قیدِ تنہائی کاٹ رہا ہوں۔ میرے کتے نے میرا بھرپور ساتھ دیا اور پوری طاقت اور دیانتداری سے نہ صرف میری حفاظت کی بلکہ مجھے کمپنی بھی مہیا کی۔ اِدھر دو کوؤں نے مجھے اچھی طرح سے شناخت کر رکھا ہے۔ گزشتہ سال نشانہ بازی کے شوق میں میں نے فائر کر کے ان کوؤں کے ایک ساتھی کو ہلاک کر دیا تھا جس کے نتیجے میں یہ دونوں کوّے میرے پیچھے پڑ گئے۔ انہیں جب بھی موقع ملتا ہے یہ مجھ پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ حملہ کرنے کے لیے یہ میرے بہت قریب آجاتے ہیں اور میں انہیں پتھر مارتا ہوں تب بھی نہیں ڈرتے۔ لگتا ہے یہ ہرگز مجھے معاف نہیں کریں گے۔

منگلا کی تاریخی اہمیت سے انکار ناممکن ہے۔ قدرت نے ایک اونچا پہاڑ دریائے جہلم کے کنارے بنایا جہاں سے سکندرِ اعظم نے دریائے جہلم کو عبور کر کے راجہ پورس سے کھڑی کے مقام پر جنگ لڑی۔ سکندر کے گھوڑوں کی شہادت تو آج بھی ملتی ہے مگر پورس کے ہاتھیوں کے نشانات نہیں ملتے۔ غالباً ہمارے محکمہ آثار قدیمہ والے پرانے آثار دریافت کرنے اور انہیں محفوظ کرنے کے بجائے مٹانے پر مامور ہیں۔ مغلوں نے بھی منگلا کی اہمیت کو محسوس کیا اور اپنے دفاعی قلعوں کی تعمیرات کے تسلسل میں منگلا کے مقام پر ایک مضبوط اور فنی نقطہ نظر سے بہترین قلعہ تعمیر کیا۔ جس جگہ آج منگلا قلعہ ایستادہ ہے یہ دفاعی لحاظ سے بہترین مقام ہے۔

منگلا کی جنگی اور رہائشی اہمیت کو ہزاروں سال قبل سکندرِ اعظم اور مغلوں نے دریافت کر لیا تھا مگر اس مقام کی اقتصادی اہمیت کو متحدہ ہندوستان کے آخری حکمران انگریز سرکار نے پہلی بار شدت سے محسوس کیا۔ جب انگریز تاجر ایسٹ انڈیا کمپنی کے روپ میں ہندوستان میں داخل ہوئے تو انہوں نے ہندوستان کو سونے کی چڑیا قرار دے کر اس پر مکمل قبضے کے خواب دیکھنے شروع کیے۔ رفتہ رفتہ انگریزوں نے برصغیر کے وسائل کو بہتر استعمال میں لانے کے لیے منصوبے شروع کیے۔ انہی منصوبوں میں پنجاب کو دریائی پانی سے سیراب کر کے قیمتی فصلیں اُگانے کا عظیم منصوبہ بھی شامل تھا۔ اسی منصوبے کے تحت اُنہوں نے پنجاب میں نہری نظام قائم کیا اور ریگستانوں، جنگلوں اور غیر آباد زمینوں کو آباد کر کے لہلہاتے کھیت بنا دیا۔

پنجاب کی سکھ سلطنت کے زوال کے بعد جب انگریزوں نے سارے برصغیر پر قبضہ جما لیا تو ریاست جموں کشمیر پر بھی اُن کا تسلط قائم ہو گیا۔ 16 مارچ 1846ء کو امرتسر کے مقام پر مہاراجہ گلاب سنگھ اور انگریزوں کے مابین ایک معاہدہ طے پایا جس کی رو سے مہاراجہ گلاب سنگھ کو 75 لاکھ نانک شاہی سکوں کے عوض ریاست جموں کشمیر فروخت کر دی گئی۔ ریاست جموں کشمیر کی اقتصادی و دفاعی اہمیت کے پیشِ نظر انگریز حکمران ہمیشہ اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہے اور اس خطے کے وسائل سے استفادہ کرنے کے منصوبے بناتے رہے۔ 1904ء میں مہاراجہ پرتاب سنگھ اور انگریزی حکومت کے مابین دریائے جہلم سے نہر نکالنے کا معاہدہ طے پا گیا۔

منگلا ڈیم کی تعمیر کا ابتدائی منصوبہ بھی انگریز انجینئروں نے بنایا تھا لیکن مہاراجہ کشمیر کی کڑی شرائط کے باعث وہ ڈیم تعمیر نہ کر سکے۔

منگلا ڈیم کا منصوبہ قیام پاکستان کے فوری بعد پاکستانی ماہرینِ اقتصادیات اور حکمرانوں کے پیشِ نظر رہا۔ چنانچہ 50 کی دہائی میں اس منصوبے پر کام شروع ہو گیا۔

اگر منگلا ڈیم کی ضرورت اور متاثرین کی مشکلات کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو ڈیم کی افادیت اور متاثرین کی مشکلات متوازی دکھائی دیتی ہیں۔ جہاں پر منگلا ڈیم کی تعمیر سے پاکستان کے ریگستانوں، جنگلوں اور کھیتوں کو نئی زندگی ملی وہاں پر متاثرینِ ڈیم کی تباہی، بربادی اور پریشانی کی جو داستانیں رقم ہوئیں وہ رہتی دنیا تک متاثرین کی نسلوں کو خون کے آنسو رولاتی رہیں گی۔ آزاد کشمیر کے

ایک صدر سردار ابراہیم خان کو صلہ کے طور پر صدارت سے نوازا گیا اور دوسرے صدر کے ایچ خورشید کو اس کی قربانی دینا پڑی۔ پاکستان کے فوجی آمر جنرل ایوب خان نے نئے میر پور شہر کے مقام پر ضلع کچہری کے قریب کھڑے ہو کر متاثرینِ منگلا ڈیم کو کوستے ہوئے کہا تھا۔ یہ دھوس اور کیا مانگتے ہیں، ہم نے تو ان کو پتھروں کا معاوضہ بھی دیا ہے۔ آزاد کشمیر کے صدر سردار محمد ابراہیم خان نے کرسیِ صدارت سنبھالنے کے بعد متاثرین سے وعدہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم متاثرین کو اس طرح سے معاوضہ دیں گے بوقتِ انخلا جو آنسو اُن کی آنکھوں سے گریں گے اُن کا معاوضہ بھی ادا کریں گے۔ پھر دنیا نے دیکھا کے متاثرینِ منگلا ڈیم پنجاب اور سندھ کے ریگستانوں اور بیابانوں میں مارے مارے پھرتے رہے اور اُن کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔

متاثرینِ منگلا ڈیم کی قیمت پر سیاستدانوں نے صدارتیں اور وزارتیں حاصل کیں۔ ملازمین نے ترقیاں اور مراعات حاصل کیں۔ جن کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ کرنل عدالت خان، آغا عاشق حسین اور چوہدری الف دین کے نام مثال کے لیے کافی ہیں۔ راجہ میجر عباس خان فردِ واحد کی مثال ہے جس نے آخری دم تک متاثرین کا ساتھ دیا اور واپڈا یا حکومت سے کوئی مراعات حاصل نہ کیں، باقی سب اس حمام میں ننگے نظر آتے ہیں۔

یہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ جب منگلا ڈیم کی تعمیر ابتدائی مراحل میں تھی تو میں نے میر پور میں جنوری 1962ء میں وکالت کا آغاز کیا تھا۔ اُس وقت منگلا ڈیم کلکٹر اراضیات کے معاملہ جات اور واپڈا حکام لوگوں کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لیے ہر طرح کے حربے استعمال کر رہے تھے۔ چونکہ میں نیا نیا وکالت کے پیشے سے منسلک ہوا تھا، اس لیے لینڈ ریکوزیشن ایکٹ کے رموز اور نکات پر گہری نظر نہیں رکھتا تھا۔ بہر حال موضع سیاکھ، ڈڈیال، اندراہل اور دیگر متاثرہ بستیوں کے بیشمار متاثرین معاوضہ جات کے تعین اور وصولیوں کی مشکلات میں پھنسے ہوئے تھے اور عدالتوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ آسامی وار مرتب کرتے وقت متعلقہ حکام نے لوگوں سے رقوم بٹورنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے۔ جو لوگ حکام کی مٹھی گرم کرنے میں ماہر تھے اُن کے معاوضے نہایت فراخ دلانہ انداز سے بنائے گے۔ جن مکانات پر مٹی اور گارے کی لیپائی تھی اُس کو سیمنٹ کا پلستر ظاہر کیا گیا اور جہاں چھت پرانی، پلاہی اور کیکر کے ڈنڈوں سے بنی ہوئی تھی ان کو شیشم اور دیار اوّل کے معاوضہ جات دیئے گے۔ نہ صرف عمارتوں کی تعمیر بلکہ اُن کے حجم میں بھی اس طرح کی مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا۔ جن لوگوں کے معاوضے ہزاروں میں بنتے تھے اُنہیں لاکھوں میں ادائیگی کی گئی اور جن کے لاکھوں میں بنتے تھے اُنہیں ہزاروں میں ادائیگی کر کے مقدمہ بازی کی اندھیری ٹنل میں دھکیل دیا گیا۔ یہ بدنصیب لوگ آج تک ایسے مقدمات میں پھنسے ہوئے ہیں۔

جن متاثرین کو ان کے گھروں سے نکلتے وقت حکمرانوں نے آنکھوں سے گرنے والے آنسوؤں کے معاوضہ جات تک ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا بوقتِ انخلا اُن کی اور اُن کے بیوی بچوں کی چیخ و پکار سننے والا کوئی نہ تھا۔ منگلا ڈیم اتھارٹی نے بدوں کسی اطلاع کے پانی کھڑا کر کے لوگوں کی جان اور جائیدادوں کو سخت خطرے میں ڈال دیا۔ لوگ پانی کے چڑھنے سے اس طرح خوف زدہ ہوئے جس طرح ایک بہتے دریا میں ڈوبنے والا خوفزدہ ہوتا ہے۔ چونکہ منگلا ڈیم اتھارٹی کو متاثرین کی مشکلات سے کوئی سروکار نہ تھا بلکہ ڈیم میں پانی کھڑا کر کے متاثرین کے گھروں جائیدادوں، زمینوں اور عزیز و اقارب کی قبروں کو پانی میں ڈوبتا دیکھ کر یہ لوگ خوشی کے جشن منا رہے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے تھے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر سے متاثرین کو آناً فاناً جن مشکلات اور مسائل سے گزرنا پڑا اُن کا ذکر تفصیل سے کرنا بہت مشکل ہے۔ جب انخلا شروع ہوا ٹرکوں اور لاریوں والوں نے منہ مانگے دام وصول کیے۔ راقم نے اُن ہزاروں انسانوں کے لٹے پٹے قافلے ڈوبتے گھروں سے نکلتے دیکھے۔ اُن کے سروں پر زندگی بھر کی جمع پونجی تھی اور معصوم بچوں کو گلے لگائے زار و قطار روتے نا معلوم منزلوں کی طرف جاتے دیکھے۔ میں جب وہ منظر یاد کرتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے ایک قیامت رقص کرنے لگتی ہے۔ میں وہ منظر کیسے بھول سکتا ہوں کے ساز و سامان سے بھرے ہوئے ٹرک جنھیں اپنی منزل کا کوئی اتہ پتہ نہ تھا، سڑکوں کے کنارے کھڑے تھے اور اُن پر آسمان سے زوردار بارش برس رہی تھی۔ بھوک اور بیماری سے لاچار بچے روتے کراہتے دیکھے، لاچار اور بے بس والدین دیکھے۔ ابھی وہ نسل زندہ ہے جس نے یہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔

اندراہل کے لوگوں کے مسائل دریائے پونچھ پر پل نہ ہونے کی وجہ سے کئی گنا بڑھ گئے تھے۔ ایک من بوری کا کرایہ میر پور سے اندراہل تک اُس زمانے میں پچاس روپے تھا۔ مہنگائی آسمان کو چھو رہی تھی اور رشوت ستانی کا بازار گرم تھا۔ متاثرین کو نقل مکانی میں مشکلات کے علاوہ مقدمہ بازی میں الجھا کر ایسی مشکلات میں مبتلا کر دیا گیا تھا کہ تھانے کچہریوں کے چکر لگا لگا کر اور رشوت دے دے کر ان کے پاس معاوضے کی رقم ختم ہو جاتی اور وہ خالی ہاتھ بے سروسامانی کے عالم میں دریائے پونچھ کے کنارے کھڑے ہو کر چیخ و پکار کرتے، مگر ان کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوتا۔

جب دریائے جہلم اور پونچھ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی کھڑا ہو گیا اور اس نے ایک خوبصورت جھیل کا روپ دھار لیا تو باہر سے آنے والوں کے لیے تو یہ ایک

دلکش منظر تھا لیکن متاثرین جب اسے دیکھتے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے اور انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر چند فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے لیے دو دو دن انتظار کرنا پڑتا۔ بالآخر دریائے جہلم نے 26، 27 جانوں کی قربانی وصول کی تو اندراہل کے لوگوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا جس پر ڈی سی میر پور مسٹر طارق اور ایس پی سردار سید محمد خان نے غریب اور مظلوم لوگوں کے احتجاج کو دبانے کے لیے فوج طلب کر لی۔ تھانہ ڈڈیال میں فوج نے کیمپ لگایا تو اتفاق سے اُس وقت آئی جی پولیس بھی موقع پر آ گئے۔ اُس وقت راقم وہاں ڈیوٹی مجسٹریٹ کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ پولیس نے مقامی لوگوں پر بے تحاشا تشدد کیا۔ لطیف ثانی ایڈووکیٹ کے کان کھینچ کر اُسے زخمی کر دیا گیا جس پر آئی جی صاحب کو بہت غصہ آیا اور اُس نے مقامی ایس ایچ او کو حکم دیا کہ اِن لوگوں کو چار بجے سے پہلے پہلے رہا کر دو کیونکہ یہ اپنے جائز حقوق کے لیے احتجاج کر رہے ہیں۔ خدا خدا کر کے آئی جی کی مداخلت سے وہاں سے فوج واپس چلی گئی۔ سردار قیوم نے کہا تھا ''یہ چوکھ کا پل مکھی کی ایک ٹانگ کے برابر ہے جس کے لیے لوگ خواہ مخواہ احتجاج کر رہے ہیں''۔ پھر ہم نے دیکھا کہ یہ مکھی کی ٹانگ تعمیر ہونے میں دس سال سے زیادہ عرصہ لگا۔

افسوس! ہماری زندگی میں یہ قیامت خیز منظر ایک بار پھر دھرائے جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ پرانے شکاری نیا جال لے کر آ گئے ہیں، وہ ہماری جائیدادوں، قبرستانوں، زمینوں اور عزتوں کو تار تار کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ پہلے بھی پاکستانی جنرل ایوب خان نے ظلم کیا تھا۔ اُس نے تیر و تفنگ کے زور پر ہمیں بے گھر کیا۔ آج پھر پاکستان کا ایک فوجی جرنیل ہمیں زیر کرنا چاہتا ہے، ہمارا زندگی بھر کا اثاثہ چھیننا چاہتا ہے اور ہماری نسلوں کو دربدر کرنا چاہتا ہے۔

اپ ریزنگ کے سلسلے میں جو سہانے باغ دکھائے جا رہے ہیں اور جو پیکج دیئے جا رہے ہیں یہ ماضی کے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں سب جھوٹ اور فریب کا پلندہ ہیں۔ متاثرین کو سابقہ تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں ان باتوں پر گمراہ ہونے سے بچنا چاہیے ورنہ اُن کے لیے مزید مشکلات پیدا ہونگی۔ کیوں کہ منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ سے ضلع میر پور اور تحصیل ڈڈیال کی تقریباً تمام اچھی زرعی زمین، بہترین اور عالی شان عمارتیں ڈیم کی نظر ہو جائیں گی۔ لوگوں کے لیے مقامی طور پر ریسیٹل منٹ کے لیے اس وقت تک کوئی قابل ذکر سکیم زیر کار نہیں ہے۔ اخبارات سے احساس ہوتا ہے کہ پاکستان میں زرعی زمینوں کو سیراب کرنے اور بجلی کی پیداوار کے لیے نئے آبی وسائل کی شدید ضرورت ہے۔ کالا باغ ڈیم کے مسئلے پر عوامی مخالفت کی وجہ سے حکومتِ پاکستان نے اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے بجائے منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کا منصوبہ بنایا ہے جس کے لیے 62 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اس میں سے 24 ارب روپے معاوضہ جات کی ادائیگی کے لیے رکھے گئے ہیں جو کہ ایک انتہائی قلیل رقم ہے۔ 1965 میں دیار کی لکڑی 5، 6 روپے فٹ تھی اور دیگر عمارتی سامان از قسم اینٹ، لوہا، بجری اور ریت وغیرہ آج کے ریٹ سے سوگنا کم تھی۔ پٹرول تین روپے گیلن تھا اور گاڑیوں کا کرایہ اسی تناسب سے کم تھا۔ اگر متاثرہ عمارتوں کا سرسری جائزہ لیا جائے اور ان کی مالیت شمار کی جائے تو یہ معاوضہ جات کھربوں میں بنتے ہیں۔ ان بیش قیمت اور عالیشان عمارتوں کے زیر آب آ جانے سے متاثرین کے احساسات و جذبات کا جو قتل عام ہوگا اس کا تخمینہ معاوضہ کی صورت میں لگانا ناممکن ہے۔ حکومتِ پاکستان اور پاکستان کے عوام کی تعمیر و ترقی اور معاشی خوشحالی کے لیے میر پور کے مکینوں نے جس زندہ دلی اور فراخ دلی سے پہلے منگلا ڈیم کی تعمیر کے لیے بے پناہ قربانیاں دی تھیں ان کا معاوضہ حکومتِ پاکستان اور عوام کے لیے ادا کرنا ممکن نہ تھا۔

حکومتِ پاکستان نے خاص کر اور منگلا ڈیم اتھارٹیز نے متاثرین منگلا ڈیم کی آبادکاری کو ذریعہ معاش بنا لیا اور جن لوگوں کو پاکستان نے بحالی کے لیے اراضیات الاٹ کیں وہ زیادہ تر بنجر، قدیم اور ریگستانوں کے ٹیلے تھے۔ ان متاثرین نے اپنی محنت شاقہ اور بچی کھچی جمع پونجی سے ان زمینوں کو آباد کیا تو مقامی لوگوں نے یہ اراضیات ان سے چھین لیں اور متاثرین کو اپنے وطن واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ اور کافی قابل ذکر لوگ اس کشمکش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اُس وقت تک متاثرین ڈیم کی بحالی کیلیے جو زمینیں الاٹ کی گئیں تھیں ان کے مالکانہ حقوق 40 سال گزرنے کے بعد بھی منتقل نہیں ہو پائے۔ طوالتِ مضمون سے بچنے کے لیے اشارتاً چند دوستوں کا ذکر کر دین کافی ہے۔ راجہ محمد اکرم خان ساکن بل پیراں حقوق ملکیت حاصل کرنے کے لیے واپڈا ہاؤس لاہور اور ریونیو بورڈ لاہور کے چکر لگا کر پہلی نسل دم توڑ چکی ہے اور اب ان کی دوسری نسل دوڑ رہی ہے۔ کبھی پرمنٹ کا ریکارڈ نہیں ملتا اور کبھی چٹ جعلی قرار دے کر اعتراض لگا دیئے جاتے ہیں اور بھاری رشوت طلب کی جاتی ہے۔ چوہدری نظام دین اور اس کے بھائی علم دین کی مثال ہمارے سامنے ہیں۔

اپ ریزنگ کی وجہ سے جن لوگوں کو سبز باغ دکھائے جا رہے ہیں وہ ماضی کے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے کافی مایوس اور پریشان نظر آتے ہیں۔ واپڈا کے حکام مقامی آفیسران کے تعاون سے چند لوگوں کو معاوضے کی رقوم میں سے ان دلالوں کے لیے کثیر رقوم مختص کر کے اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں۔ اعلی عہدوں والے سرکاری اور سیاسی اہل کاران کو ان کی مدت ملازمت اور وزارتوں کو برقرار رکھنے کے وعدے کر کے ڈیم کی توسیع کے حق میں ان سے کام لیا جاتا ہے اور من پسند بیانات دلوائے جاتے ہیں۔

متاثرین ڈیم کی قیمتوں پر ان لوگوں نے بے شمار مفادات حاصل کیے۔ اراضیات اور فرضی مکانات کے معاوضے وصول کیے۔ ملازمتوں کی آڑ بے شمار معاوضے وصول کیے اور متاثرین کے حقوق پر جس ظالمانہ انداز سے اپنوں اور غیروں نے ڈاکے ڈالے اُس کا ذکر تفصیل سے کرنا مشکل ہے۔

منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کے سلسلے میں حکومت پاکستان اور آزاد کشمیر کے لیڈروں کے مابین اتفاق ہو چکا ہے۔ کہنے والے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اس منصوبے پر عمل کرنے کیلئے ہی مسلم کانفرنس کی حکومت تشکیل دی گئی ہے اور اس جماعت کی سب سربراہ شخصیات کو بڑے بڑے عہدوں سے نوازا گیا ہے۔ انکی مالی حالت کو بہتر کرنے کیلئے انھیں بیرون ملک دورے کروائے گئے اور انھیں بھاری رشوتیں دی گئیں۔ آج کل اخبارات میں واپڈا اور حکومتِ آزاد کشمیر کے مابین ایک معاہدہ زیر بحث ہے جس میں متضاد اطلاعات سامنے آ رہی ہیں۔ مخالفین اس معاہدے کو سکندر حیات اور اُس کے مفاد پرست ٹولے کی اقتدار کو طوالت کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں اور متاثرین کے آباؤ اجداد کی قبروں اور جائیدادوں کا سودا کرنے کے مترادف گردانتے ہیں، جب کہ اس ٹولے کے حواری متاثرین کی تعمیر و ترقی اور معاشی خوشحالی کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کی سکیم شروع کرنے سے پہلے لوگوں کو ہمنوا بنانے کے لیے بات چیت کا آغاز صدر مشرف سے شروع کیا، کرتے کرتے بالآخر سیکرٹریوں کے لیول تک لے آئے۔ سکندر حیات کی موجودگی اور چیف سیکرٹری کے معاہدے پر دستخط کرنے سے واقف کاران کو اس معاہدے کی اصلیت اور حقیقت کا احساس ہو گیا ہے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت جو معاہدہ طے پایا تھا اُس کی لفاظی صورت اس سے بہت زیادہ خوشکن تھی۔ پتھروں کا معاوضہ اور منگلا ڈیم سے پیدا ہونے والی بجلی کی مفت فراہمی جیسے وعدے شامل تھے۔ نہ سابقہ معاہدہ متاثرین کو دیکھنے دیا اور نہ ہی نئے معاہدے کو عوام تک پہنچایا گیا۔ یہ معاہدے اندرونِ خانہ ہوتے ہیں اور دستخط کنندگان کے لیے معاشی خوشحالی اور ملازمت میں آسانی کا ذریعہ تو بن سکتے ہیں، لیکن متاثرین کے حقوق کے ضامن ہرگز نہیں ہوتے۔

متاثرین کو پندرہ پیسے رائلٹی دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس میں ماضی کے پینتیس برسوں کے پاکستان کے ذمے کھربوں بقایاجات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح دس فیصدی جابرانہ کی ادائیگی بھی اس مہنگائی کے دور میں اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر ہے۔ یہ جو چوبیس ارب معاوضے کی رقم رکھی گئی ہے اس کی تقسیم میں بھی دلالوں، وزیروں، مشیروں اور کھڑپینچوں کو ہی نوازا جائے گا۔

ڈیم کی اپ ریزنگ کا ابتدائی کام زور و شور سے شروع ہو چکا ہے مگر بحالی کے لیے اس وقت تک کوئی قابلِ عمل سکیم زیر کار نہیں ہے۔ معاوضوں کو منصفانہ اور فیاضانہ قرار دینے والے وہی پرانے شکاری نئے جال لے کر میرپور آ کر پرانے اڈوں پر بیٹھ جائیں گے۔ اور 24 ارب میں سے بڑی بڑی رقمیں نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر ان لوگوں کے اختیارات پر کوئی موثر نگرانی نہ کی گئی تو متاثرین کے لیے اب بدلتے ہوئے حالات میں بھی ناقابلِ تلافی نقصانات پیدا ہو جائیں گے۔

متاثرین میں سے کچھ لوگ اتنے مایوس اور ناراض ہیں کہ وہ پاکستان کے اس منصوبے کو کشمیر دشمن منصوبہ قرار دے کر اسے روکنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس اور ہیومن رائٹس کے اداروں سے بھی رابطے کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ حکومتِ پاکستان کالا باغ ڈیم کو سیاسی وجوہات کی بنا پر تعمیر کرنے میں ناکام ہو کر میرپور کے لوگوں کو قربانی کا بکرا بنانا چاہتی ہے۔ اسی مقصد کے لیے آزاد کشمیر میں اپنی مرضی کی حکومت قائم کی گئی ہے۔

منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کی مخالفت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں اور اپنی صفوں کے اندر میر جعفروں اور میر صادقوں کو داخل نہ ہونے دیں۔ ورنہ وہی تاریخ ایک بار پھر دہرائی جائے گی، جب اینٹی ڈیم کمیٹی کے کرتا دھرتا سب خواجہ عبدالغفور کے مخبر بن کر اسے لحہ بہ لحہ کی خبریں دیتے رہتے تھے۔ آج بھی سیکڑوں خواجہ عبدالغفور، آغا عاشق حسین، کرنل عدالت خان اور چوہدری الف دین جیسے وطن فروش موجود ہیں۔ یہ لوگ اینٹی توسیع تحریک میں گھس کر مخبر بنیں گے اور پھر اپنی اپنی قیمتیں لگوا کر الگ ہو جائیں گے۔

اگر اس بے انصافی کا تدارک بروقت نہ کیا گیا تو اس کے اثرات منگلا ڈیم کی بقاء اور پاکستان کی سلامتی کے لیے کافی سنگین ہوں گے۔ اس ضمن میں بھارت کشمیریوں کی ہمدردیاں حاصل کر کے مسئلہ کشمیر کو اپنی مرضی سے حل کروانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ متاثرین منگلا ڈیم لاکھوں کی تعداد میں آج کل برطانیہ، فرانس، جرمنی، امریکہ، کینیڈا اور دیگر ملکوں میں نہ صرف برسرِ روزگار ہیں بلکہ پاکستان کو قیمتی زرِ مبادلہ بھی مہیا کر کے پاکستان کی معاشی ترقی اور خوشحالی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ ان لوگوں سے اب متاثرینِ منگلا ڈیم کی حالتِ زار نہ دیکھی جائے گی۔ یہ لوگ بیرون ملک پاکستان کے خلاف زبردست تحریک پیدا کر کے پاکستان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

میں غم کی عبرتناک داستان ہوں

راوی: اللہ دتہ سیاکھوی
(سیاکھ)

ملاقات: محمد سعید اسعد

میری پیدائش اگست 1946ء کو موضع پنیام میں ہوئی۔ میرے والد کا نام خواجہ فتح محمد تھا۔ میرے جد امجد وادیء کشمیر سے نقل مکانی کر کے میر پور آ گئے تھے اور پھر انہوں نے یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ پنیام میر پور کا ایک اہم موضع تھا۔ یہ گنجان آباد علاقہ تھا۔ پنیام کا نام اس وقت ساری ریاست جموں کشمیر میں روشن تھا۔ اس کی بہت سی وجوہات تھیں۔ پنیام ایک تاریخی موضع تھا جس میں آج بھی قدیم آبادیوں کے نشانات جابجا ملتے ہیں۔ بہت سے تاریخی آثار تو ڈیم بننے کے سبب صفحہ ہستی سے ہی مٹ گئے ہیں۔ قدیم عمارتوں، قبروں اور ٹھیکریوں کے آثار اب بھی وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ پنیام گاؤں کی مٹی زرخیز تھی، یہاں سبزیاں اور غلہ بکثرت پیدا ہوتا۔ جو دور دور تک سپلائی ہوتا۔ پنیام گاؤں میں صرف دو گھر ہندوؤں کے تھے باقی سب مسلمانوں کی آبادی تھی۔ چوہدری فضل حسین پنیام کے زمیندار تھے۔ ان کی حب الوطنی اور دیانتداری کے سبب ڈوگرہ حکمران اُن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ میر پور کے تین گاؤں کی مٹی بڑی وفادار ہے۔ یہ گاؤں بیام، پنیام اور چھترو ہیں۔ یہاں کے لوگ بات کے پکے اور قول کے سچے ہوتے ہیں۔ میں 1952ء سے 1956ء تک بنگال میں اپنے ماموں عبدالمجید کے ساتھ قیام پذیر رہا۔ میرے ماموں وہاں ایک ڈیری فارم میں ملازمت کرتے تھے۔ میں نے پرائمری تک تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ میرے یہ ماموں اب سوہاوہ میں آباد ہیں کیونکہ ڈیم بننے کے سبب انہیں اپنا وطن، گھر بار چھوڑنا پڑا۔

میں 1956ء سے 1963ء تک ڈڈیال ہائی سکول میں زیر تعلیم رہا۔ میٹرک 1963ء میں لاہور بورڈ سے پاس کیا۔ اس عرصے میں مجھے اپنے ننھیال کے ساتھ موضع تاج پور میں رہنے کا موقع ملا۔ میں تاج پور سے پیدل ڈڈیال سکول آیا جایا کرتا تھا۔ ڈڈیال ہائی سکول کے اساتذہ میں سے خواجہ عبدالواحد میرے ایک استاد تھے۔ یہ ممتاز آزادی پسند راہنما کے ایچ خورشید کے سگے چچا تھے۔ نہایت شریف النفس انسان تھے۔ انگریزی بہت عمدہ پڑھاتے تھے۔ ان کے پڑھائے ہوئے سبق آج بھی مجھے یاد ہیں۔ ان کی پڑھائی ہوئی ایک انگریزی نظم Marry call the cattle home مجھے آج بھی یاد ہے۔ میرے دیگر اساتذہ میں ماسٹر محمد زمان، ماسٹر غلام حسن صاحب، ماسٹر فضل الٰہی صاحب عرف مسترا اور ماسٹر اللہ دتہ شامل تھے۔ افسوس یہ سب اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میرے اساتذہ نے بحیثیت روحانی باپ میری پرورش کی۔ ہمیں ہدایات ہوتیں تھیں کہ ہم سچ بولیں، جھوٹ کبھی نہ بولیں، نماز، روزے کی پابندی کریں۔ ایمان کو مضبوط کریں اور با اصول زندگی گزاریں۔ میرے والد محترم فتح محمد خان 1964ء میں سو سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم کا زمانہ انہوں نے بغور دیکھا تھا۔ والد صاحب راولپنڈی میں ٹیلرنگ کی دکان کرتے تھے۔ وہ بتایا کرتے تھے کہ انگریز ان سے دو روپے میں پینٹ کوٹ سلوایا کرتے تھے۔ والد صاحب سوٹ تیار کرنے میں سپیشلسٹ تھے۔ 1964ء میں جب والد صاحب فوت ہو گئے تو گھر کی ساری ذمہ داری میرے کندھوں پر آن پڑی۔ میرے دو چھوٹے سگے بہن بھائی تھے۔ والدہ کے ساتھ ساتھ میں نے ان کی پرورش بھی کرنا تھی۔

والد صاحب ابھی زندہ تھے کہ واپڈا نے ہماری زمینوں کی پیمائش شروع کر دی۔ والد صاحب کو منگلا ڈیم کی تعمیر کا سن کر شدید رنج ہوا تھا۔ اور یہی رنج بالآخر ان کیلئے جان لیوا ثابت ہوا۔ والد صاحب کے فوت ہونے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ معاوضہ لے کر پنیام سے نقل مکانی کر لوں۔ ایک کنال تہہ زمینی اور 14 گز لمبا ہمارا مکان تھا، جس کا نمبر SPL293 تھا۔

تہہ زمینی سمیت مکان کا معاوضہ 1300 روپے ملا۔ ہمارا دو ایکڑ جدی ورثہ موضع تاج پور میں بھی زیر آب آ گیا تھا۔ اس رقبے کا 17 ہزار معاوضہ بنتا تھا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ جن لوگوں کا 15 ہزار تک معاوضہ بنے گا انھیں پنجاب میں ساڑھے بارہ ایکڑ رقبہ دیا جائے گا۔ میں نے پنجاب میں رقبہ لینے کیلئے بہت کوشش کی۔ درخواستیں دے دے کر تھک گیا۔ واپڈا والے رشوت مانگتے تھے۔ چنانچہ تنگ آ کر میں نے 17 ہزار معاوضہ لے لیا۔ یہ معاوضہ ہم نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ ڈیم کی وجہ سے متاثر ہونے کے بعد میں پانچ سال تک محنت مزدوری کرتا رہا۔ پھر ہمشیرہ کی شادی کر دی۔

1969 میں میرے پھوپھی زاد بھائی عبدالغفور نے سیاکھ میں مجھے پلاٹ نمبر 300 دے دیا۔ اس نے ایک سال کے بعد غالباً 70ء میں مجھ سے دو ہزار روپیہ مانگا اور کہا کہ آپ پلاٹ رکھ لیں اور میری ضرورت 2 ہزار پوری کر

دیں۔ میں نے ادائیگی کر دی۔ غلطی یہ ہوئی کہ پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ یہ لین دین سب زبانی ہوا۔ میں اسے تحریر میں نہ لا سکا۔ کیونکہ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ میرا کزن کل ایسا رویہ اختیار کرے گا۔ اسی دوران میں نے 12 گز لمبائی پر مشتمل مکان اسی پلاٹ پر تعمیر کر لیا۔ میرے دو پھوپھی زاد بھائی عبدالعزیز اور عبدالغفور اسی مکان میں میرے ساتھ قیام پذیر رہے۔

میرا کزن عبدالغفور میری والدہ کا 120 تولے چاندی کا زیوار راولپنڈی لے گیا کہ وہاں قیمت اچھی ہے، وہاں فروخت کروں گا۔ واپس آیا تو رونے دھونے لگا کہ چوروں نے زیور لوٹ لیا ہے۔ اس نے قرآن پاک پر حلف اٹھا کر یہ بات کہی (جھوٹا حلف اٹھانے کی پاداش میں یہ شخص بعدازاں پاگل ہو گیا) میں نے درزیوں کا کام شروع کر دیا اور گھر کے باہر چار دیواری بنا کر باغ لگا دیا۔

1985ء میں آزاد کشمیر اسمبلی کے عام انتخابات میں چونکہ میں نے لبریشن لیگ کے سیکرٹری جنرل چوہدری محمد سلیمان کی حمایت کی۔ اس حلقے کے مقامی راہنماؤں چوہدری یوسف اور خواجہ محمد صفدر نے مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے میرے کزن عبدالغفور کو میرے خلاف اکسا کر سب جج کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ مکان میرا تعمیر شدہ ہے۔ میرا اس پر 15 ہزار خرچہ ہوا ہے۔ میں نے اپنے ماموں زاد بھائی اللہ دتہ کو صرف عارضی طور پر رہنے کے لئے دیا تھا۔ اب میں یہ مکان واپس لینا چاہتا ہوں۔ جنوری 1986ء کو سب جج تحصیل ڈڈیال چوہدری عبدالرشید صاحب نے فیصلہ میرے حق میں کر دیا کیونکہ میرے خلاف کوئی شہادت نہ تھی۔ عبدالغفور نے 6 ماہ دس دن بعد اسی مکان کی قیمت 28000 لگا کر نیا دعویٰ سیشن کورٹ میرپور میں دائر کر دیا۔ یہاں بھی شہادتیں میرے حق میں ہوئیں۔ دعویٰ کرنے والے میرے خلاف شہادتیں پیش نہ کر سکے۔ چنانچہ دس جون 1988ء کو میرے حق میں عدالت نے فیصلہ سنا دیا۔ عبدالغفور نے ہائی کورٹ میں اپیل کر دی جس کا فیصلہ جسٹس عبدالمجید ملک نے گول مول سنایا۔ پھر میں نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں سابق چیف جسٹس محمد یوسف صراف صاحب کو وکیل کر کے اپیل دائر کر دی۔ وکیل کی فیس کیلئے 30 ہزار روپیہ زرعی بینک سے قرضہ لے لیا اور ضمانت کے طور پر پنیام کی اپنی زمین بینک کے پاس رہن رکھی۔

19 فروری 1992ء کو میرے کیس کی سماعت کے دوران سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سردار سید محمد خان نے مجھے کہا کہ آپ کے وکیل نے جو لوئر عدالتوں کے فیصلے بھیجے ہیں، یہ ہمارے ریکارڈ میں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم آپ کی اپیل مسترد کرتے ہیں۔ 25 فروری کو میں نظر ثانی کی درخواست دائر کر کے گھر آ گیا۔ گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں میرے بیوی، بچے اور گھر کا ساز وسامان سب گھر سے باہر پڑا ہے۔ بچے مجھے دیکھ کر مجھ سے لپٹ گئے اور زار و قطار رونے لگے۔ میری غیر موجودگی میں بذریعہ پولیس میرا مکان خالی کروایا گیا تھا اور میرے بچوں کو مارا پیٹا گیا تھا۔ گھر پر مستقل پولیس کا پہرہ لگا ہوا تھا۔

یہاں سے میری زندگی کا نہایت اذیت ناک دور شروع ہوا۔ میرے بچے سات برس تک مختلف لوگوں کے گھروں میں رہے اور مانگ مانگ کر کپڑے پہنتے اور پیٹ پالتے رہے۔ میں خود ایک روپے کے چنے کھا کر مسجد میں سوتا رہا۔ میں کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا۔ میں حلف دے سکتا ہوں کہ 1990ء سے پہلے دس ہزار روپیہ بطور زکوٰۃ ادا کرتا تھا۔ بعد میں یہ حالت ہو گئی کہ میں 300 روپے تین ماہ کی زکوٰۃ خود لینے لگا۔

راجہ آزاد خان کسٹوڈین تھے۔ انہوں نے 1987ء میں مجھے مقامی نادار کی حیثیت سے تین کنال کا رقبہ یہاں سیاکھ میں الاٹ کیا۔ میری الاٹ شدہ مسل وزیراعظم سیکرٹریٹ میں بذریعہ خلیل قریشی منگوائی گئی۔ اس کا وصولی نمبر 3499 تھا۔ وہ فائل خواجہ صفدر اینڈ کمپنی نے خلیل قریشی کے ذریعے وہاں سے غائب کر دی۔ میں کئی برس تک اس فائل کی تلاش میں سرگرداں رہا لیکن وہ نہ مل سکی۔ میں نے اس فائل کے بارے میں تمام اعلیٰ حکام کو درخواستیں دیں لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

میں نے 1989ء میں MDA کو پلاٹ کیلئے درخواست دی۔ دو ہزار روپیہ فیس بھی جمع کروائی۔ اس وقت ایم ڈی اے کا چیئرمین چوہدری اعظم تھا۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ وزیراعظم سکندر حیات، سینئر وزیر چوہدری یوسف اور خواجہ صفدر آپ کے خلاف ہیں وہ نہیں چاہتے کہ آپ کو پلاٹ الاٹ کیا جائے۔ اگر آپ پلاٹ الاٹ کروانا چاہتے ہیں تو آپ کو سردار سکندر حیات کو رشوت دینا پڑے گی۔ چنانچہ میں نے دس ہزار روپے ایک ایسے آدمی کو رشوت دی جو اپنا حصہ رکھ کر باقی رقم سکندر حیات تک پہنچاتا تھا۔ وہ دلال تھا پلاٹوں کے لین دین میں۔ چنانچہ 1994ء میں مجھے سیاکھ میں ایک کنال کا پلاٹ الاٹ ہوا۔ میں نے قواعد پورے کرنے کے بعد اکتوبر 1998ء کو اپنے پلاٹ پر مکان کی تعمیر شروع کی۔ اس مکان کی تعمیر میں صرف میرے دوستوں اور بھائیوں نے میری مدد کی۔ وہی میرے پرسانِ حال تھے۔ ان کی وجہ سے آج میں 22 گز مکان کا مالک ہوں۔ اس پر بس نہیں ہوئی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ MDA والے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے جہاں مکان تعمیر کیا ہے یہ سکول کی جگہ ہے۔ میں کہتا ہوں اب بھی اگر الاٹ منٹ غلط ہے تو میں یہ زمین سکول کو دے دیتا ہوں۔ اب بھی اگر ڈیم کی توسیع ہوئی تو موضع سیاکھ اور پنیام میں میری جدی زمین پندرہ کنال متاثر ہوگی۔

جنرل پرویز مشرف سے میری اپیل ہے کہ اگر بھارتی فوج نے

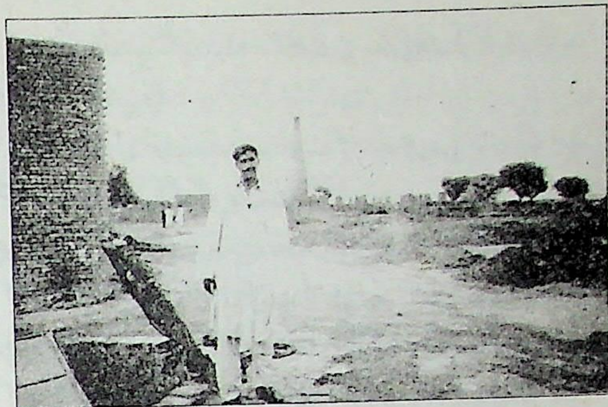
80ہزار آدمی شہید کردیئے ہیں تو آپ کس جرم کی پاداش میں ڈیڑھ لاکھ لوگوں کو بے گھر کرنا چاہتے ہیں۔اگر آپ اپنے کشمیر کاز کی ہم سے قیمت وصول کرنا چاہتے ہیں تو براہ مہربانی اپنا کشمیر کاز واپس لے لیں۔ہم ڈیم کی اپ ریزنگ کسی صورت قبول نہیں کریں گے۔ہم نے پہلے بھی بہت ظلم دیکھا ہے۔یہ ظلم ہماری آئندہ دس نسلیں بھی نہ بھول سکیں گی۔میں اگر منگلا ڈیم کے ظلم وجبر کا شکار نہ ہوتا تو میرے بچے دربدر کی ٹھوکریں نہ کھاتے اور لوگوں کے کپڑے مانگ کر نہ پہنتے۔

واپڈا کے حکام جو جھوٹے، بے بنیاد اور فرضی وعدے کر رہے ہیں، ان پر ہمیں کوئی اعتبار نہیں ہے۔کیونکہ واپڈا پہلے ہی ہمیں اپنے گھروں سے اجاڑ کر ہمیں دھوکہ دے چکا ہے۔کوئی بے وقوف کشمیری ہی ہوگا جو اب واپڈا اور حکومتِ آزاد کشمیر وحکومت پاکستان کے جھوٹے وعدوں پر یقین کرے گا۔پاکستان جو رقم منگلا ڈیم بند کی توسیع پر خرچ کرنا چاہتا ہے۔کیوں اس رقم سے 10 چھوٹے ڈیم بنا کر اپنی ضروریات پوری نہیں کرتا۔ہمیں علم ہے واپڈا والے چور، لٹیرے اور ڈاکو ہیں۔یہ اپنے ملک کے غریب عوام کا پیسہ ہضم کرنا چاہتے ہیں۔واپڈا کالا باغ ڈیم کیوں تعمیر نہیں کرواتا۔اس میں کیا امر مانع ہے۔کیا سرحدی قبائل حکومت پاکستان کے اختیار سے باہر ہیں۔حکومت ان سے تو ڈرتی ہے اور ہم کشمیریوں کو بار بار قربانی کا بکرا بناتی ہے۔میرپور کے لوگ سادہ لوح اور شریف تھے، ان میں اگر عقل اور شعور ہوتا تو وہ ڈٹ جاتے اور منگلا ڈیم تعمیر نہ ہونے دیتے۔میں منگلا ڈیم کے حوالے سے غم کی ایک عبرتناک داستان ہوں۔میں اب بھی منگلا ڈیم کی توسیع کی مخالفت کر رہا ہوں اس لئے مجھے ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے۔ہم لوگ جو منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف ہیں ہمیں دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور بتایا جا رہا ہے کہ "زبان مت کھولو" مسلم کانفرنس کے لوگ مجھے ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں چپ ہو جاؤں۔

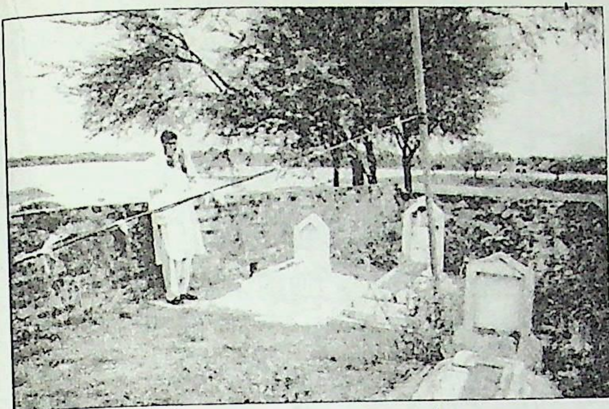
سیاکھ میں جب منگلا توسیع کے لئے سروے کرنے والی ٹیمیں آئیں تو میں نے انہیں روکا۔انہوں نے کہا کہ آپ کے لیڈر بے وقوف اور بے غیرت تھے جنہوں نے ڈیم بنوا لیا اور اپنے حقوق نہ لے سکے۔میں نے انہیں کہا یہ قیادتیں ہماری منتخب کردہ نہیں بلکہ ہر دور میں یہ ٹاؤٹ ہم پر مسلط کئے جاتے رہے اور یہاں انتخابات کے ڈرامے رچائے جاتے رہے۔

میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ مسلم کانفرنس کے لیڈر چور، ڈاکو اور حرام خور ہیں۔میں قرآن پر حلف دینے کو تیار ہوں کہ آزاد کشمیر کا سب سے بڑا ڈاکو سکندر حیات ہے۔یہ شرابی، زانی اور بدمعاش پھر ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔میں جنرل مشرف سے پوچھتا ہوں کہ تم احتساب احتساب کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے۔اب کہاں مر گیا تمہارا احتساب؟ تم نے کہا تھا آزاد کشمیر کے انتخابات سے پہلے احتساب ہوگا۔لیکن تمہارے یہ سب وعدے فضول اور جھوٹے ثابت ہوئے۔تم نے 56 کروڑ روپے ہضم کرنے والے اور میرپور کے پلاٹوں کی منڈیاں لگانے والے کو اقتدار سونپ دیا۔

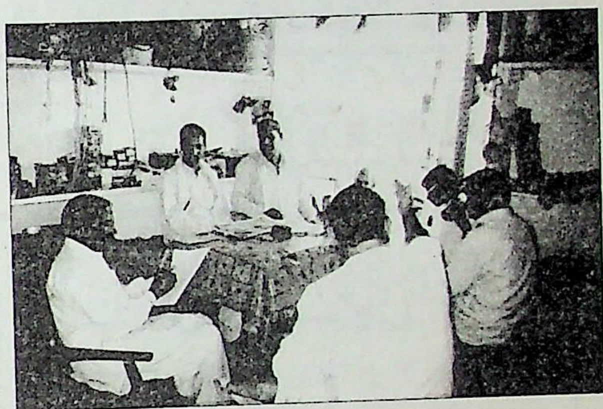
"جنرل مشرف کے سب وعدے جھوٹے ہیں۔پاکستان کے سب حکمران ہمیشہ کشمیریوں کو کند چھریوں سے ذبح کرتے رہے۔ہم پر 55 سال سے چور اور ڈاکو راج کر رہے ہیں۔یہ ہر دور میں ہمیں لوٹتے رہے ہیں اور ہم پر جبر کرتے رہے ہیں۔یہ چور لٹیرے ایک بار پھر واپڈا کے حرام خوروں سے مل کر ہم کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ہمارا عزم ہے کہ ہم یہ ظلم اب برداشت نہیں کریں گے۔ہماری نئی نسل اس ظلم کو کبھی برداشت نہیں کرے گی نہ ہی وہ پاکستان کی اندھی محبت میں گرفتار ہوگی۔ہماری نسل ہمارے اپنے وطن سے محبت کرے گی اور وطن کے خلاف ہونے والی ہر سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کرے گی۔ (انشاء اللہ)



محمد الیاس مالک بھٹہ خشت لدڑ، یہ بھٹہ ڈیم کی توسیع کی صورت میں تباہ ہو جائے گا۔



محمد الیاس اپنی بیٹی رفعت شاہین کی قبر پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔



رائے پور۔ منگلا ڈیم توسیع کے خلاف لوگ اپنے تاثرات قلم بند کروار ہے ہیں۔



چوہدری عدالت خان کا گاؤں منگلا ڈیم میں ڈوب گیا، موصوف اپنے تباہ شدہ گھر کے کھنڈرات پر عارف چوہدری کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

(فوٹو، محمد سعید اسعد)



میرہ کا بابا رحمان اور اس کی بیوی مقصود بیگم جنہیں منگلا ڈیم نے دکھوں کے سوا کچھ نہ دیا۔

چوہدری برکت علی سابق مشیر حکومت آزاد کشمیر (چکسواری)

آزاد کشمیر پاکستان کا حصہ نہیں ہے۔اس کی اپنی علیحدہ حیثیت ہے۔ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا،اس لئے سارا کشمیر ابھی غلامی کے دور سے گزر رہا ہے۔ چونکہ ہم پاکستان کے پڑوس میں بستے ہیں اور مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے دل میں پاکستانی مسلمانوں کے لئے ایک ہمدردی اور محبت پائی جاتی ہے۔لیکن اب ہماری محبت کا امتحان لیا جارہا ہے۔ یہ ہماری پاکستان سے محبت کا ہی ثبوت تھا کہ ہم نے ساٹھ کی دہائی میں اپنی سرزمین پر پاکستان کو ڈیم بنا کر خوشحالی لانے کا موقع دیا۔ موضع کلیال اور لدڑ میں ہماری 40 کنال زرعی زمین منگلا ڈیم کی نذر ہو گئی۔ اس زمین کا معاوضہ بے نام سا ملا۔ لیکن ہم نے پاکستان کی خاطر پرواہ نہیں کی۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہماری اس قربانی اور شرافت کا پاکستان نے غلط مطلب لیا ہے اور اب ایک بار پھر ہماری بچی کھچی زمینیں منگلا ڈیم کی توسیع میں ڈبونے کے منصوبے بن رہے ہیں۔ جب ڈیم بنا تھا تو ہم سے قربانی مانگی گئی تھی۔ہم نے یہ قربانی دینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔اب کی بار پھر ہم سے قربانی مانگی جارہی ہے اور ساتھ ہی دھمکیاں بھی دی جارہی ہیں کہ اگر قربانی نہ دی تو زبردستی آپ کو قربان کیا جائے گا۔

یہ کیا ہوا؟ یہ تو دھونس، دھاندلی اور جبر ہے۔اب ہم اس جبر کا شکار نہیں ہونا چاہتے۔ اب ہمیں کوئی قربانی کا مال نہ سمجھے۔ ہم نے اپنی زمینیں گھر بار اور آباؤ اجداد کی قبریں ڈیم میں ڈبو کر جو قربانی دی تھی اس کا ہمیں کوئی صلہ نہیں ملا۔

الٹا یہ قربانی ہمارے گلے پڑ گئی ہے اور شاید ہمیں کمزور اور بے بس سمجھ کر ایک بار پھر ہمیں قربانی کا بکرا بنایا جارہا ہے۔ پچھلے 35 سال سے ہمیں نہ بجلی کی رائلٹی ملی جو کھربوں میں ہے۔ نہ پانی کا آبیانہ اور نہ مچھلی کی پیداوار سے حصہ ملا۔ حالانکہ پاکستان چاروں صوبوں کو صوبوں کی آمدن سے وافر حصہ دیتا ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ آزاد کشمیر کو آج تک یہاں کی آمدن سے حصہ نہیں دیا گیا؟ منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبے نے ہمارے دلوں سے پاکستان کے لئے قربانی کا جذبہ ختم کر دیا ہے کیونکہ پاکستان کو اب ہمارے اس جذبے کی ضرورت نہیں رہی۔ اگر ہماری قربانیوں کی لاج رکھی جاتی تو ہم دوبارہ بھی قربانی دیتے لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔ یقیناً اب ہمیں اپنے بارے میں ہی سوچنا ہوگا۔ ہم کسی دوسرے کے بارے میں نہیں سوچیں گے۔ ہم اپنے گھر اجاڑ کر کسی دوسرے کو اپنے گھر سجانے کی اجازت نہیں دیں گے۔

ٹھیکیدار محمد الیاس (مالک بھٹہ خشت لدڑ)

پہلی بار جب ڈیم بنا تھا اس وقت میری لدڑ سے 40 کنال زمین ڈیم میں ڈوب گئی تھی۔اس زمین کا مجھے کوئی معاوضہ نہ ملا۔ چوہدری الف دین اور کرنل عدالت نے ہم لوگوں کے نام پر میرپور میں پلاٹ حاصل کئے اور انہیں فروخت کر کے رقم ہڑپ کر گئے۔ 1966 میں ہی جب نئے میرپور شہر کے بسانے کا منصوبہ جاری تھا میں نے الاٹ منٹ کے لئے درخواست دی تھی۔ 23 سال کے بعد 1989 میں دس مرلے کا پلاٹ الاٹ ہوا۔ وہ وقت اور آج کا وقت ابھی تک MDA نے ان دس مرلوں کی نشاندہی نہیں کی۔

میری جو زمین ڈیم میں ڈوبنے سے بچ گئی تھی اس پر میں نے 1995 میں بھٹہ لگا لیا تھا۔ بس میرا یہی ذریعہ آمدن ہے۔ میں اس بھٹے سے 24 لاکھ اینٹ چھ ماہ میں تیار کر لیتا ہوں جس کی قیمت 36 لاکھ روپے بنتی ہے۔ میرے بھٹے پر ایک ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ اب اگر منگلا ڈیم کی توسیع کی گئی تو میرا یہ ذریعہ روزگار بھی بند ہو جائے گا۔ ہماری ہی دھرتی پر ہمارا رزق ہم سے چھینا جارہا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے ؟

قربانی تو ایک بار ہوتی ہے، بار بار قربانی نہیں ہوتی۔ ہمارا پڑوسی ہمارا گلا کاٹ کر ہمیں قربان کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اب ہم اس ظلم کا شکار نہیں ہوں گے اور اگر ہمارے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم بھارت کے زیر قبضہ علاقے کی طرف ہجرت کر جائیں گے تاکہ بار بار کے اجڑنے سے جان چھوٹ جائے۔ میں نے یہ بھٹہ اپنی زمین پر لگایا ہوا ہے۔ میں اس زمین کا مالک ہوں۔ پاکستان کون ہوتا ہے میری دھرتی کو مجھ سے چھیننے والا............؟

قاضی آصف حسین (چکسواری)

1967 میں جب ڈیم بنا تھا، ہماری 55 کنال زمین ڈیم کی نذر ہو گئی تھی۔اس زمین کا معاوضہ ہمیں نہ ہونے کے برابر ملا۔ معاوضے کی اس رقم سے تو ہم اپنا مکان تعمیر نہ کر سکے۔ ہماری ڈیڑھ کنال زمین جو ڈیم میں ڈوبنے سے بچ گئی تھی اس پر ہم نے گھر بنایا، یہ زمین ڈیم کے کنارے پر ہے۔ سنا ہے کہ ہمارا مہربان ہمیں ایک بار پھر بے گھر کرنے پر تلا ہوا ہے۔

میں نے 1967 میں پلاٹ کی الاٹ منٹ کے لئے درخواست دی اور پیسے بھی جمع کروائے لیکن آپ کو شاید سن کر تعجب ہو کہ 35 سال گزرنے کے باوجود مجھے پلاٹ الاٹ نہیں ہوا۔ ہمارے خاندان کے کچھ متاثرہ لوگوں نے

میر پور میں مہنگے داموں زمینیں خرید کر مکان تعمیر کیے ہیں۔

ہم نے جو قربانی دینی تھی دے دی ہے۔ اب ہم سے دوبارہ قربانی نہ مانگی جائے۔ ڈیم کا مسئلہ حل کرنا ہے تو اس کی بھل صفائی کی جائے۔ سنا ہے بھل صفائی کے نام پر واپڈا کروڑوں روپے پہلے ہی ڈکار چکا ہے۔ اب اپنی اس حرام خوری کو چھپانے کے لئے واپڈا کے آفیسر ہمیں تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اب ہم اپنے ساتھ یہ جبری سلوک برداشت نہیں کریں گے۔

چوہدری فضل حسین روپیال (ڈھیری سلطان پور ٹھیکریاں)

منگلا ڈیم جب بنا تو ہماری 200 کنال نہایت عمدہ قسم کی زمین ڈیم کا حصہ بن گئی۔ دن رات کی کوشش کے بعد اس زمین کا 80 ہزار روپیہ معاوضہ ملا جو اس زمین کی ایک سال کی پیداوار کے برابر بھی نہیں تھا۔ کوئی متبادل زمین یا پلاٹ الاٹ نہ ہوا۔ میرا ایک چالو بھٹہ خشت بھی ڈیم میں ڈوب گیا تھا۔ اس بھٹہ کے معاوضے کے لئے مجھے عدالت میں کئی برسوں تک کیس لڑنا پڑا۔ تب جا کر کل نو ہزار روپیہ معاوضہ ملا۔

ڈوگرہ عہد کا ایک کنواں بھی ہماری ملکیت تھا۔ یہ کنواں ہمارے گاؤں میں تھا لیکن موضع ڈھیری، ڈھیرو اور ڈھیری دھمیال تینوں گاؤں کے لوگ اس کنوے سے پانی پیتے تھے۔ اس کنویں کا پانی بہت اچھا اور صاف شفاف تھا۔ اس کنویں کا صرف 3500 روپے معاوضہ ملا۔ میں اس کنویں کو کبھی نہیں بھول سکتا۔

جب ڈیم بننے کے سبب ہم بے گھر ہوئے تو ہمیں پنجاب میں زمینیں حاصل کرنے اور وہاں آباد ہونے کی پیش کش کی گئی لیکن میں نے یہ پیش کش قبول نہ کی۔ کیوں کہ میں پنجاب کے ماحول اور معاشرے سے اچھی طرح واقف تھا۔ ہم اس کیچڑ میں پھنسنا نہیں چاہتے تھے۔ لہذا میں نے اپنا وطن چھوڑ کر جانا قبول نہ کیا۔ ہمارے کچھ عزیز واقارب پنجاب میں زمینیں حاصل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ انہیں لالہ موسیٰ اور سرگودھا میں بنجر زمینیں الاٹ کی گئیں۔ لیکن وہاں کے مقامی لوگوں نے ان کے قدم نہ جمنے دیئے۔ یہ اونے پونے زمینیں بیچ کر واپس آ گئے۔ ہمارے ایک بھائی سجاول کو ڈنگے میں زمین مل گئی۔ وہاں کے مقامی لوگوں نے انہیں اتنا تنگ کیا کہ یہ زمین چھوڑ کر وطن واپس آ گئے۔ ہمارے ایک اور عزیز رحم علی کو سرگودھا میں اڑھائی مربع زمین ملی لیکن وہاں کے مقامی زمینداروں نے ان سے لڑائی جھگڑا کیا اور انہیں قتل کی دھمکیاں دیں۔ یہ ڈر کے مارے زمین چھوڑ کر واپس آ گئے۔ اب بھی اگر منگلا ڈیم کی توسیع ہوئی تو ہمارے لوگ پنجاب جانا پسند نہیں کریں گے۔ اس کے برعکس وہ مقبوضہ کشمیر جانے کو ترجیح دیں گے کیونکہ وہاں ان کے ساتھ پنجابیوں جیسا سلوک تو کوئی نہیں کرے گا۔

میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پاکستان کو کشمیر یا میر پور سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ یہ صرف کشمیر کے وسائل کو ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ کشمیری خواہ لٹیں یا تباہ ہوں، پاکستان کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ پاکستان کی موجودہ حکومت اور فوجی جرنیل واپڈا سے مل کر منگلا ڈیم کی توسیع کی آڑ میں کروڑوں، اربوں روپے ہضم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انکی نیت صاف ہو تو یہ بھل صفائی کر کے منگلا ڈیم میں پانی کا ذخیرہ بڑھا سکتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے ایسا کرنے سے انکے دوزخ نہیں بھریں گے۔

چوہدری عدالت خان (موضع ارنوع)

میں اس وقت جہاں بیٹھا آپ سے کلام کر رہا ہوں، یہ ارنوع کے موضع مولا کے کھنڈرات ہیں۔ یہ ہم جن پتھروں پر بیٹھے ہوئے ہیں یہی ہمارا گھر تھا۔ یہ ہمارا صحن تھا۔ اور یہ دوسری طرف سب مکانات تھے۔ ہر سال جب بھی ڈیم سے پانی اترتا ہے میں روزانہ اپنی بکریاں لے کر ادھر آ جاتا ہوں۔ سارا دن ان کھنڈرات پر بیٹھا رہتا ہوں اور بکریاں آس پاس چرتی رہتی ہیں۔ 35 سال پہلے جب یہ ظالم ڈیم بنا تو ہم یہاں سے اجڑ گئے تھے۔ اب بھی وہ امن زمانہ اسی طرح میری آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے۔ میں جب روزانہ یہاں آ کر بیٹھتا ہوں تو میرے سامنے یادوں کی قطاریں لگ جاتی ہیں اور پھر میں سارا دن یہاں بیٹھا ان قطاروں سے کلام کرتا رہتا ہوں۔

ڈیم نے ہماری جو زندگیاں اجاڑیں وہ امن وسکون اور محبت بھری زندگیاں تھیں۔ میں زندگی کا کون سا منظر آپ کو دکھاؤں۔ ہمارے گاؤں میں خوشی غمی کا جو بھی موقع ہوتا سارا گاؤں اُس گھر میں جمع ہو جاتا اور دکھ سکھ بانٹ لیتا۔ گاؤں والے سب چہرے ایک ایک کر کے میری آنکھوں کے سامنے پھرتے رہتے ہیں۔ صدیق، حاجی بشیر اور نور محمد وغیرہ ہمارے ہمسائے تھے۔ ہائے افسوس! ڈیم کے اس طوفان نے یہ لوگ تتر بتر کر دیئے۔

جب ڈیم بنا تو ہمیں گدو بیراج اور سندھ میں زمینیں الاٹ کی گئیں لیکن جب ہم نے وہ زمینیں وہاں جا کر دیکھیں تو ہم لوگ توبہ تاب کرنے لگے۔ لمبے سفر، گرمی کا قہر، بنجر اور بے آباد زمینیں، مرتے کیا نہ کرتے۔ ہمارے کچھ لوگ تو بادل ناخواستہ ان زمینوں پر آباد ہو گئے اور کچھ لوگوں نے اِدھر ڈیم کے کنارے ہی نیا گاؤں بسا لیا۔ اس گاؤں کا نام بھی ہم نے ارنوع ہی رکھا۔

ہمارے وہ لوگ جو سندھ اور پنجاب کے دور دراز علاقوں میں جا کر آباد ہوئے وہ انتہائی دکھ اور تکلیف کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے میں

اپنے ملک میں ہوں۔ پتھروں کی اس ڈھیری پر بیٹھا بکریاں چرا رہا ہوں اور دل مطمئن ہے۔ مجھے اس ڈھیری سے محبت ہے۔ ہمارے جو لوگ پنجاب، اور سندھ میں جا کر آباد ہوئے اب ان سے ہمارا رشتہ ناطہ بہت کمزور پڑ گیا ہے۔ اب تو ان عزیزوں کی شکلیں بھی بھولتی جا رہی ہیں۔ ہم جب بھی کبھی ان کے ہاں جاتے ہیں تو ایک دوسرے سے گلے لگ کر بہت روتے ہیں۔ ہمارے یہ عزیز چاروں طرف سے ڈاکوؤں اور وڈیروں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اب وہاں سے نکل نہیں سکتے۔ اب تو ان کی نسلیں بھی عذاب میں پھنس گئی ہیں۔ ہم جاتے ہیں تو وہ لوگ ہمیں چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کے قصے سناتے ہیں۔ وہ چوروں اور ڈاکوؤں کے علاقے ہیں۔ ہمارے مظلوم لوگوں کو جلادوں اور ڈاکوؤں کے علاقوں میں اپنی عزت وعصمت کے ساتھ ساتھ چارپائیوں اور بھینسوں کی بھی حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ چوروں اور بدمعاشوں کے خوف سے ہماری عورتیں گھروں سے باہر قدم نہیں رکھ سکتیں۔ سرگودھا کے ایک دور دراز علاقے میں ہمارے کچھ عزیز واقارب جا کر آباد ہوئے تھے۔ وہ اب ہم سے رشتہ مانگ رہے تھے لیکن ہم نے رشتہ نہیں دیا۔ کیوں کہ اتنا دور ہمارا آنا جانا مشکل ہے۔ پھر اس ماحول میں ہمارے بچے نہیں رہ سکتے۔

یہ ظالم لوگ جنہوں نے ہمارے گھر اجاڑے اور ہمارے خاندان بکھیر دیئے، اب ایک بار پھر وہی ظلم کی آندھی مچانے لگے ہیں۔ ہم نے پہلے ہی قربانی دے کر اپنے آباؤ اجداد کی قبریں پانی میں ڈبو دی ہیں اب، ہم اپنی قبریں نہیں ڈوبنے دیں گے۔ پاکستان کو ہم ہی بار بار ملتے ہیں قربانی کا بکرا بنانے کے لئے۔ وہ کالاباغ ڈیم کیوں نہیں بناتے۔

چوہدری عبدالرحمان (ڈھوک میرہ تاج پور)

میرا تعلق جاٹ برادری سے ہے۔ میں تاج پور ڈھوک میرہ کا رہنے والا ہوں۔ میں اپنی بیوی مقصودہ بیگم کے ساتھ جس کھیت میں کام کر رہا ہوں یہ ہماری زمینیں ہیں۔ اب ڈیم میں ڈوب گئی ہیں۔ ڈیم سے جب پانی اتر جاتا ہے تو ہم یہاں آ کر کاشتکاری کرتے ہیں۔ اگر پانی جلدی چڑھ آئے تو کچھ فصلیں پانی میں ڈوب کر تباہ ہو جاتی ہیں اور ہماری ساری محنت اکارت جاتی ہے۔ خوش قسمتی سے اگر پانی دیر سے چڑھے تو ہم فصل کاٹ لیتے ہیں۔

ڈیم بننے سے پہلے یہاں سب ہماری زمینیں تھیں۔ ہم زمینوں میں محنت مزدوری کر کے خوب اناج پیدا کرتے تھے۔ جس سے ہم اپنی ضروریات کے علاوہ دوسروں کی ضروریات بھی پوری کرتے تھے۔ میرے والد محمد عالم 1947ء سے پہلے بحری جہازوں میں ملازمت کرتے تھے۔ ہم پانچ بھائی تھے جن میں سے دو فوت ہو گئے ہیں۔ ایک بھائی ڈیم میں گندم کاشت کرنے کی غرض سے آرہا تھا کہ ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔

ہماری گیارہ کنال زمین ڈیم میں غرق ہوئی ہے۔ اس میں ہم سات حصہ دار تھے۔ ہمیں 300 روپے فی کنال کے حساب سے معاوضہ ملا۔ ہم تین بھائیوں کو کئی سال کی دوڑ دھوپ کے بعد سیاکھ میں ایک کنال کا پلاٹ ملا۔ اس ایک کنال پر اب تین بھائیوں کی اولاد کیسے رہ سکتی ہے۔ سیاکھ میں ایک کنال پلاٹ کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس لئے میں اپنے بال بچوں کو لیکر ڈھوک میرہ آگیا۔ میرے تین بچے اور چھ بچیاں ہیں۔ ایک بچہ اب منگیتروں میں انگلینڈ گیا ہے۔ اس کی بیوی نے اگر اچھا سلوک کیا تو وہ ایڈجسٹ ہو جائے گا ورنہ بہت مشکل ہے۔

منگلا ڈیم بننے کی وجہ سے ہم بہت مصیبت کا شکار ہوئے۔ سارا خاندان ریزہ ریزہ ہو گیا۔ پہلے سب اکھٹے تھے۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ کسی کو ذرا سی بھی تنگی تکلیف ہوتی تو سب اس کی مدد کو پہنچ جاتے۔ اب ڈیم نے ہمیں ایک ایک کر کے دور دور بکھیر دیا ہے۔ نہ ایک دوسرے کی خبر ہے۔ نہ دوسرے کو تیسرے کا پتا ہے۔ ہمارے کچھ لوگ تو پنجاب میں چلے گئے۔ وہاں انہیں پردیس کے دکھ برداشت کرنے پڑے۔ ہم جو یہاں رہ گئے ہم بھی تباہ ہو گئے۔ پہلے خوشحال تھے اپنی محنت مزدوری کر کے مزے کی نیند سوتے تھے۔ اب تو ڈیم نے ہماری نیندیں حرام کر دی ہیں۔ ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ ہم تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔

اس وقت ہم ڈھوک میرہ میں جہاں رہ رہے ہیں۔ یہ جگہ 1210 میں آتی ہے۔ تین بار ڈیم میں پانی چڑھنے کے سبب ہمارا ''میرہ'' ڈوب چکا ہے۔ 1992ء میں جب سیلاب آیا تو ہمیں آنا فانا اپنے گھر چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ ہم بھاگتے ہوئے جوتے بھی نہ پہن سکے۔ کھانا پکایا ہوا برتنوں میں پڑا رہا۔ اب بھی پانی چڑھنے کا خطرہ موجود رہتا ہے۔ اگر پانی چڑھ آئے تو ہم گھروں کو چھوڑ کر باہر ٹینٹ لگا لیتے ہیں۔ میں دل کا مریض ہوں۔ ڈاکٹروں نے دھوپ میں سخت کام کرنے سے منع کیا ہوا ہے۔ لیکن کیا کروں کام نہ کروں تو کھائیں کہاں سے۔

پاکستان والے ہمیں انسان نہیں بھیڑ، بکریاں سمجھتے ہیں۔ ان کا جب جی چاہتا ہے ہمارا گلا کاٹ لیتے ہیں۔ کوئی بولنے والا نہیں، کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ ڈیم اونچا نہیں ہونا چاہیے۔ ہم پہلے ہی لٹے ہوئے لوگ ہیں۔ ڈیم اونچا ہوا تو ہم کدھر جائیں گے۔ خدا کے واسطے ہمیں اس ظلم سے کوئی نجات دلائے۔

محمد صادق ولد باوا حاجی محمد قاسم (گاؤں بھیلی)

ہمارا گاؤں ''گوڑھا'' دریائے پونچھ کے کنارے پیٹھ گاؤں کے قریب تھا۔ڈیم بننے کی وجہ سے ہم لوگوں کو اپنا علاقہ چھوڑنا پڑا۔بس پھر ہم ایسے خستہ حال ہوئے کہ آج تک زندگی میں سکون نہیں ملا۔ہمیں وہاں (پنجاب میں) تھوڑی سی زمین ملی لیکن وہ ہمارے لئے ناکافی تھی۔ہم برادری کے کافی گھرانے متاثر ہوکر وہاں گئے تھے۔ہمارے لوگوں نے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے وہاں زمینیں خریدیں لیکن ان سے بہت برا سلوک ہوا۔نہ وہ زمینوں کے قبضے لے سکے اور نہ ہی وہاں سکون سے آباد ہوسکے۔کیوں کہ ہمارا رہن سہن اور رویہ وہاں کے لوگوں سے بہت مختلف تھا۔وہ بدمعاش اور ڈاکو قسم کے لوگ تھے۔

وہاڑی میں ہمارے کنبے نے 15 مربع زمین خریدی، یہ زمین نواب علی محمد کی تھی۔نواب علی محمد اور وہاں کے ورک قبیلے کے تعلقات انتہائی کشیدہ تھے۔ کیونکہ ورکوں نے نواب کے بھائی کو قتل کیا ہوا تھا۔نواب ورکوں کے خوف سے خود وہاں سے بھاگا ہوا تھا،ورک اس کی زمین پر قابض تھے۔ورکوں نے ہمیں یہ زمین فروخت کردی۔ہمیں زمین کے اس تنازعہ کا علم اس وقت ہوا جب ہم زمین خرید چکے تھے۔ہم نے ادائیگی کردی۔جب زمین کے کاغذات بنوائے گئے تو وہاں کے ڈاکوؤں کے ایک سردار ''بہادرا'' نے پہلے تو ہمیں زمین چھوڑ کر بھاگ جانے کو کہا لیکن جب ہم نے زمین نہ چھوڑی تو کیس عدالت میں چلا گیا۔ان ڈاکوؤں نے ہمارے کچھ آدمی شہید کردیئے۔ہم بڑی عجیب مصیبت میں پھنس گئے۔ان زمینوں کے جھگڑے آج تک چل رہے ہیں۔ہمارے کچھ لوگ طویل عرصے سے قید بھی کاٹ رہے ہیں۔

جو زمین میں نے 1966ء میں خریدی، اس زمین کا قبضہ ایک طویل عدالتی لڑائی کے بعد 1990ء کے بعد مجھے ملا۔عدالتوں میں ہمارے ساتھ جو سلوک ہوا وہ انتہائی شرمناک ہے۔مجھے پہلی بار شدید احساس ہوا کہ پاکستان کا عدالتی نظام کتنا گندہ ہے۔جج کتنے بدقماش ہیں اور رشوت کا دور دورہ ہے۔جج ہم سے منہ مانگی قیمت رشوت لیتے اور پھر گول مول فیصلہ دے دیتے۔اس عدالتی فیصلے سے فائدہ اٹھا کر قابضین ہمیں زمین کا قبضہ نہ دیتے۔جب 90 میں ہمیں قبضہ ملا تو قابضین کو بھی ہمیں بھاری رشوت دینا پڑی۔ان کا سامان ہمیں خود شفٹ کرنا پڑا۔شفٹنگ کا تمام کام انہوں نے ہم لوگوں سے کروایا۔جب وہ زمین چھوڑنے لگے تو ان ظالموں نے اس زمین سے تمام درخت کاٹ لئے جو لاکھوں کی مالیت کے تھے۔

ورک بڑے ظالم لوگ ہیں۔انہوں نے زمین کے تنازعہ میں ہمارے کئی لوگ شہید کردیئے۔اس ماحول میں میرے لئے وہاں رہنا بڑا مشکل تھا۔چنانچہ میں اپنے کنبے کو لے کر واپس بھیلی آ گیا۔اور یہاں سر چھپانے کے لئے جگہ مل گئی۔میں اپنی وہاڑی کی زمین متاثرین منگلا ڈیم کو ٹھیکے پر دے آیا ہوں۔

چوہدری محمد رفیق ولد کرم الٰہی (ساکن اوناع ڈھوک)

منگلا ڈیم بننے سے پہلے ہم چار بھائیوں کی زمین ساٹھ ستر بگے تھی۔ ہماری پندرہ بگے زمین ڈیم میں ڈوب گئی۔ہمیں اس زمین کا نوسو روپے فی کنال معاوضہ ملا جو بہت کم تھا۔میں نے اڑھائی لاکھ روپے فی کنال اوناع میں ہی سڑک کے کنارے زمین خریدی۔اس وقت جہاں آپ بیٹھے ہیں یہ جگہ 1210 سے باہر ہے۔ہم نہیں چاہتے کہ ڈیم کی توسیع کی جائے۔کیوں کہ اگر ڈیم کی توسیع کی گئی تو ہماری یہ ساری زمین ڈیم میں ڈوب جائے گی اور ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ڈیم بنانے والے ظالموں نے پہلے بھی ہم سے جھوٹے دعوے کیے تھے اور اب بھی سنا ہے وہ وعدے کر رہے ہیں۔ہمیں ان جھوٹے لعنتیوں کے وعدوں پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔اب ہم نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم ان کے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ہم کٹ مریں گے لیکن اپنی اس دھرتی کو نہیں چھوڑیں گے۔کیوں کہ ہماری اس زمین جیسی کوئی دوسری زمین نہیں ہوسکتی۔

منگلا ڈیم بننے کے نتیجے میں ہمارے جو لوگ پنجاب اور سندھ میں گئے انہیں وہاں کے لوگ نہایت حقارت اور نفرت سے دیکھتے ہیں۔وہ انہیں ڈیمی اور کشمیری مہاجر کہہ کر پکارتے ہیں۔اب بھی ہمارے جو شناختی کارڈ بنے ہیں ان پر ہمیں مہاجر لکھا گیا ہے۔

جب منگلا ڈیم بنا تھا، ہم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ ہمیں بجلی مفت ملے گی۔کہاں ہمیں مفت مل رہی ہے؟ ہمیں تو پاکستان سے بھی مہنگی بجلی مل رہی ہے۔ پاکستان میں بڑے بڑے شہروں میں چلے جائیں تو وہاں لوڈ شیڈنگ ہوتی ہی نہیں اور یہاں ہر وقت لوڈ شیڈنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔پاکستان نے ہمارے دریاؤں پر بند بنائے اور وہاں سے بجلی پیدا کر کے اپنی تجوریاں بھریں، ہمیں کچھ نہ دیا۔ دیکھیں ہماری سڑکیں کتنی خستہ حال ہیں۔اگر یہ ہمارے وسائل ہمارے اختیار میں ہوتے تو ہم انہیں اپنی تعمیر وترقی کے لئے استعمال کرتے۔یوں آج ہماری یہ خستہ حالی نہ ہوتی۔منگلا ڈیم کی تعمیر اور پھر اب توسیع کے معاملے میں پاکستان نے ہمارے ساتھ جو سلوک روا رکھا ہے یہ انتہائی شرمناک ہے۔ہندوستان یہ سوچ رہا ہے کہ پاکستانیوں کے ناروا سلوک سے تنگ آ کر کشمیری ایک بار پھر ہندوستان سے

اسی طرح مدد مانگیں گے جس طرح انہوں نے 1947ء میں ریاست پر پاکستان کی طرف سے قبائلی حملے کے نتیجے میں مدد مانگی تھی۔

منگلا ڈیم جب بنا یہاں سے اجڑ کر ہمارے ڈیڑھ سو گھرانے پنجاب کے مختلف علاقوں، ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرانوالہ اور وزیر آباد وغیرہ میں گئے۔ وہاں کے مقامی لوگوں نے ان کے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ وہ وہاں عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ وہاں خوف کے مارے اونچے اونچے گھر بناتے ہیں۔ اونچی اونچی دیواریں بناتے ہیں۔ مقامی لوگ کہتے ہیں یہ مہاجر ہیں یہ انگلینڈیئے ہیں۔ ان کے پاس پیسہ ہے۔ اس خوف کے سبب ہمارے لوگ وہاں ڈر کر رہتے ہیں۔ ہمارے ایک کنبے کی بیٹی کو وہاں کے ایک بدمعاش چوہدری نے اغواء کرنے کی کوشش کی۔ وہ بے چارہ عزت بچانے کے لئے وہاں سے سب کچھ چھوڑ کر یہاں واپس آ گیا۔

ہم لوگ پنجاب میں نہیں رہ سکتے۔ پنجاب کا کلچر ہمارے کشمیری اور خاص کر میرپور کے کلچر سے بہت مختلف ہے۔ پنجابی لوگوں کا طرز زندگی ہمارے لوگ اختیار نہیں کر سکتے۔ ہماری زمین بہت زرخیز ہے۔ ہم یہاں سے چاول، گنا، مکئی، باجرہ، تمام قسم کی سبزیاں اور مویشیوں کے لئے چارہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ زمین ہر فصل پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ان زمینوں کو ہم جس کنوئیں سے سراب کرتے ہیں یہ 100 فٹ گہرا ہے۔ اس میں کافی پانی ہوتا ہے۔ ڈیم اوپر آ جاتا ہے تو پانی بھی بہت اوپر آ جاتا ہے۔ اور اب جبکہ منگلا ڈیم خشک ہوا ہے پانی 100 فٹ نیچے چلا گیا ہے۔ مجھے اگر کسی ملک کی بادشاہی دے کر یہ زمین چھوڑنے کا کہا جائے تو میں اُس بادشاہی پر اپنی زمین کو ترجیح دوں گا۔

شاہ محمد (ساکن سیاکھ)

ہم 1947ء میں تحصیل مہنڈھر کے موضع اچھاہد سے ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں۔ ہم وہاں سے پندرہ کنبے بے گھر ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ ہم لوگ ڈھیری نالہ کوٹلی میں شیر باز نامی آدمی کے گھر قیام پذیر رہے۔ پھر ہم براستہ سہنسہ سیاکھ آئے۔ سیاکھ دھرم سالہ میں سر چھپانے کی جگہ ملی۔ ہمارے مال مویشی پیچھے رہ گئے تھے جنہیں لانے کے لئے والد صاحب گئے تھے۔ وہ راستے میں آتے ہوئے سہنسہ میں انتقال کر گئے۔ میری عمر اس وقت پانچ برس ہوگی۔ سیاکھ دھرم سالہ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد ہمیں پیل میں بخشی موتی رام اور رام داس کے مکانات میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت مل گئی۔ ہم لٹے پٹے اور خانماں برباد لوگ تھے۔ گورنمنٹ آزاد کشمیر نے آدھ پاؤ فی کس کے حساب سے ہمیں راشن مقرر کر دیا۔ دو سال تک یہ راشن ہمیں ملتا رہا۔ ہمارے لوگ محنت مزدوری بھی کرتے رہے۔ پھر جب حکومت نے مہاجرین کو الاٹ منٹس کیں ہمیں متروکہ رقبہ الاٹ ہوا۔ البتہ جن مکانات میں ہم رہ رہے تھے وہ ہمیں الاٹ نہ کئے گئے۔

سندھ طاس معاہدے کی رو سے منگلا ڈیم بنایا گیا تو ہم سے وعدہ کیا گیا کہ ہمیں بھاری معاوضے اور متبادل زمینیں دی جائیں گی۔ ہمیں کہا گیا تھا کہ جس آدمی کی چار کنال زمین متاثر ہوگی اسے 100 کنال دی جائے گی۔ انہی سہانے خوابوں کو دیکھ کر ہمارے کنبے کے کچھ لوگ پنجاب چلے گئے لیکن وہ بے چارے وہاں جا کر بہت پچھتائے۔ وہاں کے مقامی لوگوں نے انہیں ہراساں کیا اور مار بھگایا۔ وہاں غنڈہ گردی، لاقانونیت اور وڈیرہ شاہی عام تھی۔ ہمارے لوگ امن پسند اور شریف تھے۔ یہ وہاں زمینوں کے قبضے نہ لے سکے اور واپس آ گئے۔ ہم جن مکانات میں رہ رہے تھے ان کا معاوضہ بھی نہ ملا۔ اور کہا یہ گیا کہ چونکہ آپ کو یہ مکانات الاٹ نہیں ہیں اس لئے آپ معاوضے کے حقدار نہیں ہیں۔ جب مکانات کے معاوضے کی بات چلی تو یہ انکشاف ہوا کہ جن متروکہ مکانات میں ہم رہ رہے ہیں یہ یہاں کے مقامی پٹواری شاہ ولی کے نام الاٹ ہیں۔ چنانچہ ان مکانات کا معاوضہ شاہ ولی نے حاصل کیا۔

میں نے متاثرہ منگلا ڈیم کی حیثیت سے اپنے کنبے کے لئے سیاکھ میں ہی 39 کنال رقبہ الاٹ کروایا۔ یہ بھی سکیل سے بہت کم تھا۔ ہمارے کنبے کا سکیل 69 کنال بنتا تھا۔ چوں کہ رقبہ کم الاٹ ہوا تھا لہٰذا میں نے دوبارہ لڑائی لڑی اور 21 کنال مزید الاٹ کروالیا۔ اس وقت میرے پاس صرف 11 کنال رقبہ باقی ہے۔ میں نے اپنے نام باقی رقبہ ہائی سکول کی تعمیر کے لئے دے دیا ہے۔

ڈیم بناتے وقت ہم سے جو وعدے کئے گئے تھے وہ بالکل پورے نہیں کئے گئے۔ بجلی اور پانی بھی ہمیں نہ مل سکا جس کی خاطر ہم نے قربانی دی۔ اب حکومت ایک بار پھر ہمیں اجاڑنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ حکومت پہلی ڈگر پر نہ چلے۔ ہمارے زخم اب بھی تازہ ہیں۔ حکومت ان پر نمک پاشی نہ کرے۔ حکومت تو عوام اور ملک کی محافظ ہوتی ہے۔ یہ کیسی حکومت ہے کہ ملک اور عوام کا سودا کرنے اور انہیں اجاڑنے پر تلی ہوئی ہے۔ اپنے عوام کے مفادات کا تحفظ اور ملک کی بقا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر حکومت خود ہی ملک دشمنی کرنے لگے تو پھر وہ عوام کی حکومت نہیں رہتی بلکہ کسی دوسرے کی دلال بن جاتی ہے۔ منگلا ڈیم کی توسیع کے نام پر حکومت عوام دشمنی اور ملک دشمنی کا خطرناک کھیل کھیل رہی ہے۔ معاف کرنا! میں آپ سے جو گفتگو کر رہا ہوں یہ صرف میرے ذاتی جذبات نہیں ہیں بلکہ ان سب لوگوں کے جذبات ہیں جو حکومتی جبر کا نشانہ بن رہے ہیں۔ حکومت لوگوں پر جبر کر کے ڈیم اونچا کرنا چاہتی ہے۔ لوگ اس کی توسیع نہیں چاہتے۔ اپنے گھر اجاڑ کر دوسروں کو ہم سکھ چین کیوں دیں۔

حاجی عبدالخالق (چھتروہ)

میں پاکستان کے مختلف علاقوں میں گیا۔ وہاں مجھے یہ احساس ہوا کہ یہاں لوڈشیڈنگ بہت کم ہوتی ہے۔ وہاں مقامی لوگوں سے پوچھنے پر اس امر کی تصدیق ہوئی کہ یہاں لوڈشیڈنگ بہت کم ہوتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھار ہوتی ہے۔ اس طرح وہاں کے لوگوں کے بجلی کے بلات بہت کم آتے ہیں۔ اس کے برعکس یہاں ہمارے علاقے میں بجلی اکثر اوقات غائب رہتی ہے اور جب آتی ہے تو نہایت ڈم قسم کی ہوتی ہے۔ گویا کوئی دیا جل رہا ہے۔ پھر ہر ماہ بعد بھاری بھاری بلات صارفین سے وصول کیے جاتے ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ اس مالی سال کے اختتام پر محکمہ برقیات ڈڈیال کو ماہ جون میں واپڈا کی طرف سے ٹاسک دیا گیا ہے کہ ڈڈیال سب ڈویژن سے 10 کروڑ روپیہ بجلی کے بلات کی صورت میں جمع کیا جائے۔ واپڈا اور برقیات والوں نے تجوریاں بھرنے کے لیے لوٹ کھسوٹ اور ظلم و جبر کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ لوگوں کو اس طرح لوٹ رہے ہیں جس طرح ان کا کوئی والی وارث نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم لاوارث اور بے آسرا ہو چکے ہیں، ہمیں مختلف حیلوں بہانوں سے دن رات لوٹا جا رہا ہے۔

ہمیں منگلا ڈیم کی تعمیر سے دکھ، اذیتیں اور عذاب ہی ملے۔ ہم لوگ منگلا ڈیم بننے سے بھی بہت پہلے برطانیہ میں بسلسلہ روزگار گئے ہوئے تھے۔ برس ہا برس اور نسل درنسل میر پور کے ہمارے ہم وطنوں نے جو جمع پونجی بنائی اسے ڈیم تعمیر کرتے وقت بھی غرق کر دیا گیا اور اب ڈیم کی توسیع کی آڑ میں ایک بار پھر ہمیں تباہ کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ دیکھیے کتنا ظلم ہے کہ ہم نے اپنے گھر بار، آباؤ اجداد کی قبریں، مسجدیں، عبادت گاہیں اور سبز و شاداب کھیتیاں منگلا ڈیم کی خاطر قربان کر دیں اور اس کے بدلے میں ہمیں کیا ملا؟ ہمیں تو منگلا ڈیم کی مچھلی بھی کھانے کو دستیاب نہیں۔ مقامی لوگوں کے لیے مچھلی پکڑنا منع ہے۔ پاکستان کے ٹھیکیدار یہ مچھلی پکڑ کر لے جاتے ہیں اور یہ سارے پاکستان میں فروخت ہوتی ہے۔ ہم اس ڈیم میں کھڑا پانی دیکھتے رہتے ہیں یا پھر پانی جب اتر جاتا ہے تو دلدل دیکھتے ہیں جس میں ہمارے لوگ فصل کاشت کرنے کی کوشش میں پھنس کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور ہمارے مال مویشی بھی اس دلدل میں پھنسے رہتے ہیں۔ سیاکھ میں میلہ تھا، وہاں میں بھی گیا ہوا تھا۔ وہاں اعلان ہوا کہ ڈیم میں 15 بھینسیں پھنسی ہوئیں ہیں وہ قریب المرگ ہیں جس کی ہوں وہ جا کر انہیں نکال لائے۔

منگلا ڈیم بننے کے نتیجے میں بجلی تو پیدا ہوئی لیکن اس بجلی کا ہمیں کیا فائدہ ہے؟ فائدہ تو پنجاب اور سندھ کا جاگیردار، زمیندار اور سرمایہ دار اٹھا رہا ہے۔ ہم تو بلوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں۔ ہم بجلی کم استعمال کریں یا زیادہ برقیات والے بل اپنی مرضی سے وصول کرتے ہیں۔

ایک آدمی انگلینڈ سے آیا وہ اپنا مکان بند چھوڑ کر گیا تھا۔ اسے 24 ہزار روپے بجلی کا بل بھیج دیا گیا۔ وہ سرپیٹ کر رہ گیا۔ ہم لوگ میٹر اور تاریں وغیرہ اپنے گھر سے لگاتے ہیں۔ برقیات والے ہمیں کچھ نہیں دیتے۔ انگلینڈ میں گیس اور بجلی کے بلات حکومت کی پراپرٹی ہوتی ہے۔ لہٰذا حکومت یہ سہولتیں فراہم کرنے کے لئے تمام اخراجات خود کرتی ہے۔ یہاں معاملہ برعکس ہے۔ بجلی کے جملہ اخراجات کے علاوہ چھتروہ میں تمام ترقیاتی کام کاج ہم لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت کروائے۔ چھتروہ سکول کی عمارت، ڈسپنسری، سڑکیں، گلیاں اور ڈاکخانے وغیرہ کی عمارت جیسے سب کام ہم نے باہمی تعاون سے کئے۔ اس میں حکومت نے ایک پیسہ بھی استعمال نہ کیا۔

گرلز کالج ڈڈیال کی عمارت سوا کروڑ روپے میں تعمیر ہوئی۔ اس کالج کا تمام خرچہ مقامی لوگوں نے برداشت کیا۔ ڈاکٹر اختر علی اس منصوبے کے نگران تھے۔

اخبارات میں ان دنوں تبصرے ہو رہے ہیں کہ منگلا ڈیم کا توسیعی معاہدہ حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس سے خطے میں تعمیر و ترقی کا انقلاب آ جائے گا۔ یہ خبریں جاہل، ان پڑھ اور ٹاؤٹ ذہنیت کے لوگ دے رہے ہیں۔ ورنہ ایسی تو کوئی بات نہیں۔ یہ معاہدہ جس کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ کیوں کہ وزیراعظم آزاد کشمیر یا صدر آزاد کشمیر نے تو اس پر دستخط ہی نہیں کئے۔ حکومتِ پاکستان نے اپنے ایک آفیسر "چیف سیکرٹری" سے دستخط کروا کر ڈرامہ رچایا گیا ہے۔ اس ڈرامے کا ہمارے لوگوں کی تباہی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ توسیع کی آڑ میں لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالا جائے گا تو ایک حشر برپا ہوگا۔ لوگ مسائل، مشکلات کی دلدل میں ایسے پھنس جائیں گے کہ نسل در نسل ان مسائل سے جان نہیں چھڑا سکیں گے۔ جن لوگوں کو ڈڈیال کے پہاڑی ٹیلوں پر آباد کیا جائے گا۔ وہ پانی کہاں سے پیئیں گے۔ 35 برس پہلے بننے والے ڈڈیال کی آبادی کو آج تک پانی نہیں مل سکا۔ ڈڈیال میں لوگ پانی خرید کر پیتے ہیں۔

برطانیہ میں اگر کسی کا مکان یا زمین ترقیاتی منصوبے میں آتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ اس کے بدلے میں اسے زندگی کی بہتر سہولتیں ملیں گی۔ کیوں کہ برطانیہ میں یہ قانون ہے کہ سروے کے بعد متاثرہ لوگوں کو متبادل مکانات اور معاوضہ جات پہلے دیئے جاتے ہیں۔ پھر تعمیر شروع ہوتی ہے۔ کسی متاثرہ آدمی کا مکان گرانے سے پہلے اس امر کی تسلی کر لی جاتی ہے کہ وہ متبادل جگہ پر بخوشی آباد ہو چکا ہے۔ یہاں قانون الٹ ہے۔ یہاں پہلے لوگوں کو اجاڑا جاتا ہے۔ پھر ان سے کلیم داخل کروانے کو کہا جاتا ہے اور برس ہا برس تک یہ کلیم جمع ہوتے رہتے ہیں اور

متاثرین رُلتے رہتے ہیں۔

اس لئے ہمارا یہ موٴقف ہے کہ منگلا ڈیم کی توسیع نہ کی جائے۔لوگوں کو تباہ و برباد نہ کیا جائے۔ان سے جھوٹے وعدے نہ کئے جائیں۔لوگوں کو بھی حکومتی پراپیگنڈا کا شکار ہو کر دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔بلکہ سابقہ حالات و واقعات کی روشنی میں حکومت سے امیدیں وابستہ کرنے کے بجائے توسیعی منصوبے کے خلاف ڈٹ جانا چاہیے۔کیونکہ اس میں لوگوں کی فلاح و بہبود موجود ہے۔حکومتی پیکیج محض ایک ڈھونگ اور فراڈ ہے۔اس فراڈ سے عوام کو خبردار رہنا چاہیے۔

مستری محمد فاضل ٹھیکیدار (ڈھوک مستریاں)

میں سابقہ متاثرہ منگلا ڈیم ہوں۔ میرے گاؤں کا نام ڈھوک مستریاں تھا، جسے عام طور پر ''بناں گراں'' کہہ کر پکارتے تھے۔ بنا گراں اسے اس لئے کہتے تھے کہ یہ ہماری وادیء ہل بگام کے جنوب میں واقع تھا۔ہل بگام اس خطے کی نہایت خوبصورت اور زرخیز ترین وادی تھی۔ہل کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ یہاں لکڑی کی بہت بڑی منڈی تھی۔دریائے جہلم کے راستے جتنی لکڑی کشمیر کے جنگلوں سے لائی جاتی تھی۔وہ اسی مقام پر پکڑ کر پنجاب تک سپلائی ہوتی تھی۔ یہاں ایک ٹیکس چوکی بھی تھی۔انگریزی علاقے سے جو مال ریاست میں لایا جاتا اس کی یہاں جانچ پڑتال ہوتی اور ٹیکس لگتا اور ریاست سے جو مال انگریزی علاقے میں سپلائی کیا جاتا وہ بھی یہاں سے ہی ہوتا۔اس حوالے سے ہماری وادی کو ریاست کے مرکزی دروازے کی حیثیت حاصل تھی۔لیکن افسوس صد افسوس! آج یہ ساری وادی منگلا ڈیم کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب چکی ہے۔اس وادی کے جو چیدہ چیدہ گاؤں غرقاب ہوئے ہیں۔ ان میں ڈھوک مستریاں، ڈھوک راجگان، بلیترا، موڑی، چھپراں، ڈھوک ملاحاں، ڈھوک بنگیاراں، ڈھوک موچیاں، جواہل، کھیڑی اور بن راجگان وغیر شامل تھے۔منگلا ڈیم کے پانی نے یہ سب گاؤں نگل لئے ہیں۔

ہمارے گاؤں ''ڈھوک مستریاں'' میں 15,14 گھر تھے۔ مجھے اپنے گھر اور زمین کا صرف 8 سو روپے معاوضہ ملا۔ہم کسی صورت میں منگلا ڈیم کی تعمیر کے حق میں نہیں تھے،ہمیں زبردستی گھروں سے نکالا گیا۔ہم نہتے، بے بس اور کمزور تھے۔ ہماری قیادت جرأت مند نہ تھی۔ یہ قیادت منگلا ڈیم مخالف تحریک کو کامیاب نہ بنا سکی۔نتیجتاً ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا۔

اپنے آبائی گھروں سے اجڑ کر ہم بے حال ہو گئے۔ہمارا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ ہر سو افراتفری مچی ہوئی تھی۔جن لوگوں کے مکانات اور زمینیں ڈوب رہیں تھیں ان کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہ تھا۔واپڈا کے اہل کاروں نے مظلوم اور بے بس لوگوں کو دھکے مار مار کر گھروں سے نکالا۔ ہمارے ساتھ وعدے کئے گئے تھے کہ آپ کو خوبصورت اور جدید طرز کے شہر بنا کر دیئے جائیں گے۔ پانی اور سڑکوں کے جال بچھائے جائیں گے اور بجلی مفت مہیا کی جائے گی۔افسوس! یہ سارے وعدے جھوٹے اور بے بنیاد ثابت ہوئے۔یہ ہماری کمزوری اور کم عقلی تھی کہ ہم نے ان وعدوں پر اعتبار کر لیا تھا۔اگر ہمیں علم ہوتا کہ ہمارے ساتھ یہ دھوکہ ہوگا تو ہم مر جاتے،تباہ ہو جاتے، پانی میں غرق ہو جاتے مگر اپنے گھروں کو کبھی نہ چھوڑتے۔

ہمارے گاؤں کے سب لوگوں نے مل کر اپنی مدد آپ کے تحت ڈیم کے کنارے نئی بستی آباد کر لی۔اور اس کا نام بھی ڈھوک مستریاں رکھا۔ہمیں جدید کالونیاں اور جدید سہولتیں کہیں نظر نہ آئیں۔مفت بجلی کے بجائے ہمیں نہایت مہنگے داموں بجلی دی جا رہی ہے۔ایک سو روپے کی بجلی استعمال کریں گے تو 400 روپے بل آجاتا ہے۔ہم تمام گاؤں والوں کے پاس گھروں کے علاوہ کوئی زمین نہیں۔ پہلے ہم خوشحال تھے،اب بے حال ہو گئے ہیں۔ اس وقت عمارتی لکڑی سے لیکر اناج اور سبزیوں تک ہم ہر چیز خود پیدا کرتے تھے۔اب زندگی کی ضرورت کی ہر چیز ہمیں بازار سے خریدنا پڑتی ہے۔ہمارا گاؤں ڈیم کے کنارے پر ہونے کے سبب کئی بار ہمارے بچے ڈیم میں گر کر ہلاک ہوئے ہیں۔

اب ہمارے گاؤں میں تقریباً اڑھائی سو آبادی ہے۔ہمارے گاؤں کا ایک آدمی بھی اب منگلا ڈیم کی توسیع کے حق میں نہیں ہے۔ڈیم کی توسیع ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم اور زیادتی ہے۔اب اگر توسیع ہوئی تو ہم کہاں جائیں گے؟ ہمارے گاؤں کے کنویں سے 6 گاؤں پانی پیتے ہیں۔اب یہ کنواں بھی توسیعی منصوبے میں شامل ہے۔تو پھر پانی کا واحد ذریعہ بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ منصوبہ ہمارے ساتھ جبر اور زیادتی کا منصوبہ ہے۔حکومت اور واپڈا والے جو وعدے کر رہے ہیں ہمیں ان پر کوئی اعتبار نہیں۔ متاثرین کے حصے کا پیسہ سیاسی ٹاؤٹ اور مفاد پرست عناصر کھا جائیں گے۔ جب ڈیم کی توسیع کرنے والی ٹیم یہاں آئی تو ہم نے ان لوگوں سے پوچھا ''ڈیم اونچا ہونے کے بعد ہم کہاں جائیں گے تو وہ لوگ کہنے لگے۔ ہمیں اس بات کا کوئی علم نہیں''۔

چوہدری عبدالرشید (چھتروہ)

ڈیم بننے کی وجہ سے ہمارے علاقے کا بیڑا غرق ہو گیا۔اب اس کی توسیع تو ہمارے رہے سہے علاقے کا نشان بھی مٹا دے گی۔ یہاں ہر طرف

بستیوں میں پانی ہی پانی پھیل جائے گا۔ کچھ جگہوں پر آبادیاں جزیرہ بن جائیں گی۔ سوسوگز کے فاصلے پر آنا جانا مشکل ہو جائے گا۔ آبادیاں کٹ جائیں گی تو زندگی انتہائی دشوار گزار ہو جائے گی۔

محکمہ برقیات کے ہاتھوں لوگ تنگ آچکے ہیں۔ میں اپنے گاؤں کا ٹرانسفارمر تین مرتبہ اپنی جیب سے ٹھیک کروا چکا ہوں۔ ایک مرتبہ ٹھیک کروانے پر تقریباً 20 ہزار روپے خرچ آتا ہے۔ لائن مین اور دیگر اہل کار خود ڈھونڈ کر لانے پڑتے ہیں۔

چھتروہ کی نوسوفٹ سڑک میں نے 40 ہزار میں اپنی جیب سے تعمیر کروائی۔ ہمارے علاقے میں حکومت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہاں پر کام لوگ اپنی مدد آپ کے تحت کر رہے ہیں۔ تحصیل میر پور اور تحصیل ڈڈیال ڈیم بننے کے سبب سراسر خسارے میں گئی ہیں۔ اس ڈیم کے سبب حکمرانوں اور پلاٹ مافیاں نے اپنی تجوریاں تو بھر لیں لیکن لوگوں کو کوئی سکون واطمینان نہ مل سکا۔ عام آدمی کی زندگی سے سکون و آرام جاتا رہا۔ اگر ہم لوگ اپنی ہمت اور بل بوتے پر بیرون ملک جا کر اپنی روزی روٹی کا بندوبست نہ کرتے تو ہم بھوکے مرجاتے۔ ہمارا کوئی پرسانِ حال نہ ہوتا۔ ہمارے حکمران چور اور لٹیرے ہیں۔ یہ وطن فروش اور دھرتی ماں کو بیچنے کے درپے ہیں۔ حکمران اگر اپنے عزائم میں کامیاب ہو گئے تو ہمیں کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔ لہٰذا ہمیں اپنے حکمرانوں کے گھناؤنے عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے متحد ہونا ہوگا۔

حادثے میں میرا دایاں بازو بھی کٹ گیا۔

ہم ڈیم بننے کے حق میں بالکل نہیں تھے۔ ہمارے ساتھ حکومت پاکستان اور حکومت آزاد کشمیر نے سخت زیادتی کی۔ ہماری آہ وفریاد بالکل نہ سنی گئی۔ اس میں آزاد کشمیر کے لیڈروں کا کردار بڑا گندہ ثابت ہوا۔ لیڈروں نے اپنے مفادات کی خاطر ہمارا سودا کیا۔ اور ہمیں بے رحم قصائی کے سامنے ڈال دیا۔ اگر ہمارے لیڈروں میں شرم وحیا اور غیرت ہوتی تو وہ کبھی بھی ڈیم تعمیر نہ ہونے دیتے۔ کیوں کہ ہم اپنے گھروں سے اجڑنے پر تیار نہ تھے۔ ہم اپنے آباؤ اجداد کی قبریں پانی میں ڈبونا نہیں چاہتے تھے۔ ہمیں لاوارث اور یتیم سمجھتے ہوئے پاکستان کے ظالم اور جابر حکمرانوں نے ہماری امیدوں اور آرزوؤں کا خون کر دیا۔ ہمارے نام نہاد لیڈر تماشا دیکھتے رہے۔ اسلئے اب ان لیڈروں سے میرا اعتماد اٹھ گیا ہے۔

پاکستان نے منگلا ڈیم کی توسیع کا جو منصوبہ بنایا ہے۔ یہ بھی ظلم وجبر کی نئی تاریخ دہرائی جا رہی ہے۔ ہم بالکل توسیع نہیں چاہتے۔ پہلے ہم نے قربانی دی لیکن اس ڈیم سے ہمیں فائدہ کیا ہوا؟ ایسے ڈیم کو تو تباہ کر دینا چاہیے جس نے ہمیں دکھ ہی دکھ دیئے۔

یہ کتنا ظلم ہے کہ پانی ہمارا، دریا ہمارے، زمین جس پر ڈیم بنا رہے ہیں یہ ہماری، پھر ہم ہی پانی اور بجلی کے لئے ترس ترس کر زندگی گزار رہے ہیں۔ اس لئے ہمارا مطالبہ ہے کہ ہمیں بار بار تباہ و برباد نہ کیا جائے۔ منگلا ڈیم کی توسیع کے بجائے نئے ڈیم بنا کر پانی اور بجلی کی ضروریات پوری کی جائیں۔

راجہ قمر الزمان (چھتروہ)

ڈیم بننے سے پہلے میرا گاؤں ''بناں گراں'' تھا۔ اس گاؤں میں راجپوتوں کے 35 گھر تھے۔ جن کی غالباً 200 بگہ زمین ڈیم کی نذر ہوگئی۔ میری ذاتی زمین 65 کنال متاثر ہوئی۔ ہمارے ساتھ انتہائی زیادتی کی گئی۔ ہمیں صرف چھ سو روپے فی کنال معاوضہ ملا۔ معاوضے کے حصول کے لئے مجھے عدالتوں میں دھکے کھانے پڑے۔ کیوں کہ جب ہمیں اپنے گھروں سے نکالا گیا تو تیسرا حصہ معاوضہ دیا گیا۔ واپڈا اور دیگر اہل کار باقی معاوضہ ہضم کرنا چاہتے تھے لیکن جب میں نے عدالت میں کیس دائر کر دیا تو وہ ایسا نہ کر سکے۔ تب کہیں جا کر مجھے معاوضے کی پوری رقم ملی۔ ہماری زندگی نہایت امن وسکون سے گزر رہی تھی۔ لیکن ڈیم بننے کے بعد ہمیں در بدر کی ٹھوکریں کھانا پڑیں۔ جب زمین اور گھر بار پانی میں غرق ہو گئے تو مجھے پیٹ پالنے کے لئے محنت مزدوری کرنا پڑی۔ پاکستان اور آزاد کشمیر میں مختلف جگہوں پر مزدوری کرتا رہا۔ مزدوری کرتے ہوئے ایک

چوہدری محمد عارف بانی چیئرمین خادم آباد ویلفیئر ٹرسٹ (خادم آباد)

منگلا ڈیم کی توسیع ایک نہایت خطرناک منصوبہ ہے۔ اس منصوبے پر عمل نہیں ہونا چاہیے۔ جو کوئی بھی اس منصوبے پر عمل کریگا یا اس کی حمایت کرے گا، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہم کشمیریوں کا خیر خواہ نہیں ہے۔ بلکہ ہمارا کھلا دشمن ہے۔

منگلا ڈیم جب بنا تھا تو ہم کشمیریوں سے ظلم ہوا تھا۔ ہمارے وہ لوگ جو پنجاب اور سندھ میں ہجرت کر گئے انہیں وہاں نہایت اذیت ناک زندگی سے پالا پڑا۔ موہڑہ نگیال کے عبدالرشید نے گوجرانوالہ میں زمین خریدی۔ کلاسکے میں اس کی زمین تھی۔ بدمعاشوں نے تھوڑے ہی عرصہ بعد اسکی زمین پر قبضہ کرلیا۔ اس کا کنبہ بھاگ کر واپس آ گیا۔ ہمارے لوگ پنجاب کے معاشرے میں گھل مل نہیں سکتے، کیونکہ پنجابی لوگوں کا رہن سہن اور طرزِ زندگی مختلف ہے۔ پھر وہ لوگ جن اخلاقی اور معاشرتی جرائم میں مبتلا ہیں ہمارے لوگ ان کا حصہ نہیں بن سکتے ہیں۔ منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبے میں آزاد کشمیر کے حکمران نہایت مجرمانہ

کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ نام نہاد حکمران عوام کا سودا کر رہے ہیں۔ ہمارے سادہ لوح عوام کو حکمرانوں کی اس سودے بازی کا شاید پوری طرح علم نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ حقیقت سے واقف ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آزاد کشمیر کے لیڈر ٹاؤٹ اور دلال ہیں۔ جو لوگوں کا اور دھرتی ماں کا سودا کر رہے ہیں۔

ڈیم بننے کے نتیجے میں ہمارا علاقہ مسائل ومشکلات کی دلدل میں پھنس گیا ہے۔ ہمارے بے غیرت حکمران خاموش تماشائی بنے تماشا دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے ہم نے محسوس کیا کہ ہمارے عوام کا پرسانِ حال کوئی نہیں ہے۔ ہمیں اپنی مدد آپ کے تحت ہی اپنے مسائل حل کرنا ہوں گے۔ چنانچہ اس نتیجے پر پہنچ کر ہم نے خادم آباد ویلفیئر ٹرسٹ کی بنیاد رکھی۔ اس ٹرسٹ کے پلیٹ فارم سے ہم نے بہت سے ترقیاتی کام کئے جن میں حکومت نے ایک پائی مدد بھی نہیں کی۔ حکومت ترقیاتی بجٹ یہاں کے سیاسی ٹاؤٹوں میں تقسیم کرکے زندہ باد کے نعرے لگوا لیتی ہے اور لوگ بے بسی کی تصویر بنے رہتے ہیں۔ ہم نے اپنی مدد آپ کے تحت اپنے علاقے میں حسب ذیل کام کروائے۔

۱۔ بٹلی سے انکر تک سڑک کی تعمیر۔

۲۔ خادم آباد سے موہڑہ ملکاں تک ڈیڑھ کلومیٹر سڑک کی تعمیر۔

۳۔ خادم آباد سے بلتھی تک دو کلومیٹر سڑک

۴۔ گرلز سکول بلتھی کی تعمیر میں دس سال پہلے اڑھائی لاکھ روپے صرف کئے۔

۵۔ کنویں اور ٹیوب ویل لگوائے۔

۶۔ بلتھی میں پانی کا سنگین مسئلہ حل کیا گیا۔

۷۔ بلتھی میں بجلی کے تین ٹرانسفارمر لگوائے

ہمارے علاقے میں ان منصوبہ جات کے علاوہ لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت اور بھی چھوٹے بڑے مختلف منصوبہ جات پر کام کیا۔ محکمہ برقیات کا سلوک تو نہایت اذیت ناک ہے۔ ٹرانسفارمر خراب ہو جائے تو محکمہ والے پرواہ نہیں کرتے۔ کہتے ہیں ٹرانسفارمر یہاں ورکشاپ میں لے آئیں اور ٹھیک کرنے کے لئے چھوڑ جائیں۔ اس وجہ سے لوگ اپنی گرہ سے رقم مہیا کرتے ہیں اور سامان خرید کر ٹرانسفارمر ٹھیک کروا لیتے ہیں۔ ورنہ محکمہ والوں نے چھ چھ ماہ کا ٹائم دیا ہوتا ہے۔ اب چھ ماہ کون انتظار کرے۔

بشارت حسین، چوہدری ولایت حسین، خادم حسین (خادم آباد)

جب سے منگلا ڈیم بنا ہے ہمارے ساتھ نہایت بدترین برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے ہم عزت و آبرو سے زندگی گزار رہے تھے۔ اب ہم تباہ حال ہو گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ حکومت پاکستان اور حکومت آزاد کشمیر جو سلوک کر رہی ہے ایسا برا سلوک تو بھارتی حکومت بھی بھارتی مقبوضہ کشمیر کے لوگوں سے نہیں کر رہی۔ اس کی واضح مثال ہے کہ محکمہ برقیات ہمیں دو دو ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے۔ بجلی کے بھاری بھاری بلات دیئے جا رہے ہیں۔ واپڈا والے کئی کئی سال پرانے بقایا جات کے بلات نکال کر لاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اس وقت آپ کی میٹر ریڈنگ ہم سے صحیح نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا پچھلے پانچ سالوں کے اتنے لاکھ بقایا جات آپ ادا کریں۔ لوگوں کی معاشی خوشحالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں کئی کئی سال پرانے بل دے کر لوٹا جا رہا ہے۔ ایسا ظلم تو مقبوضہ کشمیر میں نہیں ہو رہا ہے۔

خادم آباد ہسپتال 40,30 بستروں پر مشتمل ہے۔ وہاں نہ کوئی ڈاکٹر ہے نہ ادویات ہیں۔ سارا دن وہاں مویشی پھرتے رہتے ہیں۔ لوگ اپنے علاج معالجے کیلئے پرائیویٹ ہسپتالوں کا رخ کرتے ہیں۔ جہاں انہیں بھاری اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ڈڈیال میں جگہ جگہ جدید اور مہنگے ہسپتال بنائے گئے ہیں۔

یہاں کے مقامی نام نہاد لیڈروں کا کردار نہایت افسوسناک ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ 28 مئی 2002ء کو خادم آباد سکول میں والی بال کا ٹورنامنٹ ہوا۔ جس میں مہمان خصوصی اس علاقے کے وزیر مسعود خالد تھے۔ انہوں نے تقریب کے اختتام پر 5 لاکھ روپے خادم آباد سکول کے لئے اور تین لاکھ روپے سڑک کے لئے دینے کا اعلان کیا۔ لیکن تا حال یہ وعدہ پورا نہ ہوا۔ بلکہ سڑک کے کنارے جو کوٹے ہوئے پتھر تھے وہ بھی یہاں سے اٹھوا لئے گئے۔ ہمارے علاقے میں اگر کوئی آرگنائزیشن ترقی وفلاح و بہبود کے لئے کام کر رہی ہے تو یہ خادم آباد ویلفیئر ٹرسٹ ہے۔

ہمارے علاقے کا کوئی آدمی منگلا ڈیم کی توسیع کے حق میں نہیں ہے۔ یہ توسیع ہماری منشاء کے بغیر کی جا رہی ہے۔ ہم کسی صورت یہ توسیع نہیں ہونے دیں گے۔ اب ہم سے قربانی نہ مانگی جائے۔ ہم ظلم کا جواب ظلم سے دیں گے۔

غلام فاطمہ (ڈڈیال)

ہم جب پرانے ڈڈیال میں رہتے تھے وہاں زندگی میں امن وسکون تھا۔ وہاں زندگی کی تمام سہولتیں با آسانی دستیاب تھیں۔ کنویں جگہ جگہ تھے، جن سے ہم تازہ اور صاف پانی پیتے تھے۔ اپنی زمین تھی جس سے غلہ پیدا کرتے۔ دودھ وغیرہ گھر کا ہوتا تھا۔ اب تو یہ سب کچھ خریدنا پڑتا ہے اور وہ بھی خوش قسمتی سے ہی کوئی چیز ملتی ہے۔ دودھ 25 روپے کلو ملتا ہے جس میں پانی ملا ہوتا ہے۔ پانی

ہمیں خرید کر لینا پڑتا ہے۔سپلائی کا پانی کہیں مہینے بعد آتا ہے۔ڈیم بنانے کے لیے ہمیں اپنی زمینوں اور گھروں سے بے دخل کیا گیا اور ہم سے طرح طرح کے وعدے کیے گئے لیکن کوئی وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ہمیں کہا گیا تھا کہ بجلی مفت دیں گے لیکن اب تو تین ہزار مہینے کا بل آتا ہے۔ہم نے بڑے حوصلے اور ہمت سے یہ قربانی دی تھی ہمارے باپ دادا کی قبریں بھی اسی ڈیم میں ڈوبی ہوئی ہیں۔اس قربانی کا ہمیں صلہ یہ ملا کہ ہمارے اپنے لیے قبروں کی جگہ نہیں رہی۔ہم نے چندہ جمع کر کے قبرستان کے لیے ڈڈیال میں جگہ خریدی ہے۔یہ جگہ کب تک کافی ہو گی۔پلاٹ مافیا نے ہر طرف اودھم مچایا ہوا ہے۔دس پندرہ آدمیوں کو ایک ہی پلاٹ الاٹ کیا جاتا ہے پھر جھگڑے اور لڑائیاں شروع ہوتی ہیں۔جب ڈیم بنا تھا اس وقت ہم لوگوں کو کوئی شعور نہیں تھا۔ہم سمجھتے تھے حکومت جو وعدے کر رہی ہے وہ سب پورے کریگی۔بعد میں احساس ہوا کہ یہ سب وعدے ہمیں اپنے گھروں سے بے دخل کرنے اور ہماری زمینوں کو پانی میں ڈبونے کے لیے تھے۔ہمارا کوئی ہمدرد اور مخلص نہ تھا۔

اب منگلا ڈیم کی توسیع کے لیے جو وعدے ہو رہے ہیں ان پر ہمیں کوئی اعتبار نہیں۔میں ڈیم توسیع کی صورت میں متاثر ہونے والوں کو یہ واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ حکومت کے کسی وعدے پر اعتبار نہ کریں۔حکومت پاکستان چوروں کی حکومت ہے۔حکومت آزاد کشمیر بھی چوروں اور ڈاکوؤں کی حکومت ہے۔یہ سب جھوٹے، منافق اور بددیانت لوگ ہیں۔یہ اپنے پیٹ بھرنا چاہتے ہیں۔انہیں لوگوں کے حقوق کا کوئی احساس نہیں۔لہٰذا منگلا ڈیم کی توسیع کسی صورت نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ ہمیں پہلے ہی بہت زخم لگے ہوئے ہیں۔

عبدالرشید فاروقی ولد سیٹھ غلام حسن (تاجپوری محلہ دینہ)

میں متاثرہ منگلا ڈیم ہوں۔پرانے ڈڈیال شہر میں ہمارا مکان 10 مرلے پر مشتمل تھا۔اس مکان کا ہمیں ساڑھے چار ہزار روپے معاوضہ ملا۔ہم تین بھائی تھے۔ہمارا یہاں جوتوں کا بڑا وسیع کاروبار تھا۔ڈڈیال میں ہاتھ سے جوتے بنانے میں ہمارا کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ڈیم کی وجہ سے جب ہم یہاں سے اجڑے تو کاروبار ختم ہو گیا۔کچھ عرصہ ڈڈیال میں رہے لیکن یہاں جب پانی ہی نہیں ملتا تھا پینے کے لیے تو مجبوراً یہاں سے نقل مکانی کر کے دینہ چلے گئے، وہاں زمین خرید لی۔لیکن دینہ میں جا کر زندگی کا امن وسکون ختم ہو گیا۔وہاں بیگانے لوگ اور بیگانہ ماحول تھا۔دینہ میں ہم نے تین دکانیں کھولیں لیکن لوگ لوٹ کر کھا گئے۔لوگ مال ادھار لے جاتے تھے اور پیسے نہیں دیتے تھے بالآخر تینوں دکانیں ٹھپ ہو گئیں۔مجبور ہو کر محنت مزدوری کیلئے سعودی عرب چلا گیا۔میری غیر موجودگی میں چوروں نے میرے گھر ڈاکہ ڈالا اور جو جمع پونجی تھی لوٹ کر لے گئے۔

دینہ میں ہمیں چوروں، ڈاکوؤں اور نوسربازوں سے واسطہ پڑا۔ڈڈیال سے اجڑ کر پھر زندگی میں سکون باقی نہ رہا۔آج ہماری اولاد کا بھی وہاں کوئی مستقبل نہیں ہے۔وہاں وہ بھی اجنبی ہی ہیں۔میرا دل چاہتا ہے کہ سب کچھ بیچ کر واپس ڈڈیال آجاؤں لیکن وہاں میری جائیداد کون خریدے گا۔12 لاکھ کی جائیداد ہے جو میں نے محنت مشقت سے بنائی ہے، اب اس کا کوئی چھ لاکھ بھی نہیں دے رہا۔اب بھی کبھی کبھار ڈڈیال آتا رہتا ہوں۔جب یہاں آتا ہوں پرانے دوستوں اور پڑوسیوں کو ملتا ہوں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔سارے غم اور دکھ بھول جاتا ہوں۔ڈیم بنا کر پاکستان نے ہم پر بڑا ظلم کیا تھا۔ظلم کی یہ تاریخ سنا ہے اب پھر دہرائی جانے لگی ہے۔میں نے تو اپنی زندگی کی کہانی لکھوا کر رکھی ہوئی ہے۔میں نے اولاد کے لیے وصیت لکھی ہے، جس میں لکھا ہے کہ ہمارے ساتھ ظلم کرنے والے کون تھے اور انہیں ہم کبھی معاف نہیں کریں گے۔

طالب حسین، صابر حسین، گلفراز، محمد اخلاق، محمد انصر، یاسر محمود، محمد رفیق، عبدالرشید (رائے پور)

جب ڈیم بنایا گیا تھا اس وقت ہمارے ساتھ زبردستی کی گئی تھی۔

ہمارے جو عزیز واقارب یہاں سے اجڑ کر پنجاب اور سندھ کی طرف گئے، انہیں وہاں عجیب عجیب مصیبتوں سے واسطہ پڑا۔وہاں کا ماحول اور معاشرہ ان کے لیے موافق نہ تھا۔مقامی لوگ انہیں مہاجر اور پردیسی کہتے۔وہ بے چارے ایک ظلم کا شکار ہوئے اور دوسرے ظلم کے ہتھے چڑھ گئے۔وہاں کے ظالم سماج میں ہمارے لوگ ایڈجسٹ نہ ہو سکے۔

اب ہمارے ساتھ پھر زیادتی کی جا رہی ہے۔ہماری سابقہ قربانیوں کا ہم سے انتقام لیا جا رہا ہے۔ہماری فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ہمارا کوئی پرسانِ حال اور وارث نہیں۔حکومتِ پاکستان ہمیں لاوارث سمجھ کر تختۂ مشق بنا رہی ہے۔ہمارا کوئی لیڈر ہوتا تو پاکستان ہمارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا۔آزاد کشمیر کا نام نہاد وزیراعظم سکندر حیات نکیال، مظفر آباد اور اسلام آباد میں بیٹھ کر ڈیم کی توسیع کے حق میں بیان جاری کر رہا ہے۔اسے علم ہے کہ اس کا گھر محفوظ رہے گا۔اگر اس کا اپنا گھر اور زمین ڈوب رہی ہوتی تو پھر وہ کبھی ڈیم کی حمایت نہ کرتا۔یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارا واسطہ اس طرح کے بے غیرت حکمرانوں سے پڑا ہے۔ورنہ کالا باغ ڈیم کو روکنے کے لیے سرحد کا ایک غیرت مند ولی خان ہی کافی ہے۔

ہم منگلا ڈیم کی توسیع ہرگز نہیں چاہتے۔اگر ہمارے ساتھ زبردستی کی گئی تو ہم احتجاج کریں گے۔ہم زندگی کے آخری دم تک احتجاج کرتے رہیں گے۔ہمیں علم ہے اگر ہم نے احتجاج جاری رکھا تو پاکستان ہمارے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو مقبوضہ کشمیر میں ہندوستان آزادی پسندوں سے کر رہا ہے۔

منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ کشمیریوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا منصوبہ ہے

پاکستانی جرنیل واپڈا بیوروکریسی سے مل کر اربوں روپے ہضم کرنا چاہتے ہیں

اگر ہمارے ساتھ جبر کیا گیا تو ہم تشدد کا راستہ اختیار کریں گے

انٹرویو: عارف چوہدری مرکزی ترجمان منگلا ڈیم اینٹی توسیع ایکشن کمیٹی — ملاقات: یاسر ممتاز چوہدری

منگلا ڈیم اینٹی توسیع ایکشن کمیٹی کے مرکزی ترجمان عارف چوہدری کا مفصل انٹرویو۔ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ انٹرویو منگلا ڈیم کے خطرناک توسیعی منصوبے کے بہت سے خفیہ گوشوں کو بے نقاب کرے گا۔

سوال: آپ نے منگلا ڈیم کے خلاف تحریک کیوں شروع کی؟

جواب: یہ سن 2000ء کا واقعہ ہے جب ہمیں معلوم ہوا کہ واپڈا منگلا ڈیم کی توسیع کرے گا۔ ہمارے سامنے دو آپشنز تھے۔ پہلا کہ توسیع ہونے دیجائے اور دوسرا کہ توسیع نہ ہونے دیجائے۔ ہم نے دونوں پہلوؤں پر غور کیا فیکٹس اینڈ فیگرز (Fects & Figures) اکھٹے کئے۔ فائدے اور نقصانات کا تخمینہ لگایا تو ہمارے سامنے یہ بات ابھر کر آئی کہ ہمیں منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف کام کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہم اس وقت یہ سمجھتے تھے کہ توسیع کی بات کر کے واپڈا نے کشمیریوں کے دلوں میں پاکستان کے خلاف نفرت پیدا کرنے کا بیج بو دیا ہے جس سے تحریکِ آزادیٔ کشمیر کو نقصان ہوگا۔ اور توسیع پر اربوں روپے تو خرچ ہو جائیں گے مگر اس سے مملکتِ پاکستان کو ذرہ بھر بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ بلکہ مقروض قوم پر مزید قرض کا بوجھ پڑ جائے گا۔ دراصل جب ہم نے توسیع کی مخالفت کی تو ہمیں واپڈا اور حکومت پاکستان کے وہ وعدے یاد آگئے جو انہوں نے 1960ء میں ہم سے کئے تھے۔ جس کے بدلے ہم نے ہزار ہا سالہ پرانا شہر میر پور اور 129 کے لگ بھگ گاؤں اور اپنے آباؤ اجداد کی زمینیں اور قبریں قربان کیں تھیں۔ اس کے بدلے ہم سے وعدہ کیا گیا کہ آپ کو

۱۔ پاکستان کے صوبہ پنجاب اور سندھ میں زرعی زمینیں دی جائیں گی۔

۲۔ جو زمینیں نہیں لیں گے انہیں یہاں جدید کالونیاں تعمیر کر کے دی جائیں گی اور جس میں تمام سہولتیں موجود ہوں گی۔

۳۔ متاثرین کو مفت بجلی اور آزاد کشمیر کو رعائتی نرخ پر بجلی دی جائے گی۔

۴۔ آزاد حکومت کو منگلا ڈیم کی رائلٹی دی جائے گی۔

۵۔ مضافاتی ایریا میں سیاحتی مقامات تعمیر کیے جائیں گے تا کہ سیاحت کو فروغ دیا جا سکے اور جو لوگ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے وہ ڈیم کی وجہ سے بے روزگار ہوں گے تو انہیں یہاں روزگار ملے گا۔



۶۔ جدید میر پور شہر کو ریل گاڑی کے ایک ٹریک سے پاکستان کے دیگر شہروں سے ملا دیا جائے گا۔

۷۔ میر پور کے لوگوں کو 300 ووچر دیئے جائیں گے جو برطانیہ جا سکیں گے۔

جب ہم نے دیکھا کہ ماسوائے ساتویں وعدے کے، جس میں گورنمنٹ برطانیہ نے منگلا جھیل کی تعمیر کے لئے ٹھیکہ اپنی فرم کو دلوانے کے لئے اور مزید اس منصوبے کیلئے Loan دینے کیلئے آفر کیا تھا ایک بھی پورا نہیں ہوا۔ 17000 خاندان اس وقت متاثر ہوئے تھے ان میں سے 8500 خاندانوں کو ابھی تک مالکانہ حقوق اور معاوضہ جات نہیں ملے۔ جو لوگ پاکستان کے صوبہ پنجاب اور سندھ میں آباد ہوئے انہیں پہلے تو زمینیں ہی بنجر دی تھیں اور اوپر سے ستم یہ کہ جب انہوں نے وہ زمینیں قابل کاشت بنائیں تو وہاں کے جاگیرداروں اور وڈیروں نے انہیں اتنا تنگ کیا کہ وہاں کے پٹواری گرداور اور تحصیلدار نے لوگوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے تو لوگ وہ زمین اونے پونے داموں فروخت کر کے واپس آگئے۔ دوسرا یہاں جدید کالونیوں کی حالت یہ ہے کہ 35، 36 سال گزرنے کے باوجود وہاں پر کوئی Facility موجود نہیں ہے۔ بجلی مفت کی بات کی گئی تو حالت یہ کہ واپڈا والے سرحد اور بلوچستان کو بجلی ہر یونٹ 2.05 روپے فروخت کرتے ہیں۔ اور آزاد کشمیر کو 4.34 روپے فی یونٹ فروخت کرتے ہیں۔ جبکہ حکومت آزاد کشمیر یہ کام محکمہ

برقیات سے یہاں کرواتی ہے تو اپنے اخراجات بھی یونٹ پر لگاتی ہے اور اسطرح جو ٹیرف آزاد کشمیر میں کمرشل بنتا ہے تو کراچی اور انڈسٹریل اسٹیٹ سے بھی زیادہ ہے اور وولٹیج کی حالت یہ کہ شام کو آپ گھڑی سے ٹائم نہیں دیکھ سکتے۔ اور لوڈ شیڈنگ جس دن 3,2 گھنٹے نہ ہو ہم اسے عید کا دن تصور کرتے ہیں۔ آزاد حکومت کو رائلٹی ایک پیسہ بھی نہیں دی گئی۔ اگر حکومت رائیلٹی کی بات کرتی ہے تو واپڈا والے کہتے ہیں کہ آئینی طور پر ہم رائلٹی نہیں دے سکتے۔ تو ہم پوچھتے ہیں اگر آپ رائلٹی نہیں دے سکتے تو آپ کس آئین کی تحت منگلا ڈیم کی بجلی اور پانی مفت استعمال کرتے ہیں۔ ریل گاڑی کا ایک ٹریک بنایا گیا اسے بھی اب ختم کر دیا گیا ہے۔

یہ وہ پرانی صورت حال ہے جو 36,35 سال گزرنے کے باوجود واپڈا والوں نے ہمارے ساتھ روا رکھی۔ ہم نے سوچا کہ اب ہمیں کیا نقصانات ہوں گے۔

۱۔ پہلے جب جھیل تعمیر ہوئی تھی اس سے جو نقصانات ہمیں ہوئے۔ ہماری تہذیب وثقافت، ہمارا رہن سہن، ہمارے آباؤ اجداد کی قبریں سب ختم ہو گئی تھیں۔ ماضی کے تجربے کی بنیاد پر پہلے متاثرین ابھی آباد نہیں ہو سکے۔ تو اب نئے اجڑنے والوں کو کون آباد کرے گا؟

۲۔ متاثرین منگلا جھیل نہ تو آزاد کشمیر کے اندر بننے والے ہملٹس میں سہولتوں کے ساتھ آباد ہوئے اور نہ ہی پاکستان میں جاکر وہاں جاگیردارانہ نظام کو اپنا سکے۔

۳۔ ضلع میر پور کے اندر انتہائی زرخیز زمین منگلا جھیل کے کنارے پر ہے جو اس وقت مضافاتی ایریا کہلاتے ہیں۔ یہ ایسی زمینیں ہیں جو زیر آب آجائیں گی تو پھر میر پور میں زرخیز زمینیں جو سونا اگلتی ہیں بالکل ختم ہو جائیں گی۔

۴۔ سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ اس وقت مضافاتی ایریا کے 99% لوگ برطانیہ میں رہتے ہیں ان کی دوسری نسل پروان چڑھ چکی ہے۔ وہ اس علاقے میں بہت کم آتے ہیں مگر وہ اپنے لوگوں کے ان لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتے اپنے رشتے داروں میں واپس میر پور، اسلام گڑھ اور چکسواری میں کرتے ہیں۔ تاکہ اپنے ملک سے ناطہ جوڑ دیں اور سب سے بڑھ کر والدین جب فوت ہوتے ہیں تو نصیحت کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے علاقے میں دفنانا۔ اس کے پیچھے ایک منطق ہے کہ جب ہماری قبریں ان علاقوں میں ہوں گی تو ہمارے بچے جو برطانیہ میں پیدا ہوئے ہیں، پڑھے اور جوان ہوئے ہیں، ہمارے یعنی والدین کی محبت میں ان علاقوں میں آئیں گے۔ اس طرح ان کی یہاں رہنے والے رشتہ داروں سے شناسائی ہوگی اور وہ یہاں آتے جاتے رہیں گے۔ نہیں تو ریڈ انڈین کی طرح ہو جائیں گے۔ اگر ان قبروں پر پانی ہوگا تو نوجوان نسل ادھر کا رخ نہیں کرے گی اور ان کے والدین اپنی زندگی میں اپنے آباؤ اجداد کے گھر، زمینوں اور قبروں پر پانی پھرتے دیکھیں گے۔ اس طرح پاکستان سے چند ٹکے معاوضہ لے کر دربدر کی ٹھوکریں کھائیں گے تو وہ اپنی نسل کو یہاں کیوں اور اور کہاں لائیں گے۔ اس طرح جب ان لوگوں کا واسطہ ان علاقوں سے نہیں ہوگا تو وہ کیوں کر پاکستانی بینکوں کو پیسہ بھیجیں گے۔ اس طرح پاکستانی معیشت جو پہلے ہی انتہائی بری حالت میں ہے اس پر مزید بوجھ پڑے گا۔ کیوں کہ برطانیہ میں جو 5 لاکھ کشمیری رہ رہے ہیں وہ پاکستان کو اربوں پونڈ ڈالرز بھیجتے ہیں جب وہ خود نہیں آئیں گے تو یہاں پڑے ہوئے روپے واپس برطانیہ منگوائیں گے جس کا نقصان براہ راست پاکستانی معیشت کو ہوگا۔

۵۔ جب برطانیہ سے زرمبادلہ آنا بند ہو جائے گا تو میر پور، چکسواری، اسلام گڑھ اور ڈڈیال کے شہروں میں کاروبار بری طرح متاثر ہوگا۔ مارکیٹ ختم ہو جائیگی۔ اس طرح ضلع میر پور اپنی زندگی کی آخری سانس لے گا۔ اس طرح صدیوں پرانی تہذیب وثقافت منگلا جھیل کی توسیع کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی۔

۶۔ منگلا جھیل کے کنارے پر میر پور شہر سے مضافاتی ایریا میں زیادہ لوگ وہ متاثر ہوں گے جو 1965ء اور 1971ء میں مقبوضہ کشمیر سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے ہیں اور دن رات محنت کر کے تنکا تنکا اکھٹا کر کے آج اس قابل ہوئے ہیں کہ اپنے بال بچوں کو سر چھپانے کیلئے چھت دے سکتے ہیں۔ جب پانی اترتا ہے تو یہ لوگ کھیتی باڑی کر کے ایک سال کا اناج اکٹھا کرتے ہیں تاکہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا سکیں۔ توسیع سے یہ سارے کنبے بیروزگار ہو جائیں گے حکومت آزاد کشمیر نے اس وقت جب یہ ہجرت کر کے آئے تھے انہیں روزگار نہیں دیا تھا، اب ان کے دلوں میں پر کیا بیتے گی کہ ہم مقبوضہ کشمیر سے ہجرت کر کے یہاں کیوں آئے؟ لامحالہ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے ہم نے وہاں سے ہجرت کی غلطی کیوں کی۔

۷۔ ان مضافاتی ایریا میں 50 فیصد مہاجرین جموں وکشمیر آباد ہیں۔ مقامی آبادی برطانیہ میں آباد ہے انہوں نے وہاں پر بڑے بڑے گھر بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان گھروں میں مہاجرین 1965ء اور 1971ء اور موجودہ تحریک کی وجہ سے سیز فائر لائن سے آنے والوں کی ہے۔ جو بغیر کرایہ دیئے آباد ہیں اور ساتھ ساتھ ان گھروں کے ساتھ منسلک زمین کو کاشت کرتے ہیں۔ اس طرح ایک تو وہ غلہ پیدا کرتے ہیں اور دوسرا ان لوگوں کے گھروں میں رہتے ہیں۔ جب مقامی آبادی کا انخلا ہوگا۔ انہیں معاوضہ جات ملیں گے، چاہے کم ہوں یا زیادہ۔ مقامی آبادی کہیں جا کر آباد ہو جائے گی مگر مہاجرین جو مقبوضہ کشمیر سے بھارت کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر یہاں بسیرا کر رہے ہیں دوبارہ مہاجرین بن کر کہاں جائیں گے۔ یقیناً یہ لوگ پنجاب اور سندھ کے وڈیروں کے چنگل میں پھنسنے کے بجائے اس بات کو ترجیح دیں گے کہ یہ اپنے ہی وطن میں واپس اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ جہاں سے کوئی انہیں روز روز ہجرت پر مجبور نہیں کریگا۔

سوال نمبر۲: منگلا ڈیم سے تحریک آزادی کشمیر کو کیا اور کیسے نقصان پہنچے گا؟
جواب: منگلا ڈیم کی توسیع کے اعلان کے بعد تحریک آزادی کشمیر کو بہت زیادہ نقصان ہو چکا ہے۔ وہ اس طرح کہ پچھلے دو سالوں کے اندر توسیع کے خلاف ضلع میر پور پورے آزاد کشمیر اور برطانیہ میں توسیع کے خلاف جلسے، جلوس، سیمینار، پہیہ جام ہڑتال اور برطانیہ کے اندر پاکستانی سفارخانے کو یاداشتیں پیش ہو رہی ہیں۔ اگر توسیعی منصوبہ نہ ہوتا تو لوگوں کی تمام توجہ مقبوضہ کشمیر کے اندر بھارت کے ظلم و ستم پر ہوتی۔ اس وقت بھارت مقبوضہ کشمیر میں امریکہ کے ذریعے پوراز ور لگا کر امن قائم کروانا چاہتا ہے۔ ہمیں یکجا ہو کر اس کے خلاف مہم چلانی چاہیے تھی اس کے بر عکس واپڈا، بیورو کریسی کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے لوگ توسیع کے خلاف جلسے جلوس کر رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کل واپڈا کی ہٹ دھرمی قائم رہتی ہے اور یہاں کوئی واقعہ پیش آگیا تو ہم دنیا کے سامنے منہ چھپاتے پھریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے دو سالوں میں بھارت کے خلاف کوئی بڑا جلوس بھی ضلع میر پور میں نہیں ہوا۔ اس کے برعکس واپڈا کے خلاف ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے جلسے جلوس کیے جو تحریک آزادی کشمیر کے لئے زہر قاتل ہیں مگر اس میں سارا قصور واپڈا کی ہٹ دھرم بیورو کریسی کا ہے؟

سوال نمبر۳: آزاد کشمیر اور تینوں حلقوں کی سیاسی قیادت کا رول کیسا ہے؟
جواب: جہاں تک آزاد کشمیر کی سیاسی قیادت کا تعلق ہے میں ذاتی طور پر آزاد کشمیر کے تمام لیڈروں سردار عبدالقیوم خان صاحب، سردار سکندر حیات خان صاحب، سردار عتیق احمد خان صاحب، جمعیت علمائے جموں و کشمیر کے پیر عتیق الرحمٰن فیض پوری صاحب، لبریشن لیگ کے عبدالمجید ملک صاحب، جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے چیئر مین امان اللہ خان صاحب، جماعت اسلامی کے سابق امیر عبدالرشید ترابی صاحب، نیشنل لبریشن فرنٹ کے شوکت مقبول بٹ صاحب، کشمیر فریڈم موومنٹ کے صدر افسر شاہد ایڈووکیٹ صاحب سے مل چکا ہوں۔ ان کا دل توسیع کے خلاف دو دھڑوں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک وہ جو اقتدار کے باہر ہیں۔ پہلے میں آپ کو بتاؤں کہ ان تمام لیڈروں کے سامنے ایک ہی موقف ہے کہ توسیع نہیں ہونی چاہیے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ مگر میں پہلے دھڑے کو جو حکومت میں ہوتا ہے کہتا ہوں کہ آپ دوٹوک الفاظ میں حکومت پاکستان تک یہ بات پہنچادیں کہ لوگ متفقہ طور پر توسیع کے خلاف ہیں۔ یہ واپڈا بیورو کریسی کا بنایا ہوا غلط منصوبہ ہے۔ اس سے تحریک آزادیءِ کشمیر کو نقصان ہونے کا احتمال ہے۔ اس سے ریاست کے اندر بدامنی پھیلے گی اور اور مملکتِ پاکستان کی اساس کو نقصان ہوگا۔ یہ ساری باتیں وہ جب حکومت کے اعلیٰ حکام سے ملتے ہیں تو نہیں کہتے جس کی وجہ سے پورے آزاد کشمیر کے اندر ہیجانی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ وہ پاکستان کے اعلیٰ احکام کو ایک طرف سے بلیک میل اور دوسری طرف سے Delay Tectis استعمال کرتے ہیں۔ سردار عبدالقیوم خان صاحب سے میں غازی آباد میں ملا تو انہوں نے فیزیبلٹی رپورٹ کو نہ صرف Reject کیا بلکہ اسے اغلاط کا مجموعہ قرار دیا۔ اور اس کے بعد پیر عتیق الرحمٰن فیض پوری صاحب سے ڈھانگری کے پیر خانے پر میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے واپڈا کے لوگوں کو را (Raw) کا ایجنٹ قرار دیا۔ یہ بات تمام قومی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے مگر اب حکومت میں ہیں تو توسیع کے حق میں ہیں۔ ان میں جرات کے ساتھ بات کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جبکہ دوسرا دھڑا جو حکومت میں نہیں ہے وہ کھل کر توسیع کے خلاف ہمارے ساتھ ہے۔ جہاں تک تینوں حلقوں کی قیادت کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں نے ہماری اینٹی منگلا توسیع ایکشن کمیٹی کے پلیٹ فارم پر یکجا ہو کر ان پر عدم اعتماد کر دیا ہے۔ اور انہیں مجبور کر دیا ہے کہ وہ بھی منگلا کی توسیع کے خلاف بات کریں۔ اس طرح ان میں سے ایک بھی منگلا کی توسیع کے حق میں نہیں ہے۔

سوال نمبر۴: منگلا ڈیم کی توسیع کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
جواب: دراصل منگلا جھیل جب تعمیر ہوئی تھی تو اس کی واٹر سٹوریج کپیسٹی 5.35 ملین ایکٹر مکعب فٹ تھی جو پچھلے 36,35 سالوں سے سلٹ آنے کی وجہ سے کم ہو کر 4.80 ملین مکعب فٹ رہ گئی ہے۔ اس طرح واپڈا والوں نے حکومت پاکستان کو مشورہ دیا کہ منگلا ڈیم کی توسیع کر کے ہم 180 میگاواٹ بجلی اور 3.1 ملین ایکٹر مکعب فٹ اضافی پانی حاصل کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ پاکستان میں پچھلے سالوں سے قحط سالی سی تھی اور پانی کا لیول بھی کافی کم ہو گیا تھا۔ اس لئے حکومت پاکستان کو توسیع کی ضرورت پیش آئی۔

سوال نمبر۵: منگلا ڈیم کی توسیع سے اگر پاکستان کا پانی کا مسئلہ حل ہو رہا ہے تو آپ کیوں رکاوٹ ڈالتے ہیں؟
جواب: اگر ہمیں یقین ہو کہ واپڈا والے توسیع اس لئے کر رہے ہیں کہ پانی کے بحران پر قابو پایا جائیگا تو ہم ہرگز مخالفت نہ کرتے دراصل بات ہے کہ پچھلے 37 سالوں میں جھیل صرف 7 مرتبہ 1202 فٹ کے لیول کو چھو سکی ہے وہ بھی چند دنوں کے لئے۔ اس کے بعد پانی اترنا شروع ہو جاتا ہے۔ منگلا جھیل میں دریائے پونچھ نیلم و جہلم کا پانی آتا ہے۔ اس میں پچھلے عرصے سے برفیں اور بارشیں کم ہونے کی وجہ سے کمی آئی ہے۔ لہذا اسے چالیس فٹ اونچا کرنے کے لئے پانی کہاں سے آئے گا؟ دوسری بات یہ کہ پاکستان میں پانی کے مسئلے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ منگلا جھیل کی توسیع سے جتنے پیسے خرچ ہونگے اس سے کہیں کم فائدہ حاصل ہوگا۔ لہذا اس توسیع سے پاکستان کے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

سوال نمبر۶: عوامی مخالفت کے باوجود حکومتِ پاکستان منگلا ڈیم کے توسیع منصوبے پر عمل کرنے کیلئے بضد کیوں ہے؟
جواب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ ماہرین اور عوام کی مخالفت کے باوجود حکومت

پاکستان اور واپڈا اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے ضد اس لئے کر رہے ہیں کہ یہ منصوبہ مالی کرپشن اور تجوریاں بھرنے کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ کچھ فوجی جرنیل اور واپڈا کے انجینیئر اربوں روپے ہضم کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے وہ اس منصوبے پر بار بار اصرار کر رہے ہیں اور کسی متبادل حل کی طرف نہیں آ رہے۔ پاکستانی فوج جو ملک کا 80% بجٹ پہلے کھا رہی ہے۔ اب تمام ترقیاتی اداروں قابض ہو کر رہی سہی کسر بھی نکالنا چاہتی ہے۔

سوال نمبر ۷: منگلا ڈیم توسیع سے پہلے آپ کو کوئی بڑا اقتصادی، معاشی پیکیج دیا جائے تو پھر بھی آپ مخالفت کریں گے کیوں ؟

جواب: دراصل ہماری تحریک کا مقصد کسی پیکیج کو پرکشش بنانے کیلئے نہیں، یا اسے زیادہ کم کروانے کے لئے نہیں۔ بلکہ ہماری مخالفت کا مقصد حقائق پر مبنی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ چالیس فٹ اونچا کرنے سے ایک کھرب روپے خرچ ہوں گے۔ اور اس کے بدلے میں اتنا فائدہ نہیں ہوگا۔ ڈیم میں پانی کہاں سے جمع ہوگا۔ اس کے بدلے ہماری تہذیب و ثقافت ختم ہو جائے گی۔ آبادی کے دوبارہ انخلاء سے سینکڑوں مسائل پیدا ہونگے۔ برطانیہ میں رہنے والے لوگ پریشان ہوں گے۔ ہماری نسل جوان قبروں کیوجہ سے یہاں آتی ہے وہ نہیں آئیگی۔ ان قبروں کی قیمت چاہے کروڑوں میں ہو ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی، لہٰذا ان لوگوں کو کوئی پرکشش پیکیج متاثر نہیں کریگا۔ دوسری طرف مہاجرین جو 1210 کے اندر رہتے ہیں وہ ڈیم کے اترنے کے بعد اس سے گندم پیدا کرتے ہیں۔ اب کسی بھی پیکیج میں انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے کیوں کہ ان کا سب سے بڑا پیکیج شام کی روٹی ہے جو انہیں ان ہی گھروں میں میسر ہے۔

سوال نمبر ۸: منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف برطانیہ میں تحریک کی نوعیت کیا ہے؟

جواب: ان مضافاتی ایریا کے 99 فیصد لوگ برطانیہ میں آباد ہیں انہوں نے دن رات محنت کے کے اپنے بچوں کے پیٹ کاٹ کر جو پیسے جمع کیے اس لئے انہوں نے ان علاقوں کے اندر بڑے بڑے خوبصورت گھر تعمیر کیے ہیں اور کچھ کرنے والے ہی تھے۔ اس لئے اس تحریک میں یہاں شدت کم اور وہاں زیادہ ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال 30 ستمبر کو جب جنرل مشرف نے توسیع پراجیکٹ کا افتتاح کیا اور یہاں میرپور میں اجتماع ہوا۔ اس کے بدلے میں ہم لوگ گرفتار ہوئے تو لوگ بلاامتیاز پاکستانی سفارت خانے اور کونسل خانوں کے سامنے پہنچ گئے اور احتجاج شروع کر دیا اور ایک گروپ نے تو پاکستانی سفارت کار کو برمنگھم میں مارا پیٹا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر گورنمنٹ نے اپنی روش تبدیل نہ کی تو اس کے خطرناک نتائج نکلیں گے۔ اس کے علاوہ امریکہ میں مظاہرے ہوئے۔ اس لئے تحریک یہاں کم اور باہر زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ برطانیہ میں بسنے والے کشمیریوں نے جو ان مضافاتی ایریا کے ہیں انہوں نے ورلڈ بنک، آئی ایم ایف، ایمنسٹی انٹرنیشنل، انٹرنیشنل گروپس کے ساتھ خط و کتابت اور فیکس، ٹیلکس کے ذریعے رابطہ کیا ہوا ہے۔ ورلڈ بنک نے بھی ابھی تھوڑے دن پہلے ایک خط کے ذریعے حکومت پاکستان کو ہمارے خدشات سے آگاہ کیا اور ورلڈ بنک نے کہا کہ ہم توسیع منصوبہ میں شامل نہیں ہیں۔ حالانکہ انہوں نے 1960ء میں ڈیم بنانے اور اس کی فنانسنگ میں اہم رول ادا کیا تھا۔ اس کے علاوہ برطانیہ میں بھی ایکشن کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ جو منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف بھرپور کام کر رہی ہے۔

سوال نمبر ۹: آپ کے پاس منگلا ڈیم کی توسیع کے بجائے متبادل حل کیا ہیں؟

جواب: پہلا حل: ہم کہتے ہیں کہ ڈیم کی توسیع کے بجائے اس کی بھل صفائی کی جائے اور اس سے جو مٹی نکلے گی اسے میرپور کے زیریں علاقوں میں ڈال کر ہموار کر کے 34 کلومیٹر لمبائی اور 14 کلومیٹر چوڑائی کے علاقوں کو ہموار کر دیا جائے اس طرح ایک طرف ڈیم کی صفائی ہو جائے گی اور پانی کی سٹوریج کپیسٹی بڑھ جائے گی۔ دوسری طرف میرپور میں ہموار زمین کا مسئلہ کئی سالوں کیلئے حل ہو جائے گا۔ تیسرا لوگ بھی نہیں اجڑیں گے۔ چوتھا اس پر اخراجات بھی کم ہونگے۔

دوسرا حل: اس وقت چار ٹینک ہیں۔ جڑی کس کے زیریں علاقے میں ایک ٹنل ڈال کر کسگمہ کے مقام پر ایک ریزروواٹر بنایا جا سکتا ہے اس پر خرچہ بھی کم آئے گا جس وقت ٹینک بھر جائیں تو پانی جاتلاں والی نہر میں پانی ڈال کر پنجاب کو بغیر خرچ کے سیراب کیا جا سکتا ہے۔

تیسرا حل: اس موجودہ ڈیم سے مٹی نکال کر مضافاتی ایریا میں چڑھا دیا جائے گا اور ساتھ جو بڑے بڑے نالے ہیں ان کو مٹی سے بھر دیا اور اس علاقے کو سیاحت کے لئے پرکشش بنا کر ملٹی نیشنل کمپنیوں کو انوسٹمنٹ کا موقع فراہم کیا جائے۔ اس طرح مٹی بھی نکل جائے گی اور سیاحت کو بھی فروغ ملے گا اور بے روزگاری ختم ہوگی۔

چوتھا حل: ان مضافاتی ایریا میں اس وقت بھٹہ خشت کی انڈسٹری کام کر رہی ہے۔ اگر گورنمنٹ اعلان کر دے کہ بھٹہ خشت والوں سے انکم ٹیکس نہیں لیا جائے گا تو یہاں لوگ انوسٹمنٹ کریں گے اور خود بخود ڈیم سے مٹی اور ریت نکالیں گے۔ اس طرح جب پانی اترے گا تو سارے ڈیم کی بھل صفائی ہو جائے گی اور گورنمنٹ کا خرچہ بھی نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی لوگ اجڑیں گے۔ اینٹیں سستی ہو جائیں گے اور پوری مارکیٹ میں کنسٹرکشن شروع ہو جائے گی اور لوگوں کو روزگار ملے گا اور پنجاب کے بہت سے علاقوں تک اینٹ سستی ہو جائے گی۔

پانچواں حل: میرپور سے چکسواری 6 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اگر اس کے درمیان ڈیم سے مٹی نکال کر مٹی کا پل تعمیر کر دیا جائے تو اس طرح ایک تو بھل صفائی ہو جائیگی اور دوسرا کوٹلی، چکسواری کا فاصلہ 45 کلومیٹر کم ہو جائے گا اور میرپور شہر کو ترقی بھی ملے گی۔

چھٹا حل: دھان گلی کے مقام پر ایک Dykes بن بنا کر دریائے جہلم کے پانی کو کوہالہ تک روکا جا سکتا ہے اس طرح ڈڈیال کا براہ راست پنڈی کے ساتھ رابطہ ہو جائے گا اور دوسرا ایک بڑا ڈیم کم لاگت پر بن جائے گا اور آبادی کا انخلاء بھی نہیں ہوگا۔

ساتواں حل: راجدھانی کے مقام پر ایک Dykes بنا کر دریائے پونچھ کے پانی کو کوٹلی تک روکا جا سکتا ہے۔ اور یہیں سے وافر مقدار میں بجلی بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔

آٹھواں حل: پورے آزاد کشمیر میں درجنوں چھوٹے چھوٹے نالوں پر ڈیم بنائے جا سکتے ہیں جس سے ایک تو ان علاقوں میں پانی کا مسئلہ حل ہو جائیگا اور دوسرا وہیں پر بجلی بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔ تیسرا وہ سیاحت کے فروغ کے لئے ڈیم مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر ۱۰: منگلا ڈیم کی توسیع سے مملکت پاکستان کو کیسے نقصان ہوگا؟

جواب: توسیع شروع ہوگی تو دیکھا جائے گا کہ اس وقت پاکستان کے خلاف لوگوں کے کیا جذبات ہوں گے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ توسیع سے پہلے جب اعلان ہوا ہے کہ منگلا ڈیم میں توسیع کی جائے گی۔ اس دن سے مملکت پاکستان کے خلاف باتیں شروع ہوگئی ہیں وہ اس لئے لوگوں کو اب یقین ہو گیا ہے کہ پاکستان کشمیریوں کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ جب ڈیم بنا تو ان کے ساتھ جو وعدے کئے تھے وہ چالیس سال گزرنے کے باجود پورے نہیں ہوئے اور اوپر ستم یہ کہ یہاں بجلی کا ٹیرف بھی زیادہ ہے۔ دوسری بات لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ کالا باغ ڈیم سرحد، سندھ والے نہیں بننے دیتے حالانکہ پانی کی ضرورت انہیں ہے تو وہ برملا کہتے ہیں کہ ہم دوبارہ پنجابی جاگیرداروں کے لئے قربانی کیوں دیں۔ حالانکہ پانی کی ضرورت انہیں ہے، ہمیں تو نہیں ہے۔ تحریک جوں جوں آگے بڑھے گی تو لوگوں میں نفرت زیادہ بڑھے گی۔

سوال نمبر ۱۱: منگلا ڈیم کی توسیع سے بالعموم آزاد کشمیر اور بالخصوص ضلع میرپور کو اقتصادی، ثقافتی اور معاشرتی کیا نقصان ہوگا؟

جواب: دراصل جب 1966ء میں ڈیم تعمیر ہوا ہماری آبادی اجڑ کر جو پاکستان میں گئی اس کی نسلیں وہیں پیدا ہوئیں جوان ہوئیں۔ جن آبادیوں کے ساتھ ہمیں پاکستان کے اندر بسایا گیا وہ اقتصادی لحاظ سے بالکل کمزور تھے اور تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ جس کی وجہ سے ہمارے لوگوں میں بھی تعلیم کے حوالے سے کوئی Attraction پیدا نہ ہوئی۔ اس طرح ہماری پوری نسل تباہ ہوگئی۔ دوسری بات یہ کہ لوگ وہاں ایڈجسٹ نہ کر سکے اور واپس آگئے۔ ان کے آنے اور جانے میں اور پھر دوبارہ واپس آنے میں ذہنی طور پر دھچکا لگا کہ وہ بھی سیٹل نہ ہو سکے اور جو آبادیاں یہاں جدید ہملٹ کے نام پر تعمیر کی گئی ان میں بھی کوئی اچھی سکولنگ کا انتظام نہ کیا گیا جس کی وجہ سے ضلع میرپور کے لوگوں کو زبردست معاشرتی اور ثقافتی دھچکا لگا۔ اب توسیع سے ضلع میرپور اقتصادی طور پر بالکل تباہ ہو جائیگا۔ وہ اسطرح کہ میرپور کی زرخیز زمین اس وقت ڈیم کے مضافاتی ایریا میں ہے۔ توسیع کی وجہ سے پورے ضلع میرپور کی 90 فیصد زرخیز زمین پانی کے نیچے چلی جائے گی۔ اس وقت لوگ پہلے زمین جو پانی کے نیچے ہے پانی اترنے کے بعد کاشت کرتے ہیں مگر توسیع کے بعد ایسا ممکن نہیں ہے۔ دوسری بات اس وقت لوگوں کی 90 فیصد اکثریت زرخیز زمین کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرتی ہے توسیع کی وجہ سے سارے بے روزگار ہو جائیں گے۔ یہاں کوئی ایسی انڈسٹری نہیں جس میں لوگ کام کر سکیں۔ اس طرح بے روزگاری کا ایک سیلاب آئے گا جس کی وجہ سے ضلع میرپور بالخصوص اور آزاد کشمیر بالعموم متاثر ہوگا۔ مزید یہاں پر بھٹہ خشت کی انڈسٹری جو پنجاب کے غریب لوگوں کو روزگار مہیا کرتا ہے اور مقامی لوگ بھی اس کے ساتھ منسلک ہیں وہ بھی ختم ہو جائیگی۔ توسیع کی وجہ سے مضافاتی ایریا کے اجڑنے کی وجہ سے پرانے شہر، چکسواری، آکال گڑھ اور میرپور کو بڑا دھچکا لگے گا۔ کیوں کہ یہ شہر ان مضافاتی ایریا میں رہنے والے لوگوں کی وجہ سے چلتے ہیں۔ توسیع کی وجہ سے جہاں ان لوگوں کو بسایا جائے گا وہیں نئے شہر تعمیر ہوں گے، پرانے شہروں میں بیٹھے دکاندار اقتصادی طور پر تباہ ہو جائیں گے۔ ضلع میرپور پہلے ثقافتی لحاظ سے تباہ ہو چکا ہے۔ کیوں کہ جب گاؤں ختم ہو جاتے ہیں اور شہر آباد ہوتے ہیں وہاں مختلف النسل اور مختلف الخیال لوگ آکر بستے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ماڈرن ثابت کرنے کے لئے جدید حرکات و سکنات کرتے ہیں اور اپنے علاقوں میں بچیوں اور بچوں کی شادیاں کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ ماڈرن اور وہیں پروان چڑھے ہیں مگر ان کے والدین اپنی ثقافت کو نہیں بھولے ہیں۔ اس طرح ان چیزوں کو مدنظر نہ رکھا گیا تو ضلع میرپور معاشی، معاشرتی اور ثقافتی او اقتصادی لحاظ سے بالکل تباہ ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۱۲: منگلا ڈیم کی توسیع کی تحریک صرف ضلع میرپور میں ہے یا باقی ڈسٹرکٹ میں بھی تحریک ہے؟

جواب: توسیع کے خلاف تحریک ضلع میرپور میں ہی نہیں بلکہ پورے آزاد کشمیر کوٹلی، راولاکوٹ، مظفر آباد، پلندری اور باغ میں موجود ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ تحریک بیرونی ممالک مڈل ایسٹ، امریکہ، یورپ اور بالخصوص برطانیہ میں موجود ہے اور برطانیہ میں اس تحریک کی یہ حالت ہے کہ کوئی بھی پاکستانی لیڈر یا کشمیری لیڈر برطانیہ جاتے ہیں تو انہیں جرات نہیں ہوتی کہ وہ توسیع کے منصوبے کے حق میں بات کر سکیں بلکہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم حکومت پاکستان کو کہیں گے کہ وہ توسیع نہ کریں۔ اس طرح یہ تحریک پورے آزاد کشمیر اور برطانیہ میں پھیلی ہوئی ہے۔

سوال نمبر ۱۳: پہلی فزیبلٹی رپورٹ کو آپ نے کن بنیادوں پر Reject کیا؟

جواب: جب ہم تک یہ بات پہنچی کہ حکومت پاکستان منگلا ڈیم میں توسیع کرنا

چاہتی ہے تو ہم نے سوچا کہ سروے تو ہوا ہی نہیں اور فیزیبلٹی رپورٹ کیسے بن گئی پتہ کروایا تو معلوم ہوا کہ فیزیبلٹی رپورٹ بن گئی ہے اور اس کی Approval کابینہ اور جنرل مشرف صاحب نے دی ہے۔ وہ کسی طریقے سے ہم نے فیزیبلٹی رپورٹ حاصل کی، اسے پڑھا تو معلوم ہوا کہ فیزیبلٹی رپورٹ اغلاط کا مجموعہ ہے وہ اس طرح کہ اس میں بتایا گیا کہ چالیس ہزار لوگ متاثر ہوں گے جب ہم نے صرف ان علاقوں کو جو توسیع کی زد میں آئیں گے صرف ووٹ لسٹ کو Collect کیا تو معلوم ہوا کہ چالیس ہزار لوگ تو صرف 1210 کی حدود میں آتے ہیں۔ کیونکہ ان کے میرپور کے حلقے میں ساڑھے سات ہزار ووٹ تھے۔ اس طرح 1210 سے اوپر ایک لاکھ سے زیادہ لوگ توسیع کی زد میں آتے ہیں۔ مزید اس فیزیبلٹی رپورٹ میں جن علاقوں کو جزیرہ بنانے کا پلان تیار کیا گیا یعنی پنیام اور کھاڑک کو تو ہم نے معلوم کیا کہ ان کو شہروں کیساتھ کس طرح لنک کیا جائے گا، وہ کہیں نہیں لکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بتایا گیا کہ زمین لوگوں کی ملکیت رہے گی جب پانی اترے گا تو اس کی کاشت کر سکیں گے۔ جب ہم نے پوچھا کہ آبادیاں اتنے دور جا کر آباد ہوں گی لوگ وہاں سے کاشت کے لئے آ ہی نہیں سکتے تو اس کا جواب بھی کہیں نہیں تھا۔ جب ساری ڈسکشن اعلیٰ حکام سے ہوئی تو یہ ساری چیزیں ان کو بتائی تو کہنے لگے کہ دراصل یہ فیزیبلٹی رپورٹ لاہور میں بیٹھ کر بنائی ہے اور غلط بن گئی ہے تو ہم نے کہا کہ آپ کو سزا ملنی چاہیے کہ جس پراجیکٹ پر قوم کا 62 ارب روپیہ خرچ ہو گا اس کی فیزیبلٹی رپورٹ آپ نے لاہور میں بیٹھ کر غلط بنائی ہے اور پھر جنرل مشرف اور اس کی کابینہ کو اندھیرے میں رکھ کر ان سے Approval لی۔ اس لئے آپ کو سزا ملنی چاہیے۔

سوال نمبر۱۴: دوبارہ سروے کیلئے واپڈا کی ٹیمیں آئیں۔ انہوں نے کتنے فیصد کام کیا؟

جواب: جب ہم نے فیزیبلٹی رپورٹ کو Reject کیا تو واپڈا نے دوبارہ سروے کرنے کا پلان بنایا۔ اور NESPAK کمپنی کو ٹھیکہ دیا۔ جب NESPAK علاقوں کے اندر آئی تو لوگوں نے ان کو کام نہیں کرنے دیا۔ تھوڑی بہت جگہوں پر انہوں نے لوگوں کو چکمہ دیا کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کتنے لوگ متاثر ہوں گے۔ اگر زیادہ نقصان ہے تو توسیع نہیں کریں گے۔ اس طرح پورے راز اور فراڈ کے باوجود 30 فیصد سروے بھی دوبارہ نہیں کر سکے اور لوگوں نے شدید ترین احتجاج کیا جس کی وجہ سے سروے ٹیمیں واپس چلی گئیں۔

سوال نمبر۱۵: نئے حکومتی معاہدے اور پیکج کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: حکومت آزاد کشمیر پچھلے دو برس سے آزاد کشمیر کے سادہ لوح عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہی ہے کہ وہ کشمیریوں کے حقوق کے لئے واپڈا اور وفاقی حکومت پاکستان سے زبردست لڑائی لڑ رہی ہے بہت اچھا اور پرکشش پیکج لے رہی ہے اور حکومت آزاد کشمیر کے وزیراعظم، وزیروں، مشیروں اور کاسہ لیسوں کا یہ پروپیگنڈا ابھی اس نام نہاد معاہدہ کے سامنے آنے سے پوری طرح بے نقاب ہو گیا ہے۔ جھوٹی خبروں کا پول کھل گیا ہے اور کشمیر کی لڑائی لڑنے والے بے نقاب ہو گئے ہیں۔ کمیٹی کا موقف ہے کہ اس وقت واپڈا جس پیکج کا اعلان کر رہا ہے اس سے کئی گناہ بہتر پیکج منگلا ڈیم بنتے وقت دیا گیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کا حشر بھی بعد میں لوگوں نے دیکھ لیا لیکن اس نئے پیکج کی تو کوئی کل بھی سیدھی نہیں ہے۔ جس پرکشش پیکج کا ڈھنڈورا آزاد کشمیر کے وزیراعظم اور ان کے حواری پیٹ رہے تھے۔ اس میں سرفہرست منگلا ڈیم کی 35 سالہ سابقہ رائیلٹی، ٹیرف میں کمی، مچھلی کا ٹھیکہ، آبیانہ 132KV گرڈ سٹیشن، جدید ہملٹس، ملازمتوں میں متاثرین کے لئے وافر کوٹہ اور آئندہ سالانہ رائیلٹی جیسے معاملات سرفہرست تھے۔ اور عوام کو بار بار یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ مذکور بالا تمام معاملات واپڈا اور حکومت پاکستان سے منوا لیے جائیں گے کیونکہ ان معاملات پر جنرل پرویز مشرف نے بھی اکتفا کیا ہوا ہے۔ لیکن کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ جب معاہدہ سامنے آیا تو حکومت پاکستان کے تین ملازمین نے آپس میں بیٹھ کر سودا بازی کر لی ہے۔ اس سودہ بازی میں بجلی کی سابقہ رائیلٹی کا مسئلہ گول کر دیا گیا ہے۔ ٹیرف کے تعین کیلئے کمیٹی بنائی گئی ہے مچھلی کا ٹھیکہ پہلے ہی واپڈا دے چکا ہے۔ آبیانے کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ آکال گڑھ میرپور پہلی وفاقی حکومت کے ذمے لگا دیا گیا ہے۔ 132KV لائن زیر بحث ہی نہیں آئی، متاثرین کے لئے پانچ مرلے اور ایک کنال کے پلاٹ اونٹ کے منہ میں زیرہ دینے کے مترادف ہے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت جابرانہ 15 فیصد تھا اب 10 فیصد کر دیا گیا ہے۔ اس وقت چار کنال متاثرہ زمین پر ایک کنال الاٹ ہوتی تھی، اب رقبے کے بجائے کنبے کو ایک پلاٹ دینے کی بات کی گئی ہے، کنبے کی تشریح واپڈا والے خود کریں گے۔ ایک کنبہ 30,20 افراد پر مشتمل ہوتا ہے کیا ایسا کنبہ پانچ مرلے کے پلاٹ پر گزارہ کر سکے گا۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ واپڈا حکومت پاکستان اور حکومت آزاد کشمیر کشمیر دشمن منصوبے پر عمل پیرا ہیں۔ یہ معاہدہ اور پیکج جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس میں دھوکے اور فریب کاری سے کام لیا گیا ہے۔ حکومت عوام کو دھولے میں رکھ کر انہیں نسل در نسل بے گھر کرنا چاہتی ہے۔ اس معاہدے کے اعلان کے بعد ہم مختلف متوقع متاثرہ آبادیوں میں گئے، لوگوں نے اس معاہدے پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اسے رد کر دیا ہے۔ باشعور لوگ سمجھتے ہیں کہ حکومت ان کے ساتھ دھوکہ کر رہی ہے۔ لہٰذا اس کی بات پر یقین کرنا اپنے آپ کو دھوکے میں رکھنے کے مترادف ہو گا۔ اینٹی توسیع کمیٹی اس دھوکے کے خلاف اندرون ملک اور بیرون ملک جدوجہد جاری رکھے گی۔ اگر ہمارے ساتھ جبر کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم اپنے پر امن احتجاج کو تشدد کے راستے پر ڈالنے سے گریز نہیں کریں گے۔

ظہیر رزاق ملک (کوٹلی)

منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ...... عوام کو بے گھر کرنے کی سازش

1960ء میں حکومت نے منگلا ڈیم بنانے کا پروگرام بنایا۔ یہ ڈیم حکومتِ پاکستان نے اپنی زرعی و دیگر ضروریات کے لئے قائم کیا تھا۔ 1967ء میں منگلا ڈیم بنا۔ اس منصوبے پر 7 ارب روپے خرچ ہوئے۔ اس ڈیم کو تعمیر کرنے کے لئے میر پور کے عوام نے بہت سی قربانیاں دیں۔ اس ڈیم کی وجہ سے میر پور کا قدیم تاریخی شہر اور اس کے ساتھ 190 گاؤں زیرِ آب آ گئے۔ یہ ڈیم 400 مربع کلو میٹر کے رقبے پر تعمیر کیا گیا۔ اس کی بلندی 380 فٹ اور لمبائی 10300 فٹ ہے۔ اس جھیل میں 5.88 ملین ایکٹرفٹ پانی جمع رکھنے کی اہلیت ہے۔ منگلا ڈیم کے لئے کشمیر کے 12870 مربع میل رقبہ سے پانی اکھٹا ہو کر آتا ہے، جس میں 7160 مربع میل مقبوضہ کشمیر میں واقع ہے۔ منگلا ڈیم دنیا کے بڑے ڈیموں میں بارھویں نمبر پر آتا ہے۔

اس ڈیم سے ایک ہزار میگاواٹ بجلی پیدا ہوتی ہے جو پاکستان کی 35 فیصد ضروریات پوری کرتی ہے۔ اس ڈیم کی تعمیر سے 84 ہزار سے زائد لوگ متاثر ہوئے۔ ان لوگوں کو واپڈا نے پاکستان کے مختلف علاقہ جات میں زمینیں الاٹ کیں۔ ان میں سے تقریباً آٹھ ہزار کنبے اب تک کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی قبروں، مزاراتِ مقدسہ اور گھر بار سب کچھ منگلا جھیل کے پانی کی نذر کر کے پاکستان کے لئے قربانی دی۔ مگر لوگوں کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے اور مصیبتیں دیکھنے کے سوا اور کچھ نہ ملا۔ یہ لوگ کس سے انصاف مانگیں، کس کے آگے فریاد کریں، ان لوگوں کا قصور کیا تھا؟ یہ لوگ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے کہ واپڈا حکومت نے ان کو بے گھر کر دیا۔ آخر کیوں؟ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت کشمیریوں سے حکومتِ پاکستان اور واپڈا نے جو وعدے کئے تھے وہ پورے نہیں کئے۔ نہ سستی بجلی دی، نہ متاثرین کو آباد کیا، نہ رائلٹی دی۔

اب حکومت نے منگلا ڈیم کو مزید بلند کرنا زرعی ترقی اور خوشحالی کے لئے ضروری سمجھا ہے۔ اگر پانی کی سطح 1210 تک چلی جائے تو 50 ہزار افراد فوری طور پر پانی کی زد میں آ جائیں گے۔ ان کالونیوں کے نام یہ ہیں جو پانی کی زد میں پہلے آئیں گی، خانپور کالونی، بلاہ کالونی، میراہ بھنگیاں کالونی، کونجڑی کالونی، بندرال کالونی، بوہڑ کالونی، چندرال کالونی، مجاہد کالونی، رٹھوعہ محمد علی کالونی میں آباد لوگوں کی تعداد 40 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ آج 35 سال بعد ان لوگوں کو دوبارہ مہاجر بنا دیا جائے گا۔ اس طرح مہاجر کالونیوں اور یونین کونسل کھاڑک کے تمام گاؤں جن کا ایک دوسرے کے ساتھ پیدل ملاپ ہے بند ہو جائیں گے۔ آج جو لوگ منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کی حمایت کر رہے ہیں، یہ وہ ہیں جنہوں نے ماضی میں بھی متاثرین منگلا ڈیم کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر کروڑوں روپے ڈکار لئے تھے اور پلاٹ مافیا کے تعاون سے کروڑ پتی بن گئے تھے۔ آج پھر 62 ارب روپے دیکھ کر ان کی کوشش ہے کہ متاثرین کا سودا کریں اور رقم اپنی تجوریوں میں بھر لیں۔ مگر اس بار عوام ان لوگوں کو متاثرین کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کے بعد ڈیم کی سطح 1270 فٹ ہو جائے گی۔ اس طرح میر پور شہر کا تقریباً تین کلو میٹر کا علاقہ جو ایف ٹو سے ایف ون تک کا ہے، بچتا ہے یہ سطح سمندر سے 1650 فٹ اونچائی پر واقع ہے۔ میر پور کا جنوبی علاقہ میاں محمد ٹاؤن چتر پڑی ہملٹ کے نام سے آباد ہے۔ یہ تقریباً سطح سمندر سے 1230 فٹ اونچا ہے۔ 4.5 کلو میٹر کا علاقہ منگلا ڈیم سے اونچا ہے، باقی شہر منگلا ڈیم کے برابر ہے۔ اس طرح 370 مربع فٹ رقبے کا شہر جو پہاڑی پر منگلا ڈیم کے کنارے آباد ہے، اس سے اونچا ہے۔ اس رقبہ پر نیا شہر آباد ہے۔ جب کبھی اس ایریا میں 5,6 سکیل ریکٹر پر زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے تو یہ شہر زمین بوس ہو جائے گا ورنہ لینڈ سلائیڈ ہونے کا خدشہ ہر وقت موجود رہے گا۔ اس کے علاوہ ڈڈیال کو بھی بہت زیادہ نقصان ہوگا۔

منگلا ڈیم کے بارے میں دکھائی دے رہا ہے کہ حکومت پاکستان آزاد کشمیر کو منگلا ڈیم کی رائلٹی دے گی اور آزاد کشمیر نے واپڈا کے جو ایک ارب چالیس کروڑ روپے دینے ہیں ان میں سے کچھ معاف کر دے گی۔ واپڈا پہلے ہی آزاد کشمیر میں مہنگی بجلی فروخت کر کے بہت سے روپے کما چکا ہے۔ یہ سب رقم آزاد کشمیر حکومت کو چاہیے کہ معاف کرائے اور اس کے مسئلے پر بھی کچھ لچک کا مظاہرہ کرے گا اور اس کے علاوہ آب پاشی کیلئے پانی بھی فراہم کریگا۔

اس وقت آزاد کشمیر میں 300 میگاواٹ بجلی استعمال کی جا رہی ہے۔ جب کہ ایک سروے کے مطابق پانچ ہزار میگاواٹ بجلی کی پیداواری صلاحیت موجود ہے۔ تاہم مختلف فرموں کے ساتھ پراجیکٹس کی تیاری اور عمل درآمد کے

معاملے میں اختیارات واپڈا کے پاس ہیں۔ یہ اختیارات بھی حکومت آزاد کشمیر کو دیئے جائیں تو توقع کی جاسکتی ہے کہ ملکی تعمیر کیلئے مقامی وسائل کو بروئے کار لانے کی کوششوں میں مزید آسانی ہوگی۔ اس کے علاوہ منگلا ڈیم میں اعلیٰ اور لذیذ قسم کی مچھلی وافر مقدار میں پائی جاتی ہے۔ اس مچھلی سے 10 کروڑ روپے سالانہ آمدن ہوتی ہے۔ اس مچھلی کے ٹھیکہ کے اختیارات بھی کشمیر حکومت کو دینے چاہئیں۔ اس وقت یہ اختیار واپڈا کے پاس ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ حکومت تسلیم کر لیتی ہے تو پھر پرانے متاثرین اور نئے متاثرین کا کیا بنے گا؟ جس طرح پہلے وعدے کئے گئے اور ان پر عمل درآمد نہیں ہوا اسی طرح مزید کشمیریوں کو اس بار پھر بے گھر کر دیا جائے گا؟ کیا میرپور کے عوام کو ایک بار پھر قربانی کا بکرا بنایا جائے گا۔ اگر حکومت پاکستان تمام شرائط مان جائے تو پھر سب سے پہلے نئے اور پرانے متاثرین کو آباد کرے اور اپنے وعدے پورے کرے، پھر ڈیم کی تعمیر شروع کرے۔ اس بار عوام دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ سب سے پہلے میرپور کے عوام کو اعتماد میں لیا جائے۔ واپڈا نے آزاد کشمیر کو مفت بجلی تو دی نہیں الٹی مہنگی بجلی دے رہا ہے۔ بلوچستان میں 2.07 روپے فی یونٹ اور سرحد میں 2.45 روپے فی یونٹ ہے، جب کہ آزاد کشمیر کیلئے 4.35 روپے یونٹ ہے۔ جب کہ کشمیر کونسل کی طرف سے مزید 15 پیسے جنرل سیلز ٹیکس لگایا جاتا ہے۔

میرپور کے عوام کو اس بار پھر قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔ مگر دوسری طرف حکومت کالاباغ ڈیم فزیبلٹی رپورٹ بن جانے کے باوجود کیوں نہیں بنا رہی۔ منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ شروع کرنے سے پہلے کشمیریوں کو اعتماد میں لینا چاہیے۔ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے حکومت کشمیری عوام کو اعتماد میں لے۔

روزنامہ پاکستان ۷ جنوری ۲۰۰۳ء



منگلا ڈیم اپ ریزنگ پراجیکٹ بمقابلہ کالا باغ ڈیم

تحریر و تحقیق:۔ ظفر مغل، میرپور

برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے ساتھ 1947ء میں پاکستان اور ہندوستان دو خود مختار ریاستوں کے طور پر دنیا کے نقشے پر نمایاں ہوئے، اس زمانے کا موجود آبپاشی نظام زرعی آبپاشی کی حدود کا لحاظ رکھے بغیر از خود دونوں ممالک کے درمیان تقسیم ہوگیا اور یوں ایک بین الاقوامی آبی تنازعے نے جنم لیا۔ اور یہ تنازعے 1960ء میں عالمی بنک کے اشتراک سے سندھ کے پانی کے سمجھوتے انڈس واٹر ٹریٹی (Indus Water Treaty) کی صورت میں حتمی طور پر حل ہوگیا۔ اس معاہدے کے تحت تین مشرقی دریاؤں راوی، بیاس اور ستلج پر ہندوستان اور تین مغربی دریاؤں سندھ، جہلم اور چناب پر پاکستان کا حق مان لیا گیا۔ اس سمجھوتے کے تحت پاکستان کی سرزمین پر سندھ طاس منصوبوں کی متبادل تعمیرات کے ذریعے پہلے مشرقی دریاؤں سے آبپاشی ہونیوالے رقبوں کو مغربی دریاؤں کے پانی کی مستحکم فراہمی یقینی بنانا بھی شامل تھا۔ اس معاہدے کے تحت 2 بندوں، 5 بیراجوں، 1 سائیفن اور 8 دریائی رابطہ نہروں کی تعمیر تجویز کی گئی تھی یہ 2 مجوزہ بند دریائے جہلم پر منگلا اور دریائے سندھ پر تربیلا کے مقام پر باندھے جانے تھے۔

منگلا ڈیم کے منصوبے کا تصور درحقیقت پچاس کی دہائی کے دوران ایک کثیر المقاصد منصوبے کے طور پر پیش کیا گیا تھا یہ منصوبہ جہلم شہر سے 20 میل اوپر کی جانب پرانے میرپور شہر اور منگلا کے مقام پر دریائے جہلم پر تعمیر ہونا تھا۔ اس منصوبے کی ابتدائی فزیبلیٹی اور سروے 1958ء میں مکمل کرلیا گیا اور بعد ازاں یہ منصوبہ سندھ طاس منصوبوں میں شامل کرلیا گیا۔ سندھ طاس منصوبے 1960-71ء کے درمیان مکمل کرلیئے گئے البتہ تربیلا بند کا منصوبہ 1975-76 کے درمیان جزوی طور پر کام کرنے لگا۔ منگلا ڈیم کے منصوبے کا بنیادی مقصد پاکستان کی سرزمین پر مشرقی دریاؤں سے سیراب ہونے والے رقبوں کو دریائے جہلم سے متبادل زرعی پانی مہیا کرنا تھا، زرعی آبپاشی کے علاوہ اس منصوبے کا ایک اور مقصد دریائے جہلم کے سیلابی پانی پر قابو پاکر اسے ذخیرہ کرنا بھی تھا جبکہ اس منصوبے کے ذیلی مقاصد میں ملک کی بجلی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بجلی کی پیداوار حاصل کرنا، اس وسیع وعریض ذخیرہ آب میں مچھلیوں کی افزائش کے ذریعے پروٹین مہیا کرنا اور اس منصوبے کو عوام کے لیے ایک قابل توجہ سیرگاہ بنانا بھی شامل تھا جو کہ آج تک نہیں بن سکی۔ بہر حال دریائے جہلم پر تعمیر ہونے والا یہ منصوبہ 2 بندوں اور 2 پشتوں کے ذریعے جنم لینے والے ذخیرہ آب، پانی کے ہنگامی نکاس کے لیے 2 آب ریزوں، 5 سرنگوں، 1 بجلی گھر اور 1 آبپاشی دہانے پر مشتمل ہے۔ اس منصوبے کی تعمیر 1962ء میں شروع ہوئی اور 1967ء میں اس منصوبے پر کل 6 ارب 58 کروڑ 70 لاکھ روپے لاگت آئی، مٹی کی بھرائی پر مشتمل اس بند کی تعمیر کے نتیجے میں پرانے میرپور شہر کے باسیوں کے آباؤ اجداد کی قبروں اور ''سونا اگلتی'' زمینوں پر جنم لینے والی منگلا جھیل 100 مربع میل کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے جس کی ذخیرہ کرنے کی کل گنجائش 5.88 ملین ایکڑ فٹ ہے جبکہ قابل استعمال پانی کی کل گنجائش 5.34 ملین ایکڑ فٹ ہے اس وسیع ذخیرہ آب کا مرکزی وسیلہ آب خود دریائے جہلم ہے جبکہ تین اور چھوٹے چھوٹے دریا کانشی، پونچھ اور خاد اس ذخیرہ آب کے معاون وسیلے ہیں۔ ان دریاؤں میں بہہ کر آنیوالی مٹی، ذرات اور جھیل میں بیٹھنے والی گاد کی وجہ سے اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور 1992ء میں قیامت خیز سیلاب کے باعث منگلا جھیل میں پانی کی کل گنجائش 4.900 ملین ایکڑ فٹ جبکہ قابل استعمال پانی کی مقدار 4.600 ملین ایکڑ فٹ ہوگئی ہے۔

منگلا بجلی گھر سطح سمندر سے 865 فٹ کی بلندی پر واقع آبپاشی دہانے پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس دہانے پر تعمیر کی گئی 5 سرنگیں بجلی گھر کے لیے پانی مہیا کرتی ہیں یہ 30/26 قطر کی ہر ایک سرنگ 2 ٹربائینوں کو چلانے کے لیے درکار پانی مہیا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں اس بجلی گھر کی موجودہ پیداواری گنجائش 1000 میگاواٹ ہے۔ ذخیرہ آب میں پانی کی سطح پوری ہونے کے زمانے میں یہ بجلی گھر 15 فیصد زائد بجلی پیدا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس بجلی گھر سے نکلنے والا پانی نئی بونگ نہر میں گرتا ہے جس کی لمبائی 25000 فٹ اور پانی کے بہاؤ کی صلاحیت 49000 کیوسک ہے، یہ نہر 7 میل نیچے پرانے بونگ ہیڈ ورکس پر ختم ہوجاتی ہے جہاں سے زرعی پانی کی باضابطہ ترسیل شروع ہوجاتی ہے۔ منگلا بجلی گھر میں نصب 100 میگاواٹ کے 10 یونٹوں کی 24 گھنٹوں میں 24 لاکھ یونٹ بجلی پیدا کرنے کی گنجائش ہے جبکہ منگلا ڈیم کی اونچائی (کریسٹ لیول) 1234 فٹ ہے اور پانی کا لیول 1202 میٹنین کرنا ہوتا ہے اور اب منگلا ڈیم اپ ریز

پراجیکٹ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اسے 40 فٹ مزید اونچا کر کے 1274 فٹ تک لے جانے کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے میر پور کے باسیوں کو ان کی مرضی کے خلاف ایک مرتبہ پھر ''قربانی کا بکرا'' بنا کر دوسری بار اجاڑنے کی طرف تیزی سے پیش قدمی کی جا رہی ہے۔

واپڈا کے ذمہ دار ذرائع کے مطابق منگلا بجلی گھر سے بجلی پیدا کرنے پر 3.42 پیسے فی یونٹ خرچ آتا ہے اور واپڈا ہی کی ایک رپورٹ کے مطابق منگلا ڈیم گزشتہ کئی دہائیوں سے اپنی لاگت پوری کرنے کے بعد مسلسل منافع میں جا رہا ہے لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ ایک طرف آج تک متاثرین منگلا ڈیم گوناگوں مسائل سے دوچار ہیں۔ تو دوسری طرف تاحال منگلا ڈیم کی رائلٹی دینے کے بارے میں نہ تو حکومت پاکستان نے کوئی سنجیدہ حکمت عملی اپنائی ہے اور نہ ہی آزاد کشمیر حکومت نے اس بارے میں کوئی ٹھوس منصوبہ بندی کی ہے۔

منگلا ڈیم کی تعمیر کے نتیجے میں پرانے میر پور شہر اور ملحقہ دیہاتوں سے مجموعی طور پر 81000 افراد متاثر ہوئے جنھیں پنجاب اور سندھ کے مختلف اضلاع میں متبادل زمینیں دی گئیں لیکن آج بھی متاثرین منگلا ڈیم ان زمینوں پر با اثر قابضین سے قبضوں کے حصول کے لیے پنجاب اور سندھ میں انتظامیہ اور عدالتوں کا ''طواف'' کرنے پر مجبور ہیں اور کئی یا تو اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں یا زمینیں قابضین کے جبر و تشدد کے باعث دل برداشتہ ہو کر ''خیر باد'' کہہ چکے ہیں۔ اسی طرح منگلا ڈیم کے اردگرد آباد کئے جانیوالے نیو میر پور شہر اور ہملٹس میں بھی لوگ مختلف مسائل و مصائب کا شکار ہیں۔ میر پور شہر کو ڈیم کی تعمیر کے وقت 30 ہزار کی آبادی کے لیے پلان کیا گیا تھا لیکن اب جبکہ اس کی آبادی سوا لاکھ سے بھی تجاوز کر گئی ہے اور جو وعدے ڈیم کی تعمیر کے وقت کرتے ہوئے آنسوؤں کا معاوضہ بھی دینے کے سہانے خواب دکھائے گئے تھے ان کے ایفاء کے لیے آج بھی میر پور کے متاثرین واپڈا احکام اور حکومت پاکستان کے خلاف نوحہ کناں ہیں۔ واپڈا والے میر پور شہر کی مجموعی طور پر 42 کلومیٹر سڑکیں کچی چھوڑ گئے تھے بجلی کی سبسڈی اور رائلٹی کا معاملہ شرمندہ تعمیر نہ ہو سکا۔ اپنے اباؤ اجداد کی قبروں اور سونا اگلتی زمینوں پر 100 مربع میل وسیع ذخیرہ آب قائم کرنے کے باوجود میر پور کے متاثرین ''چراغ تلے اندھیرا'' کے مصداق گریٹر واٹر سپلائی سکیم نہ ہونے کے باعث موسم گرما میں ''کربلا'' کی سی صورتحال سے دوچار رہتے ہیں۔

اسی طرح پاکستان کو سرسبز اور خوشحال بنانے اور پاکستان کے روشن مستقبل کے لیے منگلا ڈیم کی صورت میں عظیم قربانی کی مثال قائم کرنے والے متاثرین منگلا ڈیم اور تارکین وطن کے شہر میر پور کے باسی سالانہ اربوں روپے کا زرمبادلہ پاکستان بھیج کر ملکی معیشت کی مضبوطی میں کلیدی کردار ادا کرنے کے باوجود تاحال ائیر پورٹ کی سہولت سے بھی محروم ہیں اور میر پور میں کوئی بائی پاس نہ ہونے کے باعث میر پور کے باسی ٹریفک کے شدید مسائل سے بھی دوچار ہیں حالانکہ دفاعی نقطہ نظر سے بھی بائی پاس روڈ اور جڑی کس پلاک کوٹلی روڈ کو دورویہ (ڈبل لائن) کیا جانا ضروری ہے۔

یہی وہ تلخ حقائق ہیں کہ جن کے پیش نظر اب متاثرین منگلا ڈیم نہ صرف ضلع میر پور میں بلکہ برطانیہ میں بھی منگلا ڈیم اپ ریز پراجیکٹ کے خلاف سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں اور جوں جوں اس منصوبے پر عملدرآمد کا وقت قریب آتا جا رہا ہے تو متاثرین میں ماضی کے زخم پھر سے ہرے ہو رہے ہیں اور وہ میر پور کو دوسری بار ڈبونے کے اس منصوبے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام گڑھ، کھاڑک، ڈڈیال اور ڈیم سے ملحقہ آبادیوں میں واپڈا کی سروے ٹیموں کو عوامی مزاحمت کے پیش نظر متعدد بار واپس جانا پڑا ہے۔ ضلع میر پور اور برطانیہ میں مقیم متاثرین منگلا ڈیم کا مئوقف بھی وزنی ہے کہ انھیں پاکستان کی خوشحالی اور روشن مستقبل کے لیے اپنے اباؤ اجداد کی قبروں اور زمینوں کی قربانی دیئے ابھی 50 سال بھی نہیں گزرے کہ اب پھر سے ہمیں دربدر کرنے کے لیے منگلا ڈیم کا توسیع منصوبہ بنا کر ہمیں دوسری بار ''قربانی کا بکرا'' بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس لئے اب ہمیں دوسری بار اجاڑنے کی بجائے پاکستان کی سرزمین پر پاکستان کے بہتر و روشن مستقبل کے لیے پاکستان کے عوام سے قربانی مانگتے ہوئے کالاباغ ڈیم بنانے کی حکمت عملی اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ ماہرین کالاباغ ڈیم کو پاکستان کے لیے ناگزیر قرار دے چکے ہیں اور منگلا ڈیم اپ ریز پراجیکٹ پر عمل کرنے کے باوجود بھی پاکستان میں توانائی کے بحران اور آبپاشی کے لیے پانی کے بحران پر قابو نہیں پایا جا سکتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ کشمیری عوام کو دوسری بار قربانی لگانے کی بجائے سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے عوام کو بھی پاکستانی ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے پاکستان کے وسیع تر مفاد میں کالاباغ ڈیم کی تعمیر پر اتفاق رائے پیدا کر لینا چاہیئے۔

ضلع میر پور میں منگلا ڈیم توسیع منصوبہ سے سب سے زیادہ متاثر ہونیوالے حلقہ نمبر 2 کے ممبر آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی اور سابق سپیکر اسمبلی چوہدری عبدالمجید کا اظہار ہے کہ بیرسٹر سلطان محمود چوہدری سابق وزیر اعظم آزاد کشمیر میر پور سے تعلق رکھنے کے باوجود اپنی وزارت عظمٰی کے دوران اکنامک ریویو میٹنگ میں منگلا ڈیم اپ ریز پراجیکٹ کی منظوری دے چکے ہیں لیکن ضلع میر پور کے عوام کا اظہار ہے کہ اس منصوبے کو میر پور کے لوگوں کو دوسری بار اجاڑنے کے پیش نظر کسی صورت بھی شروع نہیں کرنے دیا جائے گا کیونکہ اس منصوبے سے کشمیریوں کی نوجوان نسل اور برطانیہ میں مقیم تارکین وطن میں بھی خاصا اشتعال پایا جاتا ہے اور نوجوان نسل میں پاکستان کے بارے میں نفرت سر اٹھانے لگی ہے کہ منگلا ڈیم کی رائلٹی کی بات آتی ہے تو آزاد کشمیر کو متنازعہ علاقہ

قرار دیا جاتا ہے اور پاکستان کے قومی مفاد میں پاکستان کے صوبوں کے عوام اگر کالا باغ ڈیم نہیں بننے دیتے تو پھر کشمیری ہی کیوں بار بار تختہ مشق بنیں اور پھر یہ ایک فطری بات بھی ہے۔ اس لیے وفاقی حکومت کو چاہیئے کہ وہ پاکستان کے اس قومی منصوبے کالا باغ ڈیم پر چاروں صوبوں کے عوام اور سنجیدہ فکر طبقوں کو اعتماد میں لیکر اس منصوبے پر عملدر آمد کو یقینی بنائیں۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ منگلا اپ ریز پراجیکٹ سے جہاں ضلع میر پور کے تقریبا 50 ہزار افراد متاثر ہوں گے وہاں چھوٹے بڑے مجموعی 45 دیہات بھی زیر آب آجائیں گے اور وہاں اس منصوبے کی تکمیل کے لیے 64 ارب روپے کی خطیر رقم خرچ کرنے کے باوجود بھی ماہرین کے مطابق کالا باغ ڈیم کی تعمیر پاکستان کے لیے انتہائی ناگزیر رہے گی تو پھر اتنی بڑی رقم ضائع کر کے کشمیریوں کی نوجوان نسل کو بھی پاکستان سے متنفر کرنا یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔ اس لئے فوجی حکمرانوں کو کشمیر کے تناظر میں حالات کی سنگینی کے پیش نظر ہوش کے ناخن لیتے ہوئے اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ کیونکہ ویسے بھی آزاد کشمیر بین الاقوامی طور پر ایک متنازعہ علاقہ ہے۔

کالا باغ ڈیم کا منصوبہ بھی ایک کثیر المقاصد منصوبہ ہے۔ 1953ء میں تیار کیے جانے والے اس منصوبے کو عالمی اداروں اور کئی ممالک نے بھی پاکستان کے لیے انتہائی مفید اور کارآمد قرار دے رکھا ہے اور پاکستان کی دو بڑی انجینئر نگ فرموں سمیت واپڈا کے تکنیکی ماہرین نے بھی متعدد بار کالا باغ ڈیم کے مجوزہ منصوبے کا جائزہ لیکر اسے ہر حال میں پاکستان کے لیے مفید اور جامع قرار دے رکھا ہے لیکن پاکستان کی ماضی کی حکومتوں کی مصلحتوں کے باعث یہ منصوبہ التواء کا شکار چلا آرہا ہے۔ حالانکہ 1985ء کی ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق کالا باغ ڈیم کی تکمیل 2000ء تک ہونا تھی اور اسی رپورٹ کے مطابق 1993ء کے وسط میں اس منصوبے کی تکمیل سے قبل بجلی کی پیداوار حاصل کرنے کی خوشخبری بھی تھی۔

کالا باغ ڈیم تربیلا ڈیم سے 193 کلومیٹر نیچے کی جانب 2464 ملین ڈالر کی لاگت سے تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے اور اس کی 110560 مربع میل جھیل دنیا کی سب سے بڑی مصنوعی جھیل ہوگی جسمیں پانی کا ذخیرہ کرنے کی گنجائش 9400 ملین مکعب میٹر ہوگی۔ اسکا رقبہ دریائے سندھ پر 97 میل، دریائے کابل پر 25 میل اور دریائے سوان پر 36 میل پر پھیلا ہوگا جبکہ ڈیم کی اونچائی 975 فٹ ہوگی اور ابتدائی طور پر تین تین سومیگاواٹ بجلی پیدا کرنے والے آٹھ یونٹوں کی تنصیب کا منصوبہ ہے اور اس طرح منگلا ڈیم کے نتیجہ میں 81000 افراد کے متاثر ہونے کے مقابلے میں کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے نتیجے میں 68664 افراد کے متاثر ہونے اور منگلا ڈیم کی تعمیر سے قبل 100 ایکڑ زمین پر 125 افراد کے مقابلہ میں کالا باغ ڈیم سے اتنی زمین پر سے صرف 43 افراد کے متاثر ہونے کا تخمینہ ہے اور اس طرح کالا باغ ڈیم سے مجموعی طور پر 159712 ایکڑ رقبہ متاثر ہونے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ جس میں 63 فیصد پنجاب اور باقی سرحد کا ہے۔

واپڈا کی ہی ایک اور رپورٹ کے مطابق کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے نہ صرف پاکستان میں توانائی کا بحران ختم ہوگا اور بجلی کی پیداوار میں پاکستان خود کفیل ہو جائیگا بلکہ پاکستان کو اس منصوبے سے کم لاگت میں سستی اور وافر بجلی بھی فراہم ہوگی جسکی مقدار 11172 جی ڈبلیو ایچ سالانہ ہوگی اسی کے پیش نظر گزشتہ سال کے آغاز میں ہی چیف ایگزیکٹو پاکستان جنرل مشرف نے کالا باغ ڈیم کے منصوبے کو ملکی مفاد میں ناگزیر قرار دے کر اس قومی مسئلے پر تین ماہ کے اندر قومی مفاہمت پیدا کرنے کا اعلان کیا تھا اور اس ضمن میں انہوں نے قومی وصوبائی سطح پر سیاسی زعماء سے رابطوں کا آغاز بھی کر دیا تھا مگر نہ جانے کیوں وہ سلسلہ بند ہوا اور قومی مفاہمت کی راہ کیوں مسدود ہوگئی۔ بہر حال فوجی حکمرانوں کو متنازعہ علاقہ کشمیر کے ضلع میر پور کے مظلوم عوام کو دوسری بار اجاڑنے کی پالیسی ترک کرتے ہوئے پاکستان کے وسیع تر قومی مفاد میں کالا باغ ڈیم کے منصوبے پر ہی فوجی حکومت کو توجہ مرکوز کر کے تعمیراتی کام جلد شروع کروانا چاہیئے تاکہ پاکستان مصدقہ اداروں کی رپورٹوں کی روشنی میں 2012ء تک پانی و بجلی کے ممکنہ شدید ترین بحران سے بچ سکے۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

میر آزاد بصیر (میرپور)

منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ یا میرپور شہر کی تباہی

منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کے حوالہ سے ضلع میرپور کے تینوں حلقوں میں صبح کا سورج طلوع ہونے سے رات گئے تک پڑھے لکھے لوگوں کے علاوہ مزدور چرواہے اور ان پڑھ لوگوں کی زبان پر ایک ہی بات کہ منگلا ڈیم اپ ریز ہونا چاہیے یا نہیں۔ جہاں تک منگلا ڈیم کی متوقع اپ ریزنگ کی حدود میں جو لوگ آباد ہیں ان کا متاثر ہونا قدرتی امر ہے، ان متاثرین میں 1947، 1965 اور 1971ء کے کشمیری مہاجرین جو مسئلہ کشمیر کے حوالے سے کشمیر کے اس پار حصہ سے اپنے ہی ضلع میرپور میں آباد ہوئے ان مہاجرین کے نام پر لاکھوں کروڑوں روپوں کے منصوبہ جات بنے۔ آزاد کشمیر میں وقفے وقفے سے بننے والی حکومتوں کے کارندوں نے خوب دولت سمیٹی اور اپنے اپنے عالی شان گھر بنائے۔

مہاجرین کے کچھ طبقوں نے اس لوٹ کھسوٹ میں اپنا حصہ وصول کرتے ہوئے پنجاب کے مختلف اضلاع میں زرعی زمینیں الاٹ کروائیں۔ واپڈا کی بنی ہوئی کوٹھیوں میں قابض ہو کر لاکھوں روپوں کی یہ کوٹھیاں بیچیں اور وہاں کے ہی ہو کر رہ گئے۔ مہاجرین کے کچھ طبقات جو بنیادی طور پر ان پڑھ اور غریب تھے، میرپور کے گردونواح میں منگلا جھیل کے کناروں پر آباد ہو کر اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے رہے۔ آج 35,30 سال کے بعد اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے ہی تھے کہ یہ طبقات منگلا ڈیم اپ ریزنگ کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ ضلع میرپور کے تین حلقوں میں مقامی لوگ جو صدیوں سے یہاں قیام پذیر ہیں ان کے اور مہاجرین کشمیر کے بے گھر ہونے میں بڑا فرق ہے۔ وہ اس طرح کہ جب 1966ء میں منگلا ڈیم کے متاثرین کو معاوضہ کی ادائیگی کی گئی تو منگلا ڈیم کی وہ حدود جہاں آج پانی کھڑا ہے وہاں متاثرین کی اکثریت راجپوت قبائل کی تھی اور آج اپ ریزنگ کے وقت متاثرین کی جو زمین ہے وہ جاٹ قبیلے کی ہے۔

1965ء میں فی کنال معاوضہ کی ادائیگی اور آج کے فی کنال معاوضہ کی ادائیگی میں بڑا فرق ہے۔ اس وقت تعمیراتی میٹریل سیکڑوں میں آتا تھا، وہ آج لاکھوں تک پہنچ چکا ہے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر پر جو رقم اس وقت خرچ کی گئی تھی وہ کروڑوں میں تھی مگر آج اپ ریزنگ کیلئے اربوں روپے خرچ آئیں گے۔ اب جس قبیلے کی زمین 20 کنال سے 100 کنال اپ ریزنگ کی نذر ہو گی وہ کروڑوں روپے معاوضہ وصول کرے گا۔ جس طرح آج معاوضہ کی ادائیگی ہونی ہے اس سے کم از کم دو تین سو خاندان معاوضہ کی وصولی کے بعد کروڑ پتی بن جائیں گے۔ ایسے لوگ اپ ریزنگ کی مخالفت کیوں کریں گے؟ جو قبائل آگے آگے ہیں ان کا بنیادی مسئلہ غربت ہے۔ نئے مکانوں کی تعمیر کیلئے رقوم کا نہ ہونا ایسی باتیں آنے والی نسلوں کیلئے پریشانیوں کا باعث بن رہی ہیں۔ منگلا ڈیم اپ ریزنگ کرنے والے ذمہ دار حکام کا کہنا ہے کہ 10 مرلہ، ایک کنال اور دو کنال کے حساب سے تینوں انتخابی حلقوں کی حدود میں کم و بیش 20/20 ہزار مکانات کی تعمیر کا کام مکمل کروا کر حکومت ان متوقع متاثرین کو اپنے اپنے گھروں کی چابیاں دے اور سرکاری سطح پر انہیں ٹرانسپورٹ مہیا کرے جہاں سے وہ اپنا سامان اٹھا کر واپڈا کے تیار کردہ مکانوں میں شفٹ ہو سکیں۔ اس طرح کسی خون خرابہ کا امکان بہت کم ہو گا۔ اگر پہلے کی طرح برادریوں کے بڑے بڑے کھڑپینچوں کو خرید کر بے یارومددگار لوگوں کو متاثر کرنے کی سازش کی گئی تو اس کے نتائج انتہائی گھناؤنے ہوں گے، نئی تحریک نے پہلے ہی ایجی ٹیشن شروع کر دی ہے جس میں آزاد کشمیر کی تمام اپوزیشن جماعتیں متحد ہو رہی ہیں۔

اپوزیشن لیڈر بیرسٹر سلطان محمود چوہدری نے اسلام آباد میں ایک پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا تھا کہ میری مجبوری ہے، میری زبان بند ہے کہ آزاد کشمیر میں میری حکومت نہیں بننے دی گئی۔ مسلم کانفرنس کے وزیراعظم سمیت دیگر لیڈران کرام کی آئے روز جو باتیں اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم کانفرنس کی حکومت اسی سودے بازی کی صورت میں معرض وجود میں آئی ہے کہ منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کی جائے تو اسے کوئی اعتراض نہیں۔ حالانکہ ضلع میرپور کے اندر مملکت خداداد پاکستان کا کوئی دشمن نہیں۔ ضلع میرپور کو بدنام کرنے کی جو بند کمروں میں سازشیں ہو رہی ہیں وہ قابل مذمت ہیں۔ صدر پاکستان کو چاہیے کہ منگلا اپ ریزنگ سے متاثرہ ہونے والے افراد سے ملنے کے لئے ایک اعلیٰ سطح کا کمیشن تشکیل دیا جائے جو ان متوقع متاثرین سے مل کر بات چیت کرے اور ان کے مسائل معلوم کرے۔ اس لئے کہ ان تین انتخابی حلقوں سے تعلق رکھنے والے کشمیری دنیا بھر میں محنت مزدوری کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ یہاں کے عوام کی منشاء اور مرضی کے خلاف اپ ریزنگ کا کام شروع کیا گیا تو بیرون ملک سفارتی مشنوں، اقوام متحدہ اور دیگر ممالک کے سفارتخانوں کے

سامنے مظاہرے کریں گے جو پاکستان کے لئے پریشانی کا باعث بنے گا۔ حکومت پاکستان، حکومت آزاد کشمیر کی تمام اپوزیشن جماعتوں اور دیگر تنظیموں کے اکابرین کے ساتھ اعلیٰ سطحی کمیشن کی ملاقاتوں کا اہتمام کرے تا کہ منگلا ڈیم کی گزشتہ بیس سالوں کی رائیلٹی جو اربوں روپے بنتی ہے وہ صرف ضلع میر پور کی تعمیر و ترقی کے پروگراموں پر خرچ کی جائے۔ حکومت آزاد کشمیر کو یہ رائلٹی دی گئی تو وہ خود کھا جائے گی۔ رائلٹی کی رقم سے انجینئرنگ یونیورسٹی، اور میڈیکل کالج ضلع میر پور کے کسی موزوں مقام پر بنائے جائیں۔ اسطرح میر پور کے عوام کے مسائل بھی حل ہو جائیں گے اور اپ ریزنگ منگلا ڈیم سکیم بھی پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گی۔ وگرنہ دمادم مست قلندر ہونے کا امکان ہے۔ ساری دنیا میں ہونے والی رسوائی میں کشمیری قصوروار نہیں ہونگے۔ کشمیری قوم نے ہمیشہ اپنی آزادی اور اسلامی اخوت کیلئے قربانیاں دیں۔ مگر کچھ خفیہ ہاتھ لگتا ہے کہ اس روش کو بدلنا چاہتے ہیں۔ اور کشمیری قوم کے منہ میں وہ لفظ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں جو ماضی کی قربانیوں کو نیست و نابود کردیں۔ ادھر میر پور ڈویژن کے تمام بڑے شہروں میں مسلم کانفرنس نے استحکام پاکستان کے نام پر سیمینار اور ریلیاں کیں۔ جماعت کے صدر سردار عتیق نے ہر جگہ یہ بات کہی کہ ہم نے پاکستان کے لئے خون کے ڈیم بنائے ہیں اور پانی کا ڈیم ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ کشمیری قوم نے قیام پاکستان سے لیکر آج تک کم وبیش تین لاکھ جانوں کی قربانی دی۔ آئے روز منحوس لائین پر اپنی عزتوں اور جانوں کا نیلام کر رہے ہیں۔ جہاں تک منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کا تعلق ہے صرف ضلع میر پور کے عوام کو ہی خبر ہے کہ انہوں نے منگلا ڈیم کے قیام سے لیکر آج تک کن کن مشکلات سے دو چار ہونا پڑا ہے۔ میر پور شہر جو منگلا ڈیم کے کناروں پر واقع ہے اس کا شہری پینے کے پانی کیلئے آج بھی ترس رہا ہے۔ شہر کے اندر کم وبیش دس لاکھ روپے کا ماہوار پانی ہر روز خرید کر اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بجلی کا بل پاکستان کے مقابلے میں مہنگے داموں جمع کروا رہے ہیں۔ اس شہر کو ہر کوئی نئے سے نیا جال ڈال کر لوٹنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ چھوٹے ملازم سے لیکر اعلیٰ عہدوں کے ملازم تک ہر ایک نے رشوتی لباس پہن رکھا ہے۔ قومی لباس پہنے ہوئے کوئی سرکاری ملازم شہر میں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ اس طرح جو ملازم کہیں باہر سے میر پور آجائے وہ واپس اپنے ضلع میں جانے کا نام نہیں لیتا۔ میر پور شہر کے مختلف اداروں میں کلرک صاحبان دس دس، پندرہ پندرہ سال سے ایک ہی ادارہ میں بیٹھے ہوئے لاکھوں روپے ہڑپ کر گئے ہیں اور حکمران ان سے پوچھنے کی نہ جانے کیوں جسارت نہیں کر رہے ہیں۔ اکثر لوگوں کی زبانی یہی سننے کو ملتا ہے کہ اوپر والوں کو اپنا حصہ پہنچا دیا جاتا ہے اس لئے ہم ہیں بادشاہ کلرک۔ کلرک بادشاہ واقعی کلرک بادشاہ ہیں۔ میر پور شہر کی تباہی کی کون کون سے کہانی لکھی جائے۔ اس شہر کو لوٹنے والے ہاتھوں نے دستانے پہن رکھے ہیں۔ اخبارات میں دفعہ 144 نافذ، شہر میں گداگری ختم، پکڑ دھکڑ شروع، قمار بازی کے اڈے، ناجائز فروشی بند، پولیس شہر میں غلط کام نہیں ہونے دیگی۔ بڑی مشکل سے ایک ہفتہ گزرتا ہے۔ مائی باپ خرچہ بحال۔ پہلی تنخواہ پر کام کرو۔ محنت سے آگے پیچھے دیکر گولی اور پڑی فروخت کرو، خود بھی کھاؤ اور ہمیں بھی کھلاؤ۔

آزاد کشمیر کے سینئر وزیر سید ممتاز علی گیلانی نے گزشتہ دنوں اسلام آباد کے ایک بین الاقوامی اخبار اوصاف کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنے دور اقتدار میں آزاد کشمیر کو صوبہ بنانے کا جو اعلان کیا تھا اس کی مخالفت آزاد کشمیر میں صرف مسلم کانفرنس اور اسکے قائد سردار عبدالقیوم خان نے کی تھی۔ اور سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ایک ہفتہ کا دورہ آزاد کشمیر کیا۔ تمام بڑے شہروں میں جلسے کئے۔ آزاد کشمیر کے تمام شہروں میں سردار عبدالقیوم نے بحیثیت صدر ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی انگلی پکڑ جلسہ عام میں استقبالیہ کلمات کہنے کے بعد بھٹو صاحب تقریر کرتے تھے۔ آزاد کشمیر کے کسی علاقہ میں بھٹو صاحب کے خلاف کوئی نعرہ تک نہیں لگایا گیا یہ سیلابی ریلا جو آزاد کشمیر کو صوبہ بناؤ تحریک کے شانہ بشانہ میر پور سٹیڈیم میں پہنچا تو میر پور کے نوجوان طالب علموں نے جلسہ عام میں جب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہی تھا کہ آزاد کشمیر کو پاکستان کا پانچواں صوبہ بنایا جائیگا۔ اس سے تحریکِ آزادیٔ کشمیر پر کوئی غیر مثبت اثر نہیں پڑے گا، طلباء نے ایک زوردار نعرہ بلند کیا بھٹو صاحب ''بچہ بچہ کٹ مرے گا کشمیر صوبہ نہیں بنے گا''، ''کشمیر بنا دو ویت نام''۔ ''ایک حل ایک اُمنگ، گوریلا جنگ'' تمام جلسہ گاہ میں نعروں کی آواز گونجنے لگی۔ اس وقت سردار عبدالقیوم اسٹیج سے کھڑے ہو کر مائیک پر کہنے لگے۔ غفار انقلابی یہ نعرہ بند کرو۔ ذوالفقار علی بھٹو ترنگ میں آگئے انہوں نے کہا ایف، ایس، ایف والو کہاں سو گئے ہو۔ لوگوں نے آتشی گولے چھوڑنے شروع کردیئے۔ اس طرح یہ جلسہ پہلے کی طرح منظم نہ رہا۔ افراتفری کا عالم چھا گیا۔ یہ جلسہ عام اس شان وشوکت سے نہ ہوسکا جسطرح ذوالفقار علی بھٹو کے باقی جلسہ عام آزاد کشمیر کے دوسرے شہروں میں ہوئے، گرفتار ہونے والے نوجوانوں طلباء آج بھی زندہ ہیں، آزاد کشمیر کی حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ طلباء کے ان نعروں کی وجہ سے بھٹو صوبہ تحریک ناکام ہوئی۔ مسلم کانفرنس یا سردار عبدالقیوم کا اسمیں کوئی کردار نہیں ہے۔ یاد رہے کہ مسلم کانفرنس کی بدعملی کی تاریخ سے ہر کشمیری واقف ہے کہ آزاد کشمیر میں کتنی جمہوریت ہے اور آزاد کشمیر کے حکمرانوں کی کیا سودے بازی) کر کے پاکستانی حکمرانوں کی مدد سے آزاد کشمیر حکومت بنائی۔ کشمیری اچھی طرح جانتے ہیں کہ آزاد کشمیر میں کتنی جمہوریت ہے اور آزاد کشمیر کے حکمرانوں کی کیا آئینی حیثیت ہے۔

موجودہ حکومت کے سینئر وزیر کو بیان دیتے وقت تاریخ کو مسخ کرنے کا کوئی اختیار یا حق نہیں ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ آزاد کشمیر کے واحد مدبر، سیاستدان کے۔ ایچ خورشید تھے جنہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو کہا کہ ''آزاد کشمیر کو صوبہ نہ بناؤ بلکہ اس کو جموں کشمیر کی نمائندہ حکومت تسلیم کرو''۔ کچھ عرصہ بعد مسٹر کے۔ ایچ خورشید کے ساتھ غلام مصطفیٰ کھر کی شکل میں جو کھیل رچایا گیا تھا وہ تاریخ کا حصہ پہلے ہی بن چکا ہے۔ میں اسکو مزید تحریر میں لانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ سب لوگ جانتے ہیں کشمیریوں کے ساتھ گزشتہ 55 سالوں میں کیا کیا کھیل کھیلا گیا اور کون کون سی سازشیں کی گئیں ہیں۔ یہ پڑھ کر آپکو یقیناً دکھ ہوگا اس کے باوجود کشمیری ایک ایسی پاگل قوم ہیں جس نے ہمیشہ پاکستان زندہ باد کا نعرہ بلند کیا۔ بات گیلانی صاحب کی ہو رہی ہے۔ انہوں نے منگلا ڈیم کے حوالے سے میر پور کے شہریوں کو شر پسند کہا ہے حالانکہ یہ حقیقت نہیں۔ سینئر وزیر موصوف صاحب کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ پورے آزاد کشمیر کے مرکزی وزیر ہونے کے ساتھ ساتھ حکمران سیاسی جماعت کے رہنما بھی ہیں انہیں اس طرح متعصب بیانات جاری نہیں کرنے چاہیے۔ اس طرح نہ جانے وہ کس کی نمک حلالی کر رہے ہیں۔ کیا وزیر موصوف کا ارادہ ہے کہ اس طرح علاقائی تعصب پیدا ہو اور وہ قوم کو بے قوف بنا کر اپنی سیاسی ساکھ کو گرنے سے بچائیں۔ انہوں نے اب تک سینئر وزیر کے شایانِ شان کوئی ایسا کام تو کیا نہیں کہ جس پر فخر کر سکیں۔ اہلیانِ میر پور کے جذبات اس بیان کے بعد کیا ہیں۔ وہ ضابطہ تحریر میں لانے کی میں کوشش نہیں کر رہا کہ مبادا علاقائی اختلافات تحریک آزادی کشمیر کو نقصان نہ پہنچائیں مگر حکمران جماعت آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے قائدین اور حکومت آزاد کشمیر کے سربراہ وزیر اعظم سردار سکندر حیات صاحب کو چاہیے کہ اپنے ایک اہم راہنما اور سینئر وزیر سے ایسے نفرت انگیز بیان کے بارے میں ضرور وضاحت طلب کریں جو عوام میں یکجہتی کو ختم کرنے کا باعث ہو۔ کیونکہ حکومت شب و روز کو جوڑنے کا درس دے رہی ہے اور وزیر موصوف ایسے بیان میں اپنی زبان اور لہجہ درست نہیں رکھ سکتے تو ایسے شخص کو وزارت میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ نہ مسلم کانفرنس جیسی جماعت میں ایسے شخص کیلئے کوئی مقام ہونا چاہیے۔ رہا مسئلہ اہلیانِ میر پور کا کہ ڈیم کی توسیع کے سلسلہ پر احتجاجات کو شر پسندی کہا جا رہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ متوقع متاثرین توسیع منگلا ڈیم کے ساتھ یکجہتی کا اظہار آزاد کشمیر کی تمام جماعتیں اور ان کے قائدین کر چکے ہیں۔ تو کیا اس پس منظر میں سچ بات کہنے والے اور ان کی حمایت کرنے والے تمام ہی شر پسند ہیں۔ اس لئے بات کرنے سے قبل سوچ لیا کرو کہ ضلع بندی جیسے نئے مسائل جنم نہ لے سکیں۔ امن اور سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ مولا علیؑ کے قول پر عمل کیا جائے۔

''غریبوں کی مدد کرو۔ جابر سلطان کے خلاف کلمہ حق کہو''۔

یہ فیصلہ خود کر لیجئے گیلانی صاحب! آپ کس قافلے کے پیروکار ہیں، حسینؓ ابن علیؓ یا یزید ابن معاویہ کے؟

تحریر: محمود الحسن کاشر

منگلا ڈیم......اک رستا ہوا ناسور

گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی میں صدر پاکستان نے زرعی و بجلی کی ضروریات کی تکمیل کیلئے بالآخر منگلا ڈیم کا منصوبہ بنایا۔ دریائے جہلم اور دریائے پونچھ کے پانیوں کے جوش و جذبات کو قابو کرنے کے احکامات جاری ہوئے آج کا ضلع میرپور خصوصاً اور ریاست جموں کشمیر عموماً متاثر ہوئے۔ ہزاروں لوگوں کو بے گھر کر دیا گیا یہ لمحہ ایسا ہوتا ہے جس کا تصور کوئی پرندہ بھی نہیں کر سکتا ایک لمحہ کیلئے ایسی حالت اپنے جسم پر فرض کر لی جائے تو انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حکومت پاکستان نے مقصد کے حصول کیلئے کشمیری لوگوں کو بڑے جھانسے دیئے، سبز باغ دکھائے، سو جتن کیے۔ حکمران وعدے کرتے کرتے نہ تھکتے تھے متاثرین کو پنجاب میں زمین مکان روزگار کے وعدے ہوئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مخالف تحریک کو بری طرح کچل دیا گیا۔ وعدے افسانے بن گئے کچھ متاثرین برطانیہ سے نسبت بن جانے پر خوشحال ہو گئے کئی پاکستانی لوگوں نے بھی کشمیر سے پاسپورٹ بنوا کر بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لئے۔ کچھ متاثرین اپنی مدد آپ کے تحت قریبی علاقوں میں اوسط درجے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک تیسرا طبقہ جو سب سے زیادہ متاثر ہوا پنجاب اور سندھ میں جاگیرداروں اور وڈیروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ حکومت نے بڑے جاگیرداروں کے زیر قبضہ زمینیں متاثرین کو الاٹ کر دیں۔ ان قصائی جاگیرداروں کے نزدیک جان لینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی، کون زمینیں واگزار کرواتا بیچارے متاثرین اُن کے مزارعے کے طور پر کام کرنے کیلئے مجبور ہو گئے۔ مرتا کیا نہ کرتا ان جاگیرداروں کو کسی کی عزت و غیرت کی بھی کب پرواہ ہوتی ہے کئی لوگ ان کے ظلم کا نشانہ بن گئے پاکستان کی ہر حکومت ان کی آبادکاری کے وعدے کرتی رہی مگر سب طفل تسلیاں ثابت ہوئے۔ برائے نام کالونیاں بننا شروع ہوئیں مگر ان کا حشر بھی پاکستان کے دیگر منصوبوں کی طرح ہوا تشخص ہی انسان کا بنیادی سرمایہ ہوا کرتا ہے۔ ان متاثرین کا تشخص مٹ گیا، ذمہ دار کون ٹھہرا۔ مورخ مصلحت پسندی سے کام نہ لے تو ذمہ داری پاکستان کے سر جاتی ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام بکھر گیا، ثقافت بدل گئی، برادریاں بکھر گئیں۔ وہ جن کے دکھ سکھ سانجھے تھے ان کے درمیان دوریاں آڑے آ گئیں لوگ باپ دادا کی نشانیوں اور پرمسرت زندگی آزادی فضا اور یادگار زندگی کے اسباب کو چھوڑ کر پنجاب کی تنگ و تاریک گلیوں، آسمان سے باتیں کرتی دیواروں (چاردیواری) آلودہ پانی اور بدبودار فضا میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔ مسائل کے انبار لگ گے، رشتوں کی قدریں مٹ گئیں، جملہ مسائل دورِ حاضر کی سب سے بڑی ستم ظریفیاں ہیں ان مصائب پر انسان کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

آج ایک بار پھر منگلا ڈیم کی توسیع کا منصوبہ بن گیا یعنی ایک بار پھر کشمیریوں کو قربانی کا بکرا بننے کیلئے مجبور کیا جا رہا ہے۔ قربانی یقیناً ہو بھی جائے گی کیونکہ واپڈا نے اپنے بہت سے سیاہ کارنامے اور اقدامات چھپانے کیلئے اپنی ساری توجہ اس منصوبے پر لگا دی۔ گزشتہ تین سالوں کی خشک سالی میں نجانے کس ماہر موسمیات نے منگلا جھیل کے کنارے آباد لوگوں کا ہاتھ ثابت کر دیا کہ حکومت پاکستان ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی۔ حکومت پاکستان نے جنگ کے بادلوں کو بھی سنجیدگی سے نہ لیا اور نہ ہی کنٹرول لائن اور سرحدی علاقوں کی گھن گرج بھی مشرف حکومت کی ضد اور ہٹ دھرمی کم نہ کر سکی حالانکہ ضد اور ہٹ دھرمی مسائل کا حل نہیں ہوتے بلکہ مسائل اسی سے جنم لیتے ہیں اور بڑھ جاتے ہیں۔

ڈیم جیسے منصوبے کب آسانی سے مکمل ہوتے ہیں۔ منگلا ڈیم کب آسانی سے بنا تھا مگر حکومتوں کیلئے کیا مشکل ہوتا ہے۔ سڑک جتنا منصوبہ بھی آسانی سے پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا مگر جتنی محنت درکار ہوتی ہے وہ تو کرنی پڑتی ہے۔ دنیا گواہ ہے کہ کالا باغ ڈیم کیلئے کسی پاکستانی حکومت نے سنجیدگی سے کوشش ہی نہیں کی۔ سیاسی لوگ عوام کے سامنے اس کے مضمرات باور کرانے میں کامیاب ہو گئے اور زیرو سے ہیرو بننے میں کامیاب ہو گئے جبکہ ہر حکومت نے مجرمانہ خاموشی اختیار کیے رکھی۔ جس کسی حکومت کی عوامی نیشنل پارٹی سے نہ بن سکی اس نے بیانات کے ذریعے جنگ چھیڑے رکھی اور وقت پاس کر لیا۔ کالا باغ ڈیم انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ہر سال لاکھوں کیوسک پانی سمندر کی نذر ہو جاتا ہے اس پانی کو بچا کر زرعی شعبہ میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے مہذب قوموں کی طرح ان کے نقصانات کا ازالہ کیا جائے۔ بہتر آبادکاری کی جائے تو کالا باغ ڈیم ناممکن نہیں۔ پھر پاکستان کا اپنا ڈیم ہوگا اور پھر پاکستانیوں سے قربانی بھی مانگنی اور دینی فرض ہے کشمیریوں سے بار بار قربانی مانگنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے صرف 4 ہزار مربع میل پر پھیلے یہاں کے لوگ پہلے کیا کم مسائل میں الجھے ہیں۔ اتنا لمبا سرحدی علاقہ ہے کہ جتنا ملک نہیں۔ آئے روز کنٹرول لائن سے ہزاروں لوگ بھارتی گولہ باری سے متاثر ہوئے ہیں مقبوضہ کشمیر کی اندوہناک صورتحال سے آزاد کشمیر کا علاقہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ آج تک کسی نے بھی کنٹرول لائن کے متاثرین کی آبادکاری کے متعلق سوچا بھی نہیں۔ کیا یہ پاکستانی عوام کی طرح کے انسان نہ تھے آخر ان کا تعلق کس مخلوق سے ہے کہ یہ بے توجہی کا مرکز ٹھہرے۔ کیا زندگی ان کا حق نہیں؟۔ بھارتی ظلم و ستم سے بچ کر اگر کوئی یہاں زندگی گزارنے پر مجبور ہے تو ادھر بھی اسے ناجائز یوٹیلیٹی بلوں، رشوت خوری، بے انصافی، ظلم و ستم اور تعصب کی بھینٹ چڑھا کر عرصہ حیات تنگ کیا جاتا ہے۔

ان نامساعد حالات میں بھی وہ کون سا ہاتھ ہے جو حکومت پاکستان کو منگلا ڈیم کی توسیع کرنے پر مجبور کر رہا ہے حالانکہ یہ منصوبہ ضروری بھی نہیں۔ گزشتہ 35 سالوں میں اسقدر پانی ہی نہیں آیا اور پاکستان سمیت دنیا بھر کے بدلتے سیاسی حالات میں سے کسی کی کڑیاں بھی منگلا سے نہیں ملتیں آخر اچانک فوجی حکومت کو کیا سوجھی کہ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور ڈیم کی رٹ چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ واپڈا کے ماہرین نے بھی پہلے اس منصوبے کو غیر ضروری قرار دیا تھا۔ متاثرین کی آبادکاری کی بات چلی تو مشرف نے طنزیہ لہجے میں کہا کہ میں انہیں امریکہ میں آباد نہ کراؤں۔

زندہ قوموں کی نشانیوں میں دیرپا منصوبے بنانا بھی ایک نشانی ہے جس کا پاکستان میں فقدان ہے ماہرین کے مطابق ڈیم کی توسیع کے بجائے اس کی بھل صفائی سے کئی فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں اور اخراجات حالیہ منصوبے کی مد میں رکھی گئی رقم کے نصف سے بھی کم آئیں گے اور ڈیم کی دیرپا زندگی

کیلئے اس کی بھل صفائی ہی بہتر ہے۔ پاکستان پر جیسے حالات کی پرچھائیاں ہیں وہ اتنے بڑے منصوبے کا متحمل نہیں ہوسکتا اگر یہ منصوبہ شروع ہو بھی گیا تو اتنے مسائل سر اٹھائیں گے کہ منصوبہ درمیان میں لٹکا رہ جائے گا نئی حکومتیں اس جلاؤ گھیراؤ کو اپنے گلے کا پھندا سمجھ کر اتار پھینکنے میں عافیت جانیں گی اب پرانے حالات بدل گئے ہیں۔ پہلے برطانیہ درمیان میں آ جانے سے لوگ مطمئن ہو گئے تھے لیکن اب تو اچھی خاصی آبادی در بدر کے دھکے کھاتی پہلے سے ہی عبرت کا نشان بنی ہوئی ہے۔ اب کھائی دیکھ کر کون چھلانگ لگائے گا۔

پاکستان کے اندر پہلے سے صوبوں کی احساسِ کمتری کیوں نہ ختم ہوئی۔ ہر صوبے کے، ہر ضلع کے اپنے اپنے تحفظات کے انبار ہیں ان کی طرف کبھی کسی نے توجہ نہ دی۔ خود مسئلہ کشمیر کو بھی پچاس سال گزر گئے کسی نے اس کو جلد حل کروانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ خود رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ بس چند ٹکوں کے عوض، چند بونے خرید کر سیاست کا کھیل شروع کروا دیا گیا۔ عوام کو ان کی چالیس دیکھنے کا کام سونپ دیا گیا۔ گلگت بلتستان کا علاقہ لکھوالیا گیا کہ تم چھوٹے بچے ہو اس کو سنبھال نہیں سکتے ضائع کر دو گے۔ چند رسمی بیانات ہر لیڈر کی زبان پر رہے ہیں کہ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے گا حالانکہ خود پاکستان نے شملہ واعلانِ لاہور سے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی راہ روکی ہے ایک طرف خون کی ندیاں بہہ گئیں اور دوسری طرف وہی روایتی منافقت جاری ہے۔

کشمیر کے لوگوں نے بے شمار قربانیاں دی ہیں اب بھی ان کا جذبہ کسی سے کم نہیں ہے۔ ڈیم بنائیں ضرور بنائیں مستقل مزاجی کا مظاہرہ کریں۔ زیادتی نہ کریں تاکہ مکافاتِ عمل سے بچ سکیں۔ تاریخ کے مجرم نہ بنیں کیوں کہ تاریخ تمہارے چڑاسیوں نے نہیں لکھنی ہوتی کہ تمہارے قصیدے گاتے رہیں گے جس طرح آج کے ٹی وی اور ریڈیو حکمرانوں کی شان میں قصیدے کہتے ہیں۔

منگلا ڈیم کے ان دونوں دریاؤں پر بہت کم لاگت سے بیسیوں ڈیم بن سکتے ہیں کیونکہ اکثر جگہوں سے یہ دریا اتنے گہرے ہیں کہ منگلا جھیل سے زیادہ پانی ان میں آسانی سے سما سکتا ہے اس قسم کے منصوبے کیلئے واپڈا کئی مرتبہ سروے کر چکا ہے اس منصوبے کی خاطر کنسٹرکشن کیلئے صرف سریا اور سیمنٹ درکار ہوتا ہے باقی پتھر کرش اور ریت انہی دریاؤں سے حاصل کیے جا سکتے ہیں اور یہی دور اندیشی بھی ہے ان سے دریاؤں کے کنارے آباد دونوں طرف کی بستیاں فائدہ بھی اٹھا سکتی ہیں۔ پل کی سہولت حاصل ہو سکتی ہے۔ پل نہ ہونے کے باعث ہر سال سینکڑوں قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس طرح واپڈا منگلا جھیل میں اپنی ضروریات کا پانی رکھ کر ڈیم کی سونا زمینوں کو فصلوں کی کاشت کیلئے مخصوص کر سکتا ہے۔ ہمارے ملک کو آئے دن جنگی خطرات اور دہشتگردی کا بھی سامنا رہتا ہے۔ اس منصوبے پر عمل کرنے سے کسی قسم کی ہنگامی صورتحال سے آسانی سے نمٹا جا سکتا ہے۔ اب اگر منگلا ڈیم کی توسیع کر کے پنجاب کی سرزمین کو سیلابوں کے رحم و کرم پر چھوڑنے والی بات ہے یا کسی تخریبی کارروائی کا مرکز بنانے والی بات ہے۔ ہمارا ازلی دشمن بھارت بڑی آسانی سے کوئی تخریب کروا کر وہ مقصد حاصل کر سکتا ہے جو ایٹم بم سے بھی شاید نہ ہو۔

اگر پرانے ڈیم کو توسیع کر کے بھی کام چلا لیا گیا تو بہت جلد یہ بھی ناکافی ہو جائے گا اور رہی سہی بہترین زرعی زمینیں بھی جاتی رہیں گی۔ دھان گلی کے مقام پر جہاں پل کی اشد ضرورت محسوس کی جاتی ہے، دریا کی چوڑائی بھی کم ہے یہاں سپل وے اور پل دونوں کام لئے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسی دریائے جہلم پر بیسیوں جگہوں پر ڈیم بن سکتے ہیں۔ ان سے کشمیریوں کو بھی مفاد مل سکتا ہے اگر یہ لوگ کوئی فائدہ حاصل کر لیتے ہیں تو اس میں کیا ہرج ہے۔ سستی بجلی آزاد کشمیر کی ضرورت سے بڑھ کر تیار ہو سکتی ہے۔ جس کا عملی نمونہ ہائیڈرل پاور پراجیکٹ ہے۔ دفاعی نقطہ نظر سے اس کی اہمیت اپنی جگہ، زرعی ضروریات کیلئے یہ اتنا جامع منصوبہ ہے کہ منگلا جھیل کو بھی بھرے بغیر سارا سال وافر مقدار میں پانی جمع رکھا جا سکتا ہے۔ جھیل کی متاثرہ زمینوں پر منظم پالیسی کے تحت زرعی اصلاحات کی جائیں تو پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ منصوبہ دیرپا اور بہتر ہے۔ حالیہ توسیعی منصوبہ کے اخراجات میں سے ایسے دیگر مزید منصوبے بھی مکمل ہو سکتے ہیں۔

منگلا ڈیم توسیع منصوبہ ضرورت سے زیادہ ضد ثابت ہوا ہے اگر دریائے جہلم پر بھارت کشمیریوں کی قربانی اور تحریک سے ڈیم نہ بنا سکا تو پاکستان بھی اچھا بڑا بھائی ہونے کا ثبوت کیوں نہیں دے سکتا۔ پاکستان خود قربانی نہ دے مگر چھوٹے بھائی سے بار بار قربانی کی ضد نہ کرے۔ پاکستان بڑا بھائی ہونے کے ناطے...... بڑے پن کا ثبوت بھی دے۔ یہ تو ویسی ہی تقسیم ہوئی کہ کمبل کی حفاظت رات کی سردی میں، میں کروں گا، دن کی روشنی میں تو رکھ لینا۔ گائے آگے کی طرف تیری اور آدھی جس طرح تھن ہیں وہ میری۔ کھجور کا پودا اوپر سے میرا نیچے کی طرف سے آدھا تیرا کیونکہ تو میرا چھوٹا بھائی ہے۔ یہ ہماری وراثت ہے دیکھا میں نے کیسی تقسیم کی ہے۔ پانی کی رنگینیاں دیکھیں کشمیری ہاتھ نہیں لگا تا۔ اس کی رائیلٹی اور مچھلی کے ٹھیکوں میں ان کا کوئی حق نہیں، بجلی یہاں ہی پیدا کی جاتی ہے اگر اس ضلع کے لوگ بجلی مفت استعمال کر لیں تو کیا قباحت ہے۔

صوبہ سرحد کے اکثر علاقوں، ایجنسیوں اور چترال میں بجلی کے میٹروں کا تصور بھی نہیں، میٹر ریڈر اگر ادھر کا رخ کرے تو لوگ جوتوں سے مرمت کر ڈالتے ہیں لوڈ شیڈنگ کنٹرول کرنے کیلئے واپڈا کا عملہ ہمہ وقت چوکس رہتا ہے اور ان کی آنکھیں کم نیند کے باعث بوجھل رہتی ہیں۔ واہ وہ مفت کی بجلی کھا کر بھی معتبر ٹھہرے اور یہ سب کچھ لٹا کر بھی چور، کتنی ستم ظریفی ہے۔

یہاں ڈیم کے کنارے رہائشی لوگ لاہور اور بہاولپور کے ریٹ پر مچھلی خریدنے پر مجبور ہیں۔ ہر سال یہ ڈیم سینکڑوں معصوم لوگ اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔ یہاں کی بجلی بجلی کہلوانے کی مستحق نہیں اتنی کم وولٹیج کہ سارا علاقہ ریگولیٹر سٹیبلائزرز استعمال کرنے پر مجبور ہے۔ بہت کم لوگ ضرورت کی چیزیں استعمال کر سکتے ہیں۔ پر تعیش چیزوں کا استعمال تو دور کی بات ہے لوڈ شیڈنگ کا عالم کچھ اسطرح ہوتا ہے کہ بادل مری اور راولپنڈی کی فضا میں داخل ہوں تو بجلی یہاں سے بھاگ جاتی ہے اکثر کئی کئی دن تک بند رہتی ہے۔ اسقدر آنکھ مچولی کھیلی جاتی ہے کہ ایک نارمل انسان بھی نفسیاتی مریض بن جائے اور رہی بجلی کے نرخوں کی بات تو وہ امریکہ سے بھی زیادہ پنجاب سے بھی دوگنے ریٹ۔ کروڑوں کا ریونیو دینے کے باوجود واپڈا کا پیٹ نہیں بھرتا اور اکثر بجلی منقطع کر دینے کی دھمکی دیتا نظر آتا ہے، جس کے چند بار عملی مظاہرے بھی دیکھنے میں آئے۔

مقبوضہ کشمیر سے اکثر شہداء کی نعشیں ان دریاؤں کے راستے جھیل میں پہنچتی رہتی ہیں جو پاکستان کے لیڈروں کو ان کی بیان بازی کے وعدے پورے کرنے کا تقاضہ کرتی ہیں۔ دریائے جہلم کا رنگین پانی پاکستانیوں کو اپنے وعدے یاد دلاتا ہے وہ خون، وہ نعشیں یہ اعلان کرتی ہیں کہ مجھے کوئی سرحد نہ روک سکی ڈیم میرا راستہ نہ روک سکے کیا وجہ ہے کہ تم زندہ انسان اپنی ماؤں بہنوں کی عصمت پر بھائیوں کے لاشوں پر سیاست کر رہے ہو۔ تم ان کی دادرسی کیلئے کیوں نہیں پہنچ سکتے۔ وہ نعشیں انہیں درس مرتب دیتی ہیں۔ یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ نعش ڈیم کو مزید بڑھانے کی دعوت دے رہی ہے کہ حکمرانو ہم نے بھارت کو ڈیم نہیں بنانے دیا لہٰذا تم ڈیم بنا لو۔

کشمیری لوگوں کی بدنصیبی رہی ہے کہ اس کے اندر بکنے والے لیڈر پیدا ہوئے، یہاں کے اکثر

لیڈروں کی تقاریر دکانداری پر مبنی ہوتی ہیں۔ سیاستدانوں کی گفتگو ایک آڑھتی کی گفتگو زیادہ لگتی ہے۔
نئی صدی کے آغاز کے ساتھ ہی نئی نویلی اسمبلی آزاد کشمیر کا مقدر بنی۔ ہمیشہ کی طرح آزاد کشمیر کی سیاست پر پچاس سال سے حاوی سیاسی داؤ پیچ کے ماہر، گفتار کے غازی اُن کی ساری زندگی کے مختلف پہلوؤں کو کھنگال کھنگال کر اور ہر مختلف زاویے سے پرکھ کر ایمانداری سے جو اُن کی تعریف بنتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ بہت شاطر سیاستدان ہیں۔

آزاد کشمیر میں جو بھی سیاسی کھچڑی پکتی ہے ان کی تار کہیں اور سے ہلتی ہے۔ اسلئے آزاد کشمیر کی حکومتوں کو پانچ سال بغیر تعمیر و ترقی کے گزارنے پر مورد الزام ٹھہرانا یا ورلڈ ٹریڈ سنٹر حادثہ سے آزاد کشمیر میں جاری تعمیر و ترقی کے کاموں پر کریڈٹ دینا میرے خیال میں بے وقوفی نہیں تو پھر بدنصیبی ہے۔ میرپور ایئر پورٹ کی باتیں سنتے عمر گزر گئی اور بھی بہت سے مسائل تھے آخر کیا آفت آن پڑی سب وزراء کا رخ آزاد کشمیر کی طرف ہو گیا۔ گیس کا منصوبہ اتنی جلدی انجام کو پہنچا کہ پاکستان کا ریکارڈ ٹوٹ گیا۔ جن لوگوں کی اسمبلی میں اکثریت کے باوجود دونوں باپ بیٹوں کو کسی نے منہ نہیں لگایا تھا، اسمبلی میں موجود اندھی عقیدت رکھنے والوں نے بھی کسی خفیہ اشارے پر انہیں گھاس نہیں ڈالی تھی اچانک ایسی افتاد آن پڑی کہ حکومت پاکستان نے سردار قیوم خان کو اسلام آباد طلب کر کے قومی کشمیر کمیٹی کا چیئرمین نامزد کر دیا اور وفاقی وزیر کے برابر ان کو اختیارات دے دیئے۔ ان کو اور کیا چاہئے تھا۔ بیچاروں نے نجانے کون سے خفیہ آئینے میں اپنے کارنامے دیکھ کر ایسے منہ سی لئے تھے کہ ایک عرصہ تک ان کا کوئی بیان دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں۔ ان کی بس ہو گئی تھی کیونکہ حکومت پاکستان نے الحاق پاکستان آپشن کیلئے اور لوگوں کی بھی خدمات حاصل کر لی تھیں۔ سردار صاحب اس کی خاص ضرورت نہ تھے گذشتہ الیکشن میں عبدالرشید ترابی اور سردار قیوم کی باہم بیان بازی نے بہت سے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈالے رکھا کہ ایک جیسے مشن پر یہ نورا کشتی آخر کس بات پر۔ سردار صاحب نے بھی خاموشی میں عافیت جان رکھی تھی بھلا ہو منگلا ڈیم اپ ریزنگ منصوبے کا کہ سردار صاحب کے وارے نیارے ہو گئے۔ چہرے کھل کھلا گئے۔ صاحبزادے بھی نکھر کر میدان میں کیا آئے کہ کرسی صدارت نے خود کورنش بجا بجا کر اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا ہر طرف سرکاری پروٹوکول میں جلسے شروع ہو گئے۔ غرضیکہ پاکستان کو ڈیم کی ضرورت نے ان کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ یہ چند اقدام اتنے جلدی وقوع پذیر ہوئے کہ خواب سا لگنے لگا مگر حکومت پاکستان کو یہ بات ذہن نشین کر لیتی چاہئے کہ کاروباری سوچ رکھنے والے لوگ کل زیادہ بچت کی طرف لڑھک بھی سکتے ہیں۔

منگلا ڈیم بلاشبہ ایک رستا ہوا ناسور بنا ہوا ہے ابھی یہاں کے عوام پرامن مظاہرے کر کے احتجاج ریکارڈ کروا رہے ہیں یا بیرون ملک مقیم کشمیریوں نے مظاہرے کیے ہیں جس کا کسی مہذب معاشرے میں بڑا احساس کیا جاتا ہے مگر یہاں الٹی گنگا بہتی ہے محکمے کے فوجی افسران فوج کی حکومت سے ڈیم بنوا ہی لینا چاہتے ہیں کہ کوئی سیاسی حکومت اس کو نہ بنا سکے گی۔ اصل میں موجودہ فوجی حکومت نے ایسے تاریخی کارنامے انجام دیئے ہیں کہ عوام بے چارے بول نہ سکے۔ اب یہ حکومت پنجاب کے بلبل کے سر پر موم لگا رہے ہیں جو پگھل کر کل اس کی آنکھوں میں پڑنے والا ہے۔ اس لئے پنجاب کے عوام اس وقت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے یہ بات کہ تماشہ دیکھنے والو تماشہ بن نہ جانا۔ سوچ لینا چاہئے کیونکہ بگڑے ہوئے ناسور کا علاج کرتے کرتے اُسی کے معالج اسی کے مسیحا جسم کا اعضا کاٹنے سے دریغ نہیں کرتے۔

گلاب کی اقسام اور اظہار

پیاز(Pink) گلاب

کسی خاص دوست کیلئے جس کی زندگی میں بہت اہمیت ہے۔

پیلا(Yellow) گلاب

دوستی کی طرف پہلا قدم، یہ گلاب کسی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں مدد کرتا ہے اور نئے دوست بنانے میں مدد دیتا ہے۔ کچھ ممالک میں پیلا گلاب ''نفرت'' کے اظہار کی علامت بھی سمجھا جاتا ہے۔

اورنج(Orange) گلاب

یہ گلاب خوش قسمتی کی علامت ہے اور کسی کی کامیابی کے موقع پر خوشی کے اظہار کے کام آتا ہے۔

سرخ(Red) گلاب

دل کی بات بتانے کیلئے اس میں دل کا رنگ ہوتا ہے اور یہ سارے جہاں کو دل کی بات بتاتا ہے۔

سفید(White) گلاب

یہ گلاب امن کی نشانی کیلئے ہے۔ یہ ہر طرف امن اور سکون کیلئے پیغام ہوتا ہے۔

کالا(Black) گلاب

یہ دل کا دھواں ہوتا ہے۔ یعنی یہ گلاب افسوس اور رنجش کو ظاہر کرنے میں مدد دیتا ہے۔

مدیحہ علی، نیویارک

سونے کے انداز اور نفسیاتی تجزیہ

☆ جو لوگ پیٹ کے بل سوتے ہیں، وہ طرح طرح کی نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔
☆ جو لوگ بلی کے جسم کی طرح دائرہ بنا کر سوتے ہیں، وہ اپنے آپ کو اکیلا محسوس کرتے ہیں۔
☆ جو لوگ پیٹھ کے بل سوتے ہیں، ان میں بے پناہ خود اعتمادی ہوتی ہے اور مستحکم شخصیت کے مالک ہوتے ہیں اور یہ لوگ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے اور اپنے مفادات کا دفاع کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔
☆ جو لوگ تکیے کے ساتھ لپٹ کر سونے کے عادی ہوتے ہیں وہ لوگ محبت کے بھوکے ہوتے ہیں۔
☆ چادر یا رضائی میں منہ چھپا کر سونے والے ناامید، مایوس ہوتے ہیں۔
☆ دائیں کروٹ سونے والے تخلیقی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔
☆ بائیں کروٹ سونے والے اپنی ذات سے مطمئن اور تحفظ کے احساس سے سرشار ہوتے ہیں۔

مراسلہ: لبنیٰ لطیف ڈڈیال

منگلا ڈیم...... چند توجہ طلب پہلو

اسد لطیف ڈار
(ڈڈیال)

میر پور جو کہ ریاست جموں کشمیر کا انتہائی زرخیز اور زراعت کے حوالے سے پوری ریاست میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ زمانہ قدیم سے ضلع میر پور کے لوگ اپنے لیے یہاں سے خوراک پیدا کرتے چلے آرہے ہیں۔ بلکہ ریاست کی اناج کی 33 فیصد ضروریات ضلع میر پور پوری کرتا رہا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان جب دو آزاد ملک وجود میں آئے تو اس وقت پانی کا تنازعہ کھڑا ہوا۔ اس تنازعے کو ورلڈ بینک نے کچھ اس طرح سے حل کروایا کہ تین دریاؤں کا پانی پاکستان کو استعمال کرنے کا حق دیا گیا۔ اور تین دریاؤں کا پانی ہندوستان کو استعمال کرنے کا حق دیا گیا۔ چنانچہ پاکستان نے اس حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنی زراعت کو ترقی دینے کے لیے منگلا ڈیم تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا اور ۱۹۶۷ء میں منگلا ڈیم تعمیر کر دیا گیا۔ منگلا ڈیم کی تعمیر سے پاکستان کی زراعت کو تو ترقی ملی لیکن ریاست کشمیر کی 33 فیصد خوراک کی ضرورت پوری کرنے والا ضلع میر پور خود خوراک کے لیے پاکستان کا محتاج ہو گیا۔ اس ضلعے کی تمام زرعی زمین منگلا ڈیم کی نذر ہو گئی۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت ضلع میر پور کے عوام سے وعدہ کیا گیا کہ آپ کو زرعی زمین کے بدلے زرعی زمین دی جائے گی۔ بجلی آپ کو مفت دی جائے گی۔ مکان تعمیر کرنے کے لیے معقول معاوضہ دیا جائے گا، جدید دور کے عین مطابق ماڈل شہر تعمیر کیے جائیں گے۔ بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ آپ کو آنسوؤں کا بھی معاوضہ دیا جائے گا۔ لیکن عملی طور پر سب کچھ اس کے برعکس ہوا۔ جن لوگوں کو زرعی زمین کے بدلے پنجاب کے اندر زمینیں الاٹ ہوئیں ان کے مالکانہ حقوق آج تک ان کو نہیں ملے۔ اور وہ لوگ کچہریوں کے چکر لگا رہے ہیں۔ اور جن کو ملے ان سے وہاں کے مقامی لوگوں نے زمینیں چھین لیں۔ اور ان کو قتل کیا گیا۔ بلکہ ان کی عزتیں بھی لوٹ لی گئیں۔ اور جو کچھ معاوضے کی صورت میں ان کے پاس تھا وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ ذلیل اور رسوا ہو کر واپس ضلع میر پور لوٹ آئے۔ جدید ماڈل شہر اس طرح سے قائم کیے گئے کہ منگلا ڈیم کی وجہ سے زندہ درگور ہونے والے لوگوں نے جب یہ شہر دیکھے تو ان کی روحیں کانپ اٹھیں۔ پتھر کے زمانے کی روحوں نے جشن منایا کہ ان کی تاریخ اور ثقافت کو دہرانے میں حکومت پاکستان نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ان جدید شہروں میں نہ پینے کے لیے پانی تھا نہ خوراک لانے کے لیے سڑکیں تھیں۔ کیونکہ حکومتِ پاکستان یہ جانتی تھی کہ مردے کھایا اور پیا نہیں کرتے۔ ان شہروں کے عوام آج بھی پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔ جن لوگوں کو اجاڑا گیا اور نئے شہر میر پور اور ڈڈیال میں آباد کیا گیا۔ ان لوگوں میں سے بیشتر نے مقامی لوگوں سے از خود زمین خرید کر مکان تعمیر کیے۔ جن لوگوں کو حکومت نے پلاٹ دیے ان سے بھی حکومت نے 600 روپے فی کنال کے حساب سے قیمت وصول کی، بجلی مفت فراہم کرنے کے وعدے کا یہ عالم ہے کہ پورے پاکستان سے مہنگی بجلی ضلع میر پور کے عوام کو دی جارہی ہے۔ پاکستان کے اندر 2.50 پیسے فی یونٹ کے حساب سے واپڈا بجلی عام آدمی کو فروخت کرتا ہے جبکہ واپڈا والے حکومت آزاد کشمیر کو 2.50 پیسے فی یونٹ کے حساب سے فروخت کر رہا ہے اور آزاد کشمیر حکومت مختلف ٹیکس وغیرہ ڈال کر 4.75 پیسے فی یونٹ رہائشی اور 7 روپے فی یونٹ کمرشل ریٹ پر عوام کو فروخت کر رہی ہے۔ ہوتا تو یہ ہے کہ جس علاقے سے کوئی ایسی چیز مثلاً بجلی، گیس وغیرہ نکلے یا پیدا کی جائے اس علاقے کو وہ مفت دی جاتی ہے۔ لیکن یہاں وعدہ کرنے کے باوجود معاملہ اُلٹ ہے۔ دوسری طرف اگر پاکستان کے ایک علاقے جسے لوگ فاٹا کے نام سے جانتے ہیں، اس کا جائزہ لیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ میر پور کے ساتھ کتنی بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ اس وقت فاٹا میں 19,235 صارفین ہیں ان صارفین نے 5,260 ٹرانسفارمر لگا رکھے ہیں اور دلچسپ بات یہ کہ کہ سب کے سب غیر قانونی ہیں۔ ان لوگوں نے افغانستان جانے والی ہائی ٹرانسمیشن لائن پر کُنڈے لگا رکھے ہیں اور ملاگوری کے علاقے میں ماربل فیکٹریاں جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں، چلا رہے ہیں اور ان لوگوں نے واپڈا کو کبھی ایک روپیہ بھی نہیں دیا۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک خیبر ایجنسی، مہمند ایجنسی، لاگوری، شاکس، درہ آدم خیل، لنڈی کوتل اور باڑہ کے کسی ایک صارف نے بل ادا نہیں کیا۔ تمام چھوٹے بڑے سرداروں نے اپنے محلوں میں چھ سو تیس کلوواٹ کے ٹرانسفارمر لگا رکھے ہیں۔ جب واپڈا کو فوج کے حوالے کیا گیا تو فوج نے یہاں میٹر لگانے کی کوشش کی تو صرف 729 میٹر لگانے میں کامیاب ہو سکی۔ ان میٹروں کی ریڈنگ آج تک نہیں ہو سکی۔ کیونکہ مقامی لوگوں نے میٹر ریڈر سے لے کر ایس ڈی او تک کے سر کی قیمت لگا رکھی ہے۔ گذشتہ برس جب واپڈا نے ان سے بل وصول کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے 132 کے وی کی مین ٹرانسمیشن لائن بم سے

اڑادی۔ گریڈ اسٹیشن پر حملہ کر دیا۔ راستے بند کر دیے۔ فاٹا کے ایکسین کی گاڑی چھین لی، 66 کے وی کے دو ٹاور بم سے اڑا دیئے۔ اور وار سک نہر پر حملہ کر دیا۔ ان حالات سے مجبور ہو کر واپڈا کے چیئرمین نے ان کو پیش کش کی کہ وہ صرف دو تہائی بل ادا کیا کریں۔ جبکہ غریب افراد کو پچاس یونٹس مفت استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اور واپڈا والے مجبور ہیں کہ ان کو ہر سال 12 ارب روپے کی بجلی مفت فراہم کریں۔ دوسری طرف ضلع میرپور میں جن سے ان کے آباؤ اجداد کی زمینیں چھین لی گئیں، ان کی قبروں پر پانی کھڑا کیا گیا اور بجلی پیدا کی جارہی ہے۔ ان سے وعدہ کرنے کے باوجود ان کو بجلی مفت نہیں دی جا رہی۔ اہلِ میرپور کی پاکستان سے محبت کی اور کیا دلیل ہوگی کہ انہوں نے آج تک اس بات کا گلہ نہیں کیا اور اپنا حق لینے کے لیے آج دن تک جلوس تک نہیں نکالا کہ کہیں انڈیا کو پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع نہ ملے کہ کشمیری پاکستان سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن حکومتِ پاکستان نے اس خیر خواہی کے جذبے کو اہلِ میرپور کی کمزوری اور بزدلی سمجھ کر آج 35 برس کے بعد منگلا ڈیم کی توسیع کا منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ ابھی پرانے زخم بھرے نہیں کہ نئے زخموں کے لیے خنجر تیار کیے جارہے ہیں۔ آج 35 برس کے بعد پھر ہماری تاریخ، ہماری ثقافت، ہماری مسجدیں، ہماری درگاہیں منگلا ڈیم کی بے رحم موجوں کی نذر کرنے کی تدبیریں ہو رہی ہیں۔ میں یہاں علماء کرام سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ایک بابری مسجد شہید ہوئی تو آپ نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ آج ہزاروں چھوٹی بڑی مسجدیں منگلا ڈیم کے پانی کی زد میں آکر شہید ہوں گی۔ اور اتنی بڑی تعداد میں مسجدوں کی اجتماعی شہادت اور بے حرمتی کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ ابھی تک کسی مولوی نے کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا۔ کوئی آواز بلند نہیں کی۔ ایک درگاہ چرارشریف کو کرائے کے دہشت گرد مست گل نے جلایا تو تمام علماء کرام نے اس کے خلاف آواز بلند کی لیکن آج ہزاروں درگاہیں پانی کی نذر ہو جائیں گی لیکن کوئی عالم دین آج آواز بلند کرنے کو تیار نہیں۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ ہندوستان کے بجائے مسلمان کر رہا ہے۔ یا اس لیے کہ حکومت کے پاس ڈنڈا ہے اور آپ اس ڈنڈے سے ڈرتے ہیں۔ دوسری طرف پوری دنیا میں حکومتِ پاکستان مقبوضہ کشمیر میں بھارتی ظلم و ستم کا رونا روتی ہے۔ کہ بھارت نے 80 ہزار کشمیریوں کو شہید کر دیا ہے بھارت نے 14 سالوں میں 80 ہزار کشمیریوں کو شہید کیا۔ جب کہ آپ ایک جنبشِ قلم سے ڈیڑھ لاکھ کشمیریوں کو منگلا ڈیم توسیع کی صورت میں زندہ درگور کر رہے ہیں۔ جب کشمیری یہ ساری صورتِ حال دیکھتے ہیں کہ ڈیم ہماری زمینوں پر بنا لیکن اس کا ایک فیصد بھی فائدہ ہمیں نہیں ہوا۔ ہمیں اس کی رائلٹی بھی نہیں دی جا رہی اور سابقہ ہونے والے وعدے بھی نہیں پورے ہو رہے ہیں تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ آخر ہمارے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کالا باغ ڈیم حکومتِ پاکستان کیوں نہیں بنا رہی، جب کہ آئینی طور پر وہ علاقہ اس کا حصہ ہے۔ جب کہ ریاست جموں کشمیر پاکستان کا حصہ نہیں ہے۔ اس کے مستقبل کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ یہ ساری صورتِ حال کشمیریوں کے دلوں میں پاکستان کے لیے نفرت پیدا کر رہی ہے اور شاید اس نفرت کا نتیجہ ہے کہ اینٹی منگلا ڈیم توسیع کمیٹی کے ترجمان چوہدری عارف کو جلسہ عام میں یہ کہنا پڑا کہ جو ہماری لاشیں گرائے گا ہم اس کی لاشیں بھی گرائیں گے۔ میں حکومتِ پاکستان سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ یہ منصوبہ کسی بھی طرح سے قابلِ عمل نہیں ہے۔ واپڈا کی کرپٹ بیوروکریسی توسیع منصوبے کے لیے رکھے گئے 62 ارب روپے ہڑپ کرنا چاہتی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے سروے کے نام پر سترہ کروڑ چالیس لاکھ روپے ہضم کیے ہیں۔ جب کہ سروے کرنے میں وہ برے طریقے سے ناکام رہے ہیں۔ اگر اس منصوبے پر عمل کیا گیا تو آزاد کشمیر سے لے کر یورپ اور امریکہ تک کشمیری احتجاج کریں گے اور کر رہے ہیں۔ جسکی وجہ سے عالمی سطح پر پاکستان کی بدنامی ہوگی۔ اور انڈیا کو اس بات کا موقع مل جائے گا کہ وہ پروپیگنڈا کرے کہ کشمیری پاکستان سے نفرت کرتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں عالمی سطح پر پاکستان اور ہندوستان برابری کی سطح پر آجائیں گے۔ یورپ میں مقیم کشمیریوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس منصوبے کے خلاف عالمی عدالتِ انصاف میں مقدمہ دائر کیا جائے۔ اگر عالمی عدالتِ انصاف میں کشمیری پاکستان کے خلاف مقدمہ دائر کرتے ہیں تو اس سے بھارت کے موقف کو تقویت ملے گی۔ لہٰذا اس ساری صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان اس منصوبے کو فوری طور پر ترک کرے۔ اس میں کشمیریوں اور پاکستان کی بھلائی ہے۔ ورنہ ایک نیا بنگلہ دیش بننے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

اسد نواز

مہاراجہ کی حب الوطنی اور دور اندیشی

مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ کی ذات، شخصیت اور نظریات سے ہر کسی کا متفق ہونا ضروری نہیں، لیکن مہاراجہ ہری سنگھ کا کشمیر کے حوالے سے کردار، اس کی وطن دوستی اور اپنے عوام سے ہمدردی قابلِ تحسین ہے۔ بالخصوص کشمیر کے 1947ء کے بعد کے حکمرانوں کا موازنہ اگر مہاراجہ ہری سنگھ سے کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان حکمرانوں اور ہری سنگھ کے کردار میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ 1947ء کے بعد اس خطہ کے حکمرانوں نے آج تک ذاتی مفادات کی خاطر قدم قدم پر دھرتی کا سودا کیا۔ 4 اکتوبر 1947ء کو بننے والی انقلابی حکومت کا خاتمہ کر کے ایک کٹھ پتلی حکومت بنوانے میں ان حکمرانوں کا اہم کردار ہے۔ گلگت بلتستان کا سودا 1947ء کے بعد کیا گیا۔ جس میں سردار ابراہیم خان نے اہم کردار ادا کیا۔ کشمیر آرمی کو ختم کیا گیا۔ غرضیکہ کشمیر کی قومی شناخت ختم کروانے میں ان حکمرانوں نے کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہی نہیں بلکہ ان حکمرانوں نے وزیر امور کشمیر، چیف سیکریٹری اور آئی جی کے تلوے چاٹنے میں فخر محسوس کیا اور ہر ایک نے کوشش کی کہ وہ دوسرے پر سبقت حاصل کرے اور زیادہ وفادار تصور کیا جائے۔ میری یہ باتیں سخت اور کڑوی ہیں لیکن سچی اور حقائق پر مبنی ہیں۔ بہر حال میں ان پر مزید تبصرہ کرنے کے بجائے مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ کے دو قابلِ ذکر کارناموں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

مہاراجہ کا پہلا اہم قابلِ ذکر کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنے دورِ حکومت میں جب یہ دیکھا کہ ہندوستان اور دیگر ملکوں سے لوگ کشمیر میں جائیداد خرید رہے ہیں تو اس نے محسوس کیا کہ غیر ملکیوں کی کشمیر میں آباد کاری اور زمین کی خریداری و فروخت سے کشمیر کی شناخت اور کشمیریوں کا تشخص متاثر ہوگا۔ لہٰذا مہاراجہ نے ایک قانون منظور کیا اور فوری نافذ کیا جس کے مطابق کوئی بھی غیر ملکی کشمیر میں جائیداد (زمین) نہیں خرید سکتا۔ اس قانون کو سٹیٹ سبجیکٹ رول کا نام دیا گیا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ دونوں اطراف کے مقبوضہ علاقوں میں غیر ملکی لوگوں کی آباد کاری نہ ہو سکی لیکن آج نام نہاد ''آزاد'' حکومت اس قانون میں بھی ترمیم کر رہی ہے۔ مہاراجہ کے دورِ حکومت کا دوسرا اہم کارنامہ یہ ہے کہ ہندوستان کی گورنمنٹ نے مہاراجہ سے کہا کہ ہمیں کشمیر کے اندر ڈیم بنانے کی اجازت دیجائے۔ اس پر مہاراجہ نے ہندوستان گورنمنٹ کو ان شرائط کے ساتھ ڈیم بنانے کی اجازت دی۔ نمبر ایک، حکومت جو ڈیم بنائے گی وہ بیس سالوں کے بعد ریاست کشمیر کی ملکیت ہوگا۔ نمبر دو، سیالکوٹ اور جہلم کے علاقے کشمیر میں شامل کئے جائیں تا کہ میری ریاست کے جو لوگ ڈیم کی وجہ سے متاثر ہوں انہیں کوئی مہاجر نہ کہے۔ ان دو باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہاراجہ ان موجودہ حکمرانوں سے کس قدر بہتر تھا۔ جس کو اپنی سرزمین اور عوام سے اتنی محبت تھی کہ وہ اپنی عوام کو مہاجر کہلوانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اس نے ہندوستان کی گورنمنٹ سے دو اضلاع مانگے تا کہ اس کے ملک کی رعایا اپنی ریاست سے منسلک رہے اور کوئی ان کو مہاجر نہ کہہ سکے۔ میرا یہ باتیں لکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ میں شخصی حکمرانی کے حق میں ہوں۔ بلکہ اس خطے کے حکمرانوں کے کردار کو واضح کرنا ہے جو گذشتہ 55 سالوں سے تحریکِ آزادی کشمیر، الحاقِ پاکستان اور جہاد کے نام پر اس خطے کو لوٹ رہے ہیں۔ جنہیں کشمیر کی تاریخ، ثقافت، قومی مفادات، عوامی مفادات، اور قومی غیرت کا کوئی ادراک نہیں۔ بلکہ ان سے مہاراجہ ہری سنگھ کا کردار لاکھ درجے بہتر تھا۔ اس کی حب الوطنی اور عوام دوستی کا نتیجہ تھا کہ اس وقت کی ہندوستانی حکومت کشمیر کے اندر ڈیم نہ بنا سکی اور نہ ہی کسی غیر ملکی کو کشمیر کے اندر زمین خریدنے کی اجازت مل سکی۔ لیکن موجودہ حکمرانوں نے اس تاریخی سٹیٹ سبجیکٹ رول میں بھی ترمیم شروع کر دی ہے اور آزاد کشمیر کے اندر ڈیم بھی بنوایا اور پھر آج کے حکمران اس ڈیم کی توسیع پر بھی راضی ہو چکے ہیں۔

آزاد کشمیر کے حکمرانو! مہاراجہ ہری سنگھ کے کردار سے سبق سیکھو اور اپنے اندر قومی غیرت پیدا کرو۔

روزنامہ کشمیر ایکسپریس

ٹوپی ڈرامہ

قاضی عامر شہزاد

بالآخر منگلا ڈیم توسیعی منصوبے پر دستخط ہوتے ہوتے رہ گئے اور آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات نے منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کے معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اپنے وفد کو ساتھ لے کر مظفر آباد لوٹ آئے۔ آخر اس معاہدے میں ایسا کون سا اعتراض تھا کہ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم نے اس پر نہ صرف دستخط کرنے سے انکار کر دیا بلکہ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ چیئر مین واپڈا کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا جائے اور ان کی جگہ کسی کشمیری دوست یا پاکستانی کو چیئر مین واپڈا مقرر کیا جائے۔ جواب میں واپڈا نے دو دن کے نوٹس پر آزاد کشمیر کی بجلی بند کرنے کا نوٹس جاری کر دیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ اگر سوموار کے دن تک سوا ارب روپے کی رقم ادا نہ کی گئی تو آزاد کشمیر کو اندھیرے میں ڈبو دیں گے۔ اسلام آباد میں توسیعی منصوبے پر دستخط نہ کرنے کے بعد مظفر آباد میں صحافیوں سے ملاقات میں وزیر اعظم نے کہا کہ معاہدے میں جنرل پرویز مشرف کی طرف سے اعلان کئے گئے ٹیرف سے دوگنا ٹیرف مقرر کیا گیا تھا اور بہت سی ایسی شقیں تھیں جو بطور کشمیری ہمارے لئے زہر قاتل ہیں۔ وزیر اعظم آزاد کشمیر نے پاکستانی حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ساتھ برابری کی بنیاد پر معاہدہ کر لو اور توسیع کر لو۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ ضلع میر پور کے غیرت مند کشمیری دوبارہ قربانی پر آمادہ ہو گئے ہیں اور اگر توسیعی منصوبے پر ٹیرف کی شقوں پر کمپرومائز ہو جائے تو سب سے بڑی پرابلم دور ہو جائے گی۔ جب کہ امر واقع یہ ہے کہ وزیر اعظم آزاد کشمیر گزشتہ دنوں ایک نجی دورے پر چکسواری آئے تو عوام نے ان کے خلاف ایک مشعل بردار جلوس نکالا اور آزاد کشمیر و واپڈا کے خلاف واشگاف نعرے لگائے۔ اگر وزیر اعظم آزاد کشمیر کے بیان کے مطابق ضلع میر پور کے عوام توسیعی منصوبے پر رضامند ہو گئے تو چکسواری میں مظاہرے کرنے والے کون لوگ تھے؟ یہ بات سارے آزاد کشمیر کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ منگلا ڈیم کے کنارے پر بسنے والا ایک ایک گھر واپڈا کے اس ظالمانہ منصوبے کے خلاف مورچہ بن چکا ہے اور منگلا ڈیم کے کنارے پر بسنے والے باشعور کشمیری کسی بھی قیمت پر دوسری دفعہ قربانی کا بکرا بننے پر تیار نہیں ہیں۔ نامعلوم وزیر اعظم سکندر حیات خان نے کون سے علاقے کے لوگوں کو توسیعی منصوبے پر رضامند دیکھا۔ شائد انہوں نے چیئر مین واپڈا اور دیگر اہلکاروں کو کشمیری سمجھ لیا ہوگا جو اس ظالمانہ عوام دشمن منصوبے پر پیش پیش ہیں اور اگر واپڈا اور آزاد کشمیر کی حکومت کے درمیان معاہدہ ہو بھی جاتا تو اس سے آزاد کشمیر کے ''آزاد'' باشندوں کو کیا فائدہ ملے گا۔ کیا بجلی فی یونٹ 4.35 روپے کے بجائے 2 روپے 35 پیسے ملے گی؟ آزاد کشمیر کے حکمرانوں نے بجلی تو پھر سستی نہیں کرنی ہے اور اصل میں اس ٹیرف کے معاملے پر آزاد کشمیر کے حکمران صرف کشمیر کونسل کا خسارے کا بجٹ کم کرنا چاہتے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے ٹیرف کا تنازعہ کھڑا کیا ہوا ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے۔ دراصل پاکستانی حکومت کو بھی اس بات کا علم ہے کہ اگر راتوں رات اس معاہدے پر دستخط ہو گئے تو پوری ریاست جموں و کشمیر کے حالات کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے (عملی نمونہ وہ صدر پاکستان کے دورے پر دیکھ چکے ہیں) تو انہوں نے آزاد خطے کے وزیر اعظم کو ہدایات جاری کر دی ہیں کہ چند دنوں کیلئے واپڈا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کریں اور کسی بات پر اکڑ جائیں۔ بعد میں معاملہ حل کر لیں گے۔ اس بات پر سکندر حیات عوام کی ہمدردیاں حاصل کر لیں گے۔ مگر منصوبہ بندی کرنے والے بڑے بھولے لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ ٹوپی ڈرامہ عوام کو نظر نہیں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آزاد کشمیر حکومت کے بیانات کو آج کل لطیفوں کی جگہ مل رہی ہے۔ آزاد کشمیر کے حکمرانوں کی اصل طاقت سے ساری کشمیری قوم واقف ہے۔

30 ستمبر کے موقع پر جب جنرل پرویز مشرف نے میر پور آزاد کشمیر کا دورہ کیا تھا تو اس موقع پر عوام نے شدید احتجاج کیا تھا۔ اس دن کے بعد آج تک اس معاملے پر عملی کوئی بھی کام نہیں ہوا ہے۔ صرف بیان بازی ہو رہی ہے۔ گزشتہ برس وزیر اعظم آزاد کشمیر نے بیانات جاری کیے تھے کہ توسیعی منصوبے پر سابق وزیر اعظم بیرسٹر سلطان محمود نے دستخط کر دیے تھے۔ اگر بیرسٹر نے منصوبے پر دستخط کر لئے تھے تو آج کون سا معاہدہ ہو رہا ہے جس پر سکندر حیات دستخط نہیں کر رہے۔ اپوزیشن لیڈر بیرسٹر سلطان محمود چوہدری نے گزشتہ دنوں کوٹلی کے مقام پر پریس کانفرنس کے دوران واپڈا کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ سابق سپیکر اسمبلی اور پارٹی کے مرکزی راہنما چوہدری مجید نے 21 مئی کے روز میر پور کے مقام پر ایک جلسہ عام کا اعلان کیا کہ میر پور ڈویژن کے تمام پاور فل لیڈر اس مسئلہ پر منگلا کی توسیع کے مخالف ہیں۔ گذشتہ دنوں خبر سننے میں آئی کہ انٹرنیشنل کشمیر الائنس، جس کا اس

ڈیم توسیعی معاملے کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں ہے، خالصتاً کشمیری ہونے کے ناطے جنیوا کے مقام پر انسانی حقوق کی بات کرنیوالے پاکستانی وفد کی دوران بحث اچھی خاصی درگت بناڈالی اور پاکستانی وفد کو اپنا منہ چھپانا پڑا۔ نہ صرف پاکستانی وفد اس کنونشن سے اٹھ کر چلا گیا بلکہ انہوں نے آج تک کوئی بھی وضاحتی بیان بھی جاری نہیں کیا ہے۔ جنیوا کنونشن میں یہ ہوا تھا کہ حکومت پاکستان کی جانب سے مختلف این جی اوز کا ایک وفد جنیوا گیا تھا، جہاں پر وہ بھارتی بربریت کو بے نقاب کرنے والے تھے مگر پاکستانی وفد کے خطاب کے بعد انٹرنیشنل کشمیر الائنس کے وفد کو بات کرنے کا موقع دیا گیا۔ ان لوگوں نے آزاد کشمیر کے حالات کو بھارتی مقبوضہ علاقے کے حالات سے بھی بدترین قرار دیا اور واپڈا اور حکومت پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومت پر خوب کیچڑ اچھالا۔ غرض کہ جو وفد ہندوستان کو بے نقاب کرنے نکلا تھا اپنے دامن پر داغ لے آیا۔ اینٹی منگلا ڈیم توسیع کمیٹی روز اوّل سے یہ کہہ رہی تھی کہ اس ظالمانہ منصوبہ کو یہاں سے ختم کر ڈالو اور اس کے متبادل حل سوچو مگر ان لوگوں نے کسی اور آپشن پر سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنیوا کنونشن میں جہاں پر ساری دنیا کی 1400 این جی اوز کے نمائندوں کے سامنے بیٹھے ہوئے پاکستانی وفد کو سبکی برداشت کرنی پڑی۔ اگر اینٹی منگلا ڈیم توسیع کمیٹی کے مرکزی راہنما چوہدری عارف کے بیانات کو سنجیدگی سے لیا جاتا، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہمارے ساتھ زبردستی کی گئی تو یہ نہ ہو کہ اس تحریک میں پاکستان مخالف لوگ شامل ہو جائیں۔ ان کے خدشات بالکل درست ثابت ہو رہے ہیں۔ آج یہی مسلم کانفرنس کے سپریم ہیڈ سردار عبدالقیوم خان کا ایک اخباری بیان نظروں سے گزرا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ”نہ معلوم واپڈا سے کشمیریوں نے کون سے ادھار لے کر کھایا ہوا ہے جس کے بدلے میں واپڈا اپنی حرکات سے باز نہیں آرہا۔ ہم اس بات کا گلہ صدر پاکستان سے کریں گے“۔ سردار عبدالقیوم نے یہ بات کر کے اپنی کمزوری تسلیم کر لی ہے کہ واپڈا کسی بھی کشمیری لیڈر کی بات سننے پر تیار نہیں ہے۔ اگر آزاد کشمیر کے حکمرانوں نے واپڈا پر انحصار کرنے کے بجائے محکمہ برقیات کو مضبوط کیا ہوتا، آزاد کشمیر کے اندر بیرونی دنیا کی کمپنیوں کو پن بجلی پیدا کرنے کے منصوبے شروع کرنے کی جانب راغب کیا ہوتا، منگلا ڈیم کی تعمیر کرتے وقت صرف زبانی دعوؤں کے بجائے تحریری معاہدہ کیا ہوتا، نہر اپر جہلم اور دوسرے دریاؤں کے پانی کا آبیانہ وصول کیا ہوتا، اس آزاد کشمیر کی حکومت کو مضبوط بنایا ہوتا، تقریباً آدھی ریاست کا رقبہ اپنی کمزوری کی بنا پر اور لالچ کی بناء پر تحفے کے طور پر نہ دیا گیا ہوتا، آزاد کشمیر کی حکومت آزاد شہریوں کی نمائندہ حکومت ہوتی اور وہ اتنی محتاج نہ ہوتی کہ ایک ماہ کیلئے اپنے ملازمین کو تنخواہیں نہ دے سکے اور آزاد خطے سے ملنے والے ٹیکسوں پر اس کا کنٹرول ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ نہ کشمیریوں کے نمائندوں کو اپیلیں کرنی پڑتیں بلکہ معاہدات برابری کی سطح پر ہوتے۔ اب بھی وقت ہے اگر آزاد کشمیر کی حکومت واقعی اس خطے کو بیس کیمپ کہتی ہے تو اسے بیس کیمپ بنائے بے بس کیمپ نہیں اور نہ ہی کشمیری قیادت اتنی مجبور ہو کہ جب کوئی دوسرا چاہے انہیں ٹوپی ڈرامے کا کردار ادا کرنے کیلئے کہہ دے۔ کاش ایسا ہو جائے تو غلام کشمیری قوم اپنی مشکل سے باہر نکل آئے گی۔ کاش ایسا ہو ہی جائے۔

روزنامہ پاکستان اسلام آباد جمعرات ۸ مئی ۲۰۰۳ء

سچی باتیں

انتخاب: بنت سمندر خان (کیل ملکالاں نیلم ویلی)

☆ پڑھنا چاہتے ہو تو کلام الٰہی پڑھو۔ ☆ لکھنا چاہتے ہو تو اچھی باتیں لکھو۔
☆ لینا چاہتے ہو تو ماں کی دُعا لو۔ ☆ بولنا چاہتے ہو تو ہمیشہ سچ بولو۔
☆ مرنا چاہتے ہو تو خدا کی راہ میں مرو۔ ☆ لڑنا چاہتے ہو تو اسلام کی خاطر لڑو۔
☆ خوشی چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھو۔ ☆ پینا چاہتے ہو تو غصے کو پی جاؤ۔
☆ چھوڑنا چاہتے ہو تو بری عادات کو چھوڑو۔ ☆ مانگنا چاہتے ہو تو اپنے رب سے مانگو۔
☆ دینا چاہتے ہو تو خدا کی راہ میں دو۔ ☆ اپنانا چاہتے ہو تو سنتِ رسولؐ اپناؤ۔
☆ روکنا چاہتے ہو تو بدی سے روکو۔ ☆ کھانا چاہتے ہو تو رزق حلال کھاؤ۔

سنیئے......!

انتخاب: عزیز احمد رضوی (راولاکوٹ)

آپ کو دوست چاہیے......؟

جو آپ کو عارف بنا دے...... معلومات بڑھا دے...... چھوڑ نہ جائے...... ناطہ توڑ نہ جائے...... بور نہ کرے...... آپ کے عیوب پر غور نہ کرے...... آپ کی تنہائی میں شور نہ کرے...... آپ کو دھوکہ نہ دے...... شکایت کا موقع نہ دے...... بیجا تعریف نہ کرے...... آپ کی تحقیر نہ کرے...... آپ کا مال نہ ہتھیائے...... آپ سے کچھ نہ چھپائے...... آپ کا راز نہ بتائے...... آپ کے ساتھ رہے...... کہیں نہ جائے...... جو تم پہ نہاں ہو...... وہ اُس سے عیاں ہو...... نادانوں کو عرفان دے...... بے زبانوں کو زبان دے...... مُردوں کے حالات بتائے...... زندوں کو راہ دکھائے...... آپ کو کمیاب بنا دے...... آپ کو کامیاب بنا دے...... ہر مشکل کا حل بتا دے...... سیدھی راہ دکھا دے...... آپ دوستی کے لئے تیار ہیں......؟؟ وہ تو کب سے آپ کے ساتھ دوستی کرنے کو بیتاب ہے...... اُٹھیے! آج ہی اُس سے دوستی کر لیں......

پتہ......؟؟؟ نام......؟

مسجد کی کسی الماری میں رکھا ہوگا یا آپ کے گھر کے کسی اونچے گوشے پر......

نام قرآن ہے...... یہ تمام خوبیاں قرآن میں ہیں...... آج ہی اُسے دوست بنا لیں۔

یاد رہے وہ اپنی بات منوانے کی شرط ضرور لگا تا ہے۔

خطرناک منصوبہ

یاسر ممتاز چوہدری

میں جب منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کی بات سنتا ہوں تو میرے اندر کئی سوالات اٹھتے ہیں کہ میں نے جس مٹی میں جنم لیا، جن کھیتوں کھلیانوں، میدانوں میں اپنا بچپن اور لڑکپن گزرا، جن جوانوں اور بزرگوں کی قبروں پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی، وہ آج مضافاتی ایریا کے قبرستانوں میں میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ میرے اردگرد کا ماحول، میری تہذیب وثقافت، میرے وہ عزیز واقارب جو آج سات سمندر پار دیارِ غیر برطانیہ، امریکہ و دیگر یورپین ممالک میں محنت ومشقت اس امید اور خواب پر کر رہے ہیں کہ کچھ پونڈ، ڈالر، یورو اکھٹے کر کے اپنی سرزمین پر اپنے رشتے داروں کے درمیان جا کر ایک خوبصورت گھر بنائیں گے، تا کہ ہماری اولادیں جو دیارِ غیر میں پروان چڑھیں اپنے باپ کی اس نشانی کے ساتھ یہاں آئیں گی۔ یہاں آنے سے ان کی رشتہ داروں سے شناسائی ہوگی اور یہاں کے ماحول میں رہ کر یہاں کی تہذیب وثقافت سے وہ آشنا ہوں گے۔ اپنے بزرگوں کی قبروں پر جا کر دعا کریں گے۔ اگر توسیع ہوگی تو نہ وہ مکان رہیں گے جن میں ان کے والدین کی یادیں چھوڑی ہوئی تھیں، نہ وہ قبرستان رہیں گے جن پر وہ جا کر دعا کرتے تھے، سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ اس وقت میرے اندر ہی نہیں بلکہ ہر انسان کے اندر یہ آواز اٹھتی ہے جو اس توسیعی منصوبے سے متاثر ہوگا اور ان انسانوں کے اندر جو اس ریاست کے قومی تشخص اور تہذیب وثقافت سے محبت کرتے ہیں، وہ اس منصوبہ کی بھرپور مخالفت کرتے ہیں۔ اس مخالفت کو حکومتِ وقت سبوتاژ کرنے کے لئے کبھی علیحدگی پسندوں کی تحریک کہتی ہے، کبھی حکومت مخالف تحریک کہتی ہے۔ حالانکہ یہ تحریک نہ تو علیحدگی پسندوں کی، نہ حکومت مخالفوں کی، بلکہ یہ تحریک خالصتاً متاثرینِ ڈیم کی ہے۔

اگر اس تحریک کو چلانے والوں پر لکھنا شروع کروں تو یہ نہ ختم ہونے والی تحریر بن جائے گی۔ مختصراً اس تحریک کا ایک نقشہ پیش کروں گا جس بنیاد پر یہ تحریک چلی اور آج نہ صرف یہ تحریک میرپور میں بلکہ پورے آزاد کشمیر اور برطانیہ امریکہ تک پھیل چکی ہے۔ یہ تحریک جس نوجوان نے چلائی اس نوجوان کا تعلق اسی شہر چکسواری سے ہے جو آج اسی تحریک منگلا ڈیم اینٹی توسیع ایکشن کمیٹی کا مرکزی ترجمان عارف چوہدری ہے۔ راقم بھی اس تحریک کا ایک چھوٹا سا کارکن ہے۔ اس تحریک میں وہ نوجوان شامل ہیں جو اسی ریاست کی وحدت، قومی تشخص اور قومی غیرت کی بات کرتے ہیں۔ تحریک کی بنیاد وہ ماضی بنا جس کے زخم آج تک بھر نہ سکے۔ 1965ء کا زمانہ جب منگلا ڈیم جھیل بنی تو میرپور کے لوگوں نے مملکت پاکستان کیلئے قربانی دی۔ اس وقت لوگ انتہائی غریب بلکہ غربت کی آخری حدوں کو چھو رہے تھے۔ انہیں اپنے مستقبل کے بارے میں ذرا بھر بھی علم نہیں تھا کہ آئندہ ہماری زندگی کیسے گزرے گی۔ مگر پھر بھی حب الوطنی کے جذبے سے سرشار میرپور کے باسیوں نے قربانی دی۔ ہمارے ہزاروں لوگ منگلا جھیل سے متاثر ہوئے۔ کم وبیش سیکڑوں گاؤں قبریں مسجدیں، درس گاہیں پانی کی نذر ہو گئیں۔ کچھ لوگ برطانیہ چلے گئے اور کچھ لوگوں کو پاکستان میں زمین دی گئی۔ ان میں سے 8000 خاندانوں کو حقوقِ ملکیت نہیں ملے۔ وہاں کے زمینداروں نے اتنا تنگ کیا کہ وہ اپنی زمین چھوڑ کر واپس آ گئے۔ اس وقت جو وعدے کئے گئے وہ یہ تھے:

(1) متاثر ہونے والوں کو زرعی زمینیں دیں گے۔

(2) جو لوگ پنجاب اور سندھ میں آباد نہیں ہونگے انہیں یہاں جدید کالونیاں بنا کر دیں گے۔

(3) جو گاؤں شہر متاثر ہونگے انہیں مفت بجلی دیں گے۔

(4) مضافاتی ایریا میں سیرگاہیں تعمیر کی جائیں گی۔

(5) منگلا ڈیم کی رائیلٹی آزاد حکومت کو دی جائے گی.......... یہ چند بڑے بڑے وعدے تھے جن میں سے کسی ایک کو بھی پورا نہ کیا گیا۔ ہر وعدے سے انحراف اور متاثرین کے ساتھ کھلی زیادتی برتی گئی۔ ایک تو یہ ماضی تھا، دوسرا لوگ آج یہ سوال کرتے ہیں کہ کالاباغ ڈیم جس پر اربوں روپے صرف فزیبلٹی رپورٹ پر لگائے گئے، جس کو ماہرین سب سے موزوں قرار دیتے ہیں۔ اس کو صرف اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ وہاں کی ساری جماعتیں اس کی مخالفت کرتی ہیں۔ کیا عدل وانصاف یہ تقاضا نہیں کرتے کہ ایک بار جن لوگوں نے اپنے ہنستے بستے گھروں کو قربان کر دیا دوبارہ ان کو آزمائش میں نہ ڈالا جائے۔ اس سے دلوں میں نفرتیں، احساس محرومی کی تحریکیں اٹھتی ہیں۔ اگر اس بنیاد پر اس مخالفت کو ہماری حکومت غلط رنگ دینا چاہتی ہے تو یہ ایک بڑی غلطی ہے۔ حکومتِ آزاد کشمیر کو چاہیے کہ وہ ٹیرف برائے متاثرین، موجودہ متاثرین کے معاوضوں پر تحریری معاہدوں کے بجائے اصولی موقف پر ڈٹے۔ لاکھوں انسانوں کے جذبات احساسات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کرے کہ وہ توسیع کے بجائے چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائے تا کہ ملکی ضروریات پوری ہو جائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو یہ تحریک جو آج صحیح سمت جا رہی ہے کوئی اور روپ دھار لے۔ حکومتی ایوانوں میں بیٹھنے والوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے۔

اوصاف ۱۲ مئی ۲۰۰۳ء



منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ...... اک المیہ

محمد عظیم مشتاق

منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ 1966ء میں جنرل ایوب نے منگلا ڈیم کا فیصلہ کیا تھا اور ایسی جگہ کی تلاش کی تھی جس کے بسنے والوں کا احتجاج بے معنی ہو۔ چنانچہ چناؤ آزاد کشمیر کا ہوا اور اب ایک دوسرے جرنیل جنرل مشرف صاحب نے اپنے فیصلے بھی کشمیریوں کو درجہ دوم کا کشمیری سمجھ کر کئے۔ اس وقت کے صدر جناب کے ایچ خورشید مرحوم نے سیاسی تقاضوں کو نظر انداز کیا اور اب صدر آزاد کشمیر جناب سردار انور صاحب وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات صاحب، سردار عبدالقیوم خان صاحب اور بیرسٹر سلطان محمود چوہدری صاحب بلا حیل و حجت، سیاسی تقاضوں کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ دوسری طرف بے یار و مددگار عوام جن کی چیخ و پکار سننے والا کوئی نہیں ان پر لاٹھیاں برسائی جا رہی ہیں۔ اصل واقعات اعداد و شمار اور حقائق کو پس پشت ڈال کر جاننے والوں کو حقیقت سے محروم کیا جا رہا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد کی نشانیاں، گھر بار، خانقائیں، مساجد، تاریخی مقامات غرض یہ کہ ہر شے کو تباہ و برباد کر کے لوگوں کو جلاوطنی پر مجبور کیا جا رہا ہے ہم سے ہمارے گاؤں، کھیتوں کھلیانوں کی یادیں چھینی جا رہی ہیں۔

آج میر پور سے لے کر چکسواری اور ڈڈیال تک لوگوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ تیار ہو جائیں تمہیں قربانی دینا ہوگی تم سے بہتر قربان ہونا کوئی نہیں جانتا۔ آج پھر بلند و بانگ دعوے کئے جا رہے ہیں۔ رائلٹی کی باتیں پھر سے شروع ہو گی ہیں حقیقت یہ ہے کہ آج تک کسی کشمیری لیڈر نے پاکستان سے رائلٹی کا باقاعدہ تقاضا ہی نہیں کیا۔ بظاہر خوبصورت پیکجز آ رہے ہیں۔ سیاسی شکاریوں کی رال ٹپک رہی ہے۔ سرکاری اہلکاران مخصوص وکلاء چند اخبار نویس اور عوامی نمائندگان بھر پور استقبال کیلئے تیار بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف غیور عوام پر لاٹھیاں برسائی جا رہی ہیں ان کے نمائندگان کو صدر پاکستان کی میر پور آمد پر بات کرنے کا موقع تک نہیں دیا گیا۔ صدر پاکستان کی آمد پر سارے شہر کو سیل کر دیا گیا تا کہ مظلوم کی صدا بلند نہ ہو سکے اس کی دادرسی نہ ہو سکے۔ احتجاج کرنے والوں کو جیلوں میں بند کر دیا گیا۔ حکمران اور بیوروکریسی جو دراصل امیران شہر ہیں مظلوم کا گلہ دبائے جا رہے ہیں۔ سمجھ نہیں آتا ارباب اختیار ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ میر پور کئی دفعہ اجڑا جب 1967ء میں اسے اجڑنے کا حکم ملا تو اس کے باسی پھول کی پتیوں کی طرح بکھر گئے ڈڈیال اور چکسواری والوں نے سب سے بڑھ کر قربانیاں دیں سب سے زیادہ رقبہ اور بہترین زرعی اراضی قربان کر دی۔ پرانا ڈڈیال جس کی آبادی 65 ہزار تھی جو ضلع میر پور کا بہت خوبصورت شہر تھا پانی کی نذر ہو گیا۔ درجنوں دیہات صفحہ ہستی سے مٹ گے۔ مسجدوں، کنوؤں، باولیوں اور حویلیوں کے شہر کو چھوڑ دیا گیا سب چیزیں پاکستان کے نام پر قربان کر دی گئیں۔ اہل میر پور خود تو ڈوب گئے مگر پاکستان کی زراعت و صنعت کو ڈوبنے سے بچا گئے۔ میر پور کے باسی خود تو اجڑ گئے مگر پاکستان کی بستیوں کو بسا گئے۔ میر پور والوں نے اپنا ماضی، روایات، ثقافت کو گھٹا ٹوپ اندھیروں کے سپرد کر دیا اور پاکستان کے لوگوں کو روشنیاں بخش دیں۔ مگر افسوس پاکستان کے مختلف خطوں میں بسنے والے ان لوگوں کو ڈیمی کے لفظ سے پکارا جاتا ہے۔ آج بھی جنت ارضی کشمیر کی برف پوش چوٹیوں سے آنے والی شوریدہ سر لہریں میر پور والوں کا حال پوچھنے آتی ہیں اس اجڑی بستی کو دیکھ کر پاکستان کیلئے ان کی قربانیوں کو دیکھ کر خود بھی قربان ہونے کا فیصلہ کرتی ہیں اور پاکستان کو سیراب کرنے چل نکلتی ہیں۔

اہل میر پور کی تاریخ بڑی پر اسرار اور دلچسپ ہے۔ ان لوگوں کی قربانیوں کا سلسلہ بڑا طویل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کئی سال قبل بھی جلاوطنی اختیار کی اور آسٹریلیا، انگلستان اور امریکہ جا پہنچے اور پاکستان کے زر مبادلہ کا بڑا ذریعہ بنے۔ بھٹوں پر کام کرنے والے، گوداموں میں کام کرنے والے، سڑک پر مزدوری کرنے والے، ریلوے اسٹیشنوں پر کام کرنے والے یہ لوگ مشقت میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ انہی لوگوں نے اپنی ہمت و جرأت کی بدولت میر پور اور پاکستان میں اچھی اقتصادی تبدیلیوں کا آغاز کیا۔ میر پور چکسواری اور ڈڈیال کے لوگوں نے اپنے بوڑھے والدین معصوم بچوں کو اللہ کے سپرد کیا اور جلاوطنی اختیار کی اور سڈنی تک جا پہنچے۔ آج بھی یہ لوگ پاکستان کیلئے زرمبادلہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ PIA آج بھی انہی لوگوں کی بدولت اربوں ڈالر کما رہی ہے۔ برمنگھم، مانچسٹر، گلاسگو کی فلائٹس زرمبادلہ کہاں سے کما رہی ہیں؟

مگر جب یہ لوگ اپنے دیس اپنے بوڑھے ماں باپ کو ملنے پہنچتے ہیں تو سب سے پہلے کسٹم کی لوٹ کھسوٹ کا شکار ہوتے ہیں پھر ''روڈ رابری'' شروع ہو جاتی ہے بوڑھے ماں باپ ترستی نگاہوں سے ان کی واپسی کی راہ تک رہے ہوتے ہیں مگر ہمارے ملک کے وفادار انہیں لوٹنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ آج ان جفاکش لوگوں کو دوسو روپے کا پاسپورٹ ہزروں روپوں میں مل رہا ہے۔ اربوں کا زرمبادلہ کمانے والوں کو پانچ روپے کا شناختی کارڈ ایک صد ڈالر میں بیچا جا رہا ہے۔ اہل میر پور کا تقریباً دوسو ارب روپیہ پاکستانی بینکوں میں جمع ہے پاکستان کا بڑا بزنس مین اس سرمائے سے بزنس کر رہا ہے اور آزاد کشمیر کے ڈیپازٹر کو زکوٰۃ ٹیکس کاٹ کر صرف دو اڑھائی فیصد منافع مل رہا ہے۔ مہنگائی کی حصار میں سارا پاکستان ہے میر پور میں اس کی شدت کہیں زیادہ ہے۔ رشوت پاکستان کے مقدر کا لکھا ہی سمجھا جاتا ہے۔ میر پور میں اس کے ریٹ بھی سپیشل ہیں۔ میر پور والوں کو میڈیکل کالج، ڈرائی پورٹ، ائیر پورٹ، ریلوے لائن اور گریٹر واٹر سپلائی سکیم محض اس وجہ سے نہیں دی جا رہی کہ یہ خوشحال لوگ ہیں۔ اپنی زمینوں کھیتوں کھلیانوں کی قربانی دینے والوں کی بجلی کا ٹیرف سرحد اور بلوچستان سے کہیں زیادہ ہے۔ قومی مفادات کی خاطر قوم سے کچھ قربانیاں مطلوب ہوتی ہیں۔ اصولی طور پر ضروری تھا کہ جو منصوبے پاکستان کی معیشت کیلئے ضروری ہیں ان کیلئے پاکستانی قوم قربانی دیتی۔ اہل کشمیر یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ وہ کونسا راز ہے جس کی وجہ سے کالا باغ ڈیم اربوں روپے کی فزیبلٹی کی موجودگی میں تعمیر نہ ہو سکا۔ آج تک کالا باغ ڈیم کی ٹیکنیکل، فنانشل، پولیٹیکل اور اقتصادی نقصان کی کوئی دلیل نہیں۔ آج محمد خان جونیجو مرحوم، مصطفیٰ جتوئی، نواز شریف اور محترمہ بے نظیر کی حمایت کے

منگلا ڈیم یا نفرتوں میں توسیع

ذوالفقار حیدر راجہ (باغ)

پاکستان اپنے قیام سے لیکر آج تک کئی طرح کے بحرانوں کا شکار رہا ہے۔ ان بحرانوں میں قدرتی عوامل کا حصہ نسبتاً کم اور دیگر عوامل جن میں سیاسی، سفارتی اور معاشی عوامل شامل ہیں، کا حصہ زیادہ رہا ہے۔ نصف صدی سے زائد کی تاریخ میں یہ ملک جمہوری مزاج قبول نہیں کر سکا۔ اس کی جملہ تاریخ میں یہاں نیم جمہوری اور عسکری قیادت برسراقتدار رہی۔ آئین کی پاسداری نہ ہونے کی وجہ سے کسی بھی سیاسی یا عسکری قیادت نے محض اپنے اقتدار کی طوالت کو اس قوم کا مقدر سمجھا اور اسکے قومی خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا۔ جو بھی حکومت آئی وہ تعمیر و ترقی کی لمبی منصوبہ بندیوں کے بجائے محض ''ڈنگ ٹپاؤ پالیسی'' پر کاربند رہی۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا نعرہ ایوب خان کے دور سے بھی پہلے سے لگایا جاتا رہا لیکن متوقع متاثرین کالا باغ ڈیم کی عسکری دھمکیوں کے باعث کوئی بھی حکومت حتیٰ کہ فوجی حکومت بھی جرات نہ کر سکی کہ ڈیم بنایا جائے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت کشمیریوں کو سہانے خواب دکھائے گئے اور پھر آج تک ہزاروں خاندان دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔ میرپور کے جو لوگ گھر، کاروبار اور آباؤ اجداد کی قبریں پانی کے حوالے کر کے دیارِ غیر جا بسے وہ سروائیو کر گئے لیکن اکثریت آج بھی پاکستان کے مختلف علاقوں میں انتہائی کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ کشمیریوں کو منگلا ڈیم نے دکھ، رنج والم تو دیئے مگر فائدہ نہ دے سکا۔ آزاد کشمیر کا سارا خطہ اکثر تاریکی میں ڈوبا رہتا ہے اور ہم اپنے پانی، زمین اور آباء کی قبروں پر بنے اس ڈیم کی بجلی کئی گنا مہنگے داموں خریدنے پر مجبور ہیں۔ اب جبکہ ڈیم کی توسیع کا منصوبہ زیرِ غور ہے پاکستان کی فوجی حکومت نے کشمیریوں کی روائتی قیادت کو ہڈی ڈال کر توسیع منصوبے کی تکمیل کا ٹارگٹ دیا ہے۔ سردار قیوم کو کشمیر کمیٹی کا چیئرمین بنانا، سکندر حیات کو وزیراعظم اور سردار عتیق کو پارٹی قائد بنا کر ان کے کندھوں پر ''بھاری ذمہ داری'' رکھ دی گئی ہے۔ بیرسٹر سلطان محمود کو سکندر حکومت کے خاتمے کے عندیے دینا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مستقبل قریب میں آزاد کشمیر میں سیاسی بحران پیدا کر کے اس منصوبے کی تکمیل وزارت امور کشمیر کی ذمہ داری میں شامل کر لیا گیا ہے۔ گزشتہ دنوں آزاد کشمیر کے وزیراعظم کے بارے میں وزیر امور کشمیر نے واضح بیان دیا تھا کہ ''ہم سکندر حکومت کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں''۔ وہ کارکردگی کون سی ہے سب جانتے اور سمجھتے ہیں۔ یہ کون سی تھریٹ ہے؟ سکندر حیات کے علاوہ باقی لوگوں کے علم میں ہے۔ کچھ عرصہ قبل منگلا ڈیم توسیع کمیٹی کے ترجمان عارف چوہدری نے سکندر حیات کو پیشکش کی تھی کہ اپنے والدین کی قبروں کو کچھ دنوں کے لئے پانی میں ڈبو کر رکھو، میں اسکے عوض دو کروڑ روپے معاوضہ دوں گا۔ متاثرین منگلا ڈیم کے جذبات کی ترجمانی نہ کی گئی تو آزاد کشمیر کی جملہ روایتی قیادت کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آزاد کشمیر کے جو سیاستدان برطانیہ جا کر پاؤنڈ لایا کرتے تھے آج کل انہیں برطانیہ میں مقیم کشمیری جوتے دکھاتے ہیں۔ آزاد کشمیر کے سو فیصد شہری یہی کہتے ہیں کہ کالا باغ ڈیم کیوں نہیں بناتے ہو۔ بار بار کشمیریوں کو ہی قربانی کا بکرا ''بنانے'' کی کیا تک بنتی ہے۔

منگلا ڈیم کی ممکنہ توسیع کے خلاف قوم پرست حلقوں نے متاثرین کی آواز میں آواز ملائی ہے اور دوسری طرف سے کشمیر پالیسی میں نمایاں تبدیلی نے ویسے ہی پوری کشمیری قوم میں شکوک و شبہات پیدا کئے ہیں۔ ایسے میں ہزاروں ہنستے بستے گھروں کے لاکھوں انسانوں کو بے گھر کر کے انہیں دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کرنے سے نفرتوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگا جو یقیناً نہ تو پاکستان اور نہ کشمیریوں کے حق میں ہوگا۔ کچھ لوگ جنہوں نے سابقہ تمام حکومتوں کے ادوار میں پلاٹ خریدے اور الاٹ کروائے تھے شدت سے اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ منگلا ڈیم کی توسیع کا کام شروع ہوا اور بے گھر ہونے والے لوگوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جائے۔ پاکستانی حکومت زمینی حقائق تسلیم کرتے ہوئے میرپور کے عوام کی بالخصوص اور آزاد کشمیر کے جملہ عوام کی بالعموم رائے معلوم کرے نہ کہ پلاٹ مافیا کی طرف سے سب ٹھیک ہے کی خبروں سے اتفاق کرتے ہوئے ایک نیا محاذ کھولے، جو کہ شائد ان کے لئے سنبھالنا مشکل ہو جائے اور عوامی تحریک کے باعث منگلا ڈیم کی توسیع تو نہ ہو سکے البتہ نفرتوں میں وسعت پیدا ہو جائے۔

○

سیّد شہباز علی گردیزی (باغ)

کون قاتل کون مسیحا؟

ایک وقت ایسا تھا جب پرانے میرپور کے لوگ نئے میرپور کے شہری نہیں بنے تھے تو یہاں پیار ومحبت کے شکارے دلوں کی جھیل پر چلتے تھے۔ نیا میرپور بننے سے سب کچھ منگلا جھیل نے نگل لیا ہے۔ مکان پکے اور خونی رشتے کچے ہو چکے ہیں۔ کچے اور پکے گھر منگلا جھیل میں اُس وقت ڈوبے تھے جب پرانے میرپور کو اہلِ میرپور نے خود اپنی آنکھوں کے سامنے لقمۂ اجل ہوتے دیکھا تھا۔ نئے میرپور کو نئی آبادی اور نئے مکانات میں تبدیل ہونا تھا اسی وجہ سے یہاں کوئی پرانی یاد رہائش پذیر نہیں ہے۔ لیکن آج بھی بچا کھچا میرپور ہمارے لیے ہمارے آباؤ اجداد کی بے بہا قیمتی یادگاریں لیے قابل احترام ہے۔ آج بھی یہاں حضرت غازی میراںؒ میاں محمد بخش، سائیں غلام محمدؒ، پیر سید محمد نیک عالم شاہؒ اور ران جیسے کئی بزرگوں کی پاکیزہ یادیں اور روحانی یادگاریں زیر آب موجود ہیں۔

اہلیانِ میرپور نے اپنے بزرگوں کی قبروں کو قربان کر کے منگلا ڈیم بنانے کی اجازت دی تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ منگلا ڈیم کی رائلٹی حکومتِ آزاد کشمیر کو دی جاتی اور آزاد کشمیر کو سپلائی کی جانے والی بجلی رعایتی شرح سے فراہم کی جاتی مگر واپڈا نے نہ ہی آزاد کشمیر کو سستی بجلی فراہم کی اور نہ ہی اس کی رائلٹی دی۔ اُلٹا آئے روز آزاد کشمیر کی بجلی بند کرنے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ نہ جانے یہ لوگ اس اقدام سے مقبوضہ کشمیر کے لوگوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔

ریاست کے سابق وزیر اعظم مرحوم ممتاز راٹھور نے اپنے دورِ حکومت میں ایک مرتبہ حکومتِ پاکستان کو وارننگ دی تھی کہ منگلا سے بجلی پاکستان کو جارہی ہے۔ یہ پاور اسٹیشن آزاد کشمیر کی حدود میں واقع ہے۔ اس لیے ہم جب چاہیں گے منگلا کا سوئچ آف کر دیں گے۔ اس کے بعد خاصے عرصہ تک واپڈا والوں کو خاموش رہنا پڑا تھا۔ اور ممتاز راٹھور صاحب کو اس پاداش میں وزارتِ عظمیٰ کے منصب سے سبک دوش ہونا پڑ گیا تھا۔

کشمیریوں کا موقف ہے کہ منگلا ڈیم کا مسئلہ طے نہ کر کے آزاد کشمیر کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جارہا ہے۔ واپڈا آزاد کشمیر سے بجلی کی قیمت 4 روپے 31 پیسے فی یونٹ مانگ رہا ہے ادھر پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کو یہ بجلی نہایت سستے نرخوں پر دی جارہی ہے۔ سابق وزیر اعظم پاکستان بے نظیر کی زیر صدارت وفاقی کابینہ کا جو اجلاس جولائی 1996ء میں ہوا تھا۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ آزاد کشمیر کے لیے بجلی کا نرخ ایک روپے 16 پیسے فی یونٹ ہوگا۔ مگر 1997ء میں واپڈا نے اپنے طور پر یہ ایک انتظامی حکم جاری کر کے کابینہ کے فیصلے کو تبدیل کر دیا۔ مگر اس وقت کی حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ پھر 29 فروری 2000 کو حکومتِ پاکستان کے فنانس ڈویژن نے فیصلہ کیا کہ آزاد کشمیر کو سپلائی کی جانیوالی بجلی 2 روپے 32 پیسے فی یونٹ کے حساب سے مہیا کی جائے مگر واپڈا نے اس فیصلہ کو بھی تسلیم نہ کیا۔ اب بھی واپڈا بضد ہے کہ وہ آزاد کشمیر کو سپلائی ہونے والی بجلی پر 4 روپے 34 پیسے فی یونٹ کے حساب سے قیمت وصول کرے گا۔ ورنہ آزاد کشمیر تاریکی میں ڈوب جائے گا۔

آزاد کشمیر میں پانچ ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کیلئے منصوبوں کی فزیبلٹی تیار ہے۔ اگر اس پر کام کر دیا جائے تو آزاد کشمیر کی اپنی ضرورت پوری کر کے فاضل بجلی کو فروخت کر کے آمدنی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ دوسری جانب واپڈا کے ذمے حکومتِ آزاد کشمیر کی منگلا ڈیم اور جنریشن پاور کی رائلٹی بھی ایک اندازے کیمطابق ایک ارب سالانہ کی فزیبلٹی تیار ہے جو کہ تا حال واجب الادا ہے۔

1947ء سے قبل مہاراجہ کشمیر انگریز حکومت سے پانی کی رائلٹی تک وصول کرتا تھا مگر آج ہم اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ پانی گزارنے کی راہ داری ہم سے وصول کی جاتی ہے۔ یہ کیسی آزادی ہے، اور یہ کیسی ہمدردی ہے۔ آج کشمیریوں کے دلوں میں نفرت اور محرومیوں کے بیج بوئے جارہے ہیں۔ کالا باغ ڈیم پاکستان کی ملکیت ہے۔ مگر وہاں اُس کے اپنے لوگوں کے اجڑنے کا خطرہ ہے۔ وہاں کی تہذیب اُن کی اپنی تہذیب ہے۔ نواب اکبر بگٹی کو گیس کی رائلٹی دی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ کشمیر نہیں بلوچستان ہے۔ اور بلوچستان پاکستان کا اپنا صوبہ ہے۔ منگلا ڈیم کی توسیع سے کوئی اجڑتا ہے تو اس سے کسی کو کیا؟ کشمیر کے کسی حصے کی تہذیب مٹتی ہے تو مٹتی رہے۔ دراصل حقیقت جو ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ وہ نہیں بلکہ اُس کے برعکس ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہماری تہذیب ہماری اقدار ہماری دھرتی اور ہماری ذات سے کسی غیر ملکی کو کوئی دلچسپی نہیں۔ دلچسپی ہے تو فقط ان قدرتی ذخائر و دولت سے جس سے قدرت نے اہل کشمیر کو مالا مال کر رکھا ہے۔ دریائے جہلم کے اُس پار سے اگر تیرتی ہوئی لاشیں آتی ہیں تو اس پار تو ننگ، دیار، اور چیڑ کی لکڑیاں بہتی ہوئی پنجاب جاتی ہیں۔

کچھ سمجھ نہیں آتی کہ حق کس سے مانگیں، کسے قاتل گردانیں اور کسے مسیحا؟ میرے دیس کے باسی اس حقیقت کو جان لیں کہ جو لوگ خود اپنے نہ بن سکے

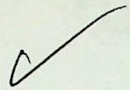
وہ ہمارے کیا بن پائیں گے۔ یہ دھرتی تمہاری ہے، تمہارے آباؤ اجداد کی ہے تمہارے بچوں کی ہے۔ اس کو اگلی نسل کے حوالے کرنے تک اس کی تہذیب واقدار کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہے۔

خدارا اسے کرچی کرچی ہونے سے بچالیں کہ جو قومیں اپنی دھرتی کے تشخص کی حفاظت نہیں کرتیں وہ صفحۂ ہستی سے مٹادی جاتیں ہیں۔

ابرار مغل سیاکھوی (سیاکھ)

منگلا ڈیم...... کشمیری عوام کو کیا ملا؟

پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے واپڈا نے آزاد کشمیر کے قدیم ترین علاقوں کی تہذیب و ثقافت ملیا میٹ کر کے 1967ء میں منگلا ڈیم تعمیر کیا۔ زیر آب آنے والی چالیس ہزار تین سو انچاس ایکڑ اراضی میں سے بائیس ہزار دو سو بیالیس ایکڑ بہترین زرعی تھی جہاں پر لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے زمینداری کرتے تھے۔ اور روزمرہ کی ہر چیز یہاں سے پیدا کرتے تھے۔ زیر آب آنے والے علاقے میر پور، اکال گڑھ، ڈڈیال، چوکھ ہل، بگام، پیل بخشی مولراج، کھیارہ کلروڑی اپنے ساتھ اپنی ثقافت اور تہذیب بھی لے ڈوبے۔ منگلا ڈیم کا کل رقبہ 400 مربع کلومیٹر اور زیر آب گاؤں کی تعداد 123 ہے۔ منگلا ڈیم میں سب سے زیادہ گاؤں اندر ہل ڈڈیال کے ڈوبے۔ اگرچہ اس وقت عوامی احتجاج بلند ہوا مگر واپڈا والوں نے اس احتجاج پر کنٹرول کر لیا اور لوگوں کو سنہری خواب دکھائے۔ واپڈا والوں نے لوگوں کو کھلے گلی کوچوں سے نکال کر بند گلی میں دھکیل دیا۔ لوگوں سے وعدے کیے گئے، ان وعدوں کے مطابق ڈیم کے متاثرین کے لیے پیرس نما کالونیاں اور ہملٹس بنانا تھا۔ ان ہملٹوں اور کالونیوں کے اندر دنیا کی جدید ترین سہولتیں اور بنیادی ضروریاتِ زندگی دی جانی تھیں۔ لوگوں سے وعدہ کیا گیا کہ آپ کو منگلا ڈیم کی بجلی مفت دی جائے گی متاثرین کو معقول معاوضہ دے کر اس کو سیٹل کیا جائے گا۔ پنجاب کے اندر مفت زرعی رقبہ دیا جائے گا، پکی سڑکیں، پختہ گلیاں، بہترین سیوریج سسٹم، صاف پانی اور ریل وغیرہ کی معیاری سہولتیں دی جائیں گی۔ لوگ واپڈا کے دھوکے اور لالچ میں آ گئے۔ دنیا نے تہذیب و ثقافت کا جنازہ اٹھتا دیکھا۔ قبریں اور بوسیدہ ہڈیاں پانی میں تیرنے لگی۔ واپڈا والوں نے مغرب میں سیاکھ ہملٹ، شمال مغرب میں ڈڈیال، مشرق میں چکسواری، اکال گڑھ، جنوب میں چتر پڑی، اور منگلا ہملٹ اور ڈیم کنارے پر میر پور شہر کا ماسٹر پلان تیار کر دیا اور پھر تمام وعدے ادھورے اور نامکمل چھوڑ کر اس طرح بھاگ گئے جیسے چور سامان لوٹ کر بھاگتے ہیں۔ لوگ اپنے زور اور طاقت سے پہاڑیوں اور ٹیلوں کو ہموار کرنے لگے۔ پلاٹوں کے لیے MDA اور بلدیہ کے دفاتر کے دھکے کھانے لگے۔ سڑکیں اسی طرح کچی رہیں، پانی اسی طرح گندہ رہا، بجلی عرصہ بعد قیمتاً دی گئی، سیوریج سسٹم کا نام بھی لوگوں کو یاد نہ رہا۔ لوگوں کو بنیادی ضروریاتِ زندگی میسر اور مہیا نہ کی گئیں۔ میر پور شہر کی نسبت دیگر ہملٹوں اور کالونیوں میں لوگ خستہ حالی اور کسمپرسی کی زندگی گزارنے لگے۔ اپنے پلاٹوں کی چٹوں اور دیگر حقوق کے لیے کچہریوں میں دھکے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ وہ لوگ جو اپنے گھروں میں بیٹھے سارے علاقے کی شناخت ہوا کرتے تھے اپنی ہی شناخت کے لیے باشندہ ریاست حاصل کرنے اور شناختی کارڈ کے محتاج ہو گئے۔ بغیر کسی قانونی ایگریمنٹ کے دنیا میں یہ پہلا انسانی آبادی کا انخلاء تھا۔ لوگوں کو سنہری خواب دکھائے گئے۔ چونکہ اس علاقے کے لوگ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے اور کئی برسوں سے ڈوگروں کے ظلم و ستم سے تنگ آ چکے تھے۔ اب وہ ماحول کو بدلنا چاہتے تھے۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ بعض اوقات اپنے بھی ظالم بن جاتے ہیں۔ ہندو ساہو کاروں اور ڈوگرہ حکمرانوں کے ظلم و ستم سہے اور ڈرے ہوئے لوگ حیران پریشان تھے۔ وہ لوگ سچے اور وعدے کے پکے تھے۔ انھیں کیا پتہ ان کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے۔ اس طرح اس علاقے کے باسیوں سے ایک مرتبہ پھر ڈوگروں اور ہندوؤں جیسا سلوک کیا گیا۔ وسیع پیمانے پر انسانی آبادی کا انخلاء کر کے واپڈا نے اپنے مقاصد پورے کر لیے۔ لیکن ان ہزاروں متاثرین کی طرف پھر کبھی بھی نہیں دیکھا کہ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آباواجداد کی قبروں پر پانی کھڑا کر کے پاکستان کو روشن اور سرسبز و شاداب بنایا کیسے ہیں، ان کو کوئی ٹھکانہ ملا ہے کہ نہیں۔ واپڈا والے اپنا مطلب نکالنے کے بعد لوگوں کے لیے انجان بن گئے۔



منگلا ڈیم کا توسیعی منصوبہ

سلیم پروانہ (مظفر آباد)

جب منگلا ڈیم کی بنیاد رکھی گئی تھی تو اس وقت بھی میر پور کے لوگوں نے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ متاثرین نے اپنے آباؤ اجداد اور دیگر بہادروں کی قبروں کو اپنی آنکھوں کے سامنے مسمار ہوتے اور پانی میں ڈوبتے دیکھا تھا۔ یہ جذبہ صرف ملکی ترقی وخوشحالی اور پاکستان سے بے پناہ محبت کے لیے تھا اور نہ مالی وسائل کے لیے چاہے وہ قیمت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، لے کر اپنے بزرگوں کی قبروں کے نشان مٹانے کے لیے کوئی بھی راضی ہونے کا تصور نہیں کر سکتا۔ اپنے ارمانوں کے چراغ بجھا کر جنہوں نے ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لیے چراغ روشن کیے تھے، ان کی اکثریت کے ساتھ پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومتوں نے جس طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا وہ ملک میں وفاؤں کے جذبوں کو ماند کرنے کی پالیسی ظاہر کرتا ہے۔ آج بھی تیس پینتیس سال گزر جانے کے بعد وہ ہزاروں متاثرین ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جو منگلا ڈیم کی بنیاد رکھنے پر معاہدہ کیا گیا تھا بعد ازاں اس پر عمل نہیں کیا گیا۔ جب آزاد کشمیر کی ایک اعلیٰ عدالت نے معاہدے کی نقل متعلقہ کیسوں میں طلب کی تو چیف سیکرٹری آزاد کشمیر کی طرف سے جواب دیا گیا کہ ان کے آفس میں ایسے کسی معاہدے کی کوئی نقل موجود نہیں ہے۔ اس اشارے کے بعد کہیں سے بھی نقل نہیں ملتی تھی۔ ظاہر ہے اس موقف کو انسانی عقل تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ 26 ستمبر 2002ء کو چیف ایگزیکٹو پاکستان کی موجودگی میں منگلا ڈیم کی توسیع، رائلٹی، متاثرین کی سہولیات، سابق متاثرین کی بحالی، مچھلی کا ٹھیکہ، بجلی ٹیرف سمیت جملہ امور پر کئی ماہ سے جاری رابطوں میٹنگوں کے بعد اصولی فیصلے ہوئے۔ جن پر بلا تاخیر عمل درآمد شروع کیا جانا چاہیے تھا مگر صورتِ حال اس کے برعکس تھی۔ پاکستان میں 2.22 روپے بجلی کا ٹیرف وصول کیا جا رہا ہے جب کہ آزاد کشمیر کے لوگوں کے لیے اس سے دگنا ٹیرف مقرر کیا گیا ہے۔ اس خصوصی عنایت کی وجہ لوگوں کی وطن سے محبت اور قربانیاں ہیں؟ منگلا ڈیم کی توسیع کے ستر ارب روپے کے منصوبے پر کام اس لیے رک گیا ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے واضح کر دیا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کی موجودگی میں کیے گئے فیصلوں پر عمل درآمد کر کے تحریری معاہدہ کیا جائے۔

ٹیرف اور دیگر مسائل پر آزاد کشمیر کی حکومت اور اپوزیشن راہنما نیز متوقع متاثرین آئے روز اپنے موقف کا کھل کر اظہار کر رہے ہیں۔ وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے یہاں تک انکشاف کیا ہے کہ جنرل پرویز مشرف سے ہونے والی میٹنگ میں جو اصولی فیصلے کیے گئے تھے وہ منٹس کے اوراق ہی متعلقہ فائل سے غائب کر دیئے گئے ہیں۔ پاکستان کے اربابِ اختیار اور عوام بجلی کا جو ٹیرف ادا کر رہے ہیں اس سے دگنا آزاد کشمیر سے وصول کرنا، کسی قانون ضابطے فارمولے کی بجائے اپنی مرضی سے بقایا جات کے نام پر بجلی کا سوئچ آف کرنے کے اعلانات، قابلِ افسوس ہونے کے ساتھ قابلِ گرفت اقدامات ہیں۔ واپڈا کے چیئرمین لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی خان ایک ادارے کے سربراہ ہیں۔ یہ بات ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ وہ آزاد کشمیر حکومت اور عوام کے موقف اور سوالات کے جواب دیں اور امتیازی رویے کی وضاحت فرمائیں۔ واپڈا کی خاموشی اور اپنے موقف کی وضاحت نہ کرنے کی پالیسی سے عیاں ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنے دفاع کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔ تاریخ کے صفحات پر یہ سوال موجود رہے گا کہ واپڈا جیسے ادارے کے سامنے ہمارے حکمران اور حکومتیں بے بس کیوں ہیں؟؟؟

نوائے وقت ۲۱ مئی ۲۰۰۳ء

اشرف ضیاء

حکومت اور متاثرینِ منگلا ڈیم

منگلا ڈیم کی تعمیر سے جہاں پاکستان کی بنجر زمینوں کو سیراب کیا گیا۔ وہاں میرپور شہر کے باسیوں نے پاکستان کیلئے بہت بڑی قربانی دے کر ثابت کر دیا کہ وہ بھی پاکستان کیلئے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہیں۔ منگلا ڈیم کی تعمیر سے متاثرین منگلا کو مختلف کالونیوں، دیہاتوں، قصبوں اور اور شہروں میں آباد کیا گیا۔ مگر 35 سال گزرنے کے باوجود بھی لوگ زمینوں کی الاٹمنٹ کے حقوقِ ملکیت اور زمینوں کا قبضہ نہ لے سکے۔ حکومتِ آزاد کشمیر اور حکومتِ پاکستان نیک نیتی سے چاہتی تو ان متاثرین منگلا کو زمینوں کے قبضے اور حقوقِ ملکیت آسانی سے دلائے جاسکتے تھے۔ لیکن آج بھی کچھ لوگ در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں آج پھر منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کی وجہ سے ضلع میرپور کے تقریباً ساٹھ ہزار سے زائد لوگ متاثر ہونگے۔ یہ تعداد بھی مفروضے پر مبنی ہے جب کہ اس سے کہیں زیادہ لوگ منگلا کی اپ ریزنگ سے متاثر ہونگے۔ ایم ڈی اے ایکٹ 1974ء میں بنا تھا۔ اس ایکٹ کے تحت میرپور شہر اور آس پاس کے قصبات کے متاثرین کو نئے میرپور اور ہملٹس میں پلاٹ الاٹ کر کے آباد کرنا تھا۔ جبکہ پورے آزاد کشمیر بشمول پاکستان میں بسنے والے کشمیریوں، بااثر افرد، وزراء، بیوروکریٹس اور سیاسی شخصیات کو پلاٹ الاٹ کر دیئے گئے۔ یہ شخصیات منگلا ڈیم کے متاثرین میں سے نہیں تھے۔ سیاسی وسماجی تنظیمیں منگلا کی اپ ریزنگ سے متاثرین کے حقوق کی بات کرتی ہیں۔ اور حکومتِ پاکستان اور حکومتِ آزاد کشمیر سے اپنے مطالبات منوانے کیلئے جلسے جلوس ہڑتالیں کرا رہے ہیں لیکن جو محکمہ ایم ڈی اے کے متاثرین ہیں وہ لوگ کہاں جائیں، کس سے فریاد کریں۔ 14 سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی انکو اپنے پلاٹس کا قبضہ نہیں دیا گیا۔ تقریباً ایک ہزار کے لگ بھگ لوگوں کو سیکٹر کھمبال پارٹ II اور سیکٹر D/3 ویسٹ پارٹ ٹو اور تھری میں پلاٹ الاٹ کئے گئے۔ سیکٹر کھمبال پارٹ ٹو منگلا فلڈ لیول 1270 میں آتا ہے۔ فلڈ لیول 1270 میں آنے والے رقبے کو واپڈا کی ملکیت تصور کیا جاتا ہے۔ اس رقبے پر واپڈا قطعاً تعمیر کی اجازت نہیں دیتا۔ جبکہ ایم ڈی اے نے سکیم بنا کر پلاٹ الاٹ کر دیئے ہیں، جو کہ الاٹیوں کے لئے سراسر ناانصافی اور زیادتی ہے۔ اسطرح D/3 سیکٹر پارٹ ٹو اور تھری کی بھی الاٹمنٹ کی گئی تھی۔ اس سیکٹر میں زیرِ زمین پانی کا لیول بہت ہی نزدیک ہے۔ اس سیکٹر میں تعمیرات کا کام ناممکن ہے۔ مکانات کے زمین دوز ہونے کا خطرہ ہے۔ واپڈا منگلا نے اس سیکٹر میں تعمیرات کو خطرناک قرار دیکر اس کی ڈویلپمنٹ سے روک دیا ہے۔ جس سے متاثرین منگلا گھر بنانے سے قاصر ہیں۔ ابھی تک ایم ڈی اے نے ان متاثرین کو متبادل پلاٹ نہیں دیئے۔ متاثرین منگلا میرپور اور تارکین وطن ایم ڈی اے کی غلط پالیسیوں سے بہت مایوس اور بدظن ہیں۔ یہ لوگ برسوں سے متاثر چلے آرہے ہیں۔ حکومت پاکستان اور حکومت آزاد کشمیر کو چاہیے کہ منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ سے قبل ان لوگوں کا بھی خیال رکھیں اور ایم ڈی اے میں کل وقتی چیئرمین تعینات کر کے تارکین وطن اور متاثرین میرپور سے ہونے والی زیادتیوں کا ازالہ کر سکیں تاکہ اب لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ریلیف مل سکے۔

اوصاف ۳-۱-۳:۲ء



منگلا ڈیم وجہ تنازعہ کیوں؟

راجہ محمد شفیق

منگلا ڈیم جسے آزاد کشمیر اور پاکستان کے رشتوں کو پختہ کرنے کا ذریعہ ہونا تھا، پاکستان کی خود غرض اور محبِ وطن سوچ سے عاری بیوروکریسی نے دونوں طرف کے عوام میں نفرت پیدا کرنے کا موجب بنالیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو اس وقت صرف 4250 میگاواٹ بجلی حاصل ہو رہی ہے جبکہ پاکستان کو 11000 میگاواٹ بجلی کی ضرورت ہے اور مستقبل میں یہ ضرورت مزید بڑھتی رہے گی۔ 20 سال سے جاری کوششوں کے باوجود کالا باغ ڈیم نہیں بنایا جا سکا، جہاں سے 3600 میگاواٹ بجلی پیدا کرنا مطلوب تھی۔ تربیلا ڈیم سے 2700 میگاواٹ بجلی ملک کی ضروریات میں اہم رول ادا کر رہی ہے۔ منگلا ڈیم جو 1967ء میں بنایا گیا تھا اس وقت سے مملکت خداداد پاکستان کو 1150 میگاواٹ بجلی فراہم کر رہا ہے۔ اندازے کے مطابق منگلا ڈیم پر جتنی لاگت آئی تھی وہ گزشتہ 35 سالوں میں 7 مرتبہ پوری ہو چکی ہے۔ آج پاکستان میں جو تعمیر و ترقی نظر آتی ہے اس میں منگلا ڈیم کا کلیدی کردار ہے۔ تربیلا ڈیم تو بہت بعد کی پیداوار ہے۔ آزاد کشمیر کے عوام اور اہل میرپور نے بالخصوص منگلا ڈیم کو پاکستان کے لئے وقف کرتے ہوئے جہاں اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کو ایک ہزار دس فٹ گہرے پانی میں ڈوب جانے کی قربانی دی وہاں انہوں نے اپنے گھربار اور ہرے بھرے کھیت کھلیان بھی پاکستان کی محبت میں نچھاور کر دیئے اور خود تپتے صحراؤں میں مہاجرت کی زندگیاں اختیار کیں۔ لیکن پاکستان کے حکمران جن کی پاکستان دشمن پالیسیاں شروع سے ان کا وطیرہ رہی ہیں۔ جنہوں نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا ڈالا اور اب بھی وہ پاکستان سے نہ معلوم کس کی شہ پر انتقام لے رہے ہیں جو کشمیریوں کے زخمی اور چور چور بدن میں مرچ کا کام دے رہے ہیں۔

ان کو کیا معلوم کشمیر کا جو حصہ آزاد کشمیر کہلاتا ہے۔ یہ کشمیر کے عوام نے چپے چپے پر اپنا لہو نچھاور کر کے خود آزاد کروایا ہے۔ پاکستان کے حکمران اور بیوروکریسی میں اگر ہمت اور اہلیت ہوتی تو آج مقبوضہ کشمیر نصف صدی سے زائد عرصے پر محیط مقبوضہ کشمیر ہی کیوں ہے؟ آزاد کشمیر کا علاقہ جو تاؤبٹ سے برنالہ تک ''سبز ہلال'' کی طرح ایک قوس بناتا ہوا 500 کلومیٹر کی سرحدی پٹی پاکستان کے لئے بھارت کے مقابلہ میں ایک دفاعی حصار ہے اور یہی سبز ہلال جو پاکستان کے مشرق کی جانب ہے پاکستانی پرچم کو بھی مکمل کرتا ہے۔ جس کی عدم موجودگی میں گجرات سے مانسہرہ تک کا علاقہ بھارت کی میڈیم سائز بندوقوں کی زد میں آجاتا ہے۔ خود پاکستان کا دارالخلافہ 20 کلومیٹر سے بھی کم فاصلے پر بھارتی ہتھیاروں کی زد میں آجاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں بھارت کی بوفرگنیں ''نیلہ بٹ'' سے اسلام آباد کو آسانی سے نشانہ بنا سکتی ہیں۔ تو خیر یہ ایک سرسری جائزہ تھا جسے پڑھ کر پاکستان کی بیوروکریسی ہوش کے ناخن لے۔

اب آیئے منگلا ڈیم ایشو پر کہ یہ وجہ تنازعہ کیوں ہے؟

جنرل مشرف سے قبل نواز شریف کے دورِ حکومت میں منگلا ڈیم کو اونچا کرنے کا منصوبہ زیرِ غور تھا۔ اس وقت آزاد کشمیر میں بیرسٹر سلطان محمود کی حکومت تھی جنہوں نے اپنے دور میں در پردہ اس منصوبے سے اتفاق کر لیا تھا۔ اس منصوبے کے تحت منگلا ڈیم کی اونچائی مزید 30 فٹ تک بڑھا کر 1040 فٹ گہرائی میں پانی کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کرنا تھا تاکہ پاکستان کی زرعی اور پینے کے پانی کی ضرورت پوری کر سکے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت دنیا میں اتنے بڑے بڑے ڈیم بنانے کا رجحان کم ہو گیا ہے لیکن پاکستان میں بڑھ رہا ہے۔ حالاں کہ پاکستان کے پڑوس میں دشمن اس ڈیم سے 100 کلومیٹر سے بھی کم فاصلہ پر موجود ہے۔ خدانخواستہ اتنا بڑا ڈیم ٹوٹ گیا تو پورا پنجاب بہہ سکتا ہے۔ لیکن یہ سوچ اور خیال رکھنے والے کچھ نہیں کر سکتے۔ جن کے ہاتھوں میں اقتدار ہے وہ کالا باغ کا غصہ نکالنے اور عوام کو مطمئن کرنے کے لئے منگلا ڈیم کو ہر صورت میں 30 فٹ تک مزید اونچا کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے آزاد کشمیر حکومت اور وزارتِ امورِ کشمیر کے اہلکاروں پر مشتمل ایک سٹیئرنگ کمیٹی بنائی گی۔ جس نے ایک سال کے عرصہ میں پانچ سے زائد اجلاس کئے اور سب سے اہم اجلاس جنرل پرویز مشرف کی صدارت میں 26 ستمبر 2002ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں 27 نقاط پر مشتمل ایک دستاویز پر اتفاق ہوا۔ اس دستاویز کے 45 صفحات تھے۔ جن میں سے جب معاہدے کے لئے نوٹس تیار کئے گئے تو کئی نقاط وزارتِ امورِ کشمیر اور واپڈا کی بیوروکریسی کی ملی بھگت سے حذف کر دیئے گئے۔ دوسرے لفظوں میں واپڈا کے چیئرمین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جنرل مشرف انکی یونٹ میں ان کے جونیئر رہے ہیں، اس لئے جنرل مشرف کی صدارت میں ہونے والے فیصلہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ بعد ازاں وزیراعظم آزاد کشمیر نے اس معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور جنرل مشرف اور وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی کو خطوط لکھے۔ جس کے جواب میں جنرل مشرف نے وزیراعظم آزاد کشمیر کو ملاقات کے لئے طلب کیا۔ اس موقع پر وزیراعظم آزاد کشمیر کے بقول جنرل مشرف نے منگلا

ڈیم کی رائلٹی اور بجلی کے ٹیرف جیسے مطالبات منظور کر لئے تھے۔ راقم نے جب وزارتِ امورِ کشمیر کے اہم اہلکاروں سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ جنرل مشرف سے وزیر اعظم آزاد کشمیر کی ملاقات غیر رسمی تھی۔ ان کے مابین طے شدہ باتوں کا نوٹیفکیشن نہیں ملا اور یہ کہ وہ 26 ستمبر کی میٹنگ کے پابند ہیں۔ جب 26 ستمبر کی میٹنگ میں طے شدہ نقاط حذف کرنے پر استفسار کیا گیا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوروکریسی جان بوجھ کر اس مسئلہ کو الجھانا چاہتی ہے۔

حال ہی میں منگلا ڈیم سینٹرل کمیٹی کا اجلاس پھر سے منعقد ہوا اور اس میں متنازعہ امور زیر بحث لائے گئے۔ وزیر اعظم آزاد کشمیر نے اپنے جاندار موقف کا پھر اعادہ کیا تو بیوروکریسی نے انتہائی بھونڈے انداز سے دباؤ ڈال کر سردار سکندر حیات سے دستخط کروانے چاہے۔ جس پر سردار سکندر حیات نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اب پھر وزیر اعظم آزاد کشمیر نے جنرل مشرف اور ظفر اللہ جمالی کو خطوط جاری کئے ہیں لیکن تاحال پاکستان میں غیر یقینی سیاسی صورت حال کے باعث وزیر اعظم آزاد کشمیر کے خطوط پر غور نہیں ہو سکا۔

آزاد کشمیر حکومت کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ جس طرح صوبائی سطح پر سرحد حکومت کو تربیلا ڈیم کی رائلٹی دے رہی ہے اور اسی طرح بلوچستان کے ساتھ سوئی گیس کی رائلٹی پر معائدہ ہے۔ انہی اصول وضوابط کی بنیاد پر آزاد کشمیر سے معاہدہ کیا جائے لیکن حکومت پاکستان کی بیوروکریسی اس پر راضی نہیں۔ حالانکہ آزاد کشمیر حکومت کے ساتھ معاہدہ دو ریاستوں کی طرز پر ہونا چاہیے۔ جس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ کشمیر کا مسئلہ پاکستان کی کمزور کشمیر پالیسی کے تحت ہنوز حل طلب ہے۔ جب پورا کشمیر اگر پاکستان آزاد کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو واقعی کشمیر پاکستان کا حصہ بن جائے گا۔ بصورت دیگر جو کشمیر کے علاقہ جات آزاد کشمیر کے عوام نے خود آزاد کروائے ہیں وہ ابھی تک پاکستان میں شامل نہیں ہیں۔ انہیں ایک علیحدہ ریاست کی حیثیت حاصل ہے۔ جہاں پر اپنا صدر، وزیر اعظم، اسمبلیاں اور سپریم کورٹ ہے۔ باوجود اس کے آزاد کشمیر کے عوام اور قیادت نے آج تک پاکستان کی بیوروکریسی کے معاندانہ رویے کی خاطر جاری رکھی ہے۔ بلکہ پاکستانیوں سے بڑھ پاکستان کی حفاظت کی۔

مرکزی حکومت اس وقت سرحد حکومت کو تربیلا ڈیم کی رائلٹی 7 ارب روپے سالانہ ادا کرتی ہے۔ منگلا ڈیم کی اس نسبت سے رائلٹی جو سالانہ 20 ارب روپے کے قریب بنتی ہے۔ اس کے بجائے صرف 70 کروڑ روپے سالانہ دینے پر زور دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ جنرل مشرف نے تربیلا ڈیم کے حساب سے پندرہ پیسے فی یونٹ آزاد کشمیر کو رائلٹی دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسی طرح آزاد کشمیر میں اس وقت واپڈا 4 روپے 20 پیسے فی یونٹ کے حساب سے وصولی کر رہا ہے۔ جبکہ 26 ستمبر کی میٹنگ میں طے ہوا تھا کہ آئندہ واپڈا دو روپے 32 پیسے فی یونٹ کے حساب سے آزاد کشمیر کے صارفین سے وصولی کرے گا اور اس میں بھی دیگر صوبوں کے ساتھ جو اصول روا رکھا گیا ہے بالخصوص صوبہ سرحد کے، وہی اصول آزاد کشمیر میں بھی لاگو ہوگا۔

جنرل مشرف کی صدارت میں طے شدہ اس نقطہ کو جسے بقول سینئر وزیر آزاد کشمیر ممتاز گیلانی صفحہ نمبر 34 سے خذف کر کے دوبارہ چار سو بیسی کر دی گئی ہے۔ یعنی 4.20 روپے پھر بجلی کا ٹیرف مقررہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح منگلا ڈیم کے متاثرین کے معاوضوں میں بھی ڈنڈی ماری گئی ہے۔ راقم نے اس سلسلہ میں تحقیق کرنے کی کوشش کی کہ آخر بیوروکریسی جنرل مشرف کی طے شدہ پالیسی سے منحرف کیوں ہے۔ تو پتہ چلا کہ بعض اہلکار منگلا ڈیم اپ ریزنگ کی گرانٹ جو 60 ارب روپے کے قریب بنتی ہے کسی دوسری جگہ منتقل کر کے اپنی دنیا سدھارنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں رہتاس ڈیم کی بات بھی چل رہی ہے اور اٹک کے قریب بھی اسی طرح کا پلان زیر غور ہے۔ کچھ لوگ اس طرح کے اقدامات کے ذریعے سردار سکندر حیات کی حکومت کو غیر مستحکم کر کے کسی اور کو بٹھانا چاہتے ہیں جو بیوروکریسی کے ساتھ ہاں ملا کر انگوٹھا لگا لے۔ لیکن بیوروکریسی کی یہ خواہش الٹ ثابت ہو رہی ہے۔ صدر آزاد کشمیر سمیت تمام ممبران اسمبلی سردار سکندر حیات کی اس پالیسی سے سو فیصد متفق ہو گئے ہیں۔

آخر میں ایک عام شہری کی حیثیت سے پاکستان کے حکمرانوں سے ہم کلام ہونا چاہتا ہوں کہ آزاد کشمیر میں پانچ ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس طرح شمالی علاقہ جات میں چالیس ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ اگر بیوروکریسی کا رویہ یہی رہا تو مستقبل میں جس طرح کالا باغ ڈیم تعطل کا شکار ہے۔ آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات میں بھی پاکستان کو مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ جس طرح دیامر کے مقام پر بننے والے ڈیم کو بیوروکریسی نے بھاشا ڈیم کا نام دے دیا تھا تاکہ رائلٹی سرحد کو ملے۔ لیکن شمالی علاقہ جات کے عوام کے شدید احتجاج پر بیوروکریسی کو اس کا نام ''دیامر بھاشا ڈیم'' رکھنا پڑا ہے۔ آزاد کشمیر اور سرحدی علاقہ جات میں پروان چڑھنے والی نئی نسل بیوروکریسی کی ان حرکات کو دور سے مانیٹر کر رہی ہیں اور ان کے اندر شدید نفرت پنپنا شروع ہو گئی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نوجوان کل تک ایک اور بنگلہ دیش بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔

حالات اور وقت کا تقاضا ہے کہ برابری کی سطح پر بیٹھ کر بات کی جائے اور آزاد کشمیر کے منگلا ڈیم سمیت کشمیر پراپرٹی کا مسئلہ بھی حل کیا جائے۔ تقسیم برصغیر سے قبل کشمیر پراپرٹی کی رائلٹی کشمیر کے حکمران وصول کرتے تھے۔ اس طرح جہلم دریا کا آبیانہ 20 لاکھ سالانہ بھی تقسیم برصغیر سے قبل کشمیر کے حکمران وصول کرتے تھے تو آج کیوں نہیں ہو سکتا۔ جب کہ پاکستان ایک آزاد اور جمہوری ملک کہلاتا ہے۔

روزنامہ اوصاف ۱۰ مئی ۲۰۰۳ء

صوفی اللہ دتہ خاکسار

منگلا ڈیم اپ ریزنگ پراجیکٹ

آزاد کشمیر حکومت اور واپڈا کے درمیان تنازعہ

منگلا ڈیم اپ ریزنگ کا مسئلہ ان دنوں ایک اہم ایشو کے طور پر سیاسی افق پر پوری طرح چھایا ہوا ہے۔ اگست 2002ء میں جب صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے اپنے خصوصی دورہ میر پور کے دوران منگلا ڈیم اپ ریزنگ کا سنگِ بنیاد رکھا اور قائداعظم اسٹیڈیم میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے پیکج کا اعلان کیا اس موقع پر وزیراعظم آزاد کشمیر سکندر حیات خان صدر آزاد کشمیر سردار انور خان کے علاوہ آزاد کشمیر کے دیگر وزراء بھی موجود تھے۔ حکومت آزاد کشمیر نے صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے اعلان کو متاثرین منگلا کی خوشحالی کے ساتھ منسوب کر دیا اور وزیراعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان بڑے پر امید تھے کہ منگلا کے اپ ریزنگ معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد منگلا ڈیم کی رائلٹی اور واپڈا کے ساتھ برسوں سے جاری بجلی کے ٹیرف کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ یہاں پر اس بات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ وزیراعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان واحد وزیراعظم ہیں جنہوں نے ٹیرف کے مسئلے پر سختی سے اسٹینڈ لیا ہے اور ٹیرف کے مسئلے کو اجاگر کرنے پر وزیراعظم نے آزاد کشمیر کے عوام کی بھرپور حمایت حاصل کر لی ہے تاہم ٹیرف کے مسئلے کے حل کیلئے واپڈا کے چیئرمین اور وفاقی وزیر امور کشمیر کے ساتھ بے شمار دفعہ مذاکرات ہوئے لیکن واپڈا کی جانب سے مسلسل ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے اور غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے آج وزیراعظم کی کاوشوں کے باوجود منگلا ڈیم اپ ریزنگ کا منصوبہ التواء کا شکار ہو چکا ہے اور واپڈا کی غلط پالیسیوں نے وزیراعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان کو منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے خلاف آواز بلند کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور آج وزیراعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان کو منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے خلاف اپوزیشن لیڈر قائد حزب اختلاف بیرسٹر سلطان محمود چوہدری کی بھی مکمل حمایت حاصل ہوگئی اور اپوزیشن نے بھی یقین دلایا ہے اور اپوزیشن جماعت کے دیگر سینئر رہنماؤں کے علاوہ سابق سپیکر قانون ساز اسمبلی آزاد کشمیر چوہدری عبدالمجید نے بھی منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے خلاف حکومت آزاد کشمیر کے تمام اقدامات کو درست قرار دیا اور ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت تک منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے خلاف پیدا ہونے والی تمام صورت حال کا ذمہ دار واپڈا ہے جس کی غلط پالیسیوں اور مسلسل ہٹ دھرمی کے باعث تاریخی منصوبے کے معاہدے پر حکومت آزاد کشمیر اور حکومت پاکستان کے دستخط نہیں ہو سکے۔ واپڈا کی اس قسم کی پالیسیوں سے واضح ہو چکا ہے کہ منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے مسئلے پر کشمیریوں کو حکومت پاکستان کے خلاف کرنے کی ایک مذموم سازش کی جا رہی ہے جس پر عملدرآمد بھی شروع ہو چکا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف واپڈا کی غلط پالیسیوں کا فوری طور پر نوٹس لیکر حکومت آزاد کشمیر کے تمام مطالبات بالخصوص منگلا ڈیم کی رائیلٹی اور ٹیرف کا مسئلہ حل کریں تاکہ منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے سلسلے میں جو معاہدہ ہونا ہے اس کے راستے میں حائل تمام رکاوٹوں کا خاتمہ ہو سکے۔

روزنامہ پاکستان ۲۵ مئی ۲۰۰۳ء

منگلا ڈیم......توسیع ضروری ہے

سردار آصف اشرف
(راولاکوٹ)

اپنی مٹی سے عقیدت میرا مسلک شاذی
ماں کے لیے دل میں کیا عداوت رکھنا

جانے شاعرہ کے اس بول میں مجھے گہرائی کیوں نظر آتی ہے؟ دل سے اُٹھی آہ کیوں یہ سطریں لگتی ہیں۔ جس مٹی سے انسان نے جنم لیا اُس سے وفا نہ کرے پھر اُس انسان کی کیا اوقات رہ جاتی ہے....؟ جس دھرتی نے اُسے آغوش میں لے رکھا ہو اُس کا ہی سودا لگائے، پھر بھی وہ غدار نہ ہو.....انسانی رویوں پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے.....سکندر حیات نے چناب فارمولے کی وکالت کی اور بہت سارے خود غرض یہ کہتے نہیں تھکتے، ''کسی طرح مسئلہ کشمیر حل تو ہو..... بندر بانٹ کے تحت ہی سہی''......سنا ہے اسی ہزار لوگ بھارت کے ہاتھوں اُس کی مخالفت کرتے مارے گئے، کچھ اوروں کو جانے یہ قربانیاں کیوں ''اُدھار'' لگیں.... اُنہیں چکانے کے لیے ایک ہی مرحلے میں لاکھوں انسانوں کو بے موت مارنے کا فیصلہ کیا..... پتہ نہیں کشمیر کے اس ٹکڑے کو کیوں ''آزاد'' کہا جارہا ہے...... جو حکومت اپنے عوام کو بے گھر ہونے سے نہیں بچاسکتی اُسے کن الفاظ سے مخاطب کیا جائے.....اس کی مثال تو ایسے ہے کہ باپ اولاد کی پرورش نہ کرے، یا رعایا کی نگرانی سے امیر مبرا ہو.....برسوں پہلے میر پور کے روشن شہر کو پانی کی نذر کیا گیا، قبرستان، خانقاہیں، مساجد سے شہر تک سب پانی میں ڈوبے.....منگلا ڈیم بنا.....چاہیے تو یہ تھا کہ آزاد کشمیر سارا بجلی سے منور ہوتا، لیکن یہاں اندھیرا غالب رہا.....بجلی کی آمدن اتنی تھی کہ آزاد کشمیر میں معاشی خوشحالی آتی، لیکن واپڈا وہ نہ دے پایا.....کشمیری اتنے کمزور، لینا تو درکنار کبھی جرأت سے مانگ نہ سکے..... دوغلے پن، نوآبادیاتی طرزِ عمل، اور استحصال کی مثال کہ تربیلا کی رائلٹی سرحد کو ملتی رہی.....منگلا کی رائلٹی سے آزاد کشمیر محروم رہا.....خدا مغفرت کرے سیکرٹری برقیات سردار مشتاق مرحوم کا جنھوں نے حساب کتاب لگوایا.....رائلٹی کی مد میں حکومت پاکستان کے ذمہ 87 ارب سے زائد رقم بقایا نکلی۔

پنجاب کی خوشحالی کا مسئلہ درپیش آگیا، سرحد اور سندھ کے زندہ دل کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں چٹان بن گئے.....تب پھر کشمیریوں کو بکرا بنانے کا فیصلہ ہوا.....منگلا کی توسیع کا منصوبہ سامنے لایا۔ سات ہزار گھرانوں کو بے گھر کرنے کی منصوبہ بندی ہوئی، تہذیب و ثقافت مٹانے کی بات ہوئی۔ مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق اور حق آزادی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے خود اُس سے بڑھ کر ظلم کرنے میدان میں نکلے..... متنازعہ خطے میں منصوبہ شروع کرنے کا اسلام آباد حکومت کے پاس اختیار ہی نہیں.....میر پور کے باغیرت اُٹھے، احتجاج کیا، سیاستدانوں کے پاس گئے، سردار عبدالقیوم عباسی نے کہا.....''توسیع کرنے والے ''را'' کے ایجنٹ ہیں، توسیع نہیں بھل صفائی کی جائے۔'' خالد ابراہیم، اعجاز افضل جیسے بھی مظلوموں کے حمایتی ٹھہرے..... ''توسیع نہیں ہونی چاہیئے۔'' جنرل مشرف میر پور آیا.....سنگ بنیاد کی تختی لگائی، میر پور کی تاریخ کا سیاہ دن رونما ہوا.....حق پرستوں نے سخت احتجاج کیا۔

وقت گزرا.....سکندر حکومت نے بھی ناٹک رچایا..... بالآخر پندرہ فیصد رائلٹی پر سودے بازی کرلی.....اب ڈیم توسیع شروع ہوگی.....وہ سات لاکھ کشمیری جو میر پور سے برطانیہ گئے ان کا رشتہ صرف اپنوں کی قبریں ہیں، جب یہ قبریں ڈیم میں ڈوب جائیں گی پھر کوئی ادھر نہ آئے گا.....کیا کوئی یہ مطالبہ اقوام متحدہ تک پہنچائے گا کہ پاکستان حکومت کس قانون کے تحت متنازعہ علاقے میں منصوبہ شروع کررہی ہے۔ اہل راولاکوٹ بدقسمت تھے کہ اسمبلی میں موجود اُنکے نمائندے افغانیوں کا انخلا کروانے میں دغا کرگئے.....لیکن چوہدری مجید نے بھی تو میر پور والوں کے ساتھ بڑی بددیانتی کی ہے۔ منگلا توسیع کی حمایت کرنے والے اُس مخالفت کو کیوں سامنے نہیں رکھتے کہ سردار عتیق عباسی جب چکسواری گیا تو لوگوں نے سیاہ پرچموں سے اُس کا استقبال کیا۔ وہ ڈڈیال جلسہ نہ کرسکا..... مسعود خالد کی کتنی دُرگت بنی۔ سیاب خالد کو برطانیہ میں کیسے منہ چھپا کر رہنا پڑا، ٹماٹر کن لوگوں پر پڑے.....اینٹی توسیع کمیٹی وقت سے پوری طرح فائدہ نہ اُٹھا سکی، اُنہیں اس مسئلہ کو میر پور کے علاقائی مسئلہ سے نکال کر قومی مسئلہ بنانا ہوگا..... میر پور کے ہر متاثرہ گھر کو میدان میں ڈٹے رہنا ہوگا.....سارے آزاد کشمیر کو ہمنوا بنا کر آگے بڑھنا ہوگا.....قدرت نے موقع دیا ہے تو فائدہ اُٹھانا ہوگا۔ اہلِ میر پور سے معذرت سے اتنا کہ دوں کہ ہر مشکل گھڑی میں مدد صرف مالک کائنات کی ہوتی ہے۔ وسائل تعداد اہلیت اپنی جگہ ہوتے ہیں۔ منظم تحریک چلانے کے ساتھ اور کچھ نہ سہی پنجگانہ نماز کے ذریعہ ربّ سے تعلق جوڑیں، یہی تعلق انہیں توسیع منصوبے کی کامیابی سے بچاسکتا ہے۔ منگلا ڈیم توسیع بر حال اس لیے ضروری ہے کہ جنرل ذوالفقار اور واپڈا نے اربوں روپیہ کی کرپشن کرنی ہے.....مقتدر قوتوں نے کشمیریوں کی مزاحمتی حیثیت کا اندازہ کرنا ہے.....کشمیریوں نے دوست دشمن کی تمیز سیکھنی ہے۔



صدر پرویز مشرف کا دورہ میرپور...... منی کرفیو

تحریر: محمد امین بٹ میرپور

30 ستمبر 2002ء کا دن آزاد کشمیر کے عوام کیلئے اچھا تاثر چھوڑ گیا یا منفی یہ بات تو آنے والے وقت کا کوئی مورخ ہی لکھ سکے گا۔ لیکن میرپور کے لوگوں کیلئے 30 ستمبر کا دن اس لحاظ سے سیاہ ترین دن تھا کہ ان کے آباؤاجداد کی قبروں مقامات مقدسہ درباروں اور ان کے گھروں کو ایک بار پھر پانی کی نذر کرنے کے منصوبے کا سنگ بنیاد جس انداز میں رکھا گیا ہے وہ کشمیری لنہ، کشمیری حکومت اور قیادت کیلئے تشویش ناک ہے۔ مسلم کانفرنس الحاق پاکستان کی داعی ہے اس کا اپنا نظریہ ہے جب کہ قوم پرست جماعتوں سے ہٹ کر بقیہ تمام جماعتیں بھی الحاق کے قریب ترین ہیں لیکن جس انداز سے ڈیم توسیع کے مخالفین کو اینٹی پاکستان کے نام سے یاد کیا جارہا ہے وہ آزاد خطہ میں پاکستان کے خلاف مزید نفرت و مایوسی پھیلانے کا باعث بن رہا ہے۔ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے ایک روزہ دورہ میرپور کیلئے سکیورٹی پلان کے تحت جو اقدامات اٹھائے گئے وہ تو شاید اب ضرورت کا درجہ رکھتے ہیں۔ منگلا قلعہ جس جگہ پر اپ ریزنگ کی یادگار بنائی گئی ہے وہاں کشمیری لیڈر شپ کی جامہ تلاشی حتی کہ ان کے پاپوش تک اتروا دیئے گئے۔ سکیورٹی کے نام پر ملٹری آفیسروں نے کشمیریوں کی تذلیل کی۔ جبکہ میرپور میں صورتحال یہ تھی کہ چھ پلاٹون فوج آزاد کشمیر پولیس کے سینکڑوں نوجوان اور دیگر خفیہ ایجنسیوں نے چوک شہیداں سے لے کر کوٹلی روڈ ریڈیو سٹیشن کے علاقہ تک کرفیو لگا رکھا تھا اردگرد کی مارکیٹوں کی سینکڑوں دکانوں کو ضلعی انتظامیہ کے حکم پر ایک روز قبل ہی بند کروا دیا گیا تھا ان سیکٹروں میں ہزاروں لوگ آباد ہیں آنے جانے کے حوالے سے انہیں جو پریشانی لاحق ہوئی وہ ناقابل بیان ہے جبکہ ان شاہراہوں پر ٹریکٹر ٹرالی کھڑی کر کے عام مسافروں کیلئے جہاں سفر شجر ممنوعہ بنا دیا گیا تھا وہاں آزاد کشمیر کے دیگر شہروں سے آنے والے درجنوں مریضوں کی ایمبولیسوں کو میرپور داخل نہیں ہونے دیا گیا جبکہ میاں محمد ٹاؤن کی ایک خاتون کی ڈلیوری کیس کے حوالہ سے فوجی جوانوں کے پروردہ پولیس افسروں نے خاتون پر رحم نہ کھایا اور ورثا واپس لے گئے۔ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے دورہ میرپور میں جہاں پنڈال لگایا گیا تھا وہاں سکیورٹی کے انتظامات کچھ اس طرح کے تھے کہ معلوم ہوتا تھا شاید بھارت کے جنگی طیارے قائداعظم انٹرنیشنل سپورٹس سٹیڈیم پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ سٹیڈیم کے احاطہ کی دیواروں پر چار انٹی ائرکرافٹ گنیں نصب تھیں۔ پاک فوج کے چاق وچوبند دستے سڑکوں کے کنارے گشت کررہے تھے۔ معززین شہر، صحافیوں و سیاستدانوں کی پنڈال میں داخلہ کے وقت سکریننگ کی گئی اور ایسے انداز میں تلاشی لی گئی گویا یہ لوگ جیل میں بند کئے جارہے ہیں۔ قارئین یہ تو صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے دورہ میرپور کے حوالہ سے سکیورٹی کا پہلو تھا لیکن صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے جو خطاب کیا اس سے کشمیریوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ صدر پاکستان نے وزیراعظم آزاد جموں کشمیر سردار سکندر حیات خان کی جانب سے میرپور میں چارٹر آف ڈیمانڈ سٹائل خطاب کو ہوا میں اڑا دیا۔ وزیراعظم آزاد کشمیر کی جانب سے میرپور میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی، ڈرائی پورٹ، راولاکوٹ مظفرآباد کیلئے سول ایوی ایشن کی پروازوں کا دوبارہ آغاز، لائن آف کنٹرول کے لوگوں کیلئے گیس بطور ایندھن جیسے مطالبات کے جواب میں فرمایا کہ ڈرائی پورٹ کے معاملہ کا جائزہ لوں گا اور جہاں تک راولاکوٹ و مظفرآباد کیلئے ایوی ایشن نے فوکر طیاروں کی جو پروازیں بند کردی ہیں ان کا سبب یہ تھا کہ ماضی میں پی آئی اے خسارے میں جارہا تھا اب ہم نے اسے سنبھالا دیا ہے اور پی آئی اے اب اڑھائی ارب روپے کے فائدے میں جارہا ہے آزاد کشمیر میں نئے ائیرپورٹ بنانے کی بجائے پرانے ائیرپورٹس سے استفادہ کیا جائے گا اور ہم فوکر طیاروں کی بجائے ایسے چھوٹے جہاز خریدنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں جن میں 90 سے 110 مسافر بیٹھ سکیں۔ رہا پانی کا مسئلہ تو میرپور کے لوگ منگلا جھیل کا پانی جتنا چاہیں وہ لے سکتے ہیں انہیں کوئی نہیں پوچھے گا۔ صدر پاکستان نے منگلا اپ ریزنگ کے حوالے سے کہا کہ اس سے پاکستان کی معیشت کو سنبھالا ملے گا اور جھیل کے تیس فٹ بلند ہونے سے پاکستان کو تین ماہ کا اضافی پانی مل سکے گا انہوں نے مزید کہا کہ منگلا جھیل کے مکین، مہاجرین، جنہوں نے واپڈا کی زمین پر قبضہ کررکھا ہے ہم انہیں فی خاندان تین لاکھ روپے اور پانچ مرلہ جگہ و ملبہ دیں گے علاوہ ازیں دیگر متاثرین جو کہ ماضی میں منگلا جھیل کے قیام کے وقت اکاموڈیٹ نہیں ہوسکے تھے انہیں فی خاندان دو لاکھ روپے امداد دی جائے گی آزاد کشمیر حکومت کو فی الحال رائیلٹی کی مد میں 80 تا 90 کروڑ روپے ملیں گے جبکہ فشنگ کا نظام بھی آزاد کشمیر حکومت کے سپرد کردیا گیا ہے صدر پاکستان نے اپنے خطاب میں مسئلہ کشمیر کے ساتھ مکمل وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جموں و کشمیر خون بن کر ہماری رگوں میں دوڑ رہا ہے ہم کشمیر کی آزادی کی تحریک کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس کی اخلاقی، سیاسی و سفارتی امداد جاری رکھیں گے۔ انہوں نے آزاد کشمیر کو جنت ارضی قرار دیتے ہوئے اس کی تعریف کی اور واجپائی سے کہا کہ وہ مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے بامقصد مذاکرات کی خاطر ٹیبل پر آئے جعلی ڈھونگ انتخابات حق خودارادیت کا نعم البدل نہیں ہوسکتے۔ کشمیری بھارت سے آزادی کی خاطر جدوجہد میں مصروف ہیں پاکستان ان کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا صدر پاکستان کا خطاب ابھی جاری تھا کہ آزاد کشمیر پولیس کا ہیڈ کانسٹیبل پنڈال کے قریب کھڑے DSP سٹی کو پیغام دے کر گیا اور وہ خود بھی فوری طور پر پنڈال سے باہر نکل گئے چوک شہیداں میرپور جسے خفیہ والوں اور دیگر حساس اداروں نے اہم قرار دے رکھا تھا وہاں اچانک اینٹی توسیع کمیٹی کے ایک ہزار کے لگ بھگ افراد کشمیر فریڈم موومنٹ کے افسر شاہد ایڈووکیٹ، اینٹی توسیع کمیٹی کے مرکزی ترجمان عارف چوہدری، علی زمان راجہ ودیگر کی قیادت میں جھیل اپ ریزنگ کے خلاف نعرہ بازی کرتے ہوئے اچانک نمودار ہوئے اس موقع پر چوک شہیداں کے قریب ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس سے سابق وزیر علی محمد چاچا و دیگر قائدین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج میرپور کے چوک شہیداں اور سری نگر کے لال چوک میں کوئی فرق نظر نہیں آرہا۔ میرپور میں آج فوج کے ذریعے منی کرفیو نافذ کر کے صدر، سرحد کے اس پار کیا پیغام دینا چاہتے ہیں انہوں نے کہا ہم منگلا جھیل کی اپ ریزنگ ہرگز نہیں ہونے دیں گے حکومت پاکستان اپنی بنجر زمینوں کو سیراب کرنے کی خاطر ضلع میرپور کے ایک لاکھ سے زائد افراد کو پانی کی نذر، جبکہ اربوں روپے کی املاک تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ ان کے خطاب کے بعد شرکائے جلسہ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف سے ملنے کے خواہشمند تھے کہ ہم اپنا نقطہ نگاہ ان کو بیان کریں گے لیکن میرپور کی انتظامیہ کی ناقص حکمت عملی کے باعث جہاں چوک شہیداں احتجاجی جلسہ کا مرکز بن گیا تھا وہاں پولیس و مظاہرین میں چپقلش کا باعث

بنتے ہوئے نوبت پتھراؤ تک پہنچ گئی اور پھر ڈپوٹی مجسٹریٹ کی موجودگی میں پولیس نے اینٹی توسیع کے راہنماؤں افسر شاہد ایڈووکیٹ، عارف چوہدری، علی چاچا ایڈووکیٹ، ہمایوں زمان مرزا، افتخار جرال، آفتاب احمد وغیرہ پر لاٹھیوں کا آزادانہ استعمال کیا اور اشک آور گیس کے درجنوں شیل مظاہرین پر فائر کئے۔ جس کے نتیجہ میں درجنوں افراد زخمی ہوئے۔ اس موقع پر افسر شاہد ایڈووکیٹ کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا انہیں کون سی ایجنسی اٹھا کر لے گئی ہے یا وہ روپوش ہو گئے ہیں البتہ تھانہ تھوتھال کے سب انسپکٹر ایس ایچ او عنصر چوہدری کی جانب سے تین درجن سے زائد افراد کے خلاف مقدمہ درج کر کے 11 افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار شدگان میں عارف چوہدری، چوہدری جاوید ظفر، چوہدری محمد امین نوجہال، راجہ علی زمان ایڈووکیٹ، عمران شہزاد، احتشام الحق، ہمایوں زمان مرزا، صغیر حسین چوہدری، رضوان کرامت، شوکت محمود چوہدری چندرال اور محمد اقبال کو گرفتار کر لیا گیا ان اسیران کو دن بھر تھانہ سٹی کی حوالات میں رکھا گیا رات آٹھ بجے جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ رابطہ کمیٹی کے چیئرمین محمد اشفاق احمد انصاری اور دی ہیلپنگ ہینڈ انٹرنیشنل ٹرسٹ کے جنرل سیکرٹری محمد امین بٹ نے تھانہ سٹی میر پور میں گرفتار شدگان سے ملاقات کی اس موقع پر ان کا مورال بلند تھا اسیران نے کہا کہ اس طرح کی قید و بند کی صعوبتیں ہمیں راہ حق سے باز رکھنے میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ جہلم اپ ریزنگ ہماری لاشوں سے گزر کر ہی ممکن ہے ان اسیران کو دن بھر کھانے پینے سے محروم رکھنے کے بعد رات کی تاریکی میں تھانہ تھوتھال کے حوالہ کر دیا گیا ان کے خلاف زیر دفعات APC 187 324,353,147,148,149,341,186, مقدمات درج کر لیے گئے۔ ادھر ڈی ایس پی راجہ عبدالرزاق نے راقم سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے پولیس کے ذریعے مظاہرین کو باز رکھنے کی بڑی کوشش بھی کی لیکن ان کے عزائم ہی کچھ اور تھے انہوں نے پولیس کے تین جوانوں کو شدید زخمی کر دیا بلکہ کئی جوانوں سے سرکاری رائفلیں بھی چھیننے کی کوشش بھی کی گئی مجبوراً ہمیں امن عامہ کی بحالی کیلئے یہ اقدامات کرنے پڑے یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ میر پور میں منی کرفیو کے باوجود ایک ہزار سے زائد افراد چوک شہیداں کے قریب کس طرح جلسہ کرنے میں کامیاب ہوئے کیا انتظامیہ میں کوئی ایسا شخص تو نہیں جو صدر پاکستان کے جلسہ کو سبوتاژ کرانے کا پروگرام بنائے ہوئے تھا اگر یہ بات نہیں تو پھر احتجاج کیسے ہو گیا قول فیصل صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کا دورہ میر پور، آزاد کشمیر کے لوگوں کیلئے تحفہ لانے کی بجائے بربادی کا سامان لایا ہے؟ ضلع میر پور کی ایک لاکھ سے زائد آبادی کو پاکستان کی تین ماہ کی پانی کی ضرورت کی بھینٹ چڑھانے کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے آزاد کشمیر جو کہ پہلے ہی حساس ترین خطہ تصور کیا جاتا ہے یہاں الحاق و خود مختار کشمیر کے حامیوں کا ایک مضبوط بلیٹ ہے جو آنے والے دنوں میں آزاد کشمیر کے امن کو داؤ پر لگانے کا باعث بن سکتا ہے اینٹی توسیع ڈیم کمیٹی کے مرکزی راہنما کی گرفتاری و سیکنڈ لائن قیادت نہ ہونے کے باعث ان کی جانب سے احتجاجی تحریک کو کچھ دن لگ سکتے ہیں۔ البتہ میر پور سے ممبر اسمبلی اپوزیشن لیڈر بیرسٹر سلطان محمود چوہدری جو کہ اینٹی توسیع ڈیم کے حوالے سے میر پور کے سپوت ہونے کے بلند و بانگ دعوے کرتے تھے انہیں سپوت کا کردار ادا کرنا ہوگا ویسے شنید ہے کہ وزیر امور کشمیر نثار میمن کے ساتھ میر پور میں جاٹوں کی بستیوں کو اکٹھا کر کے نیو سٹی کے نام سے نیا شہر آباد کرنے کے حوالے سے ان کی ڈیل ہو گئی ہے۔ جموں کشمیر پی پی کے سابق صدر سید نشاط کاظمی ایڈووکیٹ اپوزیشن لیڈر بیرسٹر سلطان کو میر پور کا سپوت کہنے کے بجائے ''بھوت'' قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میر پور میں ڈیم اپ ریزنگ کے حوالہ سے بیرسٹر سلطان ٹک مکا کر چکے ہیں ضلع میر پور ڈیم اپ ریزنگ کے حوالے سے تباہی و بربادی کا سامان ثابت ہوگا اس کی بقاء کیلئے ضروری ہے کہ سیاسی وابستگیوں سے ہٹ کر ایسی لیڈر شپ کو آگے لایا جائے جو نہ بکنے کا گر جانتی ہو اور نہ ہی جھکنے کا۔

آنے والے حالات دن بدن کشیدہ ہونے کا پتہ دے رہے ہیں۔ آزاد کشمیر کی قوم پرست جماعتوں، جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے چیئرمین امان اللہ خان، عبدالحمید بٹ، جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے (یاسین ملک) کے صدر خواجہ پرویز اقبال، محمد اشفاق احمد انصاری، اٹلی زون کے صدر ساجد الرحمٰن، کشمیر فریڈم موومنٹ کے صدر افسر شاہد ایڈووکیٹ، ضلع میر پور کے سیکرٹری جنرل افتخار جرال، نیشنل لبریشن فرنٹ کے شوکت مقبول بٹ، محمد رمضان دت یڈووکیٹ، انسانی حقوق کی مختلف تنظیمیں، ڈسٹرکٹ بار میر پور کے عہدیداران، مسلم کانفرنس کا ناراض گروپ، سابق چیئرمین بلدیہ حاجی محمد رفیق چوہدری، سینئر صحافی و ماہر کشمیریات میر آزاد بصیر و دیگر پالیسی میکروں نے سر جوڑ لیے ہیں۔ حکومت پاکستان کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ منگلا جہیل کے قیام کے وقت گولہ مار تحریک کی طرز پر اگر کوئی تحریک چلی تو میر پور سے کئی صوفی زمان (مرحوم) کے نقش قدم پر چلنے والے پیدا ہو جائیں گے اور یہ لوگ ایسے ہوں گے کہ جو کہ سروں کی فصیل بنانے کا گر بھی جانتے ہوں گے ضلع میر پور کے لوگ، جموں کشمیر لبریشن لیگ کے سربراہ سابق چیف جسٹس عبدالمجید ملک کی جانب سے بھی اینٹی توسیع ڈیم میں اچھے کردار کے خواہاں ہیں حالات و واقعات بتا رہے ہیں کہ اگر حکومت آزاد کشمیر نے اپنے بعض پروردوں کا قبلہ درست نہ کیا تو میر پور کا ضلع 1981ء کی تحریک جنم دینے کے ساتھ اینٹی توسیع ڈیم سے چند قدم آگے اینٹی پاکستان کے پلڑے میں جا کھڑا ہو جائے گا۔ حکومت پاکستان، حکومت آزاد کشمیر و مہاجر بیوروکریسی کو اپنے سہانے مستقبل کی آڑ میں جموں و کشمیر کے تشخص کو تباہ کرنے کا سلسلہ بند کر دینا چاہئے اور آزاد کشمیر میں افہام و تفہیم کی فضاء پیدا کرتے ہوئے معقول راہ تلاش کرنے کیلئے ایک نئے سفر کا آغاز کرنا چاہئے بصورت دیگر یہ نعرہ لگ گیا ہے کہ اس بار بھی مانگیں آزادی اس بار بھی آزادی، امید ہے کہ حکومت پاکستان کے ارباب اقتدار اس احسن پہلو کی طرف توجہ دیں گے وگرنہ تنگ آمد بجنگ آمد تو ہو کر رہے گا۔

بقیہ

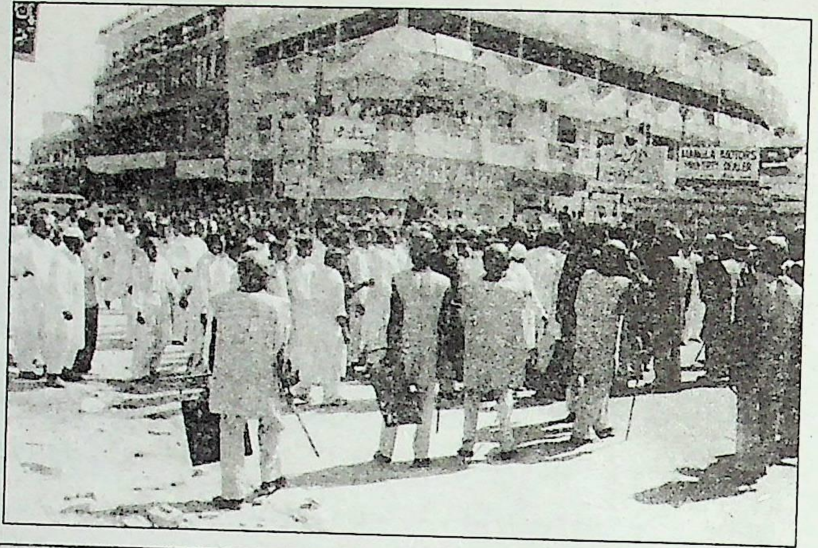
باوجود کالا باغ ڈیم کیوں نہ بن سکا۔ سندھیوں کی وجہ سے یا پھر پٹھانوں کے ممکنہ احتجاج کی وجہ سے۔ کالا باغ ڈیم کے بارے میں متعدد بار بتایا گیا کہ یہ پاکستان کی بقاء کا مسئلہ ہے۔ کالا باغ ڈیم نہ بنا تو پاکستان کے عوام بھوکے مریں گے۔ آخر پاکستان کی سلامتی و سالمیت کا حامل یہ ڈیم کیوں نہ بن سکا۔ واپڈا کے ماہرین کے ویژن 2025ء میں چھوٹے ڈیموں کا ذکر کیا گیا۔ پھر بھاشا اور کالا باغ ڈیم کا ذکر ہوا لیکن یہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ بھاشا ڈیم کی فزیبلٹی تیار نہ ہو سکی۔ چشمہ رائٹ کینال کی فنانسنگ نہ ہو سکی۔

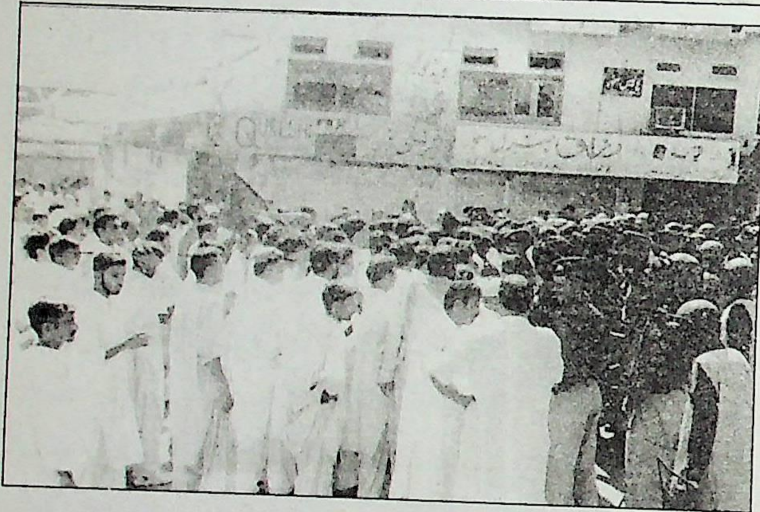
آزاد کشمیر کے لوگ پاکستان مخالف ہرگز نہیں ہیں یہ لوگ جس بے چینی کا شکار ہیں اس کا سدِ باب ضروری ہے۔ ان کے کچھ خدشات ہیں۔ ارباب اختیار کے پاس تو شاید مکمل اعداد و شمار بھی نہیں ہیں۔ خطۂ آزاد کشمیر بہت حساس نوعیت کا حامل ہے یہاں کا منفی ردعمل زیادہ مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔

کشمیری عوام پانی اور بجلی سمیت اپنی دھرتی کے ہر طرح کے وسائل کی ترقی کے خواہاں ہیں مگر اس کے نتیجے میں متاثرین بن کر در بدر ہونے سے بہتر سمجھتے ہیں کہ ان وسائل کے مالک بھی بنیں۔ اور ان کی نسلیں ان کی آج کی قربانی سے مسلسل مستفید ہوں۔ مگر محض ''قربانی'' شاید آج اس قوم سے نہ مل سکے کہ اب عوام اپنے حقوق سے بہتر آگاہ اور تشخص کی طلب میں پہلے سے زیادہ سرگرم عمل ہیں۔

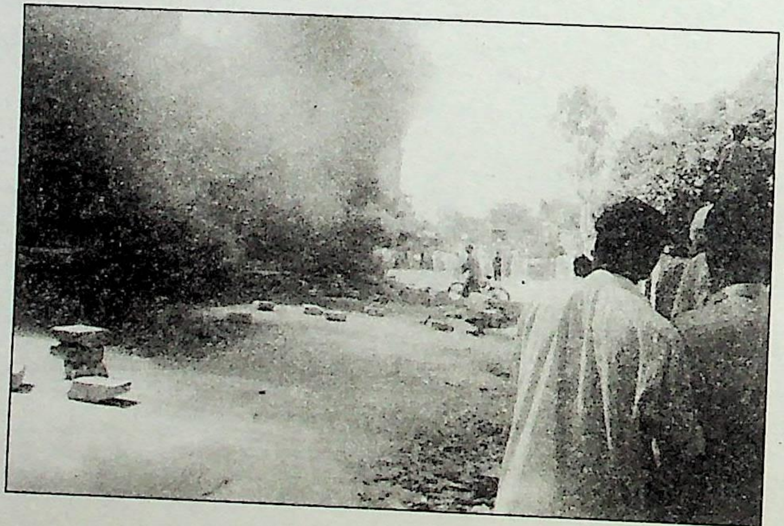
۳۰ ستمبر

پولیس مظاہرین کا راستہ
روکے کھڑی ہے





فاضل چوک میں احتجاج



بخدمت عزت مآب جنرل پرویز مشرف صاحب صدرِ مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان اسلام آباد

عنوان: منگلا ڈیم کا توسیعی منصوبہ اور شہریان میرپور کے مسائل

جناب عالی!

تمام تر تحریمات و آداب کے ساتھ التماس ہے کہ منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبہ کی افتتاحی تقریب اور سنگِ بنیاد رکھنے کے موقع پر منگلا کے مقام پر شرکاءِ تقریب سے اپنے پُر مغز خطاب میں اگرچہ آپ نے نہ صرف توسیعی منصوبہ کے متاثرین کے لیے ایک شاندار پیکیج کا اعلان فرمایا بلکہ بجا طور پر سابق متاثرین منگلا ڈیم کے لیے بھی ،بعد از وقت مناسب نقد معاوضہ کا اعلان فرمایا نیز منگلا ڈیم کی رائلٹی کا آزاد کشمیر کی حکومت اور عوام کا دیرینہ مطالبہ بھی تسلیم کرتے ہوئے رائلٹی دینے کا اعلان فرمایا۔ لیکن راقم جو کہ اس موقع پر آپ کی جانب سے متاثرین منگلا ڈیم کی بڑی آبادی میرپور اور اس سے ملحقہ ہملٹس (ڈڈیال، حمید آباد، (چکسواری) چترپڑی اور منگلا) کے لیے ایک خصوصی ترقیاتی پیکیج کی امید لگائے بیٹھا تھا چاہنے کے باوجود آپ سے آپ کے احترام کے باوصف کوئی مطالبہ نہ کر سکا۔ البتہ آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ تقریب کے اختتام پر روانگی کے لیے اپنی صدارتی گاڑی میں تشریف رکھنے والے تھے راقم نے آپ کی توجہ کسی حد تک شہریانِ میرپور کو درپیش بعض انتہائی اہم نوعیت کے فوری توجہ طلب معاملات کی جانب مبذول کروائی تھی۔ تاہم روانگی کی جلدی کی وجہ سے آپ جناب (غالباً) راقم کی معروضات کو پورے طور پر توجہ سے سن نہیں پائے تھے، لہٰذا بذریعہ عریضہ ہذا جناب والا کی ذاتی توجہ کے لیے شہریانِ میرپور کو درپیش فوری نوعیت کے یہ چند مسائل تحریری طور پر گزارش ہیں۔

واٹر سپلائی کا مسئلہ: ۱۹۶۷ء میں متاثرین منگلا ڈیم کی آبادکاری کے لیے جب موجودہ میرپور شہر کو "نئے میرپور" کے نام سے آباد (ڈیویلپ) کیا گیا اس وقت شہر کی ممکنہ آبادی بہت کم تھی۔ چنانچہ اس وقت شہریوں کو پانی کی فراہمی کے لیے جو واٹر سپلائی نیٹ ورک قائم کیا گیا اس میں ٹیوب ویلز سے واٹر ٹینکس تک نسبتاً چھوٹے قطر کے پائپ استعمال کیے گئے اور واٹر ٹینکس سے شہر کے مختلف سیکٹرز تک (گھروں کو) پانی کی سپلائی کے لیے بھی وقتی ضرورت کے مطابق ہی کم ڈایا کے پائپ استعمال کیے گئے۔ چنانچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پانی کے نمکیات ہر دو پائپ لائنوں میں جم جانے کی وجہ سے ان میں پانی گزرنے کی گنجائش ضرورت سے بہت کم ہو چکی ہے۔ دوسرے شہر کی آبادی پچھلے پندرہ سال میں انتہائی تیزی سے بڑھنے کی وجہ سے بھی شہر کے تمام رہائشی علاقوں کے مکینوں کو پانی کی شدید قلت کا مستقل سامنا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ میرپور شہر کے لیے بریگیڈئر راجہ محمد اکبر خان مرحوم چیئرمین ایم ڈی اے (وقت) کے دور میں بنائی گئی گریٹر واٹر سپلائی سکیم پر کامل عملدرآمد کروایا جائے اور شہر میں واٹر سپلائی کے موجودہ نیٹ ورک کو مکمل تبدیل کرتے ہوئے نہ صرف وقتی ضرورتوں کے مطابق بلکہ مستقبل کی ضرورتوں سے ہم آہنگ جدید واٹر سپلائی نیٹ ورک قائم کیا جائے۔

سیوریج نکاسی آب کا مسئلہ: واٹر سپلائی نیٹ ورک کی طرح آزاد کشمیر کے سب سے بڑے شہر میرپور میں جو ایک ڈھلوان پر قائم کیا گیا ہے، سیوریج سسٹم بھی ابتدائی طور پر وقتی ضرورتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہی قائم کیا گیا تھا چنانچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ سیوریج سسٹم اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ جگہ جگہ ابلتے گٹر، ہولوں کے ٹوٹے ہوئے ڈھکن اور بیشتر جگہوں پر سیوریج سسٹم کی سرے سے ہی غیر موجودگی شہریانِ میرپور کے لیے سوہانِ روح ہے۔ ایک ڈھلوان سطح پر آباد کیے گئے ریاست کے سب سے بڑے شہر کے ابلتے ہوئے گٹر اس بات کا واضح ثبوت ہیں جن کی اصلاح بلا تاخیر ضروری ہے۔

سڑکیں اور گلیاں: شہر کی تقریباً تمام بڑی سڑکیں اور گلیاں اربابِ بست و کشاد کی بے حسی اور نااہلی کا رونا روتی دکھائی دیتی ہیں۔ البتہ جن سڑکوں یا گلیوں

پر اعلیٰ حکام اور حکومتی گماشتوں کی رہائش گاہیں واقع ہیں وہاں صفائی اور تعمیر و مرمت کا کام ہوتا بھی ہے اور دکھائی بھی دیتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ شہر کی تمام سڑکوں اور گلیوں کی تعمیر و مرمت کا کام بلا تخصیص ہو اور تمام شہریوں کو مساویانہ حیثیت دیتے ہوئے ان کے مسائل کو مزید تاخیر کے بغیر حل کیا جائے۔

اشیائے خوردنی کی درآمد: تعمیر منگلا ڈیم سے قبل میر پور کے مضافات میں زرخیز زرعی قطعات اراضی موجود تھے جن سے حاصل شدہ زرعی اجناس سے مقامی ضروریات بجا طور پر پوری ہو جاتی تھیں صرف چند اشیاء ہی غیر مقامی منڈیوں سے لائی جاتی تھیں لیکن منگلا ڈیم کی تعمیر سے وہ سارا زرخیز علاقہ منگلا جھیل میں زیر آب آ جانے سے اہلیانِ میر پور اشیائے خوردنی کے لیے تمام تر انحصار ملحقہ صوبہ پنجاب سے درآمدہ اشیاء پر کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن گذشتہ عرصہ کے بعض تلخ تجربات سے ثابت ہے کہ پاکستان میں بعض اشیائے خوردنی کی نقل و حمل پر پابندی سے آزاد کشمیر کے صارفین بری طرح پٹ جاتے رہے ہیں۔ لہٰذا استدعا ہے کہ منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبہ میں جہاں مملکت خداداد کے فطری محافظوں اور ازلی حلیفوں کے لیے دیگر مراعات اور منگلا ڈیم کی رائلٹی کے حق کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے شہریانِ آزاد کشمیر کے لیے ضروری اشیائے خوردنی کی درآمد از اں صوبہ پنجاب و سرحد پر وقتاً فوقتاً لگائی جانے والی پابندیوں کو ہمیشہ کے لیے استثنا کی ایک شق بھی شامل نوٹیفکیشن کیے جانے کا حکم صادر فرمایا جائے۔

جناب والا! مندرجہ صدر قطعی جائز و حقیقی مطالبات کے علاوہ یہ بھی استدعا ہے کہ منگلا ڈیم کی رائلٹی کے تسلیم کیے گئے حق سے ملنے والی رقوم کو ابتدائی طور پر کم از کم دس سال کے عرصہ تک صرف میر پور شہر، اس سے ملحقہ متاثرین منگلا ڈیم کی آبادیوں (ہملٹس) کی تعمیر و ترقی کے لیے زیر استعمال لانے کے لیے حکومتِ آزاد کشمیر کو پابند فرمایا جائے تا کہ اپنے گھر بار اور زرخیز زمینوں کو وسیع تر قومی مفاد میں چھوڑنے والے متاثرین منگلا ڈیم کو نئی آبادکاری میں دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی گزارش ہے کہ منگلا ڈیم کی توسیع سے متعلق آزاد کشمیر کے جو شہری احتجاج کر رہے ہیں ان کی بات بھی ٹھنڈے دل کے ساتھ سنی جانی چاہیے۔ باور کیا جائے کہ کوئی بھی کشمیری ملک و ملت کے وسیع تر مفاد میں منگلا ڈیم کی توسیع جیسے اہم قومی منصوبے کی افادیت سے انکاری نہیں ہو سکتا تاہم اپنی بحالی سے متعلق اور بیوروکریسی کے معاندانہ رویہ کے حوالہ سے اپنے تحفظات کا اظہار کرنا ہر ممکنہ متاثرہ شخص کا حق ہے اور اسے سماعت کرے، اس کے خدشات کو دور کرنا متعلقہ حکام کا فرض بھی ہے اور عصری ضرورت بھی کیونکہ ایسے عناصر کے آئے روز کے ہنگامے، ہڑتالیں اور جلسہ و جلوس اس حساس خطہ میں کسی طور بھی مناسب نہ ہوں گے۔

آخر میں آپ کی ان گراں قدر اور شاندار خدمات کے لیے جو آپ اور آپ کی حکومت نے کشمیر کاز کو عالمی اداروں بالخصوص حالیہ یو این جنرل اسمبلی میں جس بیباکانہ انداز میں پیش کیا ہے سارے محبِ وطن کشمیری آپ کے معترف اور شکر گزار ہیں کیونکہ مظلوم کشمیریوں کے لیے آپ وہ واحد پاکستانی حکمران ہیں جس نے مسئلہ کشمیر کو کسی لگی لپٹی کے بغیر بڑی دلیری و دانشمندی سے اجاگر کیا ہے۔ راقم آپ کو یقین دلاتا ہے کہ آزاد کشمیر کا ہر شہری پاکستان کا وفادار ہے اور اس کی حفاظت، سالمیت کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔

والسلام

نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

(میر خالد بشیر)

13 نکاتی مطالباتی پیکج برائے متاثرینِ منگلا ڈیم

محمد یلیسین خان چیئرمین شیلٹر انٹرنیشنل ہیومن رائٹس آرگنائزیشن

تاریخ وثقافت، صنعت وحرفت اور جدید طرزِ تعمیر کا حامل آزاد کشمیر کا ضلع میر پور جو آج صرف دو تحصیلوں پر مشتمل رہ گیا ہے۔ ڈوگرہ حکمران مہاراجہ ہری سنگھ کے دور میں بھی ریاست کا انتہائی اہم علاقہ تصور کیا جاتا تھا۔ 1947ء سے قبل یہاں مسلمان، ہندو، برہمن، شدھ، سکھ اور دوسرے مذاہب کے لوگ اپنی اپنی تہذیب وتمدن و ثقافت، مذہبی آزادی اور بغیر کسی رنگ ونسل کے دوستی اور بھائی چارے کی عظیم فضا میں اکٹھے رہتے تھے۔ میر پور شہر کے ایک طرف سبز اور برف پوش پہاڑ اور درمیان میں ٹھاٹھیں مارتا خوشیاں بکھیرتا اور زمینوں کو سیراب کرنے والا دریائے چوکھ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ بہتا ہوا دریائے جہلم میں جا کر گرتا تھا۔ ایک اور پانی کا بڑا نالہ جوکھڈ کے نام سے مشہور تھا، شہر کے قریب سے گزرتا تھا۔ شہر میں ایک سیدھی مارکیٹ پر مشتمل بازار تھا۔ جس کے مغرب کی طرف پنیام، لدھڑ، جبر، گورسیاں، شمال کی سمت پینڈا، پلائی، چکسواری، بتنگدیو، شمال مشرق کی طرف اکالگڑھ، ڈھلہ اور جبوٹ، مشرق کی طرف سنیاں اور اسکی مشہور مرکزی عیدگاہ، جنوب کی جانب چیچیاں، خالق آباد کے علاوہ دیگر علاقے واقع تھے۔ دیگر علاقوں میں جو شہر کے قریب تھے میں نلوئی، جدال منڈی، کونجڑی، طاق، فتح پور، چنگھ وغیرہ کے علاقے شامل تھے۔ شہر سے نکلنے والی ایک سڑک بوڑھ کالونی اور بلاہ گالا سے ہوتی ہوئی چیچیاں کے راستے جہلم اور سرائے عالم گیر کو جاتی تھی۔ ایک سڑک ڈھلہ کے راستے اکالگڑھ کو ملاتی تھی۔ ایک سڑک پیر گلی اور پھر چڑھوئی، کھوئی رٹہ، پونہ وغیرہ سے ہوتی ہوئی مقبوضہ کشمیر کے علاقے اودھم پور سے سری نگر کو جاتی تھی۔ ایک سڑک چوکھ سے راجدھانی اور وہاں سے کوٹلی کو جاتی تھی۔ چوکھ سے پتن کے ذریعے ڈڈیال، رٹہ، سرکھی، دان گلی، بیول سے ہوتے ہوئے گجر خان تک راستہ تھا۔ دینہ میں داخل ہونے کے لیے شینخوپور کے راستے پتن کے ذریعے جانا پڑتا تھا۔ 1947ء میں خطہ میر پور میں ہندو مسلم فسادات ہوئے جس کے نتیجہ میں کافی خون خرابہ ہوا۔ اگر چہ بتایا جاتا ہے کہ مہاراجہ کے دور میں ہی منگلا ڈیم کی تعمیر کا منصوبہ زیر غور تھا، لیکن منگلا ڈیم کی تعمیر کے عظیم منصوبے کا آغاز 1947ء کے بعد ہوا۔ لوگوں نے ڈیم کی تعمیر کی مخالفت کی لیکن صدر پاکستان فیلڈ مارشل (وقت) ایوب خان اور صدر آزاد کشمیر سردار محمد ابراہیم خان نے لوگوں سے وعدے کیے کہ میر پور کے لوگوں کو پانی بجلی مفت فراہم کی جائے گی اور آبادکاری کے لیے متبادل جگہیں فراہم کی جائیں گی حتیٰ کہ جو آنسو گریں گے ان کی قیمت بھی ادا کی جائے گی۔ پرانے میر پور شہر پر آج منگلا ڈیم کا وسیع وعریض پانی اپنے اندر کئی ہزار سالہ پرانی تاریخ و ثقافت غرق کیے لوگوں کی بے بسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پرانی مساجد، ہندوؤں اور سکھوں کے مندروں گردواروں، مسمار شدہ مکانات کے نشانات اور پرانے قبرستانوں کا نظارہ آج بھی پانی سوکھنے پر خون کے آنسو رلاتا ہے۔

اب لگ بھگ تین دہائیوں کے بعد تاریخی وثقافتی لحاظ سے صدیوں پر محیط میر پور، منگلا ڈیم کی توسیع کے نام پر ایک بار پھر اجڑنے جا رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ ڈیم کی توسیع نئی بات نہیں۔ بلکہ اس کی توسیع کی گنجائش اس وقت رکھی گئی تھی جب ابتدائی مرحلے میں ڈیم کی تعمیر کی گئی تھی۔ اس وقت ڈیم کا کل توسیع رقبہ 1270 فٹ تک رکھا گیا تھا۔ جس میں سے 1204 فٹ تک لوگوں کو معاوضوں کی ادائیگی کر کے اسی پیمائش کے لگ بھگ منگلا ڈیم میں پانی کھڑا کیا گیا۔ شنید یہ بھی ہے کہ بعض متاثرین منگلا ڈیم کو 1210 فٹ تک معاوضوں کی بھی ادائیگی کر دی گئی تھی۔

میر پور کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ منگلا ڈیم کی ابتدائی تعمیر کے وقت منگلا ڈیم کی تعمیر کے خلاف متاثرین منگلا ڈیم اور میر پور کے باسیوں نے زبردست ردعمل ظاہر کرتے ہوئے تحریک چلائی تھی۔ لیکن اسے بدقسمتی کہیے یا اس وقت کے بعض مفاد پرست موقع پرست لیڈروں کی سازش، جنہوں نے مبینہ طور پر میر پور کے لوگوں کے اجتماعی مفاد کو پسِ پشت ڈال کر میر پور کے لوگوں کے حقوق کا سودا کیا اور پاکستان کے کئی صوبوں میں پُرکشش زمینیں اور نیو میر پور ٹاؤن میں وسیع وعریض پلاٹ حاصل کر کے پرتعیش زندگی گزارنے کے لیے نہ صرف عالی شان بنگلے تعمیر کیے بلکہ یورپ کی حسین وجمیل وادیوں میں آرام دہ زندگی گزارنے کے لیے حکومت پاکستان سے پاسپورٹ بھی حاصل کیے جو کہ آج نسل در نسل پرتعیش اور آرام دہ زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو اپنے تاریخی وثقافتی شہر کو اجڑتا نہیں دیکھنا چاہتے تھے اس مفاد پرست لیڈر شپ کے ذاتی مفادات کی بھینٹ چڑھ کر اپنے ساتھ کیے گئے وعدوں کہ ''متاثرینِ منگلا ڈیم کو پانی و بجلی مفت فراہم کیے جائیں گے اور جو آنسو گریں گے ان کی قیمت

ادا کی جائے گی اور متاثرین کی آبادکاری ترجیحی بنیادوں پر کی جائے گی"۔ منگلا ڈیم کی ابتدائی تعمیر کے خلاف ایک جاندار تحریک ہونے کے باوجود اپنے حقوق حاصل نہ کر سکے اور منگلا ڈیم کا وسیع و عریض پانی کھڑا ہو کر اپنے اندر ایک تاریخ غرق کر گیا۔

ڈیم کی تعمیر کو اب چوتھی دہائی گزر رہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق منگلا ڈیم اپنی تعمیر کی لاگت کئی مرتبہ اپنے اندر سے ہونے والی آمدنی سے پوری کر چکا ہے۔ منگلا ڈیم سے ہر سال اربوں روپیہ مچھلی، ماہی گیری، بجلی و پانی سے حاصل ہوتا ہے۔ منگلا ڈیم سے پیدا ہونے والی اعلیٰ قسم کی مچھلی برآمد کرنے کے علاوہ آزاد کشمیر کے بجائے پاکستان کے لوگوں کی دستر خوان بنتی ہے۔ ڈیم سے مچھلی نکالنے کا ٹھیکہ آزاد کشمیر کے ٹھیکیداروں کو دینے کے بجائے پاکستان کے ٹھیکیداروں کو دیا جاتا ہے۔ آزاد کشمیر بالخصوص میرپور کے لوگوں کو پاکستان کے مقابلے میں مہنگی ترین بجلی فراہم کی جاتی ہے۔ میرپور آئے روز لوڈ شیڈنگ کی زد میں رہتا ہے جس وجہ سے نہ صرف عام آدمی بلکہ انڈسٹری بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ ڈیم کا پانی پنجاب کو آزاد کشمیر سے مفت فراہم کیا جاتا ہے جب کہ پنجاب کے لوگوں سے اس پانی کا آبیانہ وصول کیا جاتا ہے۔ میرپور سے جو بجلی کا ریونیو جو ایک اندازے کے مطابق سالانہ اربوں روپیہ ہے، میرپور کی تعمیر و ترقی کے بجائے اسلام آباد اور مظفرآباد میں اقتدار کی کرسیوں پر براجمان لیڈروں کا ذریعہ معاش بنتا ہے۔ منگلا ڈیم کی تعمیر سے لے کر اب تک جو میرپور اور اس سے ملحقہ علاقوں کی سڑکوں کا حال ہے اس پر گاڑیوں اور عام آدمی کا گزرنا مشکل ہے۔ اب جو تھوڑی بہت سڑکوں کی تعمیر و مرمتی شروع کی گئی ہے اسے بھی کم کرنے کی باتیں سامنے آرہی ہیں۔ میرپور تارکینِ وطن کا شہر ہے اور تارکینِ وطن نہ صرف اپنے کنبہ کی کفالت کا ذریعہ ہیں بلکہ وہ آزاد کشمیر کو قیمتی زرمبادلہ بھیج کر ملکی معیشت میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ لیکن یہ تارکینِ وطن جب بیرونِ ملک سے ہزاروں امیدیں اور احساسات لے کر اپنے مادرِ وطن میں آتے ہیں تو ایئرپورٹ سے لے کر میرپور تک انہیں پولیس اور کسٹم کی وردیوں میں چھپے سرکاری و پرائیویٹ ڈاکوؤں کے ہاتھوں اپنی جمع پونجی لٹانا پڑتی ہے۔ اس طرح آئے روز واقعات پیش آتے ہیں۔ تارکینِ وطن کی سہولت واشد ضرورت کے باوجود میرپور جیسے شہر میں ایئرپورٹ فراہم نہ کرنا، ضلع میرپور کو سوئی گیس، ریلوے سروس فراہم نہ کرنا، ٹیکسوں اور کشمیر پراپرٹی اور منگلا ڈیم سے حاصل آمدنی سے حصہ نہ دینا، پاکستان میں متاثرین منگلا ڈیم کو الاٹ شدہ زمینوں کے مالکانہ حقوق و کنٹرول نہ ملنا، میرپور میں ڈرائی پورٹ، ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشنوں کی کمی، پاکستان کے آزاد کشمیر میں واقع مالیاتی اور دیگر اداروں، بینکوں میں میرپور کے نوجوانوں کو روزگار فراہم نہ کرنا، متاثرین منگلا ڈیم کے جذبات پر جلتی پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ منگلا ڈیم کی توسیع سے قبل متاثرین کی متبادل آبادکاری اور نقصانات کے ازالہ کے لیے سروے کیا گیا ہے، لیکن پاکستان کی سابقہ حکومتوں کی سابقہ کارکردگی کو سامنے رکھتے ہوئے متاثرین منگلا ڈیم جب اپنے آپ کو متاثر ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کے اندر طرح طرح کے خدشات ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ یہاں قابلِ ذکر امر یہ بھی ہے کہ ہر متاثرہ شخص اپنے نقصان کا تخمینہ اپنے مطابق لگاتا ہے اور مفاد پرست لیڈر اپنی قیمت بڑھانے کے لیے تاک میں ہیں مگر ان لوگوں اور لیڈرشپ کو کوئی احساس نہیں کہ ان کے ذاتی مفادات کے ساتھ اجتماعی و قومی مفادات بھی ہیں جس سے روگردانی غداری کے زمرہ میں آتی ہے۔

شیلٹر انٹرنیشنل ہیومن رائٹس آرگنائزیشن جس کے قیام کی وجوہات میں ایک بنیادی وجہ انسانی حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا بھی ہے، نے ذاتی و گروہی مفادات سے مبرا ہو کر قومی و اجتماعی مفادات کے حصول کے لیے یہ پیکج تیار کیا ہے۔ تاکہ ایک آدمی کے جذبات کی ترجمانی نہ صرف ایوانِ اقتدار پر بیٹھے لوگوں تک ہو سکے بلکہ اس کے ساتھ قوم کے اجتماعی اور قومی مفادات کو بھی کوئی ٹھیس نہ پہنچے اور قوم کے قیمتی اثاثے محفوظ رہیں۔ منگلا ڈیم کی توسیع کے قانونی اور واقعاتی پہلوؤں کا ذکر اولین پیراگراف میں کر دیا گیا ہے۔ آنے والے وقتوں میں کیا ہوتا ہے، منگلا ڈیم اپ ریز ہوتا ہے یا نہیں؟ لیکن اس سے قبل درج ذیل سہولیات اور حقوق کی میرپور کے لوگوں کو فراہمی میرپور کے لوگوں کا قانونی اور سیاسی حق ہے جسے پاکستان کی موجودہ اور آنے والی حکومتوں کو تسلیم کرنا چاہیے۔

۱۔ متاثرین منگلا ڈیم کو املاک کے نقصانات کی موجودہ قیمت پر معاوضوں کی ادائیگی کی جائے اور جن متاثرین کو قبل ازیں معاوضوں کی ادائیگی نہیں ہوئی یا جو 1270 فٹ میں اب بھی رہائش پذیر ہیں انہیں بھی موجودہ ریٹ پر معاوضے دیئے جائیں۔

۲۔ متاثرین منگلا ڈیم کے لیے ضلع میرپور کی حدود کے اندر جدید طرز پر رہائشی کالونیاں بنائی جائیں۔ جن میں 18 سال سے اوپر ہر شخص کو اپنے کنبہ کی مناسبت سے پانچ، دس اور ایک کنال کا تعمیر شدہ مکان دینے کے علاوہ متبادل روزگار کا بندوبست کرنے کے اقدامات کیے جائیں۔

۳۔ میرپور کے لوگوں کو وعدوں کے مطابق مفت بجلی فراہم کی جائے اگر فنی لحاظ سے ایسا ممکن نہیں تو کم از کم دیگر علاقوں کے مقابلے میں کم ریٹ و ٹیرف پر بجلی فراہم کی جائے۔ اور بجلی کے بقایاجات بھی حکومت آزاد کشمیر کو دیئے جائیں۔

۴۔ میرپور میں جدید ٹیوب ویلز نصب کر کے میرپور کے لوگوں کو منگلا ڈیم کے کنارے آباد ہونے کی صورت میں پینے کے پانی کی فراہمی مفت کی جائے۔

۵۔ متاثرین منگلا ڈیم کی ابتدائی طور پر پاکستان کے مختلف صوبوں اور علاقوں میں جو زمینیں الاٹ کی گئی تھیں ان زمینوں کو وہاں کے جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور وڈیروں سے واگزار کروا کے متاثرین منگلا ڈیم کو نہ صرف مالکانہ حقوق دیئے جائیں بلکہ انہیں ہر قسم کی سہولتیں اور تحفظ دینے کے لیے متعلقہ صوبے کو حکم دیا جائے۔

۶۔ 1947ء سے قبل مہاراجہ کشمیر کو حکومتِ پنجاب ایک معاہدے کے تحت سالانہ 17 لاکھ روپے پانی کا آبیانہ ادا کرتی تھی۔ اور اب پتہ چلا ہے کہ حکومتِ پنجاب آزاد کشمیر سے مفت پانی لے کر پنجاب کو جو پانی فراہم کرتی ہے اس کا پنجاب کے لوگوں سے آبیانہ وصول کرتی ہے۔ اس لیے منگلا ڈیم کا پانی پنجاب یا دیگر صوبوں کو سیراب کرتا ہے اس پانی کا حکومتِ آزاد کشمیر کو آبیانہ دیا جائے۔

۷۔ منگلا ڈیم سے جو بجلی پیدا ہو کر پاکستانی علاقوں کو فراہم کی جاتی ہے اس کی قیمت بھی حکومتِ آزاد کشمیر کو دی جائے اور واپڈا سے ٹیرف کم کرنے کے نتیجہ میں جو رقم بچتی ہے وہ رقم سابقہ بقایا کے ساتھ شامل کر کے حکومتِ آزاد کشمیر کو ادا کی جائے۔

۸۔ منگلا ڈیم کی مچھلی کا سالانہ ٹھیکہ آزاد کشمیر کے ٹھیکے داروں کو دینے کے علاوہ مچھلی کی اعلیٰ نسل اور آمدنی سے میرپور کے لوگوں کو بھی مستفید ہونے دیا جائے اور ڈیم سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ حکومتِ آزاد کشمیر کو دی جائے یا کم از کم پاکستان کے آئین کے تحت حکومتِ آزاد کشمیر کو ڈیم کی رائلٹی سابقہ بقایا کے ساتھ دی جائے۔ منگلا ڈیم حکومتِ آزاد کشمیر کی ملکیت ہو لیکن حکومتِ پاکستان اس پر اٹھنے والے اخراجات سے اپنا حصہ وصول کر سکتی ہے۔

۹۔ آزاد کشمیر سے ٹیکسوں کی صورت میں جو آمدنی حاصل ہوتی ہے اور پاکستان میں جو جو کشمیر پراپرٹی ہے اس کی آمدنی حکومتِ آزاد کشمیر کے حوالے کرنے کا بندوبست کیا جائے۔

۱۰۔ میرپور میں جدید طرز پر ایک انٹرنیشنل ایئرپورٹ کی تعمیر ترجیحی بنیادوں پر کی جائے۔ جس سے نہ صرف آزاد کشمیر بلکہ پنجاب کے کئی علاقے استفادہ حاصل کریں گے۔

۱۱۔ ضلع میرپور کے ہر شہر و قصبے میں گھر گھر سوئی گیس کم نرخوں پر فراہم کی جائے۔

۱۲۔ مہاراجہ کشمیر کے دور میں نہر اپر جہلم کے کنارے کنارے جو ریلوے کا نظام چل رہا تھا اسے بحال کر کے میرپور میں ریلوے کی سہولت فراہم کی جائے۔

۱۳۔ متاثرین منگلا ڈیم کو واپڈا اور آزاد کشمیر کے اندر پاکستان کے بینکوں، فیکٹریوں، مالیاتی اور دیگر اداروں میں کوٹہ سسٹم کے تحت بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے نوکریاں فراہم کی جائیں۔

اوپر کے جن حالات و واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، یہ ایک حقیقت ہے، جس سے روگردانی دشوار ہے لیکن اس حقیقت کو حکومتِ پاکستان کے منصب اقتدار پر بیٹھے ارباب اختیار اور آنے والی حکومتوں کے بااختیار ارباب اقتدار اور آزاد کشمیر کے اقتدار پر براجمان ذمہ داران کو بھی تسلیم کرنا چاہیے۔ یہ صدی جدید دور، عقل و سوچ رکھنے کی صدی ہے جس میں ذرہ بھر کوتاہی کسی بھی معاملے کو تہس نہس کر سکتی ہے۔ منگلا ڈیم لاکھوں جیتے جاگتے انسانوں کی زندگی کا مسئلہ ہے جسے بیورو کریسی یا حکومتی کرسی پر بیٹھا کوئی جابر شخص محض چٹکی کے زور پر حل نہیں کر سکتا۔ آزاد کشمیر کے لوگ شرح خواندگی میں دیگر ممالک کے لوگوں سے کم ہی سہی لیکن یورپ، عرب اور دیگر ممالک میں تارکین وطن ہونے کی وجہ سے ان کی آواز ہر طرف سے بلند ہونا فطری عمل ہوگا۔ شیلٹر انٹرنیشنل ہیومن رائٹس آرگنائزیشن تنظیم اپنے 13 نکاتی پیکج برائے متاثرین منگلا ڈیم کے ذریعہ عوامی آواز کو ارباب اقتدار تک پہنچانے کے لیے موجودہ اور آئندہ آنے والی حکومتوں کے علاوہ متاثرین منگلا ڈیم سے براہِ راست بات چیت کا ارادہ رکھتی ہے۔ اور ضرورت پڑنے پر غیر ملکی دوروں کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔

ہماری کوشش ہوگی کہ متاثرین منگلا ڈیم اور میرپور کے لوگوں کے حقوق کا بھرپور تحفظ کرتے ہوئے انہیں حقوق دلانے کے لیے بھرپور پرامن کوشش جاری رکھیں۔ قطع نظر اس کے کہ شیلٹر انٹرنیشنل کا منگلا ڈیم اپ ریزنگ میں کیا موقف ہے وہ اپنی جگہ لیکن متاثرین منگلا ڈیم اور میرپور کے لوگوں کے احساسات اور جذبات کا خیال رکھنا اور ان کے حقوق کا تحفظ ہماری اولین ترجیح میں شامل ہے۔ ہم منگلا ڈیم کی توسیع نہ کرنے سے قبل حکومت اور عوام کی طرف سے آنے والی ہر رائے کا مکمل احترام کریں گے۔ ہم حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جب تک متاثرین منگلا ڈیم کے مسائل اور اس خطہ کے اجتماعی مسائل حل نہیں ہوتے ڈیم کی توسیع میرپور کے لوگوں کے حقوق پر شب و خون مارنے کے مترادف ہوگی اور حکومت کو عوام کی طرف سے زبردست احتجاجی تحریک کا سامنا کرنا پڑے گا۔

تحریر ۱۰ ستمبر ۲۰۰۲ء مقام میرپور آزاد کشمیر

واپڈا کا آزاد کشمیر کے ساتھ ظالمانہ سلوک

ابوالحسنین

اطلاعات کے مطابق حکومت آزاد کشمیر اور واپڈا کے مابین آزاد کشمیر میں بجلی کے صارفین کے لئے ٹیرف (نرخ) کے تعین کے سلسلہ میں تنازعہ ختم نہیں ہو سکا۔ آزاد کشمیر کا مطالبہ ہے کہ ہمیں واپڈا کی جانب سے ملنے والی بجلی بلک ٹیرف (Bulk Tariff) کے بجائے گھریلو صارفین کے نرخ پر پاکستان کے دیگر صوبوں کی طرح فروخت کی جائے۔ اس سلسلہ میں گزشتہ دنوں اسلام آباد میں محکمہ برقیات آزاد کشمیر اور واپڈا کے حکام کا مشترکہ اجلاس اس وقت ناکامی کا شکار ہو گیا جب چیئرمین واپڈا نے پاکستان بھر میں بجلی کے گھریلو صارفین کے لئے متعین کردہ یکساں شرح A-I سے زائد غیر مساویانہ اور غیر منصفانہ ٹیرف آزاد کشمیر کے عوام سے وصول کرنے کا اپنا فیصلہ برقرار رکھنے کا اعلان کیا اور حکومت آزاد کشمیر کو منگلا ڈیم کی رائلٹی کے وہ حقوق جو صوبہ سرحد کو تربیلا ڈیم کی بنیاد پر حاصل ہیں دینے سے انکار کر دیا اور بجلی کے ٹیرف میں کمی کے بجائے حکومت آزاد کشمیر سے مزید ایک ارب چالیس کروڑ روپے بطور بقایا واجبات کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ اس موقع پر آزاد کشمیر کے محکمہ برقیات کے آفیسران کے علاوہ چیف سیکرٹری آزاد کشمیر اور سیکرٹری مالیات بھی اجلاس سے اٹھ کر چلے گئے اور واپڈا حکام کے آزاد کشمیر کے عوام کے ساتھ اس غیر مساویانہ اور امتیازی سلوک اور رویے کے باعث منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے سلسلہ میں قائم کی گئی کمیٹیوں کی سرگرمیاں بھی متاثر ہوئیں، ہم نے اس سلسلہ میں محکمہ برقیات حکومت آزاد کشمیر سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس سلسلہ میں اصل حقیقت کیا ہے اور کس وجہ سے واپڈا حکومت آزاد کشمیر سے 1999ء کے بعد تین چار ارب روپے اضافی وصول کر چکا ہے اور اب مزید ڈیڑھ ارب روپے کا اضافی مطالبہ کر رہا ہے۔

واپڈا اسے جن نرخوں پر آزاد کشمیر کے محکمہ برقیات کو بجلی فراہم کی جاتی رہی ہے اس کا تعین بھی ہمیشہ مرکزی حکومت کی طرف سے کیا جاتا رہا ہے، نہ کہ واپڈا کی طرف سے۔ مگر 1999ء کے بعد واپڈا نے یک طرفہ طور پر حکومت پاکستان کی منظوری کے بغیر آزاد کشمیر میں زائد نرخوں پر (Bulk Tariff) کا نفاذ کر کے آزاد کشمیر کے عوام سے پاکستان کے دیگر صوبوں کے مقابلہ میں غیر منصفانہ اور ظالمانہ سلوک کیا۔ جس کی بناء پر کشمیر کونسل اور وفاقی وزارت خزانہ سے حکومت آزاد کشمیر کے لئے مختص رقوم سے تقریباً چار ارب روپے اضافی وصول کیا۔ جس پر آزاد کشمیر کی حکومت اور عوام کی جانب سے احتجاج کیا جاتا رہا مگر اسے کسی موقع پر درخورِ اعتناء نہیں سمجھا گیا۔

گزشتہ سال کشمیر کونسل کے بجٹ اجلاس میں آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے یہ معاملہ پوری شدت سے اٹھایا۔ جب کشمیر کونسل کے بجٹ سے حقائق کو پس پشت ڈالتے ہوئے واپڈا نے ڈیڑھ ارب روپے حاصل کر لئے۔ یہ رقم آزاد کشمیر کے بجٹ سے منہا کی گئی، اس پر صدرِ پاکستان جنرل پرویز مشرف نے ٹیرف کے معاملہ کو طے کرنے کے لئے وزیر امورِ کشمیر کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی جنہوں نے ٹیرف کے معاملہ کا تکنیکی جائزہ لینے کے لئے سیکرٹری وزارتِ امور کشمیر کی سربراہی میں ایک سب کمیٹی تشکیل دی جس میں سیکرٹری خزانہ، حکومت پاکستان اور واپڈا کے حکام بھی شامل تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس سب کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے جس میں حکومت آزاد کشمیر کے موقف کو درست قرار دیتے ہوئے واپڈا کی جانب سے آزاد کشمیر کے عوام کے ساتھ روا رکھی جانے والی زیادتیوں کا اعتراف کیا گیا ہے۔ محکمہ برقیات آزاد کشمیر سے حاصل ہونے والی تفصیلات کے مطابق اس وقت بلوچستان میں ٹیرف کی شرح 2.07 روپے فی یونٹ اور آزاد کشمیر سے ملحقہ صوبہ سرحد میں 2.45 روپے فی یونٹ ہے جبکہ آزاد کشمیر کے لئے 3.83 روپے اور اس پر مزید 15 فیصد جنرل سیلز ٹیکس لگا کر جو بل ارسال کیا جا رہا ہے وہ 4.21 روپے بنتا ہے جب کہ اس پر کشمیر کونسل کی جانب سے مزید 15 پیسے فی یونٹ جنرل سیلز ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ آزاد کشمیر کے لوگوں کے ساتھ یہ سراسر زیادتی بلکہ کھلی ناانصافی ہے حالانکہ آزاد کشمیر میں بجلی کی ٹرانسمیشن لائن بچھانے سمیت بجلی کے پورے نظام کی مینٹیننس اور انتظامی اخراجات آزاد کشمیر حکومت خود کر رہی ہے۔ جبکہ پاکستان کے دیگر تمام صوبوں میں بجلی کی ٹرانسمیشن لائنوں کی تنصیب، گریڈ سٹیشنوں کے قیام، مینٹیننس اور دیگر تمام انتظامی اخراجات واپڈا خود کرتا ہے، اس کی بنیاد پر واپڈا کو آزاد کشمیر

میں صوبہ سرحد یا بلوچستان سے بھی کم نرخوں پر بجلی مہیا کرنا چاہئے تھی۔ تفصیلات کے مطابق ٹیرف کے تعین کے سلسلے میں واپڈا نے پورے پاکستان میں صارفین کو تین کیٹا گریز میں تقسیم کر رکھا ہے اور ان کے لئے علیحدہ علیحدہ نرخ بھی مقرر ہیں۔

ا۔ گھریلو صارفین جن کا بجلی کا نرخ 1.40 روپے سے 6.00 روپے فی یونٹ تک ہے۔

۲۔ صنعتی اور انڈسٹریل صارفین جن کا نرخ فی یونٹ 3.38 روپے سے 5.85 روپے تک ہے۔

۳۔ بلک ٹیرف کا نرخ 3.85 روپے سے 4.85 روپے فی یونٹ تک ہے۔

آزاد کشمیر میں بجلی کے گھریلو صارفین جن کی تعداد کل صارفین کا 85 فیصد ہے، کے لئے فی یونٹ اوسط نرخ 2.12 روپے بنتا ہے اور آزاد کشمیر حکومت کا محکمہ برقیات واپڈا کے اسی ٹیرف کے تحت بجلی کی مد میں لوگوں سے ریونیو وصول کرتا ہے، اسی شرح سے مالی سال 02-2001ء میں تقریباً ایک ارب اسی کروڑ روپے جمع کئے گئے ہیں جو واپڈا کو ادا کر دئے گئے ہیں۔ حالانکہ آزاد کشمیر میں بجلی کی منٹیننس اور دیگر انتظامی اخراجات پر ستائیس کروڑ روپے کے اخراجات سالانہ آتے ہیں جو واپڈا کے بجائے حکومت آزاد کشمیر خود برداشت کرتی ہے، بصورت دیگر اگر آزاد کشمیر میں بجلی کا نظام براہ راست واپڈا کے پاس ہوتا تو دیگر صوبوں کی طرح ان اخراجات کے علاوہ واپڈا کو آزاد کشمیر میں کروڑوں روپے کے گرڈ سٹیشن بھی بنانا پڑتے لیکن صرف چند گرڈ سٹیشن بنائے گئے اور 1995ء کے بعد کوئی گرڈ سٹیشن بھی تعمیر نہ کیا گیا جس کی وجہ سے Line Losses آزاد کشمیر حکومت کے لئے نا قابل برداشت حد تک چلے گئے اور بجلی کی وولٹیج کم ہونے کی وجہ سے عوام کو مشکلات کا سامنا ہے اور حکومت آزاد کشمیر کی آمدن میں بھی کمی واقع ہوئی ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ آزاد کشمیر کا محکمہ برقیات اپنے صارفین کو پاکستان کے دیگر صوبوں سے مہنگی بجلی فراہم نہیں کر سکتا کیونکہ آزاد کشمیر کے عوام کی مخصوص جغرافیائی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آزاد کشمیر کے عوام پاکستان کے دیگر صوبوں سے عدم مساویانہ اور زائد نرخ قبول کر سکتے ہیں۔ آزاد کشمیر کی جغرافیائی ہیت صوبہ بلوچستان سے ملتی جلتی ہے اور آزاد کشمیر کا ٹیرف مقرر کرنے کے لئے صوبہ بلوچستان کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور اس کی بنیاد پر ٹیرف کا تعین کرنا قرین انصاف ہے۔ واپڈا جب پاکستان کے تمام صوبوں سے بلک ٹیرف (Bulk Tariff) کے بجائے عام صارف کے طور پر مقرر کردہ شرح نرخ کے مطابق واجبات وصول کرتا ہے تو آزاد کشمیر کے لئے یہ امتیازی سلوک کیوں؟ حالانکہ آزاد کشمیر کا خطہ حساس ترین دفاعی یونٹ ہے۔ اس کے بارے میں سوچ و فکر بالکل اس سے مختلف ہونی چاہئے جو ملک کے باقی صوبوں کے اندر ایسے مسائل کے بارے میں ہے، چہ جائیکہ آزاد کشمیر کے لوگوں سے امتیازی سلوک کیا جائے۔ باقی صوبوں کے ساتھ اس کی مساوات بھی قائم نہ رہنے دی جائے۔ واپڈا خود ایک سفید ہاتھی ہے۔ اور چیئرمین واپڈا سے لے کر میٹر ریڈر تک اربوں روپے کی بجلی سالانہ مفت استعمال کرتے ہیں لیکن آزاد کشمیر کے غریب عوام کے لئے وہ ایسی کارروائی کر رہے ہیں جس سے عام آدمی کا جینا مشکل ہو جائے گا۔

آزاد کشمیر کے لئے ٹیرف کے تعین کے لئے حکومتِ پاکستان کی سطح پر مختلف وقتوں میں فیصلے ہوتے رہے۔ حکومتِ آزاد کشمیر اس کے مطابق ادائیگی کرتی رہی، جون 1998ء میں نفع اور نقصان (No profit no loss) کی بنیاد پر بجلی کا نرخ 1.16 روپے فی یونٹ مقرر کیا گیا تھا۔ اس وقت اس بات کا بھی جائزہ لینے کا فیصلہ کیا گیا تھا کہ آزاد کشمیر کو ہائیڈل سرچارج کی وجہ سے 10 فیصد مزید چھوٹ دینے کی کارروائی کی جائے۔ یہ فیصلہ حکومتِ پاکستان کی کابینہ نے کیا تھا۔ وفاقی کابینہ نے بجلی کا ٹیرف (نرخ) انتہائی معقول بنیادوں پر آزاد کشمیر کے عوام کی قوتِ خرید اور معاشی اور سماجی حالت کے مطابق (No profit no loss) کی بنیاد پر طے کر دیا تھا مگر کابینہ کے فیصلہ کے برعکس واپڈا نے 1999ء میں یک طرفہ طور پر آزاد کشمیر کے لئے بجلی کا ٹیرف 1.16 روپے سے بڑھا کر 3.24 روپے کر دیا جس کا واپڈا مجاز نہ تھا۔ حکومت آزاد کشمیر نے اس پر زبانی اور تحریری احتجاج کیا جو ریکارڈ پر ہے مگر شنوائی نہ ہوئی بلکہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ 3.24 روپے میں سے 2.32 روپے فی یونٹ حکومت آزاد کشمیر ادا کرے گی جب کہ 98 پیسے حکومت پاکستان ادا کرے گی، اس عرصہ میں آزاد کشمیر کے لئے ریشنل بنیادوں پر بجلی کے ٹیرف کے تعین کیلئے کمیٹی قائم کی گئی لیکن واپڈا نے اس سے اتفاق نہ کیا اور بتدریج یک طرفہ طور پر ٹیرف میں اضافہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ فی یونٹ نرخ 1.16 روپے سے بڑھا کر 3.24 روپے، پھر 3.77 روپے اور مزید اضافہ 3.83 روپیہ اور مزید جنرل سیلز ٹیکس سمیت 4.21

روپے تک پہنچا دیا ہے جو پاکستان کے تمام صوبوں سے زیادہ ہے جس پر موجودہ تنازعہ چل رہا ہے۔اس شرح پر آزاد کشمیر کے عوام کے لئے بجلی خریدنا انتہائی مشکل ہے اور یہ ان کے ساتھ انتہائی زیادتی بلکہ ظلم ہے۔واپڈا نے نہ صرف آزاد کشمیر کے عوام کے ساتھ امتیازی اور غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ پالیسی اپنائی ہوئی ہے بلکہ حکومت پاکستان کو غلط اطلاعات بہم پہنچا کر گزشتہ تین سالوں میں آزاد کشمیر کے نام پر حکومت پاکستان اور کشمیر کونسل سے پانچ ارب روپے سے زائد رقم ہتھیا لی۔جب کہ آزاد کشمیر حکومت کے ذمہ کوئی رقم واجب الادا ہی نہیں تھی،حکومت آزاد کشمیر 1998ء تک بغیر کسی تنازعہ کے مقرر کردہ ٹیرف شرح کے مطابق تمام واجب الادا رقوم ادا کر چکی تھی اور پھر واپڈا نے دھونس دباؤ،دھاندلی اور غیر اخلاقی اور غیر قانونی طریقہ سے کشمیر کونسل سے آزاد کشمیر کے ترقیاتی وتعمیراتی منصوبوں کے لئے مختص رقم سے ایک ارب چالیس کروڑ روپے حاصل کئے پھر ستم ظریفی یہ ہے کہ آزاد کشمیر میں لوکل ایکسائز ٹیکسیشن کا محکمہ بھی جنرل سیلز ٹیکس لے رہا ہے جب کہ واپڈا بھی جنرل سیلز ٹیکس کو اپنے واجبات کے بل میں شامل کر رہا ہے۔اس طرح دوہری سطح پر تقریباً تیس فیصد مزید جنرل سیلز ٹیکس کی وصولی کا بوجھ براہ راست آزاد کشمیر کے عوام پر پڑ رہا ہے۔مگر اس کی تلافی کا کوئی اہتمام نہیں کیا جا رہا۔منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت آزاد کشمیر کے عوام کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ آزاد کشمیر کے خطہ کے لوگوں کو بجلی کی فراہمی میں خصوصی رعایت دی جائے گی اور ترجیح حاصل ہوگی مگر عملی صورتحال یہ ہے کہ صوبہ سرحد کو رائلٹی دینے کے لئے بھی آزاد کشمیر کے عوام سے 17 پیسے فی یونٹ کے حساب سے اضافی رقم وصول کی جا رہی ہے۔جب کہ آزاد کشمیر کو منگلا کی رائلٹی نہیں دی گئی جو اصول مساوات کے تحت آزاد کشمیر کو 1967ء سے واجب الادا ہے یہ رقم سالانہ 7 ارب روپے بنتی ہے خود حکومت پاکستان نے ہائیڈرل پالیسی کے تحت یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ جس صوبے سے بجلی پیدا ہوگی اس کی رائلٹی (بجلی اور پانی کے استعمال کا منافع) اس صوبے کو دی جائے گی۔ایک محتاط اندازے کے مطابق واپڈا اس وقت تک منگلا سے پیدا ہونے والی بجلی اور پانی کے استعمال سے 10 کھرب سے زائد روپے کا منافع سمیٹ چکا ہے مگر آزاد کشمیر کو اس کے ثمرات سے مستقلاً محروم رکھا جا رہا ہے اور یہ دلیل دی جا رہی ہے کہ چونکہ آزاد کشمیر پاکستان کے آئین کے تحت صوبہ نہیں ہے اس لئے اسے رائلٹی ادا نہیں کی جائے گی۔کیا ان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ آزاد کشمیر پاکستان کا آئینی حصہ نہ ہونے کے باوجود آزاد کشمیر کی دھرتی پر منگلا ڈیم کیسے بن سکتا ہے اور پچیس ارب روپے سالانہ اس سے نفع کیسے کمایا جا سکتا ہے اور اس پر آئین رکاوٹ نہیں بنتا؟ منگلا ڈیم کی آمدنی سے آزاد کشمیر کو نہ صرف اس جائز حصہ سے محروم رکھا جا رہا ہے بلکہ منگلا ڈیم میں پائے جانے والی مچھلی بھی میر پور کے لوگوں کے لئے شجر ممنوعہ ہے اور وہ مچھلی دینہ یا پاکستان کے دیگر شہروں سے لاتے ہیں۔اسی طرح میر پور اور بھمبر میں لاکھوں ایکڑ رقبہ منگلا ڈیم کے پانی سے سیراب ہو سکتا ہے لیکن آزاد کشمیر کے کھیتوں کا اس پانی پر کوئی حق نہیں ہے۔

آزاد کشمیر کے عوام کے ساتھ واپڈا کے ظلم وزیادتی اور بدترین سلوک کے سبب یہاں کا ہر صارف ماہ بہ ماہ جو بے تحاشا بل ادا کر رہا ہے اُس سے اس بے چارے کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔واپڈا کے ایسے ظالمانہ سلوک کے سبب آزاد کشمیر کے لوگ عاجز آ چکے ہیں۔اب تو نوبت یہاں تک پہنچ آئی ہے کہ میٹر ریڈر جب میٹر دیکھنے گھروں میں جاتا ہے تو اہل خانہ اسے دیکھتے ہی محکمہ برقیات کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں اور بہت سے ایسے واقعات سامنے آئے ہیں کہ میٹر ریڈر یا بل تقسیم کرنے والے اہل کار کو مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

آزاد کشمیر پاکستان کا قانونی وآئینی حصہ نہیں ہے۔نہ ہی پاکستان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس متنازعہ خطے کے لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں اپنے جبر کا نشانہ بنائے۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تحریک آزادی کشمیر کے بیس کیمپ کو مفت بجلی فراہم کی جاتی کیونکہ منگلا سے جو بجلی پیدا ہو رہی ہے یہ کشمیر کے دریاؤں کا ہی پانی ہے۔پاکستان کی 35 فیصد بجلی کی ضرورت پوری کرنے والا یہ ڈیم اگر آزاد کشمیر کے لوگوں کو بجلی کی سہولت بھی نہ دے سکے تو پھر بعید نہیں کہ واپڈا کے جبر کے ستائے ہوئے یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور اپنا حق بزور قوت چھین لیں۔

واحد اقبال بٹ

آزاد کشمیر کے عوام کی قربانیاں اور واپڈا کی ہٹ دھرمی

منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت میر پور کے عوام نے لازوال قربانی دی تھی۔ جس کی دوسری مثال پاکستان کے کسی دیگر صوبے نے پیش نہیں کی۔ کالا باغ ڈیم اور بھاشا ڈیم کی مثالیں سامنے ہیں۔ جہاں صرف نوشہرہ کا کچھ علاقہ زیر آب آتا ہے۔ جبکہ زیادہ تر زمین بنجر اور ویران ہے۔ لیکن اس کے باوجود محض چند لیڈروں کے بیانات اور تند و تیز انداز نے اتنے بڑے قومی منصوبوں کو روک رکھا ہے۔ حتیٰ کہ صوبہ سرحد کی ایک قد آور شخصیت نے بم باندھ کر کالا باغ ڈیم میں چھلانگ لگانے تک کی دھمکی دے دی تھی۔ دوسری جانب آزاد کشمیر کا ضلع میر پور کا پورا پرانا شہر اور میر پور کے عوام کے آباؤ اجداد کی قبریں آج بھی منگلا ڈیم میں زیر آب دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اس سے بڑی قربانی کوئی بھی قوم کیا دے سکتی ہے۔ لیکن منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت جو وعدے متاثرین سے کئے گئے تھے ان پر عملدرآمد نہ کرنے کی وجہ سے آج بھی ہزاروں متاثرین آباد نہ ہو سکے جو مختلف علاقوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ بے شمار کنبے اپنے وطن کیلئے قربانی کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ پاکستان کیلئے سب سے زیادہ زرمبادلہ فراہم کرنے والا یہ علاقہ ایک مرتبہ پھر واپڈا کی چھری کے نیچے آنے والا ہے۔ منگلا ڈیم توسیع کیلئے تیار ہونا اور ایک مرتبہ پھر اربوں روپے کی جائیداد اور ان سے بڑھ کر آباو اجداد کی قبروں کی ایک مرتبہ پھر قربانی کو چھوٹا معاملہ نہ سمجھا جانا چاہیے تھا کہ واپڈا نے بے جا اور ناجائز مطالبات کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ جن پر عملدرآمد کی کسی بھی کشمیری لیڈر میں جرات نہیں ہے۔ توانائی کی ضرورت اور پانی کی ضروریات کیلئے چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائے جا سکتے ہیں۔ اور منگلا ڈیم کی بھل صفائی سے بھی یہ مقاصد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بھل صفائی پر اخراجات بہت زیادہ ہوتے ہیں تو اس کا بہترین حل ہے۔ توسیع کیلئے واپڈا نے 53 ارب روپے مختص کئے ہیں۔ زائد اخراجات سے اگر بھل صفائی کی جاتی ہے تو میر پور کے باسی بھی مہیا کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ اس حوالے سے ایک اہم بات جو دورہ چکسواری کے دوران سامنے آئی، صحافی دوستوں میں سے ایک نے اس جانب توجہ دلائی کہ بیرون ملک مقیم ہمارے لوگ اپنے آباؤ اجداد کی قبروں پر حاضری دینے آتے ہیں۔ جنہوں نے امریکہ، برطانیہ میں بڑے بڑے کاروبار سیٹل کر لئے ہیں وہ محض اس لئے یہاں پراپرٹی بناتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد کی قبریں ان علاقوں میں ہیں اور وہاں وفات پانے والے اپنے پیاروں کو اپنی سرزمین میں مٹی دینے آتے ہیں۔ اگر ان کا یہ سلسلہ ہی واپڈا کی مہربانی سے ختم ہو جاتا ہے تو ان کو پھر پاکستان آنے کی یا پاکستان کو زرمبادلہ بھجوانے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے، وہ آخر کس مقصد کی خاطر واپس آنا پسند کریں گے۔ اور پھر طے شدہ معاہدے سے واپڈا کی طرف سے انحراف اور ناجائز مطالبات ہرگز قابل قبول نہیں۔ قبل ازیں بھی ٹیرف کا معاملہ آزاد حکومت اور واپڈا کے درمیان شدید اختلافات کا باعث بنا رہا، یہ کہاں کا اصول ہے کہ پاکستان کے چاروں صوبوں کو 2 روپے 23 پیسے یونٹ بجلی فراہم کی جائے اور آزاد کشمیر جس کے وسائل سے واپڈا فائدہ اٹھا رہا ہے اس خطہ سے 4 روپے 20 پیسے یونٹ کا مطالبہ کیا جائے اور پھر دھونس اور بدمعاشی کے انداز میں جس طرح براہ راست جموں و کشمیر کونسل کے فنڈ سے ڈیڑھ ارب روپے حاصل کر لینا انصاف کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔ اور حساس خطہ میں افراتفری پھیلانے کی سازش کے مترادف ہے۔ اور یہ گھناؤنا کھیل اسوقت کھیلا جا رہا ہے جب مسئلہ کشمیر پر پوری دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ اور بین الاقوامی دباؤ کے پیش نظر بھارت بھی مذاکرات کی میز پر آتا نظر آ رہا ہے۔ اور منگلا ڈیم کے معاملات پاکستانی عدالتوں میں لے جانے کے مطالبات حساس خطہ میں انتہائی خراب حالات پیدا کر دیں گے۔ اس لئے واپڈا کو اس وقت ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔ واپڈا کو ہٹ دھرمی سے روکنے اور نامناسب مطالبات کا صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم پاکستان میر ظفر اللہ جمالی کو نوٹس لینا چاہیے کیونکہ وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان کو اصولی موقف اپنانے کی وجہ سے آزاد کشمیر کی عوام سمیت تمام مکاتب فکر کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ ان حالات میں عوام کے حقوق کی خاطر صدر آزاد کشمیر سردار محمد انور خان کو وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان کی بھرپور تائید و حمایت کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ وقت ہے کہ آزاد کشمیر کے عوام کے حقوق کیلئے وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں۔ اس معاملہ پر سیاست کرنے کے بجائے اپوزیشن کو بھی بھرپور ساتھ دینا چاہیے۔

خبریں ۲ مئی ۲۰۰۳ء

واپڈا کے ساتھ آزاد کشمیر کے معاملات

سردار علی شان

گزشتہ دنوں اسلام آباد میں منگلا ڈیم کی توسیع کے منصوبہ کیلئے معاہدہ پر دستخط کی تقریب ملتوی ہوگئی۔ اس سلسلہ میں آزاد کشمیر کے ذمہ دار آفیسران سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے ان بنیادی معاملات کی نشاندہی کی ہے جن کے حل کے بغیر معاہدہ پر دستخط نہیں کئے جاسکتے۔ ان میں سے سب سے بنیادی مسئلہ بجلی کے ٹیرف کا ہے۔ جو آزاد کشمیر حکومت کی مسلسل دو سال کی کوشش کے باوجود ابھی تک حل نہیں ہوسکا۔

منگلا ڈیم کی توسیع پر حکومت پاکستان سے مذاکرات شروع ہونے سے پہلے حکومتِ آزاد کشمیر نے متعدد خطوط اور میٹنگ ہاء میں صدر پاکستان سے آزاد کشمیر کیلئے غیر مساویانہ ٹیرف کا معاملہ اٹھایا گیا۔ اور منگلا ڈیم کے سلسلہ میں ہر میٹنگ میں آزاد حکومت نے 1967ء کے معاہدے کے تحت Bulk ٹیرف کے بجائے آزاد کشمیر میں صارفین کے لحاظ سے نرخ مقرر کرنے کا معاملہ اٹھایا تا کہ آزاد کشمیر کے صارفین سے پاکستان کے باقی صوبوں کے صارفین کے مساوی بجلی کے نرخ وصول کئے جاسکیں۔ کیونکہ 1967ء کے معاہدہ تعمیر منگلا ڈیم میں آزاد کشمیر کے لوگوں سے پاکستان کے مساوی بجلی کا ٹیرف وصول کرنے کا معاہدہ ہوا تھا۔ 26 ستمبر 2002ء کو صدر پاکستان کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں سیکرٹری امور کشمیر نے بریفنگ دی۔ اس بریفنگ کے صفحہ 34 میں آزاد کشمیر کے صارفین کیلئے پاکستان کے صوبوں میں گھریلو صارفین کے مساوی ریٹ مقرر کرنے کا فیصلہ ہوا۔ بریفنگ میں کہا گیا کہ

Recommendations for future tariff assesment and electricity distribution in A.K. Wapda should adopt consumption patern of AJK for determining the electricity tariff for AJK.

اس فیصلہ سے آزاد کشمیر میں Bulk ٹیرف کا مسئلہ حل ہو جاتا لیکن وزارتِ امور کشمیر نے اس اجلاس کی جو روئیداد، صدر پاکستان سے منظور کروا کر جاری کی اس میں سے اس فیصلے والا صفحہ غائب کر دیا جس پر فوری طور پر آزاد کشمیر حکومت نے وزارتِ امور کشمیر سے احتجاج کیا، بریفنگ کے ان سب صفحات کو فیصلے کی شکل دی گئی لیکن آزاد کشمیر کے لوگوں کے حق میں جو بات تھی اسے روئیداد اجلاس میں شامل نہیں کیا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ سارے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ آزاد کشمیر حکومت بجلی کے ٹیرف کے سلسلہ میں رعایت طلب نہیں کر رہی ہے بلکہ اس کا صرف یہ مطالبہ ہے کہ آزاد کشمیر میں وہ ٹیرف لاگو کیا جائے جو موضع شیر پاؤ اور ڈیرہ جمالی میں لاگو ہے۔ آزاد کشمیر میں 90 فیصد بجلی کے گھریلو صارف ہیں جن سے آزاد کشمیر حکومت، پاکستان میں لاگو نرخ کے برابر بل وصول کر رہی ہے لیکن واپڈا نے آزاد کشمیر کیلئے بلک ٹیرف 4 روپے 35 پیسے فی یونٹ مقرر کیا ہوا ہے۔ جو پاکستان میں گھریلو صارفین سے تقریباً دو گنا ہے۔ آزاد کشمیر میں گھریلو صارفین جنکی اکثریت غریب اور دور دراز پہاڑی اور بارڈر ایریاز پر رہتے ہیں جہاں سینکڑوں لوگ ہندوستانی فائرنگ سے شہید ہوتے ہیں، ان پر بلک ٹیرف لاگو کرنا انتہائی زیادتی کی بات ہے، بلک ٹیرف پورے پاکستان میں چند بڑی پوش رہائشی سکیموں یا خصوصی اداروں پر لاگو کیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں 90 فیصد صارفین گھریلو صارف ہوں ان پر Bulk ٹیرف لاگو کرنا کسی صورت میں منصفانہ بات نہیں ہے۔

پاکستان میں واپڈا انفراسٹرکچر کے علاوہ ملازمین اور بجلی کی Maintenance پر اربوں روپے خرچ کرتا ہے جبکہ آزاد کشمیر میں یہ سارے اخراجات حکومت آزاد کشمیر برداشت کرتی ہے۔ اسی طرح دوسرا اہم معاملہ اس ڈیڑھ ارب روپے کا ہے جو آزاد کشمیر میں بجلی کے بقایا کے نام پر کشمیر کونسل نے واپڈا کو ادا کیے ہیں، آزاد کشمیر حکومت کا موقف ہے کہ نیپرا (Nepra) یا واپڈا کو آزاد کشمیر کیلئے ٹیرف مقرر کرنے کا اختیار نہیں ہے، آزاد کشمیر کیلئے بجلی کا ٹیرف ہمیشہ حکومت پاکستان مقرر کرتی رہی ہے لیکن واپڈا نے کبھی بھی حکومتِ پاکستان کے فیصلہ کو تسلیم نہ کیا اور یکطرفہ طور پر خود نرخ مقرر کر کے بقایا جات کے بہانے حکومتِ پاکستان اور کشمیر کونسل سے اب تک اربوں روپے وصول کر لئے ہیں۔ اس طرح یہ ڈیڑھ ارب روپے آزاد کشمیر کے نام واپڈا نے بلا جواز وصول کئے کچھ عرصہ پہلے ایک میٹنگ کے دوران سابق وزیر امور کشمیر نے فیصلہ کیا کہ واپڈا اور حکومت آزاد کشمیر دونوں اپنے اپنے کلیم

معاف کردیں۔ لیکن اس فیصلہ کے ایک ہفتہ بعد آزاد کشمیر حکومت سے وہ زائد ادا شدہ ڈیڑھ ارب روپے طلب کرنا شروع کر دیئے جو انہوں نے واپڈا کو ادا کئے تھے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف حکومت آزاد کشمیر وہ ڈیڑھ ارب روپے جو واجب الادا نہیں تھے وہ واپڈا کو معاف کر دے اور دوسری طرف وہی ڈیڑھ ارب روپے اپنے بجٹ سے کشمیر کونسل کو ادا کرے۔ یہ کس جرم کی سزا ہے؟ آزاد حکومت یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ آزاد کشمیر حکومت کا بجٹ اس کا متحمل ہوگا؟ جبکہ آزاد کشمیر حکومت کے محکمہ مالیات اور برقیات کا موقف ہے کہ ہمارے ذمہ واپڈا کی کوئی رقم واجب الادا نہیں ہے۔ اس پر صدر پاکستان نے وزیر داخلہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی جو دونوں فریقین کے کلیم کا جائزہ لے گی کہ ادائیگی کی صحیح صورتحال کیا ہے۔ صدر پاکستان کے اس فیصلہ کو چھ ماہ سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن ابھی تک اس کمیٹی کا اجلاس نہ ہوسکا ہے جس سے آزاد کشمیر کی آواز صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ واپڈا آزاد کشمیر کے ساتھ غیر مساویانہ اور غیر منصفانہ سلوک کر کے کس کی خدمت کر رہا ہے؟

واپڈا کی جانب سے زیادتی کی اس سے بڑی مثال کیا ہو گی کہ جاگراں ہائیڈل پراجیکٹ جو آزاد کشمیر میں بجلی پیدا کرنے کا سٹیشن ہے وہاں سے بجلی نیشنل گرڈ سٹیشن پر جاتی ہے۔ واپڈا کا اصرار ہے کہ آزاد کشمیر جو بجلی پیدا کر رہا ہے اس کا نرخ ایک روپیہ چالیس پیسے فی یونٹ آزاد کشمیر کو ادا کیا جائے گا۔ لیکن وہی بجلی نیشنل گرڈ سے جب آزاد کشمیر میں واپس آتی ہے واپڈا آزاد کشمیر سے 4 روپے 35 پیسے فی یونٹ کے حساب سے ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ کوئی نسخہ ہے کہ واپڈا کا ضمیر خود جاگ جائے یا اس ناانصافی کو روکنے والا کوئی دست قضا حرکت میں آئے۔ فا اعتبرو یااولی الابصار۔

روزنامہ پاکستان ۲۳ اپریل ۲۰۰۳ء



آزاد کشمیر اور واپڈا

کئی روز سے مظفر آباد اور میر پور سے فون آ رہے تھے کہ واپڈا جو نظر کرم آزاد کشمیر پر کر رہا ہے، اس کی طرف توجہ کریں۔ اب اخبارات میں یہ سرخیاں پڑھنے کو ملی ہیں کہ آج کل میں واپڈا کی طرف سے آزاد کشمیر کے وہ کنکشن کاٹ دیئے جائیں گے جو ڈیفالٹ میں چلے گئے ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ میں محترم کرنل سفیر تارڑ صاحب کو واپڈا کے پبلک ریلیشنز میں فون کرتا وہ مجھے چیئرمین ممبر فنانس، ممبر پاور یا درجہ بدرجہ کسی موزوں اہلکار سے ملوا دیتے اور میرے سامنے واپڈا کی چارج شیٹ رکھ دیتے جس سے پتہ چلتا کہ یہ سارا جھگڑا کیا ہے۔ واپڈا نے آزاد کشمیر کے کس محکمے سے کیا لینا ہے اور یہ محکمے اپنے بل کب سے اور کیوں ادا نہیں کر رہے۔ دوسری طرف مجھے آزاد کشمیر والوں سے بھی پوچھنا چاہیے تھا کہ آپ کے ڈیفالٹ ہونیکی مجبوری یا وجہ کیا ہے۔ وہ لوگ جن عدالتی اور حکومتی فیصلوں کا حوالہ دیتے ہیں، انکے متن ملاحظہ کرتا اور پھر فریقین کی پوزیشن کو دیکھتے ہوئے غیر جانبدارانہ انداز میں تبصرہ کر دیتا۔

لیکن معاف کیجئے یہاں مسئلہ کا ایک فریق آزاد کشمیر ہوگا۔ تو میرے لیے غیر جانبدار رہنا ممکن نہیں۔ ہم آزاد کشمیر کے احسانات کو کیوں بھول رہے ہیں اور محض اپنی تجوریوں کو بھرنے اور بہی کھاتوں کے ریکارڈ کو درست رکھنے کے لیے اس خطے کے احسانات کو پس پشت ڈالنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔

میں نہیں کہتا کہ منگلا ڈیم کیلئے جگہ دینا آزاد کشمیر والوں کا احسان ہے، میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کو کروڑوں مکعب فٹ پانی تلے ڈوبتے برداشت کرنا مظفر آباد والوں کا احسان ہے، میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میر پور اور اسکی نواحی بستیوں کو منگلا ڈیم نے ہڑپ کر لیا تو یہ کوئی مظفر آباد والوں کا بڑا احسان ہے۔ میں تو آزاد کشمیر کا صرف ایک احسان مانتا ہوں کہ یہ پاکستان کی فصیل ہے۔

کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ کنٹرول لائن پر بھارتی توپوں کی گولہ باری سے آزاد کشمیر کے معصوم عوام کے جسموں کے چیتھڑے نہیں اڑتے، کسی کھیت میں کام کرتے ہوئے نوجوان جام شہادت نوش نہیں کرنا پڑتا، کسی پہاڑی کی اوٹ میں چرواہے کا پورا گلہ برباد نہیں ہو جاتا، کسی سکول سے واپس آتے ہوئے معصوم طالب علم کا لاشہ نہیں تڑپتا اور کسی گھر میں کام کرنے والی خاتون کی بوٹیاں نہیں بنتی۔

آزاد کشمیر ہر روز پاکستان کے دفاع میں خون کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔ آزاد کشمیر کا ایک بازو نصف صدی سے شل ہے۔ بھارتی فوجیں بوٹوں تلے روند رہی ہیں۔ کھیتیاں اجڑ رہی ہیں، بستیاں مسمار کی جا رہی ہیں، مسجدیں زمین بوس ہو رہی ہیں، مزاروں کو آگ لگائی جا رہی ہے، دکانیں لوٹی جا رہی ہیں، کشمیری عوام کو بے رحمی سے شہید کیا جا رہا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کی دھرتی پر 80 ہزار سے زائد ابھرنے والی قبروں کا لامتناہی سلسلہ پاکستان کے تحفظ کا زندہ اور روشن نشان ہے۔ ان قبروں میں وہ نوجوان اور بزرگ کشمیری محو خواب ہیں جنہوں نے اپنا آج ہمارے آج اور کل کے لیے قربان کر دیا، وہ شہادت پا کر حیات جاودانی سے ہمکنار ہو گئے اور پاکستان کو خدا کے فضل سے حیات جاودانی سے ہمکنار کر گئے۔ کشمیری شہیدوں کی قبریں پاکستان کے لیے سیسہ پلائی دیوار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

آزاد کشمیر کے عوام کے لیے جو پہلے دن سے سختیوں کا شکار ہیں، ابتلا اور آزمائش سے گزر رہے ہیں، اور مقبوضہ کشمیر کے غیور، جری، دلیر اور سرفروش عوام کے لیے جنہوں نے گھر بار، کھیت کھلیان، دفتر، دکان، مسجد، مزار، عزت، عصمت، عفت، اور جان تک نذرانہ پیش کیا، ہم ان کے قدموں کے خاک کی برابر نہیں۔ پاکستان کی زندگی ان کی قربانیوں کے طفیل ہے اور پاکستان لاکھ کوشش کرے، ان کے احسانات کا بدلہ اتار سکتا ہے نہ انہیں فراموش کر سکتا ہے، نہ انہیں پس پشت ڈال سکتا ہے۔ کشمیری سرفروشوں کے اس خطے پر واپڈا کی بجلی تو کیا ہماری جانیں بھی قربان ہو جائیں تو ان کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

اسلئے تو میں نے واپڈا سے یا مظفر آباد کی انتظامیہ سے حساب کتاب اور بیلنس شیٹ لینا ضروری نہیں سمجھا۔ جان کی قربانی اور عفت مآب کشمیری ماؤں، بہنوں کی عزت کی قربانی واپڈا کے بڑے سے بڑے بل پر حاوی ہے۔ واپڈا کے بلوں کا پچاس سال پر پھیلی ہوئی خون کی طغیانی سے کیا مقابلہ!! کیا موازنہ!!

وہ کوئی بدبخت ہوگا جو آزاد کشمیر کے لیے ایسی سوچ رکھے گا۔ یہ تو ہمارے محسن ہیں، ہماری سلامتی کے ضامن ہیں، ہمارے تحفظ کی علامت ہیں۔ وہ بھارتی استبداد کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بھارت کی سات لاکھ فوج کو الجھا رکھا ہے۔ کشمیری کھڑے نہیں ہوتے تو بھارت کی یہ سات لاکھ فوج پتہ نہیں کب، خدانخواستہ، پاکستان سے سارے حساب چکا چکی ہوتی۔ شہیدوں کی اس سرزمین جنت نشان سے واپڈا حساب کتاب چکانے سے باز رہے تو بہتر ہوگا!!!

روزنامہ خبریں

شعر و ادب

نظمیں

غزلیں

کہانیاں

افسانے

لمحہ لمحہ جھیل کے گہرے پانی میں
اک زندہ تہذیب کا منظر ڈوب رہا ہے

معصوم حسین زندہ

منگلا کا چاند

کلیم اختر
(مرحوم)



اُس شام جب میں دفتر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسعود دفتر چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ اس کے یوں خاموشی سے چلے جانے پر ہم سب مضطرب بھی ہوئے اور حیران بھی......اور حیران بھی کیوں نہ ہوتے جبکہ اُس کی دوستی، سب کے ساتھ بڑی پُرخلوص تھی......اور وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ انسان ہی کیا جو دوسروں کے کام نہ آئے...... یہ بات وہ اتنی بے ساختگی اور سادگی سے کہتا کہ اس کے جذبات اور احساسات ایک نور کی مانند اس کے چہرے پر پھیل جاتے......!

ہمارے دفتر میں صرف احمد ہی ایک ایسا فرد تھا جس کو مسعود سے کچھ شکایت رہتی تھی کیونکہ مسعود ہر وقت احمد کو اپنی پُر لطف باتوں کا ہدف بنائے رکھتا اور احمد اس کی فقرہ بازی سے تنگ آ کر مسعود کو گالیاں بکنا شروع کر دیتا اور مسٹر ٹاٹ سے شکایت کرنے کی دھمکی دیتا۔

مگر یہ عجیب بات ہے کہ ان تین سالوں میں نہ تو مسعود باز آیا اور نہ ہی احمد نے مسٹر ٹاٹ سے اس کی شکایت کی۔ یوں یہ کیف آفرین سلسلہ جاری و ساری رہا......! اصل بات یہ تھی کہ احمد کو مسعود کی کسی کمزوری کا پتہ چل گیا تھا اور جب مسعود دفتر میں خوب چہک رہا ہوتا تو احمد مسعود کو تنگ کرنے کے لئے کوئی شوشہ چھوڑ دیتا۔ بس پھر یہ ہوتا کہ مسعود فقرہ بازی پر اتر آتا اور احمد گالیوں پر......اس نوک جھونک سے ہم سب محظوظ ہوتے۔

بہر نوع مسعود کے چلے جانے کا سب کو قلق تھا۔ خاص طور پر کینٹین والا بابا تو بہت ہی اداس و ملول نظر آ رہا تھا......وہ آج کئی بار کمرے میں چائے دینے کے بہانے آیا اور مسعود کی خالی کرسی دیکھ کر چلا جاتا حالانکہ اس سے پیشتر چائے اس کے ملازم لے کر آتے تھے۔

بابا کو مسعود سے بہت لگاؤ تھا۔ دونوں اکثر آپس میں بیٹھے باتیں کرتے رہتے......اور جب کوئی اُن سے کہتا کہ راز و نیاز ہو رہے ہیں'' تو دونوں مسکرا دیتے......اور بابا کہتا ''بابو جی میرا ہم وطن جو ہوا...... بڑا سندر ہے، بڑا مخلص ہے''۔

مسعود بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں کا مالک تھا......اور مجھے یاد ہے کہ اس سے کسی کو کبھی کوئی دُکھ نہیں پہنچا۔ وہ احمد کو بہت چاہتا تھا۔ اور جب اُسے محسوس ہوتا کہ آج احمد سے کچھ زیادتی ہو گئی ہے تو وہ اُس سے معذرت بھی کرتا اور اسے بہلانے کی سعی کرتا...... میں اکثر سوچتا کہ مسعود اس دنیا کا باسی نہیں۔ کسی اور جہاں کا مکین ہے۔ میں اس کی شخصیت سے متاثر تھا......ہاں ایک بات اس کے کردار کی یہ تھی کہ کئی بار بیٹھا بیٹھا اُداس ہو جاتا اور پہروں خاموش رہتا...... ہم سب کو اس کی اس عادت کا پتہ چل گیا تھا۔ مگر مصیبت یہ تھی کہ وہ کسی سے بھی اپنی بات نہ کہتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اُس کا دل بحرِ قلزم ہے۔ جس میں غم کے ہر سفینہ کو وہ غرق کر لیتا ہے...... جس روز مسعود اُداس ہوتا تو احمد اُسے چھیڑنے کی کوشش کرتا اور کہتا...... ''کہاں کھو گئے ہو...... میرے چاند...... بولتے کیوں نہیں...... کس کو یاد کر رہے ہو......''۔

مگر آج تو احمد بھی اُداس اور پریشان تھا۔ اُسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا ہے۔ اور کہہ رہا تھا کہ بابا کو اس کے گاؤں کا پتہ معلوم ہوگا۔ وہاں سے پتہ کرتے کہ وہ کیوں شہر چھوڑ کر واپس چلا گیا ہے...... سچی بات تو یہ ہیکہ اس کے یوں چلے جانے اور دفتر چھوڑنے کا سب سے زیادہ دُکھ خود مجھے تھا۔ گو وہ مجھ سے جونیئر تھا، مگر میرا دوست تھا...... وہ مجھے بھی بے اختیار یاد آ رہا تھا...... آج اس کے چلے جانے سے دفتر میں اُداسی تھی...... ویرانی تھی...... گو ہر چیز معمول کے مطابق چل رہی تھی......اس کے دفتر میں پہلے دن آنے کے لمحات سے لے کر جانے تک کے تمام شب و روز میری نظروں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ شروع شروع میں وہ ایک خاموش نوجوان کی طرح آتا اور اپنا کام کر کے چلا جاتا...... نہ کسی سے زیادہ بات کرتا اور نہ ہی کسی کے معاملہ میں دخل در معقولات کی کوشش کرتا...... اس کا رویہ اور انداز ہر ایک سے دوستانہ تھا۔ جس کے باعث سب اس کے گرویدہ ہو گئے تھے...... یہاں تک کہ سگریٹ وغیرہ نہ پینے کے باوجود دفتر کی اینگلو پاکستانی لڑکیوں کے لئے سگریٹ تک لے آتا...... خاص طور پر چرس والے سگریٹ بھی......اور جب میں اس کی اس حرکت پر پوچھتا تو کہتا...... کلیم صاحب! آپ نہیں جانتے یہ بہت دُکھی عورتیں ہوتی ہیں ان کا کوئی بھی نہیں بنتا...... محنت کرتی ہیں......اور اپنے غم کو دھوئیں میں غلطاں کو دیتی ہیں...... غم بری بلا ہے!

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بہار کے شگوفوں کی مانند کھلتا چلا گیا...... وہ خوبصورت تھا۔ اکثر سفید کپڑے پہنتا۔ اس کے بال بے ترتیب رہتے اور جب کسی خاص مسئلہ پر بات کرتا تو ایسے لگتا جیسے دور پہاڑوں سے آبشار گر رہی ہے۔

جب وہ ہمارے دفتر میں ملازمت کے لئے آیا تھا تو اُسے رات کی شفٹ میں لگایا گیا، جسے اُس نے بخوشی قبول کر لیا تھا۔ مگر چند دنوں بعد ہی اُداس ہو کر ڈیوٹی سے گھبرا گیا اور نیند پر قابو نہ پا سکا...... یہ ایک امریکن فرم کا دفتر تھا۔ جس میں ہم سب کام کرتے تھے۔ اور شب و روز تین شفٹیں تھیں۔ دفتر کا بہت سا عملہ امریکن تھا۔ کچھ اینگلو پاکستانی لوگ تھے اور کچھ ہم پاکستانی...... کسی کو کسی سے کوئی غرض نہ تھی۔ البتہ ہم لوگ جو رات کی شفٹ میں کام کرتے تھے ایک دوسرے سے مانوس تھے۔ اس شفٹ کا نام گریویارڈ (Graveyard) تھا، یعنی قبرستان۔ ہمارے امریکن آفیسر نے اپنی اینگلو پاکستانی سٹینو گرافر سے پیمانِ وفا باندھ رکھا تھا۔ اور وہ اکثر رات کے کسی نہ کسی حصہ میں اسے ساتھ لئے دفتر آ جاتا تھا۔

جن دنوں مسعود ملازم ہوا، میں رات کی شفٹ کا انچارج تھا۔ میرے ذمے رات کے عملہ سے کام کرا کے صبح کی شفٹ کے انچارج کے سپرد کرنا ہوتا تھا۔ ایک بات جس کا ہمیں کبھی اندازہ نہ ہو سکا، وہ مسٹر ٹاٹ کی آمد ہوتی تھی۔ کبھی وہ رات کو دو بار آ نکلتا تھا...... کبھی تین بار اور کبھی آتا ہی نہیں تھا چنانچہ ہم ہر وقت چوکنے اور ہوشیار رہتے۔ شب بیداری ہماری عادت بن چکی تھی۔ چونکہ مسعود کو ملازم ہوئے چند دن ہی ہوئے تھے اور وہ رات کو جاگنے کا عادی نہ تھا اس لئے ایک شب نیند نے غلبہ کیا کہ وہ کام کرتا کرتا اپنی میز پر ہی سو گیا۔ اور کرنا خدا کا کیا ہوا کہ اُسی وقت مسٹر ٹاٹ بھی چپکے سے آ دھمکے۔ جنہوں نے مسعود کو پکڑ لیا اور کہا...... صبح اکاؤنٹنٹ سے اپنی تنخواہ لے لینا''۔ اور یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ مسعود کچھ بھی نہ سمجھ سکا...... مگر ہمارے لئے مسٹر ٹاٹ کا یہ حکم کوئی نیا اور انوکھا نہ تھا۔ یہ تو ہمارے دفتر کا روزمرہ کا معمول تھا۔ کوئی سروس رولز...... یا قانون...... یا داد یا فریاد نہ تھی...... بس خرید و (Hire) اور نکالو (Fire) دو لفظ تھے...... جب کوئی ملازم (Fire) فائر ہو جاتا تو صبح بیسوں پڑھے لکھے نوجوان Hire ہونے کے لئے آ جاتے...... اس شب مسعود بھی اُسی Fire کا شکار ہو گیا تھا...... اس نے کھڑکی سے باہر کی سمت دیکھا۔ جہاں ہر سو تاریکی اور خاموشی محیط تھی یا نہر کے کنارے اُگے ہوئے لانبے لانبے درخت خزاں کی بے مہری کا ماتم کر رہے تھے۔ اور میں مسعود کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ سوچ رہا تھا کہ اس اندھیرے میں کہاں جائے؟

اپنی برطرفی کا حکم سننے کے بعد بھی وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ دفتر میں وہ کسی سے زیادہ مانوس نہ تھا۔ ان سب دنوں میں وہ ایک خاموش کارکن کی طرح کام کرتا رہا۔ اس کے سانحہ سے کسی کو کوئی افسوس نہ تھا۔ بلکہ دفتر کے امریکن اور اینگلو پاکستانی لڑکے اُس کی طرف منہ کر کے...... ''Payday''...... ''Today'' کے راگ الاپنے لگے تھے۔ مجھے ان کی اس حرکت پر غصہ آ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اُنہیں اس بے محل نغمہ طرازی پر ٹوکا...... اور اُٹھ کر مسعود کے پاس گیا اور کہا کہ وہ کینٹین میں جا کر آرام کرے۔ مگر وہ خاموش رہا اور صبح تک کمرے میں بیٹھا، دیوار پر لگی قائدِ اعظمؒ کی تصویر کو دیکھتا رہا...... اور جب شفٹ ختم ہوئی تو اکاؤنٹنٹ کے دفتر کی جانب جانے کی بجائے بس سٹاپ کی طرف چل پڑا۔

مجھ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ اور نہ معلوم کیوں میں اُس کا تعاقب کر کے بس سٹاپ سے واپس دفتر ساتھ لے آیا...... وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلا آیا...... ہم دونوں کینٹین میں جا بیٹھے...... میں نے اُسے مشورہ دیا کہ وہ تھوڑا اور انتظار کرے اور جب تک پراجیکٹ ڈائریکٹر نہیں آتے یہاں سے نہ جائے۔ میں اُن سے بات کروں گا۔ اور ملازمت سے برطرفی کی بجائے صبح یا دوپہر کی شفٹ میں تبدیل کرانے کی کوشش کروں گا......

مجھے یقین تھا کہ مسٹر ٹاٹ پراجیکٹ ڈائریکٹر کی بات مان لیں گے۔ وہ ایک شریف النفس انسان تھے اور پھر جب سے ان کی جواں سال بچی حادثے کا شکار ہوئی تھی۔ وہ اور بھی زیادہ نرم دل ہو گئے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں نے مسعود سے یہ بات کہی تو اس کی آنکھوں میں شبنم کے قطروں کی مانند موتی چھلک پڑے تھے۔ اور اس نے مجھے آہستہ سے کہا:

''کلیم صاحب! نوکری ختم ہونے کا کوئی غم نہیں، بات یہ ہے کہ میں گھر واپس نہیں جانا چاہتا۔ میں بڑی امیدیں لیکر دور دیس سے آیا تھا۔ سپنوں کے محل بنائے تھے...... جو سب ٹوٹ رہے ہیں۔ اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں، اور کہاں جاؤں''۔

میں نے اُسے ہر طرح سے تسلی دی اور سمجھایا کہ ہر مشکل کے بعد آسانیاں آ جاتی ہیں۔ ہر نشیب کے بعد فراز ہے۔ ہر شب کے بعد سحر ہے۔ حوصلہ نہ ہارو۔ مگر یہ بتاؤ کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو......؟

میرے اس سوال کے جواب میں مجھے اچھی طرح یاد پڑتا ہے کہ اس نے بڑی سادگی سے کہا تھا کہ بہت دور سے..... پہاڑوں میں گھری ہوئی چھوٹی سی وادی میں ہمارا گھر ہے۔ دریا کے کنارے، پھر وہ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا تھا۔ اِس اجنبی شہر میں میرا کوئی نہیں ہے۔ البتہ کلاس فیلو ہیں جن کو میں نہیں ملا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میں اس حالت میں اُنہیں ملنا بھی نہیں چاہتا۔ آپ جانتے ہیں کہ مصیبت کے وقت کون کسی کا ہوتا ہے۔ پھر کسی کو اپنا دُکھ سنانے کا کیا فائدہ؟

مسعود نے یہ بات اتنی سچی کہی تھی..... کہ میں کچھ نہ کہہ سکا..... بہر حال ہمدردی کا جذبہ میرے دل میں اُبھر آیا تھا۔ اور مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ مسعود کا زخم میرے دل میں لگا ہوا ہے..... یہ بات کسی حد تک درست بھی تھی۔ میرے آباؤ اجداد بھی تو انہیں پہاڑوں کے پیچھے کی سمت ایک وادی سے آئے تھے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے تھے..... میں اور مسعود ایک ہی دھرتی کے بیٹے تھے۔ ایک ہی گلستان کے پھول تھے۔ زخمی اور اُداس.....!

میں ابھی خیالوں میں گم تھا کہ معاً میری نظریں کینٹین کے بابا پر جا پڑیں جو ہماری باتوں کو غور سے سن رہا تھا..... یہ سن رسیدہ بوڑھا صوم وصلوٰۃ کا پابند اور نہایت ہی دیانتدار انسان ہونے کے علاوہ ماہر ستارہ شناس بھی تھا۔ اور جب کبھی لہر میں آتا تو ہم سب کے ہاتھ دیکھتا اور باتیں بتاتا..... یہ اس کا فارغ وقت کا مشغلہ تھا۔

''اُس نے جب مسعود کے بارے میں سنا تو مجھے کہنے لگا''۔

''صاحب ان کے لئے ضرور کوشش کیجئے''۔

مسعود سر جھکائے بابا کی باتیں سنتا رہا..... مگر زبان سے کچھ نہ بولا۔

اس اثناء میں پراجیکٹ ڈائریکٹر آ گئے..... اتفاق سے مسٹر ٹاٹ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ میں نے رات کی شفٹ کی رپورٹ کی کارگزاری پیش کی۔ دونوں باس موڈ میں تھے۔ میں نے کام سے فارغ ہونے کے بعد مسعود کا قصہ چھیڑ دیا۔ اور کرنا خدا کا کیا ہوا کہ تیر عین نشانہ پر بیٹھا۔ اور مسٹر ٹاٹ نے پائپ نکالتے ہوئے کہا:

''ٹھیک ہے۔ فائر سلپ پھاڑ دو''۔ **O.K. Destroy the Fire Slip.**

''میں خوشی خوشی مسعود کے پاس کینٹین میں پہنچا جو اس وقت اخبار پڑھ رہا تھا۔ میں نے اُس کے ہاتھ سے اخبار چھینا اور خوشخبری سنا دی..... مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آ جائے..... میں نے مسعود سے کہا کہ میں چند دنوں میں کوشش کر کے اس کی تبدیلی صبح کی شفٹ میں کرا دوں گا..... مگر اس نے کہا نہیں میں آپ کے ساتھ ہی کام کروں گا۔ میں ساری رات جاگوں گا..... اپنا کام خوش اسلوبی سے کروں گا۔ صبح ہونے تک..... میں ویسے بھی اپنی زندگی میں کسی آنے والی خوشگوار صبح کا متلاشی ہوں''۔

میں مسعود کے ان جذبات اور احساسات کی قدر کیے بغیر نہ رہ سکا۔ دفتر میں میرا کام ختم ہو چکا تھا اور اب میں نے گھر جا کر آرام کرنا تھا۔ اور سہ پہر کو ریحانہ کے ہاں بھی جانا تھا..... اس لئے میں نے مسعود سے پوچھا تمہیں کہاں چھوڑتا جاؤں..... میرے اس سوال پر وہ کچھ پریشان سا ہوا..... اور کہنے لگا۔ ''نہیں آپ جائیں میں یہیں رہوں گا''۔

''یہیں رہوں گا..... کیا مطلب''؟ میں نے کہا۔

''مجھے یہ فضا پسند آ گئی ہے۔ نہر کے کنارے..... میں تو ہر صبح یہاں آتا ہوں''۔

''خیر..... آج میرے ساتھ چلو''..... پھر میں اُسے گھر لے آیا..... جہاں ہم دونوں دوپہر تک سوئے رہے۔ سہ پہر کو تیار ہو کر جب میں ریحانہ سے ملنے جانے لگا تو سوچا مسعود کو بھی ساتھ لیتا جاؤں''!

میں نے راستے میں اسے بتایا کہ ریحانہ میری منگیتر ہے۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں..... مسعود نے اُس روز مجھے بہت سے خوبصورت شعر سنائے..... اور میرا یہ احساس قوی ہو گیا کہ ہم دونوں گویا مدتوں کے بچھڑے ہوئے ملے ہیں۔

اس نے مجھے کہا کہ جب آپ کی شادی ہو جائے گی تو میں آپ دونوں کو اپنے گاؤں لے چلوں گا۔ پہاڑوں کی سیر کراؤں گا۔ قدرت کے دلفریب نظارے دکھاؤں گا..... مسعود اور میں دوست بن چکے تھے۔ میں اکثر اپنی باتیں اس سے کہتا۔ اور بعض معاملات میں اس سے مشورے بھی لیتا اور جب کبھی ریحانہ روٹھ جاتی تو مسعود سے میں خط لکھواتا۔ وہ رومانی خط خوبصورت لکھتا اور کہتا..... ''کلیم صاحب! اپنی یہ حسرت ہے کہ میں بھی کسی محبوبہ کو خط لکھوں''۔ اور یہ بات کہہ کر وہ زور سے قہقہہ لگاتا۔

مسعود میرا ہم عمر تھا۔ ہمارے دفتر کا ماحول آزاد تھا۔ فضا بھی رومان پرور تھی۔ امریکن اور اینگلو پاکستانی سٹاف کا دوسروں کو بھی ''رنگ'' چڑھ گیا تھا..... بوائے

فرینڈ.....اور گرل فرینڈ.....عام الفاظ تھے.....ادھر باہر ملک میں پاک امریکہ دوستی، اپنی معراج پر تھی.....آج جب وہ دفتر میں نہیں آیا تو سیکشن ایک ویرانہ معلوم ہو رہا تھا.....سبھی اُداس تھے۔ اینگلو پاکستانی لڑکیاں بھی اُداس تھیں.....میں کام تقسیم کر کے کینٹین کی جانب چلا گیا.....بابا خاموش بیٹھا تھا.....کچھ لڑکے چائے پی رہے تھے.....اور کچھ ریڈیو سن رہے تھے۔

''صاحب یہاں نہیں ہے.....'' بابا مجھے دیکھ کر بولا۔

بابا نے یہ بات کچھ اس غم انگیز لہجے میں کہی کہ میری آنکھیں بھر آئیں۔ مگر میں نے ضبط سے کام لیتے ہوئے بابا سے پوچھا..... بابا مسعود کیوں چلا گیا ہے''؟

صاحب! مجھے تو کچھ علم نہیں ہے میں خود پریشان ہوں.....بس یہ پتہ چلا ہے کہ آج صبح وہ دفتر میں آیا تھا۔ اور شاید آپ کو علم نہیں ہے کہ وہ ہر روز یہاں سے میرے پاس آیا کرتا تھا۔ جب شفٹ ختم ہوتی تو یہاں میرے پاس ہی بیٹھا رہتا تھا.....ناشتہ کرتا تھا.....اور اخبار پڑھتا تھا.....اور پھر شہر کی جانب چلا جاتا تھا۔

آج صبح وہ اس وقت نہیں آیا جو اُس کا معمول تھا۔ میں مارکیٹ چلا گیا تھا اور جب واپس آیا تو احمد نے بتایا کہ مسعود صاحب آئے تھے اور پیسے دے کر چلے گئے تھے۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ آپ سے پوچھوں گا۔ مگر آپ کے آنے سے پہلے چوکیدار نے بتایا کہ مسعود کو سٹیشن کی جانب جاتے دیکھا ہے''۔

میں کینٹین سے سیکشن میں لوٹ آیا.....میں آج خود کو تنہا محسوس کر رہا تھا.....مگر احمد کی ایک بات نے ہم سب کو چونکا دیا اور کہا.....''کلیم صاحب بات یہ ہے کہ مسعود یہاں کسی لڑکی سے عشق کرتا تھا اور اسی کے چکر میں وہ یہاں سے چلا گیا ہوگا''۔

''مسعود اور عشق''.....میں یہ سن کر حیران ہو گیا۔ اگر مسعود اپنا دل کسی کو دے چکا تھا تو اس کا ذکر کم از کم مجھ سے تو کیا ہوتا۔ مگر اُس نے کبھی اس موضوع پر بات تو کیا شائبہ تک نہ ہونے دیا۔

احمد کہے جا رہا تھا.....صاحب! وہ اُس لڑکی کے بارے میں بہت سنجیدہ تھا۔ ایک بار اخبار میں کسی لڑکی کی چھپی ہوئی تصویر دکھاتے ہوئے اُس نے مجھ سے بے اختیار پوچھا تھا.....بتاؤ! احمد اس کی شکل کس سے ملتی ہے۔ تو میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا تھا یہ تو وہی لڑکی ہے جو بس سٹاپ پر کھڑی ہوتی ہے! میرے اتنا کہنے پر وہ سخت برہم ہو گیا.....اور میں نے اندازہ کر لیا کہ یہ اس بات سے چڑتا ہے۔ اور کبھی میں اس کو اس تصویر کا حوالہ دیتا تو وہ اس روز مجھے نہیں چھیڑتا تھا.....

مگر وہ لڑکی کون ہے؟.....میں نے پوچھا.....

''یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے اور شاید کسی کو بھی علم نہیں ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ مسعود کسی نہ کسی لڑکی سے عشق ضرور کرتا تھا.....

میں نے سوچا کہ اگر کسی کو اس بات میں راز دان بناتا تو سب سے پہلے مجھے بتاتا.....مجھے اس کے شرمیلے پن کا احساس تو تھا.....مگر وہ یہ بات ضرور مجھ سے کرتا.....بہر حال اس کی حساس طبیعت کو جانتے ہوئے میں اس نتیجہ پر جلد پہنچ گیا.....کہ اس کو واقعی کوئی روحانی صدمہ پہنچا ہے۔ جسے وہ تنہا ہی برداشت کرنا چاہتا ہے.....اس بات نے مجھے بے چین کر دیا.....

دن گزرتے گئے.....ہمارے دفتر میں کئی لڑکے آئے اور گئے! مسٹر ٹاٹ اپنی دوست کر لے کر انڈونیشیا چلے گئے.....احمد نے کسی اور سیکشن میں تبدیلی کرا لی.....کئی اینگلو پاکستانی لڑکیوں نے فرم تبدیل کر لی اور جو دو ایک ہمارے ساتھ بدستور کام کرتی رہیں، ان میں سے کئی پوچھتیں۔

''ویل.....کلیم صاحب.....وٹ اباؤٹ مسعود!''۔

میں نفی میں جواب دے دیتا۔

او.........Poor Boy!

معمول کے مطابق ایک شب ہم سب کام میں منہمک تھے.....کہ چوکیدار میرے پاس آیا اور کہا صاحب! موٹر میں ایک لڑکی آئی تھی۔ اور مسعود صاحب کا پوچھا تھا.....تو میں نے کہہ دیا کہ وہ اب یہاں نہیں ہوتے.....یہاں سے نوکری چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور کسی کو پتہ نہیں ہے کہ کہاں ہوتے ہیں۔

''کہاں ہے وہ لڑکی''۔

''سٹاپ پر تھی''۔ چوکیدار نے جواب دیا۔

میں یہ سن کر دوڑا دوڑا بس سٹاپ پر آیا.....وہاں کچھ نہ تھا.....وہ لڑکی جا چکی تھی.....اور درخت کے نیچے پھل فروش چارپائی پر دراز دنیا سے بے خبر نیند کی وادی میں کھویا ہوا تھا۔

وہ لڑکی کون تھی''؟

کہاں سے آئی تھی......اور کہاں گئی......؟ مسعود کو کیوں تلاش کر رہی تھی......اور اگر وہ مسعود کو جانتی تھی تو پھر اس کو اس بات کی خبر ہونی چاہیے تھی کہ وہ اب یہاں نہیں ہوتا......؟

ان سب سوالات نے مجھے پریشان کر دیا۔ مسعود کے حالات میرے لئے معمہ بن گئے......نہ معلوم میں نے کینٹین میں جا کر بابا کو کیوں جگا دیا......وہ خلافِ معمول سو گیا تھا......حقیقت یہ ہے کہ جب سے مسعود گیا تھا، بابا بھی اُداس رہنے لگا تھا......بابا سے مسعود کو شفقتِ پدری کی خوشبو ملتی تھی......بابا جاگ اُٹھا تھا......میں نے اس سے واقعہ بیان کیا تو بابا خاموش رہا......میری بات سنی اور ایک لمبی آہ بھر کر کہا......''اب کیا فائدہ''؟......''یہی دنیا ہے......''

''بابا......براہِ مہربانی، چھوڑو اس فلسفہ کو......خدارا بتاؤ......اگر تمہیں کچھ اس بات کا علم ہے تو''۔

میں ابھی یہ بات کر ہی رہا تھا کہ چپڑاسی نے آکر بتایا کہ صاحب آگئے ہیں۔ میں کمرے میں پہنچا۔ اور نئے آفیسر سے بات چیت میں مشغول ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ میری شادی ہو گئی تھی۔ مسعود کا ذکر ثانوی حیثیت اختیار کر گیا۔ نئی زندگی کی نئی باتوں نے مجھے مصروف بنا دیا......میری بیوی اُمید سے ہو گئی......ایک روز ڈاکٹر نے کہا احتیاط کی ضرورت ہے......آج رات ہسپتال میں ٹھہرنا ضروری ہے۔ اپریشن ہوگا......میں دفتر سے رخصت لے کر جلدی میں ہسپتال کی جانب جا رہا تھا......کہ موٹر ایک کھمبے سے ٹکرا گئی......اور اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ میں اور ڈرائیور معجزانہ طور پر محفوظ رہے......اس صبح خدا نے ایک چاندسی بیٹی دی......ہم دونوں میاں بیوی بہت خوش تھے......!

بابا ہر شام میری بیوی کی عیادت کو آتا اور دُعا کر کے چلا جاتا تھا......وہ اکثر کہتا صاحب بچی بڑی نصیبے والی ہے......اس کا ستارہ بہت بلند ہے......اور آپ کی ترقی ہوگی......لیکن اب میں بابا میں ایک تبدیلی دیکھ رہا تھا......وہ جب سے گاؤں سے لوٹا تھا، مسعود کا ذکر نہ کرتا تھا۔ اور جب بھی ذکر آجاتا تو بات ٹال جاتا۔ جیسے وہ کچھ بتانا چاہتا ہو......اور نہ بھی چاہتا ہو!

مسعود میرے لئے ایک کہانی بن کر رہ گیا تھا۔

ایک روز میں اور بابا بس سٹاپ پر کھڑے تھے۔ ہمیں شہر جانا تھا......میرا ڈرائیور چھٹی پر تھا......ہمارے پاس ایک لڑکی اور ایک نوجوان آن کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے اُن کو اس سے پیشتر کبھی نہ دیکھا تھا۔ میں اب بھی اس لڑکی کو نہیں پہچان سکتا۔ کیونکہ......بابا نے خود مجھے کہہ دیا تھا......صاحب جلدی چلو۔ ٹیکسی آگئی ہے اور پھر دونوں ٹیکسی میں آبیٹھے تھے......بابا کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

میں نے پوچھا......''بابا کیا بات ہے''؟

''کچھ نہیں صاحب......سب ٹھیک ہے......مگر......ہاں......صاحب وہ مسعود......

''ہاں......ہاں......مسعود''......میں گویا!

''وہ لڑکی......'' بابا خاموش ہو گیا۔

ٹیکسی گلبرگ روڈ......ریس کورس روڈ......لارنس روڈ سے ہوتی مال روڈ پر آن پہنچی تھی......اور ہماری منزل سامنے تھی......بابا اور میں الفلاح کی سمت چل پڑے، بابا نے کہا صاحب مسعود سندر جوان تھا۔ مگر تھا بڑا دُکھی......جب میں نے اس کا ہاتھ دیکھا تھا تو اسے صاف صاف بتا دیا تھا کہ دیکھو بیٹا عشق وشق کے چکر میں نہ پڑنا......تیرا کوئی سنگی ساتھی نہیں بنے گا۔ جس سے پیار کرے گا وہی کاٹے گا......اور صاحب وہ ہنس کر جواب دیتا......بابا اور کیا چاہیے۔ اگر کسی کو مجھے کاٹنے سے فائدہ پہنچ سکتا ہے تو سودا تو سستا ہے۔

''مگر بابا یہ لڑکی کون ہے''؟ میں نے کہا۔

تب بابا نے بتایا کہ عجیب قصہ ہے۔ میں اس لڑکی کو نہیں جانتا، پر مسعود کو اس سے عشق تھا۔ آپ بھی اُس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ مسعود کہتا تھا۔ اپنے غم کی بات کسی سے نہ کرو۔ کیونکہ دنیا غم دیتی ہے، غم لیتی نہیں ہے۔ مسعود اس لڑکی کو عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے خط لکھتا تھا......وہ بھی اس کو خط لکھتی تھی......صبح جب وہ کالج جاتی تو اس سٹاپ پر ان کے نظروں نظروں میں نامہ و پیام ہوتے تھے۔

جب مسعود نے مجھ سے ذکر کیا تھا......تو اُس وقت میں نے اس سے کہا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں عشق کی لکیر نہیں ہے......تو اس نے کہا تھا میں تو آج کل عشق کر

رہا ہوں۔ بلکہ میں تو پیدائشی عاشق ہوں۔

بس اُس نے مجھے اتنا ہی راز دان بنایا تھا۔ کبھی کہتا۔ بابا ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ لڑکی مجھے دل کی گہرائیوں سے نہیں چاہتی ہے۔ وہ اس ذہنی کشمکش کے باوجود اس روز بھی بہت خوش تھا...... اور اکثر کہتا کہ میں اس لڑکی سے شادی کروں گا...... لڑکے شادی کے بہانے لڑکیوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کو برباد کرتے ہیں۔ مگر میں ایسا نہ کروں گا۔

بابا کہے جا رہا تھا۔ صاحب ایسے لگتا ہے کہ اس لڑکی کو مسعود سے اتنا عشق نہ تھا، جتنا کہ مسعود کو اس سے تھا۔ مسعود سے خط و کتابت اس کا مشغلہ تھا۔ اور اس مشغلہ نے اس کی زندگی برباد کر دی۔

بابا کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ وہ لڑکی کسی اور کو بھی چاہتی تھی۔

''میرا تو اب یہی خیال ہے''۔

صاحب! دُکھ تو اس بات کا ہے کہ اگر مسعود کو یہ پتہ ہوتا کہ وہ لڑکی کسی اور کو بھی چاہتی ہے تو وہ کبھی ایسی حرکت نہ کرتا۔ اور جب اُسے اس بات کا پتہ چل گیا...... تو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

بابا میں تھک گیا ہوں...... مجھ میں سکت نہیں رہی...... میں غلط راستے پر چلتا رہا۔

میں نے اُسے تسلی دی۔ اور کہا مت گھبراؤ...... اس راہ میں خار ہی خار ہوتے ہیں...... لیکن اُس نے کہا دُکھ یہ ہے کہ اس نے میرے خلوص کا تمسخر کیوں اُڑایا...... خیر میں اب اس کے راستے کی دیوار نہیں ہوں۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ میں محبت کی خوشبو کو روکنے پر یقین نہیں رکھتا...... میں کسی کا رقیب نہیں۔ کسی کا حریف نہیں تم کو اختیار حاصل ہے جسے چاہو بنا لو اپنا......

''پھر کیا ہوا بابا''...... میں نے ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے بابا سے پوچھا۔

''کیا ہونا تھا۔ اس لڑکی نے مسعود کو چھوڑ دیا۔ مگر مسعود اس کی یاد دل سے نہ مٹا سکا۔ اور آپ کو شاید علم نہیں ہے کہ وہ جب تک یہاں رہا، اُسی طرح کام کرتا رہا۔ اور اپنے معمول میں کوئی فرق نہ لایا...... اپنے دل کے زخموں کو چہرے پر نمایاں نہیں کیا۔ وہ اس راز کو سینے میں دفن کر گیا۔ ایک شام مجھے کہنے لگا۔ بابا تم میری بات کسی کو نہ بتانا۔ وہ لڑکی بدنام ہو جائے گی۔ میں نے اُسے وفا سکھائی ہے۔ اگر بات نکل گئی تو میری ریاضت غارت ہو جائے گی۔

بابا اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا تھا...... لیکن اس لڑکی کو پہچانتا تھا...... مگر میں اس لڑکی کو نہ جانتا ہوں اور نہ پہچانتا ہوں......!

اس واقعہ کے کچھ روز بعد بابا میرے پاس آیا اور کہا کہ ایک غریب آدمی تلاشِ روزگار میں پریشان ہے۔ اس کے لئے ضرور کچھ کیجئے...... قلیوں میں رکھ لیجئے۔ بڑا محنتی اور نیک ہے۔ اور مسعود صاحب کے پاس بھی رہا ہے...... میں نے اُسے خود بلایا ہے۔ پچاس برس کے لگ بھگ کا انسان...... اس نے بڑے ادب سے سلام کیا۔ ایک طرف کھڑا ہو گیا...... میں نے اس سے مسعود کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا صاحب! میں ان کے پاس تھا۔ رات کو ان کے کمرے میں سوتا تھا۔ وہ بڑے غریب پرور انسان تھے...... ان کے جانے کے بعد میں بے آسرا ہو گیا...... اور اسی دن سے دربدر ہوں۔

میں نے اسے حوصلہ دیا اور کینٹین میں اپنے ساتھ لے آیا۔ بابا اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ میں اُسے ایک خاص مقصد کے لئے کمرے سے باہر لایا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا۔ میں نے صرف تم سے ایک بات پوچھنا ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا کوئی لڑکی مسعود کے کمرے میں آتی تھی۔ جہاں تم اور مسعود رہتے تھے؟

یہ بات سن کر وہ شخص کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا۔

''صاحب میں نے کبھی کسی لڑکی کو مسعود صاحب کے ساتھ نہیں دیکھا۔ البتہ جانے کے دن علی الصبح ایک لڑکی ان کے پاس آئی تھی۔ اور وہ بڑی خوشی خوشی اُسے ملے۔ اور مجھے چائے لانے کے لئے کہا۔ جب میں چائے لے کر آیا تو لڑکی نے چائے پینے سے انکار کر دیا...... اور مجھے دیکھ کر باتیں بند کر دیں''۔

تب مسعود صاحب نے اپنے بکس سے رومال میں بندھا ہوا کاغذوں کا ایک پلندہ نکالا۔ اور اس لڑکی کو دے دیا۔ ایسے پتہ چلتا تھا کہ وہ خطوط تھے اور ان کے ساتھ سوکھے پھول تھے۔

میں پاس کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ مسعود صاحب کی نظریں مجھ سے چار ہوئیں تو کہا تم باہر چلے جاؤ۔ مگر لڑکی نے مجھے بلایا اور کہا۔ ماچس لا...... میں نے ماچس دی۔ اس نے خطوں کو جلا دیا۔ اور پھولوں کو مسل دیا...... اور پھر راکھ کو اپنے جوتے تلے روند دیا۔

مسعود صاحب سب کچھ خاموشی سے دیکھتے رہے۔اور جب وہ لڑکی جانے لگی تو اُنھوں نے راکھ کو اپنے رومال سے اُٹھا کر کے ایک کاغذ میں جمع کر دیا۔اس سارے عرصے میں اُن دونوں نے آپس میں کوئی بات نہیں کی۔مگر لڑکی کے چلے جانے کے بعد مسعود صاحب نے اپنا سامان باندھا اور باہر چلے گئے۔تھوڑی دیر بعد واپس آئے،کمرے والے کا حساب چکا دیا۔مجھے اپنے کچھ کپڑے دیئے اور پیسے بھی۔اور کہا......دیکھو میں جا رہا ہوں۔اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو درگذر کرنا۔اور تم کسی اور جگہ چلے جاؤ......اس کے بعد میں ان کو نہیں ملا۔

"میں نے اس شخص کو دوبارہ آنے کو کہا۔میری نظروں میں آج پھر مسعود کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات ایک فلم کی طرح گھوم گئے۔اور میں سوچنے لگا کہ لوگوں کو عشق و محبت کے معاملات میں مشورے دینے والا......اور کسی کو دُکھ نہ دینے والا خود ایک سانحہ کا شکار ہوگیا۔اور کسی کے سکونِ دل کی خاطر اپنی دنیا برباد کر لی۔

اب اس واقعہ کو کئی سال بیت چکے ہیں۔دفتر میں کئی تبدیلیاں ہوگئی ہیں......میں پراجیکٹ انچارج ہوں۔اور گذشتہ دنوں میں جب میں نئے پراجیکٹ کی رفتار دیکھنے کے لئے پہاڑوں میں گھری ہوئی ایک وادی میں پہنچا تو میرا دل فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھا۔وہاں پر میں نے مسعود کو دیکھ لیا تھا۔جو دریا کے کنارے بیٹھا کوئی پہاڑی گیت الاپ رہا تھا۔میں اُسے دیکھ کر فوراً اُس سے لپٹ گیا۔مگر مجھے یہ دیکھ کر بے حد حیرانی ہوئی کہ اس کی آواز لڑکھڑا چکی تھی۔اس کی رنگت بھی بدل گئی تھی۔اس نے بھی بڑی چاہت سے مجھے گلے لگالیا۔اور دیر تک روتا رہا۔لیکن اُس نے میرے ساتھ نہ تو گزرے دنوں کی بات کی اور نہ ہی میں نے اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے اس قصۂ درد کو چھیڑنا مناسب سمجھا......البتہ اس کو اس بات کا پورا علم تھا کہ اس کی وادی جھیل کی سکیم میں آچکی ہے۔اور چند دنوں تک ساری بستی پانی میں ڈوب جائے گی......لوگ میدانوں میں چلے جائیں گے......

میں نے اُسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔مگر وہ نہ مانا۔اور مجھے کہا۔کلیم صاحب! آپ جانتے ہیں کہ چند دنوں تک یہ ساری نگری پانی میں ڈوب جائے گی۔میں اس مرتی ہوئی دھرتی کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا۔اور اب یہی خواہش ہے کہ اس کی مٹی سے لپٹ کر سو جاؤں......ہمیشہ کے لئے!

میں نے اس کے اندازِ فکر کو بے حد جذباتی پایا۔اور اس کو واپس چلنے پر جب بہت مجبور کیا تو اُس نے کہا "جب آپ اگلی بار آئیں گے تو میں آپ کے ساتھ چلوں گا"۔چنانچہ میں واپس لوٹ آیا۔اور جب دوسری بار اُسے لینے وہاں پہنچا تو معلوم ہوا......کہ جس وقت آبادی نے گاؤں سے انخلاء کیا تھا تو مسعود اُس رات ان کے ساتھ نہیں تھا۔بستی والوں نے اس کی بہت تلاش کی،جگہ جگہ ڈھونڈا،مگر کہیں بھی اس کا سراغ نہ ملا تھا......البتہ اُس شب پہلی بار......منگلا جھیل میں چاند نے غسل کیا تھا۔

"تخلیق" کہانی نمبر: 1984ء



کہانی

بگے نی پگ

علی عدالت



بگے بیبائے نیاں گلاں بھوں چسکے الیاں ہوئیاں سن۔ مائیں گی ہوئی مونگیا جہی تھیا؟' ٹپک بدھی ہوئی۔ اوہ جدوں وی کدھرے ساڑھے گھار اشناں سی گلاں نے ڈُنڈ چڑھی جانے سن۔ بھلیاں ویلیاں چہ اینویں وی مزمانے کی آہنڈ غواہنڈ ملنے تائیں اشنے ہونے سن' پر جدوں بگا آوے چنگی بھلی جنڈی اکٹھی ہوئی جانی سی۔ بگے نیاں گلاں کی سارے پچھو کنڈی وی یاد کرنے رہیا کرن' ایپے جیہاں مونیاں اپر نکے جاکتاں کڑیاں کی کول نئیں سنڑ بہنڑ دینے۔ اج فر اوہ آیا میں کوٹھے اپر لیٹیا ہویا ساں بگے نیاں گلاں دار کنڑ دھری کے۔ اوہ پیا آخناں سی۔

"لالہ تحی کیہہ دساں تے کیہ باں کجھ سمجھ نئیں پئی آوندی۔ آخنے ن' منگلا قلعے کول بڑے دریا کی ڈکا لانڑ تے ڈڈیال' چوکھ تے میرپور ایہہ سارے علاقے پانڑے وچہ ڈبی جاسن ——— جے ایہہ ہوئی گیا تے کیہ کرساں! ساڑیاں بڈھیاں بڈریاں نیاں! سامیاں چہ تے پانی لہی جاسی ——— بس جی قیامت نیاں نشانیاں ہور کیہ!"

بھانویں ایہہ قیامتے نی نشانی کوئی نہ سی پر میکی ایہہ خبر بھوں اوپری جہی لگی' میں اوکڑی کے تکیا۔ اکلملا باوے بگے نال ٹھنڈھا ساہ ای ساریاں نے سروں پرند سی بکھاں وچاریاں نے منہ کھلے ای کھلے رہی گئے' اخیر بلوا تحی بولیا۔

"بگیا' توں پاگل ہوئی گیا ایں ضرور ——— اوئے جھلیا' کہ کسی نال پانی وی نئیں ڈکنڑ ہونا کے کولوں' کہ کو بلہ نئیں مانڑ' بڑے دریا چہ کہ چھوڑ ترہساں دریاں نال پانی اے اس کی کنڑ جمیا ڈکنڑے آلا ——— اینویں گلاں ———!"

...... پر وچوں ساریاں کی پتہ سی ایہہ گلاں اینویں کوئی نئیں۔ نالے فر بگے نی گل' اس ستاں کھوہاں نال پانی پیتا ہویا سی' راجہ ہلانی جتھے اساں رہنڑے ساں میرپور کوٹلی آلی سڑکے اپر سی' ایہا سڑک فراگے کشمیرے جانی سی' کشمیرے نے ٹوٹے ہونڑ توں پہلاں علاقے نے بپاری تھوریاں اپر سود! بلوا لدی کے گوجر خان آننے کھڑنے سن۔ راہ وچہ رات پئی گئی تے کدھرے آپنیاں سانجھاں میداں نے گھار لُغا رہیا۔ کشمیرے نے سینے اپر لیکاں نغنے توں پہلاں بگا ڈنگراں نال بپاری سی۔ اوہ اجنیاں بجنیاں ساڑھے گھار رہنڑاں سی تے فر گلاں اس نیاں۔ کدیں چوکھ نے پتناں نیاں تے کدیں میرپورے نیں کچہری نیاں کدیں وان گلی نیاں تے کدیں ہیجرے نیاں ——— میکی انہاں گلاں نی ایڈی سمجھ تے کوئی نئیں سی پر چسکا بھوں سی سننے نال! بگا عام طور گلاں لوکاں نے پرالے نیاں ای باناں ہونداں سی۔ آج اوہ پیا آخنا سی "میکی پتہ اے۔ ایہہ منگلا ڈیم آلی کہانی جو ترن گئی اے اساں سارے ——— اساں سارے خاک شاہ ہوئی جاساں"

کسے آکھیا۔

"یرا نہ فکر کر ۴۲ر۳۱ نی یاد ای۔ ہرا (ہری سنگھ) نسی گیا سی' ایہہ صدر ایوب کیہ چیز اے" اگوں بگے ساس ماریا۔

"اس ویلے کشمیر اکٹھا سی' راجے تے بدھ سکھے نسے لیڈر سن' ہنڑ کوئی لیڈر اجے داوے نی واز آئی۔

"او یرا نہ اینویں بکمیاں لوہڑو' خدا نال وی کدیں مقولے ہوئے' جمیا کونڑ ایں اتنا پانی روکنے آلا ——— چھوڑ بگیا' کتو (کتاب) سنا ذرے"

استوں بعد سیف الملوک' پوٹھوہاری شعراں تے صدّاں نی محفل جڑی تے میں پتہ نئیں کیہڑے ویلے سئی گیاں۔ سئی کے اٹھیاں تے منگلے وچہ ڈکے ہوئے پانی میکی سامیاں چہ سننے دسنے سن۔ میں وی جیہڑا اگے آئی گیا اسے نال ہائی کیتی۔ نکے مڑے تے کوئی نہ بولے' بڈیاں مخول بنائی گھندا۔

"خواب تکی س کوئی ڈراکلی!"

مڑیاں ماشٹر ہوراں کی دسیا "عدالت پاغل ہوئی گیا" انہاں آکھیا۔

"نئیں ایہہ ٹھیک باناں۔ ایہہ گل خبراں وچہ وی پئی اسی ——— بلتی اینویں گل منے آلی تھئی نئیں!"

استوں بعد ایہہ منے آلی گل بیاہواں گاہواں' ماتم داریاں تے عام محفلاں وچہ چلی پئی۔

"گورے صدر ایوبے کی پاغل بے بنانے' پیسے جگھنی نسی جانڑ س' ایہہ سمندر پانی وی کدیں ڈکنڑ ہوئے؟"

پرانا فوجی بلوا باکاؤ آخناں سی۔

"مصر وچہ اسوان ڈیم جے بنی گا۔ ایہہ وی بنی جاسی۔"

پرانے جلپانی قیدی باصلوتے' ہور پیروں کڈھی۔

ڈیم نے پیسے پاکستان انڈیا کولوں لینسی' اس نے بدلے کشمیرے نے سارے دریا اغلے لئی دیسن!"

لوک ہسن۔

"دس' پاغل بھلا دریا وی کدیں بجے"

کانفرنسئے آکھن۔

"صادق' بی بی سی تے آکاش وانی دوئے سنناں۔ دوئے کوڑے ن شلو جنی!"

کوئی مہینہ کھنڈ گذریا' ساڑھے موہڑے توں ہاڑھیاں آلی حکی، نڑی نال ساک کرنا کیتا۔ انہاں وچہ ہاڑھے آلا اشرف وی آیا۔ ڈوگریاں نے زمانے نال پڑھیا وا' چنگا جاعناں بندہ' تھانیاں کچہریاں نال پینچے۔ موہڑاں آلیاں جتنیاں گلاں بجے کیتیاں سن' اس کولوں پچھی شوڑیا، اس آکھیا۔

" بگا ٹھیک آخناں ایں' ڈیم ضرور بنسی' علاقے آلے اتھوں اجڑی جاسن۔ نواں میرپور بیسی"

اتنی باناں گیا تے لوکاں اٹھی کے دیئی شوڑی پر اشرف ٹلی گیا۔ اس نیاں گلاں

توں انج لغنٹں سی جے اوہ ساریاں سوالاں کی فضول سمجھنٹں اے۔ اس طریقے نال گل سیف ملوک دار موڑی کھڑی۔ اگوں اساں مڑیاں گل چائی کہدی تے ڈری ہوئی رات سیف ملوک نیاں ملوک سراں نال اوہلا گھنی کے خورے کدوں تینہ ٹھکنٹی رہی ----- تے فرویلے ایسو جیہا پرت کھاہدا دئی میں انگلینڈ بہی کے کسے اسکلی بجری سویل نی آسے وچہ سال گزاری شوڑے۔ جدوں وی اس گلے دار دھیان کیتا سوچ لارا گھنی گاش چڑھی گئی تے اکھیاں وچہ اتھرو لہی آئے۔ گبھرے دار مڑی نریاں تے سدھراں سو سو روپ وٹا کے سامنے آنی کھلوتیاں۔ میں سوچن لغی پیاں بھلا ہنٹ کیہڑے مڑے سیف الملوک پڑھنے ہوسن کونٹ گھڑا بجاناں ہوسی' جوڑی کیہڑے مارنے ہوسن پر جدوں گھر پہنچیاں تے چپ چاں ----- نہ کوئی بندہ نہ بندے نی ذات ----- آکھیے ہولی ہے کنے وچہ کسے گوشا کیتا۔

"عدالت! یرا ہالیس سویل کوئی نئیں آ ہوئی۔ وڑ مار"

جدھر گئیں ہک لگ جہی' شعراں سیف الملوک تے چناں نی جائی پلاٹاں کلاشنکوفاں تے چرسو نیاں گلاں ----- ھکی جائی کسے پارٹی وچہ گیاں' مڑیاں پچھیا۔

"تساں کول کار کیہڑی اے"

میں آکھیا۔ "مہاڑے کول کار کوئی نئیں"

انہاں پچھیا۔

"کلاشنکوف؟"

میں آکھیا "اوہ وی کوئی نئیں تے کتا وی کوئی نئیں"

بس اس توں بعد کسے مہاڑے نال گل ای نہ کیتی جے پچھاں آر' بگے ناں کیہ ہویا۔

انہاں دیساڑیاں چہ انج وی الیکشن سن۔ راجے راجیاں نے گجر گجراں تے جٹ جٹاں نے ووٹ بنے گننٹے سن۔ رہے کسے بندیاں کی کوئی بندہ ای نئیں سی گننداں۔ کسے آکھیا۔

"دالت! نکا نکا بے شک نہ پیا ہو ----- ایہہ بلادریاں ساریاں تھرڈ ورلڈ ان۔ انہاں نے لیڈر دوئیاں نے مال اپر ووٹر خریدنٹے ن تے فر بیچنٹے ن۔ اوہ پرانی سانجھ سلوک آلی کہانی ہنٹ کوئی نئیں آ۔ ہڈوں لوک ھکی دوئے کی کھوہی کھوہی بنے کھانٹے۔ پانی بند کرنے۔ ھکی دوئے کی کافر آخنٹے" سیف املوک نیاں سراں نی جائی ہنٹ اتھے فائرنگ نیاں آوازاں۔ دریاوں پارے تھوں ڈاکو تتے ہوئے ن۔ آنیے ایہہ گراں نئیں سرحداں نی کوئی چوکی اے تے نرائی چھڑی ہوئی اے۔"

پوٹھوہاری پہاڑی کی انگریزی تے رومن اردو نے ترکے بنے لغنٹے ن۔ کالے بندے رنگ بدلائی گئے ن۔ عزتیں لجاں نیاں پگاں' ستراں نیاں چھیاں ----- شرماں آلیاں اوہ تمبنداں اوہ چولے اوہ کڑتیاں پتہ نئیں کدھر گئے انھی! ----- مراں محبتاں نی جائی بلود تے بخیلو نی وسیان -----"

ہک واری تے میں بولی پہاں آکھیا۔

"اللہ سونٹیاں' سارے ولایت آلا پیسہ مہاڑے کولوں چائی گھن تے اوہ پہلیاں ولیاں نے رنگ روپ موڑی دے ----- اتھے ایہہ راجیاں جٹاں' شیعاں وہابیاں تے

سنیاں آلے خانے کس بٹائی شوڑے۔ اشرف تے آختاں سی' بند بنسی تے سارے سوکھے ہوئی جاسن' ایہہ ساہواں نے سوکھ پہلے ہتھ ای کس لٹی کھڑے۔ ایہہ کیہڑے اساں ساریاں کی اوہ دوائی دتی جے سارے ھکی دوئے آسطے اوپرے ہوئی گئے ن"۔ میں یاد اے اساں جس کڑی نال ساک منگنٹ گئے ساں اس نے پیو خوشیئے اشرف کولوں پچھیا سی۔

"علاقہ اجڑی گیا تے فر اس لوک کدھر جاساں؟"

"کوئی پتہ نئیں" اس نکا جیہا جواب دتا سی۔

میں ایہہ وی یاد اے دوئے دیہاڑے خوشیئے آکھیا سی۔

"اساں ہنسیاریاں کی خوش ہوئی رشتے دینے ہونے ساں وئی دھیاں بھینٹاں چنگا سوکھا کھاسن لاسن ----- ہنٹ تساں کی آپوں کوئی نئیں پتہ کدھر جاسو اس کرکے رشتہ نہ ونجھ۔ تساں ہنسیرے اساں کی رشتہ دینیوں کترانے ہونے سو ناں' اس ڈیم چلو ہور کجھ نہ سہی ایہہ بدلا تے موڑی کہدا!!"

ایہہ گلاں جہلم نے پانٹے نال اگے اگے ٹرنیاں رہیاں تے فر ہک دیہاڑے انہاں نے لشکار بڑیاں بڑیاں مشیناں آنی تھیاں۔ ہک بہوں وڈا علاقہ لوکاں تائیں بند کری شوڑیا نے۔ لوکاں وی ایہہ گلاں چھوڑی معاوضے گھٹے تائیں دوڑاں لائی دتیاں۔ کجھ البتہ شوہدے نمو جھانے بیہے ہوئے بہی رہے۔

ساڑھیاں زویاں ناں کل دس ہزار روپے معاوضہ تھا مطلب اے انگلینڈ وچہ سمجھو تے دوہاں ہفتیاں نی تنخواہ نے بدلے مہاڑیاں وڈکیاں نیاں ترے چار نسلاں نی کمائی چائی کہدی نے۔ ایہہ وی جھلی گذراں آر پر جنہاں بڈھیاں دتیاں انہاں نے معاوضے وی ول لغی گئے پر اس آکھیا۔

"لالہ نخی۔ جیہڑے وچارے کی جمی ن۔ نہ زویاں نہ کوٹھا۔ انہاں کی تے جہ نئیں لبھا اوہ کدھر جاسن"

ہلا جیہڑے ڈوگریاں زمانے چہ پیچ سن۔ اوہے ہنٹ اتھے وی پیچ سن۔ انہاں کی پنجاب تے سندھ وچہ مربعے بجی گئے۔ انہاں ہتھو ہتھ زملیاں' کھوہاں جنگلاں تے دیمہ شاملاتاں ہور چھوڑی مزاراں قبرگستاناں تے میتاں نے معاوضے وی ٹیری کہدے۔ جدوں سمجھیانے وئی ویلا ہتھوں لغا جلناں تے کیتاں جلسے جلوس شروع کری دتے۔ جدوں اعلان ہویا وئی ڈیم ناں پڑ خالی کرو تے ہک مولوی اور سن عبدالحق ناں سا نے' انہاں ھکی جلسے وچہ آکھیا۔ "جیناں چاہنے او تے لوک اٹھی کے آپنا حق منگو"۔

کرنل شاہ اوراں آکھیا۔ ایہہ ڈیم نئیں ڈیم فول اے"۔

ایہہ حالات تکی صدر ایوب تے ڈیم بنانے نے انچارج غلام اسحاق خان دوئے آئے۔ لوکاں شکایت کیتی پر لوک بانے سن انہاں آکھیا۔

"انہاں کی لتاں ماری کڈھو"

اس توں بعد پولیس نے باقی مکھے تتھ ہوئی گئے۔ جلسیاں جلوساں اپر پابندی لغی گئی۔ جیہڑے نئیں سن بولنے اوہ وی بولی کھلتے انہاں وچہ بگا وی سا۔ آکھے۔

"بیاسیاں آلے جلسے وچہ کوئی لکھ توں زیادہ آدم سی۔ بہوں لیڈر نے پنجابی کھڑے سن نے پر پاکستان داروں وی لوک آنیے کچیاں گھڑیاں اپر تری کے پہنچے۔ جلسہ شروع

ہویا تے پس جلسے کی گھیری گھدا ----- لاٹھی چارج، آنسو گیس، رولا چیک چھاڑا
----- پر لوکیں آکھیا اجڑی ہتے اینویں وی گئے آں، آج کو انہاں نال -----
مجبور ہوئی کے پلس گولی چلائی بندے کیے ہوئے چیڑھاں آر ڈر مین لغی پے۔ بگے
نیاں باچھاں وچوں ہتک چھٹی ہوئی سی -----

کیمپ وچہ تیوں بڑے بڑے لیڈر بیٹھے ہوئے سن۔ میں اگے ہویاں میں ھکی
بڑے کی آکھیا " جلی اکھیں تک نال اتھے کیہ حال بنھما وا اے۔ بھاریا معترا!
-----تقریراں ای کری تکییاں نی۔ ایہہ وی تکھ جے اکھیاں اپروں چربی لہوی"

اس نی اکھیاں نی چربی تے پتہ نئیں تھی یا کوئی نہ مہاڑیاں اکھیاں نے چرب لہی
گئے۔ میں فٹ کئی سال پچھے چلا گیاں کیہ سکنٹاں جے مئی اپنی بے ہوراں نال کی
ماتمے اپر ہاڑے گییں ہاڑہ اجڑیا ہویا سی۔ لوکاں اپنا سمیان، کاٹھ بوہا۔ اناں بنے کنڈھنے
شروع کیتے ہوئے سن۔ مرنے آلے باوے نے جاکٹ پنے آکھنے سن۔

"اساں باوے نی قبر ۷۲ نی بتی توں باہر کنڈھسا۔"

باوے نی ڈھی وین کرے تے آکھے۔

"مہاڑیو اجی ----- میکی کوئی نئیں اے پتہ میں کتھے جاساں، کوئی نئیں اے۔
پتہ تساں نی قبرے اپر وی اچھی سکساں اے کہ کوئی نئیں۔ وو مہاڑیو اجی ----- ھو
کو-----!"

باوے نی ایہہ ڈھی باہر کنیالاں نے موہڑے رہتی سی باوے نے مڑے وی ہتھ
بنھی بنھی منتاں کرنے سن وئی باوے نی قبرتیاں توں باہر ہووے۔

اتنی آکھی نے تے گدی پیر جلال چہ آگئے۔

"اوئے جاہلو ----- نامعقولو ----- شریعت نال شریکہ کفراے۔ میت اتھے ای
دفنائی جاسی نئیں تے فر----- جنازہ کسے ہور کولوں پڑھوائی گھنیہ" کڑی فروین کیتا

"مہاڑیو اجی جی وو ----- میکی اس ظلمے نال پتہ ہوٹاں تے مئی تساں نی منجی
کنیالاں نے موہڑے چوائی گھڑاں آر"

پیر ہوراں فٹ اس کی نھاکیا۔

"دکڑیئے کفر نہ کر۔ مرنے آلے زویں نی امانت ہوٹے ن۔ ایہہ مٹی دیساڑے ازل
توں اس نی تقدیر وچہ لکھی ہوئی سی"۔

اجڑے بگا بلیائی کے اٹھیا۔ پگ سرے اپر سدھی کیتی تے آکھیاس۔

"مٹی لکھی ہوئی سی فر ایہہ وی لکھیا ہویا سی جے ایہہ مٹی رڑھسی، رڑھی کے لوکاں
نے مربعیں وچہ جاسی اتھے گنا نعسی تے مٹھا گنا-----"

اگوں پتہ نئیں اوہ کیہ بائے آر پر کسے اس نے مونہے اپر ہتھ رکھی کھدا۔

"بس برا----- توں تے چپ کر"

اوہ تے چپ کری گیا پر اس نی گل گاش چڑھی گئی۔ مولبی ہوراں جمعے نی تقریر چہ
آکھیا۔ "جیہڑے ایہو جیہاں بانٹے اوہ نعرہ کافر اے اج ایہہ گورے وی کافران، کافر کافر
رلی گئے ----- نئیں تے جنہاں وچہ زور اے انہاں نیاں قبراں دار بلڈوزر جائی ای
نئیں سکنے، پانی اودھر پھری ای نئیں سکناں"

اس اتے لوکاں نعرے لائے۔ پر بگا سوچتا رہیا، اس نے بزرگاں کولوں کیہ خطا ہوئی
سی۔ انہاں نے ہڈ سیں کمزور اے"۔

فر ایہیا گل اس گھار باہر ہر جائی، ہر پرہیا وچہ کچھی کیتی۔ اس گلے نال جواب تے
اس کی کسے نہ دتا ---- پر اوہ باتاں رہیا جس طراں رکلٹی باجے اتے سوئی اڑی ہوئی
ہووے "مہاڑے مغزے وچہ کوئی گل باہو ---- اساں کی غرق کیوں کرن لغے ن۔
اساں کوئی فرعون آں"

اوہ باتاں رہیا تے ڈیم بننا رہیا۔ علاقے اجڑنے رہے ہرپاسے چل سو چل سی پر
بگے نال کجھ لوک ہالیں وی گراں چہ ای سن۔

میں دلے چہ آکھیا "ایہہ اصلوں پانیٹے کی اڈیکنے ن پنے۔ کھاڑا سکنٹاں چاہنے
ن"

سبھے تیاریاں مکمل ہو گئیاں ڈیم آلیاں پانی نے آون نال ویلا مقرر کری شوڑیا۔

اجڑے مسیتی اعلان ہویا جس جس کرامت سکھنی اوہ تاریں کلیاں آلی خنگاہ اپر آ
رہوے تے آئی کے تکے رب سوہنڑاں اپنے بندیاں کی متی وچہ وی کس طراں سانبھی
کے رکھنڑاں، دسیانے وئی بزرگ کسے کی خوابے چہ آئے تے آکھیا نے اساں کی اتھوں
چاکے پانیٹے نی مار توں باہر جو ----"

بگے فر سوچیا ---- "اللہ چاہے تے سبھے کجھ کری سکنٹاں۔ کیہ پتہ پانی اگے آونڑ
ای نہ دیوے۔ کیہ پتہ اس کی وی آپنے بڈیرے خوابے چہ اچھنڑ۔ پر کوئی نہ

تاریں اوہ وی خنگاہ تے گیا۔ خلقت ترنی کے پئی ہوئی سی، تابوت کنڈھیا گیا انتظام
چنگا سی، عام لوکاں کی تابوت توں دور ای رکھیا نے۔

کسے بائی وئی تابوت وچوں گلاں نی واز پئی اٹھنی سی۔ بس فر کیہ سی، ڈھول
ترھیاں تے نعرے نال ویگاں تے چوڑے ----- جس جائی ایہہ ... لغی ہوئی سی
آکھنڑن اوہ کڑی اتھے وی کھی رہی سروں ننگی تے وین کیتاس۔ "انھے مہاڑیو اجی۔
تساں کی دلی آئے تے اپنا پیو سانبھی کے چائی گھڑیانے، دسو تاں اجی میں کیہ کری سکنی
آں"

لوکاں آکھیا " ایہہ بددعائی گئی اے مت ماری گئی اس۔ تہاڑا اجی بھلا کوئی پنچیہ
ہویا سا؟"

بگے آپنی پگ کدیں نئیں سی لاہی پر اس دیساڑے لاہی اس تے جائی پلا دتا اس
کڑی نے سرے اپر۔

"پتر توں بچی ایں پر اج کل سچ نال کدوں کوئی مل اے۔ وڑ مار پترؤڑا!"

جس طراں لوک پانیٹے کی ڈیکنے سن پئے اسے طرحے بگا وی لوتیاں جائی چائی
تکنڑاں سی۔ اوہ وی اپنے ڈیرے سمیت ساہڑے گھار تئیں آیا سا پہلوں اوہ اشتاں سی
تے نال مال ڈنگر آنناں سی۔ ایدی بال بچے آندے س۔ گھڑی گھڑی ساس مارے تے
آکھے۔

"ہائے وو بیبام، ڈبی گیا ہوسی بیبام ---- ہائے میں کیہ کراں، مہاڑا وس کوئی
نئیں آپیا چلناں وو رہا"

۴۷ تے مہاجر امام دین اس کی سارا دیہلے تائیں آکھیا۔

"بگیا —— تک' اساں دار تک —— اساں وی اپنے پیو داوے نیاں ڈھیریاں چھوڑی آئے ساں" پر بگا ہور کھوہے چہ سی۔ اتھوں بنیلی کیتی س' بولیا۔

"اوئے تساں کی کافراں کڈھیا سا۔ فر تساں کی تسلی وی سی قبراں تھیاں متے کدھرے مڑی آساں تے تکساں۔ اساں نیاں سدھراں نے تے نشان وی ڈبی جلے"۔

بگا اندروں اکھئے ترٹی گیا سی۔ اتنی آکھی کے رووݨ لغی پیا۔ بگا روٹا رہیا تے پانی چڑھنا رہیا۔ بیام انہاں علاقیاں وچہ سی جنہاں پہلوں ڈبٹاں سی۔

اوہ صرف ہک راتیں وچہ ایڈا ماندہ ہوئی گیا جے منجی پئی گیا۔ اس وچہ اتنا آ تکس وی نئیں سا جے اٹھی کے جائے آپنے بیاے کی ڈبٹاں تکے۔ ساس مارے' تڑفے' کوکے تے آکھے۔

"مڑیو —— پترو جاؤ —— تکی اچھو' مڑی کے میکی دسیائے پانی کیہڑے کیہڑے راہ چڑھیا —— جاؤ پر بھوں چہ نہ لاپائے۔ مڑنے نی کریو ——"

مڑے سر سٹی کے ٹری گئے۔ دُوئے روز اس ناں بڑا مڑا مڑی آیا۔ بگا بے تاب ہوئی گیا —— فٹ سرے اپر بگ سنبھالی کے اٹھی کھلتا۔

"پانی چڑھی آیا؟"

مڑے کی روہ چڑھی گیا اس آکھیا۔

"پلس چڑھی آئی! —— فوج چڑھی آئی!! لاؤڈ سپیکر تے سائرن چڑھی آئے!!"

"اوئے سدھی با اوئے" بگا تڑفیا۔ "کہانیاں نہ کر میں —— میں مری چلساں ای"۔ اوہ فر مڑی منجی اپر ڈھی پیا۔ ایہہ تکی کے مڑے دی ساس ماریا' اس نی پواندی بہی گیا تے آکھݨ لغا۔

"میں سچ پیا باٹاں ابا' کتے تے گیدڑ خورے واء سُکھی گئے۔ کی دوئے ناں ویر بھلی کے اکٹھے نسے پھرنے ن۔ لوک وی جیہڑے تراٹاں آلے ن آپنے آپنے گراں نے ڈبنے ناں تماشہ تکنے آسلے ——" "تماشہ؟" بگے کی اگ لغی گئی' اس سرہاتیوں منڈی چائی' مڑے فٹ ہتھ رکھیا۔ اس کی اٹھنے توں ٹھاکیاس۔ "تماشہ ای ہوٹاں ناں ابا —— اتھے خلقت اکٹھی ہوئی وی' ہور چھوڑ لوک سرگودھیوں وی آئے ہوئے ن' ھکی دوئے نے گل لغی ڈھلواں پئے مارنے ن' ہرپاسے ماتم ای ماتم ای ابا" مڑا روئی پیا۔ بگا تے بہانے لوڑناں سی' آپنیاں کمبٹیں باہواں کھلیاریاں س' مڑا اس نے سینے اپر ڈھی پیا۔ بگے اس کی کلاوے وچہ کری کمدا تے بنگھوریاں چہ پچھیا س۔

"جل اے میں آیا ناں ابا' اولے پانی بیاے توں میل کھنڈ ای دور ہوسی —— پر ہݨ تیکر تے ——"

"اوئے نئیں اوئے علاقہ کوئی میدان آ —— ہک ہک ٹوبے چہ پورا پورا سمندر مسائی کھائی جائے۔ ہالیں پانی نہ آیا ہوسی" بگے نیاں اکھاں چہ ہک چمک جہی اٹھی "پانی نہ آیا ہوسی آ اچرنے" اچرے اس ناں دو آ مڑا وی پہنچی آیا۔

اس کی تکی کے بگے اپنے دموں دو ترے بنھلیاں کیتیاں پر اٹھی نہ سکیا' اسی سہارا دیئی اٹھالیا نے' ہک لیف بھمبیٹی کے پچھے رکھیا نے' ڈھیو گاتا جھلیا' پہلوں تے ہتر ہتر دوئے پترے دار تکیا تے فر ڈھانہہ ماری کے پچھیا س —— "لوئے میکی دس —— میکی دس مہاڑا بیام کس راں ڈبا؟"

اوہ وی روئی پیا۔

"ابا کیہ دساں' پہلوں پانی بنجی کسی وچ سی فر ھٹے بعد میرے چڑھی آیا فر ——"

بگا اچی جہی واز چہ چیکیا۔

"ٹھہری ٹھہری دس اوئے ——" اس ساہ کھدا "ساہ کڈھی کڈھی دس ——" اس نے ساہ پھوٹ ہوئی گئے مڑے بنگھوریاں وچہ آکھیا۔

"فر ابا —— تاولا تاولا گلیاں چہ پھرنا —— ساڑھے —— ساڑھے ویہڑے ——"

"اوئے میں مراں" بگا اُکا نستا ہوئی گیا۔

"پانی ساڑھے ویہڑے لنگھی آیا" اوہ دسناں رہیا۔ فر ابا پہلوں تندوری' فر جھلیانی تے فر کوٹھا —— "سب کچھ ڈبی گیا ——؟" بگے غوطہ کھلدا —— "فر کیہ —— کیہ ہویا؟"

"پیا دسناں آں ناں ابا" مڑا روئی روئی باٹاں گیا ——" فر سارا موہڑہ ڈبی گیا صرف مسیتی نے منارے رہی گئے"

بگے نیاں اکھیں تاڑے لغی گیاں ساہ اوکھا ہوئی گیا۔

پر مڑا باٹاں رہیا۔ "تھوڑی دیر بعد ابا پانی اپر گورستانے دار —— چڑھی آیا' قبراں بیڑیاں آر ترن لغی پیاں"

بگے نے اوٹھ کنبے۔ کچھ آکھیاس پر سمجھ نہ پئی۔ جیہڑے کول سن اوہ نیڑے ہوئے بگا پیا آکھناں سی۔

"سامیاں وچہ متاں نے ستے ہوئے سنبھلی وی نہ سکے ہوسن' ہائے —— ہائے —— مہاڑیا لمیا —— ہائے"

بگے نی واز تھتھیائی گئی اس آپنے صافے دار ہتھ کرڑی کے آکھیا۔

"مہاڑا منہ —— بیاے دار کرو دوئے ——"

مونہے اپر زردیاں پھریاں ہویاں تکی کے کسے سیانے اساں منہ بیاماں دار نئیں کعبے دار کیتا تے آکھیا۔

"کلمہ پڑھو سارے ——"

بگے کی جائی اکھیاں کھلائی تے گوشے ہے چہ آکھیا۔

"ہائے ب ——ب ——یام" تے نال ای ساہ مسافر ہوئی گئے س ——

—— متاں بعد میں اس نی ویران جہی قبرے اتے دعا آسطے ہتھ چائی کھلتا ہویا ساں جے منگلا ناں پانی مہاڑیاں اکھاں تیکر چڑھی آیا۔ میں منہ پھیری کھدا ہݨ مہاڑیاں نظراں نے سامنے دور دور تیکر کھلی ہوئی منگلا نی بے راہی جہی ڈھمن سی تے اس نے پانیاں اپر بگے نی بگ پئی ترنی سی' اسے طرح بدھی ہوئی!

O—O—O

کہانی

حق کی آواز

اقبال مصور مظفر آباد

اُس کے دو بیٹے تھے۔ وہ اپنے گھر کا نظام بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے چلا رہا تھا۔ سب لوگ مطمئن اور پُر سکون تھے۔ چھوٹی موٹی شکایات کا موثر ازالہ ہو جاتا۔ یوں یہ گھر زندگی کی دوڑ میں شامل تھا کہ اچانک گھر میں بدمزگی اور تلخی کی فضا نے سر اٹھایا۔

اُن کے ہمسائے میں ایک نیا گھر آباد ہوا۔ نئے گھر کے لوگ مالی طور پر اُن کی نسبت زیادہ آسودہ نہ تھے۔ تاہم ان کے پاس وسیع قطعہ اراضی موجود تھا۔ اس لیے گھر کے آباد ہونے کا اثر اس خاندان پر بھی پڑا۔ باہمی تعلق ہمسائیگی کی دیوار پھاند کر رشتہ داری میں بدل گیا۔ لیکن یہ تعلق اس خاندان کو زیادہ راس نہ آیا، اور بوڑھے کا ایک بازو کٹ گیا۔

بوڑھے کے چھوٹے بیٹے نے اپنے سسرالیوں کے بہکاوے میں آکر باپ سے علیحدہ گھر بنانے کا مطالبہ کر دیا۔ باپ نے پہلے نرمی اور پھر سختی سے گھر کی فصیلوں میں دراڑ ڈالنے کی اس کوشش کو ناکام کرنے کی سعی کی۔ لیکن چھوٹا جو اپنے سسرالیوں کے زیر اثر تھا، بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اُس نے اپنے سسرالیوں کی مدد سے باپ کی زمینوں پر شب خون مارا۔ اور وسیع قطعہ اراضی پر قابض ہو گیا۔ بوڑھا اپنے بیٹے کی اس حماقت پر کفِ افسوس مل کر رہ گیا۔ قریب تھا کہ باغی بیٹا اپنے حواریوں کی مدد سے اُس کی تمام زمینوں پر قابض ہو جاتا، اُس نے پرانے ہمسائیوں سے جن سے وہ شدید نفرت کرتا تھا، مجبوراً مدد کی درخواست کی۔ بوڑھے کے یہ ہمسائے فطرتاً حریص اور لالچی تھے اور ایک عرصے سے اس تاک میں تھے کہ کسی بھی طرح بوڑھے کے خاندان کو کمزور کر کے اُس کی زرخیز زمینیں ہتھیالی جائیں، فوری طور پر بوڑھے کی مدد کو پہنچ گئے۔ اور اُس کے باغی بیٹے کو مزید زمینوں پر قابض ہونے سے روک دیا۔ البتہ جن زمینوں پر بوڑھے کا چھوٹا بیٹا اپنے حواریوں کی مدد سے قابض ہو گیا تھا۔ اُسی کے زیر قبضہ رہیں۔

بوڑھے کی زمین تقسیم ہو گئی۔ اُس کا اپنا بیٹا اُس کا دشمن بن گیا۔ بوڑھا ایک طرف اپنا بیٹا کھو بیٹھا تو دوسری طرف اُس کی زمینوں پر غیروں نے قبضہ جما لیا۔ اُسکے نئے رشتہ دار ہمسائیوں نے بڑی چالاکی سے زمینوں کے معاملات اپنے کنٹرول میں کر لیے۔ اور اُس کے بیٹے کو محض دکھاوے کے طور پر اُن زمینوں کا مالک رہنے دیا۔ وہ جو چاہتے بوڑھے کا بیٹا وہی کرنے پر مجبور ہو جاتا۔

دوسری طرف بوڑھے کے حریص اور کمینہ فطرت ہمسائے نے بھی اپنی مکارانہ چالوں سے بوڑھے کو اپنے پنجے میں جکڑ لیا، اور اپنی مرضی سے اپنی زمینوں کا نظام چلانے لگا۔ بوڑھا اس صورتِ حال پر افسردہ و پریشان تھا۔ اب اُس کے دونوں ہمسائے جو اُس کی زمینوں پر قابض تھے آپس میں لڑنے بھڑنے لگے۔ ہر کوئی اُس کی زمینوں کو اپنا حصہ قرار دیتا، اور وہ جوان زمینوں کا اصل مالک تھا چیختا پھرا کہ یہ زمینیں اور ان زمینوں پر بسنے والے لوگ میرے ہیں۔ میں سرپرست ہوں ان زمینوں اور ان پر بسنے والے لوگوں کا'' مگر.... نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا.. سو بوڑھے کی چیخیں دب کر رہ گئیں۔ ہر دو ہمسائیوں نے ان زمینوں پر اپنی مرضی کے ''منشی'' بٹھا دیئے جنھیں ایک مخصوص مدت کے بعد تبدیل کر دیا جاتا۔ اور وہ ان زمینوں کو اپنے آقاؤں کی ملکیت قرار دیتا۔ بوڑھا اور اس کے بیٹے اپنے نصیب پر فریاد کناں رہے۔ ان کی داد و فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا۔

بوڑھا اس صورتِ حال سے دلبرداشتہ ہو کر اپنے کچھ لوگوں کے ہمراہ جنگل کی طرف نکل گیا اور گمنامی کے جنگل میں کھو گیا۔ اُس کی زمینیں اب اُس کی نہیں رہیں تھیں۔ ہمسائیوں کی ناجائز ملکیت قرار پائیں تھیں۔ اور ان کے نامزد کردہ منشی اپنے آقاؤں کی مرضی و منشاء سے اُس کی زمینوں میں موجود قدرتی چشموں، ندی نالوں، جنگلات اور دوسری قیمتی معدنیات اپنے لوگوں کے احتجاج کے باوجود اپنے آقاؤں کے حوالے کرنے لگے۔

ان زمینوں پر بسنے والے لوگ ان اقدامات کے خلاف جب بھی صدائے احتجاج بلند کرتے تو ان کے سامنے سنگینیں تن جاتیں اور بندوقیں آگ برسانے لگتیں۔ ان زمینوں کے ناجائز قابضین ہر سال خیرات کے طور پر چند سکے اپنے منشیوں کے حوالے کر دیتے اور ان سے کہتے کہ یہ سکے اپنے لوگوں کی ''فلاح و بہبود'' پر خرچ کرو۔ وہ منشی مذکورہ سکوں کو اپنے خاندان میں بانٹ لیتے۔ جو کچھ ان کے تصرف سے بچ نکلتا وہ ان زمینوں کے باسیوں تک بمشکل پہنچتا۔ ان زمینوں کے باسی اس صورتِ حال کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ ان کے ذہنوں پر ''غاصبانہ آوازوں'' اور ''بولتی تصویروں'' نے سحر کر دیا تھا۔ وہ بھی اپنے اوپر مسلط منشیوں کی زبان بولنے لگے۔ اور اپنے ناجائز آقاؤں کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔

یونہی سال اپنی ترتیبیں بدلتے رہے۔ سورج اور ستارے اپنے محور پر گردش کرتے رہے۔ دنیا چاند سے اتر کر کمپیوٹر اور پھر ٹرانسپیوٹر کی باتیں کرنے لگی مگر..... ان زمینوں کے یہ بے محور و بے مدار لوگ..... کس مرکز کے گرد گھومتے۔

مرکز و مدار کی عدم موجودگی میں وہ کبھی ادھر گرتے کبھی ادھر اور وقت کا پہیہ انہیں رگیدتا ہوا گزر جاتا۔ مخلوقِ ارض وسماان کے اس بھولپن پر کبھی ہنستی اور کبھی سسک اٹھتی۔ وہ اسی دنیا میں رہتے ہوئے بھی بے چہرہ و بے نام ونشاں تھے۔ وہ کہیں جاتے بھی تو اپنے ناجائز آقاؤں کا عطا کردہ چہرہ پہن کر۔

وقت نے کروٹ بدلی۔ شائد مخلوق خدا کی سسکیاں اُس کی نیند میں خلل انداز ہوئیں تھیں اور ان زمینوں نے ایک بیٹے کو جنم دیا۔

دکھوں، غموں اور مایوسیوں کے اس موسم میں یہ بچہ پل کر جوان ہوا۔ اُس نے اپنی زمینوں کے دونوں قابضین کو باہم دست وگریباں اور تلخ انداز دیکھا تو سوچ میں پڑ گیا۔ اُس نے اپنے بوڑھوں سے اس قصے کی بابت پوچھا تو کوئی بھی اُسے اطمینان بخش جواب نہ دے سکا۔

بالآخر ایک مردِ درویش نے اُس کے سوالوں کا جواب مسکراتے ہوئے یوں دیا "یہ دونوں ان زمینوں کے لیے باہم دست وگریباں ہیں۔ جن پر دونوں کا کوئی حقِ ملکیت نہیں ہے....." دونوں میں سے کوئی بھی ان زمینوں کا مالک ومختار نہیں......ان زمینوں کا جواں سال بیٹا حیرت سے سوچتا..."پھر یہ زمینیں کس کی ہیں"؟ وہ درویش سے پوچھنے لگا "تمہاری.....تمھارے باپ دادا کی" درویش کا یہ بیان سُن کر وہ جوان ایک عزم لے کر وہاں سے اُٹھا اور پھر اپنی دھرتی کے دونوں منقسم حصوں کے مکینوں کو یہ خوشخبری سنانے لگا۔ اُس کی بات کہیں حیرت و کہیں خوشی اور کہیں بادلِ ناخواستہ سنی گئی۔ قابض آقاؤں کے کانوں تک یہ خبر ایک خوف کی علامت بن کر پہنچی۔ مسلح ہرکارے اس حق گو نوجوان کی جستجو میں گلی گلی سرگرداں ہو گئے۔ کال کوٹھڑیاں پاؤں کی دھمک سے آباد ہوئیں۔ اور حق گو نوجوان کو ڈھونڈ کر باندھ لیا گیا۔ اُسے فسادی ومفتن اور باغی قرار دیا گیا۔ دونوں طرف کے قابضین اُسے اپنے لیے خطرہ سمجھنے لگے۔ اُسے کچھ عرصے کے بعد ایک طرف کے قابض نے اپنی کال کوٹھڑی کا دروازہ یہ سمجھ کر وا کر دیا کہ شائد اب اس نوجوان کو اپنی سابقہ زبان بھول گئی ہو گئی۔ اور وہ ان کا اور ان کے مقررہ کردہ منشی کا اطاعت گزار بن گیا ہو گا۔ مگر کال کوٹھڑی کے اندھیرے حق کی اس شمع کو بجھا نہ سکے۔ جبر کی فصلیں اور سنگینیں اُس کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں، اور وہ اپنی مقبوضہ زمینوں کے دوسرے حصے میں اپنے لوگوں کو ان زمینوں کے اپنا ہونے کی خوشخبری سنانے پہنچ گیا۔ وہاں کے قابض کو بھی یہ بات بہت گراں گزری۔ اور اس نے بھی پہلے قابض کی پیروی کرتے ہوئے اس جوانِ حق گو کو پابند سلاسل کر دیا۔ مقدمہ چلا اور حکم کے بندے منصف بنے اور حق کی آواز نے تختہ دار کو چوم لیا۔ مگر حق کی زبان بولتی رہی۔ گلی گلی اور چپے چپے سے حق کی آواز بلند ہونے لگی۔ ان زمینوں کے باسیوں نے ان زمینوں کے اپنا ہونے کی خوشخبری سُن لی۔ اور وہ ناجائز قابضین کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اقوالِ زریں

انتخاب: مریم اشرف (کیل)

- ☆ کم بولو زیادہ سنو، زبان ایک ہے، کان دو ہیں۔
- ☆ اتنا کھاؤ جتنا ہضم کر سکو اور اتنا پڑھو جتنا جذب کر سکو۔ (ابو علی سینا)
- ☆ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔ (شیکسپیئر)
- ☆ کامیابی اُنہی لوگوں کے قدم چومتی ہے جو مستقل مزاج ہوں۔ (نپولین)
- ☆ اچھی کتاب انسان کے لئے زندگی کا بہترین سرمایہ ہے۔ (ملٹن)
- ☆ دوست ہزار بھی کم ہیں اور دشمن ایک بھی زیادہ ہے۔ (نصیر الدین طوسی)
- ☆ جسے نیک وبد کی تمیز نہیں وہ چوپایوں میں داخل ہے۔ (سقراط)
- ☆ دولت کے بھوکے کو کبھی دلی سکون نصیب نہیں ہو سکتا۔ (معروف کرخی)
- ☆ ایک عالم کی طاقت ایک لاکھ جاہلوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ (بایزید بسطامی)

افسانہ

اجڑے لوگ

شازیہ احمد گیلانی (باغ)

سنجیدہ بیگم چیختی رہی لیکن کمال صاحب نے اس کی ایک نہ سُنی اور شاخ پر بیٹھے ہوئے خوبصورت کبوتروں کے جوڑے کو نشانہ بنالیا۔ کبوتر پھڑ پھڑاتا ہوا شاخ سے نیچے گر گیا اور اس جوڑے کا بچہ سہم کر وہیں ماں کے نزدیک ہو کر بیٹھ گیا۔ امیر لوگوں کے شوق بھی پریشان کن ہی ہوتے ہیں۔ دوسروں کو غم دے کر بھی خوشی محسوس کرتے ہیں۔

سنجیدہ بیگم کو پہلی بار کمال پر غصہ آیا لیکن کمال کا تو یہ معمول تھا۔ اس لیے سنجیدہ بیگم کے آج اس قدر برہم ہونے کا سبب ان کی سمجھ سے باہر تھا۔

سنجیدہ آج کیوں ڈر گئی ہو تم؟

معلوم نہیں کیوں، کمال میرا دل اس کبوتر کے بچے کو دیکھ کر کٹ رہا ہے۔ یہ تو اُڑنے کے قابل بھی نہیں اور آپ نے اس کا سہارا چھین لیا۔

ارے بیگم! کوئی بات نہیں ذرا ذرا سی باتوں پر تم اتنی پریشان نہ ہوا کرو۔ اس بچے کو گھر لے چلیں گے۔

سنجیدہ بیگم بچے کو گھر لے گئیں اور اس کی خاطر خواہ حفاظت کرنے لگی لیکن وہ مر گیا۔ زندگی پھر معمول پر آگئی۔

"سنجیدہ بیگم! میں مہینے میں ایک دفعہ گھر آتا ہوں لیکن وہ دن بھی تم مصروفیت میں گزار دیتی ہو۔ آج میرا دل چاہتا ہے کہ میں کہیں باہر کھانا کھاؤں اور تم اور علی میرے ساتھ ہو" تو اس میں کیا مسئلہ ہے، چلی چلوں گی۔ بلکہ چلئے ابھی چلتے ہیں، علی کو میں لے لوں۔ کمال اور سنجیدہ بیگم، اپنے ننھے علی کے ساتھ گاڑی پر بیٹھے اور کمال صاحب جیسے آج بہت کچھ کہنے کے لیے سنجیدہ بیگم کو ساتھ لائے تھے، اس لیے رُک رُک کر ہدایات دے رہے تھے "سنجیدہ بیگم یہ جو دولت ہے ناں یہ کسی کی نہیں ہوتی۔ ہماری بھی یہ ساری دولت ہمارے کس کام کی ہے۔ بس ایک ریت ہے دنیا کی کہ سب اپنی اولاد کے لیے ہی جمع کرتے ہیں اور یہ دولت بھی علی کی ہی ہے۔ ہمارا ایک ہی تو بیٹا ہے۔ دیکھو سنجیدہ! اس کو کبھی کسی چیز کی کمی نہ ہونے دینا۔ میں تو اس پر توجہ نہیں دے سکتا، کیونکہ گھر زیادہ نہیں آتا۔ میں اکثر تم دونوں کی وجہ سے پریشان رہتا ہوں۔ سارا خاندان، زمینیں، جائیداد چھوڑ کر یہاں آنے کا یہی مقصد تھا کہ ہم خاندانی جھگڑوں سے دور بچ بچا کر رہیں۔ لیکن پھر بھی مجھے ڈر سا لگتا ہے..... تم علی کو خود سکول چھوڑنے کے لیے جایا کرنا"۔

کمال آج آپ کو اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے، بس کریں اب یہ نصیحتیں، مجھے بھوک لگ رہی ہے اب اتریں۔ علی تو ابھی ٹھیک طرح بول بھی نہیں سکتا اور آپ بھی حد کرتے ہیں۔

کمال نے جونہی گاڑی کا دروازہ کھولا سنسناتی ہوئی گولیاں کمال کے سینے کو چھلنی کر گئیں۔

سنجیدہ بیگم کے سر پر تو چھت گر پڑی، اس کی تو دنیا ہی اندھیر ہو گئی۔ اسے کیا پتا کہ روشنیاں کیا ہوتی ہیں۔ سنجیدہ بیگم کو بیٹے کی خاطر خود کو سنبھالنا پڑا کیونکہ چاروں طرف سے اس کو گھیرے میں لیا ہوا تھا اور اس کے اپنے ہی بھیڑیئے کے روپ میں سامنے تھے۔ جلد ہی اس نے خود کو سنبھال لیا اور اپنی تمام تر توجہ علی پر لگا دی۔

بیٹا جوان ہوا تو سنجیدہ بیگم نے اس کے سر پر سہرا سجانے کا پروگرام بنایا، لیکن بیٹا بضد تھا کہ وہ پہلے حج کرے گا اس کے بعد شادی، اور پھر ماں کو حج کروائے گا۔ سنجیدہ بیگم بیٹے کی بات ایک سے دوسری نہ ہونے دیتیں۔ اس لیے اس کی رضا کو اپنی منشاء بنالیا اور بیٹے کی حج سے واپسی کا انتظار کرتی رہی۔ اسی اثناء میں اس نے شادی کی ساری تیاریاں مکمل کر لیں۔ لیکن قدرت مسکرا دی اس کی ان تیاریوں پر، ان خوشیوں پر۔ ایک روز فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

ہیلو! "علی کی ماں کو ایک پیغام دینا تھا"۔

"جی میں بول رہی ہوں"۔

"آپ کو بہت ہمت سے کام لینا پڑے گا۔ یہ افسوسناک خبر سنانے کے لیے میں ہی منتخب ہوا ہوں کیونکہ میں ہی اس کے ساتھ تھا"۔

"بیٹا جو بھی کہنا ہے جلد کہہ دو میرا دل پھٹ جائے گا۔ میرا بیٹا کہاں ہے آج تو اس نے واپس آنا تھا"۔

"خالہ جی اسے اچانک ہی بخار ہوا اور دوسرے روز وہ ہم سب کو چھوڑ کر اللہ کو پیارا ہو گیا"۔

سنجیدہ بیگم کو تو جیسے سکتہ ہو گیا۔ اس سے آگے وہ کچھ بھی نہ سُن سکی۔

"میرے بیٹے کو واپس نہ لانا..... میں سمجھوں گی وہ وہیں کام کرتا ہے..... اس کو چھٹی نہیں ملی..... میں اس کا انتظار کرتی رہوں گی"۔

میر پور کے عظیم صوفی بزرگ میراں غازی کی ایمان افروز کرامت

اسلام آباد سے آنے والا ایک کنبہ کیا بتاتا ہے؟

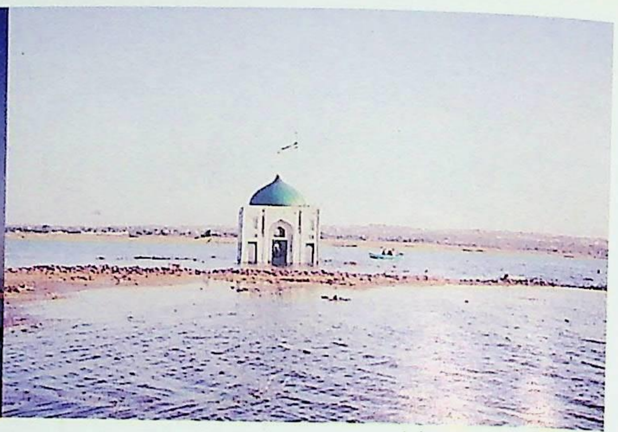
تحریر: محمد سعید اسعد

خطہء میر پور نے کشمیر کی تاریخی، تہذیبی اور ثقافتی زندگی میں جہاں ممتاز مقام حاصل کیا ہے وہاں روحانی اور علمی اعتبار سے بھی تاریخ کشمیر میں اس خطے کو نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میر پور کے صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین نے یہاں کی سماجی زندگی میں زبردست انقلاب پیدا کیا۔ صوفیا و علماء کی تعلیمات اور افکار و نظریات میر پور کی سماجی زندگی میں رچے بسے نظر آتے ہیں۔ میاں محمد بخشؒ اور نیک عالم شاہ صاحب کی مثالیں تو اس ضمن میں زبانِ زدِ عام ہیں۔ ان دو بزرگ ہستیوں کے علاوہ دیگر بیسیوں صوفیائے کرام ایسے گزرے ہیں جن کا خمیر اسی میر پور کی دھرتی سے اٹھا۔ یا پھر انہوں نے مضافات سے آکر میر پور کو اپنی دینی و روحانی تعلیمات کا مرکز بنایا۔

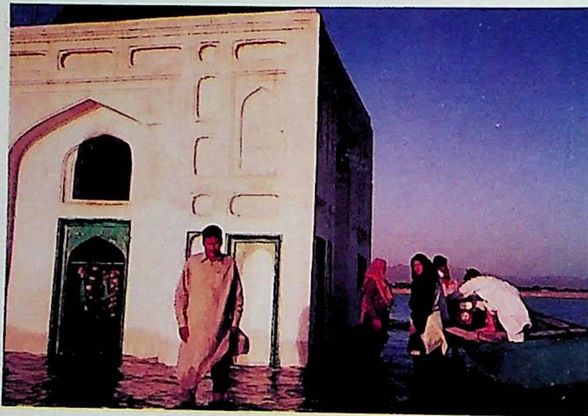
اسے میر پور کی بدنصیبی ہی کہا جائے گا کہ میر پور کے سینے پر منگلا ڈیم تعمیر کیا گیا۔ منگلا ڈیم کے اس خوفناک عفریت نے جہاں میر پور کی تاریخ و تہذیب اور ادب و ثقافت کو نگل لیا وہاں میر پور کے بیسیوں صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے مزارات و مقابر کو بھی گہرے پانیوں میں ڈبو کر انہیں نیست و نابود کر دیا۔ ان مزارات و مقابر کی والی وارث اگر کوئی زندہ قوم ہوتی تو وہ اپنے اس عظیم دینی و تاریخی ورثے کو یوں تباہ و برباد نہ ہونے دیتی۔ میر پور کی بدنصیبی کے ساتھ ساتھ میر پور کے باسیوں کی بھی یہ بدبختی تھی کہ وہ اپنی دھرتی ماں کو منگلا ڈیم کے خونخوار اژدھا سے نہ بچا سکے اور بے حسی، بے بسی اور لاچارگی کی درماندہ مثال بن گئے۔ پاکستان کے سامراجی اور استحصالی عزائم کے سامنے میر پور کے لوگ کوئی موثر مزاحمت نہ کر سکے جس کے نتیجے میں خطہء میر پور کی آئندہ آنے والی نسلوں کو ایک طرف قدم قدم پر ذلتوں کا بوجھ اٹھانا پڑا اور دوسری طرف وہاں اپنے عظیم روحانی رشتوں سے بھی دور ہونا پڑا۔ میر پور کے جن بیسیوں صوفی بزرگوں کے مزارات منگلا ڈیم کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئے ان میں وہ عظیم صوفی بھی شامل تھے جنہیں غازی میراں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور روایت ہے کہ سیکڑوں برس قبل میر پور بستی انہی کے نام پر آباد کی گئی تھی۔

منگلا ڈیم بننے کی وجہ سے میر پور کے کچھ روحانی آستانوں کے ورثا نے آباؤ اجداد اور پیرانِ کرام کے مزارات و مقابر کو ڈیم کی حدود سے باہر منتقل کر لیا، ان میں کھڑی شریف، فیض پور شریف، بل پیراں اور چیچیاں شریف کے آستانے نمایاں مثالیں ہیں، عظیم صوفی شاعر نیک عالم شاہ صاحب کا مزار بھی ان کے خلفاء نے منگلا ڈیم کے کنارے سنگوٹ کے مقام پر منتقل کر لیا لیکن عظیم صوفی بزرگ غازی میراں کا مزار منگلا ڈیم کے گہرے پانیوں میں پرانے میر پور شہر کے مغرب میں ہی ایستادہ رہا۔ گذشتہ 36 برسوں سے یہ مزار ڈیم میں ڈوبا ہوا ہے اور اپنی پوری شان و شوکت اور وجاہت سے کھڑا ہے۔ آج بھی جب ڈیم کا پانی اتر جاتا ہے تو یہ مزار سامنے نظر آتا ہے۔ پانی مکمل خشک ہونے پر سیکڑوں زائرین اس مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ اور روحانی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ میر پور کے لوگوں میں غازی میراں کی بہت سی کرامات مشہور ہیں اور لوگ بتاتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً ایسے آثار کا اظہار ہوتا رہتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ غازی میراں ایک عظیم روحانی ہستی تھے جن کا فیض آج بھی جاری و ساری ہے۔ گزشتہ دنوں راقم الحروف نے بھی ایک ایسا ہی مشاہدہ کیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

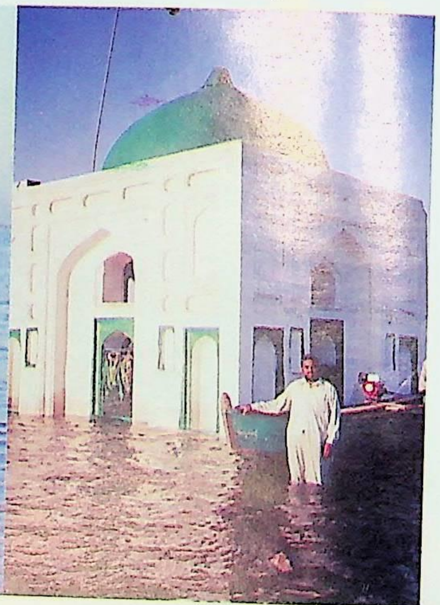
یہ اپریل کا واقعہ ہے۔ موسم سرما کی خشکی کے بعد منگلا ڈیم میں پانی تیزی سے بھرنا شروع ہو چکا تھا۔ میر پور سے ڈڈیال جاتے ہوئے گاڑی میں بیٹھے میری نظریں منگلا جھیل کے لحظہ بہ لحظہ پھیلتے ہوئے پانی پر جمی ہوئی تھیں۔ میر پور سے اکال گڑھ تک ڈیم کے چڑھتے ہوئے پانی میں موجود دو عظیم تاریخی عمارتوں (غازی میراں کا مزار اور میر پور شہر کا مندر) سے میری نظریں ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ ٹیلوں، پہاڑیوں اور ناہموار سڑک کے نتیجے میں یہ دونوں عمارتیں بار بار میری نظروں سے اوجھل ہوتیں اور پھر اچانک نظروں کے سامنے آ جاتیں۔ پانی دھیرے دھیرے ان عمارتوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ میر پور شہر کا قدیم مندر تو



زائرین کی کشتی غازی میراں کے مزار کی طرف بڑھ رہی ہے



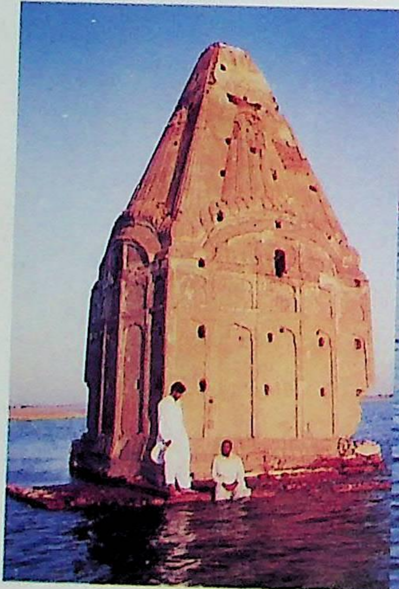
زائرین کشتی سے اتر رہے ہیں۔ اسلم چوہدری مزار کے ساتھ کھڑے ہیں



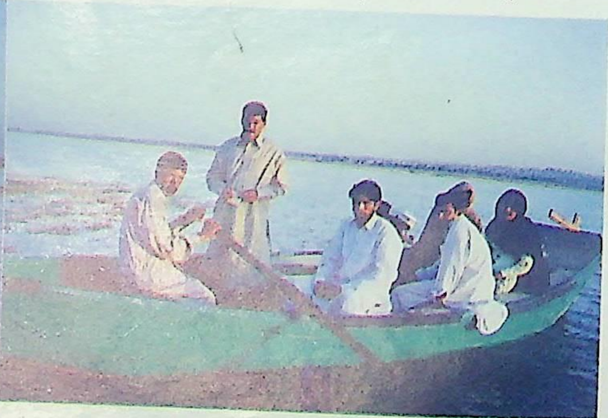
محمد سعید اسعد مزار کے ساتھ پانی میں کھڑے ہیں



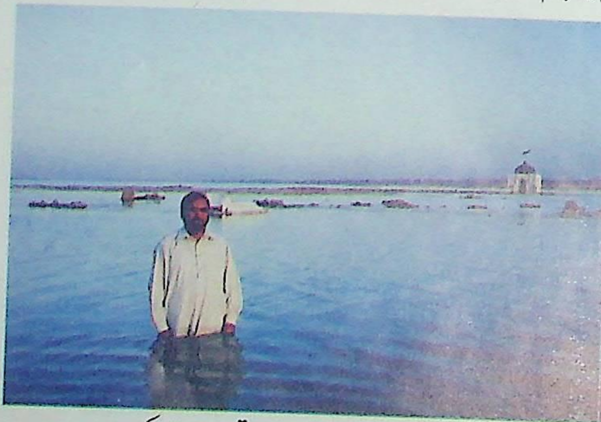
غازی میراں کا مزار منگلا ڈیم کی بے رحم موجوں کے بھنور میں



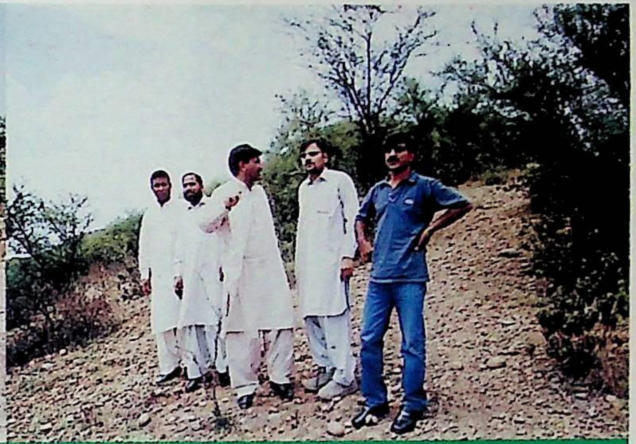
فن تعمیر کا عظیم شاہکار میرپور کا تاریخی مندر



زائرین واپس جا رہے ہیں



محمد سعید اسعد پرانے میرپور کے زیرآب قبرستان میں کھڑے ہیں



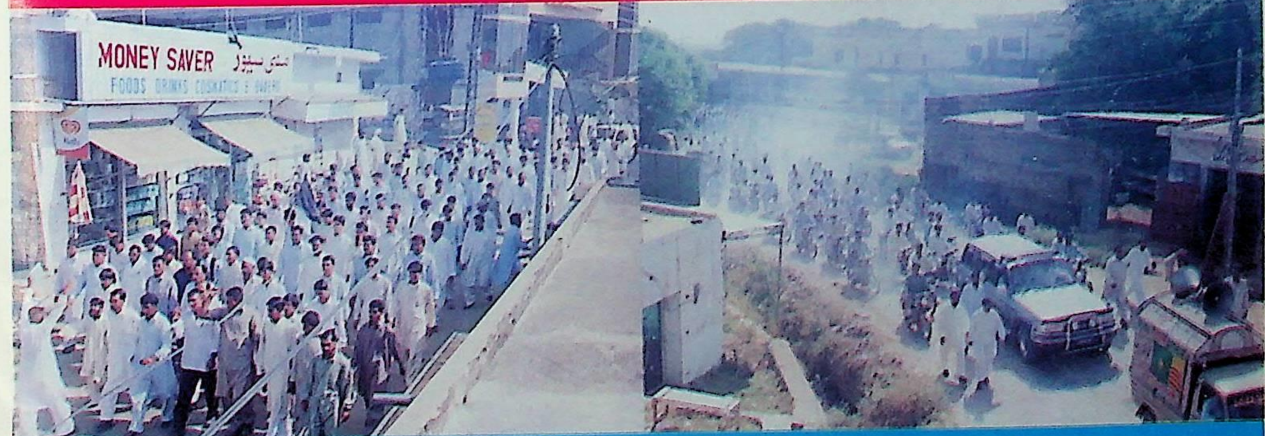
عارف چوہدری سنگی ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن کے وفد کو منگلا ڈیم کے متعلق تفصیلات بتا رہے ہیں، محمود کشمیری اور محمد سعید اسعد ساتھ کھڑے ہیں



سنگی کے ڈائریکٹر نعیم اقبال ارنوع کے طالبعلموں سے منگلا [illegible] کے حوالے سے رائے لے رہے ہیں۔ طلباء نے توسیع کی [illegible]



میرپور آل پارٹیز نیشنل الائنس کے قائدین، عارف شاہد، کرنل وجاہت حسن مرزا محمود کشمیری، شوکت مقبول بٹ، خواجہ مشتاق حسین، پروفیسر خلیق احمد، نجیب افسر امان اللہ، ارشد مجید ملک، سید کاظم شاہ، عارف چوہدری خواجہ پرویز اقبال منگلا ڈیم توسیع کے خلاف منعقدہ سمینار میں شریک ہیں۔



ڈڈیال 18 اکتوبر 2002ء اسیران منگلا ڈیم کی رہائی کے لئے اینٹی توسیع کمیٹی کا احتجاجی مارچ۔ تصاویر بشکریہ عاصم شریف لون

پانی کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ لیکن میراں غازی کا مزار ابھی شمالی سمت سے خالی تھا جبکہ مغرب اور جنوب کی طرف سے پانی اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ منظر بار بار دیکھتے ہوئے معصوم حسین زندہ صاحب کی نظم کے یہ اشعار میرے قلب و ذہن میں گونج رہے تھے۔

رحیم کی مسجد ،رام کا مندر ڈوب رہا ہے
تیرا میرا ایک پیارا سا گھر ڈوب رہا ہے
میراں غازی خضر کی یاری مہنگی ہے
ساتھ تمارے، شہر تمہارا ڈوب رہا ہے
لمحہ لمحہ جھیل کے گہرے پانی میں
اک ز ندہ تہذیب کا منظر ڈوب رہا ہے

ڈڈیال اور چکسواری سے ہو کر دو تین روز بعد میں واپس اکال گڑھ آیا تو میں نے یہاں ایک روز کے لیے رکنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ پرانے میر پور شہر کے ساتھ ساتھ غاى میراں کا مزار مجھے رہ رہ کر یاد آ رہا تھا۔ پریس کلب اکال گڑھ کے دوستوں سے میں نے غازی میراں کے مزار پر حاضری کا پروگرام بنایا۔ کلب کے ممبر کاظم شاہ صاحب اپنے دوستوں کے ہمراہ چند روز قبل ہی وہاں سے ہو کر آئے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے ایک اور صحافی دوست چوہدری اسلم صاحب کو میری ہمراہی پر مامور کیا۔ عصر کا وقت تھا اسلم صاحب نے مجھے اپنے پیچھے موٹر سائیکل پر بٹھایا اور تھوڑی ہی دیر بعد ہم ڈیم کے کنارے پہنچ گئے۔ میرا خیال تھا کہ ان دو تین دنوں کے دوران پانی مزار کے چاروں طرف پھیل کر مزار کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوگا۔ ڈیم کے کنارے پہنچ کر دیکھا تو میرا یہ خیال درست ثابت ہوا۔ ہم نے موٹر سائیکل پانی سے دور کھڑی کی اور جوتے اتار کر کپڑوں سمیت پانی میں اتر گئے۔ ہم پانی میں اترتے گئے۔ پانی ہماری کمر تک آ گیا تو اسلم صاحب رک گئے اور کہنے لگے، اگر پانی آگے اس سے بھی زیادہ گہرا ہوا تو پھر مزار تک کیسے پہنچیں گے۔ لیکن اگلے ہی لمحے یہ خطرہ ٹل گیا۔ زمیں کی سطح ناہموار ہونے کے سبب پانی کہیں گہرا اور کہیں اوتلا ہو جاتا۔ اسلم صاحب نے انکشاف کیا کہ ڈیم کے ایسے کناروں پر تازہ چڑھنے والے پانی میں سانپ بھی ہوتے ہیں۔ سانپوں کا خیال آتے ہی کچھ خوف بھی دامن گیر ہوا۔ ہم مزار کے شمال میں ابھی مزار سے کچھ دور پہنچے ہوں گے کہ ہمیں جنوب کی سمت سے یعنی پرانیاں ہٹیاں کی طرف سے ڈیم کی سطح پر انجن سے چلنے والی ایک تیز رفتار کشتی آتی نظر آئی۔ یہ کشتی دربار کی طرف آ رہی تھی۔ کشتی کو دیکھا تو میں خوشی سے اچھل پڑا۔ کیونکہ اس لمحے یہاں کشتی کا آنا ہمارے لئے کسی معجزہ سے کم نے تھا۔ ہم تیز تیز دربار کی طرف بڑھنے لگے۔ جوں جوں ہم دربار کے قریب ہو رہے تھے پانی بھی قدرے اوتلا ہوتا جا رہا تھا۔ جب ہم دربار تک پہنچے تو اتنے میں کشتی بھی وہاں پہنچ چکی تھی اور کشتی سوار دربار کے ساتھ کشتی کھڑی کر کے نیچے اتر رہے تھے۔ کشتی پر آنے والے زائرین جب فاتحہ پڑھ کر مزار سے باہر نکلے تو میں نے اور اسلم صاحب نے بھی وہیں پانی میں کھڑے کھڑے فاتحہ پڑھی اور زائرین سے پوچھا کہ وہ اگر محسوس نہ کریں تو میں ان کی تصاویر بنالوں۔

ان خواتین وحضرات نے آپس میں مشورہ کیا اور مجھے اجازت دے دی۔ میں نے ان کی دو تین تصاویر بنائیں اور پھر ان سے تعارف ہوا۔ یہ زائرین دو مرد اور دو عورتیں تھیں۔ پانچواں ملاح تھا۔ زائرین سے جب میں نے پوچھا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ وہ اسلام آباد سے آئے ہیں۔ اور یہاں آ کر انہیں خاص روحانی سکون ملا ہے۔ پھر انہوں نے مجھ سے منگلا ڈیم کے بارے میں چند ایسے سوالات پوچھے جن سے وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ یہاں ڈیم کب اور کیسے بنا۔ یہاں سے کتنی آبادی متاثر ہوئی۔ وہ کہاں گئی اور ڈیم میں صوفی بزرگوں کے مزارات کا تحفظ کیوں نہ کیا گیا۔ مین نے تفصیل سے ان کے سوالات کے جوابات دیئے اور پھر انہیں منگلا توسیع منصوبے کی تفصیل جب بتائی تو وہ بے حد پریشان ہوئے اور کہنے لگے، یہ تو بہت بڑا ظلم ہے، حکومت نئے ڈیم کیوں نہیں بناتی۔

منگلا ڈیم کی افسوسناک کہانی سن کر ان کی دلچسپی بڑھ گئی تو میں نے انہیں پیشکش کی کہ وہ سامنے پرانے میر پور شہر کا جو تاریخی مندر پانی میں ڈوب رہا ہے ہمیں وہاں بھی چلنا چاہیے۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا اور کہا "چلیں جی چلتے ہیں، مزار دیکھا ہے تو مندر بھی دیکھ لیتے ہیں"۔ وہ خود بھی کشتی میں بیٹھ گئے اور مجھے اور اسلم صاحب کو بھی ساتھ بٹھالیا۔ ملاح اب آہستہ آہستہ چپو کے ذریعے کشتی چلانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہم مندر کے قریب جا لگے۔ مندر کے پشتے تک کئی فٹ پانی چڑھ چکا تھا۔ ہم کشتی سے اتر کر مندر کے پشتے پر چڑھ گئے۔ فیاض زائرین کے

گروپ کا سربراہ تھا۔ وہ ہمارے ساتھ بہت گھل مل گیا۔ اس نے باتوں باتوں میں مجھے اپنا تفصیلی تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ اسلام آباد کے رہنے والے ہیں میرے ساتھ میری بیوی، میرا بھائی اور اس کی بیوی ہیں۔ اصل میں ہم لوگ پہلی بار یہاں آئے ہیں اور آنے کا سبب یہ بنا ہے کہ میری بیوی نے کچھ روز قبل خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ اسے خواب میں نظر آتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ میرا مزار پانی میں ڈوب رہا ہے کچھ دنوں بعد یہ مکمل طور پر پانی میں ڈوب جائے گا اور پھر نظر نہیں آئے گا، چنانچہ جس کسی نے میرے مزار پر حاضری دینی ہو وہ آئے اور حاضری دے لے۔

فیاض نے بتایا کہ اس کی بیوی نے جب یہ خواب گھر والوں کو بتایا تو سب لوگ متفکر ہوئے۔ فیاض اور اس کی بیوی اسلام آباد اور راولپنڈی میں کسی ایسے مزار کو تلاش کرنے لگے جو زیر آب آ رہا ہو۔ لیکن انہیں وہاں ایسا کوئی مزار نہ مل سکا۔ پھر کسی نے بتایا کہ پانی میں ڈوبتے ہوئے مزار دیکھنے ہوں تو میرپور منگلا ڈیم کی حدود میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ فیاض نے بتایا کہ یہ پتہ چلنے پر ہم میرپور آگئے اور یہاں آکر معلوم کیا تو کسی نے بتایا کہ پرانیاں ہٹیاں کے راستے ڈیم کی طرف چلے جائیں، وہاں سامنے غازی میراں کا مزار اور کچھ دیگر مزار پانی میں ڈوب رہے ہیں۔ چنانچہ ہم لوگ ڈیم کے کنارے پہنچے، کشتی کرائے پر لی اور غازی میراں کے مزار پر آگئے۔ فیاض نے بتایا اس کی بیوی نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے تصدیق کر دی کہ ایسا ہی منظر میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ پھر فیاض کہنے لگا کہ میری بیوی تو مطمئن ہوئی ہی ہوگی، ساتھ ہم لوگوں کو بھی یہاں آکر بہت قلبی سکون ملا ہے۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فیاض کی کیفیت جذباتی ہوگئی تھی اور وہ بار بار اس امر کا اظہار کر رہا تھا کہ ڈیم بنانے والوں نے ہمارے تاریخی، مذہبی و مقدس مقامات کو کس بے دردی کے ساتھ پانی میں غرق کر دیا۔

سورج غروب ہونے کو تھا۔ ہم نے مندر پر بھی اپنی تصاویر بنائیں اور پھر کشتی پر سوار ہو کر واپسی کی راہ لی۔ کشتی نے مجھے اور اسلم صاحب کو اکال گڑھ کی سمت کنارے پر اتارا۔ میں نے اور اسلم صاحب نے اسلام آباد سے آنے والے ان زائرین کا اور ملاح کا شکریہ ادا کیا کہ اس مختصر سی رفاقت میں ہمیں یہ یادگار لمحات میسر آئے۔ میں اور اسلم صاحب جونہی کنارے پر اترے۔ ملاح نے کشتی کا رخ جنوب کی سمت پرانیاں ہٹیاں کی طرف پھیر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کشتی منگلا جھیل کی لہروں پر فراٹے بھرتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

میرپور .... ڈاکٹر صابر آفاقی

رودِ جہلم کے کنارے
ایک تھا شاداب شہر، کمیاب شہر
تنگ گلیوں چوڑے سینوں کا وہ شہر
سرخ اینٹوں چھوٹے زینوں کا وہ شہر
شیر مردوں اور حسینوں کا وہ شہر
مجھ کو وہ گلیاں وہ اینٹیں
یاد آتی ہیں بہت
خوں رُلاتی ہیں بہت
چاٹتی تھیں اُس کی گلیاں
شاعرِ عارف کے پاؤں
شہر پر تھی جس کی چھاؤں
اس کے گیتوں کی مہک تھی
کھیت میں، بازار میں، گھر بار میں
شوق کا، کردار کا اور پت کا شہر
راجہ اکبرؔ اور صابر دت کا شہر
رودِ جہلم کے کنارے
قریہ دل تھا وہی
سارے دل والوں کی منزل تھا وہی
موجِ جہلم نے لیا آغوش میں آخر اُسے
کون لائے ہوش میں آخر اُسے
اونچے اونچے پیڑ اس کے کیا ہوئے!

اور کوئل کے گلے میں خشک کیونکر ہو گئے
ہجر کے، دُکھ کے، جدائی کے وہ گیت
کوئی غرفہ، کوئی کھڑکی
اب نہیں کھلتی وہاں
عنبریں زلفوں کی مہکاریں نہیں
نرگسی آنکھوں کی تلواریں نہیں
گفتگوئیں اور گفتاریں نہیں
قریہ جاں آفریں
دل نواز و دل نشیں
جھیل کی چادر کے اندر سو گیا
غم سے لپٹ کر سو گیا
اور سمٹ کر سو گیا
خاموش سب جذبے ہوئے
اور ولولے ٹھنڈے ہوئے
جھیل لہرائی تو کونجیں اُڑ گئیں
اجنبی دیسوں میں جا کر بس گئیں
کوئی بتلاؤ کہاں ہے؟
میرے خوابوں، میرے جذبوں، میرے
ارمانوں کا شہر
زندہ انسانوں کا شہر
رودِ جہلم سے یہ پوچھوں

شہر جو شاداب تھا...... وہ کیا ہوا؟
گوہرِ نایاب تھا...... وہ کیا ہوا؟
جو ہمارا خواب تھا...... وہ کیا ہوا؟
کوئی بتلائے مجھے
شہرِ دل کا چہرہ دکھلائے مجھے
کیا وہ گلیاں اور غرفے
آج بھی موجود ہوں گے زیرِ آب؟
اے ستارو تم بتاؤ
عشق کا وہ استعارہ کیا ہوا
وہ ستارہ کیا ہوا
جھیل منگلا کے کنارے
بیٹھ کر سوچوں یہی
بیٹھ جائے جھیل تو
شاید جھلک دکھلائے وہ
دوڑ کر آئے، گلے لگ جائے وہ
اور پھر دونوں بقاء کی جھیل کی تہہ میں اُتر
کر
ہم کریں یہ بندوبست
وقت کو دے دیں شکست

---O---

میرپورے دا نوحہ

حکیم قاضی سید محمد (چترپڑی میرپور)

میرپور شہر دی تباہی دے متعلق ... حکیم قاضی سید محمد (مرحوم) نے منگلا ڈیم دی تعمیر دے نتیجے وچ میرپور شہر ... [illegible] ... (مدیر)

ولا گل بیانیاں جتاں نوں دستاں نیا مقام بھی چاہیدی دا اے
ہو کے جدا جیکر جنت کولوں دم دم سنگ شر بیجاہیدی دا اے
منگلا میرپور دے درمیان آ کے چترپڑی سوہنے وکھن آئی دا اے
ایتھے لے کوئی لے بے سید محمد وکھن سار صدقے صدقے جائی دا اے

الف: آ تھیں نال عاجزی دے اول یاد خدا دا نام کریئے
فیر بھیج درود رسولؐ اتے اس دی آل نوں کھاں سلام کریئے
چارے یار اصحاب قبار دیاں تابعداریاں صبح تے شام کریئے
ایتھیں بعد رکھ سید امید فضلوں تقم لکھن دا کوئی انتظام کریئے
ب: بات بیان اے کرن لاگی عجب تجیل اک ہون تیار گی
جسدے پانڑاں تحصیل سب میرپور دی نے ضلع سارے ہون پار گی
لے منگلا تھیں چتری کس قدریں واہ واہ شن کمال دیدار گی
جسدی سید تعریف ہون کرن کولوں جد کھان غوطے وچکار گی
ت: تکو اس گورنمنٹ پیارڑی نے کیسے رنگ اک دم بنا دتے
تھیو تاں چھوٹیاں مڑیاں دے فوراً کم بھی شروع کرا دتے
نال تھل سلطانپور جہل والے تے پوٹھے مکان چا دتے
ایدھروں بیگا بلاور بھی سید ضیا ڈیرے جا سرگودھے وچ لا دتے
ث: ثابتی نال تیں بعد آکوں دساں کھول میں کیا کیا رنگ پیارے
ثالا کدی نہ اپنے وطن وچھوں ٹُن دشمناں دے بھی سنگ پیارے
بھاویں وچ پردیس کوئی راج مانے کے کلوں نہ ہوے کوئی تنگ پیارے
پھر بھی سید جاں وطن دی خب جاگے جاون تیر کلیجیوں لنگ پیارے
ج: جدی دیاں شد کے تے وطن دا ملک سب چھپیا اے
کون کے دی لے کوئی سار سکدا دکھاں وچ سینہ سب دا سلیا اے

روندی چھچھیں تے بکیں ببیام لگی بھنابڑ آ تقسیراں دا بلیا اے
کُج سید جا سانگلے ہل بیٹھے کجاں اریا منگلا دا ملیا اے
ح: حد حدود نوں چھڈ کے تے اُتوں پیل وی ٹکٹ کٹا بیٹھا
آیاں جیویں مقدراں وچ لکھتاں ایویں ہر کوئی من رضا بیٹھا
سب کج دے دوا کے ہو وہلا منگناپنڈ وی ٹنڈ کرا بیٹھا
ایدھروں سید تھرچک تک راجیاں کیونکر وچ بھلوال دے جا بیٹھا
خ: خانہ خراب تک ڈیری پھانہ، ڈیری راموں سنگ بسترے بن ٹرگئی
سنے جوگیاں ڈھوک وکھ موچیاں دی کر دی خالی سکیماں دے فن ٹرگئی
ہوئے آڑے کھمبال دے حال مندے کولوں موہری جاں سکیاں بن ٹرگئی
مکیاں مُلکاں دیاں رونقاں سید محمدا آخر جس ویلے بڑبن ٹر گئی
د: دعوے ملکیتیاں ختم ہو گئے بچ عبداللہ پور، سیب تھرتھل گئی اے
مونڈے میرے چھالاں تے جگوواں دے قبضے گورنمنٹ کرمحل رہی اے
سنے گوڑھے گل پیڑے کیا ڈھوک بہادر ہتھ وکھ گدیڑ بھی مل رہی اے
کٹھیاں مولے ہرنو بھی سید محمدا تکدی جند کوئی گھڑی یا پل رہی اے
ذ: ذات رکھوالڑی رب والی ایویں ذکر سب میرے بھرا دسدے
بھوتھی، کھاڑک، بدھال، نومہال توڑیں ہو گئے جڑول صفا دسدے
بنے باڑے بجوتھی بمعہ ڈھکیاں ہور موری بھلوٹ سوا دسدے
نانگی وکھ کلیال وکھ سید محمدا رہیہ مہتہ وی گیا ڈُبا دسدے
ر: رہے آن آخر اُتے کر جادے بھی لبیاں تیاریاں نی
اُتوں دولو دے مہڑے تے ہور چنے کلیاں وکھریاں آن کھلاریاں نی
خالی مغلاں تے خانپور دے دیکھ خانے کردا بھمبعض پنڈورہ وی زاریاں نی
ادھر پرت بلاہ ول سید محمدا تک کس طرح ہویاں گل کاریاں نی
ڑ: روشنی ہور ایہ ہو چکی سنگ بھڑکاں دے اُٹھ سنگوٹ چلیا
اکول دے چارج گوڑہ سیداں دا ڈاہڈی جھل وچھوڑے دی چوٹ چلیا
منڈی کونجڑ وکھ کُنج لوا بیٹھی اکول مار ہائیں ملوٹ چلیا
اکول سید محمدا چندرال چل گئے اکول توڑ نتھیہ سجنوٹ چلیا
ز: زور اس ڈیم اچیھا کیتا جس دا رہیا کوئی کتوں انتہا نائیں
سُنیاں سنے بندرال پے کھان غوطے لکدی کتوں رٹھوہے دی تھا نائیں
دے کے دخل بھرمٹ سرسٹ بیٹھے پچھی وات ریحام اندرا نائیں
ہور سید بجاڑ وکھ چاہڑ جندرے لائے ٹردیا کوئی اکا نائیں

س: سکھنے ملک محل کرکے ہور کونجڑ جبوٹ سدان گگی
رنگت ڈھلے لخورے دی ویکھ دوروں رونق مواہ کنیل مکان گگی
آڑے چک تے جھنگ جدھال تائیں پکیاں باغاں دی بھلن نہ شان گگی
چھمن فتح پور جبر نوں سید محمدا قدرت اپنے شان دکھان گگی
ش: شک شکوک کر دور سارے یارو پئے فتور کہے آ کے جی
بوھے، ڈھانگر، مجھیاڑی، تنگدھے توڑیں ٹرپئے ڈمال چت چاکے جی
لدڑاں، گورسیاں، موری پنیام کولوں اُٹھیا گوڑہ چھپر چھپر ڈھاکے جی
بچ چکسواری گئی سید محمدا ہے پر لوکاں نوں تیل لوا کے جی
ص: صبر تے شکر گزار کے تے ہو فارغ بھی پنڈ پلاک اُٹھیا
کندو خان دا کوٹ کیا ہور تھاتھی سینے کرتلکواڑے دے چاک اُٹھیا
پنڈ بارواں ہور بروٹیاں نوں لے نال دھمیالاں دا ساک اُٹھیا
ہویاں ٹھکریاں ٹھکرے سید محمدا تدے چاکھ بھی ڈاردا خاک اُٹھیا
ض: ضرب تے ضرب کھا ڈاہڈی چھڈ ملک چلی اندر ہل ساری
آڑے، تھلے پٹھانا ندے چک توڑیں موہڑنے اگرو دی جڑ گئی ہل ساری
پردے وچ دہمیالی سیّداں دی رگن نال کھیارے دے گل ساری
سنے پیل سیا کھ دے سید محمدا دنیاں گئی ڈڈیالاں تک چل ساری
ط: طور بھلے کلروڑی والے بے آرام وکھرے تھنپال ہویا
تاچپور، میرا، مرچولا تے شیر پوٹھا اگے ڈیم دے زیر بے حال ہویا
بھور چک، کنیال، سگوال، الدھر سک سک تیلا فکراں نال ہویا
راپور ناہے نگیالاں دا سید محمدا دساں کی تینوں جیونکر حال ہویا
ظ: ظن لاہ چھاگلاں گجراں دی بدلہ سنے پلیر مقام دتے
جگ، جوٹ، دھیاراں دا چک نالے چھمی سالپور دی نام دتے
گھر در بھیٹھ گرنڈے تے نگریاں نے کرسنے زمیناں نیلام دتے
ہور نائیاں دے نالے ڈب سید محمدا دے مجوماں نوں وکھ سلام دتے
ع: عمراں دی گھن کے راہداری ہر کوئی نال واری پیا چل سائیں
کس کس پاسے دی صفت تعریف کریئے کہنے وچ نہ آوے کوئی گل سائیں
اگے ملکاں داپنڈ تے سارتھلا کیتی جائے وہیلی اندر ہل سائیں
پچھوں سائیں دی بن بھی سید محمدا تکدی رہ گئی رتے دے ول سائیں
غ: غماں دی ماری | کنڈور بٹلی لوں لوں تھیں پئی فریاد کردی
اکدھر کھیڑی، بل پیراں فقیراں دی نوں سینے سجرے سل جائیداد کردی

سوہنی گھاٹ چھترو دی آئی ہے پر اوپر دندے گذشتہ مٹیاد کر دی
سنگ حویلی بٹھاراج سیداوہ وی ٹرگئی چانے ڈھنگروٹ نوں یاد کردی

غ: غیرتاں غضباں ربدیاں تھیں نازل آن کے کہے عذاب ہوے
جدھر کدھرے نظر نگاہ ماراں اُدھرے سب دے خانے خراب ہوے
ہویاں مسجداں لکھاں شہید، آ کے اذاناں دے ختم ثواب ہوے
خانقاں درباراں دے سید محمدا دساں کی میں جیوں حساب ہوے

ف: فنا ہر پاسیوں کرن کارن لائیاں ڈیم آڈھنگیاں کانیاں نی
وچ پیر فقیر اولیا دھر کے اچھی طرح سنگ مٹیاں چھانیاں نی
کوئی زیارت مزار نہ رہی ثابت نہ کوئی قبراں دیاں نشانیاں نی
جس ول سید محمدا دھیان کریئے ہویاں وسدیاں کل ویرانیاں نی

ق: قیامت کہی آن کے ہوئی وارد اوپر ہر اک طرف تے گُٹھ پیارے
گل جہناں دی کردیاں سل ہوندے باہر نکل آون آنسو پھٹ پیارے
جاتل، گھیل، پھراٹی تے چک ساگر ہورشاہپوروی گیا اُٹھ پیارے
موری، سنس، کلیلاں نوں سید محمدا پے گئی جاں امبروں مُٹھ پیارے

ک: کُلیاں کُھلیاں چھڈ کے تے نویں شہر وی بگل بجا دتے
ہو جنڈالی بقالی اک طرف خالی جھیڑے جھگڑے سب مُکا دتے
من ہار جبر، پٹھیار، امبروں ہتھو ہتھ سارے قبضے چا دتے
نکل گھروں نگرالاں نے سید محمدا دیکھ کیا کج حال بنا دتے

ل: لے کے بال ایال نگروں میراکنگنی وی رخصت ہو چلیا
اکدھر سنے ہیراں، موڑہ بڑی وال، فتح جنگیاں دی بھن ٹھو چلیا
کنگھر پوٹھے، سیوٹھے تے کاکڑے دی کوئی ڈیم نہ چھڈ کنسو چلیا
وسدا پنڈ بھگوتاں دا سید محمدا سنے گوڑھے دے وکھ ڈبو چلیا

م: مکدی چکدی گل کریئے ایسے واہ ویلے نازک آن لگے
چارے طرفوں جگرانواں دیاں مل تھانواں پُٹن بیخ منڈوں حکمران لگے
مارے درداں ودال منجال ہوریں مونجے رب دی طرفوں جان لگے
موٹا جنڈھ بنگریلا وی سید محمدا دیکھ کس طرح کرن فغان لگے

ن: نہ رہیا کیسدا دیس کوئی نہ کوئی دخل دعوے دیساں نال جانی
نیلی سنے مڑوالاں دے چھک تیلی دتا سب کج پھوک تے بال جانی
رکھا کالگڑھ کھڈوڑے نوں اک پاسے بدے بہارکلیال سندیال جانی
ہویاں رونقاں ختم سب سید محمدا توڑے جدوں دے سنگ سوال جانی

و: وکھ رتیالاں داپنڈ نالے لا بھلے بندور وی غم گیا
اندر جنھاں دی یاد برباد ہو کے سنے ہڈیاں دے سک چم گیا
کدی چمکدا چمن اوہ عجب آیا اج لکھتاں دے پاروں گم گیا
ونڈاں کس سنگ دکھ ہُن سید محمدا خالی ترسدا رہے اکدم گیا

ہ: ہو سب پرہاں ہمدرد بیٹھے اندر سٹ کے ڈھنگیاں پانیاں دے
ماراں ہتھ نہ لگدی ہتھ کدروں ٹٹ گئے وساہ زندگانیاں دے
کھا گئے کلیجے نوں رُوگ گھبے وچو وچ محبتاں پرانیاں دے
ہونے کدوں نصیب ہن سید محمدا تکنے منہ پیاریاں جانیاں دے

ہ: لاہ گلوں گل ختم کرکے گھت عمراں دیاں جدائیاں وے
بستی کر خالی میرپور شہر والی کنڈیں دتیاں آن گرانیاں وے
جڑی کس بلوار نے تے سو پرے دے پیش ربوں لکھتاں آیاں وے
گیا ٹر پیرنانون بھی سید محمدا ویکھ ربدیاں بے پروائیاں وے

الف: آ اُتوں خانگائیاں دا چکن رزق وی وانگ ہوا ہویا
نہائی وکھ دھرالے دا وکھ پاسہ تاں ڈھیریاں تیک صفا ہویا
سُن سُن آڈر کیتے کوچ ڈیرے پیش نزاع دا موقع آ ہویا
باقی سائیں دا امب وی سید محمدا کرکے سجرے سل جدا ہویا

ی: یقین تصور سب ختم ہو گئے، آ گئے پیش کہے وقت جدائیاں دے
ٹر پئے گھروں سبھو زار و زار روندے کنبہ ساتھ گھن بہناں سجانیاندے
قسمت ہوئی نہ مڑ اُس تھاں اپڑاں جتھے ہوئے سودے بے پروائیاں دے
مل لئے پانیاں نے رستے سید محمدا بن بند گئے .بادشاہیاں دے

ے: یااللہ ہن جاں کتھے پاسے رہے نہ کوئی ارمان والے
قسمت پٹ کے جنگلاں وچ لیاندا، دتے رنگ دس تیری شان والے
کج نہ کسے نوں دوش رہے دین جوگے، دکھ کٹنے پئے جہان والے
پڑھ ہن نبی دا کلمہ سید محمدا منگ خاتمے نیک ایمان والے

کشمیر میں

پروفیسر مقصود حسین راہی
(راولاکوٹ)

گھر بھرے کتنے ہی محروم چراغاں ہو گئے ظلمات کے لمحات میں نغمات ویراں ہو گئے
پھول کلیاں اور شگوفے سب ہوئے نذرِ خزاں نیزوں کی انیوں کی زینت روئے تاباں ہو گئے

○

دردِ دل اتنا بڑھا کہ دل پہ چھالے پڑ گئے اور حریفِ جاں کو بھی جاں کے لالے پڑ گئے
گردشِ گردونِ دوں نے بخش دی سرگشتگی پھر تعاقب میں یہاں نیزے و بھالے پڑ گئے

نقش بہ دیوار

مشتاق شاد

نہ میں نے جارحیت کی
نہ میں باغی تھا حاکم کا
نہ میری عمر ایسی تھی
ابھی میرے بدن کی ڈالیاں کمزور تھیں اتنی
کہ پتے بار تھے اُن کو
اچانک گھر کے دروازے سے در آئیں بلائیں سی
کہ بچے بار تھے اُن کو
قیامت سی اُتر آئی مری دہلیز پر جیسے
بلائیں ہوگئیں قابض مری ہر چیز پر جیسے
مرے گھر کے سبھی افراد بندوقوں کی زد پر تھے
مرے بھائی، مری بہنیں
مرے ماں باپ، میرے سامنے محبوس بیٹھے تھے
اور اُن کی ڈوبتی نظریں جمی تھیں میرے چہرے پر
اچانک میں نے کیا دیکھا
بلاؤں نے مجھے کمرے کی دیواروں پہ دے مارا
کبھی دائیں، کبھی بائیں
کبھی اوپر، کبھی نیچے
مرا ماتھا، مرا چہرہ، مری آنکھیں، مرا سب کچھ
منقش ہوگیا کمرے کی دیواروں پہ پل بھر میں
مری صورت سے تصویریں بنیں میرے مقدر کی
اور اس کے بعد شاید گولیوں کی باڑ آئی تھی

کرچی کرچی آئینہ

مشتاق شاد

وہ مرے جسم سے جب کھیل چکے
میں کھلونے کی طرح ٹوٹ گئی
مرے ہاتھوں سے مرے سر کی ردا چھوٹ گئی
تن کے وہ بھید جو خود سے بھی چھپا رکھتی تھی میں
کھل گئے کتنی تنی آنکھوں پر
جتنا میں خود کو نہ جانی تھی کبھی
اس سے بڑھ کر وہ شقی لوگ مجھے جان گئے
اس سے پہلے کہ بچاؤ کے لئے ہاتھ اُٹھیں
ہاتھ ہی ٹوٹ گئے
اس سے پہلے کہ حفاظت کے لئے پاؤں چلیں
آبلے پھوٹ گئے
کاٹ ڈالا گیا خنجر سے مجھے
اور پھر میرے بدن کے حصے
جا بہ جا شہر میں لٹکائے گئے
کہیں چہرہ، کہیں سینہ، کہیں ہاتھ
کہیں وہ بھید، وہ اسرار مرے
کہیں گلیاں، کہیں بازار مرے
شکر ہے، میرے بدن سے پہلے
بجھ گئی تھی مری آنکھوں کی چمک
کٹ گیا تھا مری سانسوں کا ادھورا رشتہ
ورنہ ٹکڑوں میں بٹا دیکھ کے تن من شاید
میں کو میں ماننا مشکل ہوتا
سرِ بازار سجائی ہوئی حرمت کی قسم
خود کو پہچاننا مشکل ہوتا



عاصی کاشمیری

متاعِ عمر لٹی، لوگ سیم و زر سے گئے
حویلیوں کی تمنا میں اپنے گھر سے گئے

وہ شاخ ہی کوئی ناپائیدار تھی شاید
ہوا ذرا سی چلی، آشیاں بکھر سے گئے

قفس میں اور بھی پابندیاں بڑھائی گئیں
پرندے اُڑنے کی کوشش میں بال و پر سے گئے

ابھی تو پہلی ہی فصلِ بہار آئی تھی
نجانے اُڑ کے وہ پتے کہاں شجر سے گئے

میں چل رہا ہوں نئے راستے پر اب عاصی
تمام پچھلے سفر مری راہ گزر سے گئے

واپسی کی مناجات .... احمد شمیم



ہر دن دریا
میرے گھر کا عکس اُٹھائے
میرے دروازے پر آ کر رک جاتا ہے

ہر شب چندا
مجھ کو گھر کی بات سنائے
میری چھت پر جھک جاتا ہے

میں کہتا ہوں
دریا.........اے برسوں کے دریا
میرے گھر کے دروازے پر کون کھڑا ہے؟
وہ کہتا ہے! تیری امی
اپنے بالوں میں پربت کی برف سجائے
تیرا رستہ دیکھ رہی ہے

میں کہتا ہوں
چندا.........جگمگ کرتے چندا
میرے گھر میں کیا دیکھا ہے
وہ کہتا ہے
تیرے گھر کے آئینوں میں
اب کوئی تصویر نہیں ہے

میں کہتا ہوں
اچھے دریا
پیارے چندا
کہہ دو میرا گھر کیسا ہے

وہ کہتے ہیں!
تم ہو گے تو گلشن سا ہے
ورنہ تو وہ اک صحرا ہے
میں کہتا ہوں!
اچھے دریا
اچھے چندا
میری امی سے کہہ دینا
صحرا کو گلزار بنائے
مجھ کو اک دن لوٹ آنا ہے

آؤ کہ ساحرِ اعظم کا کوئی توڑ کریں

پروفیسر محمد عارف کمپلوی

آؤ کہ رات کے سینے میں اتاریں خنجر
آؤ کے چپ کے اندھیرے میں
الفاظ کے تارے پھینکیں
مکر کے چہرے سے دھوکے کی ردائیں نوچیں
ذہن اور دل کے تپاں جذبوں کا تاؤ دے کر
کہر کے پردے سے سچائی کی کرنیں لائیں
آؤ کہ ساحرِ اعظم کا کوئی توڑ کریں
آؤ کے چشمہء فکر سے عشق کی صہبا پی کر
ایک مدہوشی و سرشاری کو اپناتے ہوئے
ہم شب ظلم کے بہمانہ سحر کو توڑیں
آؤ کہ حرف کو ہم دشنہ و خنجر کر لیں
سوچ نیزوں پہ چلو صوت شعائیں لے کر
رات کے خیموں پہ یلغار کریں

صوفی عبدالعزیز ڈڈیالوی

منگلا ڈیم نے آئے پٹواری نہ رہیہ کوٹھا نہ رہی باڑی
سانوں دتی نے اک پہاڑی، اتے پتھراں نا کرو نظارہ
انکھیں کھول او زمیندارا تیرا لٹیا گیا گھر سارا
اے بن گیا کالا پانی، موتو نی خاص نشانی
باروں چیز کوئی نی آنی، نہ کوئی سُندا ساڈھا کارا
انکھیں کھول او زمیندارا تیرا لٹیا گیا گھر سارا
دیکھو سڑکاں دی بے حالی، اُتے پے گئی گز گز نالی
سفر میر پورا ے میل پنجتالی، اے چکر پے گیا پہارا
انکھیں کھول او زمیندارا تیرا لٹیا گیا گھر سارا

دیکھو واپڈا دی انے شاہی، نالے علاقے دی تباہی
انہاں کیتی خوب صفائی، نہ بچی کوئی مسجد نہ دارا
انکھیں کھول او زمیندارا تیرا لٹیا گیا گھر سارا
جدھر دیکھو پانی پانی، قیامت دی اے خاص نشانی
موجاں کردے پاکستانی، ساڈا اندر جل گیا سارا
انکھیں کھول او زمیندارا تیرا لٹیا گیا گھر سارا

گُروسیوک بنو، چرنوں کو چومو اور دیا مانگو............ پروفیسر محمد رفیق بھٹی

ہمالہ کی چٹانوں میں کسی بودھی کے نیچے
دم بخود بیٹھے سدھارتھ نے پکارا ہے
مرے چیلے، مرے ودیارتھی، پریمی
جو میری پاٹھ شالاؤں میں بیٹھے دھیان کرتے ہیں
مرے اشلوک ہیں جن کی زبانوں پر
بھلے وہ سیتاپال آنند ہوں یا شاد ہوں سارے
کئی جنموں سے اس سنسار میں جونیں بدلتے ہیں
ابھی مکتی نہیں پائے مگر پرلوک کی خاطر
جنہیں نروان سے آگے نکل جانے کی آشا ہے
انہیں کہہ دو ارے پرشو، ذرا ٹھہرو
تم اپنے دھیان میں کچھ دھیان تو کر لو
تمہیں ان پاٹھ شالاؤں کی شکھشا کچھ نہیں دے گی
تمہارے من کی پستک میں ابھی کچھ شبد باقی ہیں
جنہیں پڑھنا ضروری ہے
انہیں تم جب زبانی یاد کر لو گے
تو پھر نروان کی خاطر
کسی بودھی کے نیچے یوگ سے سنجوگ کر لینا
یہ دنیا تیاگ کر، سدھ لوک میں جانا
مجھے وشواس ہے پورا
یہ سب سنسار کلجگ اور کرجگ کی کہانی ہے
نہیں ہے بالکوں کا کھیل جس کو گیان کہتے ہیں
پرتھوی اور اس آکاش میں جتنا بھی پانی ہے
یہ سب اُنکی روانی ہے، نشانی ہے
یہ پوجا پریم کی پوجا، آشاؤں کی جوتی ہے
منش کے واسطے مکتی بھلے کرموں سے ہوتی ہے
یہ بھکشو سیپ ہے اور گیان اس کے بیچ موتی ہے

ابھی تو شاد اور آنند میں اک یدھ کی حالت ہے
وہی یدھ جو مہابھارت کی صورت میں
یدھشٹر اور دریودھن کی سیناؤں نے شکتی سے
کیا تھا کورو چھیتر میں
اگرچہ راج گدی کا کوئی درگت نہیں ان میں
مگر دونوں کو میں چتاونی دوں گا
کہ تم میں جیتنے اور ہارنے والا نہیں کوئی
تمہارے پاس تو شکھشا کی شکتی ہے
مگر نروان شکھشا سے نہیں بھکشا سے ملتا ہے
سنو میرے پریمی، میرے چیلے، شاد اور آنند
میں بدھی مان ہوں، آکاش اور پرکاش کی سوگند
اگر نروان سے آگے نکل جانے کی آشا ہے
تو دنیا تیاگ کر "یشودھرا" کو چھوڑنا ہوگا
"نہیں" کے ساتھ اک سنجوگ اپنا جوڑنا ہوگا
کہیں پتھر کی مورت بن کے برسوں کے جنم بھوگو
فقط آٹے کی پیالی اور نمک کی ایک چٹکی تو نہیں کافی
یہ اگنی گھاٹ پر جا کر ستی ہونے کی صورت ہے
گروسیوک بنو، چرنوں کو چومو اور دیا مانگو
چلے ہو تم کہاں نروان سے آگے ذرا سوچو
کہ اس حالت میں مایا اور کایا کچھ نہیں ہوتا
نہ کوئی یاتری، نہ یاترا، نہ یوگ ہے اس میں
کہیں سنجوگ ہے نہ سوگ ہے نہ روگ ہے اس میں
نہ بھکشا اور شکھشا کی ضرورت اس میں رہتی ہے
نہ کوئی پاٹھ ہوتا ہے یہاں ویدوں، پرانوں کا
یہاں پرماتما کو آتما کا دھیان ہوتا ہے
اسے کہتے ہیں مکتی اور یہی نروان ہوتا ہے

مشکل الفاظ کے معانی

بودھی، برگد کا درخت۔ سدھارتھ، مہاتما بدھ۔
ودیارتھی، طالب علم۔ پاٹھ شالا، مدرسہ۔
اشلوک، اشعار/کلمات۔ سیتاپال انند، ایک معروف قلمکار
شاد، مشتاق شاد۔ سنسار، دنیا۔ جون، جنم۔
مکتی، نجات۔ پرلوک، اگلا جہان۔ نروان، معرفت۔
پرشو، انسانو۔ شکھشا، تعلیم۔ پستک، کتاب۔
شبد، حروف/الفاظ۔ یوگ، مراقبہ۔ سنجوگ، ملاپ/وصال۔
تیاگ، ترک کرنا۔ سدھ لوک، اگلا جہان۔
وشواس، یقین۔ کلجگ، اگلا جہان۔ کرجگ، دنیا۔
گیان، معرفت۔ پرتھوی، زمین۔ آکاش، آسمان۔
آشاؤں، تمناؤں۔ جوتی، روشنی۔ مُنش، انسان۔
مکتی، نجات۔ بھکشو، چیلا۔ یدھ، جنگ۔
یدھشٹر، قدیم بھارت کا ایک راجہ۔
دریودھن، کوروں کا بڑا بھائی۔
کوروچھیتر، دہلی کے قریب ایک میدانِ جنگ۔
دُرگت، جھگڑا۔ چتاونی، انتباہ۔ بھکشا، تابعداری۔
بدھی مان، عقلمند۔ پرکاش، ساتواں آسمان۔
یشودھرا، گوتم بدھ کی ۔ جنم بھوگو، جنم لینا۔
اگنی گھاٹ، چتا۔ سیوک، خدمتگار۔
دیا، فیض/علم۔ مایا، دنیا۔ کایا، دنیا کا پرتو۔
یاترا، زیارت۔ وید، قدیم ہندوستانی کتب۔
پرماتما، خدا۔ آتما، روح۔

کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ

محمد افضل ضیائی

ثناء خوانِ تعمیر منگلا کو لاؤ
اجڑتے گلی کوچے ان کو دکھاؤ
کوئی تو سنے میری فریاد اب کے
ہجرتوں کی آتش سے مجھ کو بچاؤ
خدا کی زمیں تو بڑی ہی وسیع ہے
کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ

یہ کس لب و لہجے میں تم بولتے ہو
مروت میں نفرت کا رس گھولتے ہو
مرے زندہ رہنے کی خواہش کو یارو
پلاٹوں، رپوؤں میں کیوں تولتے ہو
خدا کی زمیں تو بڑی ہی وسیع ہے
کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ

مجھے کل بھی گھر سے نکالا گیا تھا
سوئے ریگِ پنجاب اُچھالا گیا تھا
مرے ساتھ بیتی وہاں، کیا بتاؤں
مِلک سے مزارعت میں ڈھالا گیا تھا
خدا کی زمیں تو بڑی ہی وسیع ہے
کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ

ہے بستی مری، میرے خوابوں کا محور
یہ منگلا بنا ہے، عذابوں کا محور
خدارا مجھے امتحاں میں نہ ڈالو
ہجرتوں، نفرتوں، سرابوں کا محور
خدا کی زمیں تو بڑی ہی وسیع ہے
کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ

مجھے شہریاروں نے پہلے بھی لوٹا
مجھے ہر دکھایا گیا خواب ٹوٹا
میں پہلے بھی سو بار کچلا گیا ہوں
میں پہلے بھی رویا نہ دھویا نہ پھوٹا
خدا کی زمیں تو بڑی ہی وسیع ہے
کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ

نئی بستیاں پھر بسانے کے چکر
آباء کی زمیں سے اُٹھانے کے چکر
پلاٹوں کے وعدے، پلاٹوں کے چکر
ہے جھوٹا زمانہ، زمانے کے چکر
خدا کی زمیں تو بڑی ہی وسیع ہے
کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ

مرے اَب وجد جو یہاں سو رہے ہیں
مرے ماضی کے سب نشاں سو رہے ہیں
مجھے بچپنے میں جنہوں نے سنبھالا
یہاں سو رہے ہیں وہاں سو رہے ہیں
خدا کی زمیں تو بڑی ہی وسیع ہے
کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ

یہ پیکج، یہ لالچ مجھے نہ دکھاؤ
ابھی کب بھرے ہیں وہ پہلے کے گھاؤ
خدا کی زمیں تو بڑی ہی وسیع ہے
کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ
خدا کی زمیں تو بڑی ہی وسیع ہے
کہیں اور جا کے یہ منگلا بناؤ

منگلا ڈیم

محمد افضل ضیائی

ہماری در بدری نے تجھے تعمیر بخشی ہے
اے منگلا یاد رکھ، ہم نے تجھے تنویر بخشی ہے

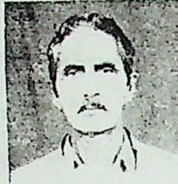
یہ برقی قمقمے روشن، گلی بازار میں، گھر گھر
ہمی نے دیس کو یہ رونقِ تصویر بخشی ہے

مرے آباء کی استخواں زیرِ آب گل سڑ گئیں
مرے پیاروں کو بعد از موت، یہ تقدیر بخشی ہے

ہمیں فاقہ کشی، طعنہ زنی، خلعتِ مزارعت
ہمارے انس کے بدلے ہمیں تعزیر بخشی ہے

مری آبادکاری پر ہوئے سودے ضمیروں کے
مری دنیا کو لوٹا اور یہ جاگیر بخشی ہے

کشمیر وطن میرا............خان محمد بدر (حویلی)



پھولوں کا گہوارا ہے کشمیر وطن میرا
دل و جاں سے پیارا ہے کشمیر وطن میرا

سرسبز پہاڑ اس کے شاداب چمن اس کے
خوشبو کے فوارے ہیں زعفران و سمن اس کے
جھیلوں کا نظارہ ہے کشمیر وطن میرا
دل و جاں سے پیارا ہے کشمیر وطن میرا

موسم کی حرارت سے جب برف پگھلتی ہے
اس دیس کی دھرتی پھر سونا ہی اُگلتی ہے
قدرت نے سنوارا ہے کشمیر وطن میرا
دل و جاں سے پیارا ہے کشمیر وطن میرا

جنگلات کی دولت سے معمور کیا جس کو
پھر جنتِ ارضی سے مشہور کیا جس کو
فطرت نے نکھارا ہے کشمیر وطن میرا
دل و جاں سے پیارا ہے کشمیر وطن میرا

چشموں کی زمیں اپنی، دریاؤں کا دیس اپنا
یہ شہد کے دھاروں کا، آبشاروں کا دیس اپنا
کس عرش کا تارا ہے کشمیر وطن میرا
دل و جاں سے پیارا ہے کشمیر وطن میرا

اس دیس کے باسی کو آزاد خدایا کر
غاصب کے ارادوں کو برباد خدایا کر
اپنوں کا سہارا ہے کشمیر وطن میرا
دل و جاں سے پیارا ہے کشمیر وطن میرا

اے مردِ مجاہد جاگ، اک وقت نے آنا ہے
اس وطن کو ہم نے آزاد کرانا ہے
گردوں نے پکارا ہے کشمیر وطن میرا
دل و جاں سے پیارا ہے کشمیر وطن میرا

یہ وطن پیارا ہے جانباز جیالوں کا
اقبالؒ و بدر، مہجور و حسرت کے خیالوں کا
قسمت کا ستارا ہے کشمیر وطن میرا
دل و جاں سے پیارا ہے کشمیر وطن میرا

غزل



سیّد محمد شفیق شائق نقوی

کسی ادھیڑ بُن میں نظر آ رہا ہوں میں
اُجڑے ہوئے نصیب کو سہلا رہا ہوں میں

پوچھو نہ مجھ کو چین کہاں تک ملا مجھے
جو دن گزارتا ہوں وہ ٹرخا رہا ہوں میں

گردوں نے کیسے روپ سجائے میرے لئے
ہر رنگ دیکھ کر یہاں شرما رہا ہوں میں

اے دوستو! میرے لئے دنیا عذاب ہے
یوں بوجھِ زندگی سے تھکا جا رہا ہوں میں

اک درس دے رہا ہوں یہ اپنا نہیں کوئی
بے لوث ہو کے پھر بھی ڈسا جا رہا ہوں میں

دیکھا ہے کھیل میں نے مقدر حضور کا
قربت سے اب اسی لئے کترا رہا ہوں میں

اک آسرا رہا مجھے اپنے اللہ کا
قربت پہ اپنی فخر سے اِترا رہا ہوں میں

دل کے سکون کے لئے چارہ نہیں ملا
خالی یوں ہر سمت سے نظر آ رہا ہوں میں

مسدود ہو چکے ہیں سبھی راستے میرے
خالی یوں ہر سمت سے نظر آ رہا ہوں میں

منگلا بن (پہاڑی)........ڈاکٹر محمد صغیر خان (راولاکوٹ)

دنیا وچ ہک بہوں بڑا بن دا منگلا
ایہہ جدوں بنا کوتے چھگی ڈوبی کوتے بنگلا
اس نے بننے نے ویلے ہر پاسے پیا کھوہڑ
کوئی وا مالو مال ایتھیں تے کوئی رہیا کنگلا

پانیئے وچ دبے ایتھیں ہزار ہا کوٹھے
گڑوند ہوئیاں ہلیاں کنے ڈنگنے تریڈے کوٹھے
کہمن کہریا وچ ٹبرے نے ٹبر گئے بنڈن
ماپیو بچھڑے، تے کوتے بچھڑے دیس نے ٹوٹے

محلہ موہڑا چھٹیا تے چھٹیا اپنا در
جو جاگیر رُڑی گئی کنے رُڑیا اپنا کہر
آر پار کھنڈری گئی آبادی جیہڑی کٹھی سی
ہن یو ہک یاد کرے دووے بیجی اُٹھے پہر

ست سمندر پار توڑی پھیلیاں اے خبراں
پانیئے وچ ڈبیاں دادے پیو نیاں قبراں
میں تسیں کہہ دساں اِنی بنے اسیں کہہ دیتا
تہذیب ساہڑی ڈبی گئی، ڈبیاں ساہڑیاں قدراں

تہرتی ساہڑی ماں دی تے ماں اسیں گمائی شوڑی
دوہے بچھیں اپنی منڈی اسیں کھمائی شوڑی
دنیا چاہڑے اسیں چاہڑے اپر اسیں دیاں سادے
لوکیں نے آخنے اپر اپنی اکھ اسیں نوائی شوڑی

منگلے جیہڑی بجلی بنی ساہڑے کس کاری
کوتے چلنے کارخانے، کوتے اس کنے دوڑے سواری
ساہڑے حصے وچ بس دیوا جیا، کوتے کوتے بلنا
اوہے مشقتاں کرین لوک، گڈا چان یا کھاری

منگلے نی بجلی آخنے سے لوکیں سستیاں لبسی
اے نیرا تھوخا سا، اے ہک چپ سی
جیاں ہور وعدے دعوے حکمران پہولی گے
اے وی بس چال سی، پٹیا پئی نی جیہڑی کھپ سی

آخنے ناوے زمانے وچ بجلیا پانیئے نی لوڑ دی
پنجاب سندھ سرحد کیا انہیں چیزیں نی تھوڑ دی
کالا باغ بننے نی دینے، سندھی پٹھان کھٹھے دے
ضرب اسیں اپر پیسی کہ اسیں نی ترٹی چوڑدی

ہن فیر ٹلے نے کہ ڈوواں کہر تے کوٹھیاں
بجلی بنایا، فیکٹریاں چلایا نوچین ساہڑیاں بوٹیاں
جیہے جیو پاسے چھوڑا، مرے نے نیاں کہہ کراں
کوئی میں دسے کھویاں بناں بناں پروٹیاں

پہانویں ایتھیں کھلی بجلی، ٹہر مچھلی بہوں پانی
اس سارے کسے ناں کہہ فائدہ ساہڑیا جانی
تربیلے نے بدلے وچ پٹھان دھیلا دھیلا ہنے
رویا ہوئیے، اتھر اپنی پہانویں اکھ وے کانی

اچھا کراں حساب کہ منگلے اُپر لاگا کہہ مُل
اَسیں کہہ دیتا تے بدلے وچ آسیں لبا کہہ کل
اپنی تہرتی، قبراں کوٹھے جیہڑا کی ڈوویا
اپنے سینے لائی رکھاں اس اس نیاں یاداں ناں پھل

پرانی گل ساونے رکھی آس ناوی سوچ سوچاں
فیر چارے پاسے نیاں دشمنے نیاں فوجاں
ہک دفعہ فیر پانیئے نے تڑ اولاں تے کہہ فائدہ
ہووے بیلیاں لیٹاں، ہو لوک کرے موجاں

اچھا ملی عہد کراں جد توڑوں دیاں جینے
اپنا ملخ ڈوویا فیر بن نیاں بننے دینے
ہمت کراں جگے اپنی طاقت اُس دساں
نا کوئی اَسیں بزدل آخنے نا کوئی دیئے مینے

میرا منگلا مجھ سے کیا چاہے....؟

سردار اصغر شہاب (راولاکوٹ)

میری دھرتی پر اٹھکیلیاں کرنے والی
منگلا جھیل
اب میری زندگی سے کھیلے ہے
جب یہ منگلا بنا
ہم نے دھرتی دی
میرے اپنوں نے ہجرت کی
اب یہ پھیلنے کو
زندگیاں مانگے
بتاؤ میں کیا کروں؟
منگلا کو پھیلنے دوں، یا روک دوں
اُسے اپنا سمجھوں، یا
قاتل سمجھوں
کہ یہ منگلا تو
اپنی زندگی کے لئے
ہم انسانوں کا لہو مانگے
منگلا! ذرا یہ تو سوچو
جب ہم ہی نہ ہوں گے
پھر تُو کس کی خاطر پھولے گا
تیرا پانی میرے اپنوں کی
قبریں ڈبو کر
کہیں خود قاتل نہ بن جائے
تیرے اپنے تجھے قائم دیکھنا مانگیں
اور اک تُو ہے کہ
اپنے دیکھنے والوں کو
روندنا چاہے، کھونا چاہے

کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں .... حمید کامران

کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں
جدوں ڈبیا ں پانی وچ ساریاں نشانیاں
جدوں ڈبیاں ساہڑیاں او جگہیں پرانیاں
جدوں در در ہوئیاں ساہڑیاں جوانیاں
کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں

جتھے بچپن لنگتھا کھیلنیاں کھانیاں
اَسیں عیدیں کِتیاں ہسنیاں گانیاں
او گلیاں دیکھیاں اپنی اکھیں ڈبنیاں
غیریں کول پیاں اَسیں رُوزیاں کمانیاں
کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں

جتھے ٹھڈے مٹھے ندیا ں تے نالے سے
جتھے دکھ نے ڈاڈے دن ہنسی کھیڑی گالے سے
جتھے سوھنے سوھنے عال دوالے سے
جتھے اپنیاں مانواں سے پکانیاں سمانیاں
کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں

اَسیں کیا وی لوکو فیر چنگا دن کہڑا دا
اَسیں نے کھریں وچ ہر ویلے نہیرا دا
کوئی تُسیں مہاڑا بس آپے کنے چیڑا دا
حالے وی بہوں لمیاں دکھ نیاں تانیاں
کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں

کوڑیاں نے مُل بکی سونے جئی زمین
اَسیں بنناں پیا فِر کمی تے کمین
اَسیں منی پئی فِر غیریں نی این
لکھے نے مُل بکیتیاں گلے نیاں گانیاں
کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں

آج ہُن غاصب فِر نواں چاء چڑھیا
آیا ہُن ڈیے وچ فِر پانی پھریا
لوکو ساہڑا حالے وی او زخم نسا بھریا
فِر ڈُبن لگ پیاں او پرانیاں نشانیاں
کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں

فِر ڈُبنے لگے او ساہڑے سڑکاں تے مکان
پانی آچھی کھانے لگا کھیت تے کھلیان
در در ہونے لگے انسان تے حیوان
کھر کھر اویہ چھانے لگیاں ویرانیاں
کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں

لوکو اپنا دیس نہ ہُن فیر تُس چھوڑیا
ہن فیر تُس سارا کی نہ پانی وچ روڑیا
غاصب نے ہتھ کی تُس اگے کچھی توڑیا
اس کنے ہُن تُسیں کوئی یاریاں نبھانیاں
کُس کُس دساں میں اپنیاں کہانیاں



جمہور کی آواز.......... وسیم اعظم (راولاکوٹ)

صیاد پھر نیا دام لایا
جو خرد لے لے وہ جام لایا
کہنے کو خوشحالی کا پیام لایا
اب بھاگ ہمارے بدل جائیں گے
بگڑے حالات سنبھل جائیں گے
غریب کا چولہا ہر روز جلے گا
مخلوق کو حق اپنے در پہ ملے گا
اب بچہ بچہ اسکول جائے گا
ہر جواں ڈھیروں دولت کمائے گا
قریہ قریہ نیا دور آئے گا
آقا ہمارا ہر عہد نبھائے گا
روشن ہوں گے سب گاؤں ہمارے
سونا اُگلیں گے کھیت ہمارے
دھرتی کا سینہ ملوں سے بھر جائے گا
ترقی سے ہماری زمانہ ڈر جائے گا
مگر اے مہرباں تیرے وعدوں کا کیا اعتبار کریں
ماں جیسی دھرتی کے ارمانوں کا کیسے بیوپار کریں
خود پھوڑیں نصیب اپنے، پھر سنورنے کا انتظار کریں
برسوں پہلے بھی تم ایسا ہی جال لائے تھے
جانے کیسے کیسے سبز باغ ہم کو دکھلائے تھے
کتنے کھیت کھلیان پھر زیر آب آئے تھے
کیسے کیسے تم نے تب بھی کچھ غیور ستائے تھے
جہاں جہاں تم نے چاہا پانی بھر دیا تھا
قہقہوں کی زمین کو آنسوؤں کا سمندر کر دیا تھا

o

مظلوم قوم تمہارے کارن کتنی مجبور ہوئی تھی
نہ چاہتے ہوئے بھی وطن سے دور ہوئی تھی
پیاروں کی قبریں جب نظروں سے اُوجھل ہو گئی تھیں
اس دُکھ میں کچھ زندگیاں ابدی نیند سو گئی تھیں
کچھ غریب الوطن ساری حیات پھر در در بھٹکے تھے
حق مانگنے پر تم نے کتنی حقارت سے جھٹکے تھے
کیسے تم نے سینۂ کشمیر میں اپنے مفاد کی طنابیں گاڑھی تھیں
ہماری ہی دھرتی سے ہمارے تعلق کی جڑیں اُکھاڑی تھیں
گرم لہو کی سرخی پہ تم نے اپنی خوشحالی کی بنیادیں اُٹھائی تھیں
اپنے رستے میں حائل سرخ سروں کی فصلیں بے
دردی سے ڈھائی تھیں

o

پھر کھیت تمہارے لہلہانے لگے
گھی کے چراغ تم جلانے لگے
اور ہم کو آنکھیں دکھانے لگے
تربیلا ہر بوند کے بدلے
سرحد کا خزانہ بھرتا رہا
منگلا نے تمہارے دریا بھرے
اپنا حق مانگنے سے مگر ڈرتا رہا
اک مدت تک تاریک رہے گھر ہمارے
عرضیوں کے ڈھیر لگتے رہے حضور تمہارے
تب جا کر تمہیں کچھ رحم آیا
ٹمٹماتا بلب تاریک گھروں میں پہنچایا
آج پھر مشکل وقت آن پڑا ہے جب پاکستان پر
خشک ہو رہی ہے ارضِ پاک، اور بن آئی ہے جان پر
صوبے اپنی انا نہیں کریں گے قربان، وطن کی آن پر
پاکستان جائے باڑ میں، اپنے مفاد کی بات ہے
سب کی زبان پر
تب پھر تم کو یاد ہماری آئی ہے
مجبوری کالا باغ سے کھینچ کے کشمیر لائی ہے

o

مگر اس بار تمہیں کچھ سر پھروں سے پالا پڑے گا
اتنی آسانی سے زبانِ خلق پہ نہ تالا پڑے گا
مل بیٹھ کر کچھ باتیں سننی ہوں گی کچھ کرنی ہوں گی
اپنی انا کی چوٹیاں ہمارے چرنوں میں دھرنی ہوں گی
ہمیں بھی عزیز ہے تمہاری بقاء
مگر اپنی بقاء کے بعد
ہم نے سیکھی ہے جفا
تمہاری جفا کے بعد

---o---

اک زندہ تہذیب کا منظر ڈوب رہا ہے

سید معصوم حسین زندہ

رحیم کی مسجد، رام کا مندر ڈوب رہا ہے
تیرا میرا ایک پیارا سا گھر ڈوب رہا ہے

جتنے تھے سب خواب سہانے ٹوٹ گئے!
ہم سب کی امید کا محور ڈوب رہا ہے

ہنستی بستی اک بستی ویران ہوئی ہے
ہر رستہ، ہر آنگن ڈوب رہا ہے

میراں غازیؒ خضرؑ کی یاری مہنگی ہے
ساتھ تمہارے، شہر تمہارا ڈوب رہا ہے

جھیل کنارے بے گھر راہی تکتے ہیں
اجداد کی قبریں، شجر و ثمر ڈوب رہا ہے

صدیوں کی تاریخ کا مظہر ڈوب رہا ہے
نسلوں کا اک لمبا سفر ڈوب رہا ہے

لمحہ لمحہ جھیل کے گہرے پانی میں
اک زندہ تہذیب کا منظر ڈوب رہا ہے

اِس پار بھی دُکھ، اُس پار بھی دُکھ

سید شہباز علی گردیزیؔ (باغ)

تم روتے ہو اہلِ وادی
اپنے رِستے زخموں پر
اپنی کوک اجڑنے پر
تم پر ستم بہت ہوئے ہیں
پر اک بات میں تم سے کہہ دوں
کہ تمہاری دھرتی پہلے جیسی
نہ تہذیب کا اُٹھا لاشہ
ڈل کا پانی اب بھی ویسا
جنگل بیلے پہلے جیسے
اب بھی پربت جھرنے ویسے
تم اِس پار تو آ کے دیکھو
ننگے پربت اُجڑے باغ
جلی زمینیں پیڑ نہ گھاس
قیدی سوچیں نہ احتجاج
میری دھرتی کس کا راج
میرے شہر تہذیبیں ڈوبیں
اُن کی ملیں مشینیں گونجیں
تم تو اپنا حق مانگ رہے ہو
مجھے بتاؤ
میں اپنا حق کس سے مانگوں
کون ہے ظالم، کون ہے غاصب
تیری آہیں دنیا دیکھے
میرے اشک نہ دیکھے کوئی

ڈیم بنانے والے سُن

سردار بشیر خان چغتائی (باغ)

ڈیم بنانے والے سن
تاریخ مٹانے والے سن
عظیم قوم کے بیٹوں کو
بے حال بنانے والے سن
تو اس دھرتی کا بیری ہے
یہ کہتی دھرتی ساری ہے
تو مجھ کو مٹانا چاہتا ہے
عیاں یہ تیری عیاری ہے
مجھ کو مٹانے والے سن
یہ کوئی سہل کام نہیں
اب سوچ چکے ہیں دیوانے
یا رند نہیں یا جام نہیں
کل ظالم سے ٹکرائے تھے
آج ظالم سے ٹکرائیں گے
قسم ہے للتہ دتہ کی
تاریخ کو پھر دھرائیں گے
یا مرمٹیں گے دنیا سے
یا دنیا پر چھا جائیں گے

---o---

چڑیاں دی بیباکی (پہاڑی)........ارشد احمد شیزی

بڑیاں بے باک چڑیاں نے
کانواں دے کول بہہ کے
آپڑیں پر پیاں چھنڈ دیاں نے
چوگھ دے نغمے گاندیاں نے
پیار دے نغمے گاندیاں نے
ذرا دکھو!
ذرا سوچو!
ایہہ چڑیاں کنے انداز بدلدیاں نے
کانواں دے کول بہہ کے
خوفاں دے دُکھڑے سہہ کے
آپڑیں آواز بدلدیاں نے
زمیں توں آسماناں تو نزیں
اُڈرنے والیو چڑیو
آلنے دی رکھوال چڑیو
نویں آواز سکھو
نویں آواز بولو
کانواں دے سارے راز کھولو
نادان چڑیو
دلیس ویران چڑیو
کس خمار دے وچ تسیں کانواں کول بیٹھی او؟
کالے کانواں دیاں اکھیاں
تساں دے آلنے لگیاں نے
انھاں مکار کانواں تو
انھاں عیار کانواں تو
آپڑاں آپ بچاؤ چڑیو
ایہہ کالے کاں بڑے عیار فطرت
پراں تے پر پھیر کے فیر
تساں دے آلنے کھس کھنسن
تساں دیاں اکھیاں دے جگمگ
بجھا کا را کھ کر چھوڑسن
تساں دی شوخ شرارت کو
ایہہ آخر خاک کر چھوڑسن
کالے کانواں کول نہ بیو چڑیو
آپڑاں آپ بچائیو چڑیو
رج کے رولا پائیو چڑیو

غزل (پہاڑی)

سیّد شہباز علی گردیزی

میں منگاں دُعائیں نسیں تو
وچ اپنیں کڑ کیے پھسیں تو

اے دھرتی مہاڑی اپنی ذی
کیاں مہاڑا پانی ڈکیں تو

میں دھرتی ناں رکھوالا دلیس
کیاں بوٹے پتر کپیں تو

اے مہاڑے پچھلیاں میکا دتی
کیاں جاگیر مہاڑی کھسیں تو

میں ہک ہک تیلا گٹھا کیتا
بندوق دی کھسیں تو

اے پیار محبتیں والی دھرتی
ایتھے پار رواسے ہسیں تو

اے شہباز ناں زخمی سینہ
زخم اپنے میکا دسیں تو

دریا ہر رات جاگتا ہے

......ارشد احمد شیزی (مظفر آباد)

منگلابستی اُجڑی اُجڑی
اُجڑے چہرے، اُجڑے رستے
پانی پانی،
ہر چہرہ ایک کہانی
اپنی تاریخ کو لکھنے والو
اے ساحل ساحل گھومنے والو
تمہاری آنکھیں کبھی نوحہ گر ہوئی ہیں؟
مٹی میں سوئے لوگ تمہارے
وہ عظیم خانقاہیں جہاں تم
دستِ دُعا ہوا کرتے تھے
وہ لحد میں سوئے اپنے لوگ
عظیم خانقاہیں..........!
جنہیں 'اپنوں' نے برباد کیا پھر
غیر بنے دھرتی کا سایہ
پانی پانی ہر بستی
اسلاف کہانی درد بھری
اپنی تاریخ کو لکھنے والو
لکھو..........!
اسلاف کی ہڈیوں سے پھر
نیلم جہلم کی مچھلیوں کے اجسام بنے

منگلا ڈیم کا اک رشتہ
''دومیل'' سے بھی قائم رہتا ہے
جہاں نیلم جہلم ہر پہر ہی
جاگتے رہتے ہیں!
کاش!
نیلم جہلم
دومیل سے آگے، رُخ اپنا تبدیل کریں
کاش!
رُخ اپنا تبدیل کریں
کچھ جینے کی سبیل کریں
جاگتے نیلم، جاگتے جہلم سُن
اپنوں کی فریادیں سُن
منگلابستی والوں کی فریادیں سُن
دریا جاگتے رہنا
''غیروں'' سے یہ کہنا
جتنے بھی اب ہاتھ اُٹھیں گے
مچھلی وہ بھی بن جائیں گے
پانی پانی ہو جائیں گے
دریا جاگتے رہنا
''غیروں'' سے یہ کہنا

ادراک

سیّد ذوالفقار خاور نقوی

نمودِ صبح کے تمہی ہو قاتل
ہمیں خبر ہے قدم پرستو
تمہارے دن اب گنے چنے ہیں
یہ یاد رکھنا توہم پرستو
حساب لے گی نئی نسل اب
ضرور تم سے شکم پرستو
بساط اپنی سمیٹ لو اب
آزاد خطے کے حکمرانو

پڑی ضرورت جو دھرتی ماں کو
نثار اپنا لہو کریں گے
بنیں گے پہچان خود ہی اپنی
کسی سے اب نہ رجوع کریں گے
غلام دھرتی کے ہم اُفق سے
آزاد سورج طلوع کریں گے
بساط اپنی سمیٹ لو اب
آزاد خطے کے حکمرانو

تمہیں مقدم ہے عیش و عشرت
ہمیں مقدم ہے قومی غیرت
تمہیں غلامی ہے تاجِ شاہی
ہمیں غلامی سے سخت نفرت
تمہیں مبارک یہ چاکری ہو
ہمیں گوارا نہیں یہ ذلت
بساط اپنی سمیٹ لو اب
آزاد خطے کے حکمرانو

توبہ توبہ استغفار .... اکرام اللہ خان جسوال

سردار سکندر کا اظہار
بنے مجاہد نمبردار
قاصد اس کے امانتدار

ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

وزراء کی اک فوج ہے یار
ممبروں کی بھی ہے بھرمار
دیکھ مشیروں کے اطوار
ان کا سپیکر ڈنڈے مار
ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

پلاٹوں کا ہے کاروبار
ٹھیکوں کی بھی ہے بھرمار
علاج کرائیں سمندر پار
اس میں شامل ہیں سردار
ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

مل بیٹھیں گے پانچوں یار
ہل چلائیں گے اِس پار
فصل اُگائیں گے اُس پار
کشمیر بنے گا خود مختار
ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

دورے ان کے ہر ہر بار
مرغ پلاؤ پر اصرار
میز پہ لگ جائے انبار
محکمہ مال ہے خدمتگار
ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

کوئی کریلا کوئی کریلوی
سنی، وہابی اور بریلوی
سرداروں کے ہیں سب یار
مال بنانے کے اطوار
ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

محاذ والوں کا دستور
این ایس ایف کو ہے منظور
معراج محمد کر گیا اقرار
کشمیر بنے گا خود مختار
ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

کل تک جن کے رنگ تھے پیلے
کھا کھا مرغے ہوئے رنگیلے
رشوت کا ہے گرم بازار
پلاٹوں کا بھی کاروبار
ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

مسلم نے بنایا پاکستان
میرپور بن گیا بھڑکستان
نکیال فتح پور بن گیا یار
کریلا رہ گیا نالی پار
ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

ضیاء راجیو کا اقرار
کنٹرول رہے گا آر پار
کرائیں گے نہ رائے کا اظہار
کشمیر بنے گا کیسے خود مختار
ملک ایک حکومتیں چار
توبہ توبہ استغفار

اڑھائی ضلعے اور ڈی ایم چار
ٹھیکیدار ہیں حصہ دار
ملاں بھی اس پر ہیں سوار

اک سردار کی دعوت یار
چلی گئی ہے سرحد پار
چاروں حکومتیں ہیں لاچار

(1987)

نظم ...... سردار کرم حسین خان (بھونت باغ)

خدا کی اس زمین پر ظالم کا قانون ہے
شہری ہیں بے بس یہاں، جنگل کا قانون ہے
عدلیہ ہے بے بس اور انتظامیہ کا قانون ہے
وطن دوست ہے بے بس، بے وطن کا قانون ہے
خدا کی اس زمین پر ظالم کا قانون ہے
مظلوم ہیں سہمے ہوئے اور ظالم کا قانون ہے
ملک ہے بے بس اور غیر ملکی قانون ہے
آفیسر ہے بے بس اور کلرک کا قانون ہے
تھانیدار ہے بس یہاں سپاہی کا قانون ہے
خدا کی اس زمین پر ظالم کا قانون ہے
شریف ہے بے بس اور بدمعاش کا قانون ہے
سچ ہے بے بس اور جھوٹ کا قانون ہے
مجاہد ہے بے بس یہاں، دہشتگرد کا قانون ہے
نیک نام ہے بے بس اور بدنام کا قانون ہے
خدا کی اس زمین پر ظالم کا قانون ہے
تعلیم ہے بے بس یہاں جہالت کا قانون ہے
اُستاد ہیں بے بس اور طلبہ کا قانون ہے
ڈی ایف او ہے بے بس اور گارڈ کا قانون ہے
مسافر ہے بے بس یہاں کنڈیکٹر کا قانون ہے
خدا کی اس زمین پر ظالم کا قانون ہے
غریب ہے بے بس امیر کا قانون ہے
کانا ہے راہنما یہاں اندھے کا قانون ہے
اللہ تیرا دین بے بس اور بے دین کا قانون ہے
روشنی ہے بے بس یہاں اندھیرے کا قانون ہے
خدا کی اس زمین پر ظالم کا قانون ہے

ایک حریت پسند کی بیوہ اپنے بچے سے

اسد ضیاء حسن (انگلینڈ)

مرے بچے!
تمہارا باپ اس دھرتی کا بیٹا تھا
وہ کہتا تھا کہ ماں دھرتی کی چھاتی
فوجیوں کے بھاری بوٹوں کی دھمک اب سہہ نہیں سکتی
وہ کہتا تھا کہ دھرتی ماں ہے اور
ماں اپنے بچوں پر مصائب کے سیاہ بادل برستے دیکھ کر خوش رہ نہیں سکتی
وہ کہتا تھا صدا جو دل سے نکلے
ظلم کے کالے پہاڑوں سے بھی دب کر رہ نہیں سکتی
مرے بچے! تمہارا باپ دھرتی ماں کے سینے میں چھپا ہے
دیکھنے میں مرگیا ہے پر
وہ جس دن گھر سے کٹ مرنے کو نکلا تھا تو اُس نے
شدت جذبات سے رندھی ہوئی لیکن بڑی ہی پر یقیں آواز میں
مجھ کو بتایا تھا کہ وہ کٹ بھی گیا تو آسمانوں سے مجھے اور تجھے دیکھا کریگا
وہ کہتا تھا کہ اُس نے ظلم کی جڑ کاٹ ڈالی ہے۔
وہ کہتا تھا کہ جبر ناروا کی کالی لمبی رات اب ڈھلنے ہی والی ہے
وہ کہتا تھا شہیدوں کے لہو کی سرخیوں میں صبح رخشندہ کی لالی ہے
وہ کہتا تھا کہ آزادی کا سورج جب بھی ماں دھرتی کے ماتھے پر سجا
وہ آسمانوں سے اُتر کر آئے گا اور اپنے بچے کو بتائے گا
کہ یہ وہ دن تھا جسکے واسطے اُس نے اور اُس کے ساتھیوں نے
مصلحت کے راستوں کو چھوڑ کر
اپنی جوانی یوں لٹائی تھی
یہی وہ دن تھا جس کے واسطے اُس نے اور اُس کے ساتھیوں نے
جاں اپنی لٹائی تھی

اعجاز نعمانی

سفر پہ نکلے مگر بے خبر زیادہ تر
سو گھر میں رہ گیا رختِ سفر زیادہ تر
ہم اپنی مرضی کا مطلب نکال لیتے ہیں
کہ بات کرتا ہے وہ مختصر زیادہ تر
''جڑوں میں پیڑ کی تیزاب ڈالنے والا''
سمیٹ لیتا ہے اُس کا ثمر زیادہ تر
وہ جس کا نام مری شام میں چمکتا ہے
اُداس رکھتا ہے شام و سحر زیادہ تر
میں کیسے زندہ و مردہ میں امتیاز کروں
کہ بنے ہیں قبروں پہ اعجازؔ گھر زیادہ تر

O

سید امجد گردیزی (باغ)

ذہن کی قبا کو تم یوں داغدار کرتے ہو
کھوکھلے درختوں پر بھی انحصار کرتے ہو
ذکر نیکیوں کا اپنی بار بار کرتے ہو
زخم جو لگائے ہیں وہ کب شمار کرتے ہو
کج ادائی کی تری تو خواہ مخواہ شکایت کی
ہم اسیر لوگوں سے یوں ہی پیار کرتے ہو
سامنے غلامی ہے اِدھر کی ہو اُدھر کی ہو
ہے تمہاری مرضی کہ کیا اختیار کرتے ہو
اُٹھ بھروسہ کر اپنی قوتِ بازو پہ تو
دوسروں کے شانے کا کیا اعتبار کرتے ہو

O

عابد علی خاکسار (منڈھول پونچھ)

جو شاہی دفاتر میں دستور بناتے ہیں
افلاس کے ماروں کو دن رات ستاتے ہیں
مقتول! ترے گھر میں جواب اشک بہاتے ہیں
یہ لوگ ہیں قاتل، اپنا راز چھپاتے ہیں
یہ امن کے داعی، یہ انصاف کے رکھوالے
یہ قتل و غارت کا خود بازار لگاتے ہیں
آرام کی خاطر اپنا یہ بھیس بدلتے ہیں
جو مزدور سے اُلفت کے گیت سناتے ہیں
برسات میں تو چھت ہر مفلس کی ٹپکتی ہے
پر راج دلارے اس میں عیش اُڑاتے ہیں
بہرحال مجھے شکوہ اربابِ سخن سے ہے
جو چور لٹیروں سے ہی آنکھ ملاتے ہیں
خاموش رہو عابدؔ غماز ویرانی ہے
اظہار تو کر دے گی جو لوگ چھپاتے ہیں

عمران جاوید (باغ)

ہم سے گلہ کرو تو برملا کرو
لوگوں سے کچھ مگر تم نہ کہا کرو
اس وقت نے تیرا بننے نہیں دیا
اب وقت سا نہ تم بھی تو دغا کرو
مری ریاضتیں تری طلب میں تھیں
مرے لیے تم بھی تو دُعا کرو
مری خطا تھی یہ کہ تم سے پیار تھا
مجھ سے تو تم بھی کچھ پیار سا کرو
اپنے دیئے کا سب لے چکے صلہ
ہم سے طلب تم بھی تو صلہ کرو
مری رفاقتوں سے حاصل نہ کچھ تمہیں
لیکن کبھی کبھی تو تم ملا کرو
ہے حسرتوں کی مے، ساغر بھرا ہوا
مئے تمنا کی تم کچھ تو عطا کرو

رضیہ اسلم شفق (نیلم ویلی)

اپنوں کی شانہ کاری پہ گر بہت گماں ہے
ساری حیات کوئی آنسو بہائے کیوں نہ
آئے تھے دیکھنے کو رنگِ بہارِ گلشن
جانے وقت کا دھارا کیونکر ہوا ہے دشمن
اپنی ہی ذات، اپنا وجود، اپنی سوچیں
کیسے زمانہ تم کو کرتا شفقؔ گوارہ

ہم ہیں خفا جہان سے، ہم سے خفا جہاں ہے
یاں دل سے اشک شوئی کرتا کوئی کہاں ہے
گلشن میں دیکھنے کو کیسا ملا سماں ہے
پہلے تو گم تھی منزل، اب گم ہوا نشاں ہے
یا پھر خواہشوں کا اک بحر بیکراں ہے
اپنا وجود جبکہ تم پر ہوا گراں ہے

شازیہ احمد گیلانی (باغ)

دل نہیں تھا اُس کا سچا، کیسے محبت ہو جاتی
دل کو کھلونا جانتی کیسے، کھیل کی عادت ہو جاتی

اس کو روز جو دیکھا کرتے، ملتے پھر بھی داغ ہی کو
رسوا ہم تو ہو جاتے پر اُس پر بھی تہمت ہو جاتی

ساتھی طوفانوں کی بن کے چلنا، ریت ہے جس پہ ہم
گرتے آئے، چلتے آئے، ورنہ مصیبت ہو جاتی

گزری جوانی کانٹوں کے سنگ پھولوں کی، پر اُف نہ کی
ہوتے نہ وفا والے گل، بلبل کو نفرت ہو جاتی

گر وہ تماشا دیکھنے میرا، میری گلی میں آ جاتے
میں اپنے لب وا کرتی، الزام کی صورت ہو جاتی

قصے سنتے سناتے دکھ کے، حال بھی اپنا کہہ لیتے
عرصے کے غمخوار کو تھوڑی سی فرحت ہو جاتی

چنتے کانٹے رستے کے، اُلجھا کے دامن اپنا ہی
جینے کا سامان نہ تھا، مرنے میں لذت ہو جاتی

برا کہو، بدنام کہو، کوئی اور نیا الزام دھرو
لب بستہ ہے شازیؔ ورنہ تم کو بھی عبرت ہو جاتی

سیّد مرتضیٰ گیلانی بیاںؔ (باغ)

دل میں پھر سے حشر کے بپا ہونے تک
سنبھل جائیں گے جبر کے انتہا ہونے تک

اک سکوں سا تھا خانۂ دل میں مرے
نہ رہا ہے شاید تجھ سے راہ ہونے تک

اک وحشت ترا خیال، اک جنوں تصور ترا
کیا مٹے گی یہ تلخی مرے تباہ ہونے تک

کبھی تو آؤ کہ جی بھر کے دیکھ لیں تمہیں
چلے جانا پھر مری چشم کے وا ہونے تک

لگتا ہے کہ جدائی کے دن قریب ہیں
نہ دیکھ پائیں گے تمہیں کوئی حادثہ ہونے تک

اُس نے تو پل میں طے کر لیے مرحلے سارے
اور ہم نے عمر بتا دی بے وفا ہونے تک

اک اذیت ہے آشنائی، اک کرب ہے نارسائی
دیکھے ہیں کیا کیا دور ہم نے جدا ہونے تک

یادیں تری مرے رستے کی دیوار بنی ہیں
گرا دوں اُنہیں چاہتوں کا گواہ ہونے تک

اک تشنگی سی پھر بھی باقی ہے مگر بیاںؔ
کون منتظر رہے اُن کی نگاہ ہونے تک

راحت پروین (وادیٔ نیلم)

میرے دل کی دھڑکن اے ارضِ کاشمر
کٹ کے گر رہے ہیں تیرے لختِ جگر

خون کے آنسو رو رہی ہے تو کس لئے
کب ملے گا تیری قربانیوں کا ثمر

ظلمت کی تاریک راتوں کی
فوراً ہی ہوتی ہے سحر

تیرے سجیلے روپ کو چھیننے والے
اک دن ہو کے رہیں گے دربدر

آج تجھ پہ خنجروں کے وار ہیں
کل اُن پہ چلے گی تیز خنجر

یہ بات نہیں کہ ہم بیٹھے ہیں غافل
بچے بچے کو تیری اک اک تکلیف ہے ازبر

تیرے یہ ننھے منھے نونہال
تیری آن کی خاطر ہو جائیں گے سینہ سپر

مجھ کو یقیں ہے میری ارضِ کاشمر
کل ہم پہ تو کرے گی فخر

پروفیسر شفیق راجہ (باغ)

بے خودی ایسی کہ کچھ کہنا سنانا مشکل
دیکھنا اُن کو تو پھر ہوش میں آنا مشکل
اک نظر اور مری جان ٹھہر جاؤ ابھی
اب جو جاؤ گے تو پھر لوٹ کے آنا مشکل
داستاں اہلِ محبت کی سنانا آساں
اُن کے جذبات کا اندازہ لگانا مشکل
میرے ہر حرف کے ہر شعر کے مصداق وہی
اور اُنہی کو رہا اک شعر سنانا مشکل
وہ جو موجود ہو محفل میں تو محفل ساری
اتنی مبہوت کہ پھر ہوش دلانا مشکل
اس کی مخمور نگاہوں سے لرز جائے قلم
پھر کسی بات کو تحریر میں لانا مشکل

اسلم راجہ (باغ)

چمن جلاؤ کہ مل جائے کھاد فصلوں کو
ہم ہل چلائیں گے اور پھر بہار لائیں گے
گلوں کو راکھ کرو شبنمی شراروں سے
تعیشات کا ہر نقش ہم مٹائیں گے
چمن رہے گا، نہ صیاد اور نہ گل چیں
ہم اپنے دیس میں گندم کے گل اُگائیں گے
نظامِ زر کے گرائیں گے سارے تاج محل
نظامِ عدل کی جھگیوں کو ہم سجائیں گے

O

مظہر جاوید حسن (میرپور)

شبنمی ہونٹ ہیں گلاب مرے — قطرہ قطرہ گرے ہیں خواب مرے
میرے افکار کیوں نہ مر جائیں — یار زندہ ہیں بے حساب مرے
میرا نوحہ ہزار ہونٹوں پر — تو بھی کچھ بول انتخاب مرے
روشنی کے سفر پہ نکلا تھا — کس کا سایہ ہے ہمرکاب مرے
کون جھولے کسی کی پھانسی پر — ہیں میرے واسطے عذاب مرے
موجِ دریا بھلا چکی مجھ کو — پیچھے پیچھے سبھی سیراب مرے
میں کتابِ وفا میرے لوگو — مختلف، مختلف ہیں باب مرے
جل بجھے سارے بے ضمیر حسنؔ — چھت پہ اُترا جو آفتاب مرے

سیّد شہباز علی گردیزی (باغ)

سورج اندھیر بن میں اُبھارا تو مر گیا
مایوسیوں نے جب مجھے مارا تو مر گیا
تیرے بغیر ہم سے کچھ بھی نہ بن پڑا
بس ایک ہی دن تنہا گزارا تو مر گیا
موجوں سے، پانیوں سے، ساحل سے پوچھ لو
کل شب ندی میں چاند اُتارا تو مر گیا
رخصت تجھے کیا تو وہ منظر عجیب تھا
تو نے پلٹ کے جب مجھے پکارا تو مر گیا
طوفاں میں جب تھی کشتی جینے کی تھی لگن
دیکھا اُجاڑ میں نے کنارا تو مر گیا
پربت پہ میں نے خوب بنایا تھا آشیاں
دیکھا جو پستیوں کا نظارا تو مر گیا
وہ کہہ رہے تھے تیز ہواؤں سے ایک دن
بے بال و پر شہبازؔ بچارا تو مر گیا

پہاڑی ماہیے

انتخاب: خواجہ عبدالخالق (خواجہ سیری)

تارا لوئی والا
اللہ دیاں باغاں وچ
نبی پھُل خوشبوئی والا

O

باغے وچ پانی نہیں لایا
نبی دیاں یاراں اُتے
گلہ کرنا نہیں آیا

O

چاندی دیاں دو گڑیاں
مجلس پنجتن دی
اتھے بہ جا دو گھڑیاں

O

کوئی جوڑا مرینے دا
بچہ مائی آمنہ دا
سردار مدینے دا

O

تختی وو ٹولاں دی
ذاتاں وچ ذات چنگی
چنگی ذات رسولاں دی

O

تختی وو ٹولاں دی
کیس یاری بندیاں دی
یاری رب تے رسولاں دی

آسمانی وو اِل تردی
بندیا ،،وے موتو دیا
موت ذری نی وو ٹہل کر دی

O

سڑکاں اُتے رخ ساوے
نی وو پتہ زندگی دا
کہڑے موڑ اُتے مک جاوے

O

سڑکاں اُتے پا لاری
دلا تینوں ٹھاکیا سا
پردیس نہ لا یاری

O

منجی نوں ڈھا چھاواں
صبح ملاقات ہوئے
باویں شامی میں مر جاواں

O

ٹٹے شیشے وو جڑدے نی
عاشق تے دریا کدے
موڑاں تے مڑدے نی

O

کوئی چاندی دا وے تھم ماہیا
تلی اُتے سر رکھڑاں ایں
وے عاشقاں دا کم ماہیا

انگلی دا وے نوں ماہیا
ذار اُناں جائیاں تے
جناں جائیاں دا توں ماہیا

O

منجھ مرچاں وو کھا رئی اے
اُس نوں بار کڈو
جہڑی زخماں وو لائی اے

O

رتی لال رغابی یا
پھُلاں وچ پھُل چنڑساں
جہڑا اصل گلابی یا

O

تیری سوئی دے بند سولاں
ہواں آری کش وے بالو
تیرے بوہے اگے کم کھولاں

O

کوئی سونا چمک مارے
گورے تیرے بال گُندے
گچھ پاندری دا لک مارے

O

شیشہ میز اُتے نی بند رہندا
کچیاں وو یاریاں دا
ہر ویلے نی غم ہندا

مٹھے چاولاں دی پابو راکھی
اساں تیرا فوٹو کھینچڑاں
زری ٹلاں اُتے لا سرخی

O

باغاں وچ اَم کھلدا
تیری جدائی کولوں
رب پیدا ای نہ کردا

O

کونڈا ٹٹ گیا سنگلی دا
سو واری چم لواں
چھلہ یار دی انگلی دا

O

کن کانٹے پائے ہوئے نی
تُساں کول بٹن چنگے
جہڑے چھاتی نال لائے ہوئے نی

O

دو دانے نی مرچاں دے
گھڑی دا بساہ کوئی نی
بنے پے جاندے برساں دے

O

دو جوڑ سلائیاں دے
کل اسی چلے وو جاواں
تُسی مالک جائیاں دے

سَپ جاندا نی بل کھاوے
اوہ کیہڑا بندہ ہوسی
جہڑا دکھیاں نوں گل لاوے
o
کالا کوٹ کڑھائی والا
بنڑیں دی اے او گئیے
تیرا واز جدائی والا
o
کوئی پٹکا نی وو تا والا
ماہیے دے میز اُتے
باجا بجیا صدا والا
o
لُنگی سِرے اُتے بن ماہیا
گلی اُتے آ لنگسی
جیاں چودھویں دا چن ماہیا
o
پانڑی پنیدیاں کوپے نال
رنگ سوہنڑاں جَل جاندا
پردیس دے خوفے نال
o
کونڈے لاواں جریباں نوں
نالے تینوں یاد کراں
نالے رُوواں نصیباں نوں
o
کوئی سنی وو لوہار دیے
بنڑ تنڑ نت رہندی ایں
کسے بانکے وو یار دیے

آسمانی وو تارے نی
او دن یاد رکھیں
جہیڑے نال گزارے نی
o
رتے لال کشیدے نی
ٹکٹ جدائیاں دے
اساں آپ خریدے نی
o
کنگی اُڑ گئی بالاں نال
ٹرے پردیسی بندے
لک بدھے نی رومالاں نال
o
کوئی سَراں وچ ڈڈ بولے
رُٹھی وی معشوق چناں
عاشقاں نال کدھ بولے
o
ڈبہ بھریا نی میخاں دا
یوسف* کتاب پڑھدا
وچ ذکر زلیخاں دا
o
آری اُتے آری یا
یوسف* دی نظری دا
سارا مصر بوپاری یا
o
پر کالے نی کُگیاں دے
آ چناں سیر کراں
اناں ماہلیاں لُگیاں دے

تلی اُتے ٹھاہ کیتا
جگر اُتے ہتھ رکھ کے
اساں یار جدا کیتا
o
کوئی بنگلے وو چوندے نی
جناں کولوں یار جدا ہوئے
بوئے بند کر کر روندے نی
o
منجھ بنے اُتے پیر دھرے
اَساں در خیر چناں
رب تُساں در خیر کرے
o
کنجیاں وو جیل دیاں
ماہی والا شاہی بنگلہ
وچ میماں ٹہل دیاں
o
ہٹیاں اُتے روں ٹلدا
قسم خدا دی چناں
دن رات نہ توں پُہلدا
o
ماچس دیاں ڈبیاں نی
سانوں بڑا ترس آیا
چناں کتھے لگیاں نی
o
دو چھکے نی لنگاڑاں دے
ماہیا شکار کرے
روندے پکھروں بہاراں دے

ہتھ چھاپ نشانی یا
مِلساں ضرور ماہیا
کدھے ہوئی زندگانی یا
o
تکیے وو فوماں دے
بڑے بیوفا ہوندے
بندے اپڑیں قوماں دے
o
کوئی تارا نی لوئی والا
ہتھ وچ ہتھ پانواں
تیرا ہتھ خوشبوئی والا
o
میرے یار دے کاں بولے
خط آیا سجنے دا
وچ میرا وی ناں بولے
o
کشمیری شال ہووے
دل تاں خوش رہندا
جدوں ماہیا نال ہووے
o

یہ روشنی کا زمانہ یہ ظلمتوں کا ہجوم
اس انجمن کے خدا و بڑا اندھیرا ہے

منگلا ڈیم کی افادیت کے علمبردارو

متاثرین منگلا ڈیم یہ پوچھتے ہیں

کہ

میرپور کے عوامی مسائل اور فلاح و بہبود کو نظر انداز کر کے
بندر بانٹ کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہیگا
اوپن سپیس ۔ پارک ۔ تفریح گاہیں بیچ کر گلچھرے اڑانے والو
شہر نو کی تعمیر و ترقی پر عدم توجہ کا کیا جواز ہے
تمہیں شرم مگر نہیں آتی

میر خالد کشمیر جموں و کشمیر بزنس لیگ سٹی میرپور

ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر

آزاد جموں و کشمیر ریاستی مشاورتی کونسل کے معزز اراکین

اور عمال حکومت سے

دردمندانہ اپیل

معزز اراکان کونسل! آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اہل میرپور نے پاکستان کے زرعی استحکام کی غرض سے معرض وجود میں آنے والے منگلا ڈیم کی تعمیر میں اپنے خون کے علاوہ اپنی جنم بھومی، اپنے بزرگوں کے مقابر اور مزار اور مسجدیں نذر آب کیں جس کا متاثرین منگلا کے مثالی کردار بے مثل ایثار، بے بدل جذبۂ اخوت و ہمدردی اور مملکت خداداد پاکستان سے والہانہ عقیدت کا بیّن بھی قابل غور ہے۔ اور اس بے مثل ایثار کا متاثرین کو کیا ثمر ملا؟ اقتصادی بدحالی، معاشی ابتری، مستقل بیکاری حوصلہ فرسا بیروزگاری اور تباہ حالی کے علاوہ ہمیں ان تمام سہولتوں سے یکسر محروم کر دیا گیا جو ایک آزاد اور باعزت شہری کیلئے لازمی اور لابدی تھیں۔ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے عوام کی بہتری اور بہبودی پر خزانہ عامرہ سے فراخدلی سے خرچ کرے اور شہری عوام کو ہر ممکن سہولت بہم پہنچانے کی غرض سے مناسب اخراجات برداشت کرے لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ متاثرین عوام سے پلاٹوں کی قیمت کے ساتھ نئے شہر کے تعمیری امور مثلاً سڑکوں کی پختگی، گلی کوچوں اور نالیوں کی تعمیر کیلئے رقم وصول کی گئی لیکن ایک کام بھی مکمل نہیں کیا گیا۔ معاہدے کی رو سے "واپڈا" آرگنائزیشن نے جو کام خود مکمل کرنے تھے وہ بھی ابھی تک نامکمل ہیں۔ آپ ہمارے نمائندے ہیں۔ ہم سے ہونے والی ناانصافیوں کا انسداد آپکے فرض میں شامل ہے۔ اگر آپ نے اس ضمن میں تساہل اور غفلت سے کام لیا تو خدا کے نزدیک یہ گناہ عظیم ہوگا۔ اور قیامت کے دن آپ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہونگے۔ اسلئے آپکو اپنی پہلی فرصت میں متاثرین منگلا ڈیم سے ہونے والی ناانصافیوں کے انسداد کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپ یہ نہ بھولئے کہ جھیل کی وجہ سے علاقہ اندربل کے تقریباً ایک لاکھ عوام نقل و حمل کی مشکلات میں مبتلا ہونے کے علاوہ پانی، بجلی، ہسپتال اور دوسری مراعات سے محروم ہو... ...نے بنو کھ پہ ...ل نہ ہونیکی وجہ سے انہیں عبور بذریعہ موٹر کی ان گنت مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے کہ علاقہ اندربل کے عوام کو نقل و حمل کی آسانی فراہم کرنے سے قبل ہی دریائے جہلم کا رخ موڑ دیا گیا

معزز اراکان! کمرشل ایریا خصوصی طور پر توجہ کے باوجود نئے شہر میرپور کے بااثر افراد وابستگان نے بلا اجازت دوکانیں تعمیر کرنے کی اجازت... کا کون ذمہ دار ہے۔ اوپن سپیس بھی بااثر افراد کی ملکیت قرار پا چکی ہے اور دھڑا دھڑ دوکانیں تعمیر ہو رہی ہیں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کمرشل ایریا میں تجارت پیشہ لوگوں نے کروڑوں روپے صرف کرکے دوکانیں تعمیر کیں اور انہیں قانونی طور پر یہ بتا دیا گیا کہ وہ کمرشل ایریا ہی میں اپنا کاروبار چلائیں لیکن دوسری طرف خود عمال حکومت نے قانون اور انصاف کی مٹی پلید کرتے ہوئے پارکوں کو بھی ارباب غرض کے نام الاٹ کر دیا۔ چنانچہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اور اس وجہ سے کمرشل ایریا کے کاروباری لوگ ہولناک بیکاری سے دوچار ہیں۔

اراکین کونسل: نئے میرپور کے اردگرد کوئی ایسا خطہ مخصوص نہیں کیا گیا جہاں کسی زراعت پیشہ کنبہ کو آباد کرکے یا محکمہ زراعت آزاد کشمیر کے ذریعے سبزی کاشت کی جاسکتی اور نہ ہی دودھ کیلئے کسی معقول ڈیری فارم کے قیام کی زحمت گوارا کی گئی۔ جسکی وجہ سے نئے شہر کے آبادکار دودھ اور تازہ سبزی سے یکسر محروم ہیں اسکے علاوہ حسب وعدہ بروقت انڈسٹری قائم نہیں کی گئی حالانکہ انڈسٹری کو شہر کے آباد ہونے سے قبل ہی قائم ہو جانا چاہیئے تھا۔

معزز اراکین! ہم آپکے توسط سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ شہر کے تعمیری کاموں کیلئے متاثرین سے جو رقم حکومت آزاد کشمیر نے وصول کی وہ کہاں گئی؟ چونکہ ہم نے تعمیری امور کیلئے جو رقم دی وہ حکومت آزاد کشمیر کو دی اور وہی ہمارے سامنے جوابدہ ہے۔ اگر واپڈا والوں نے اس رقم میں ہیر پھیر کیا تو اسکی ذمہ دار حکومت آزاد کشمیر ہے۔ اب یہ آزاد کشمیر حکومت کا فرض ہے کہ وہ نئے شہر میں رہ جانے والے تمام نامکمل تعمیری کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ اگر شہر کی سڑکیں گلی کوچے اور نالیاں فوری طور پر تعمیر نہ کی گئیں تو شہر کی خوبصورتی بگڑ جائیگی اور سرکاری عمارتیں کھنڈرات کی صورت اختیار کر لیں گی۔ واپڈا والوں نے نئے میرپور میں بجلی کی لائینیں بھی نامکمل رکھی ہیں۔

یہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ واپڈا آرگنائزیشن کے ارباب اقتدار نے اپنے قیام میرپور کے دوران ہم متاثرین منگلا سے جو ناروا تلخ اور ظالمانہ سلوک کیا ہے اس کی تلخی اور تکلیف آئندہ پچاس سال تک اپنے ذہنوں میں شدت سے محسوس کرتے رہیں گے۔ ہم لوگ پانچ سال سے متواتر کہہ رہے ہیں کہ ہمارے مسائل حل کیجئے۔ حضرات: میرپور میں صارفین بجلی کی تعداد مظفر آباد سے کئی گنا زیادہ ہے اسلئے ضرورت ہے کہ میرپور کیلئے علیحدہ الیکٹریکل ڈویژن قائم کیا جائے تاکہ صارفین بجلی کو مظفر آباد سے منظوری آنے کے جھنجھٹ سے نجات حاصل ہو سکے۔

خدا حافظ

۱۶ جولائی سنہ ۱۹۶۹ء

میر خالد بشیر میونسپل کمشنر نیو میرپور آزاد کشمیر

گذارش سے گذارش تک

ریاست آزاد جموں و کشمیر کے صدرِ عالی مرتبت کے نام!"

گرامی قدر جناب صدر محترم - متاثرین منگلا ڈیم کیساتھ روا رکھی گئی ناانصافیوں کی داستانِ ستم آپکے حضور بیان کرتے ہوئے آپ سے اصلاح احوال کا طالب ہوں۔

جناب صدرِ گرامی! منگلا ڈیم کی تعمیر کے دوران آزاد کشمیر کی مسندِ صدارت پر دو صدر جلوہ افروز رہے اور مستعفی ہو گئے انکے آٹھ سالہ دورِ حکومت میں متاثرین منگلا ڈیم کے مسائل جوں کے توں رہے انکی تکالیف کا ازالہ وقتاً فوقتاً خوش آئند وعدوں کی نظر ہوتا رہا آپکی ذات گرامی سے توقع ہے کہ ان مسائل کو مزید زیادہ دیر اُلجھا نہیں رہنے دیا جائیگا۔

۱۔ منگلا ڈیم کے متاثرین کے اپنے آبائی مکانوں اور نئے میرپور میں الاٹ کئے گئے رہائشی پلاٹوں کی قیمت کا تعین حکومت نے خود کیا تھا جسے عوام نے خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ پلاٹوں کی قیمت کے ہمراہ عوام نے ایک خصوصی رقم اندرون شہر کی گلیوں، نالیوں، سڑکوں کو پختہ کرنیکے علاوہ گندے پانی کی نکاسی کے انتظامات کیلئے منگلا ڈیم پراجیکٹ اتھارٹی کے حکم سے خزانہ عامرہ آزاد کشمیر میں بوساطت الاٹمنٹ کمیٹی [illegible] ٹاؤن بھی جمع کروائی گئی تھی لیکن اس کے باوجود نئے شہر میں سڑکیں، گلیاں، اور نالیاں پختہ نہیں بنائی گئیں۔ اور تو اور پورے شہر میں تقریباً تین صد پول بجلی بھی نصب نہیں کئے گئے۔

مقام حیرت ہے کہ اگر منگلا ڈیم کی تعمیر پر ہزاروں روپے قومی اور ملکی مفاد کی خاطر صرف کئے جاسکتے ہیں تو متاثرین منگلا ڈیم کی متبادل رہائش و آسائش پر حکومت نے خرچ کرنا کیوں ضروری نہیں سمجھا!!!! آخر عوام سے وصول کردہ مذکورہ رقم خطیر کہاں گئی؟؟؟ کیا اسّی ہزار متاثرین منگلا ڈیم اس قوم میں شمار نہیں جنکی فلاح بہبود کیلئے منگلا ڈیم جیسا عظیم منصوبہ معرضِ وجود میں آیا تھا؟؟؟

۲۔ جنابِ عالی! حکومت نے منظور شدہ منصوبہ کے تحت نانگی کو تجارتی ایریا مخصوص کیا اور کاروباری افراد کو تجارتی ایریا کو آباد کرنے کا پابند کیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ غیر تجارتی اور رہائشی علاقوں میں دوکانوں کی تعمیر کی کھلی چھٹی دے دی جس سے اس تجارتی مرکز کا مستقبل تاریک ہو کر رہ گیا ہے۔ اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری و ساری ہے جس سے کاروباری طبقہ خاصا پریشان و مضطرب ہے۔ ۳۔ میرپور کے صنعتی ایریا کی آباد کاری میں تاخیر علاقہ کی اقتصادی حالت کے پیشِ نظر نہایت ہی تشویشناک ہے۔ عوام اپنے علاقہ میں لگائی جانیوالی صنعتوں کے قیام سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ ۴۔ محکمہ اوقاف کی زیر نگرانی ضلع میرپور میں دربار جناب پیراں شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ کی آمدنی ہزاروں روپیہ ماہوار ہے۔ اگر اس آمدنی کو کسی جامع منصوبہ کے تحت خرچ کیا جاوے تو نہ صرف دور دراز سے آنیوالے زائرین کے لئے قیام کی سہولتیں بہم پہنچائی جاسکتی ہیں۔ بلکہ ایک اسلامی درسگاہ اور میڈیکل کالج کا قیام بھی عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

۵۔ میرپور شہر میں گرلز ڈگری کالج کے قیام کی اشد ضرورت ہے تاکہ یہاں کی طالبات اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہو کر قوم و ملت کی ترقی کا باعث بن سکیں۔ گرلز ڈگری کالج کے لئے پلاٹ بھی مخصوص کیا گیا ہوا ہے۔ لیکن اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی طرف فوری اور ذاتی توجہ کی ضرورت ہے۔

۶۔ علاقہ اندرہل ڈوڈیال کے ہزاروں بدنصیب عوام رسل و رسائل کی سہولتوں سے محروم ایک جزیرہ میں قید ہیں ان کی مشکلات کا حل پانی و بجلی کی فراہمی کے علاوہ دو میل لمبی سڑک اور ایک پُل تک محدود ہے۔ ۷۔ علاقہ بن خرمان۔ چتر پڑی۔ کاکڑا، کانگڑہ، حمید پور، رسیا کھ بھی ان ہی مسائل سے دوچار ہیں۔

پرانی امیدوں کی موجودگی میں نئی امیدوں کیساتھ آپ سے ان اہم مسائل کے حل کی پوری پوری توقع وابستہ کرتے ہیں۔ والسلام

حقیر

میر خالد بشیر سینئر رکن بلدیہ میرپور رکن عوامی فلاح کمیٹی میرپور آزاد کشمیر

SLF SLF SLF SLF SLF SLF SLF SLF SLF

پاکستانی سامراج واپڈا

اور

وطن دشمن حکمرانو

کان کھول کر سن لو!

منگلا ڈیم کی توسیع

نامنظور



منگلا ڈیم کی توسیع ......نامنظور......نامنظور

ریاست جموں کشمیر پر دو پڑوسی ملکوں بھارت اور پاکستان نے گزشتہ 55 سال سے ظالمانہ قبضہ اور جابرانہ تسلط جما رکھا ہے۔ اپنے اس ناجائز قبضے کو برقرار رکھنے کے لئے دونوں سامراجی ملکوں نے کبھی کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اور کشمیری عوام کے خلاف نت نئے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے ہیں۔

منگلا ڈیم بھی ریاست جموں کشمیر کے تاریخی، تہذیبی و ثقافتی تشخص کو پامال کرنے اور ریاستی وسائل ہڑپ کرنے کی ایک واضح مثال ہے۔ 1967ء میں پاکستان نے حکومت آزاد کشمیر اور عوام کو اعتماد میں لئے بغیر زبردستی میرپور کے علاقے میں 400 مربع کلومیٹر کے رقبے پر ڈیم بنا کر متنازع ریاست پر اپنا حق ملکیت ظاہر کرنے کی مذموم کوشش کی جس کے نتیجے میں لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے اور میرپور کا ایک عظیم تاریخی شہر اور 190 دیہات غرق ہو گئے۔

آزاد کشمیر کے لوگوں سے وعدہ کیا گیا تھا کہ انہیں بجلی مفت فراہم کی جائے گی۔ متاثرین کے لئے جدید کالونیاں بنائی جائیں گی۔ اور آزاد کشمیر کو بجلی، آبپاشی اور مچھلی کی پیداوار سے حصہ (رائلٹی) دیا جائے گا۔ لیکن حکومت پاکستان کے یہ تمام وعدے فریب اور دھوکہ ثابت ہوئے۔

منگلا ڈیم کی آمدن سے ایک پائی بھی آج تک آزاد کشمیر کو ادا نہیں کی گئی۔ آزاد کشمیر کے بے غیرت اور وطن دشمن حکمران بھی اپنی تنخواہوں، وظیفوں اور مراعات کے چکر میں ان لٹیروں سے ملے ہوئے ہیں۔

اب 35 برس کے اس جبر کے بعد حکومت پاکستان ایک بار پھر وہی قیامت خیز تاریخ دھرانا چاہتی ہے۔ اور منگلا ڈیم کو 40 فٹ مزید اونچا کرنا چاہتی ہے۔ ایسا کرنے سے ایک بار پھر میرپور شہر اور ڈیم کے آس پاس آباد بیسیوں گاؤں ڈوب جائیں گے اور لاکھوں لوگ بے گھر ہوں گے۔

اگر ہم منگلا ڈیم اپ ریزنگ کے ظالمانہ منصوبے کا جائزہ لیں تو درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

- منگلا ڈیم میں 1967ء سے لے کر 2002 تک محض 7 مواقع پر پانی اپنے لیول یعنی 1202 فٹ تک آیا۔ ایسا بھی محض شدید سیلابی پانیوں کی وجہ سے ہوا جبکہ گزشتہ 9 برسوں سے پانی کبھی بھی 1202 فٹ تک بھی نہیں پہنچ سکا۔
- گزشتہ عرصہ میں واپڈا کی نااہلی کی بدولت ڈیم میں سیلابی مٹی کے مقدار میں توقع سے زیادہ اضافہ ہوا جو ایک اندازے کے مطابق 35 فیصد تک گنجائش کو کم کر چکی ہے۔
- یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ڈیم کی تعمیر سے قبل متاثرین سے زرعی زمینوں، رہائشی پلاٹوں، شہری سہولتوں اور مفت بجلی تک کے وعدے کیے گئے تھے مگر عملاً کسی ایک پر بھی عمل نہیں ہوا۔ متاثرین کو پنجاب میں جو زمینیں الاٹ کی گئیں ان میں سے 90 فیصد کو مالکانہ حقوق نہ مل سکے۔ جہاں مالکانہ حقوق ملے وہاں زمین کے تحفظ کی جنگ میں سینکڑوں انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔ یوں اکثر لوگ وہاں کے بااثر مقامی جاگیرداروں اور قبضہ گروپوں کو اپنی آباد کی ہوئی زمین اونے پونے فروخت کرنے پر مجبور کیے گئے۔ مقامی طور پر متاثرین کو نہ بجلی مفت ملی نہ شہری سہولتوں کی کوئی بات ہوئی بلکہ حد تو یہ ہے کہ آج بھی اکثریت شہری سہولتوں سے محروم ہے۔

واپڈا کے دعوؤں کے برعکس اس وقت عملاً صورتحال یہ ہے کہ ڈیم کے رقبہ میں اضافہ سے دولاکھ سے زیادہ افراد متاثر ہوں گے۔ یہ متاثرین دو طرح کے ہیں۔ یعنی وہ آبادیاں جو 1965 اور 1971ء کے مہاجرین کی مضافاتی آبادیاں ہیں اور دوسرے لوگ ڈیم کے ارد گرد قدیم مقامی باشندے ہیں۔ مہاجرین مقبوضہ کشمیر نے ان خالی جگہوں پر بے سروسامانی کی حالت میں ڈیرے ڈالے اپنی محنت مشقت سے شب و روز ایک کر کے آہستہ آہستہ اپنے لئے باعزت ٹھکانے بنائے اور اکثریت نے انہی آبادیوں میں اپنے لئے ذرائع روزگار بھی ڈھونڈے جبکہ یہاں سے آبادیوں کے انخلاء کے بعد ان لوگوں کو نہ صرف ایک دفعہ پھر مہاجر ہونا پڑے گا بلکہ اپنے چھوٹے موٹے روزگار سے بھی محروم ہونا پڑے گا۔ اس طرح اکال گڑھ، چکسواری، پلاک، کھاڑک اور ڈڈیال کی مقامی آبادیوں کی اکثریت یورپ خصوصاً برطانیہ میں مقیم ہے۔ اور وہاں ان کی دوسری نسل بھی جوان ہو چکی ہے۔ ان لوگوں کی حب الوطنی کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوگا کہ یہ محض اس لئے اپنی میت یہاں لاکر دفنانے کی وصیت کرتے ہیں کہ اولاد کا بھی دھرتی سے رشتہ قائم رہے اور یوں اکثریت اپنے عزیزوں کی قبروں اور آباواجداد کی دھرتی کے لئے یہاں آتی ہے۔ اگر آباواجداد کی قبریں نہ رہیں، جائیداد ڈیم کی نذر ہوگئی تو پھر ان لوگوں کا یہاں کیا بچے گا۔ جس کی خاطر یہ لوگ پھر یہاں آئیں گے۔ جبکہ اس وقت عملاً صورت حال یہ ہے کہ اس علاقہ میں واپڈا کے گمراہ کن دعوؤں کے برعکس 6000 ایسی عالیشان کوٹھیاں موجود ہیں۔ جن پر اوسطاً ایک کروڑ کے اخراجات کیے گئے ہیں۔ جبکہ ان افراد کے لئے ڈیم سے گھروں کو تباہ کروانے کے بعد اور رشتہ داروں کی قبروں سے محرومی کے بعد کوئی جواز نہیں بنتا کہ وہ خود یہاں آئیں یا نئی نسل کو یہاں لانے کے لئے راغب کر سکیں اس طرح کشمیری قوم اپنے لاکھوں بھائیوں سے محروم ہو جائے گی جو دوسری طرف فی الحال اپنے زرمبادلہ سے پاکستانی معیشت کو بھی سہارا دیئے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں جبکہ واپڈا کا منصوبہ حقائق کے یکسر خلاف ہے اور واپڈا کے سابقہ وعدوں سے کوئی وعدہ بھی ایفا نہیں ہوا اور پھر اس کے اس سے بدرجہا بہتر متبادل بھی موجود ہیں تو کیا واپڈا کے ذمہ داران اس نازک صورتحال میں محض اپنے کمیشن اور کرپشن کے لئے کشمیری عوام کو بلا مقصد اکسا کر ملک دشمنوں کے عزائم کی تکمیل نہیں کر رہا؟

ان حالات میں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ڈیم کی وجہ سے پہلے ہی زیرزمین پانی کی سطح بلند ہو چکی ہے اور مزید اونچا کرنے سے پانی کی سطح بھی یقیناً بلند ہوگی۔ جس کا واپڈا کے منصوبہ میں دانستہ ذکر بھی نہیں کیا گیا۔ اس وقت عملاً صورتحال یہ ہے کہ کھڑی شریف سے منگلا تک سارا علاقہ آہستہ آہستہ پانی سے متاثر ہونا شروع ہو چکا ہے۔ جبکہ واپڈا کے ماہرین اپنے طور پر اس علاقے میں پانی کی سطح کنٹرول کروانے کے لئے شجرکاری پہ زور دے رہے ہیں۔ میرپور شہر اس ڈیم کے کنارے پہ آباد ہے۔ پانی کے رساؤ سے یہ ایک ایسی دلدل پہ کھڑا ہوگا جو کسی معمولی سے زلزلے سے ہی زمین بوس ہو کر ہزاروں قیمتی جانوں کی موت کا سبب بننے کے علاوہ اربوں کی جائیداد کی تباہی کا بھی ذریعہ بنے گا اور ایسی صورت میں اگر ڈیم کو نقصان پہنچا تو آدھا پنجاب اس ریلے میں تباہ ہو سکتا ہے۔

متبادل حل درج ذیل ہیں

- **بھل صفائی:** اس کے نتیجے میں ڈیم سے جدید مشینری کے ذریعے مٹی نکال کر ارد گرد ہموار سطح پر تفریح گاہیں بنا کر کاروبار کے نئے مواقع پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ میرپور بار ایسوسی ایشن کے صدر اور انٹی منگلا ڈیم توسیع کمیٹی کے ممبر ذوالفقار احمد راجہ کو حالیہ دورہ برطانیہ کے دوران ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے چیئرمین رانا محمود بشیر نے پیشکش کی کہ اگر حکومت پاکستان 30 ارب روپے ادا کر دے تو محض مٹی نکال کر مطلوبہ مقدار میں پانی ذخیرہ کرنے کے لئے 2 سال کے عرصہ میں گنجائش پیدا کی جا سکتی ہے۔ اگر واپڈا مخلص ہے تو اس کام کے لئے بین الاقوامی ٹینڈر نکال کر دیکھ لے۔
- مٹی کو ارد گرد ناہموار علاقوں میں منصوبہ بندی سے ڈال کر ہزاروں ایکڑ اضافی زرعی زمین تیار کی جا سکتی ہے۔
- فالتو مٹی کو میرپور شہر اور مضافات کے مجوزہ رہائشی علاقوں میں ڈال کر ہموار دیدہ زیب اور خوبصورت رہائشی کالونیاں بنائی جا سکتی ہیں۔

کسگمہ ندی: اس کے علاوہ بہت ہی کم اخراجات میں موجودہ ڈیم کو مزید نشیبی و بارشی پانی کی ندی میں ڈال کر نہایت چھوٹے پشتے سے بند کر کے بغیر کسی انسانی آبادی کو متاثر کیے ہزاروں ایکڑ رقبہ پر مشتمل نیا ذخیرہ آب بنایا جاسکتا ہے۔ جو پہلے سے زیر استعمال جاتلاں ہیڈ ورکس سے منسلک ہو کر پانی کی ضروریات کی تکمیل میں معاون ہوگا۔

دھان گلی ڈیم: دھان گلی پل کے قریب اس منصوبہ کی تکمیل کی صورت میں واپڈہ مجوزہ منصوبہ سے بھی بڑی مقدار میں دریائے جہلم پر کوہالہ تک پانی کا اضافی ذخیرہ تیار کرسکتا ہے۔ 6000 میگاواٹ سے بھی زیادہ بجلی کی پیداوار کا بھی باعث ہوگا اور دھان گلی سے کوہالہ تک پھیلے اس ذخیرہ آب میں کسی بھی انسانی آبادی کے متاثر ہونے کا اندیشہ نہیں۔

موجودہ تحریک آزادی کشمیر میں کشمیری تارکین وطن کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں انہی لوگوں کی محنت اور کاوشوں کی بدولت کشمیری حکمران بین الاقوامی برادری تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں ان کی ناراضگی مول لے کر کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ کشمیر کی آزادی کی تحریک پر منفی اثر نہیں پڑے گا۔ یہاں یہ یاد دہانی کرانے میں کوئی حرج نہیں کہ کشمیری تارکین وطن کی اکثریت کا آبائی مسکن یہی علاقے ہیں جنہیں نیست و نابود کرنے کے لئے واپڈا کوشاں ہے۔

لہٰذا ہم حکومت پاکستان کے اکابرین کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ واپڈا کے شتر بے مہار کو اس طرح کے قومی سالمیت کے منافی منصوبوں سے روکے اور عوام کو مجبور نہ کرے کہ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے ان نازک حالات میں کوئی ایسا راستہ اختیار کریں جو تحریک آزادی کے اس اہم موڑ پر دونوں قوموں کو امتحان میں نہ ڈالے۔

پاکستان حکمرانو!

۱۔ منگلا ڈیم کی رائلٹی کے 35 سالہ بقایاجات بحساب 735 ارب روپے سالانہ ادا کرو!

۲۔ آزاد کشمیر کو مفت بجلی فراہم کرو!

۳۔ سیاکھ، ڈڈیال، چکسواری، اکال گڑھ اور منگلا کالونیوں میں بنیادی انسانی سہولتیں فراہم کرو!

۴۔ منگلا ڈیم کو آزاد کشمیر حکومت کی تحویل میں دو!

۵۔ پنجاب اور سندھ میں 1967ء کے 9 ہزار متاثرین منگلا ڈیم کو مالکانہ حقوق اور اراضی کے قبضے دلاؤ!

۶۔ جاؤ اپنے وطن پاکستان کی سرزمین پر کالا باغ ڈیم تعمیر کرو!

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

شائع کردہ:

جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ

JKSLF

الجدید کمپوزنگ سنٹر راولاکوٹ 43567 / کشمیر پرنٹنگ پریس نزد LCS آفس احاطہ عدالت راولاکوٹ 43929

منگلا ڈیم نا منظور!

منگلا ڈیم ملک میں پانی اور بجلی کی ضرورت کو پورا کرنے کیلیئے تعمیر کیا گیا تھا۔ منگلا ڈیم کی تعمیر سے ضلع میرپور کے بیس ہزار خاندان متاثر ہوئے اور 40349 ایکڑ اراضی زیر آب ہوئی۔ 20 ہزار خاندانوں اور 40349 ایکڑ اراضی کی قربانی کے باوجود بچے کچھے ضلع میرپور میں آج بھی سب سے بڑا مسئلہ پانی اور بجلی کا ہے۔

یہ کیسا انصاف ہے کہ پانی اور بجلی کی ضرورت کو پورا کرنے کیلیئے میرپور کے لوگ اُجڑیں اس کے بدلے صرف پنجاب روشن اور سرسبز ہو پنجاب کی بنجر زمینوں کی خدمت داری کے لئے ہماری سونا اُگلتی 22242 ایکڑ اراضی منگلا کے قبرستان میں دفن کردی گئی۔ منگلا ڈیم کیوجہ سے اُجڑنے والے اِنسانوں کی دُنیا آج تک اُجڑی ہوئی ہے۔ میرپور کی زیویں مٹی کا خمیر سندھ اور پنجاب کے تھلوں اور بیلوں میں رُل گیا ہے اور اُن کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہے اپنی زمین سے پاؤں اُٹھنے کے بعد اس بے رحم نظام میں گذشتہ 35 برسوں سے ہجرت کے عذابوں کے مارے کسی بھی جگہ اپنے پاؤں جما نہیں سکے ہیں۔

کہ آج ایک بار پھر بچے کھچے میرپور / ڈڈیال کو پانی میں ڈبو دینے اور ایک لاکھ کے قریب انسانوں کو اُجاڑ دینے کا منصوبہ پنجاب کے لاہور اور پاکستان کے اسلام آباد سے منظور ہو کر مظفر آباد کے راستے میرپور ڈڈیال تشریف لا چکا ہے۔

کیا ڈڈیال کے دیہاتوں کی حیات ایک بار پھر اُجڑے گی؟

کیا میرپور کی بستیاں اپنے خوابوں سمیت ایک بار پھر پانی میں ڈوب جائیں گی؟

نہیں! اب کی بار ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ اس سے پہلے کہ میرپور، ڈڈیال کی دھرتی کے بیٹوں کے لہو کی حدت سے منگلا کی دیواریں پگل جائیں، حکمران طبقہ میرپور ڈڈیال کے دُکھوں کو سمجھنے کی زحمت فرما کر منصوبہ کو ترک کرنے کا فوری اعلان کرے۔

کشمیر فریڈم موومنٹ ضلع میرپور — شعبہ نشر و اشاعت

منگلا ڈیم ودھانے ناں منصوبہ - میرپور شہر کی مٹانے ناں منصوبہ

پہلاں اک جرنیل ڈیم بنایا سی

پورا شہر میرپور، دوسو سٹھ گراں، پینٹھ ہزار ایکڑ بغنی زویں
اک لکھ ہندہ -اک پوری تہذیب، تارخ، یاداں تہ ماء پیو نیاں قووراں
اے "قربانی" دتی سی میرپور نے کشمیریاں -

اس نے بدلے وچ کہہ لبھا اِناں کشمیریاں کی ؟

دوو دونے بیکھے - مہنگی بجلی- پانیاں نے سوکے -
ہزاراں اُجڑنے آلے اج تو ریں نہی بسے-
اپروں روزا اے طعنے دتے جانے وائی منگلا ڈیم بنائی حکومت پاکستان کشمیریاں اپر احسان کیتا سی

حُن اک جرنیل ڈیم ودھان نغاء ھ

ست ہزار خاندان-بتالی ہزار بندے - ادھا میرپور شہر تہ کاکڑیوں کنھی ڈڈیالاں تو ریں کھئیں گراں تہ ہزاراں ایکڑ زویں - اک واریں فیر اک تہذیب، تارخ، یاداں تہ ماء پیو نیاں قووراں- اے "قربانی" فیر ٹھوکی جائی رہی ھ میرپور نے کشمیریاں اپر-

عس آکھنے آں " میرپور نے کشمیریو تے سارے کشمیر نے کشمیریو! نالے جہلماں تے دینے وخ رہن آلے پاکستانیو! منگلا ڈیم ودھانے ناں منصوبہ واپڈا نے افسراں نے اپنے پنھاں کی چھپانے ناں منصوبہ اے - سالو سال ڈیم وچوں مٹی نی صفائی اُناں ناں کم سی -اناں اے کم نہی کیتا- حن مٹی صاف کرنے نی بجائے ترونجاہ ارب رپئے منگی تنگی ڈیم وچ پانی اُچا کرنا چاہنے ہین- سب ماہر تے سیانے لوک آکھنے ہین وائی اے فضول تے کھائے ناں منصوبہ ھ- پر واپڈا ناں جرنیل زوالفقار آکھناں ھ اساں ڈیم ودھاناای ودھاناھ- جنرل مشرف وی آکھناھ ڈیم ودھاساں ای ودھاساں- سیانے ہندے آکھنے ہین وائی اصلوں اے ترونجاہ ارب رپئے وچوں چنگا چوخا کھانے تہ مال بنانے ناں رولاھ- کشمیرنیاں سب سیاسی جماعتاں تہ لوک اس "میرپور ڈبون" منصوبے نے خلاف ہین- سب آکھنے ہین وائی اس رولے وچ اک واریں فیر میرپور شہر تے ہزاراں کشمیری تے جہلماں، دینے وچ کھیں پاکستانی وی اُجڑی جاسن - عس آکھنے آں "منگلا ڈیم ودھانے ناں منصوبہ -میرپور کی مٹانے ناں منصوبہ"

جنرل آکھنے ہین ڈیم ودھاساں- عس آکھنے آں اے ظلم جہڑا اساں نے ماء پیو ناں سٹھ وچ ہویا سی -اساں ہُن نہ ہون دینے -

پاکستانی حکمرانو! پاکستان تے کشمیر اندر لوک ڈنگر بکریاں نہی- میرپور وچ کشمیریاں نے بہوں پہھاڑی اکثریت ڈیم ودھانے نے خلاف ھ -اٹھ اگست ۲۰۰۲ کی چک سواری وچ میرپور نے ہزاراں لوکاں تپنی کُھپے وچ اے فیصلہ سنائی شوڑیاھ وائی منگلا ڈیم ودھانے ناں منصوبہ -میرپور کی مٹانے ناں منصوبہ ھ - اس ماریوں اساں ولائتی کشمیری وی آکھنے آں وائی اساں میرپور نے لوکاں نال آں تہ صاف آکھنے آں وائی ڈیم ودھانے ناں منصوبہ میرپور کی مٹانے ناں منصوبہ ھ-

اے منصوبہ میرپور کی فیر اُجاڑی شوڑسی- اک پوری نسل نے محنت نی تارخ غرق کری شوڑسی- اس محنت نیاں نشانیاں ڈبوئی شوڑسی- اک تہذیب رُڑھوئی شوڑسی- تاں ماریوں اساں آکھنے آں منگلا ڈیم ودھانے ناں منصوبہ-میرپور کی مٹانے ناں منصوبہ

تاں ماریو! اساں کی اس منصوبے نی پوری مخالفت کرنی چائی نی ھ- تاں ماریوں اساں آکھنے آں وائی اساں ورلڈ بینک، اقوام متحدہ تہ دنیا وچ ماحول تے ترقی نے متعلقہ اداریاں، حکومتاں تے انجمناں کی خبردار کرساں تہ پاکستانی حکمراناں، واپڈا نے افسراں، فوجی جرنیلاں تہ آزاد کشمیر وچ اُناں نی جی حضوری کرنے آلے جعلی لیڈراں کی کشمیری لوکاں ناں اک ہور سودا، سوخا جیا نہ کرن دینے- اساں برطانوی شہری نی حیثیت نال اپنے سب حقوق برتساں- تے سارے وسائل وی- اے جدوجہد میرپور وچ زیناں، مکان تہ دوکاناں بچانے ناں نہی-مسئلہ کشمیری قوم ناں وقار تے شناخت بچانے ناں وی ھ- عس دنیا کی دس ساں وائی " ہندوستان کشمیریاں کی قتل کرناں ھ تہ پاکستان کشمیریاں کی ڈبوناں ھ-

India Kills Kashmiris Pakistan drowns them

Pakistani Government's decision to extend Mangla Dam will displace over 50,000 people in and around Mirpur, Kakra, Bangreela, Akalgarh, Chakswari and Dadyaal.
7,000 families will be forced to leave their homes and livelihoods
Half of the Mirpur town and several villages such as Dhalla, Bajaaraan, Haryam, Andra Kalaan, Jumoee, Pamyam, Bandoor and several others in Dadyaal will be submerged
The whole social, economic, environmental and cultural life of the Mirpur district will be badly affected
The leaders of "Azad" Kashmir Government have failed to convince the Pakistani Generals to stop this destructive and unnecessary project. The director of Pakistan's Metallurgy department Mr Qamar Zaman has advised the Pakistani Government in public that the project is not going to achieve any of the benefits its planners have claimed it will. The anti dam campaigners say that actually it is the large amount of money supposedly kept for this project which has made the officials of Pakistani WAPDA blind of the pleas of Kashmiri peoples in Mirpur district.

The project will cost 53 billion (£ 53 million) rupees to be completed in 4 years. 33 billions are to be spent on the actual construction and 20 billion rupees on rehabilitation. As the 1965 experience shows and people in Mirpur allege most of this amount will go 'unaccounted' for and poor people with out *safarash* will even not get the bare minimum compensation. It is these people, which will be the real victims.

Background

Mungla Dam was originally constructed in 1960s on river Jhelum that flows to Pakistan from Kashmir. Subsequently the whole of historic Mirpur town (third in size in the Kashmir State) and over 250 villages and 65,000-acre fertile land, was submerged. Over100, 000 people were displaced. They were offered lands in Punjab where many still are not given ownership rights by the very feudal lords who were the direct beneficiaries of the Mangla water and electricity. Kashmiris in Mirpur were promised cheap electricity and a new Mirpur town with all modern amenities. None of these promises were kept. Electricity tariff is highest in Mirpur. Load shedding has become a daily nightmare in Mirpur. Mirpur town was largely constructed with the monies from Britain. Despite all these sacrifices Kashmiris have made they are treated as second-class citizens not only in Pakistan but also here at the Pakistani consulates. Pakistani Government has viable options to avoid this environmental catastrophe in Mirpur. But the Musharaf Government has so far shown no respect for the just and fair demands of the people in Mirpur. On the contrary he has treated the Dam campaigners and Azad Kashmiri Government representatives with arrogance.

Why the extension is required?

Due to sedimentation, the rise of silt level has reduced the storage capacity of the Dam. However, what government is not telling to the public is this. From the time of construction WAPDA was supposed to clean the silt every year as part of maintenance plan. They did not. But now after nearly forty years instead of cleaning the silt which can be used to regenerate the land around the Mangla Lake, they want to raise the water level by storing more water which means that villages around the water areas of the lake will be submerged.

Opposition

Kashmiris from all over "Azad" Kashmir and from all walks of life have shown strong opposition to this scandalous project. An Anti Mangla Dam Extension Campaign has been formed in Britain to support people in Mirpur and "Azad" Kashmir. ***On Thursday 8th August over 15,000 Kashmiris in Mirpur launched the anti extension movement and said bog NO to the Dam extension project.*** So far the Pakistani Government has fobbed the opposition off. Why? The only reason we can see is that though we are 'claimed' by Pakistan but always exploited. When it comes to respect our rights we do not have any. But when it comes to extract our resources we are told to scarify for Pakistan. ***Pakistani Government earns one billion rupee every day from Mangla Dam's*** electricity and many more billions from its water, which is used by the whole of Punjab Province. Not a single penny of this income has even given to the "Azad" Kashmir Government. ***AK government's demands to WAPDA for 87 billion rupees royalty for Mangla Dam have fallen on deaf ears.*** What is this "Azad" Kashmiri Government for? Is it a propaganda mouthpiece for the Pakistani rulers? Just like the Indian occupied Kashmir's government is for the Indian Government. Ask this question from the leaders and ministers of this government who come to Britain and make you pay for their trips. It is about time that we make these Kashmiri leaders to do their job properly and that is to represent Kashmiris and not the rulers of Pakistan. It is about time that we ell the Pakistani rulers that our lives are of equal worth and we would not let Mirpur drowned once again. Please help the Anti Mangla Dam Extension Campaign.

P&P Anti Mangla Dam Extension Campaign Tel: 07870 364399/07930332061/

منگلا ڈیم ودھانے ناں منصوبہ - میرپور شہر کی مٹانے ناں منصوبہ

ایک لاکھ افراد ...... بوڑھے، بچے، جوان، عورتیں، مرد ..... ان کے گھربار، کھیت کھلیان، دوکانیں اور مکان ... ان کے رشتے ناطے، تاریخ و تمدن، شناخت و تشخص ... مزار اور قبرستان اور ان میں اُس بھارت شہید کی قبر بھی شامل ہے جس نے تیس سال قبل پاکستانی فوج کے قیدیوں کی رہائی کے جذبے سے سرشار ہو کر اس سرزمینِ برطانیہ پر اپنی جان قربان کر دی تھی .... آج پاکستان کی اُسی فوج کا ایک جرنیل اُس بشارت شہید کی قبر اور بشارت شہید کے ہزاروں ہم وطنوں کو اُجاڑنے پر تلا ہوا ہے - فوجی طاقت کے بل بوتے پر ڈڈیال، چکسواری، اکال گڑھ، کاکڑا، کھارک اور میرپور شہر کا ایک بہت بڑا حصہ پانی میں غرق کرنے کا منصوبہ میرپور کے مخلص اور امن پسند کشمیریوں پر ٹھونسنا چاہتا ہے -

یہ ساری تباہی اور بربادی کس لیے ؟

ڈیڑھ سو میگاواٹ بجلی اور ایک آدھ ملین ایکڑ فٹ پانی کے لیے - اور پانی بھی وہ جو ہمارے وطن جموں کشمیر کا ہے - یعنی ہمارا پانی ہماری بجلی اور اس کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں ہی ڈبویا جا رہا ہے ..... طاقت کے زور پر ..... جبر و تشدد کے ذریعے ..... میرپور اور نام نہاد آزاد کشمیر کے جن غیرت مند اور محبِ وطن فرزندان نے صدائے احتجاج بلند کی اُن کو جیل میں ڈال دیا گیا ہے - گیارہ میرپور میں اور پندرہ مظفر آباد میں قید ی بنا دیئے گئے ہیں .....

یہ کیسا بھائی چارہ ہے؟ یہ کیسی اخوت ہے؟ یہ کیسا رشتہ ہے؟ یہ کیسا ”آزاد“ کشمیر ہے؟

پینتیس 35 سال قبل جب ایک اور جرنیل پاکستان کے تخت پر مسند نشین تھا اور اس کو بھی اپنے خدا ہونے کا اتنا ہی یقین تھا تو اس نے بھی فوجی طاقت کے زور پر میرپور شہر .... اور اڑھائی سو گاؤں ..... اور پینسٹھ ہزار ایکڑ زرخیز اراضی اور ایک لاکھ انسانوں کو اُجاڑا تھا - ایک پوری تاریخ کو ایک پورے سماج کو غرقِ آب کر دیا تھا - تب بھی دھرتی کے باغیرت اور محبِ وطن لوگوں نے اُس جرنیل کو اس تباہ کن اور کشمیر دشمن منصوبے سے باز رکھنے کے جتن کیے تھے - انسانیت اور دینِ انسانیت کی دوہائی دی تھی - لیکن فوجی جنتا نے پرامن لوگوں کی معصومیت کو کچل کر، سینکڑوں کو جیلوں میں ڈال کر، ان کے باپ دادا کی قبروں پر، لوگوں کی لاشوں پر یہ ڈیم تعمیر کیا تھا ..... بڑے بڑے بلند و بانگ دعوے کیے تھے ..... مفت بجلی ... نئی کالونیاں .... زرخیز زمینیں ..... رائلٹی .... سڑکیں اور پُل - تب کہا تھا .... ” چولہوں کا بھی معاوضہ ملے گا ..... کشمیر کی ماؤں اور بہنوں کے ایک ایک آنسو کا ازالہ کیا جائے گا“ تب یہ کہنے والا سردار ابراہیم تھا ..... آج بھی وہی بلند بانگ دعوے کیے جا رہے ہیں - کہتے ہیں نئی بستیاں آباد کر کے دیں گے .... نیا شہر بسائیں گے ..... جو ساٹھ میں اُجڑے تھے ان کو دو لاکھ فی کس ... اور .... جو اب اُجڑیں گے ان کو تین لاکھ فی کس دیں گے .... ”آزاد“ کشمیر کو اپنے لیے بجلی پیدا کرنے کی اجازت دیں گے ... اسی 80 کروڑ رائلٹی دیں گے ..... متاثرین کے گھروں کا ملبہ بھی ان ہی کو دیں گے - آج یہ کہنے والا کوئی ایک نہیں چار سردار ہیں - سردار انور خان جو اس نام نہاد آزاد کشمیر کے آئین کی دھجیاں بکھیر کر پاکستانی جرنیلوں نے کشمیری عوام پر ٹھونسا ہے - سردار قیوم، جو عمر بھر کشمیری عوام کے حقوق اور جذبات کو بیچ کر ایک معمولی سفید پوش سے کروڑ پتی بنا ہے - اس کا ولی عہد سردار عتیق جو آزاد کشمیر کو اپنی جاگیر سمجھتا ہے - سردار سکندر جو عوامی حقوق کے تحفظ کی سب قسموں کو بھول کر اب کہتا ہے کہ میرپوریے تو رہتے ہی انگلینڈ میں ہیں ان کا کیا تعلق کشمیر سے ... یہ ہمارے دیس کے رہنما ہیں . لیکن لوگو! دل پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاؤ کیا یہ ہمارے حقوق کا تحفظ کر رہے ہیں یا ہمارے حقوق کا سودا کر رہے ہیں ؟ پورے ”آزاد“ کشمیر کے شہروں اور گلیوں میں ہزاروں نوجوان چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ یہ ہمارے حقوق کے سوداگر ہیں - چند پلاٹوں کی خاطر، کچھ پرمٹوں کے بدلے اور مظفر آباد کی لولی لنگڑی کرسی کے بدلے یہ پہلے بھی بکے تھے اور آج پھر بک رہے ہیں - کل بھی انہوں نے مادرِ وطن کشمیر کی زمین واپڈا کے ہاتھوں بیچی تھی اور آج پھر اس کا سودا کر لیا ہے ..... کل بھی باضمیر اور محبِ وطن کشمیریوں نے اس سودے کو للکارا تھا اور آج بھی للکار رہے ہیں - کل بھی پاکستانی حکمرانوں نے فوجوں کے زور پر ... لاٹھی گولی کے ذریعے ہمارے شہر کو اُجاڑا تھا اور آج پھر اُجاڑ رہے ہیں .... یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ پاکستان کے مفادات پر ہم سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہیں - حقیقت یہ ہے کہ نہ تو یہ منصوبہ پاکستانی عوام کے مفاد میں ہے اور نہ ہی ہمارے یہ مفاد پرست، لالچی، خود غرض اور بد عنوان لیڈر کوئی قربانی دے رہے ہیں - یہ منصوبہ پاکستان کے وڈیروں، جاگیرداروں اور نوکر شاہی کے افسروں کے لیے ہے ...... اور قربانی میرپور کا عام انسان دے گا -

میرپور کو کون اُجاڑ رہا ہے ؟

لوگو! اس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت کشمیر پر قابض ہے اور پندرہ سالوں سے بھارتی حکمران کشمیری عوام کے قتلِ عام میں ملوث ہیں - ہم نے ہمیشہ بھارتی ظلم و بربریت کو بھی بے نقاب کیا ہے - لیکن یاد رکھیے کہ منگلا ڈیم نہ تو بھارت نے تعمیر کیا تھا اور نہ بھارت اس کی توسیع کر رہا ہے - نہ تو پرانا میرپور بھارت نے اُجاڑا تھا اور نہ اب نیا میرپور بھارت اُجاڑ رہا ہے - پرانا میرپور بھی پاکستانی حکمرانوں نے اُجاڑا تھا اور اب نیا میرپور بھی پاکستانی حکمران ہی اُجاڑنے جا رہے ہیں - لیکن پاکستان کے وہ اخبار آج کہاں ہیں جو صرف اور صرف کشمیریوں کے بل بوتے پر چلتے ہیں ؟ آج دس دنوں سے متواتر جب مظفر آباد، راولاکوٹ، کوٹلی، باغ، پونچھ، میرپور اور بھمبر میں کشمیری عوام پر لاٹھیاں اور آنسو گیس برسائی جا رہی ہے - کشمیری نوجوانوں کو پکڑ پکڑ کر جیلوں میں ڈالا جا رہا ہے تو اس کھلے ظلم کی خبریں ان پاکستانی اخباروں، ٹی وی چینلوں اور ریڈیو سٹیشنوں پر کیوں نہیں آتیں ؟ جس دن سے جنرل مشرف ڈیم توسیع کے کام کا افتتاح کر کے آیا ہے پورے خطے میں لگاتار مظاہرے ہو رہے ہیں جن میں ہزاروں افراد شامل ہو کر اس ظالمانہ اور جابرانہ منصوبے کے خلاف احتجاج کرتے ہیں - لیکن پاکستانی حکمرانوں اور ان کی کشمیری کٹھ پُتلیوں کا رویہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا بھارتی مقبوضہ کشمیر میں بھارتی حکمرانوں اور ان کی کشمیری کٹھ پُتلیوں کا - برطانیہ میں ہم نے پاکستان کے تمام قونصل خانوں اور ہائی کمشن کے باہر مظاہرے کیے ہیں اور اب بھوک ہڑتال کریں گے

منجانب : منگلا ڈیم توسیع مخالف کمیٹی برطانیہ

What is the crime of these 11 Kashmiris???

1. Mohammed Arif Choudhary of Chakwasari
2. Khuwaja Iehtesham Ul Haq of Dadyaal
3. Raja Ali Zaman of Dadyaal
4. Javed Zafar of Dadyaal
5. Mohammed Saghir Choudhary of Dadyaal
6. Choudhary Mohammed Amin of Karak Mirpur
7. Raja Shoukat Ali of Mirpur
8. Choudhary Mohammed Iqbal of Mirpur
9. Rizwaan Karamat of Mirpur
10. Raja Mushtaq Hussain of Mirpur
11. Imran Qureshi of Mirpur

They were amongst the thousands of Kashmiri protestors who came out to oppose the extension of Mangla Dam on 30th of September when the Pakistani dictator General Pervez Musharaf arrived Mirpur to inaugurate the extension work. The detainees are dignified citizens of Kashmir including students, lawyers, bankers and shopkeepers. According to the latest reports 15 more are arrested in Muzzafarabad. The project according to official estimates would completely destroy the sub district of Dadyaal, the hamlets of Chakswari, Kharak, Akalgarh and Kakra and half of the Mirpur city. Over 50,000 people will be displaced including thousands of Kashmiri refugees from the Indian Occupied Kashmir who were forced to leave their homes in the 1965 India Pakistan war over Kashmir along with those who were forced to leave their homes by the construction of Mangla Dam in 1960 – 67. Dam construction submerged the entire town of old Mirpur (third in size after Jammu and Srinagar in the Kashmir State) 250 villages and 65,000 acres land. An attractive compensation and resettlement package which promised new colonies, New Mirpur Town, cheap electricity, new roads and bridges, sufficient compensation to rebuild houses and lives, fertile lands in side Pakistan and royalty of the dam to AK government was never materialised. An overwhelming majority in 'Azad' Kashmir and particularly in Mirpur district is strongly against the extension and have demonstrated their opposition through every possible peaceful means but the Pakistani authorities have simply snubbed the opposition.

Since September the 30th people in all seven-district headquarters of this so-called Azad Kashmir are constantly protesting for the release of 11 detainees in Mirpur and against the extension of the dam. Instead of releasing these prisoners of conscientious the puppet authorities of 'Azad' Kashmir have arrested four more anti dam campaigners in Muszzafarabad. The protests have now spread amongst the Kashmiri diaspora in Europe, Britain and USA. Kashmiris in Switzerland have organised protest meetings in Geneva and asked the UN to stop Pakistan from violating UN resolutions on Kashmir as the resolutions bar Pakistani authorities from imposing any projéct on the people of Kashmir. American Kashmiris are protesting today (20th of October) out side of the Pakistani Embassy in New York and British Kashmiris who have already picketed the Pakistani Consulates in Bradford (8th August) Manchester (29th August) Birmingham (15th September) London 30th September) are now planning hunger strikes out side of the Pakistani consulates starting from Bradford on Tuesday 22nd October.

We ask all the conscientious peoples of Britain to support Kashmiris campaign against the catastrophic project of Mangla Dam Extension in Mirpur by writing to the Pakistani President on President House, Islamabad, Pakistan.

Release political prisoners in the Pakistani occupied Kashmir
Dams are for Development and not for destruction
Expose the feudal colonialism of Pakistan in Kashmir
Expose the puppet government of 'Azad' Kashmir

For further information please contact Anti Mangla Dam Exteinsion Committee on 07930332061 or email asadi@postmark.net

منگلا ڈیم کی توسیع نامنظور

حکومتِ پاکستان کا موجودہ فیصلہ کشمیری عوام خاص طور پر ضلع میرپور کے عوام کی خواہشات اور بنیادی حقوق کی پامالی کا زندہ ثبوت ہے۔

☆ منگلا ڈیم کی تعمیر اور اب توسیع کا فیصلہ حکومت پاکستان کی طرف سے کشمیری عوام کیساتھ کیے گئے وعدوں سے انحراف اور اقوام متحدہ میں کرائی گئی یقین دہانیوں کی سراسر خلاف ورزی ہے۔

☆ ڈیم کی ابتدائی تعمیر کے وقت بھی ضلع میرپور کے عوام نے بھرپور مزاحمت کی تھی لیکن حکومت نے اس تحریک کا زور کم کرنے کیلئے عوام کو مفت بجلی کی فراہمی، معاشی ترقی اور ڈیم کی رائیلٹی دینے کے وعدے کئے لیکن ان میں سے ایک وعدہ بھی پورا نہیں کیا گیا۔

☆ حالیہ توسیع ایک بار پھر لاکھوں افراد کو دربدر کرنے کی سازش ہے۔ اس کے باعث علاقہ ثقافتی، معاشی اور دیگر حوالوں سے مکمل طور پر تباہ ہو جائے گا۔

ان تمام حقائق سے حکومتِ پاکستان کے اس دعویٰ کی قلعی کھل جاتی ہے کہ وہ کشمیریوں کے بڑے بھائی کا کردار ادا کر رہا ہے۔

ہمارا موقف

منگلا ڈیم کی توسیع قومی مسئلہ ہے کیونکہ یہ ڈیم ریاست جموں کشمیر کی حدود میں تعمیر کیا گیا ہے لہٰذا یہ کشمیری عوام کی ملکیت ہے۔ جب تک مسئلہ کشمیر عوام کی خواہشات کے مطابق حل نہیں ہو جاتا اس وقت تک پاکستان اور بھارت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ریاست جموں کشمیر کی حدود کے اندر عوام کی مرضی کے خلاف کوئی ایسا منصوبہ شروع کریں جس سے عوام کی معاشی، سیاسی اور ثقافتی زندگی متاثر ہو۔

پاکستان بار بار کشمیریوں کو بے گھر کرنے کے بجائے بھارت سے اپنے حصے کا مطلوبہ پانی مانگے جو اس نے گزشتہ تیس سال سے روک رکھا ہے۔

لہٰذا ہم منگلا ڈیم کی توسیع کے منصوبے کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس منصوبے کو فوری طور پر ترک کیا جائے اور موجودہ ڈیم کی ملکیت کشمیری عوام کی نمائندہ حکومت کے سپرد کی جائے۔ ہم کشمیری عوام اور خصوصاً ضلع میرپور کے لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر ہر ممکن اقدام کریں گے اور اس جبر کے خلاف ہر فورم پر آواز بلند کرتے رہیں گے۔

آیئے ہم ایک ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلیں!

جاری کردہ: اینٹی منگلا ڈیم ایکسٹینشن ایکشن کمیٹی برمنگھم

برائے رابطہ: 07968 721044 - 07956 660646 - 0121 773 1016

ABID ZAMAN TEL: 0781-5775407

0121-442-4544

منگلا ڈیم توڑ دو...... کشمیر ہمارا چھوڑ دو

کشمیر کی آزادی کیلئے کسی بھی تحریک میں میر پور کے کشمیریوں کا رول ہمیشہ بہت اہم رہا ہے۔ پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں میر پور کے بیشتر نوجوانوں نے حصہ لے کر فنِ حرب
حاصل کیا۔ جس سے ڈوگرہ جبر واستبداد کے خلاف کشمیریوں کی جدوجہد مزید مضبوط ہوئی۔ گزشتہ پچاس برسوں میں میر پور کے کشمیری روزگار کی تلاش میں دنیا کے بیشتر ملکوں میں پھیل گئے اور
ایک بڑی تعداد نے برطانیہ میں آباد ہو کر تحریکِ آزادی کشمیر میں سفارتی کردار ادا کرنے کا ایک اہم مقام حاصل کیا ہے۔ جس سے کشمیر پر قابض بھارت اور پاکستان دونوں ملکوں کے حکمران طبقے
پریشان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میر پور کی تاریخ، ثقافت، پہچان اور کشمیر کے ساتھ اُس کے تاریخی رشتے کو تباہ کرنا بھارت اور پاکستان دونوں ملکوں کے مفاد میں ہے۔ اور ان کشمیری سیاستدانوں کے
بھی جو بقول شہیدِ کشمیر مقبول بٹ ''بعض کمینے مفادات کے باعث کوزلنگ (غداری) کا کردار ادا کرتے ہیں''۔ میر پور کی ثقافت و پہچان اور کشمیر کی جدوجہد سے اس کا رشتہ توڑنے کا اس وقت
سب سے بڑا ہتھیار منگلا ڈیم ہے جو کہ پاکستان کے حکمرانوں کے ہاتھ میں ہے۔

گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی میں پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر میں پاکستان کے حکمرانوں نے منگلا ڈیم کی غیر قانونی اور جبری تعمیر کی تھی۔ منگلا ڈیم کی تعمیر میر پور میں کی گئی تھی جو کہ
پاکستان کا حصہ نہیں بلکہ یہ بھارتی مقبوضہ کشمیر کے ضلع جموں کی طرح پاکستانی مقبوضہ جنوبی کشمیر کا ایک ضلع ہے۔ اور منگلا ڈیم کی تعمیر میر پور کے کشمیری عوام کی خواہشات اور مفادات کے خلاف بزور
طاقت کی گئی تھی۔ اُس وقت کے چند قوم پرست کشمیریوں نے منگلا ڈیم کے تباہ کن نتائج سے عوام کو آگاہ کیا اور لوگوں نے منگلا ڈیم کی تعمیر خلاف شاندار مزاحمت کی جس میں بیام کے عوام سرِ
فہرست ہیں۔ لیکن اُس وقت کشمیر میں قومی سطح پر کوئی ایسی سیاسی پارٹی منظم نہ تھی جو کشمیری عوام کے قومی مفادات کا دفاع کرنے میں اپنا موثر کردار ادا کرتی۔ اور میر پور کے عوام کی راہنمائی کرتی۔
اس کے برعکس مفاد پرست سیاستدانوں کی گرفت کافی مضبوط تھی۔ ایک مضبوط آزادی پسند سیاسی پارٹی کے فقدان کے باعث موقع پرست اور جذبہ حب الوطنی سے محروم کشمیری سیاستدانوں نے
بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مال و دولت، پلاٹوں، اعلیٰ ملازمتوں اور پنجاب یا سندھ میں مربعوں کی خاطر کشمیر کے قومی مفادات اور میر پور کے عوام کے حقوق کو فروخت کر دیا تھا اور اس وجہ سے
میر پور کے کشمیریوں کی یہ مزاحمت ناکام ہو گئی تھی۔ منگلا ڈیم کی غیر قانونی اور جبری تعمیر سے وطن فروش سیاستدانوں نے اپنی زندگیوں کو جنت بنا لیا تھا جبکہ متاثرینِ منگلا ڈیم چالیس سال کے
قریب کا عرصہ گزر جانے کے باوجود در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اب پاکستان کے حکمرانوں نے منگلا ڈیم کی توسیع کر
کے میر پور کو مکمل طور پر تباہ کرنے اور میر پوریوں کی کشمیری شناخت کو بالکل ختم کرنے کا ایک نیا منصوبہ بنایا ہے۔

میر پور کے عوام پہلے بھی منگلا ڈیم کے خلاف تھے اور اب بھی منگلا ڈیم کے خلاف ہیں۔ میر پور کے عوام منگلا ڈیم کی توسیع کے بھی خلاف ہیں اور میر پور کے عوام اپنی کشمیری
شناخت اور کشمیر سے اپنے تاریخی رشتے سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے اندر اور کشمیر سے باہر دوسرے ملکوں میں منگلا ڈیم کے خلاف ہونے والے جلسے وجلوسوں
میں میر پور کے کشمیری بڑی تعداد میں شرکت کر رہے ہیں۔ ان جلسے وجلوسوں میں میر پور کے وہ کشمیری بھی شامل ہوتے ہیں جو متاثرینِ منگلا ڈیم ہیں۔ اور وہ بھی جنہیں متاثرین توسیع منگلا ڈیم ہو
جانے کا خطرہ ہے اور وہ بھی جنہیں اپنے کالے پانی کی زندگی گزارنے کا خدشہ ہے۔ اس طرح منگلا ڈیم کے حوالے سے کشمیر کے قومی مفادات اور میر پور کے عوام کے حقوق کی پامالی کا ایک بار پھر
خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی کی طرح اب اکیسویں صدی کے آغاز پر بھی کشمیر میں قومی سطح پر کوئی ایسی سیاسی پارٹی منظم نہیں ہے جو کشمیر کے قومی مفادات کے لئے اور میر پور کے
لوگوں کے حقوق کی مزاحمت کو قومی مزاحمت کی شکل دے سکے۔ اس وقت بھارتی مقبوضہ کشمیر میں اٹوٹ انگیوں اور پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں الحاقیوں کا زور ہے۔ جو کھلے عام کشمیریوں کی غلامی کے
حامی ہیں اور یا پھر وہ چھوٹے چھوٹے گروپ ہیں جن کے قائدین تحریک آزادی کشمیر کے نام پر، جہاد کشمیر کے نام پر، قومی آزادی کے نام پر اور انقلاب کے نام پر پلاٹوں کے غیر قانونی کاروبار
کرنے، اپنے غیر قانونی قبضہ جات کو جائز بنانے، عوام کے چندے بٹورنے اور بھارت یا پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں کے آلہ کار کے طور پر جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اصل میں یہی وجہ ہے کہ
ابھی تک کشمیر کی آزادی کے لئے کوئی ٹھوس تحریک منظم نہ ہو سکی اور غیر قانونی طور پر تعمیر کئے گئے منگلا ڈیم کو توڑنے کی کوئی مہم شروع نہ ہو سکی۔ ان کشمیری لیڈروں اور کچھ سادہ لوح کشمیریوں کے
نزدیک منگلا ڈیم کو توڑنا ممکن نہیں ہے۔ حالاں کہ وہ یہ نہیں جانتے یا وہ یہ جاننا ہی نہیں چاہتے کہ منگلا ڈیم کی تعمیر یا اس کی توسیع کو روکنا یا منگلا ڈیم کو توڑنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ کشمیر کی آزادی کا
حصول، کیوں کہ منگلا ڈیم کا تحریک آزادی کشمیر کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر کشمیر ایک آزاد ملک ہوتا تو دنیا کی کسی طاقت کو منگلا ڈیم تعمیر کرنے کی کبھی جرات نہ ہوتی۔ بنیادی حقیقت یہ ہے کہ
منگلا ڈیم کشمیری عوام کے مفادات کے خلاف ہے، اس میں کشمیریوں کا کوئی مفاد نہیں ہے بلکہ اسے توڑنے میں کشمیریوں کے بڑے بڑے مفادات وابستہ ہیں جن کی فہرست بہت طویل ہے۔
صرف زیرِ آب زمین کو پانی سے آزاد کروا کر اسے زیرِ کاشت لانے اور ذلت کی زندگی گزارنے والے متاثرین منگلا ڈیم کو اپنے گاؤں دوبارہ آباد کرنے کا حق دلانے سے کشمیریوں کے مفادات کا
اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کچھ کشمیریوں نے منگلا ڈیم کو توڑنے کی مہم کا آغاز کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ منگلا ڈیم توڑنے کی مہم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب
تک کشمیر کی آزادی کے لئے کشمیریوں کی اپنی تحریک مضبوط اور موثر نہیں ہوگی اور ہمیں اپنے کشمیری عوام پر پورا بھروسہ ہے۔ ایک دن ہمارے عوام اپنی آزادی کی تحریک کو منظم اور موثر بنانے میں
ضرور کامیاب ہوں گے اور ایک دن منگلا ڈیم کو بھی توڑنے میں کامیاب ہوں گے خواہ اس کی توسیع ہی کیوں نہ کر دی جائے۔

جاری کردہ: منگلا ڈیم ڈسمینٹل کمپین

دبا سکو تو صدا دبا دو، بجھا سکو تو دیا بجھا دو
صدا دبے گی تو حشر ہوگا، دیا بجھے گا تو سحر ہوگی

محمد سعید اسعد کی تالیف

منگلا ڈیم...... خطرناک توسیعی منصوبہ

پر حکومتی پابندی

کے خلاف

عوامی ردِ عمل



دل میں یقینِ صبح کی لو جو اگر بلند ہو
کافی ہے ایک ہی دیا شب کی سیاہ کے لئے

مضامین، کالم

آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر

سیکرٹریٹ سوشل ویلفیئر اینڈ ویمن ڈویلپمنٹ

"مظفرآباد"

مورخہ 21/نومبر 2002

نوٹیفکیشن

نمبرس ب/24-1718/۲۰۰۲ جناب صدر آزاد جموں و کشمیر نے مسٹر محمد سعید اسد سوشل ویلفیئر آفیسر راولاکوٹ کو آئین اور قومی سلامتی کے خلاف مواد پر مشتمل کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ" تصنیف کر کے شائع کرانے پر ریموول فرام سروس (سپیشل پاورز) ایکٹ ۲۰۰۱ کی دفعہ ۴ کے تحت فوری طور پر ملازمت سے معطل کرنے اور متذکرہ ایکٹ کی دفعہ ۵ کے تحت سردار تحی زمان چیئرمین ڈویلپمنٹ اتھارٹی مظفرآباد کو انکوائری آفیسر مقرر کئے جانے کی منظوری صادر فرمائی ہے۔ آفیسر موصوف اندر معیاد اپنی ماحصل انکوائری معہ سفارشات مجاز اتھارٹی کو پیش کرنے کے پابند ہوں گے۔

سیکشن آفیسر

سماجی بہبود و ترقی نسواں

نقل بالا بخدمت

۱- سیکرٹری صاحب برائے جناب صدر آزاد جموں و کشمیر۔
۲- سیکرٹری صاحب برائے جناب وزیراعظم آزاد حکومت۔
۳- پرائیویٹ سیکرٹری ہمراہ جناب وزیر صنعت و تجارت۔
۴- پرائیویٹ سیکرٹری ہمراہ جناب چیف سیکرٹری۔
۵- جناب سردار تحی زمان چیئرمین ڈویلپمنٹ اتھارٹی مظفرآباد۔
۶- ناظم صاحبہ سماجی بہبود و ترقی نسواں۔
۷- مسٹر سعید اسد سوشل ویلفیئر آفیسر راولاکوٹ بذریعہ نظامت سماجی بہبود۔
۸- ماسٹر فائل۔

سیکشن آفیسر

سماجی بہبود و ترقی نسواں

1315
30-11-002

23/11/02 5761

AZAD GOVERNMENT OF THE STATE OF JAMMU AND KASHMIR
(HOME DEPARTMENT)

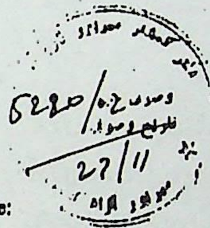
NOTIFICATION

Muzaffarabad
Dated: 18th November 2002.

No. Home/6685-6785 /2002. Whereas the Azad Government of the State of Jammu & Kashmir is satisfied that the book captioned in urdue "Mangla Dam Khtarnak Tausal Mansooba" written by Mr. Saeed Asad, containing material prejudicial to the national integration and promotes or is intended to promote feeling of enmity or hatred between different classes of people and of maliciously intended to outrage the religious feelings amongst the people.

And whereas the above mentioned book is liable to forfeiture under section 99-A of the criminal procedure code 1898.

Now, therefore, in exercise of the powers conferred by the section 99-A of the Cr. P.C, Azad Government, of the State of Jammu & Kashmir is pleased to forefeit the book herein before mentioned and also put ban on the sale, import, publication, or otherwise propagation and distribution of said book within the jurisdiction of Azad Kashmir. The copies of aforesaid book already proscribed stand forfeited forthwith.



(Ch. Muhammad Ayub)
Section Officer
Home

Copy to the:

1. Secretary to the President of the Azad Jammu & Kashmir.
2. Secretary to the Prime Minister Govt. of the State of Jammu & Kashmir.
3. PS to the Speaker AJK Legislative Assembly.
4. PS to the Ministers AJK and Advisor to the President and the Prime Minister AJK.
5. PS to the Chief Secretary, AJK
6. The Additional Chief Secretary (Dev.)
7. Senior Member Board of Revenue Muzaffarabad.
8. Joint Secretary Kashmir Affairs Division Islamabad.
9. All Secretaries to the Govt. of AJK.
10. Inspector General of Police, AJK Muzaffarabad.
11. All Heads of the attached departments, Autonomous/Semi Autonomous bodies/ corporations.
12. Divisional Commissioners Muzaffarabad/Mirpur.
13. Coordinator FMCC C/O H Q 12 Div. Murree
14. Controller Printing Press for publication in the extra ordinary issue of official Gazette.
15. Section officer Ministry of Interior Govt. of Pakistan Islamabad.
16. Master file.

Section Officer
Home

حکومت پاکستان کا گھناؤنا منصوبہ

حاجی محمد اسلم سلیمی

ممتاز کشمیری محقق و مصنف محمد سعید اسعد نے حال ہی میں نہایت محنت وجانفشانی کے بعد "منگلا ڈیم۔خطرناک توسیعی منصوبہ" کے عنوان سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔یہ کتاب میر پور کے ایک ادارے کاشر پبلشرز نے شائع کی ہے۔جیسا کہ کتاب سے عنوان سے ہی ظاہر ہے یہ کتاب منگلا ڈیم کی اپ ریزنگ کے خطرناک اور خوفناک منصوبے کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔مؤلف نے وقت کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے بلاشبہ خالص قومی جذبے کے تحت ہی یہ فریضہ انجام دیا ہے۔کتاب میں منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبہ کے حوالے سے دانشوروں، قلم کاروں اور ماہرین کی آراء اور تجزیوں پر مشتمل مضامین اور کالم شامل ہیں۔علاوہ ازیں منگلا ڈیم کے المناک پس منظر میں لکھے گئے کچھ افسانے، کہانیاں اور نظمیں بھی شاملِ اشاعت ہیں۔

سعید اسعد کی اس کاوش کو جموں کشمیر میں اور بیرون ریاست زبردست پذیرائی ملی ہے۔اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ منگلا ڈیم کو تعمیر ہوئے 35 برس گزر چکے ہیں۔اس عرصے میں کسی کشمیری محقق یا قلمکار نے اس موضوع پر کتابی صورت میں کچھ لکھنے کی ہمت نہیں کی۔چنانچہ سعید اسعد کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے ہم وطن شاعروں، ادیبوں، قلم کاروں اور محققین کے لئے سوچنے سمجھنے اور لکھنے کے لئے ایک نیا باب کھول دیا ہے۔دوم، سعید اسعد کی اس کاوش سے منگلا ڈیم کے خطرناک توسیعی منصوبے کو بھی تفصیل کے ساتھ عوام کے سامنے رکھا گیا ہے۔اور اس کے تمام خوفناک پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے جو پاکستان اور کشمیر کیلئے یکساں مہلک ثابت ہو سکتے ہیں۔

سعید اسعد نے اپنی اس تالیف میں کچھ نادر اور نایاب تصاویر بھی شامل کی ہیں جن کو دیکھ کر انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔اور اسے احساس ہوتا ہے کہ منگلا ڈیم کی تعمیر کے نتیجے میں کشمیر کا اور خصوصاً میر پور کا کتنا عظیم تاریخی، اسلامی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی ورثہ ڈیم کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہوا ہے۔اس عظیم ورثے کی تصاویر نے کتاب کو تاریخی دستاویز کی حیثیت عطا کی ہے۔نہایت ہی افسوس اور دکھ کا مقام ہے کہ حکومت پاکستان نے سعید اسعد کی اس ہردل عزیز اور مقبول عام کتاب پر بلاسوچے سمجھے پابندی عائد کردی ہے۔حکومت آزاد کشمیر جس نے ہمیشہ کشمیریوں کی نمائندگی کرنے اور کشمیری عوام کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کرنے کے بجائے اپنے آقاؤں اور حاکموں کی تابعداری میں ہی عافیت سمجھی ہے۔اس حکم پر عمل کرتے ہوئے آزاد کشمیر میں جگہ جگہ چھاپے مار کر کتب فروشوں سے کتاب ضبط کر لی ہے۔آزاد کشمیر پولیس اور درجن بھر خفیہ ایجنسیوں نے اس آپریشن میں حصہ لیا ہے اور سارے آزاد کشمیر کے کتب فروشوں کو ڈرا دھمکا کر یا تو کتاب اپنے قبضے میں لے لی ہے یا پھر انہیں کتاب کی فروخت سے روک دیا گیا ہے۔گذشتہ دنوں کاشر پبلشرز کے زیر اہتمام کتاب کی تقریب رونمائی کا پروگرام بھی حکومت کی مداخلت کی وجہ سے انعقاد پذیر نہ ہوسکا۔مقامی انتظامیہ نے سعید اسعد کو تقریب سے ایک روز پہلے ہی میر پور سے ضلع بدر کر دیا۔انہیں پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کے اہلکاروں نے ڈرایا دھمکایا اور اغواء کی دھمکیاں دیں۔کاشر پبلشرز کے دفتر پر کئی چھاپے مارے گئے۔کتاب کے پبلشر محمد رفیق خواجہ اور دیگر دفتری اہلکاروں کو ہراساں کیا گیا۔

حکومت پاکستان اور حکومت آزاد کشمیر کے کشمیر دشمنی پر مبنی اس اقدام کے خلاف آزاد کشمیر بھر میں ہر مکتب فکر کے لوگوں نے نہایت سخت انداز سے غم وغصے کا اظہار کیا اور اسے بنیادی انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی قرار دیا۔انسانی حقوق کی علم بردار بین الاقوامی تنظیموں اور اداروں سے بھی اپیل کی گئی ہے کہ وہ آزاد کشمیر میں روا رکھے جانے والے اس حکومتی جبر اور ریاستی دہشت گردی کا نوٹس لیں۔بیرون کشمیر آباد محب وطن کشمیریوں سے اپیل ہے کہ وہ حکومت پاکستان کے اس گھناؤنے اقدام کی پرزور مذمت کریں اور منگلا ڈیم کی توسیع کے خلاف عالمی رائے عامہ کو ہموار کریں۔



کچھ زباں سے بھی کہو حکمِ ستم گر کے خلاف
صرف چپ رہنے کو انکار نہیں مانتا میں

سعید اسعد کی کتاب پر پابندی کیوں؟

تحریر/ شاہد حسین

مدحتِ منصب و جاگیر نہیں ہو سکتی
حرمتِ حرف کی تحقیر نہیں ہو سکتی
تیرگی جتنی بھی چاہے سازش کر لے
روشنی ہے تو وہ زنجیر نہیں ہو سکتی

ٹالسٹائی کا قول ہے کہ ''فن انسانی کہانی کا نام ہے جس کا کام یہ ہے کہ اعلیٰ اور خوشنما احساس کو دوسروں تک منتقل کیا جا سکے وہ احساس جو انسان کو عظیم اور بلند بناتا ہے''۔

فن اور بالخصوص قلم کا فن اپنا مقام رکھتا ہے۔ بشرطیکہ یہ فن اعلیٰ انسانی اقدار کو فروغ دینے کی غرض سے عمل میں لایا جائے۔ قلم کی دھار سے سماج میں رونما ہونے والے ظلم وستم کا مقابلہ اور اس کا قلع قمع ہی ایک فن کار کی زندگی کا حصہ ہے۔ محمد سعید اسعد کے نام سے کون واقف نہیں ہے۔ سعید اسعد نے ہمیشہ سماج میں اعلیٰ افکار کی ترویج کیلئے قلم کا استعمال کیا ہے۔ ان کی تصانیف نے ایک نسل کی تربیت کی ہے اور پھر اسی نسل نے سماج کی تبدیلی کیلئے کردار ادا کرنے کا تہیہ کیا ہے۔

ماؤزے تنگ کے مطابق ''جنگ کیلئے اپنے میدان ہوتے ہیں اور ہر میدان حصول علم کا موجب بنتا ہے''۔ مجاہد میدان عمل سے سیکھتا ہے۔ قلمکار معاشرے کی اونچ نیچ سے علم حاصل کرتا ہے اور اسے قلم کی نوک پر لاتا ہے۔ مقبول بٹ شہید کے خطوط ہوں یا منگلا ڈیم توسیع منصوبہ پر احتجاج ہو، سعید اسعد نے اپنے فرائض انتہائی احسن طریقے سے سرانجام دیئے ہیں۔ منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ اہلِ کشمیر پر ایک کاری ضرب ہے۔ یہ منصوبہ محنت کش عوام کو بے گھر کرنے کی سازش ہے۔ ان کے دکھوں اور تکالیف میں اضافے کا منصوبہ ہے۔ ایک قلم کار ہونے کے ناطے سعید اسعد نے اس منصوبے کو بے نقاب کرنا ضروری سمجھا۔ سعید اسعد کی کتاب ''منگلا ڈیم......خطرناک توسیعی منصوبہ'' دراصل عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج ہے۔ یہ کتاب استحصال کو روکنے کا عمل ہے۔ یہ مزاحمتی تحریک کا حصہ ہے۔ مزاحمت و احتجاج زندہ معاشروں کی نشانی ہوتے ہیں، جو ادب اور آرٹ سے لے کر سیاست تک پھیلی ہوتی ہے۔ جب حکمران طبقات اور ریاستی اداروں کا ظلم اور ناانصافی ایک حد سے بڑھ جاتے ہیں تو لوگوں کی طرف سے اس ظلم کے خلاف اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے آواز بلند ہوتی ہے۔ مزاحمت اور احتجاج کی یہ باتیں اس بات کا ثبوت ہوتی ہیں کہ لوگ نہ صرف اپنے حقوق کا شعور رکھتے ہیں بلکہ وہ ظلم کے خلاف منظم ومتحد بھی ہیں۔ اپنے شعور کا یہ احساس ہی مزاحمت اور احتجاج کی ایسی شکل اختیار کر جاتا ہے جسے انقلاب کہتے ہیں۔ جو کہ لوگوں کا ظلم کے خلاف فیصلہ کن اقدام ہوتا ہے۔

سعید اسعد نے اپنی تالیف کے ذریعے عوامی احتجاج میں حصہ ڈالا ہے۔ لیکن یہ احتجاج اس قدر طاقت ور ثابت ہوا ہے کہ حکمران بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے۔ اور انھوں نے فی الفور اس کتاب پر پابندی لگانے کے احکامات صادر کر دیے۔ لیکن یہ اس قدر طاقت ور آواز ہے کہ اس کو روکنا ناممکن ہو چکا ہے۔ اس کتاب کا ایک ایک لفظ زبان زدِ عام ہو چکا ہے۔ اس کو روکنا سچ کو زنجیر کرنے کی ناکام کوشش ہے۔ جمہوریت کے دعوے دار یہ حکمران اسی جمہوریت کے ایک ستون آزادی تحریر کو سرِ عام گرا چکے ہیں۔ اور اب بھی وہ جمہوریت پسند ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کے منہ سے یہ بات عجیب لگتی ہے۔ حالانکہ حقیقی جمہوری کلچر کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مزاحمت اور احتجاج کو زنجیر کرنے کے بجائے عوامی مطالبات کی طرف توجہ دیں۔ اور اختلاف رائے کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔ بقول جان اسٹورٹ مل ''تمام نسلِ انسانی کو بھی اختلاف رکھنے والے ایک شخص کا منہ بند کرنے کا حق حاصل نہیں ہے''۔

سعید اسعد جمہوری کلچر کی نشانی ہے۔ ان کی تالیف عوام کی آواز ہے۔ محنت کشوں کی ترجمان ہے۔ اور حکمران طبقات کو چاہئے کہ وہ اس پر پابندی لگانے کے بجائے عوام کی حقیقی آواز کو سنیں اور منگلا توسیع منصوبہ موخر کر کے عوامی مشکلات کو کم کریں۔

(بحوالہ: روزنامہ کشمیر ایکسپریس 7 جنوری 2003ء)

منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ؟

تحریر / ایل چوہدری (میرپور)

آزاد کشمیر کے ممتاز قلم کار اور محقق محمد سعید اسعد نے نئی کتاب "منگلا ڈیم... خطرناک توسیعی منصوبہ" کے عنوان سے مرتب کی ہے۔ بلاشبہ کتاب کو برمحل اور مناسب عنوان دیا گیا ہے۔ منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبے کے پس منظر میں جو خطرات اور خدشات کارفرما ہیں سعید اسعد نے انہیں محسوس کرتے ہوئے اپنی اس کاوش کو شاید اسی لیے یہ عنوان دینا مناسب سمجھا ہے۔

آیئے ذرا دیکھتے ہیں کہ کیا منگلا ڈیم کا توسیعی منصوبہ واقعی خطرناک ہے۔

دنیا میں کہیں بھی ایسا نہیں ہوا کہ پہلے سے تعمیر شدہ بند کو بنیادوں سے اکھاڑ کر نیا بند باندھ کر اونچا کیا گیا ہو۔ پھر 60 ارب خرچ کر کے صرف 3 ملین ایکڑ فٹ پانی اکٹھا کرنا مہنگا ترین کام ہوگا۔ اتنی رقم سے تو کالا باغ جیسا نیا ڈیم تعمیر ہو سکتا ہے جس میں 6 ملین ایکڑ فٹ پانی اور منگلا ڈیم سے دوگنی بجلی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ بات اس کی فیزیبلٹی رپورٹ میں لکھی ہے۔ یہ 60 ارب روپے کی رقم حکومت پاکستان کو خطرناک حد سے دوچار کر سکتی ہے۔ پاکستان مالی لحاظ سے غریب ملک ہے۔ جس نے بیرونی ملکوں کا قرضہ اربوں ڈالر میں ابھی ادا کرنا ہے۔ پاکستان غریب ملک ہے مگر اس کے حکمران اور ادارے عیاشی اور کمائی کیلئے بے مقصد اور ناقص منصوبے بنا کر دولت جمع کرتے ہیں۔ ان کرپٹ اداروں میں واپڈا سرفہرست آتا ہے۔

منگلا ڈیم توسیع اس لیے خطرناک ہے کہ اس کی دیوار 380 فٹ ہے جو بلند ہو کر 420 فٹ ہو جائے گی۔ 420 کا لفظ ہی دھوکہ کے ضمن میں آتا ہے۔ یہ دیوار جب 420 فٹ بلند ہو گی تو منگلا قلعہ کی اونچی دیوار کے ساتھ ٹکرائے گی۔ دیوار کی دیوار کے ساتھ ٹکر بھی خطرناک ہو سکتی ہے۔ اتنی بلند دیوار دیکھنے میں بھی خطرناک لگے گی اور یہ خطرناک دیوار ہمیشہ کیلئے خطرہ رہے گی۔ 60 ارب روپے تو ابتدائی توسیعی منصوبے کا تخمینہ ہے لیکن ہماری روایت کے مطابق کبھی بھی تخمینے کے مطابق کوئی منصوبہ مکمل نہیں ہوا۔ یہ توسیعی منصوبہ شیطان کی آنت کے طرح لمبا ہوتا جائے گا اور ایک کھرب تک جا پہنچے گا جو پاکستان پر بے حد خطرناک مالی بوجھ بنے گا۔ یہ دنیا میں نیا تجربہ واپڈا کے انجینئر اور بھولے حکمران کرنا چاہتے ہیں جو ملک کو خطرناک حد تک تباہی سے دوچار کر سکتا ہے۔ واپڈا نے ان خطرات کے بارے غور ہی نہیں کیا۔ مثلاً زلزلہ، سیلاب دشمن کا وار یا قدرتی آفات۔

امریکہ جیسے دفاعی اور سائنسی ملک میں تخریب کاری کے ذریعے سب سے بلند اور مضبوط بلڈنگ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو تباہ کر دیا گیا۔ ہمارا دشمن ہندوستان جو کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہتا ہے، اس کی تخریب کاری کو ہم کیسے نظر انداز کریں گے جو پوری طاقت اور وسائل رکھتا ہے۔ زلزلہ ایک قدرتی آفت ہے۔ دنیا میں بے شمار زلزلے آئے اور کئی شہر غرق ہوئے۔ اس آفت پر کوئی کنٹرول نہیں ہو سکتا اور نہ ہوا ہے۔ واپڈا نے زلزلے کے سلسلہ میں جو تحفظات رکھے ہیں یہ دل کو تسلی دینے کیلئے ہیں جو خطرناک حد تک ڈیم کو نقصان دینے کے مترادف ہے۔ ایک اور بڑا خطرہ سیلاب ہے۔ پچھلی صدی میں تین بڑے سیلاب آئے ہیں انہوں نے بہت نقصان کیا ہے۔ یہ ان لوگوں کو معلوم ہے جو دریا کے قریب بستے ہیں۔ 1929-1928ء میں یہ سیلاب جو 9 لاکھ کیوسک کے تھے ان میں کروڑوں روپے کی املاک، انسان اور جانور دریا برد ہوئے تھے۔ 1959-1958ء میں بھی لگاتار دو سالوں میں سیلاب آئے تھے۔ یہ سیلاب بھی 7 لاکھ کیوسک کے تھے جنہوں نے بہت تباہی لائی تھی۔ گذشتہ صدی کا آخری سیلاب 9 ستمبر 1992ء والا تھا۔ یہ منگلا ڈیم والوں کا تیار کیا ہوا سیلاب تھا۔ یہ سیلاب 10 لاکھ کیوسک کا چھوڑا گیا تھا۔ اس نے خوفناک تباہی برپا کی۔ چونکہ سیلاب کی انکوائری رپورٹ 1992ء میں جو نواز شریف نے قائم کی تھی اس میں منگلا ڈیم کے چیف انجینئر افضل لطیف پوری اور ریذیڈنٹ انجینئر ریزروائیر نے کہا کہ پانی کا لیول S.P.D1202 جو مقرر ہے اس سے بڑھ کر 1206 ہو رہا تھا۔ یکدم سپل وے نہ کھولتے تو یہ خطرناک سیلاب ڈیم کو توڑ دیتا۔ اس بات پر دونوں افسران کو تعریفی اسناد اور ترقی دی گئی۔ اب ستمبر 2002ء کو واپڈا کے اعلان کے مطابق جو اخباروں میں چھپا تھا کہ منگلا ڈیم کو بھرنے کیلئے 1210 لیول پر پانی جمع کیا جائے گا؟ کیا 1992ء کا سیلاب جو ڈیم کے اندر پانی 1206 تک آیا تھا خطرناک ہو گیا تھا اور ملک کو سیلاب دے گیا؟ کیا سن 2002ء ستمبر میں 1210 لیول پر پانی بھرنا خطرناک نہیں تھا؟ سن 2002ء میں سیلابوں نے آندھرا پردیش انڈیا میں ایک ڈیم توڑا ہے۔ دوسرا ڈیم ہالینڈ میں ٹوٹا ہے اور اخباروں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ سدِ مآرب ڈیم ملک یمن میں

حضرت سلیمان اور ملکہ سباء کے دور کا تھا وہ بعد میں ٹوٹ گیا تھا اور سیلاب نے توڑا تھا۔ زیریں شہر مآرب تباہ ہو گیا تھا۔

سعید اسعد صاحب نے بروقت پاکستان اور آزاد کشمیر کے عوام کو انتباہ کیا ہے کہ خطرناک منصوبے کی مخالفت کریں تا کہ ہم اور ہماری آئندہ نسلیں اس تباہی اور خطرناک منصوبے سے بچ سکیں۔ دنیا میں اونچے ڈیموں کی مخالفت خاص کر امریکہ اور یورپ میں جہاں اونچے ڈیموں کے حادثات ہوئے ہیں، ہو رہی ہے۔ واپڈا کے حکمران بہرے اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

قلعہ پر توسیع کی تختی لگانے کیلئے جن حربوں سے ڈیم کو بھرا گیا تھا اب ان ہی حربوں سے ڈیم کو خالی کیا جا رہا ہے تا کہ مارچ میں بنیادیں کھودی جائیں جو کہ موسم برسات میں سیلاب آنے پر خطرناک ہوگا۔ چونکہ ڈیم آدھا کھدائی کی وجہ سے اکھاڑ دیا ہوگا۔ جو خطرناک ہوگا۔ ڈیم کی مرکزی طاقت کلئے کور ہے جو ڈیم کے سنٹر میں ہے۔ اس کلئے کور سے کلئے کور جوڑیں گے تو ڈیم یک جان مظبوط ہوگا۔ کلئے کور کو جوڑنے کیلئے بنیادوں سمیت اکھاڑنا ہوگا جو آدھا حصہ الگ ہوگا۔ اگر خدانخواستہ سیلاب آ گیا تو یہ کام خطرناک ثابت ہوگا۔ حکومت پاکستان تو ہماری بہت ہمدرد ہے اسی لیے وہ اب مجوزہ معاہدہ توسیع جو ابھی تحریر نہیں ہوا اس سے انحراف کر رہی ہے۔ جس میں بجلی کے ٹیرف کا معاملہ، مچھلی اور چھوٹے بجلی گھر تعمیر کرنا شامل تھا، اب وہ اس سے بھی انکاری ہے۔ مچھلی کا ٹھیکہ تو تین سال کے لیے ملک عارف آف میانوالی کو پچاسی لاکھ کا دے دیا گیا ہے اور رقم واپڈا نے خود لے لی ہے اور بجلی کا ٹیرف ستر کروڑ کاٹ لینے کا عندیہ دیا گیا ہے جس پر وزیر اعظم آزاد کشمیر سراپائے احتجاج بنے ہوئے ہیں اور روزانہ اخبارات میں ان کے بیانات آ رہے ہیں۔ ہم کشمیر بنے گا پاکستان کا نعرہ لگا لگا کر عوام کو خوش کر رہے ہیں اور حکومت پاکستان کو وفاداری کا یقین دلا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر پورا کشمیر پاکستان کے کنٹرول میں ہوتا تو یہ پاکستانی حکومت وادی کشمیر کو اوڑی کے مقام پر (جو جگہ دریا کی گزرگاہ ہے) بند لگا کر ایک بہت بڑی جھیل بنا دیتی جو پاکستان کے لیے بقا اور خوشحالی کے لیے ضروری قرار دی جاتی۔ یہ جھیل 90 میل لمبی اور 30 میل چوڑی ہوتی اور اونچائی اس کی 1000 فٹ ہوتی جو 50 ملین ایکڑ فٹ سے زائد پانی جمع کرتی۔ یہ اس سے بھی گریز نہ کرتے بے شک وادی کے چھ اضلاع غرق ہو جاتے اور 70 لاکھ آبادی ڈوب جاتی۔

آزاد کشمیر کی حکومت سے اپنے وسائل استعمال کرنے کا حق حکومتِ پاکستان نے چھین رکھا ہے۔ جن میں بڑے پن بجلی گھر، معدنیات، تیل، گیس، لوہا، ماربل ہلکڑی، کشمیر پراپرٹی، منگلا ڈیم کی رائلٹی، مچھلی، بجلی پر ٹیکس وغیرہ شامل ہیں۔ وزیر امور کشمیر و پانی بجلی حکومت پاکستان مسٹر شیر پاؤ نے کہا ہے کہ "سرحد والے تربیلا ڈیم کی رائلٹی نہیں بلکہ بجلی پر جو منافع ہوتا ہے وہ لینے کے حق دار ہیں، رائلٹی تو ٹیکس ہوتی ہے اور یہ دوسرے ملکوں کے لیے ہوتی ہے۔ سرحد تو پاکستان کا ایک صوبہ ہے" آزاد حکومت کو نہ منافع اور نہ رائلٹی دی گئی ہے۔ منگلا ڈیم میں واپڈا اسٹاف میں تمام بڑے عہدے اور ملازمتیں پاکستانی لوگوں کے پاس ہیں۔ بیل دار چپڑاسی اور چند ہنرمند لوگ آزاد کشمیر کے ہیں۔ اکثریت پاکستانیوں کی ہے اور یہ سب سے بڑا پراجیکٹ ہے جو آزاد کشمیر میں ہے۔

سعید اسعد صاحب سچ اور حق کی بات کر رہے ہیں۔ کشمیریوں کو ان کی بات سمجھنی چاہیئے اسی میں کشمیریوں کی بقا ہے۔

اختلاف رائے کا جرم یا قومی فرض کی ادائیگی

تحریر: میر آزاد بصیر

کوئی بھی قوم اپنے تشخص سے محروم ہو کر وہ مقام حاصل نہیں کر سکتی جو کسی بھی خوددار اور غیرت مند قوم کی شناخت ہوتی ہے۔ کسی بھی مسئلہ پر خواہ قومی ہو یا علاقائی کبھی بھی تمام خلقِ خدا یکساں سوچ کی حامل نہیں ہوا کرتی۔ اختلاف رائے ہمیشہ سے بنی نوع انسان کا خاصا ہے۔ جس طرح کسی بھی جگہ بڑے مختلف پھول ہی گلدستہ کا روپ دھار سکتے ہیں اسی طرح کسی بھی معاشرے میں مختلف النوع اختلافی آراء ہی اس معاشرے کے حسن کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔

کسی بھی قانون کو مقدس مقام حاصل کرنے سے پہلے ایوانِ نمائندگان میں مثبت و منفی ستائش و تنقید کا نشانہ بننا ہی پڑتا ہے۔ کوئی بھی ترقیاتی عمل کبھی بھی سو فیصد ستائش کا متحمل نہیں ہوا کرتا۔ مقدس اور الہامی احکامات سے انحراف اور اختلاف رکھنے والوں کی کسی بھی معاشرے میں کمی نہیں۔

آج ہم جس روئے زمین پر رہ رہے ہیں اس کی کل آبادی لگ بھگ 7 ارب انسانوں پر مشتمل ہے۔ یہ افراد اقوام متحدہ کے ممبر 186 سے زائد ممالک میں بٹے ہونے کے ساتھ ساتھ ہزاروں زبانوں میں گفتگو کرتے ہیں۔ مختلف ممالک میں بٹے یہ انسان کرہ ارض کے باسی ہیں مگر مختلف تہذیبوں اور ممالک میں بٹے یہ انسان

مختلف معاشرتی اقدار کے مالک ہیں۔ مختلف مذاہب سے عقیدت رکھتے ہیں۔ ہر ملک کے اپنے رسم ورواج ہیں۔ اگر ایک ملک میں ایک چیز قانوناً جائز ہے تو وہی چیز یا رسم دوسرے ممالک میں کسی قانون کے تحت جرم بھی ہو سکتی ہے۔ اگر آج یورپ میں شادی کے قوانین کا ایشیائی اور خصوصاً اسلامی معاشرے کے قوانین اور رسم ورواج سے موازنہ کیا جائے تو اختلاف رائے کی حقیقت سمجھ آجاتی ہے۔

اگر ایک ملک میں شراب کی کھلی چھوٹ ہے تو دوسرے میں اس پہ قید وبند کی سزا ہے۔ اگر ایک جگہ شادی اور طلاق کے سخت قانون موجود ہیں تو دوسری جگہ اس تکلف کی ضرورت ہی نہیں، محض باہمی رضامندی کافی ہے۔ اگر ایک خطہ میں بغیر شادی اولاد نا قابلِ معافی جرم ہے تو دوسرے خطے میں ولدیت کا خانہ ہی موجود نہیں۔

مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے اپنے رسم ورواج ہیں۔ ہر کوئی اپنے ہی مذہب کو سچا ماننے پر اصرار کرتا ہے۔ مختلف آراء اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی قوت ہی ان اعلیٰ معاشروں کی شناخت اور صفت بن چکی ہے۔ اگر ہر کوئی اپنی رائے کو ہی حتمی سمجھے اور دوسرے کو اظہار رائے سے محروم کرنے کا سوچے تو بھلا یہ معاشرہ کہاں جا پہنچے گا۔ اظہار رائے پہ پابندی اور زبان بندی "مذاکرات" اور باہمی مشاورت کے عمل کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ ایسے ماحول میں پھر تو تشدد کا راستہ ہی رہ جاتا ہے، معاشرہ جنگل کے قانون کا نقشہ پیش کرتا ہے اور "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا ناپسندیدہ قانون معاشرے میں ایک شناخت اور حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ خطہ کشمیر جو 1586ء تک دنیا کی آزاد اقوام میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ جہاں تہذیب وتمدن اور اعلیٰ انسانی اقدار کی وہ روایتیں ملتی ہیں جو کم ہی دیگر اقوام میں مروج تھیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے آج کی مہذب اقوام اور نام نہاد "سپر طاقت" اس دور کو اپنی تہذیبوں کا تاریک دور کہتے ہیں اور اس عہد کے "نظام غلامی" پہ نہ صرف شرمندہ ہیں بلکہ آج کے آزاد انسان اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ظلم وزیادتیوں اور ناروا سلوک پہ نہ صرف معافی کے طلبگار ہیں بلکہ اس کے ازالے کے بھی متمنی ہیں۔ ایسا محض اس لیے ہے کہ اب انہوں نے جدید تہذیب اور قوانین کے ساتھ یہ حق لے لیا ہے کہ "بول کہ لب آزاد ہیں تیرے"۔

مگر مقامِ افسوس ہے کہ جو دھرتی صدیوں اعلیٰ اخلاقی اور تہذیبی روایتوں کی امین رہی، جس کے حکمرانوں نے طاقتور ہونے کے باوجود کسی کو اپنا محکوم بنانے کی کوشش نہ کی۔ آج اس دھرتی کے باسی اپنی شناخت سے محروم ہی نہیں اپنی وحدت سے بھی کٹ چکے ہیں۔ 84471 مربع میل کی یہ دھرتی ہمیشہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کا ایک حسین اور قابلِ رشک گلدستہ رہا۔ مگر وقت کے جبر نے بقول شاعر "لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی" قدرتی وسائل، میٹھے چشموں، قدرتی باغات اور جفاکش انسانوں کی یہ دھرتی ایسے سلسلہ غلامی میں گرفتار ہوئی کہ مغلوں کے بعد افغان اور سکھوں نے اس ارضی جنت کے باسیوں کو جہنم کے عذاب سے دوچار کیا۔ انگریزوں نے تسلط کے بعد یہی بہتر سمجھا کہ اسے "فروخت" کر کے دام کھرے کیے جائیں۔ دنیا کو انصاف کی دھائی دینے والوں کا یہ عمل آج بھی تاریخ کے شرمناک ابواب ہیں۔ تاریخ کا سفر جاری رہا اور اس آسمان نے وہ وقت بھی دیکھا کہ اس برصغیر سے انگریزوں کا سورج غروب ہو گیا۔ انگریز کے ہوتے ہوئے ہی یہاں ایک جمہوری تحریک نے جنم لیا کہ مہاراجہ کو عوامی رائے کے احترام میں یہاں بالغ رائے دہی کی بنیاد پہ اسمبلی کا قیام عمل میں لانا ہی پڑا۔ اس عظیم فتح پہ عوامی حکمرانی کا خواب دیکھنے والے بہتر انداز میں منظم ہوئے اور مکمل آزادی اور مہاراجہ ازم کے خاتمے کیلئے کمر ہمت باندھی۔

برصغیر سے انگریز کے انخلا اور ریاستوں کو خودمختاری سمیت کسی بھی نوزائیدہ مملکت کے ساتھ الحاق کا حق مل جانے کے باوجود یہاں کے اکابرین نے خودمختاری کی راہوں کا انتخاب کیا۔ اس عوامی لہر میں وہ جماعتیں بھی شامل ہوئیں جو آج "خودمختاری" کی دشمن بن چکی ہیں۔ جبر وستم کے اس دور میں جب مہاراجہ نہ صرف حکمران مطلق تھا بلکہ عوامی تنظیم سازی اور ذرائع ابلاغ کی شدید کمی تھی ایسے حالات میں بھی کشمیری قوم کے اکابرین نے جن کی منزل خودمختار اقتدار اعلیٰ تھی 4 اکتوبر 1947ء کو ایک محدود رقبے پہ کنٹرول کے بعد مہاراجہ کی جانشین آزاد جمہوریہ کشمیر کا قیام عمل میں لے آئے۔ ایسا کرنے والے اس دھرتی کے وہ عظیم سپوت تھے جو یہاں بسنے والے تمام مذاہب کا احترام اور تمام علاقائی اکائیوں کے مساویانہ حقوق کیلئے جدوجہد کر رہے تھے۔ مگر اس دھرتی کے باسیوں کی آزمائشوں اور امتحانوں میں کمی نہ ہو سکی۔ نام نہاد الحاق کے نام پر بھارت نے اپنی فوج کشی کیلئے یہاں ایسے لشکریوں کی آمد کو جواز بنایا جن سے اس وقت اپنا پرایا کوئی خوش نہ تھا۔ جو مادی مفادات کیلئے مال غنیمت کے چکر میں یہاں آ گئے۔ حادثات زمانہ نے اس آزاد جمہوریہ کشمیر کو بھی وقتی شکست سے دوچار ہوتے دیکھا۔ میری دھرتی پہ غیر ملکی افواج نے بسیرا کیا۔ میرے عوام کی رائے کا احترام جاتا رہا۔ جو کل تلک گمنام تھے ہیرو بن کے سامنے آئے۔ جو خوددار تھے کنارے لگا دیئے گئے۔ آہستہ آہستہ یہ روش چل نکلی کہ اقتدار کا ہما اسی کے سر پہ ہو گا جو غیر ملکی آشیرباد کا حامل ہو گا۔

میری دھرتی کے سپوتوں نے اس نئے عہد غلامی کی طرز کو سمجھنے میں تو دیر نہ کی مگر منظم ومتحد ہونے میں کچھ عرصہ ضرور لگا یا۔ ایک وہ وقت بھی تھا کہ آج کے رسوائے زمانہ خاندان "عبداللہ" کا بانی "شیخ محمد عبداللہ" منقسم دھرتی کے ہر دو طرف "شیر کشمیر" کہلایا۔

جب میری دھرتی غلامی اور تقسیم کے اس نئے عمل کا حصہ بنی تو فرزندانِ وطن نے آگے بڑھ کر اپنی جوانیاں لٹانے کا عزم کیا۔ دورِ جدید کے انہی حریت پسندوں میں میرا وہ عظیم قائد بھی شامل تھا جس نے دھرتی کی مانگ سنوارنے کیلئے اہل وطن کو غیرت وحمیت کا وہ درس دیا کہ اپنوں اور بیگانوں کی باتوں کو غلط ثابت کرتے ہوئے پھانسی کے پھندے پہ جھول کر اپنی صداقتوں پہ دنیا کو امین کر گیا۔

وہ شخص جس نے اس دھرتی کے بیٹوں کو نیا ولولہ بخشا، جو حقِ حکمرانی عوام کے پاس دیکھنا چاہتا تھا، جو استحصال سے پاک معاشرے کا قیام چاہتا تھا، جو جیو اور جینے دو کا پیغامبر تھا، آج بے شک ہم میں نہیں مگر افکار جاودانی کو کیا کبھی موت آیا کرتی ہے؟ کیا خوشبوؤں کو قید کیا جاسکتا ہے؟ کیا صداقتوں پہ پہرے لگائے جاسکتے ہیں؟۔ یقیناً نہیں، میرے قائد مقبول بٹ شہید کے وہ افکار آج بھی زندہ ہیں۔ کشمیر کی دھرتی پہ گلی گلی اس کے چاہنے والے آج اس کے پیغام کی صداقتوں اور آفاقی سچائیوں کو اپنے لیے مشعل راہ بنائے ہوئے ہیں۔ دنیا بھر کی تحریکیں جو وطن کی آزادی کا موجب بنیں یا جو کامیاب انقلاب آئے وہ منظم انقلابی قوتوں کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔ میرے قائد نے پھانسی کے پھندے پہ جھول کر اپنے جن افکار کی صداقت ثابت کی اس کا صلہ ہے کہ آج میری دھرتی پہ انقلابی قوتیں متحد اور منظم ہو رہی ہیں۔ یہ سب رفتار زمانہ اور میرے قائد کی جرأت رندانہ کا صلہ ہے کہ وطن کی آزادی کیلئے تڑپ رکھنے والے سارے قافلوں کا سالار وہی ہے۔ خود تو دہلی کی تہاڑ جیل میں دفن ہے مگر کشمیر کے گلی کوچوں میں اُس کے ماننے والے ''آزادی آزادی'' کے نعرے لگا رہے ہیں۔ یہ بھی سچائی ہے کہ قائد کی تعلیمات آفاقی سچائیوں پہ مبنی تھیں کہ کل کے دشمن بھی آج اس کا راگ آلاپ رہے ہیں۔ کل جو شہید حریت سے اختلاف رائے رکھتے ہیں آج ان کی نئی نسل اپنے ہی بزرگوں کے غلط رویے پہ شرمسار اور غلامی کی طوالت پہ انہی کو ذمے دار گردان رہی ہے۔ سمجھ دار انسانوں کیلئے کیا یہی کافی نہیں کہ اختلاف رائے کو اتنا نہ بڑھایا جائے کہ واپسی کا باعزت راستہ ہی باقی نہ رہے۔ وقت خود سچائیوں کو سامنے لاتا ہے۔ وقتی مفادات اگر کسی کی آنکھوں پہ پٹی باندھ بھی دیں تو حقائق بدلا نہیں کرتے نہ تاریخ کا بے رحم سفر ''لاعلمی'' کو جواز مانتا ہے۔ دنیا کی ہر قوم کے باشعور طبقے خصوصاً اہل علم و دانش نے ہر مشکل وقت میں قوم کی راہنمائی کی ہے اور عوامی رائے عامہ کی بہتری اور بیداری کیلئے تحریر و تقریر سے حقائق کو سامنے لایا ہے۔

وقت کے حکمرانوں اور طاقتور طبقوں کی ہم نوائی ہر دور میں انتہائی آسان اور فائدہ مند ''آرٹ'' شمار ہوتا رہا ہے اور طاقتور طبقوں کے مفادات کے خلاف بات کرنا ہر دور میں ایک نقصان دہ سودا ہوا ہے۔ جس قوم میں اظہار رائے کی جتنی آزادی رہی ہے اور اظہار کی جرات کرنے والوں کی جتنی پذیرائی ہوئی وہ قوم اپنی ارتقائی ترقی کی منازل میں اتنی ہی بامِ عروج کو پہنچی ہے۔ کشمیر کی دھرتی یقیناً تاریخ میں اس لحاظ سے خوش نصیب ہے کہ اس کے بیٹوں نے اپنی بساط بھر کوششوں سے ہر دورِ ابتلا میں رہنمائی کی کوشش کی ہے۔ انہی عظیم شخصیتوں میں نوجوان محقق اور جرات مند فکر کار ''محمد سعید اسعد'' بھی ہے کہ جس نے انتہائی محدود وسائل اور وقت میں منگلا ڈیم توسیع کے خلاف پاکستانی ادارے واپڈا کے منصوبہ سے اختلاف کیا اور عوامی رائے اور مختلف اہلِ علم و دانش کے ان خدشات کو جنہیں مختلف ملکی و غیر ملکی اخبارات و جرائد شائع کر چکے تھے عوامی شعور کی بیداری اور اہل وطن کی آگاہی کیلئے کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ ان کی یہ کتاب جسے جواں ہمت خواجہ رفیق نے قومی فرض سمجھتے ہوئے اپنے ادارے کاشر پبلشرز کے زیر اہتمام شائع کیا، آزاد کشمیر اور پنجاب میں محض اس لیے حکومتی پابندیوں کی نذر ہو گئی کہ اس میں طاقتور طبقوں کے مفاد کے خلاف بات کی گئی ہے۔ ان آراء کو یکجا کر کے تصویر کے اصل رخ کی طرف عوام کا دھیان دلایا گیا ہے۔ ماضی کی وعدہ خلافیاں یاد دلائی گئی ہیں اور متاثرین کی محرومیوں اور سنگینیوں سے اہلِ وطن کو آگاہ کیا گیا ہے۔ جن خدشات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے عوامی رائے کو منظم اور شعور کو بیدار کرنیکی کوشش کی ہے۔

وطن کے باشعور طبقے اس پابندی کی مذمت کر رہے ہیں مگر میں شائد ایسا نہ کرسکوں کہ میرا ایمان ہے کہ محمد سعید اسعد تم عوام کی عدالت میں سرخرو ہو گئے۔ ایسے کاموں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا تم نے دھرتی کا قرض اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ دانشور اور اہل بصیرت کی بات ایک نسل بعد سمجھ پاتی ہے۔ ایک طرف صبح وشام ریڈیو ٹی وی پہ پروپیگنڈہ ہو تو دوسری طرف جرائد، اخبارات بھی طاقتوروں کے خود ساختہ ''فلسفے'' سے بھرے ہوں تو پھر ایک کتاب کسی کا کیا بگاڑ سکتی ہے؟

بہت کچھ بگاڑ سکتی ہے میرے دوست! اس لیے کہ جب کسی کو اپنی بات کی صداقت کا یقین نہ ہو۔ اپنے جال کی مضبوطی کا بھروسہ نہ ہو۔ اپنی دلیلوں کے کھوکھلا ہونے کا اندازہ ہو۔ اپنے مکر اپنی چالوں کے کھل جانے کا خطرہ ہو تو ان کے لیے ایک کتاب تو بہت بڑی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ وہ تو اختلاف کی ایک سطر بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ جھوٹ کے کبھی پاؤں نہیں ہوتے۔

تم نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ میری دھرتی کے بیٹوں کو نیا حوصلہ بخش دیا۔ میرے جیسے پیر سالہ کیلئے یہی حوصلے کی بات ہے کہ اگر دھرتی سے جبر کی حکمرانی نہیں گئی تو نئی نسل میں تم جیسے سرفروش بھی تو دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ تاریخ کے سفر میں تم نے میری مادرِ وطن کو شرمندہ نہیں ہونے دیا کہ ازل سے طاقتور طبقوں نے اپنے

مفادات کونقصان پہنچانے والوں کونہیں بخشتا۔ اس دھرتی پہ ہمیشہ دو ہی قبیلے گزرے ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ تم پہلے سچے قبیلے کے قابلِ فخر سپوت ہو جس پر دھرتی اور اہلِ دھرتی کو ناز رہے گا۔

مُڈھ قدیم تو دنیا اندر دو قبیلے آئے نے
اک جنہاں نے زہر نے پیتے، اک جنہاں پلائے نے

سو تیر تراز و تھے دل میں

تحریر: محمد عارف کمپلوی

سعید اسعد کی مرتبہ کتاب "منگلا ڈیم ...... خطرناک توسیعی منصوبہ" پر پہلے آزاد کشمیر حکومت نے پابندی عائد کر دی اور اب پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ پنجاب کی حکومت نے بھی اس کتاب پر پابندی عائد کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ اقدامات کسی بھی حوالے سے جائز اور درست قرار نہیں دیئے جا سکتے اور اس کتاب کی اشاعت کے حوالے سے سعید اسعد کی معطلی جیسے اقدامات کو اہلِ قلم، اہل الرائے اور اہل ذوق ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ حکومتی رویہ ظلم و زیادتی کے مترادف ہے۔ حرف و قلم پر قدغنیں اور تحریروں پر تعزیراتی اور انضباطی کاروائیاں کسی بھی فکر و دانش کے حوالے سے ناروا اقدامات ہیں۔

سعید اسعد کشمیری ہیں اور کشمیریت کے علم بردار ہیں اور کشمیریت کا علم بردار ہونا، کشمیریوں کی اور کشمیر کی بات کرنا کوئی ایسا قانونی، اخلاقی جواز مہیا نہیں کرتا کہ جسکی سزا کسی حق گو کو دی جاسکے۔

اگر سعید اسعد نے کشمیری قوم کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے، کشمیر کی جغرافیائی، تاریخی صداقتوں سے انحراف کیا ہو، کشمیر کی فکری نظری بنیادوں کو منہدم کرنے کی جسارت کی ہو تو وہ جرم کے مرتکب ٹھہرتے ہیں۔ مگر اپنے وطن سے محبت کا اظہار، اپنے وطن کی جغرافیائی وحدت کے ساتھ سعید اسعد Committed ہے اور یہ کتاب اسی Commitment کا اظہار ہے۔

"منگلا ڈیم ...... خطرناک توسیعی منصوبہ" سے بھی کہیں زیادہ واضح اور کھل کر لکھی گئی کتابوں پر پابندی عائد نہیں کی گئی۔ جن میں سے میں صرف ایک کتاب کا حوالہ دینا چاہوں گا۔ "کشمیر کی ان کہی کہانی" اس کتاب میں پاکستان اور ہندوستان دونوں کو قابض اور جارح قرار دیا گیا ہے اور یہ کتاب آزاد کشمیر اور پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں بک اسٹالوں پر موجود ہے۔ جبکہ سعید اسعد نے کہیں بھی ایسے کھلے اظہار سے گریز کیا ہے، حالانکہ اس وقت تمام بین الاقوامی نشریاتی ادارے وائس آف جرمنی، بی بی سی، وائس آف امریکہ اور دنیا کے بڑے بڑے اخبارات ہندوستانی کشمیر اور پاکستانی مقبوضہ کشمیر Pakistani held Kashmir جیسے الفاظ اور اصطلاحیں استعمال کر رہے ہیں۔ کیا یہ بات کسی حکومت کے بس میں ہے کہ وہ ان اداروں کی نشریات سننے پر قدغن لگائیں؟ جبکہ سعید اسعد کی کتاب پچیس مختلف افراد کے متنوع مضامین کی یکجائی کا عمل ہے اور یہ مضامین پاکستان و آزاد کشمیر کے اخبارات میں شائع شدہ ہیں۔ ان اخبارات کو تادیب اور مواخذے کا مرتکب نہیں ٹھہرایا گیا۔ جنہوں نے وقتاً فوقتاً یہ مضامین شائع کیے اور نہ ہی لکھنے والوں سے باز پرس کی گئی۔ اب جب "منگلا ڈیم .... خطرناک توسیعی منصوبہ" میں یہ یکجا ہو گئے یا کر دیئے گئے تو کیا قیامت آگئی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ منگلا ڈیم سے متعلق گہرے حقائق تک عوامی رسائی اس کتاب ہی سے ممکن ہوئی۔ بے شمار تکنیکی پہلو اجاگر ہوئے اور عام کشمیریوں تک اہم معلومات منتقل ہوئیں۔ اس میں اگر ڈوگروں کی حب الوطنی کو سعید اسعد نے سراہا ہے تو یہ ان کی ذاتی، قومی اور اخلاقی ذمہ داری تھی۔ ان کے ضمیر کی آواز تھی۔ تاریخ اس پر واحد و شاہد ہے کہ ڈوگرہ محب وطن تھے۔ انہوں نے کشمیری تشخص کو بحال کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور اس کی واضح اور روشن مثال قانون باشندہ ریاست ہے۔ 1886ء کے بعد ڈوگروں ہی کو یہ اعزاز و افتخار حاصل ہے کہ انہوں نے ریاست کی جغرافیائی حدود کی تکمیل کی اور کشمیری قوم کے قومی، سیاسی تشخص کے تحفظ و بقا کی خاطر باشندہ ریاست جموں کشمیر کا قانون معرضِ وجود میں لایا۔ اب تاریخ کے جگمگاتے سنہری اوراق کے حوالے سے سعید اسعد نے ڈوگروں کی تعریف کر دی اور ان

کے تاریخی کردار کو ستائش بھرے لفظوں میں لکھا ہے تو یہ ان کی قومی دیانت اور بحیثیت ایک ادیب اخلاقی ذمہ داری بنتی تھی۔

سعید اسعد کی یہ دوسری مرتبہ کتاب ہے کہ جس پر پابندی عائد ہوئی۔ ان کی پہلی مرتبہ کتاب ''شعور فردا'' عظیم کشمیری راہنما اور موجودہ جاری تحریک کے بانی محمد مقبول بٹ شہید کے خطوط پر مشتمل تھی۔ جس پر پابندی کا مطلب شہید کے نظریات وافکار پر پابندی تھی۔ وہ اقدام بھی سراسر ناروا اور یکسر قابلِ مذمت تھا۔

کاشر پبلشرز کے محمد رفیق خواجہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے ہمیشہ فکری اور نظریاتی حوالے سے منفرد اور قابلِ ستائش خدمات سرانجام دیں اور ایسی کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کیا کہ جو کشمیریت کا حوالہ ٹھہریں۔ اُن کی ان خدمات سے چشم پوشی قلمی بددیانتی ہے۔ اگرچہ اس نظریاتی اور فکری جدوجہد میں ان کا ادارہ اور خود وہ مالی اعتبار سے ہمیشہ خسارے میں رہے۔ مگر بقول فیضؔ

سو تیر ترازو تھے دل میں جب ہم نے رقص آغاز کیا

حاکمانِ وقت کچھ بھی کرلیں ''شعورِ فردا'' اور ''منگلا ڈیم..... خطرناک توسیعی منصوبہ'' کی اشاعت کے بعد سعید اسعد کا نام اور کام دونوں نظریاتی حوالے سے محترم اور معتبر ٹھہرے ہیں۔

ہمارے ذہن پر چھائے نہیں ہیں حرص کے سائے ہم جو محسوس کرتے ہیں وہی تحریر کرتے ہیں

سعید اسعد کا قومی کارنامہ

تحریر: ارشد محمود ملک ایڈووکیٹ (میرپور)

جب سے حکومتِ پاکستان نے منگلا ڈیم کی توسیع کا اعلان کیا ہے۔ تب سے متوقع متاثرین کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ بچوں، عورتوں، نوجوانوں اور بوڑھوں میں ایک بے یقینی اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ ردِعمل ایک فطری بات ہے۔ چنانچہ آزاد کشمیر کی عوام بالعموم اور میرپور کی عوام بالخصوص پچھلے دو سال سے سراپائے احتجاج بنی ہوئی ہے۔ پرانے زخم ابھی تازہ ہیں۔ 35 سال قبل جب منگلا ڈیم کی تعمیر کا اعلان کیا گیا تو اس وقت بھی لوگوں نے ڈیم کی تعمیر کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ جس کے نتیجے میں لوگوں کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اس وقت بھی واپڈا نے متاثرین کو زرخیز زمینیں، پرکشش معاوضہ اور پانی اور بجلی کی مفت فراہمی کے وعدے کیے تھے۔ لیکن یہ وعدے صرف وعدے ہی رہے۔ متاثرین کو پنجاب اور سندھ کے وڈیروں اور جاگیرداروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ متاثرین کی ایک نسل کورٹ کچہریوں کے چکر لگا لگا کر قبر میں چلی گئی ہے۔ لیکن ان کو اپنے حقوق نہ ملے۔ بجلی کی مفت فراہمی کا وعدہ کرنے والے واپڈا نے باقی صوبوں سے زائد نرخوں پر بجلی فراہم کر کے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اس وقت کی آزاد کشمیر کی حکومتوں نے محض اپنا اقتدار بچانے کی خاطر متاثرین کو واپڈا کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور آزاد کشمیر کے عوام کے حقوق کا تحفظ نہ کیا۔ ریاستی وسائل سے استفادہ تو کیا جاتا رہا۔ لیکن اس کے باشندوں کو کبھی ایک پیسے کا بھی ریلیف دینے کا نہ سوچا گیا۔

آج 35 سال بعد دوبارہ میرپور کے عوام سے قربانی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ منگلا ڈیم کی توسیع کے ذریعے تقریباً ایک لاکھ آبادی کو بے گھر کر کے ان کا نہ صرف معاشی قتل کیا جا رہا ہے بلکہ ان سے انکی شناخت بھی چھینی جا رہی ہے۔

آزاد کشمیر کے ممتاز قلم کار اور محقق محمد سعید اسعد نے اس اہم نوعیت کے مسئلہ پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے محنت و ریاضت کے بعد ''منگلا ڈیم..... خطرناک توسیعی منصوبہ'' کے عنوان سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔ یہ کتاب منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبہ کے خطرناک اور خوفناک پہلوؤں کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ مذکورہ کتاب میں منگلا ڈیم کے پرآشوب پس منظر میں لکھے گئے مضامین، کالم، نظمیں اور کہانیاں شامل ہیں۔ یہ سارا مواد سعید اسعد نے یکجا کر کے اسے کتابی صورت میں منظرِ عام پر لایا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک کارنامہ ہے۔ اس کتاب کے ذریعے سعید اسعد نے دیگر بہت سے قلمکاروں کو لکھنے کا حوصلہ اور ہمت عطا کی ہے۔ سعید اسعد نے مستقبل کے مورخ کا کام بھی آسان کر دیا ہے۔ کتاب میں میرپور کے تاریخی، تہذیبی اور ثقافتی ورثہ کی تباہی کے بہت سے مناظر کو تصاویر کے آئینے میں پہلی بار منظرِ عام پر لایا گیا ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ منگلا ڈیم بننے کے نتیجے میں کشمیر کا کتنا عظیم ورثہ تباہ و برباد ہوا ہے۔

حکومتِ پاکستان کے ایماء پر حکومت آزاد کشمیر نے ایسی ہردلعزیز اور مفید کتاب پر پابندی عائد کر کے عوام دشمنی اور ملک دشمنی کا کھلا ثبوت پیش کیا ہے۔ کتاب

میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی بناء پر اس پر پابندی عائد کی جاتی۔ سعید اسعد کا جرم صرف یہ ہے کہ اس نے تاریخی حقائق کو سامنے لایا ہے اور عوام کو چھپی ہوئی حقیقتوں سے باخبر کیا ہے۔

6 نومبر 2002ء کو میر پور روپیال ہوٹل میں کتاب کی تقریب رونمائی کی تقریب میر پور ضلعی انتظامیہ کی پابندی کے باعث منعقد نہ ہوسکی۔ اس پروگرام کو جس بھونڈے انداز سے سبوتاژ کیا گیا اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ میر پور پولیس نے ہوٹل کے باہر پہرہ لگا کر دفعہ 144 نافذ کردی۔ سعید اسعد کو انتظامیہ نے مذاکرات کے بہانے بلا کر راتوں رات میر پور سے ضلع بدر کردیا۔ پبلشر کے دفتر پر چھاپہ مارا گیا اور دفتری اہل کاروں کو ہراساں کیا گیا۔ کوئی تحریری حکم دکھائے بغیر انتظامیہ نے آزاد کشمیر بھر سے خصوصاً میر پور کے کتب فروشوں کی دکانوں پر چھاپے مار کر کتاب ضبط کرلی۔ یہ ریاستی دہشت گردی اور حکومتی غنڈہ گردی کی بدترین مثال تھی۔

حکومتِ پاکستان کے ایماء پر حکومتِ آزاد کشمیر نے جو اقدام کیا ہے اس سے واضح ہوگیا ہے کہ یہ کٹھ پتلی حکومت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ محض پاکستانی بیوروکریسی اور خفیہ اداروں کی آلہ کار بنی ہوئی ہے۔ ایسی کتاب پر پابندی عائد کرنا ریاستی لوگوں کی سوچ و فکر پر پہرے بٹھانے اور انہیں ہر طرح کے بنیادی حقوق سے محروم رکھنے کے مترادف ہے۔ اس اقدام کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

سعید اسعد! تم مجرم ہو!

تحریر: ذوالفقار حیدر راجہ (باغ)

سعید اسعد ہمارے عہد کا ایک نوجوان قلمکار ہے..... قلمکار ہونا ہی سعید اسعد کا ایک ناقابلِ معافی جرم ہے۔ پھر حق گو قلمکار ہونا تو جرمِ عظیم ہے۔ یہ جرم کیسے برداشت ہوسکتا ہے..... سعید اسعد کا قصور یہ ہے کہ یہ حق گوئی سے باز نہیں آتا..... سچ لکھنا، سچ کہنا اور سچ کو عام کرنا سعید اسعد کا پیشہ ہے..... اسی لئے اس قلمکار کو قدم قدم پر جبر اور انتقام کا سامنا کرنا پڑتا ہے.....

میرے دوست سعید اسعد! تم جس عہد میں جی رہے ہو یہ حق بات کہنے اور سچ کو عام کرنے کا عہد نہیں ہے..... یہاں تو جھوٹ کا سکہ چلتا ہے، مکر کا راج ہے..... فریب تاک میں بیٹھا ہے..... حسد و بغض سے پیشانیاں شرابور ہیں..... لوٹ کھسوٹ کا میلہ لگا ہے..... حرام خوری اور رشوت زوری کا زور ہے..... مادیت کا دور دورہ ہے..... ''دام بنائے دام'' کی صدائیں لگ رہی ہیں..... امامت و صحافت سے لے کر سیاست و سیادت تک سب کچھ وقت کے فرعونوں کا تابع فرمان ہے..... اونچے اونچے ایوانوں میں جھوٹ کے علمبرداروں کا قبضہ ہے..... ملکی نظام جھوٹ کے پرستاروں کے ہاتھ میں ہے..... خدا کی زمین پر لوگ خدائی کے دعویدار بن بیٹھے ہیں۔

ایسے ماحول میں سعید اسعد تم کیا کروگے؟..... کیا تم سچ بولتے رہوگے؟..... کیا تم سچ کی تلقین جاری رکھوگے؟..... کیا تم سچ کو تلاش کرتے پھروگے؟..... کیا تم سچ لکھتے رہوگے؟..... اور سچ سچ کہتے رہوگے.....

اے میرے دوست! مجھے کامل یقین ہے کہ تم ایسا ہی کروگے..... کیونکہ سچ کہنا اور سچ لکھنا تمہاری فطرت میں رچ بس گیا ہے..... اسے کوئی بڑے سے بڑا خدائی کا دعویدار تمہارے قلب و روح سے مٹا نہیں سکتا..... سعید اسعد اسی لئے تم مجرم ہو..... اس نظام کے مجرم..... نظام کے علمبرداروں کو مطلوب مجرم..... بڑے سے بڑا مجرم.....

سعید اسعد سچ کہوں تو تم نے اس عمر میں اتنے جرم کیے ہیں کہ اگر میں ان کی تفصیل میں جاؤں تو صفحات بھرتے جائیں..... تمہارا یہ جرم کیا کم تھا کہ تم نے مقبول بٹ شہید کے گمشدہ خطوط جمع کر کے انہیں کتابی شکل میں یکجا کردیا..... تمہارا یہ جرم حکمرانوں کو ایک آنکھ نہ بھایا..... اُنہوں نے تمہاری اس کتاب ''شعورِ فردا'' پر پابندی عائد کردی اور جواز بنایا کہ ''سعید اسعد نے آزاد کشمیر کے لوگوں میں حب الوطنی کے جذبات کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے''..... پھر بھی تم باز نہ آئے..... تم نے ایک اور سچ بات کہہ دی تو کھلبلی مچ گئی..... اور تم پر فردِ جرم عائد ہوئی کہ ''سعید اسعد نے انڈیا اور پاکستان کے کشمیر موقف کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے''.....

سعید اسعد! ابھی تم اس جرم کی سزا بھگت رہے تھے کہ تم سے ایک اور جرم سرزد ہوگیا..... تم نے ''منگلا ڈیم ..... خطرناک توسیعی منصوبہ'' نامی کتاب مرتب کر دی..... اس پر حاکمانِ وقت سیخ پا ہوگئے.....

سعید اسعد! تم نے جس سچ کو سامنے لایا ہے یہ سچ کیسے برداشت کیا جاسکتا تھا...... تم نے عوامی رائے کو یکجا کرنے کا سنگین جرم کیا ہے...... عوامی رائے کو پائے حقارت سے ٹھکرانے والے حکمران تمہیں کیسے معاف کر سکتے ہیں...... تم نے مظلوم، مجبور اور بے بس کشمیری عوام کو زبان دی ہے...... تم نے تاریخی حقیقتوں کو سامنے لایا ہے...... تم نے کشمیری قوم کے تہذیبی وثقافتی ورثے کی تباہی کے مناظر سامنے لائے ہیں...... تم نے منگلا ڈیم کی توسیع کی آڑ میں اربوں روپے ہضم کرنے کا منصوبہ چاک کیا ہے...... اسی لئے تم مجرم ٹھہرے ہو...... لیکن کس کی نظر میں؟...... صرف جھوٹی خدائی کے جھوٹے دعویداروں کی نظر میں...... اپنے عوام کی نظر میں نہیں...... ہرگز نہیں۔

زندہ رہنے کا سلیقہ کوئی ہم سے سیکھے
خارزاروں میں بھی رہنا تو مہکتے رہنا

جبر کے دن تھوڑے ہیں

تحریر: ذوالفقار احمد راجہ ایڈووکیٹ (میرپور)

کوئی بھی پُر کشش تحریر لکھنے کے لیے وسیع تر مطالعہ اشد ضروری ہے۔ الفاظ کے معنوں پر گہرائی کے ساتھ غور کرنے اور اُن پر بحث وتکرار کرنے سے دنیا میں بڑا کشت وخون ہوا ہے۔ اچھی، مثبت اور تعمیری تحریروں نے نہ صرف ادب، سائنس، مذاہب اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں بلکہ قومی آزادی اور دنیا کی انقلابی تحریکوں میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ہر زبان، ہر ملک، ہر معاشرہ میں گنتی بھر لکھاریوں کو اظہار حقیقت کا ایسا فن آتا ہے کہ نہ صرف وہ تحریریں آپ کے دماغ میں نقش ہو جاتی ہیں اور آپ کو دنیا میں کچھ کر گزرنے کا حوصلہ دیتی ہیں۔ بلکہ پڑھتے ہوئے آپ ایسے محسوس کر رہے ہوتے ہیں کہ تحریر مصنف کا روپ دھار کر آپ سے محوِ گفتگو ہے۔

پڑھنا اور لکھنا دنیا کے بہترین مشغلوں میں سے ایک مشغلہ ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشروں میں روائتی علم کے سوا دیگر کوئی کتاب پڑھنے کا سرے سے رجحان ہی نہیں ہے۔ ہٹلر نے کہا تھا کہ ''جرمن قوم تاریخ کو پڑھتی ضرور ہے۔ لیکن اس کا استعمال الٹ طریقے سے کرتی ہے''۔ یہاں المیہ بالکل برعکس ہے۔ تاریخ تو درکنار کلرک اور سکول ٹیچر بنانے والی کتب کے علاوہ کوئی اور کتاب پڑھنا وقت کا ضیاع سمجھا جاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''منگلا ڈیم...... خطرناک توسیعی منصوبہ'' گو کے اپنے نام کے حوالہ سے کسی بڑے موضوع کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے نہ ہے۔ اگر بحیثیت باضمیر اور تاریخ سے باخبر انسان کی طرح ماضی کی طرف جھانکا جائے تو یہ ایک محکوم، مظلوم اور زخمی قوم کی دردناک کہانی کا ہی ایک باب ہے۔ گو کے منگلا ڈیم کرۂ ارض کے کروڑوں مربع میل رقبہ کے کسی کونے میں تقریباً سو مربع میل پر تعمیر کیا گیا۔ ڈیم سے نہ صرف زمین، ہنستے بستے گھر، قبریں مقدس مقامات، سیکڑوں کنویں، تالابوں، کے کنارے کھڑے صدیوں پرانے برگد کے تاریخی درخت زیرِ آب آئے بلکہ ہزاروں انسانوں کی لاکھوں سوچوں اور جذبات کا خون ہوا۔ زندہ انسانوں کے خواب ملیا میٹ ہوئے۔ ان کا پرسانِ حال کوئی نہ تھا اور نہ ہی 38 برس صرف ہونے کے بعد آج پنجاب، سندھ کے جاگیر دار کو رتی بھر احساس ہے، کہ ان گنت زندہ انسانوں کو در گور کر کے انہوں نے اپنی بنجر زمینیں قابلِ کاشت کیں۔ ہاں جی ہاں! تاریخ عالم کشمیریوں کو آئینہ دکھاتی ہے۔ غلاموں کے ساتھ آقا کا ازل سے یہی سلوک رہا ہے۔ ہمارا قصور محض یہی ہے کہ ہم غلام جو ٹھہرے۔ اگر غلام ہی ہوتے تو شاید اس قدر تکلیف و دکھ نہ ہوتا جتنا غلاموں کے غلام ہونے پر ہم رنجیدہ ہیں۔

کشمیریو! آج سوچنے کا مقام ہے اپنے ہی دریاؤں کے پانیوں میں سے بھارتی فوج کی درندگی کا شکار ہونے والے شہیدوں کی لاشیں کب تک نکالتے اور لاوارث سمجھ کر دفناتے رہو گے۔ ایک دوسرے پڑوسی ملک کے جاگیر دار کے مفادات کے لیے کشمیر کے اپنے ہی پانیوں سے ڈرے، سہمے کب تک اپنے گھروندے اور شناخت چھوڑ کر بھاگتے پھرو گے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ مستقبل قریب میں دنیا کے اندر پانی پر جنگیں ہوں گی۔ موجودہ اور آنیوالے دور میں پانی کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ وہی پانی جو قلت کے باعث اپنی اہمیت پر ملکوں کے اندر جنگی ماحول پیدا کر رہا ہے۔ کشمیری قوم کے پاس وافر مقدار میں ہونے کی وجہ سے فائدہ تو درکنار، وبال جان بن گیا ہے۔ وجہ صرف اور صرف ہماری غلامی ہے۔

منگلا ڈیم کی جبری توسیع پر مصنف محمد سعید اسعد کی کتاب ''منگلا ڈیم...... خطرناک توسیعی منصوبہ'' ایک اچھی کاوش ہے۔ کتاب میں منفرد تحریروں کے ذریعے

کشمیر کے قومی مجرموں کے ضمیروں کو جگانے اور جھنجوڑنے کی قابلِ تعریف سعی کی گئی ہے۔ کشمیری قوم کو دوست دشمن کی پہچان کا محتاط انداز میں درس بھی دیا گیا ہے۔ یہی سچائی اور حقائق پر مبنی الفاظ پڑوسی ملک کی سول وملٹری بیوروکریسی اور آزاد کشمیر کے اندران کے کاسہ لیسوں کو ہضم نہ ہوسکے اور انہوں نے کتاب پر پابندی عائد کردی۔ جس کی ہر مکتبہ فکر نے پُر زور مذمت کی ہے۔ قابلِ ذکر بات ہے کہ کوئی ملک وقوم ہرگز اس وقت تک کسی غیر ملک کے زیر اثر غلام نہیں بن سکتے۔ جب تک کہ خود اس کے ملک کے ضمیر فروش افراد غیر ملکی لوگوں کی مدد اور اعانت نہ کریں۔ لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا نہیں اُتار سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ خود لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو۔ یقیناً محمد سعید اسعد خراج تحسین کے مستحق ہیں جنہوں نے موجودہ بے حسی اور مادی مفادات کے دور میں قومی سوچ کو اُجاگر کرنے اور لاکھوں انسانوں کے اُجڑنے کے غم والم کی داستان بیان کرنے کے لیے اپنی سروس تک داؤ پر لگادی۔ قوموں کی عظمتوں کا ایسے ہی لوگ نشان بنتے ہیں۔ پابندیاں لگانے والے شاید انسانی تاریخ سے مکمل نابلد ہیں۔ جس بھی ظالم جابر حکمران (حاکم وقت) نے نئی سوچوں اور خیالات کے آگے بند باندھنے یا انہیں مسخ کرنے کی کوشش کی، وقتی طور پر اُسے اطمینان ضرور ہوا۔ انسانوں کو زہر کا پیالہ پلایا جاسکتا ہے، زندہ دفنایا جاسکتا ہے، سولی اور صلیب پر چڑھایا جاسکتا ہے، اس کی سوچوں پر پہرہ بٹھایا جاسکتا ہے، لیکن روشن اور سچے خیالات و نظریات کو دنیا کی کوئی طاقت نہ مٹا سکی ہے اور نہ مٹا سکتی ہے۔

جبری قابض غلام قوموں کی تاریخ، جغرافیہ، اقدار روایات کو ہمیشہ کچلتے آئے ہیں۔ ایسے حربوں کا صرف کشمیری قوم کو ہی سامنا نہیں، دنیا کی غلام قوم ان مشکل حالات ومصائب سے گزر کر ہی آزادی کی منزل سے ہمکنار ہوئی ہے جیسے فطری وقدرتی عمل ہے کہ سورج کو طلوع ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی ہے۔ ہمارا بھی غیر متزلزل اور اٹل یقین ہے کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت جموں کشمیر کے عوام کو آزاد ہونے سے باز نہیں رکھ سکتی۔

یاد رکھیں! جب کسی قوم کو یا عوام کو جبر سے کچلا جائے، شکست وریخت کی طرف لے جایا جائے۔ تو ملکوں کی بھی شکست وریخت ہوجایا کرتی ہے کیونکہ ملک دریاؤں، پہاڑوں، صحراؤں، میدانوں یا وادیوں کو نہیں کہتے بلکہ عوام ہی ملک ہوتے ہیں۔ اور جب چند سو یا چند ہزار خاندانوں کو ہی عوام سمجھ لیا جائے تو کام تمام ہوجایا کرتے ہیں۔

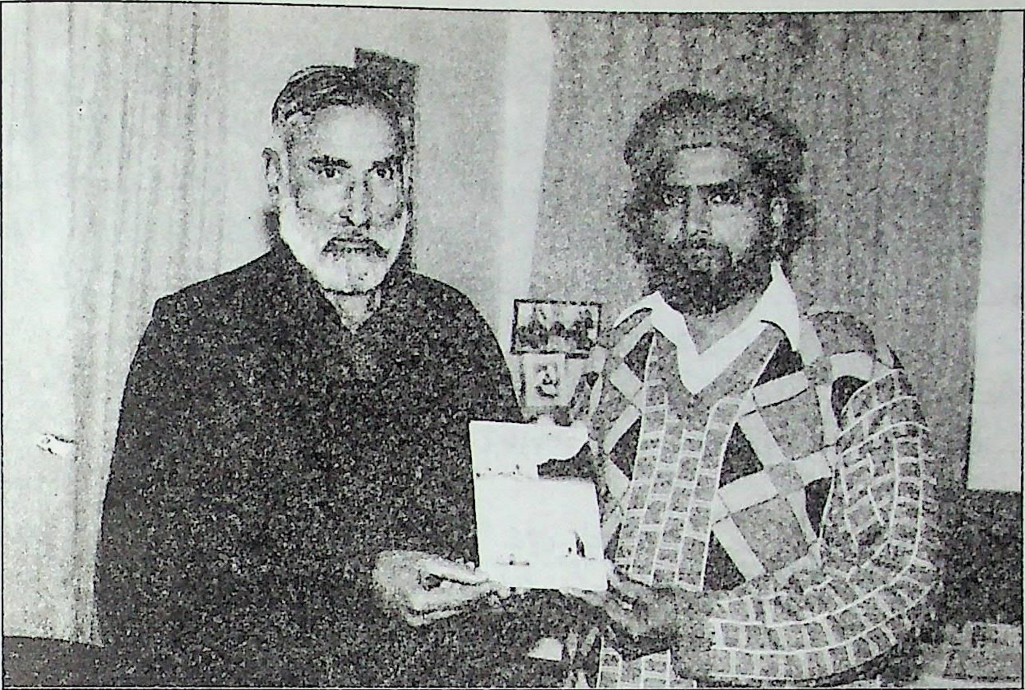
کشمیریوں کی کتابوں پر پابندی کیوں؟

عبدالخالق حسن (سٹاکپورٹ)

حکومتِ پاکستان نے کشمیریوں کی تین کتابوں پر پابندی عائد کردی ہے۔ حالانکہ پاکستان میں تحریر وتقریر پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہاں جو جیسا چاہتا ہے لکھ دیتا ہے۔ اس کے بیشمار حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔ جیسے سندھ کے ایک راہنما نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ سندھ کی آزادی پر سب سے پہلا حملہ محمد بن قاسم نے کیا تھا، یعنی مسلمان غاصب کے طور پر ہندوستان میں وارد ہوئے تھے۔ اس طرح متحدہ قومی موومنٹ، گریٹر بلوچستان، سندھو دیش، پختونستان اور جناح پور کے حامی اپنا اپنا الگ میڈیا رکھتے ہیں۔ جو ان کے خیالات کی تشہیر کرتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات تو یہ پاکستان کی سالمیت پر بھی کاری ضرب لگاتے ہیں۔ ان کی کتابوں اور رسالوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جب کشمیری اپنے خلاف ہونے والے ظلم کی روئیداد بیان کرتے ہیں تو ان کی تحریر وتقریر پر پابندی عائد کردی جاتی ہے۔ کشمیری شہید وطن مقبول بٹ نے اپنے اسیری کے زمانے میں دوستوں کو خطوط لکھے تھے۔ مقبول بٹ کے وہ خطوط کشمیری محقق ومصنف محمد سعید اسعد نے ''شعورِ فردا'' کے عنوان سے جمع کئے۔ جب یہ کتاب پاکستان کی نوکرشاہی کے ایک تھرڈ سیکرٹری کی نظر سے گزری تو اس نے یہ کہہ کر پابندی عائد کردی کہ یہ خطوط کشمیریت کو اجاگر کرتے ہیں۔ نمبر دو، منگلا ڈیم کے بارے میں سعید اسعد نے ایک کتاب بعنوان ''منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ'' لکھی تو اس کتاب کی سب کاپیاں ضبط کرلی گئیں، حالانکہ اس کتاب میں توسیع کے فوائد ونقصانات پر خاطر خواہ روشنی ڈالی گئی اور متاثرین کے احساس محرومی اور ان کے حقوق نہ ملنے کی تشریح تھی۔ نمبر تین، متاثرین منگلا ڈیم نے اپنے خیالات اور تاثرات پر مبنی ایک رسالہ ''کشمیران سائیٹ'' شائع کیا، جس کی کاپیاں انگلینڈ لاتے ہوئے ہوائی اڈے پر ضبط کرلی گئیں۔ یہ تین کتابیں ہی ضبط نہیں ہوئیں بلکہ کشمیریوں کی آواز کو دبایا گیا۔ کشمیریوں کو یہ احساس دلایا جارہا ہے کہ وہ محکوم ہیں اور اپنے پاکستانی آقاؤں کے رحم وکرم پر ہیں جس طرح فلسطین، چیچنیا اور مقبوضہ کشمیر کے عوام ہیں۔

ڈیم کے خلاف اور اپنے حقوق کیلئے لکھنے پر پابندی ایک کھلے ظلم اور استحصال کی نشانی ہے۔ یہ وہ ڈیم ہے جہاں 1960ء میں کشمیریوں نے اپنے گھربار چھوڑے تھے، لیکن وہ متاثرین آج بھی دھکے کھا رہے ہیں۔ جو زمین بچی تھی اس پر لوگوں نے اپنے رہائشی مکانات بنالئے۔ یہ مکان اس لئے بھی عزیز ہیں کہ ان پر انگلینڈ سے جوانی کی کمائی خرچ ہوئی ہے اور ایک ایک مکان پچاس ساٹھ لاکھ سے زیادہ کا ہے۔ یہ زمینیں اور مکانات ریٹائرڈ افراد کے لئے تعمیر ہوئے تھے۔ یہ عوام کے باپ دادا کی جائیداد ہے۔ اس سے انہیں کوئی بے دخل نہیں کرسکتا، لہذا ڈیم کی اسکیم واپس لی جائے کیوں کہ پاکستان اور کشمیر میں بہت سی ایسی جگہیں ہیں جہاں بڑے بڑے ڈیم لگ سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی کشمیریوں کی کتابوں پر سے پابندی ختم کی جائے۔

دی نیشن لندن ۱۷ تا ۲۳ جنوری ۲۰۰۳ء



سعید اسعد اپنی تالیف KIRF کے ریجنل ڈائریکٹر ممتاز الراعی کو پیش کررہے ہیں



والتھم فارسٹ اسلامک ایسوسی ایشن لنڈن کے ممبر عبدالرشید چوہدری کو ذوالفقار حیدر راجہ،
سعید اسعد کی مرتب کردہ کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ دے رہے ہیں

روزنامہ اوصاف.........(8).........28 دسمبر 2002ء

سعید اسعد کی کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" پر بھی پابندی کا فیصلہ

وفاقی حکومت نے فیصلہ منگلا ڈیم توسیع میں رکاوٹوں کے پیش نظر کیا، مصنف کی "مشہور فرد" پر پہلے ہی پابندی ہے

میرپور (ذوالفقار حیدر راجہ سے) سعید اسعد کی دوسری کتاب پر پابندی کا فیصلہ، کتاب کی ضبطی کا حتمی فیصلہ کر لیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق کشمیر کے مشہور محقق مصنف اور کشمیر کے مختلف موضوعات پر درجن سے زائد تصانیف کے مصنف محمد سعید اسعد کی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" پر وفاقی حکومت کی طرف سے پابندی کا حتمی فیصلہ کر لیا گیا ہے اس سے پہلے وفاقی حکومت نے سعید اسعد کی جانب سے ... کے موضوع پر "ناول کتاب" "مشہور فرد" پر پابندی عائد کر دی تھی جو تین سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود نہیں اٹھائی گئی۔ سعید اسعد کی نئی کتاب جو کہ منگلا ڈیم کے توسیع کے نقصانات اور کشمیری ثقافت کی تباہی اور لاکھوں لوگوں کے بے گھر ہونے اور ... ڈوب جانے کے بارے میں مکمل اور جامع حقائق نامہ تصور کیا جاتا ہے کو وفاقی حکومت نے بین کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس سلسلہ میں وفاقی حکومت نے کتاب کی کاپیاں ... اس کی چھان بین شروع کر دی ہے وفاقی حکومت کی وزارت داخلہ نے اس چھان بین کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت پر منگلا ڈیم توسیع منصوبے میں بڑے پیمانے کی رکاوٹیں آسکتی ہیں۔

حکومت پنجاب نے "منگلا ڈیم توسیع منصوبہ" سمیت 3 کتابوں پر پابندی عائد کر دی

سائیوال (اے این این) حکومت پنجاب نے آزاد جموں کشمیر راولا کوٹ سے شائع ہونے والی کتاب "منگلا ڈیم توسیع ...

باقی صفحہ ... نمبر 32

بقیہ نمبر 32 | کتاب پابندی

منصوبہ" کی تمام کاپیاں ضبط کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ حکومت نے اس کتاب کے تمام زبانوں میں کئے گئے ترجمہ اور دوسرے ایڈیشن کو ساشرت آمیز مواد کی اشاعت کی بناء پر ممنوعہ مواد قرار دے دیا ہے۔ حکومت پنجاب نے کھاریاں گجرات سے شائع ہونے والی دو کتابوں سچا کون تحریر محمد احمد رضا بابوی جماعت اہلسنت جہلم اور کون کتاب مولانا کفایت اللہ کی تحریر کردہ کے تمام کاپیاں تمام زبانوں میں قابل اعتراض میٹریل کی اشاعت پر ضبط کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ حکومت پنجاب نے 1999ء پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈی نینس کے تحت صوبہ بھر میں ممنوعہ مواد کی کاپیاں ضبط کرنے و فروخت کرنے پر پابندی لگا کر ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسروں اور پولیس کے ضلعی آفیسروں کو ہدایات جاری کر دی ہیں کہ ان احکامات کی سختی سے پابندی کرائی جائے۔

پنجاب حکومت نے بھی سعید اسعد کی کتاب پر پابندی عائد کر دی

میرپور (بیورو رپورٹ) وزارت داخلہ حکومت پاکستان کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے پنجاب حکومت نے ممتاز

باقی صفحہ 6 بقیہ نمبر 27

بقیہ نمبر 27 | کتاب پابندی

کشمیری محقق و مصنف محمد سعید اسعد کی حال ہی میں آزاد کشمیر سے شائع ہونے والی کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ پر پابندی عائد کر دی ہے حکومت آزاد کشمیر پہلے ہی اس کتاب پر پابندی عائد کر چکی ہے حکومت پنجاب نے تمام ضلعی مقامی حکومتوں اور پولیس انتظامیہ کو ہدایت کی ہے کہ صوبہ بھر میں کتب فروشوں کی دکانوں پر چھاپے مار کر مذکورہ کتاب کی تمام کاپیاں ضبط کر لی جائیں وزارت داخلہ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے ذریعے کشمیر اور پاکستان میں لوگوں کو ایسے حقائق سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جنہیں حکومت صیغہ راز میں رکھنا چاہتی تھی نیز کتاب میں منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبے کے خلاف سخت عوامی ردعمل کو سامنے لایا گیا ہے مؤلف نے اس منصوبے کے خلاف عوامی رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی ہے جو ملک دشمنی کے زمرے میں آتا ہے حکومت پنجاب کے اس اقدام پر تبصرہ کرتے ہوئے کتاب کے پبلشر محمد رفیق خواجہ ڈائریکٹر کاشر پبلشرز نے کہا ہے کہ حکومت پنجاب کا یہ اقدام بلاجواز اور کشمیر دشمنی پر مبنی ہے کیونکہ اس کتاب میں کوئی ایسا مواد شامل نہیں ہے جو پاکستانی مفادات کو ...

حکومت پنجاب نے منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ نامی کتاب پر پابندی لگا دی

میرپور (نمائندہ خصوصی) وزارت داخلہ حکومت پاکستان کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے پنجاب حکومت

باقی صفحہ 16 بقیہ 13

بقیہ 13 | کتاب پابندی

نے ممتاز کشمیری محقق و مصنف محمد سعید اسعد کی حال ہی میں آزاد کشمیر سے شائع ہونے والی کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ پر پابندی عائد کر دی ہے حکومت آزاد کشمیر پہلے ہی اس کتاب پر پابندی عائد کر چکی ہے حکومت پنجاب نے تمام ضلعی مقامی حکومتوں اور پولیس انتظامیہ کو ہدایت کی ہے کہ صوبہ بھر میں کتب فروشوں کی دکانوں پر چھاپے مار کر مذکورہ کتاب کی تمام کاپیاں ضبط کر لی جائیں وزارت داخلہ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے ذریعے کشمیر اور پاکستان میں لوگوں کو ایسے حقائق سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جنہیں حکومت صیغہ راز میں رکھنا چاہتی تھی نیز کتاب میں منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبے کے خلاف سخت عوامی ردعمل کو سامنے لایا گیا ہے۔ حکومت پنجاب کے اس اقدام پر تبصرہ کرتے ہوئے کتاب کے پبلشر محمد رفیق خواجہ نے کہا ہے کہ حکومت پنجاب کا یہ اقدام بلاجواز ہے۔

روزنامہ اسلام 5 جنوری

پنجاب حکومت نے "منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ" کتاب پر پابندی لگا دی

میرپور (خبر نگار) وزارت داخلہ حکومت پاکستان کے

باقی صفحہ نمبر 2 بقیہ نمبر 20

بقیہ 20

احکامات پر عمل کرتے ہوئے پنجاب حکومت نے ممتاز کشمیری محقق و مصنف محمد سعید اسعد کی حال ہی میں آزاد کشمیر سے شائع ہونے والی کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" پر پابندی عائد کر دی ہے۔ حکومت آزاد کشمیر پہلے ہی اس کتاب پر پابندی عائد کر چکی ہے۔ حکومت پنجاب نے تمام ضلعی مقامی حکومتوں اور پولیس انتظامیہ کو ہدایت کی ہے کہ صوبے بھر میں کتب فروشوں کی دکانوں پر چھاپے مار کر مذکورہ کتاب کی تمام کاپیاں ضبط کر لی جائیں۔ وزارت داخلہ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے ذریعے کشمیر اور پاکستان میں لوگوں کو ایسے حقائق سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جنہیں حکومت صیغہ راز میں رکھنا چاہتی تھی۔ نیز کتاب میں منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبے کے خلاف سخت عوامی ردعمل کو سامنے لایا گیا ہے۔ مؤلف نے اس منصوبے کے خلاف عوامی رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی ہے جو ملک دشمنی کے زمرے میں آتا ہے۔

منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ شائع ہو گئی

محمد سعید اسعد آزاد کشمیر کے ممتاز محقق و مصنف ہیں موصوف کی اب تک دس کتب شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں ان کی تازہ تالیف "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" ہے جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کتاب منگلا ڈیم کے توسیعی منصوبے کے حوالے سے لکھے گئے مضامین پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں کتاب میں کچھ ٹھوس تحقیقی مضامین بھی شائع ہیں جو پہلی بار شائع ہوئے ہیں۔ منگلا ڈیم ساٹھ کی دہائی میں متنازعہ ریاست جموں کشمیر کے علاقہ میرپور میں حکومت پاکستان نے غیر ملکی تعاون سے تعمیر کیا تھا منگلا ڈیم کی تعمیر کے نتیجے میں میرپور کے ایک سو سے زائد دیہات اور ڈڈیال و میرپور کے دو تاریخی شہر غرقاب ہو گئے تھے یہ ڈیم چار سو مربع کلومیٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے جس سے پاکستان کی پینتیس فیصد بجلی کی ضرورت پوری ہو رہی ہے۔ حال ہی میں واپڈا نے 82 ارب روپے کی لاگت سے منگلا بند کو مزید چالیس فٹ اونچا کرنے کا منصوبہ بنایا ہے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے نتیجے میں میرپور کا دو سو مربع کلو میٹر مزید یہ علاقہ زیر آب آ جائے گا دوسری طرف اس منصوبے سے میرپور اور اس کے مضافات کے ڈیڑھ لاکھ لوگ بے گھر ہوں گے انجینئرز اور ماہرین ارضیات اس منصوبے کو ناقابل عمل قرار دے رہے ہیں آزاد کشمیر بھر اور خصوصاً میرپور میں اس منصوبے کے بارے میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ محمد سعید اسعد نے وقت کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اس اہم موضوع پر تیار معلوماتی اور فکر انگیز مضامین جمع کر کے انہیں کتابی صورت میں یکجا کیا ہے یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے پہلی کتاب ہے اسے میرپور کے ایک تحقیقی ادارے کاشر پبلشرز نے شائع کیا ہے کتاب ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے کتاب میں تاریخی اہمیت کی تصاویر بھی شامل ہیں جو پہلی بار منظر عام پر آئی ہیں کتاب کی قیمت ایک سو روپے ہے یہ کتاب آزاد کشمیر کے تمام بڑے بک سیلرز سے دستیاب ہے۔

●●●●

کتاب پر پابندی کی مذمت

اسلام گڑھ (نامہ نگار) منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ کتاب پر حکومت پنجاب کی طرف سے پابندی کی خبر آ چکی ہے۔ کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے منافرت پھیلے۔ اس کتاب کو مرتب کرنے والی آزاد کشمیر کی اہم شخصیت محمد سعید اسعد ہیں جنہوں نے اس سے قبل کشمیر کے موضوع پر کافی کتابیں لکھی ہیں۔ ان خیالات کا اظہار جماعت اہل سنت کے رہنما اور ... آزاد کشمیر کے امیر مولانا قاضی فیض احمد نے پریس کلب اسلام گڑھ میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ مولانا قاضی فیض احمد نے کہا کہ جن لوگوں نے حکومت کو کتاب پر پابندی لگانے کا مشورہ دیا ہے وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں اور تاریخ کشمیر سے بالکل نابلد ہیں۔ کتاب منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ میں جو مواد پیش کیا گیا ہے وہ حقائق پر مبنی ہے۔ حکومتی پابندی کو اعلیٰ عدلیہ میں چیلنج کیا جائے گا۔

منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ کتاب کی تقریب رونمائی روکنا کشمیری تاریخ مٹانے کے مترادف ہو گا: احتشام الحق

حکومت ایسی قومی کتابوں پر پابندی عائد کر کے قوم کی قربانیوں کو مسخ کرنا چاہتی ہے ہر سازش کا بھرپور جواب دیں گے

... کشمیریوں کے دلوں میں پاکستان کے خلاف نفرت پیدا ہو گی لہٰذا اقدامات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حکومت پابندی ختم کرے

جلسوہ اری (نمائندہ خصوصی) "منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ" کتاب کی تقریب رونمائی روکنا عوام کی زبان پر تالا لگانے کے مترادف ہے ایسی قومی کتابوں پر پابندی عائد کرنا کشمیریوں کی قربانیوں بھری تاریخ مسخ کرنے کی گھناؤنی سازش ہے ایسی تاریخی کتابیں قومی ورثہ ہوتی ہیں اور ان پر بین کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کشمیری تاریخ مٹانے کے در پے ہے لیکن ہر سازش کا بھرپور جواب دیں گے ایسے حکومتی ہتھکنڈوں سے کشمیریوں کے دلوں میں پاکستان کے خلاف نفرت مزید پیدا ہو گی لہٰذا اقدامات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے منگلا ڈیم کی کتاب پر پابندی فوری طور پر ختم کرے ان خیالات کا اظہار ... نیشنل پارٹی کے ضلعی صدر احتشام الحق خواجہ نے ایک اجلاس سے خطاب کے دوران کیا انہوں نے کہا کہ 30 ستمبر صدر مشرف کی میرپور آمد کے موقع پر انہیں اپنے حقوق کی خاطر پرامن احتجاج کرنے ... صدر مشرف کی آمد ... فوجی بنا دیا گیا ...

بقیہ 8

ملکی سیاحوں کو بھی نہیں جانے دیا جاتا اس سے عوام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ منگلا ڈیم توسیع منصوبہ کے خلاف کسی قسم میں بھی کوئی پروگرام کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے جو کہ انتہائی ظلم کی بات ہے مقبوضہ کشمیر کی طرح آزاد کشمیر میں بھی بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔ 30 ستمبر صدر مشرف کی آمد کے موقع پر میرپور شہر اور سرینگر کے منظر میں کوئی فرق نظر نہیں آ رہا تھا ایسے اقدامات سے حکومت پاکستان کا کردار بھارتی حکومت کے کردار جیسا نظر آ رہا تھا اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دونوں ملک کشمیریوں کو غلامی کے اندھیرے میں ہی رکھنا چاہتے ہیں اور آپس میں ملے ہوئے ہیں انہوں نے کہا حکومت پاکستان کی طرف سے ایسے اقدامات کا بین الاقوامی دنیا پر غلط اثر پڑے گا۔ لہٰذا حکومت ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے عوامی رائے کا احترام کرے ورنہ کشمیری پوری دنیا میں مجبوراً پاکستان کے خلاف بھی بھرپور احتجاج کریں گے۔

سعید کی کتاب پر پولیس گردی حقوق کی خلاف ورزی ہے، طلباء تنظیمیں

کشمیری آزادی چاہنے والوں کو ایسی شرمناک حرکتوں کے ذریعے اپنے مقصد سے ہٹانا ممکن نہیں

خواجہ رفیق کے دفتر سے کتابیں اٹھانا قابل مذمت ہے، ایس ایل ایف، این ایس ایف کے رہنماؤں کی گفتگو

ہری پال (ذوالفقار حیدر راجہ سے) میرپور میں سعید اسعد کی کتاب کی تقریب پر پولیس گردی، اقوام متحدہ کے 10 دسمبر 1948ء کے یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ پوری دنیا کے انسانوں کو تحریر و تقریر کی آزادی حاصل ہے۔ منگلا ڈیم توسیع کے ناقابل عمل منصوبے پر حکمرانوں کی ناکامی ان کا مقدر ہے کشمیر کے لوگ پوری ریاست کے دونوں حصوں میں پولیس گردی اور ظلم و زیادتیوں کا شکار ہیں۔ ان خیالات کا اظہار جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ (ایس ایل ایف) اور نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن (این ایس ایف) کے رہنماؤں نے میرپور میں ممتاز کشمیری مصنف، محقق اور کشمیر پر لکھی گئی درجن سے زائد کتابوں کے مصنف محمد سعید اسعد کی کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" کی تعارفی تقریب کو غیر ملکی ایجنڈوں کے اشاروں پر سبوتاژ کرنے پر صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے کیا۔ ان رہنماؤں نے کہا کہ کشمیر کی حقیقی آزادی چاہنے والوں کو ایسی شرمناک اور اوچھی حرکتوں کے ذریعے اپنے مقصد سے ہٹانا ممکن نہیں ہے۔ ان رہنماؤں نے کتاب کے پبلشر خواجہ محمد رفیق کے دفتر سے غیر قانونی طریقے سے کتابیں اٹھانے کی شدید مذمت کی۔

انتظامیہ نے سعید اسعد کی کتاب کی تقریب رونمائی روک دی

مؤلف گرفتار اور پھر رہا

تقریب رونمائی روکنے کیلئے مؤلف کو میرپور سے ضلع بدر کیا گیا دو روز نظر بند رکھنے کے بعد انتظامیہ نے رہا کر دیا

میری کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کی تعارفی تقریب پر پابندی نے آزاد حکومت کی آزاد حیثیت کو متاثر کر دیا۔ سعید اسعد کی صحافیوں سے بات چیت

راولاکوٹ (بیورو رپورٹ) منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کے مؤلف ممتاز کشمیری محقق سعید اسعد کو ضلعی انتظامیہ میرپور نے ضلع بدر کرنے اور دو روز تک نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا ہے۔ مصنف کی تحریر کردہ ان کی حالیہ تالیف "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" کی تقریب رونمائی کا پروگرام روکنے کے لئے عمل میں لائی گئی تھی۔ ضلعی انتظامیہ میرپور نے مصنف کو مذاکرات کے بہانے بلا کر نظر بند کر دیا اور ازاں بعد ضلع بدر کر دیا۔ جس کے باعث تقریب رونمائی ملتوی کرنا پڑی۔ [illegible] کے بعد مصنف نے اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت آزاد کشمیر نے ان کی

بقیہ نمبر 5 صفحہ 3 پر

"منگلا خوفناک توسیعی منصوبہ" کی تقریب رونمائی 6 نومبر کو ہوگی

میرپور (نمائندہ خصوصی) محمد سعید اسعد کی کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" ایک تاریخی اور معلوماتی کتاب ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ [illegible]

صفحہ 6 بقیہ 2 تقریب رونمائی

بقیہ 5

کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" کی تعارفی تقریب روک کر آزاد کشمیر کی آزاد حیثیت کو خود ہی بے نقاب کر دیا ہے۔ آزاد کشمیر کی تاریخ کا افسوسناک واقعہ ہے۔ یہ واقعہ تحریر و تقریر کی آزادی کا گلا گھونٹنے اور آزاد کشمیر کو سیٹ تاؤ کرنے کی واضح مثال ہے۔ اس سے حکومت آزاد کشمیر کی کٹھ پتلی حیثیت بھی سامنے آ گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کے اس اقدام سے واضح ہو گیا ہے کہ منگلا ڈیم کی توسیع کا منصوبہ قابل عمل اور عوامی خواہشات کے برعکس ہے۔ حکومت بوکھلاہٹ اور کنفیوژن کا شکار ہے۔ اس لئے اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ عوامی خواہشات کا قتل عام کرے۔ مصنف نے کتاب پر پابندی کے اقدام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کتابوں پر پابندی تو لگائی جا سکتی ہے لیکن عوام کی سوچ و فکر پر پہرے نہیں بٹھائے جا سکتے۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ قلمی محاذ پر جدوجہد جاری رکھیں

منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ، پر پابندی غیر قانونی ہے: عارف چودھری

جہلم کی توسیع ہوگی نہ ہونے دینگے، نادان بیوروکریسی نے تحریک آزادی کو نقصان پہنچایا

کتاب پر عائد پابندی فوری ختم کی جائے، کشمیری حق مسترد کرتے ہیں: احتشام الحق

ڈڈیال (نامہ نگار) منگلا ڈیم اپنی توسیع کمیٹی کے مرکزی ترجمان عارف چودھری، یار محمد چودھری چیف آرگنائزر سنوارانٹس ایس ایل ایف چودھری فضل حسین، راولپنڈی صدر، تحصیل میرپور پی پی پی، راجہ حق نواز مسلم کانفرنس، انجینئر منیر حسین، ٹیلی صدر انجمن تاجران

بقیہ 10: عارف/احتشام

چودھری نے منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ، کی کتاب پر پابندی اور ضبطی کو غیر قانونی غیر آئینی اور غیر اخلاقی ہٹ دھرمی کا نام دیا ہے۔ ان راہنماؤں نے کہا پر امن رہ کر تنقید و تلقین کرنا ہر شہری کا حق ہے اور یہ جمہوری بنیادی آزادی بھی۔ انہوں نے کہا کتاب جو اخباری خبروں اور تراشوں کا مجموعہ تھی اس کی تعارفی تقریب کو روکنا خود ایک غیر قانونی فعل ہے۔ انہوں نے کہا منگلا جھیل کی توسیع نہ ہوگی اور نہ ہونے دیں گے۔ یہاں کے باسی اپنا حق قائم رکھنے کے لئے کسی کی [illegible] نہیں لیں گے۔ کتاب پر پابندی کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے انہوں نے کہا غیر قانونی طور پر ہمیں جیلوں میں ڈالا گیا جس سے تحریک کو مزید تقویت ملی۔ یہاں بیوروکریسی، واپڈا اور آزاد کشمیر انتظامیہ کی منفی سوچ نے تحریک آزادی اور کشمیر کو نقصان پہنچایا ہے۔ دریں اثناء پیپلز نیشنل پارٹی کے ضلعی صدر احتشام الحق نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ" کی تقریب رونمائی روکنا عوام کی زبان پر تالے ڈالنے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا قومی کتابوں پر پابندی عائد کرنا کشمیریوں کی قربانیوں کی تاریخ کو مسخ کرنے کی گھناؤنی سازش ہے۔ انہوں نے حکومت کشمیر کی تاریخ مٹانے کے درپے ہے۔ لیکن ہم ایسی ہر سازش کا بھرپور جواب دیں گے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ کتاب پر عائد پابندی فوری ختم کی جائے۔ منگلا ڈیم اپنی توسیع کمیٹی کے رہنماؤں عارف چودھری، احتشام الحق نے اپنے اعزاز میں حاجی غلام رسول کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ متاثرین کے لئے دیا گیا پیکج بھونڈا مذاق ہے اور منگلا ڈیم کی رائلٹی کے نام پر حکومت پاکستان آزاد کشمیر کو دھوکہ دے رہی ہے۔ جسے کشمیری قوم مسترد کرتی ہے۔ انہوں نے کہا ہم پاکستان کے خلاف نہیں لیکن اب سندھ اور پنجاب کے لئے اپنے آباؤ اجداد کی قبریں ڈبو نہیں سکتے۔ تقریب میں نجیب افسر، اسرار ایوب، یاسر محمود، حق نواز، ٹھیکیدار افضل، راجہ نزاکت، خواجہ رمضان، شاہد محمود، منیر حسین، خواجہ اکبر، خواجہ افرتو، میر حسین، قشمیر خان اور اللہ دتہ بسمل نے بھی خطاب کیا۔

سعید اسعد کی منگلا ڈیم سے متعلق کتاب پر پابندی اٹھائی جائے: کامریڈ قاسم

کوٹلی (نمائندہ) آزاد کشمیر [illegible] سعید اسعد کی کتاب "منگلا ڈیم ایک خطرناک توسیعی منصوبہ" پر سے پابندی فوراً اٹھائی جائے۔ یہ ایک ظالمانہ اقدام ہے جس سے عوام کی سوچوں پر پہرہ بٹھانے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے۔ ڈیم توسیع منصوبہ کے اصل حقائق عوام کے سامنے آ کر رہیں گے۔ ان خیالات کا اظہار نیشنل عوامی پارٹی کے ضلعی آرگنائزر کامریڈ قاسم نے صحافیوں سے گفتگو کے دوران کیا۔ کتاب پر پابندی لگا کر نظریاتی انقلاب کے طوفان کو نہیں روکا جا سکتا اور سعید اسعد کی انقلابی کتابیں ہماری ثقافت کا اہم جزو ہیں۔ سعید اسعد کو ضلع بدر کرنا بنیادی انسانی حقوق کی مکمل خلاف ورزی ہے۔

[illegible]

جاتلاں (نمائندہ اوصاف) متحدہ کشمیر پیپلز نیشنل پارٹی کے چیئرمین سردار شوکت علی کشمیری کینیڈا برانچ کے آرگنائزر سردار ستار خان نے سعید اسعد کی تحریر کردہ کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ پر پابندی عائد کئے جانے اور انہیں نظر بند کئے جانے پر حکومت کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ کتاب پر عائد پابندی ختم کی جائے اور سعید اسعد کو فوری غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے۔

عاشق حسین سعید اسعد کے ساتھ [illegible]

سعید اسعد کی منگلا ڈیم سے متعلق کتاب اہم تاریخی دستاویز ہے، عاشق حسین

میرپور (نمائندہ اوصاف) جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ کھڑی شریف کے کارکنوں کا ایک اجلاس کھڑی شریف ہاؤس میں زیر صدارت حاجی محمد منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ کی مرکزی پیپلز کمیٹی کے ممبر جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ ضلع میرپور آزاد کشمیر کے آرگنائزر چودھری عاشق حسین آف کھڑی شریف تھے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے چودھری عاشق حسین آف کھڑی شریف نے کہا کہ منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کتاب کے مصنف سعید اسعد کی کاوش تاریخ میں اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے

بقیہ 2: تقریب رونمائی

رسول آزاد کشمیر کے امیر مولانا قاضی فیض احمد نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ کشمیری محقق اور مصنف محمد سعید اسعد کی حالیہ تالیف منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ ایک تاریخی دستاویز ہے جو بروقت شائع کی گئی ہے۔ مولانا قاضی فیض احمد نقشبندی مجددی نے کہا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے قاری کو اپنے تاریخی ورثہ سے آگاہی ہوتی ہے محمد سعید اسعد نے یہ کتاب مرتب کر کے کشمیری قوم پر بڑا احسان کیا ہے اور اپنی قوم کی درست اور بروقت رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ایسے محنتی اور محسن قوم افراد کو ملک دشمن اور نہ جانے کیا کیا کہا جاتا ہے۔ حکومتی عہدوں پر فائز قومی خزانہ کو دیمک کی طرح چاٹنے والے لوگ حقائق کو تسلیم نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا کہ منگلا جھیل حکومت پاکستان نے اپنی زرعی اور دیگر ضروریات کے لئے تعمیر کرائی تھی اس کے متاثرین آج تک دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ [illegible] سے زائد کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں اور پاکستان سے [illegible] رکھنے والے عناصر نے متاثرین منگلا ڈیم کے حقوق پر ڈاکے ڈالے۔ کشمیری قوم نے پاکستان کے لئے بڑی قربانی دی ہے اب انہیں پریشان نہ کیا جائے۔ مولانا قاضی فیض احمد نے احتجاج کرنے والے اور گرفتار ہونے والے تمام افراد کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ سعید اسعد کی کتاب کشمیری قوم کا اثاثہ ہے جس کی تقریب رونمائی بدھ 6 نومبر کو دن ایک بجے مقامی ہوٹل میرپور میں ہو رہی ہے۔ امان اللہ خان چیئرمین جموں کشمیر لبریشن فرنٹ، بیرسٹر سلطان محمود چودھری صدر پاکستان پیپلز پارٹی آزاد کشمیر، سردار اعجاز افضل امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر، ڈاکٹر فاروق صدر لبریشن فرنٹ (یاسین ملک گروپ) شوکت مقبول بٹ صدر نیشنل لبریشن فرنٹ، اظہر شاہ ایڈووکیٹ صدر کشمیر ڈیم موومنٹ، کرنل (ر) وجاہت حسن مرزا چیئرمین فورم گلگت بلتستان، فاروق رحمانی، سید یوسف نسیم کوچیئرمین آل پارٹیز حریت کانفرنس، محمود ساغر، علی محمد چاچا سابق وزیر آزاد حکومت، میر خالد محمود صدر میرپور بار، علی زمان راجہ ایڈووکیٹ، ذوالفقار ایڈووکیٹ، عارف چودھری، جاوید شریف ایڈووکیٹ، تاج الزمان مرزا چیئرمین جموں کشمیر ہیومن رائٹس، نجیب افسر ربانیہ، ارشد ملک ایڈووکیٹ، کامران طارق ایڈووکیٹ، خواجہ پرویز اقبال، سردار نسیم اقبال ایڈووکیٹ، شجاعت علی کاظمی چیئرمین این ایس ایف، ڈاکٹر توقیر گیلانی چیئرمین ایس ایل ایف اور صدر سٹوڈنٹس کے سابق چیئرمین سردار محمد انور ہوں گے۔ کشمیر کلب کے چیئرمین محمد رفیق خواجہ نے کہا کہ یہ قومی نوعیت کی بہت اہم تقریب ہے جس میں کشمیر کے قومی مسائل پر بھی سیر حاصل بحث ہو گی۔

منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کے مولف رہا

انتظامیہ نے اسے مذاکرات کے بہانے بلوا کر نظر بند کیا تقریب کتاب ملتوی ہوئی

پاکستان کے عزائم کھل کر سامنے آ گئے آزاد کشمیر حکومت تحریک آزادی کو سبوتاژ کر رہی ہے، سعید اسعد

راولاکوٹ (نمائندہ خصوصی) منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کے مولف ممتاز کشمیری محمد سعید اسعد کو ضلعی انتظامیہ میرپور نے ضلع بدر کرنے اور دو روز تک نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ مصنف کی نظر بندی ان کی حالیہ تالیف منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کی تقریب رونمائی کا پروگرام روکنے کے لئے عمل میں لائی گئی تھی ضلعی انتظامیہ میرپور نے مصنف کو مذاکرات کے بہانے بلا کر ضلع بدر کر کے نظر بند کیا، کنونشن کے جب تقریب ملتوی کرنا پڑی تو دو روز بعد رہائی کے بعد مصنف نے اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت آزاد کشمیر نے ان کی کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کی تعارفی تقریب روک کر آزاد کشمیر کی آزاد حیثیت کو خود ہی بے نقاب کر دیا ہے یہ آزاد کشمیر کی تاریخ کا افسوسناک ترین واقعہ ہے۔

سعید اسعد کی کتاب پر پابندی غیر قانونی ہے 'پی این پی

کشمیریوں کو اپنی بھولی ہوئی شاندار تاریخ سے روشناس کروانا وقت کی اہم ضرورت ہے

اگر قلم پر پابندی لگائی گئی تو معاشرے میں انقلاب کا عمل شروع ہوگا، رہنماؤں کا مشترکہ بیان

جہلم (نمائندہ اوصاف) سعید اسعد کی کتاب پر پابندی غیر قانونی ہے انقلابی سوچوں پر پہرے بٹھانا آمریت، جدید اور غلامی سے نفرت کرنے والے [illegible] ممکن نہیں۔ کشمیریوں کو اپنی بھولی شاندار تاریخ سے روشناس کروانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر قلم پر پابندی اور سوچوں پر پہرے بٹھائے گئے تو پھر معاشرے میں انقلاب کا عمل شروع ہوگا ان خیالات کا اظہار پی این پی رہنماؤں کامریڈ اشتیاق، راجہ اقبال، رشید عباس ایڈووکیٹ، راجہ بنوش، ارشد قریشی، محمد الفضل بار [illegible] گیلانی ایڈووکیٹ، صاحبزادہ محمود احسن ایڈووکیٹ، میر خورشید خان ایڈووکیٹ، چودھری نصرت ایڈووکیٹ، وقار کاظمی ایڈووکیٹ اور امجد خان ایڈووکیٹ نے محمد سعید اسعد کی کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ" پر حکومت پاکستان کی طرف سے پابندی عائد کئے جانے اور مصنف سعید اسعد کی گرفتاری پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کیا۔

آزاد کشمیر عملی طور پر پولیس سٹیٹ بن چکا ہے، خواجہ محمد رفیق

بغیر کسی آرڈر کے ادارہ پر چھاپہ اور کتابیں ضبط کرنا غیر اسلامی اور سیاسی دہشتگردی ہے، انٹی توسیع تحریک پابندیوں سے نہیں رکے گی

[illegible]

[illegible]

منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کتاب کی تقریب رونمائی روک دی گئی

تقریب میں علی چاچا، عبدالمجید ملک، امان اللہ اور دیگر رہنماؤں نے شرکت کرنا تھی

انتظامیہ نے کتاب کی کاپیاں ضبط کر لیں، انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزی ہے، کشمیریوں کا ردعمل

میرپور (نمائندہ خصوصی) منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کتاب کی تقریب رونمائی جو کہ مقامی ہوٹل میں منعقد ہونا تھی اس تقریب میں لبریشن فرنٹ کے مرکزی چیئرمین امان اللہ خان، جموں و کشمیر فریڈم موومنٹ کے مرکزی صدر اظہر شاہ ایڈووکیٹ، آزاد کشمیر لبریشن لیگ کے مرکزی صدر چیف جسٹس (ر) عبدالمجید ملک، نیپ کے مرکزی صدر سردار انور ایڈووکیٹ، جموں و کشمیر پیپلز

بقیہ نمبر 2 روک دی

[illegible] ... پولیس چھاپے مار رہی ہے جبکہ تمام بک ڈپوؤں اور بک سٹالوں سے کتاب ضبط کر لی گئی ہے۔ لوصالہ سے بات چیت کرتے ہوئے فریڈم موومنٹ کے صدر اظہر شاہ ایڈووکیٹ، چوہدری عاشق حسین آف کمزی شریف نے کہا کہ یہ کتاب کی تقریب رونمائی تھی اس تقریب کو منتشر کرنے یا اس پر پابندی لگانے کا کوئی معقول جواز نہیں بنتا انتظامیہ کو چاہئے تھا کہ اگر تعاون کرتے تو لوگ بھی انتظامیہ سے تعاون کرتے لیکن انتظامیہ کے اس رویے سے اچھے تاثرات نہیں جائیں گے ... [illegible]

ضبط کردہ کتاب میں خلاف قانون یا ریاست کوئی بات نہیں تھی: رفیق خواجہ

بغیر کسی نوٹیفکیشن پابندی اور بک سیلروں سے کتابیں اٹھانا غیر قانونی ہے جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے

عید کے بعد قومی کانفرنس کا انعقاد کر کے حکمرانوں کے غیر جمہوری کرتوت بے نقاب کریں گے، ناشر کاشر پبلشرز

میرپور (بیورو رپورٹ) میرپور پولیس کی جانب سے سعید اسد کی کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ پر بغیر کسی نوٹیفکیشن کے پابندی اور بک سیلروں سے کتابیں اٹھانا ... [illegible]

... میں فروخت ہو رہی ہے اور عوام نے بھی اسے زبردست پذیرائی بخشی ہے۔ اس کتاب کے مولف نے کوئی خلاف قانون یا ریاست پاکستان کے خلاف کوئی ایسی بات نہیں لکھی۔ مولف نے صرف قومی اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین کو ترتیب دے کر اور منگلا ڈیم توسیع کے نقصانات اور متاثرین کے پرابلم کے حوالے سے تحقیقاتی مضامین ترتیب دے کر اسے ایک تاریخی دستاویزات کی شکل دی ہے جو کسی قسم کی قانون خلاف ورزی نہیں ہے۔ کشمیر کلب کے چیئرمین محمد رفیق خواجہ نے بتایا کہ ہم عید کے فوراً بعد کشمیر انٹرنیشنل فرینڈ شپ کلب کے پلیٹ فارم سے میرپور میں ایک بڑی قومی کانفرنس کا اہتمام کریں گے اور حکمرانوں کے غیر جمہوری ہتھکنڈوں اور ان کے کالے کرتوتوں کو بے نقاب کریں گے۔

”منگلا ڈیم توسیع خطرناک منصوبہ“ پر پابندی قابل مذمت ہے

چکسواری (نمائندہ خصوصی) انٹی توسیع کمیٹی کے مرکزی ترجمان عارف چوہدری، یاسر ممتاز مرکزی چیف آرگنائزر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ نے کہا کہ ”منگلا ڈیم توسیع خطرناک منصوبہ“ پر پابندی غیر قانونی ہے حکومت ضد ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر رہی ہے کتاب اخباری تراشوں کا مجموعہ ہے ایسے گھٹیا اقدامات سے تحریک کو نہیں دبایا جائے گا کتاب پر پابندی ختم کی جائے۔

مظفرآباد انتظامیہ کے بک سٹالوں پر چھاپے، متنازعہ کتاب کی کاپیاں ضبط کر لیں

ڈپٹی کمشنر کی جانب سے ”منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ“ کے خلاف کارروائی کی سخت ہدایت

مظفرآباد (نمائندہ خبریں) ضلعی انتظامیہ نے سوشل ویلفیئر آفیسر سعید اسد کی کتاب ”منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ“ پر پابندی کے حکومتی فیصلے پر عملدرآمد کرتے ہوئے گزشتہ روز مختلف بک سٹالوں پر چھاپے مارے ... [illegible]

باقی صفحہ 9 بقیہ نمبر 23

بقیہ نمبر 23 چھاپے

کتاب کی کاپیاں حاصل کر کے ضبط کر لیں۔ ڈپٹی کمشنر ڈاکٹر محمود الحسن نے ایک حکم نامے کے ذریعے انتظامی افسران اور متعلقہ حکام کو ہدایت کی ہے کہ بک سٹالوں پر پڑتال کی کارروائی جاری رکھی جائے اور مذکورہ کتاب کی کاپیاں ملنے کی صورت میں فوری طور پر ضبط کی جائیں۔

منگلا ڈیم توسیع منصوبے سے تحریک آزادی پر منفی اثرات مرتب ہوں گے

توسیع منصوبے پر کتاب پر پابندی کا فیصلہ واپس لیا جائے، چوہدری حبیب اللہ مرکزی رہنما جماعت اسلامی

چکسواری (نمائندہ خصوصی) جماعت اسلامی چک سواری کے رہنما چوہدری حبیب اللہ نے ”منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ“ نامی کتاب پر پابندی کا فیصلہ واپس لینے کا مطالبہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ منگلا ڈیم توسیع منصوبہ سراسر ظلم و زیادتی ہے پنجاب کے چند وڈیروں کی زمینیں سیراب کرنے کے لئے ایک لاکھ سے زائد کشمیریوں کو اجاڑا جا رہا ہے۔ صدر مشرف پاکستان کے خلاف کشمیریوں میں نفرت پیدا کر رہے ہیں۔ حکومت پاکستان کے غلط فیصلے تحریک آزادی پر منفی اثرات مرتب کر رہے ہیں۔

نوجوانوں کو جان بوجھ کر تاریخ کشمیر سے نابلد رکھا گیا

کشمیری اپنے خلاف ہونے والی سازشیں کامیاب نہیں ہونے دیں گے: قاضی نفیس احمد

میرپور (نمائندہ خصوصی) کشمیر کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔ نام نہاد کشمیری لیڈروں نے جان بوجھ کر تاریخ کشمیر سے نوجوان نسل کو لاعلم رکھا ہے۔ جب سے منگلا ڈیم کی توسیع کا معاملہ پیدا ہوا ہے پاکستان اور آرمی کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ کشمیری منگلا ڈیم کی توسیع کو اپنے خلاف ایک خطرناک سازش تصور کرتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار جماعت الاسعد کے رہنما مولانا قاضی نفیس احمد نقشبندی مجددی نے کیا۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا قاضی نفیس احمد نے بتایا کہ جو رہنما توسیع کی بات کرتے ہیں۔ وہ اس کے نقصانات اور تاریخ کشمیر سے نابلد ہیں اور وہ مفادات کی پیداوار ہیں لہٰذا کشمیری اپنے خلاف سازش نہیں ہونے دیں گے۔ مولانا قاضی نفیس احمد نے مشہور کشمیری محقق محمد سعید اسعد کو خراج تحسین پیش کیا۔ جنہوں نے کشمیر اور منگلا ڈیم کے موضوع پر کتابیں لکھ کر وقت کشمیری قوم کی رہنمائی کی ہے۔

میرپور ”منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ“ کی تقریب رونمائی 6 نومبر کو منعقد ہوگی

میرپور (بیورو رپورٹ) کشمیر انٹرنیشنل فرینڈ شپ کلب کے زیر اہتمام ممتاز کشمیری محقق اور مصنف محمد سعید اسد کی حالیہ تالیف ”منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ“ کی تقریب رونمائی مورخہ 6 نومبر بروز بدھ بوقت 1 بجے بمقام رویال ہوٹل میرپور میں منعقد ہوگی۔ گزشتہ دو ہفتوں میں کشمیر حلقوں کو زبردست پذیرائی بخشی ہے جس کے باعث کتاب بڑی تیزی سے فروخت ہو رہی ہے یہ بات کتاب کے پبلشر کاشر پبلشرز میرپور کے ایم ڈی محمد رفیق خواجہ نے صحافیوں سے ایک ملاقات میں بتائی۔ رونمائی کی اس تقریب میں جو قومی شخصیات شرکت فرما رہی ہیں ان میں جناب امان اللہ خان چیئرمین جموں کشمیر لبریشن فرنٹ، بیرسٹر سلطان محمود چوہدری صدر پاکستان پیپلز پارٹی آزاد کشمیر، سردار اعجاز افضل امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر، ڈاکٹر فاروق حیدر صدر لبریشن فرنٹ (یاسین ملک گروپ)، شوکت مقبول بٹ صدر نیشنل لبریشن فرنٹ، اظہر شاہ ایڈووکیٹ صدر کشمیر فریڈم موومنٹ، کرنل (ر) وجاہت حسن مرزا چیئرمین تھنکر فورم گلگت بلتستان، فاروق رحمانی، سید یوسف نسیم کنوینر آل پارٹیز حریت کانفرنس، محمود ساغر، علی محمد چاچا سابق وزیر آزاد حکومت، میر خالد محمود صدر میرپور بار، گل زمان راجہ ایڈووکیٹ، ذوالفقار احمد ایڈووکیٹ، عارف چوہدری، جاوید شریف ایڈووکیٹ، ہمایوں زمان مرزا چیئرمین جموں کشمیر ہیومن رائٹس، الحاج اظہر برطانیہ، مرشد ملک ایڈووکیٹ، کامران طارق ایڈووکیٹ، خواجہ پرویز اقبال، سردار نسیم اقبال ایڈووکیٹ، شجاعت کاظمی چیئرمین این ایس ایف، ڈاکٹر توقیر گیلانی چیئرمین ایس ایل ایف اور متحدہ سٹوڈنٹس محاذ سے سابق چیئرمین سردار محمد انور ہوں گے۔

منگلا ڈیم سے متعلق کتاب پر پابندی ختم کی جائے: احتشام الحق

چک سواری، دھانگری شریف (نامہ نگاران) منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ پر کتاب کی تقریب رونمائی روکنا عوام کی زبان بندی ... [illegible] ... کتابوں پر پابندی کا مقصد کشمیریوں کی قربانیوں بھری تاریخ مسخ کرنے کی گھناؤنی سازش ہے ایسی تاریخی کتابیں قومی ورثہ ہوتی ہیں اور ان کو ضبط کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کشمیر کی تاریخ مٹانے کے درپے ہے لیکن ہم ہر سازش کا بھرپور جواب دیں گے ... ہوئے منگلا ڈیم کی کتاب پر پابندی فوری طور پر ختم کرے ان خیالات کا اظہار پیپلز نیشنل پارٹی پی این پی کے مقامی صدر احتشام الحق خواجہ نے ایک اجلاس سے خطاب کے دوران کیا انہوں نے کہا کہ منگلا قلعہ پر صدر مشرف کی آمد سے لے کر اب تک فتح کی حفاظت کے لئے فوجی دستے تعینات کئے گئے ہیں اور سیاحت کے لئے آنے والے غیر ملکی سیاحوں کو بھی نہیں جانے دیا جاتا جس سے قوم کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

سعید اسد پر تشدد قابل مذمت ہے، مشترکہ بیان

چناری (نمائندہ خصوصی) ... [illegible] ... کی کتاب ”منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ“ پر ... پابندی کی زیادتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار ... [illegible] ... ساتی نے اپنے ایک تحریری بیان میں کیا اور کہا کہ مصنف اصل حقائق کو سامنے لایا ہے اس سے قبل بھی سعید اسد کی تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے تصنیف ... پر پابندی لگائی گئی تھی اب انہیں پابند سلاسل کیا گیا اور ان پر تشدد بھی کیا گیا جو قابل مذمت ہے۔

سعید اسد کی گرفتاری سے حکمرانوں کی بوکھلاہٹ واضح ہو گئی، افضال سلہریا

مظفرآباد (وقائع نگار خصوصی) جموں و کشمیر سٹوڈنٹ لبریشن فرنٹ کے مرکزی وائس چیئرمین میر افضال سلہریا نے کہا ہے کہ کتاب اور منگلا ڈیم خطرناک توسیع منصوبہ کی تقریب رونمائی کے دوران چھاپے اور سعید اسد کی گرفتاری بدترین ہتھکنڈہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ سعید اسد کشمیری نوجوانوں کے شعور کی دولت میں اضافہ ... [illegible] ... ہتھکنڈوں سے آزاد کشمیر کی پرامن فضا کو خراب کر کے غیر ملکی استعماری طاقتیں اپنے مفادات حاصل کر رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ محب وطن کشمیری منگلا توسیع کے منصوبے کو کبھی بھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان منگلا کو اپنی جاگیر سمجھ بیٹھی ہے۔

"منگلاڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" نامی کتاب کا مصنف گرفتار

کتاب کی کاپیاں ضبط کرلی گئیں ناشر کی گرفتاری کیلئے چھاپے تقریب رونمائی سے روک دیا

سعید اسد کی قبل ازیں "شعور فردا" پر پابندی عائد کردی گئی جو مقبول بٹ کے خطوط پر مشتمل تھی

اسلام گڑھ/میرپور (بیورو رپورٹ + نمائندہ خبریں) کشمیری مصنف محمد سعید اسد کی دوسری کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" پر پابندی لگا کر کتاب کے مصنف

بقیہ نمبر 20 — مصنف گرفتار

کو گرفتار کر کے ناشر کی گرفتاری کیلئے پولیس نے چھاپے۔ کتاب کی تقریب رونمائی نہ ہو سکی۔ تفصیل کے مطابق کشمیر کے نوجوان قلمکار محمد سعید اسد نے منگلا ڈیم توسیعی کے ... 3 اکتوبر 2002ء کو منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ ... کتاب تقریباً ایک ماہ تک مارکیٹ میں فروخت ہوتی رہی ہے جبکہ کتاب کے مصنف اور پبلشرز نے ... ہوٹل میں تقریب رونمائی منعقد کرنے کے انتظامات مکمل کئے مگر ضلعی انتظامیہ نے کتاب کے مصنف کو گرفتار کرنے کے بعد ہوٹل کا ہال سیل کرنے کے بعد متعدد بک سٹالوں سے کاپیاں ضبط کرلی ہیں جبکہ پولیس تھانہ سٹی میرپور کے ایس ایچ او راجہ اظہر اقبال نے بتایا کہ سٹی کی حدود میں واقع افضل کتاب گھر سے 17 کاپیاں ضبط کی گئی ہیں۔ ایس ایچ او سٹی کے مطابق آزاد کشمیر احتساب بیورو کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہونے پر پائلٹ ہائی سکول کے معلم محمد صدیق کو گرفتار کیا گیا ہے۔

سعید اسد کی کاوش اہم تاریخی دستاویز ہے: آصف اشرف

... (نامہ نگار) ...

بقیہ 5 — آصف اشرف

... کے مستحق ہیں سردار آصف اشرف نے اپنے بیان میں کہا کہ صاحب اسرائے اور اہل علم نے منگلا ڈیم توسیع کے خلاف جو اہم تحریریں ... کتابی شکل میں سامنے لا کر ... کشمیر ...

آزاد کشمیر کو پولیس اسٹیٹ بننے سے بچایا جائے، ارشد محمود ایڈووکیٹ

کتاب کی تقریب رونمائی روکنا ریاستی دہشت گردی ہے: ارشد محمود ملک

میرپور (نمائندہ خبریں) قانون اور آئین کے مطابق ہر شخص کو تقریر و تحریر و اظہار خیال کا حق حاصل ہے۔ ... دفتر سے بغیر تحریری حکم دکھائے اور چھاپے مار کر ضبط کیا۔ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ ضلعی انتظامیہ نے کتاب کی تقریب رونمائی کی انتظامیہ اور پبلشر کو تحریری حکم دکھائے بغیر تقریب سے روک دیا۔ ریاستی دہشت گردی کی بدترین مثال ہے۔ آزاد کشمیر عملاً پولیس سٹیٹ بن گیا ہے حکومت قانون اور آئین کی کھلم کھلا دھجیاں اڑا رہی ہے۔ ان خیالات کا اظہار ارشد محمود ملک ایڈووکیٹ نیپ کے مرکزی رہنما اعجاز نذیر ایڈووکیٹ نیپ برطانیہ کے رہنما چوہدری افتخار ... این ایس ایف کے ڈپٹی چیف آرگنائزر رضوان کرامت، گورنمنٹ کالج کے آرگنائزر عادل چوہدری نے اپنے مشترکہ بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ تقریب سے سابق وزیر اعظم سلطان محمود، اپوزیشن لیڈر آزاد جموں و کشمیر اسمبلی، سابق وزیر قانون اور پیپلز پارٹی کے رہنما علی محمد چاچا ایڈووکیٹ لبریشن لیگ کے صدر جسٹس (ر) عبدالمجید ملک لبریشن فرنٹ کے چیئرمین امان اللہ، عوامی پارٹی کے صدر سردار انور خان ایڈووکیٹ نے خطاب کرنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کتاب میں موجود مواد آرٹیکل اور خبروں کی شکل میں تمام اخبارات میں چھپ چکا ہے اس میں نئی کوئی بات نہ ہے۔

میرپور (نامہ نگار) قانون اور آئین کے مطابق ہر شخص کو تقریر و تحریر اور اظہار خیال کی آزادی حاصل ہے "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" پبلشر خواجہ محمد رفیق کی کتاب کو پولیس نے جس انداز سے مختلف بک ڈپوؤں اور پبلشر کے دفتر سے بغیر تحریری حکم دکھائے اور چھاپے مار کر ضبط کیا اس کی جتنی مذمت کی جائے وہ کم ہے ضلعی انتظامیہ نے کتاب کی تقریب رونمائی کی انتظامیہ اور پبلشر کو تحریری حکم دکھائے بغیر تقریب سے روک کر ریاستی دہشت گردی کی بدترین مثال ... آزاد کشمیر عملاً پولیس سٹیٹ بن گیا ہے قانون اور آئین کی کھلم کھلا دھجیاں حکومت اڑا رہی ہے اظہار خیال پر پابندی لگا کر بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے ان خیالات کا اظہار ارشد محمود ملک ایڈووکیٹ نیپ کے مرکزی رہنما اعجاز نذیر ایڈووکیٹ نیپ برطانیہ کے رہنما چوہدری افتخار ... این ایس ایف کے ڈپٹی چیف آرگنائزر رضوان کرامت گورنمنٹ کالج کے آرگنائزر عادل چوہدری نے اپنے مشترکہ بیان میں کیا انہوں نے کہا کہ تقریب کو عین وقت پر روکنا سیاسی رہنماؤں کی توہین ہے تقریب سے سابق وزیر اعظم سلطان محمود اپوزیشن لیڈر آزاد جموں و کشمیر اسمبلی سابق وزیر قانون اور پیپلز پارٹی کے رہنما علی محمد چاچا ایڈووکیٹ لبریشن لیگ کے صدر جسٹس (ر) عبدالمجید ملک لبریشن فرنٹ کے چیئرمین امان اللہ، نیشنل عوامی پارٹی کے صدر سردار انور خان ایڈووکیٹ نے خطاب کرنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کتاب میں موجود مواد آرٹیکل اور خبروں کی شکل میں تمام اخبارات میں چھپ چکا ہے اس میں نئی کوئی بات نہ کی گئی ہے بلکہ منگلا ڈیم کی توسیع سے ہونے والے نقصانات کو بیان کیا گیا ہے ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اختلاف رائے کرے اور اس کا اظہار مختلف میڈیا کے ذریعے کرے اور اس کا اظہار خیال پر پابندی لگانا بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

"منگلا ڈیم، خطرناک توسیعی منصوبہ" کی تعارفی تقریب روکنا زیادتی ہے

آئین کے مطابق ہر شخص کو تحریر و تقریر کی آزادی ہے: مشترکہ بیان

میرپور (نمائندہ خصوصی) قانون اور آئین کے مطابق ہر شخص کو تقریر و تحریر اور اظہار خیال کی آزادی حاصل ہے۔ منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ پبلشر خواجہ محمد رفیق کی کتاب کو پولیس نے جس انداز سے مختلف بک ڈپوؤں اور پبلشر کے دفتر سے بغیر تحریری حکم دکھائے اور

بقیہ 28 — پابندی

چھاپے مار کر ضبط کیا اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ ضلعی انتظامیہ نے کتاب کی تعارفی تقریب انتظامیہ اور پبلشر کو تحریری حکم دکھائے بغیر روک دی۔ یہ ریاستی دہشت گردی کی بدترین مثال ہے۔ آزاد کشمیر عملاً پولیس سٹیٹ بن گیا ہے۔ حکومت قانون اور آئین کی کھلم کھلا دھجیاں اڑا رہی ہے۔ اظہار خیال پر پابندی لگا کر بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔ ان خیالات کا اظہار ارشد محمود ملک ایڈووکیٹ، نیپ کے مرکزی رہنما اعجاز نذیر ایڈووکیٹ، نیپ برطانیہ کے رہنما چوہدری افتخار، این ایس ایف کے ڈپٹی چیف آرگنائزر رضوان کرامت، گورنمنٹ کالج کے آرگنائزر عادل چوہدری نے اپنے مشترکہ بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ تقریب کو عین وقت پر روکنا سیاسی رہنماؤں کی توہین ہے۔ تقریب سے سابق وزیر اعظم سلطان محمود، اپوزیشن لیڈر آزاد کشمیر اسمبلی، سابق وزیر قانون اور پیپلز پارٹی کے رہنما علی محمد چاچا ایڈووکیٹ، لبریشن لیگ کے صدر جسٹس (ر) عبدالمجید ملک، لبریشن فرنٹ کے چیئرمین امان اللہ، نیشنل عوامی پارٹی کے صدر سردار انور خان ایڈووکیٹ خطاب کرنے والے تھے۔ انہوں نے کہا کہ کتاب میں موجود مواد آرٹیکل اور خبروں کی شکل میں تمام اخبارات میں چھپ چکا ہے۔ اس میں نئی کوئی بات نہیں ہے، نہ ہی ریاست اور پاکستان کے خلاف کوئی بات کی گئی ہے۔ بلکہ منگلا ڈیم کی توسیع سے ہونے والے نقصانات کو بیان کیا گیا ہے۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اختلاف رائے کرے اور اس کا اظہار مختلف ... کے ذریعے کرے۔

توسیعی منصوبہ کے خلاف کتاب پر پابندی اور رائٹر کی گرفتاری حکومتی بوکھلاہٹ کا ثبوت ہے: عارف چوہدری

چکسواری (نمائندہ اوصاف) توسیع منصوبہ کے خلاف کتاب پر پابندی حکومتی بوکھلاہٹ کا کھلا ثبوت ہے ضلعی انتظامیہ کی طرف سے کتابوں کی ضبطگی اور کتاب کے رائٹر سعید اسد کی گرفتاری قابل مذمت ہے پابندیوں سے

بقیہ نمبر — عارف چوہدری

... منگلا توسیع منصوبہ کشمیری عوام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے جس کو کوئی بھی غیرت مند کشمیری قبول نہیں کر سکتا ان خیالات کا اظہار انٹی منگلا ڈیم توسیع کمیٹی کے مرکزی ترجمان عارف چوہدری برطانیہ کمیٹی کے ترجمان ... لبریشن فرنٹ کے ... آرگنائزر ... چوہدری پیپلز پارٹی تحصیل صدر چوہدری فضل حسین ... مسلم کانفرنس کے راجہ حق نواز پیپلز نیشنل پارٹی کے ضلعی صدر خواجہ احتشام چکسواری انجمن تاجران کے صدر منیر حسین ... نے توسیعی منصوبہ کے خلاف سعید اسد کی کتاب منگلا ڈیم توسیع خطرناک منصوبہ کی تقریب رونمائی پر پابندی اور ان کی گرفتاری پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کیا۔

منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ پر پابندی خلاف قانون ہے، رفیق خواجہ

کتاب میں قانون یا پاکستان کے خلاف کوئی بات نہیں لکھی گئی تعارفی تقریب پر پابندی بدترین واقعہ ہے

کتاب پورا مہینہ مارکیٹ میں فروخت ہوتی رہی، عوام نے زبردست پذیرائی بخشی، پبلشرز کی گفتگو

میرپور (بیورو رپورٹ) میرپور پولیس کی جانب سے سعید اسد کی کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ پر بغیر کسی نوٹیفکیشن کے پابندی اور بک سیلروں سے کتابیں اٹھانا خلاف قانون ہے کتاب کی تعارفی تقریب پر پابندی آزاد کشمیر کی تاریخ میں پہلا اور بدترین واقعہ ہے جس کی جتنی بھی مذمت

بقیہ نمبر 9 — رفیق خواجہ

کی جائے کم ہے ان خیالات کا اظہار کتاب کے ناشر کاشر پبلشرز کے ڈائریکٹر محمد رفیق خواجہ نے صحافیوں سے ایک ملاقات میں کیا انہوں نے واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ ہم نے یہ کتاب 3 اکتوبر کو شائع کی ہے اور پورا مہینہ یہ کتاب مارکیٹ میں فروخت ہوتی رہی اور عوام نے بھی اسے زبردست پذیرائی دی ہے اس کتاب کے مصنف نے کوئی خلاف قانون یا ریاست پاکستان کے خلاف کوئی ایسی بات نہیں لکھی صرف قومی اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین کو ترتیب دے کر اور کچھ منگلا ڈیم توسیع کے نقصانات اور متاثرین کے پرابلم کے حوالے سے تحقیقاتی مضامین ترتیب دے کر اسے ایک تاریخی دستاویزات کی شکل دی ہے جو کسی قسم کی قانونی خلاف ورزی نہیں ہے انہوں نے چھ نومبر کو کتاب کی ہونے والی تقریب کے حوالے سے بتایا کہ پانچ نومبر کو پولیس کی ایک بھاری نفری ہمارے دفتری کاشر پبلشرز واقع اسحاق پلازہ میں داخل ہوئی اور بغیر کوئی تحریری نوٹس دیئے ہم سے اور دیگر شہر کے بک سیلروں میں موجود تمام ... اٹھا کر لے گئے اس کے ... بعد پولیس دوبارہ ... دفتر آئی اور تقریب کے پروگرام سے متعلق بتایا کہ ... آپ کسی صورت ... ہونے دیں محمد رفیق خواجہ نے بتایا کہ ہم ... کے بعد کشمیر انٹرنیشنل فرینڈ شپ کلب کے پلیٹ فارم سے میرپور میں ایک بڑی قومی کانفرنس کا اہتمام کریں گے اور حکمرانوں کے غیر جمہوری ہتھکنڈوں اور ان کے کالے کرتوتوں کو بے نقاب کریں گے۔

منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ نامی کتاب پر پابندی لگائی جائے: لطیف طاہر

راولپنڈی (نوائے وقت رپورٹ) جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے سینئر نائب صدر راجہ لطیف طاہر نے کہا ہے کہ شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ ان کے مشن کی تکمیل سے ہوتا ہے۔ منگلا ڈیم توسیع منصوبہ نامی کتاب پر پابندی غیر ضروری ہے گزشتہ روز اسلام آباد کے ہوٹل میں منعقدہ تحریک آزادی میں مہاجرین نے کردار کانفرنس میں شرکت کے بعد یہاں راولپنڈی میں مختلف وفود سے بات چیت کر رہے تھے راجہ لطیف طاہر نے کہا کہ کانفرنس میں جماعتی حریت کانفرنس آزاد کشمیر شاخ کے کنوینر سید یوسف نسیم کی جانب سے حریت کانفرنس کے دائرہ کار کو وسیع کرنے کا اعلان حریت کانفرنس کو تقویت پہنچائے جبکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ مہاجرین جموں کشمیر مقیم پاکستان آزاد کشمیر اور لداخ کی نمائندگی کشمیریوں کا حقیقی معنوں میں نمائندہ پلیٹ فارم بن جائے گا۔

منگلا توسیع کی بجائے کالا باغ ڈیم بنایا جائے کشمیری بکرا نہیں بنیں گے: جاوید چودھری

متاثرین پہلے ہی دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں ظلم کا ایک نیا دور شروع ہونے والا ہے

سعید اسعد کی گرفتاری قابل مذمت ہے حکومت منفی اقدامات سے نفرت پھیلا رہی ہے

برطانیہ (نمائندہ خبریں) کشمیری اپنے بنیادی حق خودارادیت کی خاطر 1930ء سے مسلسل قربانیاں دیتے چلے آ رہے ہیں کشمیریوں کی تحریک آزادی آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ پاکستانی حکومت نے بھی ابھی مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے ٹھوس حکمت عملی نہیں اپنائی۔ جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ تحصیل ... کے صدر جاوید اقبال چوہدری نے ممتاز کشمیری دانشور سعید اسعد کی گرفتاری کی پرزور مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ آزاد کشمیر کی انتظامیہ اس طرح کے اقدامات کر کے عوام میں نفرت پھیلا رہے ہیں۔ کشمیریوں کے ساتھ ہر دور میں ظلم ہوا ہے۔ متاثرین منگلا ڈیم پہلے ہی دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اب ایک بار پھر منگلا توسیع منصوبے کے تحت ظلم کا ایک نیا دور شروع ہونے والا ہے کالا باغ ڈیم کی تعمیر وقت کی اہم ضرورت ہے لیکن چونکہ وہاں مزاحمت ہوتی ہے ہمیشہ کشمیریوں کو ہی قربانی کا بکرا بننا پڑتا ہے۔

سعید کی کتاب ملکی سالمیت کے خلاف نہیں، پابندی قابل مذمت ہے: ذوالفقار راجہ

مری سے ایک فون کال آنے کے بعد منگلا ڈیم سے متعلق کتاب پر پابندی لگادی گئی

واپڈا والے ایک لاکھ انسانوں کو بے گھر کر رہے ہیں، نتائج انتہائی بھیانک ہوں گے

میرپور (نامہ نگار) ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن میرپور کے سابق صدر ذوالفقار احمد راجہ ایڈووکیٹ نے کہا ہے کہ منگلا ڈیم توسیع خطرناک منصوبہ کتاب پر پابندی کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے 82 ہزار کشمیریوں نے جموں کشمیر کی آزادی کیلئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے اور اب صرف بھارت ہی نہیں بلکہ دنیا کی کوئی طاقت بھی کشمیریوں کو آزادی حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی اور نہ ہی خرید سکتی ہے ان خیالات کا اظہار انہوں نے ایک اخباری بیان میں کیا ہے انہوں نے کہا کہ منگلا ڈیم کی توسیع کا مسئلہ صرف میرپور کے عوام کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری کشمیری قوم اور پوری دنیا کے مظلوم، بے اور بسے ہوئے عوام کا مسئلہ ہے اس سے قومی مفادات کی نہیں بلکہ ذاتی تجوریاں بھرنے کی سازش نظر آ رہی ہے واپڈا والے ایک لاکھ سے زیادہ انسانوں کو بے گھر کر رہے ہیں حالانکہ ان کے متبادل حل موجود ہیں لیکن ہماری بات نہ ہی سننے اور نہ ہی سمجھنے کیلئے کوئی تیار ہے جو ظلم ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کے نتائج انتہائی بھیانک ہوں گے انہوں نے کہا کہ سعید اسد کی جس کتاب پر پابندی لگائی گئی ہے وہ نہ ہی مملکت پاکستان کے استحکام اور سالمیت کے خلاف ہے اور نہ ہی ملکی آئین اور قانون کے خلاف ہے محض مری سے ایک فون کال پر عوامی رائے پر پابندی لگانا انسانی جمہوری اصولوں کے خلاف ہے ہم ایسے اقدامات کی مذمت کرتے ہیں۔

"سعید اسد کی کتاب پر پابندی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے"

تحریر و تقریر پر پابندی سے میرپور کی عوام کی آواز دبائی نہیں جاسکتی، لبریشن فرنٹ

اسلام گڑھ (نمائندہ خبریں) سعید اسد کی کتاب پر پابندی حکومت کی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔ کتاب پر پابندی سے میرپور کے عوام کی آواز کو نہیں دبایا جا سکتا۔ ان خیالات کا اظہار جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے زونل صدر سردار آفتاب احمد خان اور زونل پبلسٹی سیکرٹری ... کے شائع کیا۔ انہوں نے کہا کہ مصنف نے اپنی کتاب میں میرپور کے عوام کے جذبات کی ترجمانی کی ہے لیکن تقریب رونمائی سے ایک دن قبل پولیس نے ذریعے کتابیں ضبط کرنا اور پابندی لگانے سے آزادی تحریر و تقریر اور انسانی حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

روزنامہ الاخبار — Daily AL-AKHBAR — اسلام آباد

پیر 5 رمضان المبارک 1423ھ 11 نومبر 2002ء 27 کاتک 2059ب

منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" کے منصف سعید اسعد رہا

ضلعی انتظامیہ میرپور نے مصنف کو مذاکرات کے بہانے بلا کر ضلع بدر کر کے نظر بند کر دیا تھا

حکومت تعارفی تقریب کو روک کر آزاد کشمیر کی "آزاد حیثیت کو خود بے نقاب کر رہی ہے' سعید اسعد

راولاکوٹ (بیورو رپورٹ) "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" کے مولف ممتاز کشمیری محقق محمد سعید اسعد کو ضلعی انتظامیہ میرپور نے ضلع بدر کرنے اور دو روز تک نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا مصنف کی نظر بندی ان کی مایہ ناز تالیف منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کی تقریب رونمائی کا پروگرام روکنے کے لئے عمل میں لائی گئی تھی ضلعی انتظامیہ میرپور نے مصنف کو مذاکرات کے بہانے بلا کر ضلع بدر کر کے نظر بند کئے رکھا جس کے سبب تقریب ملتوی کرنا پڑی گزشتہ روز رہائی کے بعد مصنف نے خبر رساں نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت آزاد کشمیر نے ان کی کتاب "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" کی تعارفی تقریب روک کر آزاد کشمیر کی آزاد حیثیت کو خود ہی بے نقاب کر دیا ہے [illegible] آزاد کشمیر کی آزاد حیثیت بھی سامنے آ گئی ہے۔

DAILY KHABRAIN — روزنامہ خبریں

ABC CERTIFIED

چیف ایڈیٹر ضیا شاہد

پیر 5 رمضان المبارک 1423ھ 11 نومبر 2002ء 26 کاتک 2059ب

منگلا توسیع بارے متنازعہ کتاب کے لکھاری کی رہائی' جدوجہد جاری رکھوں گا سعید اسعد

میری کتاب کی تقریب رونمائی روک کر حکومت نے آزاد کشمیر کی آزاد حیثیت کو بے نقاب کر دیا صحافیوں سے گفتگو

راولاکوٹ (نمائندہ خبریں) "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" کے مولف ممتاز کشمیری محقق محمد سعید اسعد کو ضلعی انتظامیہ میرپور نے ضلع بدر کرنے اور دو روز تک نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ مصنف کی نظر بندی ان کی مایہ ناز تالیف منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کی تقریب

بقیہ صفحہ 9 بقیہ نمبر 31

بقیہ نمبر 31 — سعید / رہائی

رونمائی کا پروگرام روکنے کے لیے عمل میں لائی گئی۔ گزشتہ روز رہائی کے بعد مصنف نے اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت آزاد کشمیر نے ان کی کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کی تعارفی تقریب روک کر آزاد کشمیر کی آزاد حیثیت کو خود ہی بے نقاب کر دیا ہے۔ آزاد کشمیر کی تاریخ کا انوکھا اور بدترین واقعہ ہے۔ [illegible] جدوجہد جاری رکھیں گے۔

NATIONAL

DAILY NAWA-I-WAQT — RAWALPINDI — ISLAMABAD — روزنامہ نوائے وقت

راولپنڈی / اسلام آباد

3 | سوموار 5 رمضان 1423ھ 11 نومبر 2002ء 26 کاتک 2059ب

حکومت نے "منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ" کے مصنف کو رہا کر دیا

"آزاد کشمیر" کی "آزاد" حیثیت بے نقاب ہو گئی، قلمی محاذ پر فکری جدوجہد جاری رکھوں گا: سعید اسعد

راولاکوٹ (نامہ نگار) منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کے مولف ممتاز کشمیری محقق محمد سعید اسعد کو ضلعی انتظامیہ میرپور نے ضلع بدر کرنے اور دو روز تک نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ گزشتہ روز رہائی کے بعد مصنف نے اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت آزاد کشمیر نے ان کی کتاب منگلا ڈیم خطرناک توسیعی منصوبہ کی تعارفی تقریب روک کر آزاد کشمیر کی آزاد حیثیت کو خود ہی بے نقاب کر دیا ہے [illegible]

سعید اسعد — صفحہ 10 بقیہ 28

بقیہ 28 — سعید اسعد

[illegible] انہوں نے کہا کہ حکومت کے اس اقدام سے واضح ہو گیا ہے کہ منگلا ڈیم کی توسیع کا منصوبہ [illegible] انہوں نے کتاب پر پابندی کے اقدام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ [illegible] قلمی محاذ پر تحقیق کے ذریعے فکری جدوجہد جاری رکھیں گے۔



Arshad Book Sellers

ALLAMA IQBAL ROAD, CHOWK SHAHEEDAN, MIRPUR AZAD KASHMIR

☎ 058610 42327 / 49522

Ref No.________

Date 10/2002

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب منگلا ڈیم ہزاروں سال پرانی تہذیب کا مدفن
بمورخہ $\frac{10}{2002}$ کو ارشد بک سیلرز سے مقامی انتظامیہ نے ضبط
کر لی تھی۔

ARSHAD
BOOK SELLERS
Chowk Shaheedan Mirpur A.K
Ph 058610-42327



AL - FAZAL KITAB GHAR

PUBLISHERS, BOOK SELLERS, STATIONERS &
GENERAL ORDER SUPPLIERS

5/B-2, ALLAMA IQBAL ROAD, MIRPUR (A.K) PHONE: (0642) 3517 - 4218

Ref No

Dated 31-12-2001

الفضل کتاب گھر کو تصدیق دی جاتی ہے کہ مجلس انتظامیہ میرپور نے الفضل کتاب گھر
میرپور سے کتاب منگلا ڈیم ہزاروں سال پرانی تہذیب کا مدفن تعداد 17 عدد کتب ضبط کر لی تھیں۔

AL-FZAL KITAB GHAR
5-B-2 ALLAMA IQBAL ROAD
MIRPUR (A.K.)
PH 43517-44218

شجاعت کاظمی مرکزی صدر این ایس ایف

منگلا ڈیم ...... خوفناک توسیعی منصوبہ اور این ایس ایف کی احتجاجی تحریک

عزم و استقلال اور جرأت و ہمت کی ایمان افروز کہانی

جموں کشمیر نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن نے اپنے قیام سے لے کر آج تک ہر ظالم و جابر کے عہد میں وطنِ عزیز جموں کشمیر کی عزت و حرمت اور آزادی و خودمختاری کے لیے آوازِ حق بلند کی۔ پاکستان کے کشمیر دشمن حکمرانوں، بیوروکریسی اور پالیسی سازوں کے خطرناک عزائم کو نہ صرف عوام کے سامنے بے نقاب کیا بلکہ کشمیریوں کیلیے فکر و عمل کی درست سمت کا تعین بھی کیا۔ این ایس ایف نے پاکستان کے ظالمانہ اور جابرانہ ہتھکنڈوں کا ہر دور میں مقابلہ کیا اور اس راستے میں پیش آنے والی مشکلات کا سینہ تان کر مقابلہ کیا اور جہاں جہاں ضرورت پڑی جان و مال کی قربانیاں بھی پیش کیں۔ کشمیریوں کے وسائل کشمیریوں کے قبضے میں دینے کی بات ہو، وزارت امورِ کشمیر کو توڑنے کی بات ہو، کشمیر پراپرٹی کشمیریوں کو دینے کی بات ہو، گلگت بلتستان کو آزاد کشمیر سے ملانے کی بات ہو، منگلا ڈیم کی رائلٹی اور منگلا ڈیم کی ملکیت کشمیریوں کے سپرد کرنے کی بات ہو، تاریخ گواہ ہے کہ این ایس ایف نے ہر دور میں اپنی جدوجہد جاری رکھی اور کشمیر کی نئی نسل کو بیدار رہنے کا پیغام دیا۔ پاکستان کے بدقماش فوجی حکمرانوں نے ملکی خزانے کو لوٹنے اور اپنے پیٹ بھرنے کے لیے جب سے منگلا ڈیم کے خوف ناک توسیعی منصوبے کا اعلان کر رکھا ہے، تب سے این ایس ایف اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں این ایس ایف نے آزاد کشمیر بھر میں بہت سے احتجاجی مظاہرے، جلسے جلوس اور ریلیوں کا انعقاد کیا۔ این ایس ایف اور نیپ کا منگلا ڈیم توسیع کے خلاف احتجاج کا سلسلہ 30 اگست 2002 کو ہجیرہ میں ہونے والی احتجاجی ریلی سے شروع ہوا۔ یہ ایک عظیم الشان ریلی تھی جس میں اس توسیعی منصوبے کے خلاف بھرپور احتجاج کیا گیا۔ بعدازاں نیپ نے آزاد کشمیر کے مختلف اضلاع میں ڈیم کی توسیع کے خلاف ہفتہ احتجاج منایا اور مظفرآباد، باغ، راولاکوٹ اور کوٹلی میں زبردست احتجاجی ریلیاں منعقد کیں۔ احتجاجی ریلیوں کا یہ سلسلہ 4 اکتوبر تک ڈڈیال سے میرپور تک لانگ مارچ کی صورت میں اختتام پذیر ہوا۔

اسی دوران پاکستان کے فوجی آمر جنرل پرویز مشرف نے 30 ستمبر 2002 کو منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کے افتتاح کا پروگرام بنایا۔ 30 ستمبر کو میرپور میں کرفیو لگا کر سنگینوں کے زور سے توسیعی منصوبے کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اسی روز منگلا ڈیم اینٹی توسیع کمیٹی کی کال پر میرپور میں زبردست احتجاجی مظاہرہ ہوا جس میں مختلف سیاسی جماعتوں اور طلباء تنظیموں نے شرکت کی۔ مظاہرے میں شریک ہونے والوں کے خلاف، پولیس انتظامیہ نے زبردست لاٹھی چارج کیا۔ آنسو گیس کے گولوں اور گولیوں کے زور پر بہت سے مظاہرین کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان گرفتار شدگان میں نیپ کے مرکزی سیکرٹری جنرل علی زمان راجہ، این ایس ایف کے سابق چیف آرگنائزر صغیر چوہدری اور مرکزی ڈپٹی چیف آرگنائزر رضوان کرامت شامل تھے۔ اینٹی توسیع کمیٹی کے مرکزی ترجمان عارف چوہدری سمیت 30 افراد گرفتار ہوئے۔ ان گرفتاریوں کے بعد احتجاجی تحریک نے ایک نئی صورت اختیار کر لی۔ آزاد کشمیر بھر میں ان گرفتاریوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ نیپ اور این ایس ایف نے بھرپور احتجاجی تحریک چلائی۔ اس سلسلے میں مظفرآباد میں حسب ذیل احتجاجی پروگرام ترتیب دیئے گئے۔

7/اکتوبر۔ اسیران میرپور کی رہائی کے لیے پرامن احتجاجی ریلی

8/اکتوبر۔۔۔ احتجاجی جلوس

9/اکتوبر........ تعلیمی اداروں میں سیاہ پٹیاں باندھ کر یوم احتجاج منایا گیا

10/اکتوبر .... اولڈ سیکرٹریٹ مظفرآباد میں سنٹرل پریس کلب کے سامنے بھوک ہڑتالی کیمپ لگایا گیا۔

12/اکتوبر ...... شہر کی گلیوں میں اور اپر اڈہ سے عزیز چوک تک پرامن احتجاجی مظاہرہ ہوا۔

14/اکتوبر..... پرامن احتجاجی مظاہرہ جس میں 15 اکتوبر کو پہیہ جام ہڑتال کی دھمکی دی گئی۔

15/اکتوبر .... شہر کی مختلف سڑکوں پر پہیہ جام ہڑتال کو کامیاب بنایا گیا جس میں متعدد جگہوں پر لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے ذریعے پولیس سے تصادم ہوا۔ اسی روز یونیورسٹی کے سامنے احتجاجی مظاہرے کے دوران راقم کی گرفتاری عمل میں لائی گئی اور شدید تشدد ہوا۔

15 اکتوبر 2002 کو مظفرآباد کے گلی کوچوں اور سڑکوں پر طلباء کے احتجاج کو روکنے کے لیے پولیس انتظامیہ نے جو شرمناک اور وحشیانہ کھیل کھیلا وہ

منگلا ڈیم کی احتجاجی تحریک میں ایک یادگار دن کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ راقم الحروف اور میرے دیگر ساتھیوں کو جس وحشیانہ جبر و تشدد کا نشانہ بنایا گیا اسے لفظوں میں بیان کرنا میرے لیے شاید ممکن نہ ہو۔ مجھے احساس ہے میں لکھنے کے فن سے نابلد ہونے کے باعث شاید ان دردناک لمحوں اور بھیانک رویّوں کو الفاظ کا مناسب جامہ نہ پہنا سکوں گا۔ مگر اتنا جانتا ہوں کہ اس روز وحشت و بربریت کی انتہا کر دی گئی۔ اخلاقیات کا قتل ہوا قانون اور انصاف کی دھجیاں بکھیر دی گئیں انسانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہوا۔ آزاد کشمیر یونیورسٹی کے پرامن اور مقدس تعلیمی ماحول کو بہیمانہ انداز میں پامال کیا گیا۔ یونیورسٹی کے دروازے کو بلا اجازت پولیس کی بھاری نفری نے نہ صرف پھلانگا بلکہ اندر داخل ہو کر نہ صرف آنسو گیس کا بے پناہ استعمال کیا گیا بلکہ آزادانہ فائرنگ بھی کی گئی۔ جس سے جامعہ کے اندر زیر تعلیم طلباء و طالبات اور اساتذہ بری طرح متاثر اور خوف و ہراس کا شکار ہوئے اور یہ سب قانون کے محافظوں کے ہاتھوں ہوا۔ اسی دوران راقم پر پولیس کی بھاری نفری پل پڑی اور لاتوں، مکوں، ڈنڈوں اور رائفلوں کے بٹوں کی بارش کر دی۔ تھوڑی سی مزاحمت کے بعد راقم بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آنے پر احساس ہوا کہ گھسیٹا جا رہا ہے۔ وہ لوگ گھسیٹتے ہوئے یونیورسٹی کی حدود سے باہر لیکر آئے مگر شاید ابھی ان کے آقاؤں کے احکامات پر پوری طرح عمل نہ ہو پایا تھا۔ یونہی گھسیٹتے ہوئے واپس یونیورسٹی کے احاطے میں آئے راقم اپنے حوصلوں کو مجتمع کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ جہاں سے گرفتار کیا گیا تھا وہاں تک لے گئے۔ راقم خون میں لت پت تھا۔ سارے جسم پر چوٹیں آ چکی تھیں۔ قمیض پھٹ چکی تھی۔ اب شاید یونیورسٹی کے طلباء و طالبات کو خوف زدہ کرنے کے لیے راقم کو دوبارہ یونیورسٹی لایا گیا تھا۔ راقم کی نظریں مختلف شعبہ جات کے کلاس رومز اور لائبریریوں کی کھڑکیوں سے خوف زدہ اور سہمی ہوئی آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں۔

طلباء بے بس تھے، طالبات رو رہی تھیں۔ ان کے سامنے نہ صرف جامعہ کے تقدس کا قتل ہو رہا تھا بلکہ ان کے ایک ساتھی طالب علم کو ان کے لیے نشان عبرت بنایا جا رہا تھا۔ جیسے یہ پیغام دیا جا رہا ہو کہ ''دیکھو! حق بات کہنے کی کیا قیمت چکانا پڑتی ہے .... مگر راقم اپنی جگہ پر سکون بھی تھا اور مطمئن بھی۔ اس لیے کہ دھرتی کا حق ادا کر رہا تھا۔ اور اس لیے بھی کہ راقم کو دیکھنے والے نوجوان یہ ضرور جانتے تھے کہ میرا جرم کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مجھ پر روا رکھے جانے والے وحشیانہ تشدد کے عینی شاہد وہ معصوم طالب علم اگرچہ میرے ساتھ آواز حق بلند نہ کر سکے مگر ان کے دلوں میں اس ریاستی دہشت گردی اور حکمرانوں اور انتظامیہ کے ظلم پر ان کے خلاف نفرت ضرور پیدا ہوئی ہو گی۔ شاید کچھ نوجوان ایسے بھی ہوئے ہوں جن کے دلوں میں پولیس کے درجنوں سپاہیوں کے نرغے میں ایک کمزور اور نحیف جاں نوجوان، خون میں لت پت، سینہ تانے چلتے دیکھ کر حق بات کہنے کے حوصلے نے سر اٹھایا ہو۔ بغاوت نے جنم لیا ہو...... قصہ مختصر مجھے گرفتار کر کے پولیس تھانہ سٹی مظفر آباد کی حوالات میں دھکیل دیا گیا...... شام دیر تک مرہم پٹی یا دیگر میڈیکل ٹریٹمنٹ تو در کنار، منہ تک نہ دھلایا گیا۔ کچھ زخموں سے خون مسلسل بہتا رہا۔ شام کو ڈی سی سے بات کر کے کچھ دوست احباب نے میڈیکل ٹریٹمنٹ کا بندوبست کروایا۔ میرا بایاں بازو شانے کے قریب سے اور دایاں فریکچر ہو چکا تھا۔ جبکہ میں آنکھ کے قریب شدید زخم آنے سے نظر سے محروم ہو چکا تھا۔ کافی عرصہ تک زیر علاج رہنے کے بعد جب صورت حال واضح ہوئی تو آنکھ کی پتلی مسلز کے ٹوٹ جانے سے پھیل چکی ہے۔ جس کا ڈاکٹرز نے مزید علاج سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ اب ٹھیک نہیں ہو گی۔ ملاقاتوں پر پابندی لگا دی گئی۔ اس دوران ایس ایچ او تھانہ سردار بشیر کا غیر انسانی رویہ برداشت کرنا پڑا۔ جو بات ہی ڈنڈوں اور گالم گلوچ سے کرتا تھا۔ مزید چھاپوں کے دوران دو دیگر ساتھیوں، لال حسین اور علی زمان کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ یوں رات تک ہم تین ساتھی دھرتی ماں ''کشمیر سے محبت کے جرم میں پس زندان تھے۔ جوں توں کر کے رات گزاری۔ صبح ابھی اذانیں ہو رہی تھیں [illegible] نذیر قریشی اور مرزا شجاعت تاتاری کو بھی گھر گھر چھاپوں کے دوران گرفتار کر لیا گیا۔ 15 اکتوبر کا دن پھر رات بھر اور 16 اکتوبر کا تمام دن این ایس ایف کے کارکنوں اور راہنماؤں کی گرفتاریوں کے لیے گھر گھر چھاپوں کا سلسلہ جاری رہا۔ 16 اکتوبر سے جامعہ کشمیر مظفر آباد میں متحدہ طلباء محاذ نے اس وحشیانہ تشدد کے خلاف احتجاجاً کلاسز کا بائیکاٹ شروع کر دیا اور ایک پمفلٹ شائع کر کے تقسیم کیا۔

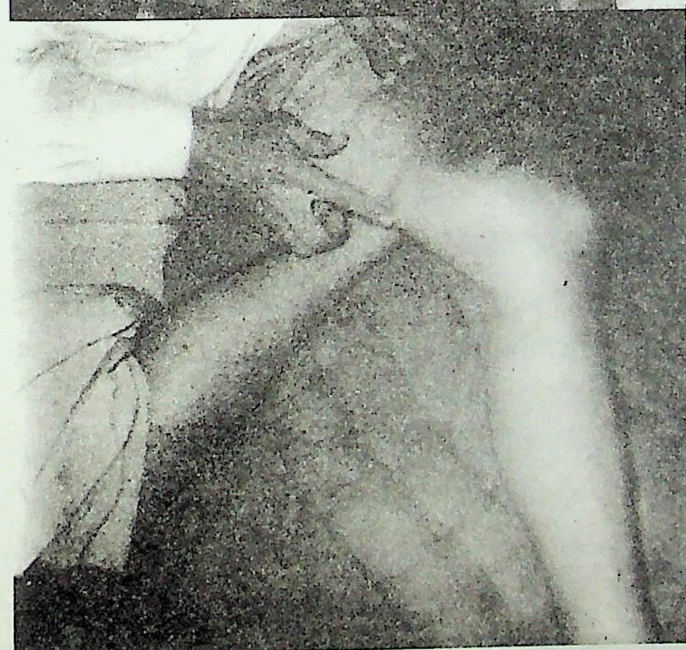
تشدد کی جو کہانی اوپر بیان کی گئی وہ مکمل نہیں۔ اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ وہ لمحات تھے جب 16 اکتوبر کی صبح کو ہم پانچوں ساتھیوں کو ایس ایچ او سردار بشیر نے وحشت و بربریت کا نشانہ بنایا اور ہمارے سیاسی ہی نہیں انسانی حقوق کو بھی بُری طرح پامال کیا۔ حالانکہ اس کالے قانون کے حوالے سے بھی ہم لوگ سیاسی قیدی تھے اور ہمارے ساتھ اس طرح کا عمل غیر قانونی تھا مگر شاید سردار بشیر کے اوپر بیٹھے اس کے آقاؤں کے احکامات کچھ اور تھے اور اس وحشی انسان کے وحشی پن میں اس کی نوکری کی فائل کو حکمرانوں کے سامنے پر اثر بنانے، ادھر اُدھر پوسٹنگ کے خدشے سے محفوظ کرنے اور ترقی پانے کے احساس نے اور بھی اضافہ کر دیا تھا۔ شجاعت علی تاتاری (پروفیسر خلیق صاحب کا بیٹا) کے پاؤں ننگے کر کے اس کے تلووں کو چھڑیوں سے پیٹا گیا۔ اسی طرح نذیر قریشی، لال حسین اور علی زمان پر بھی باری باری شدید تشدد کیا گیا۔ اس عمل کے بعد ان ساتھیوں کو بھی حوالات میں اکٹھا کر کے اور کچھ دیگر حوالاتیوں جن میں سے کچھ معصوم ناکردہ گناہ میں پولیس

کے ہتھے چڑھے ہوئے تھے اور کچھ عادی مجرمان تھے سب کو حوالات لا کر میرے سامنے تشدد کیا گیا اور آخر میں اب میری باری تھی۔ سردار بشیر آگ بگولا تھا اور زبان سے گالیوں کا ایک طوفان بھرپا کر رہا تھا پھر اس نے انتہائی وحشیانہ انداز میں حوالات کے اندر مجھ پر تشدد کیا۔ اور ساتھ ساتھ سیاست سے باز آجانے اور آئندہ اس سے بھی بڑھ کر تشدد کی دھمکیاں دے رہا تھا۔

دریں اثناء مزید ساتھیوں کی گرفتاری کے لیے چھاپے مارے جاتے رہے اور اس عمل میں گھروں کی دیواریں پھلانگ کر پولیس کی بھاری نفری گھروں میں گھستی رہی اور چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ پروفیسر خلیق اور ان کے گھرانے کے ساتھ پیش آیا۔ 16 اکتوبر کی صبح جب سورج رات کی تاریکیوں سے طلوع ہو کر صبح لانے جا رہا تھا مگر اس بدقسمت ریاست کے حکمرانوں کے پالتو رکھوالے اپنے عمل میں اس روشنی کو اندھیرے میں بدل رہے تھے۔ پروفیسر صاحب کے گھر کی دیواریں پھلانگ کر پولیس اندر داخل ہوئی، ان کے ساتھ بدتمیزی کی اور شجاعت (پروفیسر صاحب کے بیٹے) کو وہیں گرفتار کرتے ہوئے اس کے گھرانے کے افراد کے سامنے تشدد کا نشانہ بنایا۔ اس طرح راجہ صبا (ضلعی چیئرمین این ایس ایف مظفرآباد) کی گرفتاری کے لیے چھاپے کے دوران ان کے والد بزرگوار راجہ عبدالحسین اور بھائیوں کے ساتھ بدتمیزی سے سلوک کیا گیا۔ یہ سارا عمل تین دن تک رات دن جاری رہا اور سجاد جگوال، عاطف سلہریا، احسن کاظمی، نسیم مغل، اورنگزیب، ذوالفقار بٹ، ضمیر لون، شہزاد شاہ، ذوالفقار بیگ، فیضان شاہ، عابد خواجہ، محبوب شاہ، کامران بیگ، وقار عباسی اور دیگر این ایس ایف کے کارکنوں کے گھروں میں گھس کر طوفان بدتمیزی لایا گیا۔ اور ان نوجوانوں کے والدین اور عزیز و اقارب کو ڈرایا دھمکایا گیا۔ پورے شہر میں خوف و ہراس کی کیفیت پیدا کر دی گئی۔ پولیس کی اس قدر بھاری نفری شہر بھر میں تعینات تھی کہ کرفیو کی سی صورت تھی۔ ہر طرف بندوقیں اور ڈنڈے اٹھائے ہوئے پولیس گھوم رہی تھی۔ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج مظفرآباد اور آزاد جموں کشمیر یونیورسٹی کو غیر معینہ مدت کے لیے بند کر دیا گیا۔

اس ظالمانہ عمل کے خلاف اور اسیران میرپور کے ساتھ ساتھ اسیران مظفرآباد کی رہائی کے لیے آزاد کشمیر بھر میں این ایس ایف اور نیپ نے احتجاجی مظاہرے کیے۔ مظفرآباد شہر کے علاوہ گھڑی دوپٹہ میں روڈ بلاک کر کے احتجاج کیا گیا۔ اور گرفتار شدگان کی غیر مشروط رہائی کا مطالبہ رکھا گیا جبکہ باغ، راولاکوٹ ہجیرہ، کوٹلی، ڈڈیال، اور میرپور میں بھی احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر عوامی ردعمل اور این ایس ایف کے کارکنوں کے شدید احتجاج کے پیش نظر 18 اکتوبر کو اسیران مظفرآباد جبکہ 26 اکتوبر کو اسیران میرپور کی رہائی عمل میں آئی۔

شجاعت کاظمی پر پولیس تشدد



منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ اور ایس ایل ایف کا نقطۂ نظر و کردار

سردار عثمان نذیر
پوسٹ گریجویٹ کالج
راولاکوٹ

ایس۔ ایل۔ ایف کا تعارف

ایس۔ ایل۔ ایف جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کا طلباء ونگ ہے۔ ایس ایل ایف کی بنیاد مادرِ وطن کی مکمل خودمختاری و مکمل آزادی کے قیام اور طلباء حقوق کی جدوجہد کے لیے رکھی گئی تھی۔ جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ کا قیام 17 اپریل 1987ء کو قائد تحریک امان اللہ خان نے کراچی میں عمل میں لایا۔ 1988ء میں اس کی شاخیں پاکستان کے دیگر صوبوں اور پاکستان کے زیر کنٹرول کشمیر کے علاقوں میں قائم ہوئیں۔ نومبر 1989ء میں ہندوستان کے زیر کنٹرول کشمیر میں قیام اور عسکری کارروائیاں عمل میں لائی گئیں۔ SLF نے پاکستان کے مختلف شہروں اور پاکستان کے زیر کنٹرول کشمیر کے علاقوں میں اب تک کئی سو مظاہرے، کانفرنسیں، استقبالیے اور سیمینار منعقد کیے اور تحریک آزادی سے متعلق ہزاروں پمفلٹ اور پوسٹر شائع کیے گئے۔

حصولِ آزادی کے لیے استعماری زنجیروں کو توڑنے کا مرحلہ ہو یا آمر و ظالم حکمرانوں کا تختہ الٹنے کا مرحلہ ہو، قومی سطح پر رونما ہونے والے واقعات ہوں یا عالمی سطح پر اثر انداز ہونے والے حوادث ہوں، طلباء حقوق کے ان تمام مرحلوں، منزلوں، قافلوں اور تحریکوں کی جان SLF رہی ہے۔

قومی جدوجہد کے حوالے سے مختصر کارکردگی

SLF نے اپنے جنم دن سے ہی حق اور سچ کا راستہ، اپنے قائد حریت مقبول احمد بٹ شہید کا راستہ اپنایا ہوا ہے کیوں کہ SLF کی بنیاد میں درجنوں شہداء کا خون شامل ہے۔ SLF دنیا کی واحد طلباء تنظیم ہے جس نے ہر معاذ پر دشمن کو شکست دینے کیلئے اپنے قائد کے نعرے آزادی کے تین ڈھنگ سیاسی، سفارتی اور مسلح جنگ پر عمل کیا۔ SLF نے خونی لکیر سیز فائر لائن کو توڑنے کی تینوں کوششوں میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا جس میں اسکے چار ممبران مشتاق راٹھور، سجاد راجہ، آزاد علی کھوکھر اور اشتیاق احمد پاکستانی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ SLF کا ماضی گواہ ہے کہ SLF نے مطالعہ کشمیر کو تعلیمی نصاب میں شامل کروانے کیلئے تمام کشمیری طلباء تنظیموں کی مطالعہ کشمیر کانفرنس منعقد کی نیز تمام کشمیری طلباء تنظیموں کا متحدہ طلباء معاذ قائم کروایا اور چھ ماہ تک اس کی قیادت کی اور آج بھی متحدہ طلباء معاذ کی قیادت SLF کے پاس ہے۔ SLF کی طرف سے آزاد کشمیر و گلگت بلتستان کے طلباء حقوق کیلئے چلائی جانے والی تحریک کو عالمی میڈیا میں زبردست کوریج دی۔ SLF جھوٹ، منافقت، استحصالی نظام کے خلاف ہے اس لیے SLF طبقاتی نظام تعلیم کے خلاف ہے۔ SLF رنگ، نسل، مذہب سے بالاتر ہے، طلباء حقوق کی علمبردار ہے۔ SLF نے ہمیشہ حق اور سچ کا ساتھ دیا جس کا ثبوت اسکے درجنوں شہداء کی قربانی ہے۔

منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ اور ایس ایل ایف

جب بھی کسی قوم سے اس کی تاریخ یا جغرافیہ چھین لیا جائے یا چھپا دیا جائے تو وہ قوم خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا کا کوئی ملک یا قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک وہاں کے باشندے اپنی تاریخی اور جغرافیائی حیثیت سے واقف نہ ہوں، کیوں کے تاریخ ہمیں ماضی کے واقعات و حادثات سے آگاہ کرتی ہے اس لیے کوئی قوم تاریخ سے سبق حاصل کر کے روشن مستقبل کے لیے جدوجہد کرتی ہے۔ ایس ایل ایف کا فرض ہے کہ اپنی تاریخ اور جغرافیہ چھپانے والوں کے خلاف اور ہر دور کے ظلم و جبر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے اور ظالم حکمرانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرے۔ SLF وہ واحد طلباء تنظیم ہے جس نے سب سے پہلے منگلا ڈیم توسیع کے خلاف راولاکوٹ میں احتجاجی مظاہرہ کیا۔ 20 نومبر 2002 کو اس قومی ظلم کے خلاف بغاوت کا اعلان کر کے اپنے باشعور ہونے کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد پورے آزاد کشمیر میں SLF کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔

منگلا ڈیم توسیع کے خلاف اسی تحریک کو ایک نئی جہت ملی جب SLF کے چیئرمین ڈاکٹر توقیر گیلانی نے کراچی میں پریس کانفرنس کر کے کہا کہ اب کے مظاہرے کفن پوش ہوں گے۔ اس پریس کانفرنس نے آزاد حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسی طرح پورے آزاد کشمیر میں مختلف سیمینار، کانفرنس، جلسے، جلوس، مارچ اور خصوصی توجہ کا مرکز پمفلٹ رہے خاص طور پر راولاکوٹ بنگوئیں میں لانگ مارچ اور کوٹلی، مظفرآباد میں مظاہرے، جلوس توجہ کا مرکز بنے رہے۔ اس کے علاوہ راولاکوٹ میں 31 جولائی 2002ء کو قرارداد پیش کی گئی اور منگلا ڈیم توسیع کے خلاف تجدید عہد مارچ کے طور پر منایا گیا۔

میرپور کے باشعور لوگو اب کس چیز کے منتظر ہو اٹھو! اپنی تاریخ اور اپنے جغرافیہ کو بچاؤ۔ یاد رکھنا جو قومیں اپنی تاریخ یا جغرافیہ بھول جاتی ہیں وہ قومیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ جس طرح آج مسلمانوں نے اپنی تاریخ کو بھولا دیا جس کی وجہ سے آج پوری دنیا میں مسلمان یہودیوں کے غلام ہیں۔ جو قوم بھی اپنی

تاریخ بھلا دیتی ہے اس قوم کا تاریخ میں نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔ اس لیے اپنے حق کے لیے اپنی جانیں قربان کریں کیوں کہ تاریخ ہم سے قربانی مانگتی ہے۔ آج پھر سبز علی خان، ملی خان شہید اور مقبول بٹ شہید کی رسم ہمیں اپنانی ہوگی۔

بجھا دیا جو زمانے کی آندھیوں نے چراغ
ذرا پھر سے جلاؤ تو کوئی بات بنے
چاہت کی دھوپ میں گمشدہ کلیاں
کہیں سے ڈھونڈ کے لاؤ تو کوئی بات بنے

راولاکوٹ میں تجدید عہد مارچ

ایس ایل ایف کے زیر اہتمام 31 جولائی 2002 کو ''تجدید عہد مارچ'' کا اہتمام کیا گیا۔ مارچ کی روئیداد ملاحظہ فرمائیں۔

راولاکوٹ (نمائندہ خبریں) منگلا ڈیم کی توسیع ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ کسی غیر ملکی کو جائیداد خریدنے کی اجازت کا قانون پاس کیا گیا اور طلباء حقوق بحال نہ کئے گئے تو مظفر آباد اسمبلی کا گھیراؤ کریں گے۔ 31 جولائی 1988ء کو شروع کی جانے والی عوامی مسلح تحریک مادر وطن کی مکمل خودمختاری تک جاری رہے گی۔ تقسیم کشمیر کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دینگے۔ وحدت کی بحالی کیلیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ ان خیالات کا اظہار جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ کے زیر اہتمام یہاں ''تجدید عہد مارچ'' سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کیا۔ مارچ کا آغاز کالج گراؤنڈ سے ہوا۔ شرکاء مخالفانہ نعرے لگا رہے تھے۔ مارچ کی قیادت ندیم یعقوب، عمر نذیر کشمیری، سردار اظہر محمود، سردار اشتیاق اور دیگر کر رہے تھے۔ جلوس پورے شہر کا چکر لگانے کے بعد کچہری چوک میں جلسہ عام کی شکل اختیار کر گیا۔ دوران جلوس وجلسہ تاجروں نے مکمل شٹر ڈاؤن رکھا۔ شرکاء نے جھنڈے، بینرز، بلے کارڈ اور مقبول بٹ شہید و امان اللہ خان کی تصاویر اٹھا رکھی تھیں۔ طلباء نے سروں پر سفید پٹیاں باندھ رکھی تھیں۔ جلسہ عام سے لبریشن فرنٹ سیاسی شعبہ کے سربراہ سردار صغیر ایڈوکیٹ، سینئر وائس چیئرمین، ندیم یعقوب، کمانڈر فاروق خان، سیکرٹری جنرل عمر نذیر کشمیری، سردار صابر گل، تصدق علی کاظمی، فاروق سلیمان، عدنان عارف اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ دھوپ کے باوجود شرکاء گھنٹوں کھڑے رہے۔ مقررین نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کا واحد حل خودمختاری ہے۔ تقسیم اور الحاق حل نہیں بلکہ فتنہ ہیں۔ لبریشن فرنٹ کی طرف سے 31 جولائی کو شروع کی جانیوالی مسلح تحریک خالصتاً کشمیریوں کی قومی آزادی کی تحریک تھی۔ بعد ازاں پاکستانی حکمرانوں نے جہادی گروپوں کو مقبوضہ کشمیر بھیجا جس کی وجہ سے بھارت نے اسے پاکستانی مداخلت ثابت کیا۔ منگلا ڈیم کی توسیع کرنے والے پاکستانی سامراج کشمیری قوم کے دشمن ہیں اور توسیع ماننے والے غدار ہیں۔ حکومت پاکستان کالا باغ ڈیم بنائے، بھل صفائی کرے، چھوٹے ڈیم بنائے منگلا ڈیم کی زبردستی توسیعی کوشش کی گئی تو ایس ایل ایف کے انقلابی طلباء بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ مقررین کے State Subject کے قانون کو ختم کرنے کیلیے کی جانے والی کوششوں پر حکومت آزاد کشمیر کی مذمت کی اور اعلان کیا کہ ریاست کے اندر بیرون ممالک کے افراد کو جائیداد خریدنے کی اجازت دی گئی تو آزاد کشمیر حکومت کا خاتمہ کر دیا جائیگا۔ خبریں یکم اگست ۲۰۰۲ء

قائدین کے بیانات:

جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ کے مرکزی قائدین کے چند بیانات ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے منگلا ڈیم کی توسیع کے حوالے سے ایس ایل ایف کا نقطہ نظر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

سید توقیر گیلانی:

راولپنڈی (پ ر) جموں کشمیر متحدہ طلباء محاذ نے منگلا ڈیم کی توسیع کے فیصلے کو مسترد کر دیا ہے۔ وزیر اعظم اور صدر آزاد کشمیر نے کشمیریوں کی غیرت کا سودا کرنے کی کوشش کی ہے۔ آزاد کشمیر کے عوام کی قومی غیرت کا امتحان آ گیا ہے منگلا ڈیم کی توسیع رکوانے کے لیے انتہائی اقدام کریں گے۔ ان خیالات کا اظہار جموں کشمیر متحدہ طلباء محاذ چیئرمین اور ایس ایل ایف کے سربراہ ڈاکٹر سید توقیر گیلانی اور متحدہ طلباء محاذ کے کوآرڈینیٹر سردار محفوظ طاہر نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ منگلا ڈیم کی توسیع کے متاثرہ لوگوں کے لیے پنجاب میں کالونیاں بنانے کا اعلان کشمیریوں کی قومی غیرت اور آزاد کشمیر کے حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے کہ اب پاکستان کے حکمران اپنی مرضی سے کشمیریوں کی شناخت کریں گے اور اپنی مرضی سے انہیں بے گھر کر کے پنجاب کے جاگیرداروں کی زمینوں میں مزارع بنائیں گے۔ اوصاف ۲۲ جولائی ۲۰۰۲ء

تحسین گیلانی:

کوٹلی (پ ر) منگلا ڈیم کی توسیع کے اقدامات کشمیریوں کے خلاف ایک اور بڑی سازش ہے۔ ایک بار پھر کشمیریوں کو بے گھر کرنے سے حکومت باز رہے۔ اگر پٹھانوں نے کالا باغ ڈیم کی تعمیر نہیں ہونے دی تو ارباب اختیار ایک بار پھر معصوم کشمیریوں کو قربانی کا بکرا سمجھ کر ذبح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ ضلع کوٹلی کے جنرل سیکرٹری تحسین گیلانی نے اپنے ایک بیان میں کیا۔ تحسین گیلانی نے کہا کہ پہلے سے متاثر لوگ آج تک دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں پھر تعمیر کے وقت لوگوں کے ساتھ جو وعدے کئے گئے تھے ان میں سے کسی ایک پر بھی عملدرآمد نہ ہوسکا لہٰذا ہم اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کو ایک بار پھر بلڈوز نہیں ہونے دیں گے۔

یاسر ممتاز چوہدری:

چکسواری (نمائندہ اوصاف) سوئی گیس، منگلا ڈیم کی رائلٹی، کشمیر بینک کشمیری عوام کا حق ہے۔ سکندر حکومت لاکھوں انسانوں کے جذبات پر واپڈا سے ڈیلنگ کے بجائے توسیعی منصوبہ کے خاتمے کی بات کرے۔ ان خیالات کا اظہار جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ کے مرکزی چیف آرگنائزر وممبر منگلا ڈیم اینٹی توسیع ایکشن کمیٹی یاسر ممتاز چوہدری نے چکسواری پریس کلب میں پریس بریفنگ میں کیا۔ طالب علم راہنما نے کہا کہ واپڈا کی بے لگام بیوروکریسی پاکستان کو زمینی حقائق سے ہٹ کر اعداد وشمار دے کر نا قابلِ عمل منصوبہ پر اربوں روپے کا گھپلا کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ 36 سال قبل کشمیری عوام نے قربانی دی اس کے نتیجہ میں واپڈا حکام کشمیری عوام کو دوبارہ جبراً اجاڑنا چاہتے ہیں ہم نہ صرف آزاد کشمیر میں بلکہ پوری دنیا میں صدائے احتجاج بلند کریں گے۔

اوصاف ۲۱ اگست ۲۰۰۲ء

یاسر نوید:

تراڑکھل (نمائندہ اوصاف) منگلا ڈیم کی توسیع کی گئی تو تعمیر کو غیر ملکیوں کا قبرستان بنا دیں گے۔ جب توسیع ہی نہیں ہونے دیں گے تو وہاں کے رہنے والوں کی ادائیگیاں کیسی؟۔ ان خیالات کا اظہار جموں کشمیر لبریشن فرنٹ پبلسٹی کمیٹی کے سیکرٹری سردار یاسر نوید نے تراڑکھل کے مقام پر پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کسی قسم کی خام خیالی میں مبتلا نہ رہے اور دن میں سپنے دیکھنے چھوڑ دے، اس کے لیے یہی بہتر ہے۔ ہم ابھی تک پرامن ہیں اور پرامن رہنا چاہتے ہیں لیکن اگر زیادہ تنگ کیا گیا تو ہم ہتھیار اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ کشمیر کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے کہ جس کا جو دل چاہے کرے۔ سردار سکندر کو کس نے اختیار دیا کہ وہ ڈیم توسیع کے فیصلے کو قبول کریں۔

اوصاف ۱۵ اگست ۲۰۰۲ء

سردار مشتاق:

راولاکوٹ (نمائندہ خصوصی) منگلا ڈیم کی توسیعی کسی قیمت پر نہیں ہونے دیں گے۔ حکومت کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں ناکامی کے بعد ایک دفعہ پھر کشمیریوں کو قربانی کا بکرا بنانا چاہتی ہے لیکن ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے اور منگلا توسیع کے خلاف بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔ ان خیالات کا اظہار سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ ضلع پونچھ کے آرگنائزر سردار مشتاق نے کھوکوٹ میں منعقدہ سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ اور لبریشن فرنٹ کے کارکنوں کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اجلاس سے سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ ضلع پونچھ کے صدر سردار فاروق سلمان، آزاد کشمیر گلگت بلتستان زون کے سیکرٹری مالیات سردار شریف، ایس ایل ایف کھوکوٹ کے صدر زاہد رشید، لبریشن فرنٹ کھوکوٹ کے صدر سردار اسلم صابری اور چچائے خود مختاری سردار ہوشناک خان، سردار شاہد عزیز، سردار شکیل گل اور دیگر نے خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ ہم 84471 مربع میل کی خود مختاری کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ مادر وطن کی سالمیت کی حفاظت بھی کریں گے۔

اوصاف ۱۲ ستمبر ۲۰۰۲ء

میر افضال سلہریا:

مظفر آباد (بیورو رپورٹ) منگلا ڈیم توسیع منصوبہ بدترین نو آبادیاتی طرزِ عمل کا مظہر ہے۔ حکومت پاکستان پہلے ہی کشمیریوں کے وسائل کو جونک کی طرح چوس رہی ہے، اب مزید اس ظالمانہ اور کشمیر دشمن منصوبے سے اپنی سامراجی پالیسی کو دوام بخش رہی ہے۔ ان خیالات کا اظہار جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ کے مرکزی وائس چیئرمین میر افضال سلہریا نے ایس ایل ایف کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا، انہوں نے کہا کہ پوری ریاست جموں کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے اور ابھی اس کے مستقبل کا تعین ہونا باقی ہے لیکن پاکستان کے طرز عمل سے یہ بات سامنے آرہی ہے کہ پاکستان کشمیریوں کو ایک مفتوحہ قوم کی حیثیت دے رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ منگلا توسیع کسی بھی صورت میں کامیاب نہیں ہونے دینگے۔ آزاد کشمیر کے چند سیاستکار اپنے ذاتی وگروہی مفادات کے لیے منگلا توسیع کی حمایت کرکے اپنے وظیفے میں اضافے کے خواہاں ہیں۔ یہ کاسہ لیس سیاستدان ہمیشہ وطن دشمن پالیسی پر عمل پیرا رہے ہیں۔ یہ منافقین ہمیشہ غداروں کی صف میں اٹھائے جاتے ہیں۔

اوصاف ۲۲ اگست ۲۰۰۲ء

مرزا عاصم بیگ:

باغ (نمائندہ اوصاف) منگلا ڈیم کی توسیع ہماری لاشوں سے گزر کر بھی نہیں ہوسکتی جب تک ایک بھی غیرت مند وطن دوست کشمیری زندہ ہے تو وہ اپنی دھرتی ماں کشمیر کے ساتھ وفا کا عہد نبھائے گا۔ جب تک غیر ملکی افواج اور ایجنٹوں کا انخلا نہیں ہو جاتا ہمارے غلام دیش کی عزت کیساتھ ہولی کھیلی جائے گی۔ سامراج کی اس سوچ کو خاک میں ملا دیں گے۔ ان خیالات کا اظہار جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ ضلع باغ کے صدر مرزا عاصم بیگ کاشر نے کیا انہوں نے صحافیوں کے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ عرصہ 35 سال قبل ان مظلوم ومحکوم اور نہتے لوگوں سے جو وعدے کئے گئے وہ یقیناً منافقانہ پالیسی تھی اور ان لوگوں کو مراعات کے بدلے دکھ دیئے گئے، غربت اور دربدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا۔ آج ایک مرتبہ پھر سامراج منگلا ڈیم کی توسیع کے متعلق اپنا اثر ورسوخ استعمال کر رہا ہے۔ اب ان مظلوم لوگوں کیساتھ سوا کروڑ قوم کی سب سے بڑی طلبہ تنظیم اور ایک ہمہ گیر تنظیم کی صورت میں میرپور کے لوگوں کی عزت سے کھیلنے والے سامراج کو پیغام سناتے ہیں کہ جہاں منگلا ڈیم کی توسیع کی اینٹ لگے گی وہاں JKSLF کے خون سے ایک نئی تاریخ رقم ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ غلامی کا اندھیرا کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو سویرا اتنا ہی روشن ہوگا۔



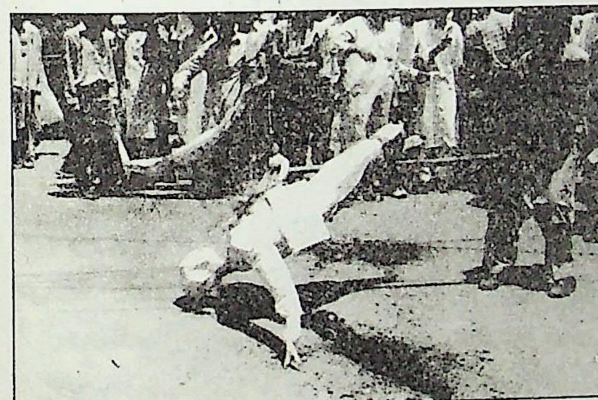




راولاکوٹ جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ
کے زیراہتمام 31 جولائی 2002 کو
منگلاڈیم توسیع کے خلاف طلباء ریلی کے شرکاء







راولاکوٹ:۔ سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ کے زیراہتمام
تقسیم کشمیر کے خلاف ریلی کے مناظر
آزاد کشمیر کے نام نہاد وزیراعظم سکندر حیات کا
پتلا نذرِ آتش کیا جارہا ہے



آزاد کشمیر......خوشحال سرزمین بدحال عوام

زمان علی چودھری (لندن)

میں جب کبھی دو تین سال کے بعد اپنے وطن آزاد کشمیر جاتا ہوں تو میری طبیعت دو طرح کے احساسات میں الجھ کر رہ جاتی ہے۔ دریاؤں کی روانی چشموں اور جھیلوں کے صاف پانی کی چمک دمک، لہلہاتے ہوئے سرسبز جنگلات، خوبصورت وادیاں اور آلودگی سے پاک صاف ستھری فضائیں دیکھ کر طبیعت کو بہت سکون اور راحت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن پھر عوام کی خستہ حالی، بے روزگاری، بے کاری، تعلیمی سہولتوں کی کمی، بیشتر علاقوں میں طبی سہولیات کے فقدان، ذرائع آمدورفت کی ابتر حالت دیکھ کر دل کو انتہائی دکھ ہوتا ہے۔ اور میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ گذشتہ پچاس برسوں میں ہم نے کیا پایا ہے۔

میر پور اور کوٹلی کے اضلاع میں محل نما اور شاندار کوٹھیوں، حویلیوں، تجارتی مراکز اور بلند و بالا پلازوں نیز سڑکوں پر دوڑتی ہوئی جاپانی گاڑیوں کی ریل پیل دیکھ کر بعض باہر کے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ شاید کشمیری بہت خوشحال لوگ ہیں۔ لیکن اصل حقیقت تو دیار غیر میں طویل مدت گزارنے والے مجھ جیسے کشمیری ہی جانتے ہیں کہ اگر آزاد کشمیر کے لاکھوں محنت کش، برطانیہ، امریکہ اور دیگر بیرونی ممالک میں شب و روز محنت کر کے اپنا اور اپنے خاندانوں کا پیٹ نہ پال رہے ہوتے تو آج شاید آزاد کشمیر کی ساری آبادی بھوکوں مر رہی ہوتی۔

میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگر میرے ہم وطنوں کو بیرونی ممالک میں مزدوری کرنے کا موقع میسر نہ آیا ہوتا تو آج میرے وطن کشمیر کا کیا نقشہ ہوتا اور جنت ارضی کہلانے والی سرزمین کے غریب عوام نہ جانے کس حال میں ہوتے۔ یہ سوال اکثر مجھے ستاتا رہتا ہے کہ کثیر قدرتی وسائل رکھنے والا یہ نام نہاد آزاد خطہ پچاس سال میں کوئی ترقی نہ کر سکا تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

آزاد کشمیر کا خطہ تو بھارتی حکمرانوں کے قبضے میں نہیں ہے جو اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوں۔

تو پھر اس کی حالت اتنی ابتر کیوں ہے؟ اس بدحالی کا آخر ذمہ دار کون ہے؟ جب میں نے اس نقطہ پر بہت غور و فکر کیا ہے تو آخر اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ اس کے ذمہ دار ہمارے حکمران ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۹۸ء تک یعنی سردار محمد ابراہیم سے لے کر بیرسٹر سلطان محمود چوہدری تک جتنے حکمران گزرے ہیں وہ پاکستان کی نوکر شاہی کے تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے صرف ان کے مقاصد پورے کرتے رہے ہیں۔ اپنے وطن کی تعمیر و ترقی کا انہیں کبھی اختیار حاصل رہا ہے اور نہ ہی انہیں کبھی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

میں اپنے نکتہ نظر کی وضاحت ذرا سیدھے سادے الفاظ میں کروں گا ورنہ بعض کم ظرف حضرات سمجھیں گے کہ یہ کوئی سماج دشمن یا اینٹی پاکستان بول رہا ہے۔

میر پور منگلا جھیل میں مچھلی کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کی دو اقسام مہاشیر اور سنگھاڑا دور دور تک مشہور ہیں۔ آپ کو شمالی پاکستان میں لاہور سے پشاور تک "منگلا فش شاپ" اور منگلا فش کارنر کے سائین بورڈ جگہ جگہ نظر آئیں گے۔ یہ مچھلی کہاں سے آتی ہے۔ ظاہر ہے یہ منگلا جھیل سے حاصل ہوتی ہے۔ منگلا جھیل سے حکومت آزاد کشمیر کو بڑی آمدن حاصل ہوتی ہوگی۔ معاملہ اسکے برعکس ہے۔

آزاد کشمیر حکومت یا میر پور، ڈڈیال اور چکسواری کی بلدیات کا منگلا میں پیدا ہونے والی مچھلی پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ پاکستان کا محکمہ واپڈا ہر سال اس ٹھیکے کا اشتہار دے کر دور دراز سے خواہش مند ٹھیکیداروں کو بلا کر ٹھیکہ نیلام کرتا ہے اور رقم بٹور کر لے جاتا ہے۔ یہ آمدن گزشتہ برسوں میں ایک کروڑ روپے تک پہنچ گئی ہے۔ آزاد کشمیر کے کسی حکمران کو آج تک یہ جاننے کا خیال ہی نہیں رہا کہ آزاد کشمیر کی سرزمین پر جہلم اور پونچھ دریاؤں کے پانیوں سے بنی ہوئی کشمیر کی سرزمین پر جھیل میں پیدا ہونے والی مچھلی کا مالک واپڈا کیسے بن گیا؟

میر پور سے چند میل کے فاصلے پر منگلا کے مقام پر جو عظیم بند تعمیر ہوا ہے اس کے پاور ہاؤس میں ایک ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس پیداوار کا آزاد کشمیر کے لیے خالص منافع (رائلٹی) گیارہ ارب روپے بنتا ہے لیکن آزاد کشمیر کو اس میں سے کبھی گیارہ روپے بھی نہیں ملے۔

ہمارے سابق وزیر اعظم اور سابق صدر سردار عبدالقیوم خان زی ٹی وی پر دیئے گئے ایک انٹرویو میں کہہ چکے ہیں کہ حکومت پاکستان کی طرف منگلا بند کی بجلی کی مد سے پانچ کھرب روپے بقایا بنتا ہے۔ یہ وہ نہیں بتاتے کہ اتنا بقایا ہونے کیوں دیا گیا ہے۔ ہر سال رائلٹی وصول کیوں نہیں کی گئی جیسے کہ صوبہ سرحد کی حکومت تربیلا ڈیم کے حساب میں ہر سال وصول کرتی ہے۔ آزاد کشمیر کی محرومی کا ذمہ دار کون ہے؟ آپ کہیں گے حکومت پاکستان ہے۔ لیکن میں آپ سے اتفاق نہیں کرتا۔ میرے نزدیک اس کے ذمہ دار ۱۹۷۰ء سے اب تک برسر اقتدار رہنے والے کشمیری حکمران ہیں جنھوں نے آج تک اس بارے میں زبان نہیں

کھولی۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ حکومت پاکستان بلوچستان کے صوبے کو ہر سال سوئی گیس کی رائلٹی ادا کرتی ہے۔ حکومت سرحد کو تربیلا بند کا خالص منافع ادا کرتی ہے۔ لیکن آزاد کشمیر کو منگلا بند کا منافع ادا کرنے کا معاملہ گول کر دیا گیا ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ آزاد کشمیر حکومت صرف نام نہاد حکومت ہے۔ اس کے پاس کوئی اختیارات نہیں ہیں۔ آزاد کشمیر کا کوئی والی وارث نہیں ہے۔ ہمارے نام نہاد لیڈر سادہ لوح عوام کو ہر وقت بیوقوف بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں آزاد کشمیر کا نوجوان اور پڑھا لکھا طبقہ ان مکار سیاسی لیڈروں کے خلاف اندرون اور بیرون ملک عملی احتجاج کرے۔ ہمیں برادری ازم اور علاقائی ازم سے ہٹ کر کشمیریوں کے قومی مقاصد کی تکمیل کے لیے عملی جدوجہد کا آغاز کرنا ہوگا۔

میرپور جا کر مجھے معلوم ہوا کہ پاکستانی حکومت آزاد کشمیر کو ہر سال مرکزی محصولات میں سے آزاد کشمیر کا حصہ بھی نہیں دیتی ہے۔ جیسا کہ پاکستان کے چاروں صوبوں کو ملتا ہے کیونکہ یہ محصولات پورے پاکستان اور آزاد کشمیر میں عوام کی جیبوں سے نکل کر مرکزی خزانے میں جمع ہوتے رہتے ہیں اور ان پر ہر خطے کے عوام کا حق ہوتا ہے۔ پاکستان اور آزاد کشمیر کی تمام آبادی صبح سے شام تک اپنی ضروریات کے لیے جو بھی خرید و فروخت کرتی ہے۔ اس میں پاکستان کی مرکزی حکومت کے لگائے ہوئے ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی، ایکسائز ڈیوٹی، سیلز ٹیکس اور سپر ٹیکس وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ ان محصولات کی کل آمدن میں سے ہر سال تمام صوبوں کو آبادی کے تناسب سے حصہ ملتا ہے۔ نہیں ملتا تو صرف غریب کشمیریوں کو کیونکہ ہمارے حکمران جو حقیقتاً پاکستانی افسر شاہی کے ملازم ہوتے ہیں، اپنے آقاؤں کے سامنے زبان کھولنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ جہاں تک عوام کی اکثریت کا تعلق ہے۔ وہ اس محرومی سے بالکل بے خبر ہیں۔ کیونکہ مالیات کے معاملات ان کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ البتہ ان میں ایک معاملہ ایسا ہے۔ جس سے آزاد کشمیر کے لاکھوں لوگ اب واقف ہو چکے ہیں۔

آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے لاکھوں کی تعداد میں کشمیری عوام امریکہ، برطانیہ کے علاوہ دیگر یورپی ممالک اور عرب ممالک میں محنت مزدوری یا کاروبار کے سلسلے میں رہائش پذیر ہیں صرف برطانیہ میں رہنے والے کشمیریوں کی تعداد تین چار لاکھ ہے۔

یہ تمام لوگ ہر سال کئی ارب روپے کا زرمبادلہ باہر سے پاکستان منتقل کرتے ہیں۔ لیکن اس تمام زرمبادلہ سے آزاد کشمیر کی قسمت نہیں بدلتی کیونکہ یہ زر مبادلہ آزاد کشمیر پہنچتا ہی نہیں ہے۔ پہنچے بھی کیسے، آزاد کشمیر کی عمر اب پچاس سال ہو گئی ہے لیکن ہماری کسی حکومت کو آج تک کشمیریوں کا ایک بینک قائم کرنے کی توفیق نہیں ہوئی لہٰذا باہر سے آنے والا سارا زرمبادلہ پاکستانی بینکوں کے ذریعے جن کی شاخیں آزاد کشمیر کے قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں پھیلی ہوئی ہیں پاکستان کے مرکزی خزانہ میں جمع ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بدلے میں کشمیری قوم کو پاکستانی کرنسی میں لین دین کرنا پڑتا ہے اور اس پاکستانی کرنسی میں آپ پاکستان اور آزاد کشمیر کے بازاروں میں خرید و فروخت کر سکتے ہیں لیکن پاکستان سے باہر اس کی کوئی قیمت نہیں۔ پاکستانی کرنسی کے عوض آپ جاپان سے کاریں نہیں منگوا سکتے۔ امریکہ اور یورپ سے مشینری نہیں خرید سکتے۔ ہندوستان اور سری لنکا سے چائے درآمد نہیں کر سکتے۔ ایران سے تیل اور عرب ممالک سے کھجوریں نہیں منگوا سکتے۔ اس کے لیے آپ کی جیب میں ڈالر، سٹرلنگ پونڈ، جرمن مارک یا دیگر مضبوط بین الاقوامی کرنسی ہونی چاہیے۔ باہر کے ممالک سے انسانی مشقتوں سے کمایا ہوا یہ زرمبادلہ اگر آزاد کشمیر حکومت کے اپنے تصرف میں ہوتا تو اس خطے کی قسمت سنور گئی ہوتی۔ اور ریاست کے اس حصے کو حقیقی معنوں میں جنت بے نظیر بنا دیا گیا ہوتا۔ میں نے درج بالا سطور میں صرف چند اہم بنیادی اور اہم مسائل کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ قدرت نے اس خطے کو بے پناہ وسائل سے نواز رکھا ہے۔ جن میں مختلف قسم کی معدنیات اور جنگلات کی پیداوار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مضمون کے آخر میں یہاں ایک تکلیف دہ حقیقت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ پاکستان کی نوکر شاہی کا ابتداء سے ہی یہ وطیرہ رہا ہے کہ آزاد کشمیر کے مختلف سیاسی اور مذہبی حلقوں میں سے اپنے پسندیدہ افراد کو مختلف انداز سے مالی فوائد پہنچا کر اپنا ہمنوا بنا کے رکھا جاتا ہے۔ مسئلہ کشمیر اور انسانی حقوق کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر سرکاری دورے سرکاری حج وفود میں شمولیت اور مختلف بہانوں سے نقد نوازشات سے ان لوگوں کے منہ بند رکھے جاتے ہیں۔ آئے روز مشرق و مغرب میں مسئلہ کشمیر پر نیویارک واشنگٹن، لندن، پیرس، جنیوا وغیرہ میں غوغا آرائی کرنے والے سیاست کاروں کے تمام اخراجات حکومت پاکستان برداشت کرتی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ اخراجات حکومت اپنی گرہ سے برداشت نہیں کرتی بلکہ آزاد کشمیر کے وسائل مثلاً منگلا بند کی رائلٹی، بیرونی زرمبادلہ اور مرکزی محصولات کی آمدن وغیرہ کا صرف ایک یا دو فیصد حصہ ہم غریب کشمیریوں کے خوش حال لیڈروں کو نوازنے کے کام میں لایا جاتا ہے۔

اس طرح ان نام نہاد لیڈروں، جن کی تعداد اب ہزاروں تک پہنچ گئی ہے، کی زندگیاں تو عیش سے گزر جاتی ہیں لیکن آزاد کشمیر کا خطہ پسماندگی کے اندھیروں میں ڈوبا رہتا ہے۔

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
دہقان کو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی

غلام کشمیریوں کے نصابِ تعلیم کا المیہ

آزاد کشمیر کے تعلیمی نصاب میں سنگین غلطیوں کی نشاندہی

تحریر و تحقیق
محمد سعید اسعد

گزشتہ دنوں، ہم کچھ دوست کاشر پبلشرز (میر پور) کے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کوٹلی سوہلناں مہاجر کیمپ کے رہائشی ظفر اقبال راجوروی بھی وہیں بیٹھے تھے۔ کشمیر کی تاریخ اور تحریک آزادی موضوع بحث تھی۔ ظفر اقبال راجوروی نے راقم کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ ساتویں جماعت کے معاشرتی علوم میں ہری سنگھ کو گلاب سنگھ کا بیٹا لکھا گیا ہے۔ راقم یہ سن کر چونک گیا کیونکہ یہ اتنی بڑی سنگین غلطی تھی جسے نظرانداز کرنا یا خاموشی اختیار کر لینا ممکن نہیں تھا۔ اس وقت دفتر میں خواجہ محمد رفیق، پروفیسر محمد رفیق بھٹی اور ممتاز الراعی بیٹھے ہوئے تھے۔ راقم نے ظفر اقبال راجوروی کی بتائی ہوئی بات کی طرف سب کی توجہ مبذول کروائی۔ یہ احباب بھی نصابی کتاب میں اس سنگین غلطی کی بات سن کر چونک گئے۔ ہم نے اسی وقت بازار سے مذکورہ کتاب منگوائی اور جب "تحریک آزادی کشمیر" کے زیرِ عنوان صفحہ 26 نکال کر پڑھا تو اس میں واضح طور پر لکھا ہوا تھا "گلاب سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ہری سنگھ جانشین بنا"

اس امر کی تصدیق ہو جانے پر سب نے ظفر اقبال راجوروی کو مبارک باد دی کہ انہوں نے نصابی کتاب میں شامل اس سنگین غلطی کو بے نقاب کیا ہے جب ہم نے موصوف سے یہ پوچھا کہ یہ غلطی موضوع بحث کیسے بنی تو انہوں نے اس کا پس منظر بتایا کہ کشمیر انٹرنیشنل ریلیف فنڈ کے زیر انتظام کوٹلی سوہلناں مہاجر کیمپ میں قائم سکول کے ایک استاد عبدالعزیز تبسم نے گزشتہ دنوں دوران پیریڈ متذکرہ باب پڑھاتے ہوئے طلباء کی توجہ اس سنگین غلطی کی طرف مبذول کروائی۔ پھر یہ بحث کلاس روم سے نکل کر سکول سٹاف کے لیے موضوع بحث بن گئی۔ پھر سکول کے سٹاف نے کشمیر کی تاریخ اور جنرل نالج پر لکھی گئی معروف کتابوں کا مطالعہ کیا اور ڈوگرہ حکمرانوں کا شجرہ نسب تلاش کیا۔ ان کتابوں میں واضح لکھا ہوا تھا کہ گلاب سنگھ کا بیٹا رنبیر سنگھ اور رنبیر سنگھ کا بیٹا پرتاب سنگھ تھا۔ جبکہ پرتاب سنگھ کا بھتیجا ہری سنگھ تھا جو ڈوگرہ عہد کا آخری حکمران تھا۔

ظفر اقبال راجوری جو کہ خود بھی اس مہاجر کیمپ میں بحثیت استاد فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی ان باتوں کو حاضرین نے سنا تو سب نے کوٹلی سوہلناں مہاجر کیمپ کے اساتذہ کو خراج تحسین پیش کیا اور بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور معیاری تعلیم کا بندوبست کرنے پر KIRF اور اس کے محنتی، محبِ وطن اور باشعور کارکنان کو تحسین و آفرین کہا۔

ظفر اقبال راجوروی نے یہ بھی بتایا کہ جب وہ اور ان کے سکول کا جملہ سٹاف اس غلطی کی تصدیق کر چکا تو وہ ایک قریبی گورنمنٹ سکول میں گئے۔ جب اس سکول کے اساتذہ سے اس بارے میں بات ہوئی تو سکول کے اساتذہ کا موقف تھا کہ نصابی بیورو آزاد کشمیر کی لکھی ہوئی کتاب غلط نہیں ہو سکتی۔ دیگر جن کتابوں سے ظفر اقبال اور اس کے ساتھی تصدیق پیش کر رہے ہیں یہ غلط ہوں گی۔

بعد ازاں راقم نے کتاب کے مذکورہ بالا موضوع کو بغور پڑھا تو بعض مزید سنگین نوعیت کی غلطیاں سامنے آئیں۔ مثلاً ایک جگہ لکھا ہوا ہے "اس کے (ہری سنگھ) جانشین بنتے ہی کشمیر میں آباد مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کے ناروا سلوک کی ابتداء ہوئی"

گویا ہری سنگھ سے پہلے ڈوگرہ خاندان کے جو حکمران تھے وہ بڑے معصوم، رحم دل اور خدا ترس تھے، وہ مسلمانوں پر کسی قسم کا ظلم یا زیادتی نہیں کرتے تھے۔ ڈوگروں اور سکھوں کے مظالم کی جو کہانیاں زبان زد عام ہیں اور ہماری تاریخ ایسی کہانیوں سے بھری پڑی ہے، مقام حیرت ہے کہ نصاب سازوں نے انہیں بیک جنبشِ قلم بے گناہ و معصوم قرار دیا اور انہیں بری الذمہ قرار دے دیا ہے اور صرف ہری سنگھ کو ہی ظلم و زیادتی کا بانی قرار دیا ہے۔

ڈوگرہ دور کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ہری سنگھ اپنے پیش روؤں کی نسبت زیادہ ظالم و جابر نہیں تھا۔ مذکورہ معاشرتی علوم کے صفحہ 27 پر لکھا ہوا ہے کہ "بھارت نے 22 اکتوبر 1947ء کو کشمیر میں اپنی فوج اتار دی" یہ بات سراسر غلط اور خلافِ حقیقت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارتی فوج

27 اکتوبر 1947ء کو کشمیر میں داخل ہوئی۔22 اکتوبر کو تو ریاست پر پاکستان کے مسلح قبائل نے مظفر آباد کے راستے حملہ کیا تھا۔انہی مسلح قبائل کو نکالنے کے لیے ہری سنگھ نے ہندوستان سے فوجی امداد طلب کی تھی۔26 اکتوبر کو ہری سنگھ نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو خط لکھ کر مدد طلب کی تھی جس کے نتیجے میں بھارتی فوج کشمیر میں داخل ہوئی۔یہ حقیقت کشمیر کی تاریخ کے موضوع پر لکھی گئی سینکڑوں کتابوں میں درج ہے۔اسی لیے تو حکومت آزاد کشمیر ہر سال سرکاری سطح پر 27 اکتوبر کو یوم سیاہ مناتی ہے۔حیرت کی بات ہے کہ اسی حکومت کے ملازم، پروفیسرز، ڈائریکٹر، ٹیچرز اور نصاب ساز اس حقیقت سے کتنے بے خبر ہیں۔

اسی صفحہ 27 پر درج ہے کہ" یکم جنوری 1948ء کو ہندوستان مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں لے گیا"۔یہ تو درست ہے لیکن اس کے ساتھ ہی لکھا ہے کہ یکم جنوری 1948ء کو اقوام متحدہ نے ایک قرارداد منظور کی، قرارداد کے اہم نکات یہ ہیں۔

ا۔ فوری طور پر جنگ بندی ہو۔

۲۔ ریاست جموں کشمیر سے دونوں ممالک کی افواج نکل جائیں۔

۳۔ ریاست میں ایک مخلوط حکومت قائم ہو جس میں مختلف جماعتوں کو نمائندگی دی جائے۔

۴۔ صورتِ حال معمول پر آجائے تو ریاست میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کرائی جائے۔

نصاب سازوں کی بے خبری اور لاعلمی کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ جس تاریخ کو کیس دائر ہونے کی تاریخ لکھ رہے ہیں اسی تاریخ کو قرارداد پاس ہونا بھی ظاہر کر رہے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ یکم جنوری 1948ء کو کوئی قرارداد پاس نہیں ہوئی تھی بلکہ 13 اگست 1948ء میں قرارداد پاس ہوئی تھی۔اس قرارداد میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ" ریاست میں ایک مخلوط حکومت قائم ہو جس میں مختلف جماعتوں کو نمائندگی دی جائے"۔

مذکورہ بالا چار نقاط میں سے یہ تیسرا نقطہ نصاب سازوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے باقی نقاط صحیح ہیں۔انہی تین مراحل پر عمل درآمد کے بعد مسئلہ حل ہونا تھا۔

کتاب کے صفحہ 28 پر جاری موضوع کی آخری سطر میں صاف اور واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ" پاکستان کشمیریوں کی تحریک آزادی میں ان کی اخلاقی اور مالی امداد کر رہا ہے"۔مالی امداد دیئے جانے کے الفاظ کو غلطی تو نہیں کہا جا سکتا البتہ ناسمجھی اور بے وقوفی کہا جا سکتا ہے۔کیونکہ اس سے تو یہ ثابت ہو گیا کہ کشمیریوں کو اسلحہ فراہم کرنے اور مالی امداد مہیا کرنے کا پاکستان پر جو الزام لگایا جا رہا ہے اسے خود حکومت تسلیم کر رہی ہے۔نصابی کتاب میں یہ الفاظ لکھے جانے کے بعد حکومت آزاد کشمیر اور حکومت پاکستان کیسے انکار کر سکتی ہیں کہ وہ کشمیریوں کی مالی امداد نہیں کر رہی۔

قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس حقیقت کو حکومتی نصاب میں تسلیم کر لینے کے بعد کشمیریوں کی تحریک آزادی کس سانحہ سے دوچار ہو سکتی ہے۔

قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ساتویں جماعت کے اس معاشرتی علوم کو حکومت آزاد کشمیر کے ایک محکمے"تحقیق و ترقی نصاب" نے مرتب کروایا ہے۔کتاب لکھنے والے مصنفین کا ایک پورا بورڈ موجود ہے جس میں گریڈ 19,18 اور گریڈ 20 کے آفیسرز شامل ہیں، اس بورڈ کی ڈائریکٹر گریڈ 20 کی ایک خاتون محترمہ تنویر لطیف صاحبہ ہیں۔مذکورہ محکمے کا سالانہ بجٹ لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کروڑوں روپے صرف کر کے نصاب سازی کا جو کام کیا جا رہا ہے اس میں مذکورہ بالا سنگین نوعیت کی غلطیاں کشمیری قوم کی تاریخ و تہذیب اور ثقافت کو مسخ کرنے کی کوشش ہے یا پھر ہمارے نصاب ساز اتنے ان پڑھ، جاہل اور لاعلم ہیں کہ انہیں کشمیر کی تاریخ اور تحریک آزادی کشمیر کے بارے میں ابتدائی باتوں کا بھی علم نہیں ہے۔ایسی بے حقیقت، فرضی اور سنی سنائی باتیں نصاب میں لکھ کر ہم کیا مقاصد حاصل کرنا چاہ رہے ہیں؟ دوسری باشعور اور باخبر قوموں کو ہم اپنے نصاب کے ذریعے کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ کیا ہماری یہ لاپرواہی اور غفلت ہمارے لئے ذلت اور شرمندگی کا باعث نہیں بنے گی؟ ہماری نئی نسل جو اس طرح اغلاط اور تضادات سے بھرا ہوا نصاب پڑھے گی وہ خود تضادات کا شکار نہیں ہو جائے گی؟ کیا ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہماری نئی نسل ذہنی انتشار اور تضادات کا شکار ہو کر اپنی اصل منزل کا راستہ بھول کر بھول بھلیوں میں پڑ جائے۔

قارئین کو یہ جان کر یقیناً دکھ ہوگا کہ مذکورہ بالا کتاب کی 50 ہزار کاپیاں شائع ہوئی ہیں اور ان کی مارکیٹ مالیت 9 لاکھ روپے ہے۔ نصابی بورڈ سے وابستہ سینکڑوں ملازمین کی تنخواہوں، مراعات اور اخراجات کے علاوہ اس کتاب کی اشاعت پر اٹھنے والے اخراجات آخر کس کام کے۔

مقام افسوس ہے کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت آزاد کشمیر کے تعلیمی نصاب میں ایسی غلط، بے بنیاد اور متضاد باتیں لکھی جا رہی ہیں جو کو پڑھنے کے بعد نئی نسل یقیناً فکری انتشار کا شکار ہو جائے گی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اس قومی جرم کا سختی سے نوٹس لے۔ ساتویں جماعت کے معاشرتی علوم پر اٹھنے والے تمام اخراجات بمعہ مصنفین کی تنخواہوں اور مراعات کے، ان مصنفین کی تنخواہوں سے ہی پورے کئے جائیں اور انہیں فی الفور نصابی ادارے سے ہٹا کر وہاں کشمیر کے بارے صحیح، درست اور حقائق پر مبنی علم رکھنے والے مصنفین کو تعینات کیا جائے۔

اگر حکومتِ وقت نے اس امر کا کوئی نوٹس نہ لیا تو پھر بعید نہیں کہ کشمیر کے باشعور لوگ اور طلباء و طالبات ان نصابی کتابوں کو اپنے بستوں اور الماریوں میں سنبھال کر رکھنے کے بجائے انہیں چوکوں اور چوراہوں میں نذرِ آتش کریں۔ اربابِ اختیار کی توجہ کے لیے عرض ہے کہ کشمیر کی نئی نسل اتنی بے بہرہ اور اندھی نہیں ہے۔ یہ اپنی آزادی کی تحریک، تاریخ، جغرافیہ اور تہذیب و ثقافت کو پامال کرنے والوں کا ہر ممکن محاسبہ کرے گی۔ (جاری ہے)

کے ڈی چوہدری

میر پور اپنی شناخت کھو رہا ہے

سطحِ سمندر سے 459 میٹر بلندی پر، آزاد کشمیر کا سب سے بڑا اور جدید شہر میر پور قدیم تاریخ، تہذیب وثقافت کے پسِ منظر اور ملک وملت کی خاطر عظیم قربانیوں کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے خطہ کشمیر میں منفرد اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن زمانے کے جبر، حکومتوں کی بے اعتنائی اور مقامی قیادت کی طرف سے ذمہ داری پوری نہ کرنے کی وجہ سے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ میر پور اپنی شناخت کھو رہا ہے اور یہ شہر انسانوں کے ایک ایسے جنگل کا روپ دھار رہا ہے جس کو شہریوں کے مفادات، اجتماعی حقوق اور مشترکہ مسائل سے کوئی سروکار نہ ہو۔ اس کی بڑی وجہ بے حسی، غفلت، بے اعتنائی اور لاشعوری نہیں بلکہ ماضی میں ایک منظم منصوبہ بندی سے اس شہر پر غیر میر پوریوں کو مسلط کرنے کی کارروائیاں کی گئیں۔ اہلِ میر پور نے اپنی روایات اور علاقائی شناخت کا تشخص 1981ء میں نثار شہید تحریک تک بطریق احسن برقرار رکھا۔ لیکن اس کے بعد شہری اتحاد و یکجہتی کی فضا ہموار نہ کی جا سکی۔ اپنوں کی مفاداتی سرگرمیوں اور غیر میر پوریوں کی چالوں نے مقامی ماحول کو بگاڑنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ صرف بیس سال پہلے کے حالات کا آج سے موازنہ کیا جائے تو بہت فرق ہے۔ پہلے شہری اپنے حقوق، عظمت اور وقار پر کٹ مرنا عین فرض سمجھتے تھے اور آج ان کی سوچوں کے زاویے بدل گئے ہیں۔ گذشتہ سال دو اکتوبر کو بطلِ حریت راجہ محمد اکبر خان کی برسی کے موقع پر میر پوریوں نے ایک تقریب کا انعقاد کر کے عظمتِ رفتہ کی یاد دلائی اور پھر ممتاز دانشور پروفیسر خان زمان مرزا مرحوم کی یاد میں سولہ نومبر کو تعزیتی ریفرنس کے موقع پر میر پور کے لیڈروں نے اپنے خطابات میں میر پور کی شناخت کے ختم ہونے کا تذکرہ کیا۔ اہلِ میر پور اپنی نجی مجالس میں تو یہ تذکرہ آئے روز کرتے ہیں کہ میر پور کو سونے کی چڑیا سمجھ کر لوٹا گیا اور ان کے حقوق کے حصول کے لیے مشترکہ سوچ وفکر کے ذریعے کوئی تدبیر نہیں کی گئی اور صاحبانِ اقتدار کو لوگوں کے دلوں کے اندر پکنے والے لاوہ کے مضمرات کا احساس نہیں ہے۔ اہلِ میر پور کی گذشتہ بیس سالہ طویل خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے۔

پرانا میر پور کثیر المقاصد منگلا ڈیم کی تعمیر کے وقت ڈیم کے پانی میں غرق ہو گیا۔ قدیم تاریخی عمارات، اسلاف کی قبروں، جائیدادوں، اور سونا اگلتی سرسبز وشاداب زمینوں کو اہلِ میر پور نے اپنی پرنم آنکھوں سے پانی میں ڈوبتے دیکھا اور بلاہ گالہ کی پہاڑیوں پر سنسان جنگل میں نیا شہر بسایا۔ منگلا ڈیم سے متاثرہ شہریانِ میر پور نے اپنے دیارِ غیر میں مقیم عزیز واقارب کی محنت، بالخصوص برطانیہ کے تارکینِ وطن کی کمائی سے جدید طرز کی عمارات تعمیر کیں۔ شہر کے منصوبہ سازوں نے ابتدائی طور پر مکانیت کے جو اندازے اور تخمینے لگائے وہ بہت کم آبادی کے شہر کے لیے تھے۔ لیکن شہر اس وقت کے تخمینے سے پانچ گنا زائد پھیل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ سیوریج سسٹم ناکارہ ہو گیا۔ شہر کے مختلف حصوں سے پینے کے صاف پانی کی قلت کی صدائیں موسم سرما میں بھی سنائی دے رہی ہیں۔ اس شہر کی سب سے بڑی درسگاہ گورنمنٹ کالج کی عمارت شہر کے مرکزی مقام چوک شہیداں کے قریب اور ضلع کچہری کے بالمقابل تعمیر کر کے مشتعل طلبہ کے مظاہروں، پولیس کے آنسو گیس، لاٹھی اور گولی کا سماں پیدا کر دیا گیا اور پھر یونیورسٹی کلاسز بھی مین روڈ پر سکول کی عمارت میں اجراء کر کے احتجاجی مظاہروں کی قوت میں اضافہ کر دیا گیا۔ پہلے سرکاری سرپرستی میں شہر میں ناجائز طور پر کھوکھے لگا کر ان کے اندر بجلی وفون کی سہولیات دی گئیں۔ پھر ان کھوکھوں کو مسمار کر کے ان کے متاثرین کو شکایت کے مواقع مہیا کیے گئے۔ اسی طرح عمارات کی تعمیر ناجائز طور پر سڑکوں اور گلیوں کی حدود کے اندر بڑھ گئیں اور ان تجاوزات کو کسی نے نہ روکا۔ جب مسمارگی ہوئی تو پھر تاجروں کے نقصانات کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اس شہر کی سڑکوں کی تعمیر کے بعد پانی کی لائینوں کی تنصیب اور ٹیلی فون کیبل بچھانے والے انہیں اکھیڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ ٹیلی فون اور بجلی کے بل میر پور کے لوگوں سے اندازے پر جاری کر کے کمی اس شہر سے پوری کی جاتی ہے۔ کشمیر کونسل کو سب سے زیادہ ٹیکس تو اہلِ میر پور دیتے ہیں۔ لیکن کونسل کے فنڈز یہاں کے منصوبوں پر کم ہی صرف ہوتے ہیں۔ کونسل کے دفاتر میں میر پور کے ملازمین ڈھونڈنے سے نہ ملیں گے۔ یہاں سے انکم ٹیکس وایکسائز ڈیوٹی کے اربوں روپے کمانے اور اپنی خوشحالی میر پور سے ڈھونڈنے والوں کو ان تضادات کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے ڈاکٹر زیادہ توجہ پرائیویٹ ہسپتالوں کی طرف رکھتے ہیں۔ اس شہر کے پرائیویٹ ہسپتالوں کی رونق سرکاری ڈاکٹروں کے دم قدم سے ہے۔ ہسپتال میں ادویات اور فنڈز کی کمی کے مسائل درپیش رہتے ہیں۔ آبادی کے بڑھتے ہوئے دباؤ کے پیشِ نظر مزید ایک ہسپتال کی ضرورت ہے۔ اور ہسپتال کے انتظامی ڈھانچہ کو عوامی

خدمت کے تابع بنانے کے لیے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کو بااختیار بنا کر انہیں شتر بے مہار ڈاکٹروں کو کنٹرول کرنے کا اختیار دینا ہوگا۔ موجودہ ایم ایس ڈاکٹر عبدالقدوس نے ہسپتال میں تعمیر و بہتری کے متعدد اقدامات کے علاوہ اپنی مدد آپ کے تحت کروڑوں کی لاگت سے کارڈیالوجی بلاک کی تعمیر شروع کی جو ان کا اہم کارنامہ ہے۔

میرپور شہر میں طلبہ و طالبات کی بڑھتی ہوئی تعداد کو درس و تدریس کے مواقع بہتر طور پر مہیا کرنے کے لیے حکومت نے شہر میں کچھ نئے اداروں کے اجراء کا اعلان کیا تھا۔ لیکن بوجوہ ان اعلانات پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ شہر کے شرقی حصے تھوتھال اور غربی حصے کلیال میں طلبہ و طالبات کے لیے نئے کالجوں کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔ تارکینِ وطن و متاثرین منگلا ڈیم کے اس شہر میں پلاٹوں کی منڈی ہر دورِ حکومت میں لگی رہی۔ میرپور سے غیر میرپوریوں نے پلاٹ الاٹ کروا کر پھر میرپوریوں کو ہی مہنگے داموں فروخت کیے۔ کئی سکینڈل سامنے آئے لیکن اہلِ میرپور کے حقوق کا تحفظ نہ کیا جا سکا۔ اس سلسلہ میں حکومتوں کا ہر دور میں دوہرا معیار رہا ہے کہ ایم ڈی اے مظفر آباد، کوٹلی ہاؤسنگ سکیم اور پی ڈی اے راولاکوٹ سے تو دوسرے اضلاع کے لوگ پلاٹ الاٹ کرانے کے مستحق نہیں تو پھر پورے پاکستان و آزاد کشمیر کا دباؤ ایم ڈی اے میرپور پر کیوں ہے۔ پلاٹوں کی منڈی لگانے میں ایم ڈی اے کے ملازمین کا بھی کلیدی کردار رہا ہے۔ وہ سیاسی راہنماؤں بیوروکریٹس اور بااثر لوگوں کو نت نئے راستوں سے روشناس کر کے اپنی نوکریاں پکی کرنے میں لگے رہے۔ اب تک اس لوٹ سیل کا تدارک کرنے کا کوئی معقول بندوبست نہیں کیا گیا۔

شہر کی سڑکوں کی خستہ حالی پر توجہ کی ضرورت ہے۔ اکبر روڈ کا نصف حصہ مکمل کر کے اسے ادھورا چھوڑ دیا گیا۔ اسے سنگھوٹ تک مکمل کرنا چاہیے۔ میاں محمد روڈ ایف ون روڈ کو دورویہ کر کے بہتر بنانے کے لیے ضلعی انتظامیہ کی شبانہ روز کاوشوں سے فنڈز کی منظوری ہو چکی ہے۔ پلاک سے براستہ ڈڈیال، دھان گلی سڑکوں کی کشادگی کے منصوبے محکمہ شاہرات کی افسر شاہی کے سرخ فیتے کی نذر ہو گئے۔ میرپور اور کوٹلی کو براستہ پلاک ملانے والی سڑک کے گڑھے اور کھڈے جہاں مسافروں کا دل ہلا دیتے ہیں وہاں لاکھوں کی گاڑیاں تباہ ہو رہی ہیں۔ ٹرانسپورٹرز اور عوام کے واویلا کو مسلسل نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

لوگوں کی تفریح طبع، روایتی میلوں ٹھیلوں اور ثقافتی کھیلوں کا رواج دم توڑتا جا رہا ہے۔ اور نئی نسل جدید کھیلوں کرکٹ، بیڈمنٹن و سنوکر کی طرف مائل ہو کر فلم بینی کے شغل میں مصروف ہو گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھڑکے کی پرانی آبادی کے شہزادہ سلیم نے ساڑھے چار من کا وزنی بگدر اٹھانے کا ریکارڈ قائم کر رکھا ہے۔ اور بنی کے لیے راجہ جمشید آف کھاڑک، چوہدری عتیق اور نوجوان وسیم اعظم نے پرانے کھیل کے تسلسل کو قائم کر رکھا ہے۔ بھلوٹ کے چاچا مرزا کی وفات سے کبڈی کی رونقیں ماند پڑ گئیں۔ حکومتی اداروں کی مناسب توجہ نہ ہونے سے صنعتی وزرعی نمائشوں کے انعقاد کے سلسلے بند ہو گئے ہیں اور پرانی تہذیب و ثقافت و کھیلوں کے زوال پذیر ہونے سے کئی منفی رجحانات نے تقویت پکڑ لی ہے۔ کتوں اور مرغوں کی لڑائی پر مقامی لوگ بالعموم اور تارکینِ وطن بالخصوص لاکھوں و کروڑوں کی دولت لٹا رہے ہیں۔ ڈڈیال میں کتوں کی لڑائی کے مقابلے برطانیہ میں طے ہوتے ہیں۔ اور دو لاکھ سے تیس لاکھ تک میں کتا خرید کرایا جاتا ہے۔ اس پر یومیہ خرچ و دیکھ بھال ہزاروں میں پڑتی ہے اور شائقین برطانیہ میں کاروبار بند کر کے بذریعہ جہاز بھاری شرطوں کے ساتھ خصوصی طور پر آتے ہیں۔ اس معاشرتی انحطاط اور دولت کے ضیاع کا ذمہ دار کون ہے؟ ایسے اکھاڑوں پر پابندی ہی کافی نہیں بلکہ شعور و آگہی اور درس و تدریس اور نسلِ نو کی بہتر خطوط پر تربیت اولین ضرورت ہے اور مذہبی و سیاسی زعماء کو خاموش نہیں رہنا چاہیے۔

میرپور کے مسائل کے حل کے لیے لوگوں کو موجودہ حکومت سے بہت توقعات وابستہ تھیں اور وزیر اعظم بھی خلوصِ نیت سے اس شہر کا احساس محرومی دور کر کے ماضی کی ناانصافیوں کے ازالہ کے خواہاں تھے لیکن شومئی قسمت بیوروکریسی کی چالوں اور وزیر اعظم کو سب اچھا کی رپورٹ دینے والوں نے لوگوں کی خواہشات پوری کرنے کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیے رکھیں۔ تارکینِ وطن کے ووٹوں کی منسوخی اور سرکاری ملازمتوں میں میرپور کو نظر انداز کرنا فوری توجہ کے اہم مسائل ہیں۔

روزنامہ پاکستان ۲۴ جنوری ۲۰۰۱ء

آبی ذخیروں کی ضرورت اور مچھلی شکار کا فروغ

محمد رمضان دت ایڈووکیٹ
(میرپور)

انسان کی روز مرہ زندگی، زراعت اور آبی حیات کے لیے پانی خداوند کریم کی عظیم نعمت ہے۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ وہ ہماری ضرورت سے زیادہ پانی بارشوں کی صورت میں عطا کرتا ہے۔ لیکن یہ ندی، نالوں اور دریاؤں سے بہتا ہوا سمندر میں گر کر ضائع ہو جاتا ہے۔ تعمیر منگلا ڈیم کے وقت سیکڑوں دیہات اور آزاد کشمیر کا سب سے بڑا شہر منگلا ڈیم کی صورت میں زیر آب آیا۔ ڈیم کی تعمیر سے قبل نئے میرپور شہر اور ڈیم کے گردونواح کی آبادیوں کو گریٹر واٹر سپلائی سکیم کے تحت وافر مقدار میں پانی کی فراہمی کا وعدہ کیا گیا لیکن ایفاء نہ ہوا۔ تعمیر منگلا ڈیم خالصتاً زرعی مقاصد اور بجلی کی پیداواری ضرورت کے پیشِ نظر تھی اور گردونواح کی آبادیوں کو جدید سہولتوں سے آراستہ کر کے سیاحوں کے لیے دلکش سیرگاہ بنا کر متاثرین منگلا ڈیم کو خوشگوار ماحول میں خوشحال بنانا تھا لیکن افسوس کا مقام ہے کہ منگلا ڈیم درجنوں بار اپنی تعمیری لاگت پوری کرنے کے باوجود اس کی آمدن کا ایک پیسہ بھی یہاں خرچ نہیں کیا جا سکا۔ حکومتوں کی غفلت کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے۔

راقم الحروف مچھلی کے شوقیہ شکاریوں کی تنظیم ''اینگلرز ایسوسی ایشن میرپور'' کا ایک کارکن ہے اور تنظیم کے تقسیم کار کے حوالہ سے مجھ پر تنظیمی صدارت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اس دوران جو مشاہدے میں آیا ہے کہ مچھلی کے شکار کے فروغ کے لیے چند تجاویز پیش کروں گا۔

ویسے تو ہر شعبہ میں کھیلوں کہ فروغ اور ترقی ہوئی ہے لیکن مچھلی کے شکار کو باوجودیکہ شوقیہ شکاریوں کی دیہی اور شہری سطح پر خاصی تعداد اور تنظیم کے باوجود حکومتی سطح پر کوئی اہمیت نہ ملی۔ محکمہ فشریز تو درکنار محکمہ سیر و سیاحت بھی اس پر توجہ نہ دے سکا اور نہ ہی اسے باقاعدہ سپورٹس کا درجہ مل سکا۔ حالانکہ دنیا میں باقاعدہ اسے کھیل اور سیاحت کے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں ذرائع ابلاغ اس حوالے سے بہت کم توجہ دیتے ہیں جب کہ بیشتر ممالک مچھلی کے شکار پر بڑے تفصیلی اور معلوماتی رسائل و جرائد شائع کرتے ہیں اور سالانہ بڑے پیمانے پر مچھلی کے شکار کے ٹورنامنٹ کراتے ہیں۔ شوقیہ شکاری اپنے شوق کی تکمیل کے لیے سمندر اور جزیرے بھی پار کرتے ہیں اور ان مقابلوں کی فلمیں بھی ٹی وی پر چلائی جاتی ہیں اور شکاریوں کے لیے ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی جاتی ہے۔ لیکن یہاں حکومتی سطح پر تو درکنار شوقیہ شکاریوں کو آبی ذخائر پر جانے سے روکا جاتا ہے۔ میں یہاں افسوسناک بات تحریر کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا کچھ عرصہ قبل سیالکوٹ سے شکاریوں کی ٹیم آئی جسے بے بنیاد مقدمات میں دھر لیا گیا۔ ایک مزید واقعہ جو پیش آیا کہ پاکستان سے ایک فیملی تفریح کے لیے یہاں منگلا ڈیم میں اپنے اہل و عیال سمیت آئی کچھ اشیاء خورد و نوش لے کر ڈیم کے کنارے لگ گئے اور ان کے چھوٹے بچے وہیں مچھلی کے شکار کے شوق میں ڈیم میں کنڈی پھینکنے میں مشغول ہو گئے اور مقامی انتظامیہ نے خود یا ٹھیکیدار کی ملی بھگت سے ان کو دھر لیا۔ یہی نہیں ہماری تنظیم کے بیشتر کارکنوں کو بھی حراساں کر کے ان کی عزت نفس کو مجروح کیا۔

ان مشکلات کی وجہ سے دن بدن شوقیہ شکاری اس مشغلے سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اینگلرز ایسوسی ایشن ان مسائل کے حل کے لیے کوشاں ہے اور سالانہ ٹورنامنٹ ''فش کیچ اے میچ'' کے ذریعے شوقیہ شکاریوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح جوڑنے میں اور اپنے مسائل حکومتی سطح پر پہنچانے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مچھلی شکار کو باقاعدہ سپورٹس کا درجہ دیا جائے۔ منگلا ڈیم کی منگلا پاکٹ کو شوقیہ شکاریوں کے لیے مخصوص کیا جائے۔ پورے ڈیم کے گرد پکنک سپارٹس، شکار پوائنٹ اور سیر گاہیں بنائی جائیں۔ پورے ڈیم کو پانچ سال کے لیے مچھلی کی افزائش کے لیے ٹھیکہ پر نہ دیا جائے اور محکمہ فشریز ڈیم میں نیا مچھلی پونگ ڈالے۔ یہ اس لیے کہ سال ہا سال کے ٹھیکوں کی وجہ، سیلابی ریلے اور خاطر خواہ نیا پونگ نہ ڈالنے کی وجہ سے مچھلی کی مجموعی پیداوار متاثر ہو چکی ہے بالخصوص ریاست جموں کشمیر کے دریاؤں کی بادشاہ مچھلی ''مہاشیر'' جو لذت خوبصورتی اور شکاری کو کھیل کھلانے میں اپنی مثال آپ ہے، کے ناپید ہونے کا خطرہ ہے۔ اس مچھلی کا شکار ''تنگروٹ'' جو اب منگلا ڈیم کے زیر آب آ گیا ہے جہاں بین الاقوامی شہرت کی مچھلی شکار گاہ تھی جہاں سابق برطانوی وزیر اعظم چرچل کے علاوہ دیگر انگریز، فرانسیسی اور جرمن شکاریوں نے شکار کھیلا۔ پاکستان کے فیلڈ مارشل ایوب خان کی بھی یہ پسندیدہ شکار گاہ تھی۔ چرچل نے اپنی کتاب میں بھی اس شکار گاہ کا ذکر کیا ہے اور مہاشیر کی بڑی تعریف کی ہے قابل ذکر بات ہے کہ تنگروٹ میں شکاریوں کی سہولت کے لیے ایک ڈاک بنگلہ بھی تھا جہاں بڑی مچھلیوں کے شکار کے ریکارڈ بھی موجود تھے اور شکار پر متعدد عالمی زبانوں پر کتب بھی موجود تھیں۔ لیکن مذکورہ ریکارڈ کہاں ہے۔ شکار ورثہ حقیقی شکار وارثوں کو کیوں منتقل نہیں ہوا؟ ایہ ایک سوال ہے جو اب تاریخ بن کے رہ گیا ہے۔

شوقیہ شکاریوں کی حوصلہ افزائی اور منگلا ڈیم میں مچھلی کے درست

طریقہ پرورش پر سابق ڈپٹی ڈائریکٹر فشریز عبدالسلام انصاری کی کاوشوں کا ذکر نہ کرنا منگلا ڈیم کی تاریخ گم کرنے کے مترادف ہوگا۔ موصوف کی تحقیقاتی کوششوں اور شکاریوں سے تعاون اور حسنِ سلوک مثالی رہا جن کی کوششوں سے منگلا ڈیم میں بڑے پیمانے پر مچھلی کی کامیاب پرورش رہی۔ اس دوران شوقیہ شکاریوں نے وزنی مہاشیر، روہو، سنگھاڑا، کالا بانس مچھلیاں شکار کیں۔ بلکہ وقت کی نئی دریافت گلفام اور چائینہ جیسی خوبصورت مچھلیاں شکار کر کے لطف اٹھایا۔ وہ ذاتی طور پر ٹورنامنٹ بڑی دلچسپی سے منعقد کراتے رہے اور خود شوقیہ شکاریوں میں انعامات تقسیم کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ منگلا ڈیم میں مچھلیوں کو تجارتی بنیادوں پر پکڑنے کا ٹھیکہ یکم جولائی ۱۹۷۱ء میں دیئے جانے سے قبل..... ماہ اکتوبر اور دسمبر ۱۹۷۰ء میں منگلا اینگلرز اور راولپنڈی اینگلرز ایسوسی ایشن کا مقابلہ ہوا۔ جس میں مناسب پیمانے پر شکار ہوا۔ اسلام آباد اینگلرز ایسوسی ایشن کا دعویٰ ہے کہ اس دوران ایک دن میں چار سو پونڈ سے زائد وزن میں مچھلیاں کنڈی سے شکار کیں تھیں۔ اس طرح نیلامی سے جہاں شکار کے مواقع کم ہوتے گئے وہاں شکاریوں کی تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا۔ شکار گاہوں پر سڑک کی پہنچ ختم ہوگئی۔ پہنچ کی جگہ ممنوعہ زون بن گیا۔ شکاریوں کو دور دراز کھانے پینے کی سہولت میسر نہیں۔ اگر اندھی بارش آ جائے تو سر چھپانے کے لیے جگہ نہیں۔ مزید زیادتی کہ اب واپڈا نے منگلا ڈیم کو خالصتاً تجارتی بنیادوں پر چلانا شروع کر دیا ہے۔ اب ایک سال کی بجائے تین سال کے لیے نیلام کر دیا ہے۔ جس سے مچھلی کی افزائش، نشوونما ممکن نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ٹھیکیدار خسارے کا رونا روتے ہیں۔ محکمہ فشریز وسائل اور تحقیقاتی وسائل کی عدم دستیابی کا ذکر کرتے ہیں اور شوقیہ شکاری مہینوں بندش کے بعد جب اپنے شوق کی تسکین کے لیے ڈیم کا رخ کرتے ہیں تو ٹھیکیدار انتظامیہ کی بے رخی کا انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہی حالات کے پیشِ نظر میرپور اینگلرز ایسوسی ایشن ۱۹۷۱ء سے قائم جدوجہد میں مشغول ہے۔ اینگلرز ایسوسی ایشن متعلقہ حکام سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ ٹنگروٹ نامی شکار گاہ تعمیر کی جائے۔ مچھلی کی پیداواری صلاحیت بحال ہونے تک ڈیم کی نیلامی روکی جائے۔ نیلامی کی رقم شکار گاہوں کی تعمیر اور سیاحت کے فروغ پر ڈیم کے علاقوں میں خرچ کی جائے منگلا ڈیم اپ ریز منصوبے کے بجائے بھل صفائی کی جائے اور برآمد ہونے والی مٹی کو استعمال میں لا کر ڈیم میں گرنے والے ندی، نالوں اور دریاؤں پر بند باندھ کر چھوٹی جھلیں تعمیر کی جائیں جہاں وسیع پیمانے پر مچھلی کی افزائش کی جائے جس سے حیاتیاتی توانائی کی کمی کو بھی پورا کیا جا سکتا ہے۔ یہ آبی ذخائر بھی کم لاگت میں دستیاب ہوں گے۔ ان کے پانی سے گردونواح کی آبادیوں کی پانی کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور آبی ذخیروں کے گرد باغات اور جنگلات لگا کر عوام کو سیاحت اور تفریح بھی میسر ہوگی اور خطہ کی حقیقی رونق دوبالا ہوگی۔

انعامی مقابلہ مضمون نویسی

موضوع: منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ......توقعات، خدشات اور خطرات

سہ ماہی پربت کے زیر اہتمام عنوان بالا کے تحت ایک مقابلہ مضمون نویسی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مضمون نگاروں کو بالترتیب انعامات دیئے جائیں گے۔

اول انعام: -/10,000 روپے دوئم انعام: -/7,000 روپے

سوئم انعام: -/5,000 روپے حوصلہ افزائی انعام: -/2,000 روپے

مقابلے کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مضمون ٹھوس دلائل کے ساتھ تحقیقی نوعیت کا ہونا چاہیئے۔

۲۔ مضمون کے حوالہ جات صحیح اور واضح ہونے چاہیئیں۔

۳۔ مضمون دیئے گئے موضوع کے جملہ پہلوؤں کا بجا طور پر احاطہ کرتا ہو۔

۴۔ مضمون چربہ، نقل یا پہلے سے شائع شدہ نہیں ہونا چاہیئے۔

۵۔ مضمون انگریزی، پہاڑی اور اردو میں سے کسی بھی زبان میں لکھا جا سکتا ہے۔

۶۔ مضمون نگار کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں۔

۷۔ مضمون کاغذ کے ایک طرف اور صاف لکھا ہوا ہونا چاہیئے۔

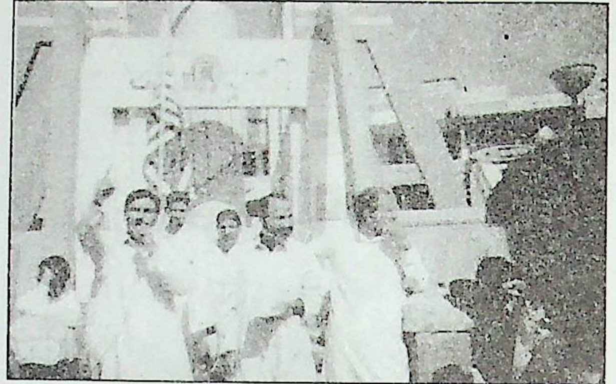
☆ مضمون ہر حال میں 30 اکتوبر تک موصول ہونا چاہیئے۔ ☆ مضمون کی پوزیشن کا حتمی فیصلہ ماہرین کی کمیٹی کرے گی۔

☆ مضمون نگار اپنے مکمل نام و پتہ کے ساتھ ایک عدد پاسپورٹ سائز تصویر بھی ارسال کریں۔

☆ مقابلے کے نتائج سے تمام شرکاء کو بروقت آگاہ کیا جائے گا۔

MEHMOOD KASHMIRI
39-Leamington Street
Bradford, BD9 4QZ
West Yorkshire (U.K)
Mobile: 0787 0364399

کاشر ایڈورٹائزرز اینڈ کمپیوٹر آرٹس
118-اسحاق پلازہ چوک شہیداں میرپور آزاد کشمیر
فون نمبر: 058610-33431





اسیرانِ منگلا ڈیم کی رہائی کے موقع پر چوک شہیداں میر پور میں عوام کا استقبال



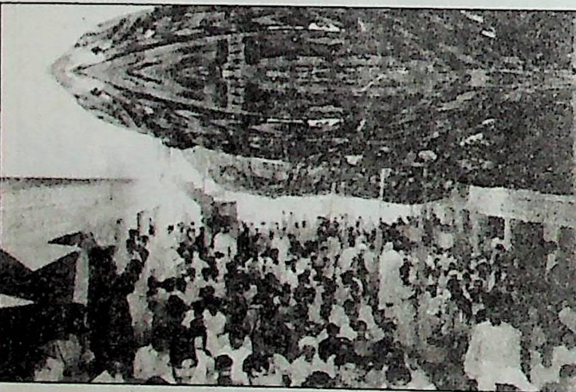
مظفر آباد 11-10-2002 نیپ اور این ایس ایف کے کارکنوں کی اسیران میر پور کے حق میں علامتی بھوک ہڑتال۔



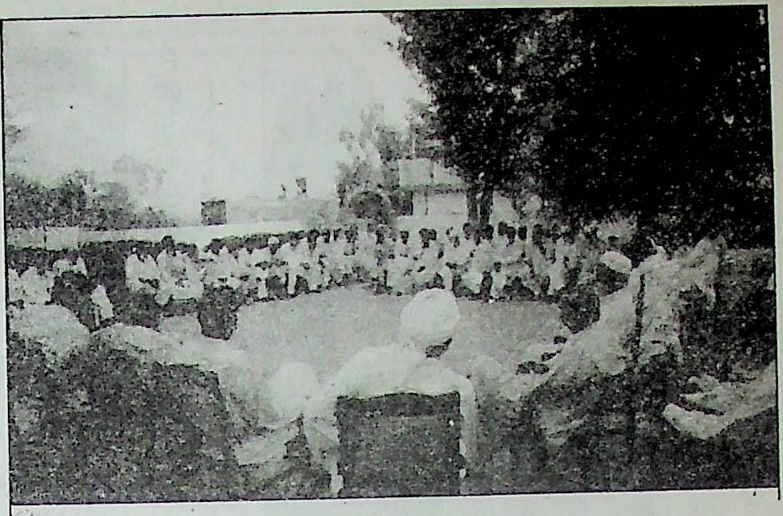
جموں کشمیر لبریشن فرنٹ بنگوئیں کے کارکن منگلا ڈیم توسیع کے خلاف پیدل مارچ کر رہے ہیں۔ وحید عباسی اور وارث چغتائی قیادت کرتے ہوئے



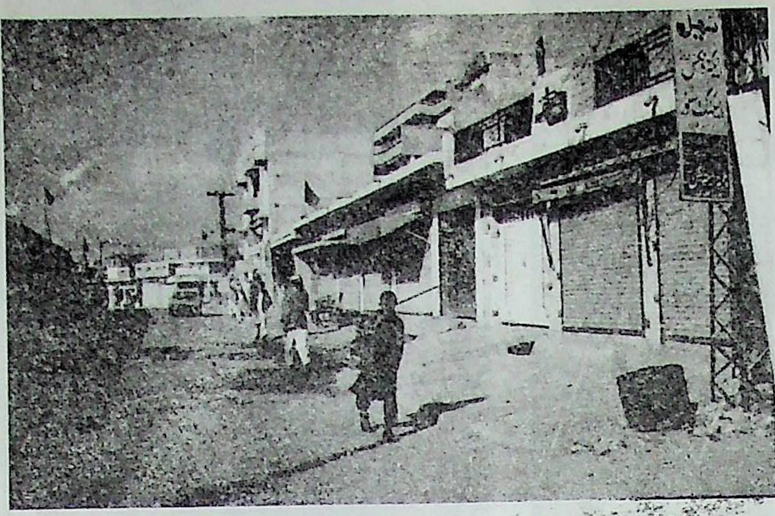
چک سواری 10 اپریل 2003ء
پرویز مشرف کا پتلا جلایا جا رہا ہے



27 ستمبر 2002ء سرساوا کے مقام پر
منگلا ڈیم توسیع کے خلاف JKLF کا احتجاج



ڈڈیال 2 جولائی 2003ء کو موہڑہ کنیال میں ڈیم توسیع کے خلاف منعقد ہونے والی میٹنگ کی جھلک

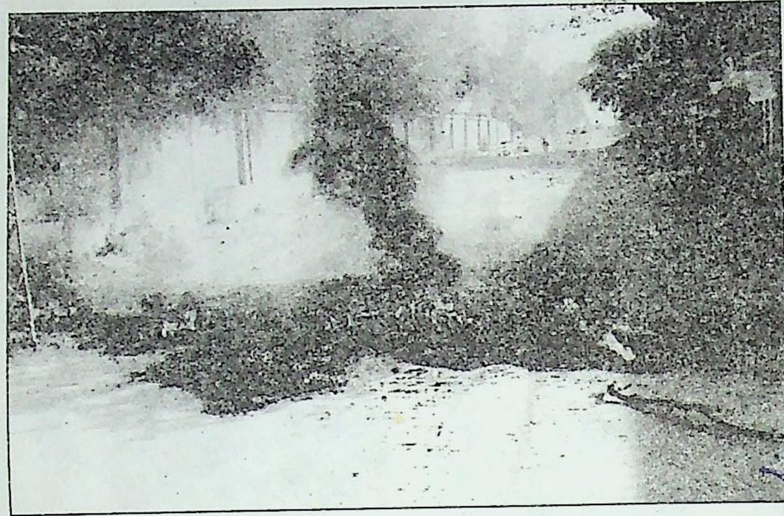


ڈڈیال سردار عتیق احمد خان کے ڈڈیال آمد کے موقع پر منگلا ڈیم توسیع کیخلاف انجمن تاجران کی طرف سے دی گئی کال پر شہر کا منظر

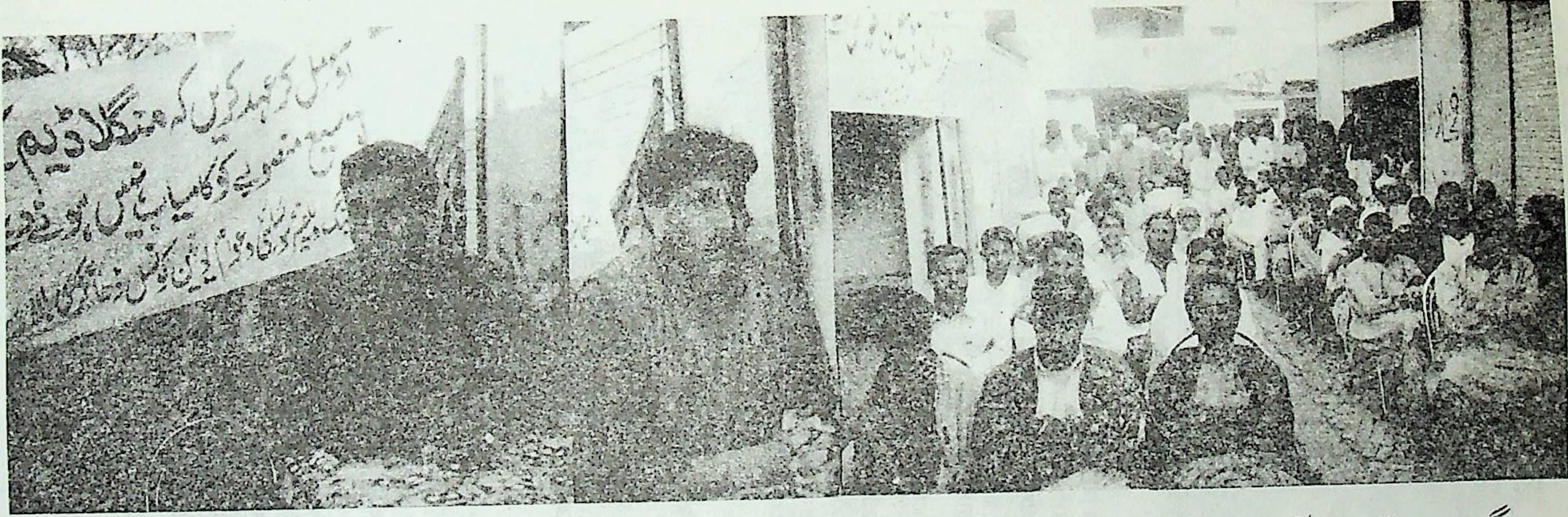


ڈڈیال میں منگلا ڈیم توسیع کیخلاف نکالی گئی ایک ریلی کا منظر

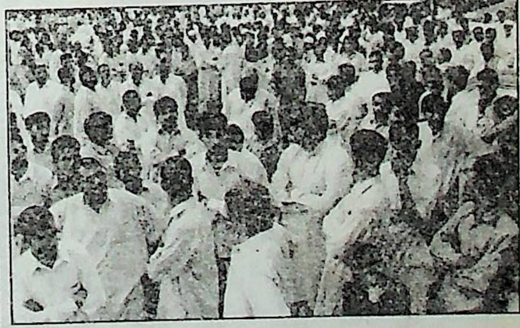
تصاویر بشکریہ اسد لطیف ڈار



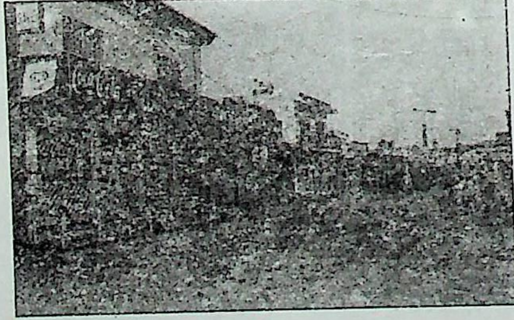
اسیرانِ میرپور منگلا ڈیم کی گرفتاری کے خلاف احتجاج مین روڈ بلاک



ڈھانگری بالائینگ ویلفیئر سوسائٹی کے زیراہتمام منگلا توسیع کے خلاف عوامی اجتماع۔ عارف چوہدری اور محمد ندیم خطاب کر رہے ہیں۔







ڈڈیال۔ 22 اکتوبر اسیران منگلا ڈیم کی رہائی کے لئے عوامی ریلی اور ہڑتال کا منظر۔ تصاویر بشکریہ عاصم شریف لون

The upraising of Mangla Dam is not only the encroachment upon the disputed territory by the Pakistan's rulers but is also a cause of great concern for its adverse effects on the local economy, socio culture and environment.

Economically, a significant part of the New Mirpur City will be submerged which includes several shopping arcades, schools, post offices, and 'corner shops' in the town. Similarly many shopping arcades or bazaars, roads, schools, dispensaries, post offices etc. in the sub district of Dadyaal and other hamlets will be submerged.

Culturally, the mosques, playgrounds, graveyards etc. will be eroded causing severe social and mental health pressure on an already excluded and traumatised community which is living under the wars and threats of war for over half a century and has not yet fully recovered from the forced division of Kashmir in 1947 and the forced construction of the Mangla Dam in 1960s.

Environmentally, in addition to the damage which the resettlement will cause to the surrounding the water of the extended reservoirs of the Dam will expand right under the hundreds of homes increasing the number of child and cattle drowning and pesticide including snake biting many fold. Although no official record is available common estimates show that at average 20 children are drowned in the reservoir every year in the Mirpur district.

Given the past experiences it is also widely feared that majority of the displaced people will be left displaced. Since over tens of thousand displaced people of 1961 have not been settled and compensated after 40 years have passed.

Pakistan is paying no royalty on Mangla Dam to its held POK government while it is paying royalty to its own Provinces.

The Pakistani government is in sheer violations of UNCIP Resolutions of August 13,1948 and January 5, 1949, that restricts and restrain Pakistan to act against the jurisprudence of resolutions. The Pakistan regime is economically depriving people and government from having unhindered access and authority over its resources, since POK (Pakistan occupied Kashmir) government has no control on taxes, minerals, banking and foreign remittances.

The current step of Pakistan's military ruler to upraise Mangla Dam can result in the massive eviction of people and demolition of urban areas, and will pose potential crisis in the Area. This will have massive effect on the British Kashmiris as most of the Kashmiris in Britain originate from Mirpur district. Most of whom are a direct result of the 1961 displacement. We appeal to you, and the government to step in and stop the Pakistani rulers destroying land, displacing people and usurping our economic, environmental and cultural catastrophe in the town of our origins.

If nothing is done now this may turn into a disaster for us, the Kashmiri people living in Britain we have our loved ones living in the affected areas. Please help us in stopping the Pakistani ruler's small economic gain at the cost of incommensurable damage to thousands of people in Mirpur.

We would appreciate if you could write to the Pakistani and British Governments outlining your constituents concerns. We thank you for your support.

Yours sincerely

(Signature) ______________________________

(Name) ____________________ (Address) ______________________________





ڈڈیال......جموں کشمیر نیشنل عوامی پارٹی کے زیر اہتمام اینٹی منگلا ڈیم توسیع قومی کانفرنس کے موقع پر شوکت مقبول بٹ، علی زمان راجہ ایڈووکیٹ، محمد افسر شاہد ایڈووکیٹ، چوہدری محمد عارف، انور ڈار، شفیق رٹوی ایڈووکیٹ، چوہدری محفوظ ایڈووکیٹ، لالہ فرید ایڈووکیٹ، چوہدری شبیر احمد، ڈاکٹر اختر علی، چوہدری عمر فاروق، لالہ عبدالمالک، لطیف ثانی ایڈووکیٹ، ارشد ملک، شوکت گنائی، ارشد ملک ایڈووکیٹ، رضوان کرامت، عمران رحیم، شجاعت کاظمی اور مخدوم خطاب کر رہے ہیں۔





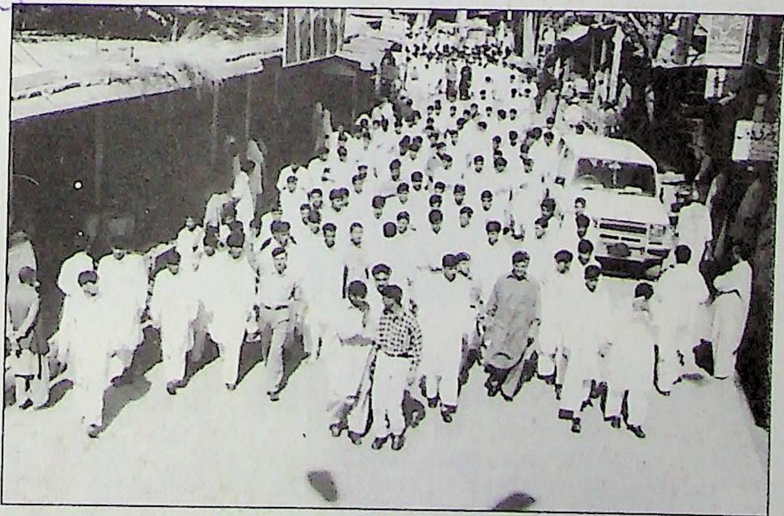
میر پور۔16 مارچ 2001 کو موڑھا ملکاں میں منگلا ڈیم توسیع کے خلاف عوامی اجتماع سے عبدالمجید ملک، افسر شاہد، چوہدری سرفراز ایڈووکیٹ، نشاط کاظمی ایڈووکیٹ، عارف چوہدری، صوفی رشید، خواجہ پرویز، کامران طارق اور دیگر مقررین اظہار خیال کر رہے ہیں۔



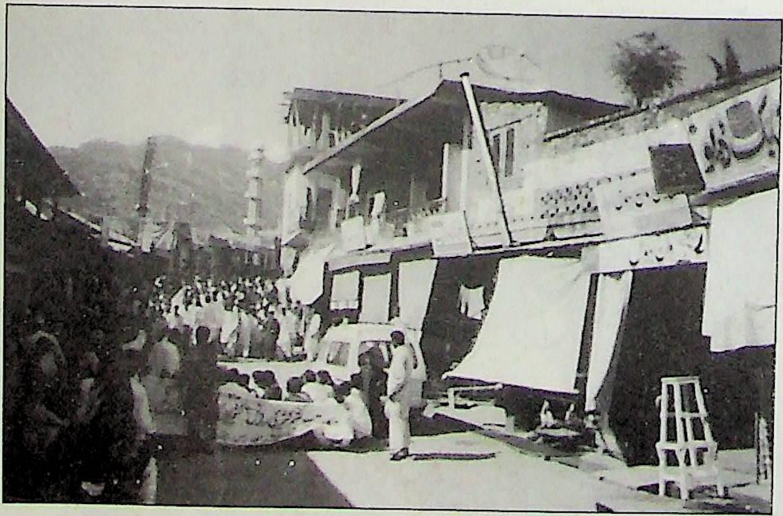
منگلا ڈیم توسیعی معاہدے کے خلاف این ایس ایف کی احتجاجی ریلی



26 ستمبر 2002ء باغ میں نیپ اور این ایس ایف کا ڈیم کی توسیع کے خلاف مظاہرہ



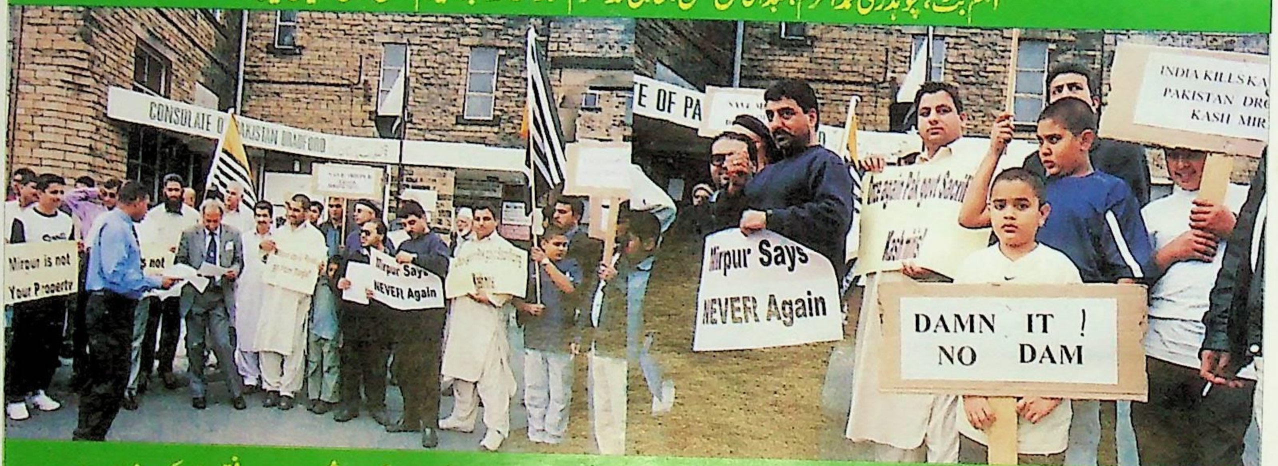
منگلا ڈیم توسیع کے خلاف راولاکوٹ میں طلباء کا احتجاج 2002ء



باغ میں این ایس ایف اور نیپ کا احتجاجی مظاہرہ



مانچسٹر...... پاکستانی قونصلیٹ کے سامنے کشمیریوں کا بھوک ہڑتالی کیمپ۔ حاجی محمد اکرم ستار، شمس رحمٰن اور انجم بٹ بیٹھے ہیں۔
انجم بٹ، چوہدری محمد اکرم، عبدالخالق حسن، حاجی محمد اکرم ستار، حافظ عبدالقیوم، شمس رحمٰن نمایاں ہیں۔



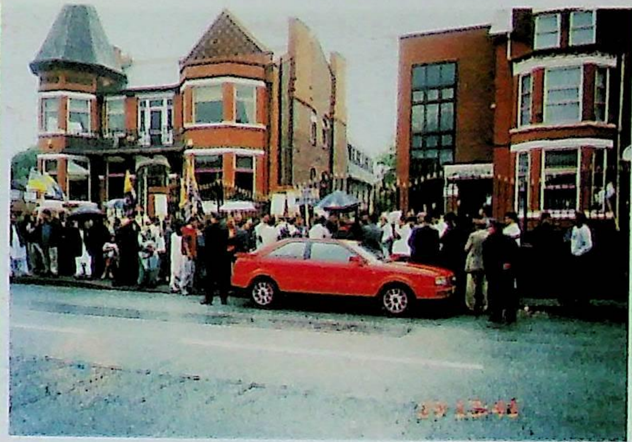
بریڈفورڈ...... منگلا ڈیم توسیع کے خلاف کشمیری بچے، نوجوان اور بوڑھے سراپائے احتجاج ہیں۔ ۱۔ نعمان اکرم، عمر اکرم، ہاشم احمد، طاہر رفیق ایڈووکیٹ نمایاں ہیں۔
۲۔ لارڈ میئر غضنفر خالق، محمود کشمیری، عمر اکرم، طاہر رفیق، شمس رحمٰن، محمد بشیر، حاجی محمد افسر نمایاں ہیں۔

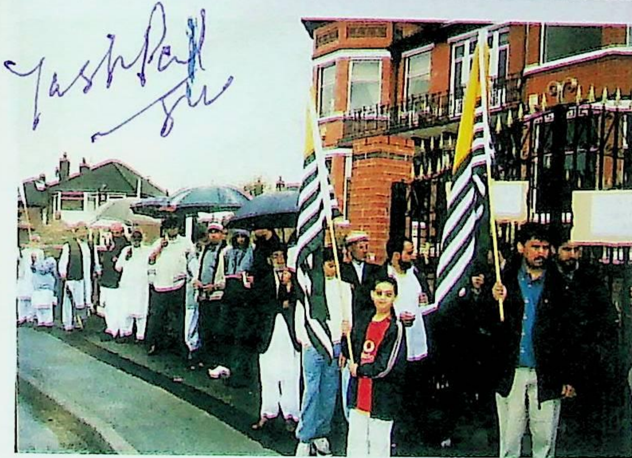


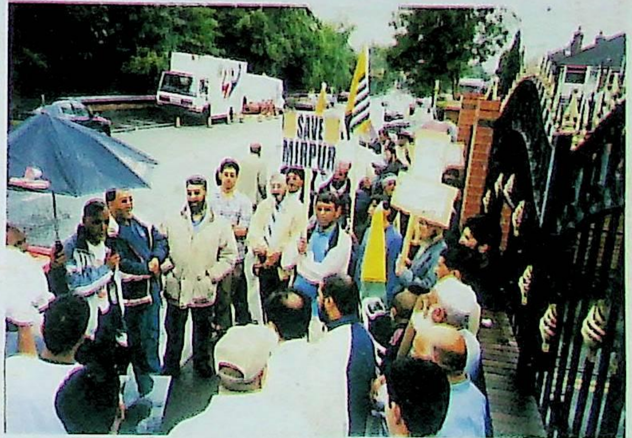
مانچسٹر...... لیبر کونسلر راجہ محمد افضل خان، حافظ جمال عبدالقیوم، حاجی محمد اکرم ستار، طاہر رفیق ایڈووکیٹ اور محمد خلیل بھی پاکستانی قونصلیٹ میں منگلا توسیع منصوبے کے خلاف یادداشت پیش کررہے ہیں۔

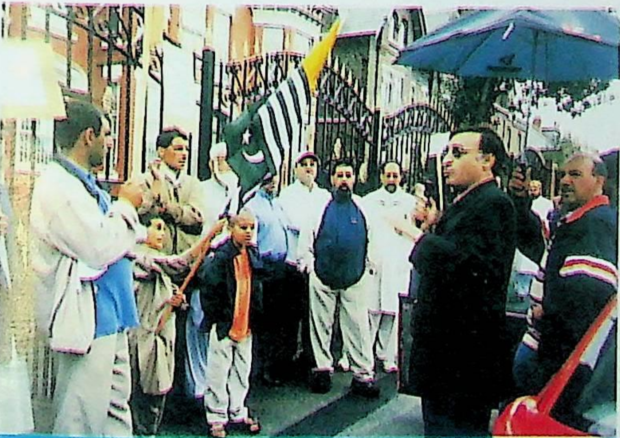
مانچسٹر۔ پاکستانی قونصلیٹ جو آج کل کشمیریوں کے احتجاجی مظاہروں کا مرکز ہے۔







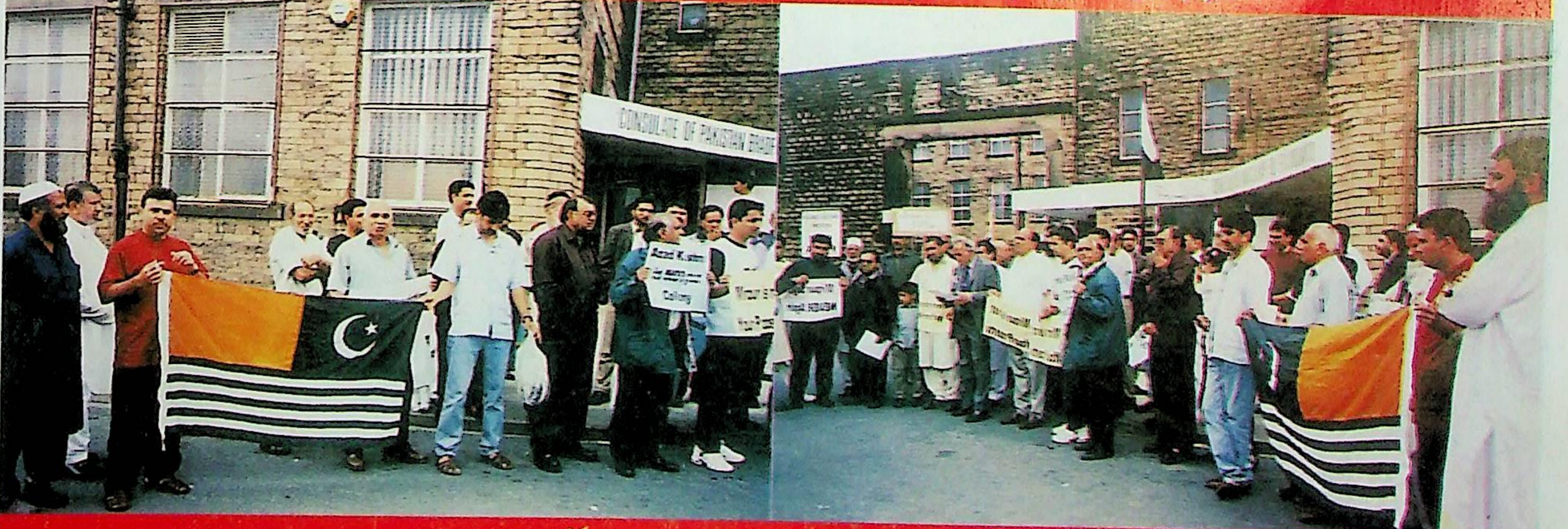






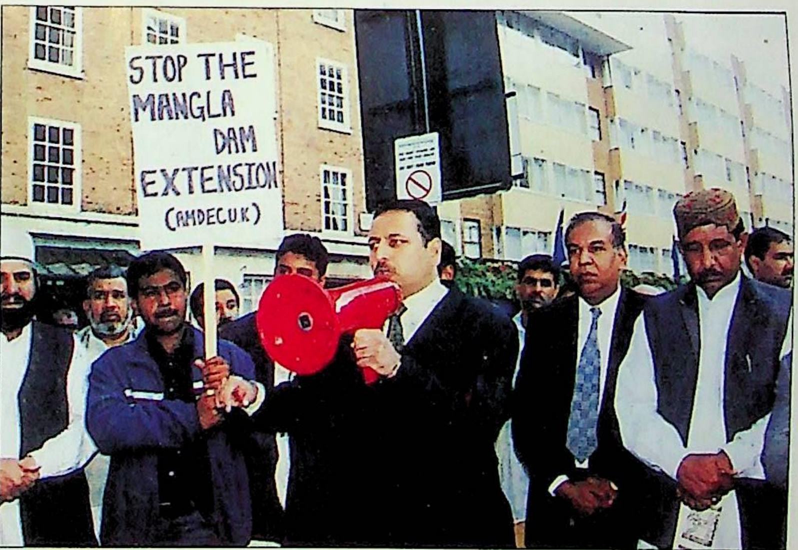
مانچسٹر ......29 اگست 2002ء پاکستانی قونصلیٹ کے سامنے منگلا توسیع کے خلاف کشمیریوں کا احتجاج ۔تصاویر میں امجد بٹ، حاجی برکت، لالہ غوری، حاجی اکرم ستار، حافظ عبدالقیوم، حاجی محمد یعقوب، حاجی محمد اسلم، پنوں خان، محمد جہانگیر، محمد افضل، حاجی فضل احمد، محمود غزنی، علی عدالت، حاجی قمر رزاق، ڈاکٹر صغیر احمد، شمس رحمٰن، سکندر علی، طاہر علی، ماسٹر محمد بشیر، عبدالعزیز، اور جنید خالق نمایاں ہیں۔

لندن ۔ پاکستانی ہائی کمیشن کے سامنے کشمیریوں کا احتجاجی مظاہرہ۔ ا۔ حاجی عبدالخالق، یونس تریابی، مولوی محمد خلیل، چوہدری محمد صادق، مرزا محمد صدیق نمایاں ہیں۔
۲۔ حاجی عبدالخالق، محمود کشمیری، راجہ عدالت، چوہدری صادق نمایاں ہیں۔



بریڈفورڈ...... پاکستانی قونصلیٹ کے باہر منگلا توسیعی منصوبے کے خلاف کشمیریوں کا احتجاج









لندن...... پاکستانی سفارت خانہ کے سامنے متاثرین منگلا ڈیم کا احتجاجی مظاہرہ۔ مظاہرے کی قیادت ذوالفقار احمد راجہ ایڈووکیٹ صدر بار میرپور نے کی



Association of
British Kashmiris

CENTRAL OFFICE
57 Ashbrow Road
HUDDERSFIELD
West Yorkshire
HD2 1DX

Tel: 01484 318919
Mob: 07977 572137

Email:
Kct.uk@ntlworld.com

DATE 7th October 2002

Our Ref AH/MDam.02

Your Ref ________

The Right Honourable: ____________________ MP
House of Commons
LONDON
SW1A 0AA

Dear Sir/Madam

Subject: Stop Pakistan rulers from displacing and evicting thousands of Kashmiris in Mirpur district of Pakistani Controlled Kashmir

Dear Sir/Madam,

It is imperative to draw your attention towards the Pakistan held part of Kashmir, which according to UN Resolutions is a disputed territory and Pakistan has no mandate to encroach the rights and resources of disputed territory. The Pakistani regime has been making hue and cry regarding the peoples' right to self-determination to mislead the world but have been violating all economic, democratic and fundamental rights of the people under its occupation.

Currently Pakistan military rulers have announced to upraise Mangla Dam. According to Pakistan's own estimates from its Water and Power Development Authority (WAPDA), the extension of this Dam will displace more than 45,000 thousand people in and around Mirpur city and its district. People in the area put the figure up to 100,000.

Mangla Dam was constructed by the military regime of General Ayub Khan in 1960s when over 100,000 people had been displaced. Majority of those allocated lands in the Pakistani province of Punjab and Sindh have neither been settled nor properly been compensated as yet. Many of the effectees were migrated to Britain and worked hard to rebuild lives of their relatives in Mirpur.

Now another Pakistani military regime has announced extension of Mangla Dam in the wake of failure to build a proposed Kala Bagh Dam in Pakistan owing to the opposition and defiance it met from three of its Provinces Sindh, Baluchistan and NWFP, except Punjab. The military ruler opted to upraise Mangla Dam again despite massive opposition and protest from all parties, this indicates Pakistan's policy of colonization. The Pakistan Occupied Kashmir's (POK) so-called rulers are installed to the power in Muzaffarabad owing to their blind submission and allegiance to Islamabad irrespective of people's will and wishes. While Pakistani rulers are using puppet POK leaders to justify Pakistan's policy of feudal colonization, and to mislead the world. The present President of the POK Government Sardar Anwar Khan who has recently been to USA is a close ally of the President Musharaf and was made president within weeks of his retirement from Pakistan Army despite the constitutional restrictions on any government employee to participate in politics or take any political post within two years of retirement. He.is the main supporter of the Dam extension project in POK. The extension of Mangla Dam is being carried out forcibly despite the peoples and all parties overwhelming opposition to the plan.

On September 30, 2002 when Pakistan's General Pervez Musharaf headed to Mirpur, Pakistan held Kashmir district for inauguration, where Mangala Dam is situated, since then the entire city has been virtually under military commandos siege and under curfew so that protesters could not protest but despite military control thousands of people took to the street where dozens of protesters have been injured and detained. Eleven of the detainees have been transferred to the prison. Since visitors are not allowed to see them we do not know exactly about their conditions. However, we fear that they might have been tortured.

Working for a Kashmiri Perspective on Equality, Identity and Self Determination

Excellency, How could one force one to leave their homes without their consent or consultation, we were invited by Mr Nasir Memon, then Minister for Jammu Kashmir Affairs on 25th September 2002 to Islamabad, at the meeting we were surprised to note that, being the Minister for Kashmir affairs, he was not aware of the truth about the resentment of the people and about the concooked feasibility report as admitted by the official of WAPDA in his presence. Minister sahib then enquired if the survey was conducted in the area's to be affected, the official said yes, when our team member Mr Arif Choudhry from Mirpur committee intervened and suggested that the feasibility report was prepared unilaterally in the comfort of one's office and 90% survey nor consultation were never conducted and that the 10% survey that was conducted was under false pretext, the remaining 90% was never allowed by the people, in some instances the teams had to leave behind their belongings in order to save their lives. If this is not resentment then how do one define word "resentment", in view of these back grounds, how can your excellency insist to proceed with the extension against the will of our people.

Excellency, you can argue that the Prime Minister of Azad Kashmir has consented to the extension, one can argue his mandate, these MLA's were never elected to uproot the people, but were elected to run local administration, moreover they have no jurisdiction to make such decissions unilaterally, in any case these members are to run only intrim setup, not make major decissions of mass exodus of our people.

We trust that your excellency will postpone the proposal on your proposed meeting of 20th and work on the alternatives suggested by our committee and take our people into confidence before any project is considered and their aspiration should be respected, Excellency if our aspirations are not respected in this area, then how can one preach others to respect the aspiration of the people of Jammu Kashmir as whole.

Yours sincerely,
for and behalf of
Anti Mangla Dam Extension Action Committee

Najib Afsar
Spokesman

ANTI MANGLA DAM EXTENSION ACTION COMMITTEE

250, YARDLEY WOOD ROAD, MOSELEY, BIRMINGHAM B13 9JN. U.K.
TEL. 0121-442 4544 FAX. 0121-449 5294
Email: AntiManglaDam@AOL.COM

Our Ref: NA/AMDEAC 03

17th May 2003

OPEN LETTER

H.E. President General Pervaiz Musharraf,
President House,
Islamabad,
Pakistan.

Excellency,

RE: PROPOSED FORCED EXTENSION OF MANGLA DAM

We take the opportunity to draw your attention toward the resentment of Kashmiri people and Kashmiri resident of UK and Europe particularly those who originate from District Mirpur, toward proposed forced extension of Mangla Dam.

Excellency, you are fully aware of the implications involved under the interrnational law and mass resentment of the people concerned, this avenue of forced extension will leave our community shattered and scattered all over the place, our people have not yet forgotten the initial forced construction of Mangla Dam in the first place, and I have been told many heartbreaking stories by the people directly affected at the time, 37 years on, they still cannot avoid tears in their eyes, when one talks of Mangla Dam and the forced proposed extension.

Excellency we are aware that dams are needed to fulfil one's need to prosper, but at what cost, moreover at who's cost. Please be assured that we are not anti Pakistan elements, as suggested by some quarters, we are well wisher of Pakistan and Pakistani people as a whole, if we were to be anti elements then we would not have suggested alternative sites in Jammu Kashmir, these sites will be very cost affective and will fulfil the needs of Pakistan with added benefit to our people in the longer term, moreover the alternative sites suggested by us will eliminate. the question of displacement of our people, who can remain in tacked as one commuinty with some moying few hundred yards here and there, yet still be part of the same segment.

Excellency, We urge you on behalf of our people, not to make this issue as one's ego and let us work on the alternatives offered, we are aware that resistance cannot be sustained under the barrel of gun, but there are always side affects, one being of hatred and segregation and continued suffering on the both sides, in our view this will not be healthy for all concerned parties.

Continued.........

Mr chairman, we will explore every avenue to resist the force extension and will continue our struggle internationally, till the last drop of blood in our body.

I ask all the delegates to organise a collective body from which we can force the government to heed the public demands and I on behalf of my committee in UK offer our services to any organisation that require our assistance in order that we can oppose projects that are against the safety of public at large.

Thank you.

اظہارِ تشکر

پربت کے منگلا ڈیم نمبر کی اشاعت کے لئے حسب ذیل محبِ وطن اور قومی غیرت وحمیت رکھنے والے حضرات نے مالی تعاون فراہم کیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے

1 حاجی عبدالخالق صاحب آف چھتروہ (سٹاکپورٹ) ——10 ہزار روپے

2 حاجی محمد اکرم ستار صاحب آف چھتروہ (مانچسٹر) ——10 ہزار روپے

3 چوہدری نجیب افسر صاحب آف چکسواری (برمنگھم) ——10 ہزار روپے

4 محمود کشمیری صاحب آف چکسواری (بریڈفورڈ) —— 5 ہزار روپے

ادارہ پربت ان حضرات کے مالی تعاون کا بے حد شکر گزار ہے

علاوہ ازیں جن کاروباری حضرات نے اشتہارات کی صورت میں تعاون کیا ہے ادارہ ان کا بھی شکر گزار ہے

(پربت)

1) In the discharge of its responsibilities under numerous UNCIP Resolutions (Resolution 38 1948: Resolution 13th August 1948; Communication to the Chairman UNCIP, 3rd October 1957) the government of Pakistan have resumed constitutional responsibilities to safeguard the interest of the people of the state under their control, and refrain from and attempt which cause any material change in the territory or aggravate the situation. I ask is this safe guarding our interest with extension and displacement of over 150,000 people.

2) At the original programme of the construction of Mangla Dam, the then government of India, in her letter dated 21st August 1957, among other objections in regards to the proposed Mangla Dam, pointed out that the execution of the proposed project by the government of Pakistan, was in violation of the Councils resolution for 17th January 1948 and of the assurance given to India by the chairman of UNCIP.

3) The government of Pakistan on 3rd October 1957, in its reply, stated that Pakistani government and the Azad Kashmir Authorities were carrying out the Mangla Dam project co-operatively, it would greatly strengthen the economy of the Azad Kashmir area and would in no way adversely affect the existing interests. Mr chairman with submerging entire area under water, what economy were they talking about?

4) The government of Pakistan in 1960s had given undertaking to the then president of Azad Kashmir Authoirty, the late Mr K.H.Khurshid that the people of Azad Kashmir will enjoy the full economic/material benefits including free electricity supply from the said Dam. None of these promises were ever honoured, instead of free electricity, we hardly get any and if we are lucky to get at time then the cost is double then what Pakistan industrial companies pay, is this not backtracking from the commitments.

5) The original construction of the Mangla Dam was carried out against the expressed will of the people of Jammu Kashmir. It was enforced upon them with the connivance of the corrupt leadership of the AJK who, we believe, will yet again be driven by their naked self-interest to conspire with the Government and WPDA for lucrative commissions.

6) It is therefore reminded that the proposed extension of the Mangla Dam stands in direct contravention to the assumption of the responsibilities under UNCIP resolution and under the jurisprudence of the commitment given by the government of Pakistan at the UN. And is clearly violation of basic human rights of our people, Mr Chairman, we are people like every one else, we are not animal, but we are being treated worse then animal.

7) The whole Mangla Dam project constitutes violations of basic human rights and sheer exploitation of the people of Jammu Kashmir, moreover it violation of International law, we will continue to engage international community and let our strong opposition be heard, As you all might be aware that our team members have made a strong representation at the UN SESSION on human rights in Geneva in respect of forced extension of Mangla dam.

and above all our heritage and the graves of our loved one's. We will not allow further disintegration of our closely netted community.

Mr chairman, we are aware of the needs of Pakistan and like they say charity begin at home, first of all Pakistan must bring into operation the Kala Bagh Dam and there are other redundant sites upon which one can build many dams within Pakistan.

Mr Chairman, I must state that Jammu Kashmir is disputed territory and it will be illegal for the government of Pakistan to insist that the proposal should go ahead,

Mr Chairman I can assure you that we are not against Pakistan as a nation nor we are against the people of Pakistan, but we are against the extension that will displace our people who are already scattered all over the place.

Our committee have proposed other alternatives to the government of Pakistan and their institutions and these alternatives are at fraction of the cost compared to the proposed extension, moreover with minimum disruption to our people, we are willing to assist with the need of Pakistan collectively but not through force.

Mr Chairman, we are told that the people are in favour of the extension, if we are to believe the government, then I ask them, why did the people of Mirpur put up mass resentment on 30th September 2002, The government of Pakistan and the so called Azad Kashmir Authority were made aware of the resentment of the people, despite the resentment the President of Pakistan laid the foundation stone for the extension with full fact that people have not been taken into confidence nor other provisions were explored. As a result on 30th September 2002, Mirpur was placed under curfew with ten thousand commodores and Punjab Police directly controlling Mirpur to allow President of Pakistan to visit Mirpur for 30 minutes, despite all the military presence to suppress any protests, over 4000 people managed to break the curfew and demonstrated against the Extension, the protesters were met with brutal baton charge, tear gas, and stone throwing by the army and police at various points live ammunitions was discharged,

Mr Chairman it was brought to my attention that Azad Kashmir Police were positioned well away from the venue, as security services did not want to take the risk, this too clearly demonstrate the mass resentment against the extension. The protests were not only centred on Mirpur, but throughout Azad Kashmir.

Mr Chairman, as result of brut force, large number of people were injured and 12 were arrested, these very people kept the crowd under control from 10am till 2pm as all past protests were peaceful and this too was peaceful, until the action of authorities provoked the situation Dilbertally to crush the movement, similar to the one in 60's.

Mr Chairman, In relation to the interest of the "STATE of JAMMU KASHMIR", the responsibility of the government of Pakistan, under UN resolution, it is therefore important to draw your attention to the followings:

these protests and many more planned, the government is adamant to continue with the project of forced extension against the will of people.

Mr Chairman, we are in close contact with international funding institutions and have made our representation to these institutions as a result of our representation, we are in receipt of a letter from the world bank who confirm that they are not involved in funding this project, we further have made our representation to various governments in Europe asking them to direct companies that might consider tendering that they too would be violating international law and that the safety of their personal can not be guaranteed and more over the project is being forced upon the people and they would be breaching the human rights of these people, Mr chairman we have been assured by few governments that they would ask the relevant companies to refrain from tendering, should the government of Pakistan decide to do so. Our work in this field shall continue from our UK office.

Mr Chairman the proposed extension will leave over 150,000 people displaced with complete, destruction of our heritage, major affect to wild life and more over tens of thousand of our loved one's graves would be submerged under water, should this forced extension went ahead and what disturbs us across the board is that the no public consultations was ever carried out by the WPDA, and the feasibility report that was prepared is out dated as admitted by the officials of WPDA, a Pakistani government controlled institution. Often called "Pakistani White Elephant".

Mr Chairman, we are fully aware that the dams are needed to prosper but at what cost and moreover at who's cost, in this case the cost is being imposed forcibly upon the people of Kashmir with no benefit to the inhabitants at all apart from mere cheap compensation, I ask you all today, how can the government replace the graves of my family, I can give example of my self, if it was not for the grave of my father I would still be in England, if I as an individual give this much importance to the grave of my father, and I'm sure that all of you here today feel the same. One can lose one's property but one will never allow the destruction of the graves of the loved one, there are thousands of people like me who will never allow the destruction of the graves.

Take my example I came every year to see and offer prayer at my fathers grave and I bring with me whole my family at a cost of over 1 million rupees if the grave of my father is submerged under water then why would I come here into a Country ridden with corruption, lack of law and order situation and why would I remit my hard earning,

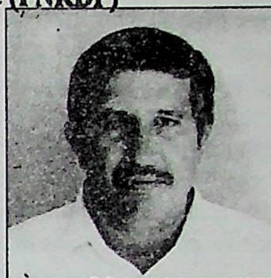
Mr chairman As I have mentioned before that the people of Kashmir are back bone of Pakistanis economy and the foreign exchange generated from Europe and rest of the World by Kashmiri people, the contribution by our people play major contribution toward the economy of Pakistan, I wonder if the government have taken stock of the situation which could affect enormesouly in economical term to the government, should our people are encourage to withdrew their hard earned deposits from Pakistani banks and further if our people are encouraged to boycott Pakistan airlines as mark of protest, I wonder what affect will this leave on the economy of Pakistan.

Mr chairman we have not as yet venture into these avenue, but if the proposed forced extension went ahead, against the will and aspirations of our people, then we will have no other alternatives but to explore these very avenue's to safe guard our people, our wild life

Speech by Najib Afsar at National Dam's Affectees Conference 10th June 2003 at Mehran Hotel, Karachi

Under titled: **NO FURTHER CUTS TO INDUS**

Organised by **Pakistan Network of Rivers, Dams and People (PNRDP)**



Mr Chairman,

Distinguished delegates,

My greeting to you on behalf of my people,

I thank the organiser for giving us the opportunity to present our case of forced extension of Mangla Dam against the will of the inhabitants.

I'm aware of the importance of time and I shall make it as brief as possible, Mr chairman, It is fact are that I represent British and European Kashmiri who are back bone of Pakistanis economy and it is also a fact that vast majority of our people are from district Mirpur, The people of Mirpur served Pakistan economically with loyalty, Is this well deserved reward for our loyalty to completely uproot our people.

I take this opportunity to brief you of the current situation regarding the issue of proposed Mangla Dam Extension, which is forcefully being imposed upon the people of Jammu Kashmir.

As you are well aware that over 600,000 Kashmiris are settled in Europe and UK in particular, with over 400,000, who have strong links with their families in and around district Mirpur, and vast majority of settlers have build some nice comfortable homes with their life savings, moreover, they even bring corpse of their deceased to their family graves in Jammu Kashmir. After initial construction of Mangla Dam, vast majority people protested against the construction, but these peoples were brutally suppressed by then Military government of General Ayub Khan.

After 37 years of displacement, over 8000 families are still not settled moreover have not been compensated, countless number who were facilitated and settled in Pakistan had to abandon their homes to save their family honour and their lives, these very people after 37 years on, are still regarded as refugees of Mangla Dam and treated as third class citizen.

Mr Chairman I can go on, and on, with the sad suffering of already displaced people of Mirpur due to complete ignorance of the Government of Pakistan.

After the announcement of proposal, the people took to the streets, here in Jammu Kashmir, Mirpur in particular and in Europe, and strongest protests were registered with the government of Pakistan, one in particular on 5th October 2002, in the City of Birmingham UK. When Pakistani High commissioner was attacked by the people who's homes and graves of the loved ones are being threaten, H.E. Excellency was punched, kicked and knocked to the ground and egged and so on, Mr chairman these incidents are not very encouraging as they only highlight peoples dissatisfaction with the government, despite

Mr Chairman

Those who protested against this unfair action of Pakistan were treated inhumanely. Once again peoples' right to hold a peaceful protest and right to express was suppressed. Mr Saeed Asad wrote a book called 'Mangla Dam - a dangerous plan' to highlight the plight of the people which was immediately banned and all copies of the book confiscated, resulting in heavy financial cost to the author and publisher.

On 7th of November 2002 was book's inauguration planned at Roopiyaal Hotel in Mirpur, the authorities locked the hotel and imposed curfew (144) in Mirpur, prohibiting gathering of people. It is not the first book which was banned by the Pakistani authorities, and this clearly shows what kind of freedom and rights are enjoyed by the people here.

Mr Chairman

I don't want to take any more time to explain plight of the people uprooted from Mirpur because of the construction of Mangla Dam. However I request that appropriate action is taken to stop this illegal and inhuman action.

I thank you Chairman

Intervention made by Dr Shabir Choudhry, BA (Honours), Mphil, PGCE, NVQ Trainer/Assessor and PhD.

World Peace Council's Accredited Representative
Chairman of Diplomatic Committee, JKLF UK & Europe
Central Committee Member of JKLF
Director Institute of Kashmir Affairs

So after after failing to construct the proposed Kala Bagh Dam, because of fierce opposition from local people of Pakistan, Pakistani authorities thought it was easy to force out local Kashmlris rather than their own people. They have decided to upraise the Mangla Dam which would uproot more than 100.000 people and render the public safety of estimated 200,000 people of Mirpur and surrounding hamlets.

Apali from that, the proposed extension of Dam will be an environmental disaster, damage to the environment e.g. the natural herbs, vegetation, \vild life, agriculture and public health will be incalculab!e and irreversib!e. It vvill damage the existing poor infrastructure, disrupt the short traditional access routes, rninimize the inter community contacts and will ruin the historical and cultural heritage.

These changes wlli have drastic effects on the support systems for businesses operating from Mirpur and hamlets dependirlg on the population that government wants to disperse.

Mr Chairman

Once again people of Mirpur have shown their opposition to the proposed construction; and once again their opposition was put down by fierce use of force. In September last year General Pervaiz Musharaf travelled to Mirpur to lay down foundation brick for the upraising of the Mangla Dam; and people held demonstrations in many parts of Azad Kashmir.

Mirpur at that time was under siege, where para- military forces were given free hand to deal with the demonstrators. In a letter of protest to General Pervaiz Musharaf, Anti Mangal Dam Committee wrote and I quote:

'The Anti Mangla Dam Extension Committee (UK) is on a hunger strike today to mark the 22nd day of illegal detention of the Anti Mangla Dam activists held in Mirpur Jail. They were arrested on 30th September 2002 during a peaceful demonstration against the proposed extension of Mangla Dam and your visit to lay foundation stone for extension of Mangla Dam against the expressed wishes of Kashmiri people. ...In order to crush the anti dam movement, the Para military forces and extra police was called in at least 36 hours before the arrival of presidential entourage and the Mirpur was under police military siege.' Unquote

Pakistani aristocrats and landlords wanted water for their land, and Pakistani industrialists wanted electricity" but In order to meet their needs we Kashmiri had to suffer, and we are still suffering.

To rub salt in their wounds Pakistani authorities have not given any royalty for the Dam to the government of Azad Kashmir, whereas royalty is paid to provinces of Pakistan where dams are constructed. Royalty is denied to people of Azad Kashmir on the grounds that this area is not legally part of Pakistan whereas the Azad Kashmir government is made up of people who are foisted by Pakistan to further their agenda after signing affidavits that they will be loyal to Pakistan.

On one hand we have lost our homes and graves of our love ones that Pakistani land lords can irrigate their land, and Pakistani industrialists could have electricity for their factories; but in return electricity given to Azad Kashmlr is of low quality and more expensive than given to people of Pakistani .This is the reward we are getting for making so many sacrifices for Pakistan.

Mr Chairman

In 1960s, 200 villages with area of 65,000 acres, and historic town of Mirpur went under water; and those uprooted have still not been properly settled yet, and Pakistani authorities have made new plans to uproot more than 100,000 people of Mirpur for the second time.

In order to meet water and energy needs Pakistan wanted to build dams. Initially, they plan1ed to build a dam known as Kala Bagh, and project study for Kala Bagh dam was initiated in 1953; that is well before study for the Mangla Dam.

All the reports carried out by local and foreign experts strongly recommended its construction The project could have created 35,000 jobs and enormous benefits to Pakistan. but to date they could not ever lay down foundation brick because of political considerations and strong opposition of the local people. Another reason for this delay is because people of those areas are strong and independent; they know how to defend their rights; and people of Azad Kashmir are not independent they could be kicked out without too much proble11 so the Pakistani authorities see this as an easy target.

JKLF AT GENEVA

Dr. Shabir Choudhry



UN Commission on Human Rights, 59th Session held in Geneva between 17th March and 25th April

Agenda Item 7: The Right to Development

Mr Chairman

According to international law and resolutions of the UN, the State of Jammu and Kashmir is disputed. Pakistani authorities constructed a dam, known as a Mangla dam, inside the Kashmiri territory in 1967 causing displacement and misery to thousands of families.

That construction was, and still is, against the international law and the local Kasnmiri laws, which do not allow any foreigner to buy or own any land in the Kashmiri territory'. However Pakistani authorities completely ignored protests and demands of the local people and forced them out of their houses. Those who refused to leave their houses, their houses were bulldozed and people literally kicked out and 'dumped' in remote places of Pakistan.

Most of the promises made to them were not honoured, and hundreds of families who were placed in various parts of Pakistan were victimised and harassed, and they returned back to Azad Kashmir without any compensation and possession of allotments. In some cases local land owners and aristocrats of Pakistan intimidated and raped these migrants and forced them to flee tack to Azad Kashmir.

These people were forced to abandon their houses, fertile fields, farms and above all graves of their love ones, not because they were short of water or electricity. They were forced out of their houses because

relevant international legal, constitutional and human rights bodies to expose this illegal and inhuman face of the Pakistani rulers. The Kashmiri campaigners are seeking u- turn of the Pakistani authorities otherwise they will organise mass civil disobedience within the given laws and mobilise each and every Kashmiri in Britain and all other British communities and environmentalist groups against this environmental and economic catastrophe in Mirpur the home of their origins.

Who can stop this Extension

Although there are many diversions and strategies of the anti Mangla Dam including those have never accepted the forced building of the Dam acknowledging many Kashmiri who were murdered and imprisoned by the Pakistani authorities during its inception. Therefore many solutions are emerging ranging from complete dismantle, Kashmir Governments taking over as a resource for Kashmir but the common ground unifying Kashmiris is that this extension is not in the interest of Kashmiris and in the present day climate breeches all international conventions. The Pakistani authorities have to accept that their International stance of giving support is seriously being questioned and if for them Kashmir exists even as a submissive neighbour with their own 'Azad Kashmir' Governement then the actions of forcefully imposing an extension against the will of the people of the Kashmiri state is violating all stated arguments, lobbying and representation for freedom of Kashmiris from India.

The hypocrisy of the Pakistani authorities to give Kashmiris all freedom once liberated from India is falling flat on their face with the forced extension of the Mangla Dam. This shamming of the Pakistani Authorities is no different to Indian brutalities against the Kashmiris for the past 50 years.

This forced action is also exposing quite rightly the submissive role of the 'Azad Kashmir' Governement.

The 'Azad Kashmir' Government has always been subject to close scrutiny by Kashmiri people since the initial declaration of complete Independence on 4th October 1947 was conspired and crushed by Pakistani Authorities by 14th October and become an 'stooge' of Pakistani authorities. The 'Azad Kashmir ' Governement has always played an obedience role and many past Ministers have openly written and made public acclaims that their role is nothing more than a puppet semi 'Qoungo' of ministry of Kashmir affairs in Islamabad.

Is this the beginning of disintegration

The need for 'Azad Kashmir' Governement to get back its credibility and some 'lost 'Kashmirayat' is now a demand by the vast majority of Kashmiris.

Even the staunch supporters of 'Alaka _eh Pakistan' (Kashmir becomes part of Pakistan) deep down have great difficulty to defend the extension of Mangla dam and the injustice this will have on the Kashmiri people.

There is no room for Kashmiri MLA and 'leaders' to escape to England to avoid the confrontation or come as 'loaned missionaries' to do the dirty work for the Pakistan Government but a time for them to stand up and be counted as a struggle for their motherland, which, is based on the interest of Kashmir and Kashmiris. The need for these Kashmiri elected politicians is to take action similar to those people who did look a interests of the NWFP and its people and dismissed the idea of Kalabagh extension even though 2 billion rupees were spent on the feasibility study. The action of these AK politicians becomes more significant as there is certain mistrust that they have sold out on 'marrow bones'. This needs action from them as it is alleged that they will benefit themselves as the compensation earmarked as promises will eventually result in the further corruption with the Kashmiri ministers given designated Kashmiri public land by WAPDA to distribute amongst those Kashmiri effected and it is claimed that these Ministers have already agreed amongst themselves designated Kashmiri public land to swamp for themselves and their clans and the remainder will be auctioned to the best bidders not necessarily the displaced Dam uprooted Kashmiris.

The real warning to the Pakistani Authorities from the personal experience in visiting Srinager in 1985 was that local leadership including house boat owners and congresses equivalent to 'Azad Kashmir' government status were as equally robust in supporting and advocating the Indian rule but it was those same people who emerged and put themselves in the firing line once they discovered their 'Kashmirayat' and their self dignity rose against the barbaric Indian rulers.

Let us not forget that this forced extension of the Mangla Dam will have catastrophic effect on displacing Kashmir people, destroying the local environment and damaging Kashmiris desire to build their country from their own investment from places such as Britain

Kashmiris should for these reasons ask themselves with great honesty and dignity

Is Mangla extension in our Interest?

What are the real repercussions of these forced actions by the Pakistani Authorities?

To be continued on page12

**

organisations.

The new Mirpur City was eventually built few miles from the old and with greatly supported by the investment of British Kashmiri is now the largest and most prosperous City in the whole of 'Azad' Kashmir. The proposed extension will have adverse effects on the economy, social life and environment of the whole district of Mirpur. It will destroy all the hard work and commitment of British Kashmiris who stride to make this district the most developed in Kashmir with their overwhelming investment.

Many hotels, Plaza's, industry and even the private refuse collection in the city of Mirpur is run by British Kashmiris settled in Mirpur. The hospitals and other infrastructure are also dependent on British Kashmiris continued investment.

The Kashmiri communities were made many promises about rehabilitation, compensation, electricity and reconstruction of the New Mirpur but these never materialised and the old promises are being revitalised. The Kashmiris have already suffered immensely since the forced construction in 1965 as local history, culture, memories, houses, lands and even the graveyards of kashmiri ancestors were washed away for the electricity and water to be used for the development of Pakistan. The Pakistani authorities are now on an another path of further destruction. The Kashmiri in return have no usage of this Dam; they scarcely have electricity, any infrastructure development, industry or even jobs within the widely acclaimed corrupt WAPDA. The news emerging that the Pakistani Authorities have offered royalty, electricity and compensation for those who are going to be displaced is non-existence apart from propaganda voices in their controlled media. The settlements around the effected area are of relatives of people in Britain and most of the British Kashmiri communities homes are being submerged. This does not take account that the City of Mirpur has been built and supported by the blood and sweat of the over seas Kashmiris.

The forced extension of the Mangla Dam may be the beginning of new wave of Kashmir Liberation

Pakistani rulers and their managing authority WAPDA has a long history of corruption, mismanagement and bribery scandals and instead of admitting their mismanagement failures, they are claiming that the upraising is required to restore the water storage capacity which has decreased over the years owing to the sedimentation of this third largest earth filled dam in the world. However, the Anti extension campaigners claim that the very reason for fall in the water storage capacity has been WAPDA's failure to clean the silt despite many contracts given. The Kashmiri communities claim that annual cleaning of the silt was an essential part of the maintenance plan for which the relevant machinery was provided at the completion of the Dam in 1965. They ask that why the people of Mirpur should pay for the discrepancies and corruption of the WAPDA officials? The present 'Azad' Kashmir Government who is controlled by the Pakistani Authorities has calculated that WAPDA owes 87 billion rupees to AK government towards Mangla dam's royalty only for the electricity. However, The Pakistani authorities have rejected these requests by the AK governments on the ground that 'Azad Kashmir is a disputed area, does not accept the historical agreement under then British rule of Kashmir's special status whereby non Kashmiris are not allowed to buy or occupy any land. Property and thus the original claim that the Mangla Dam was itself built forcefully and illegally under the constitutional rights of Kashmiri. The Kashmiri campaigners describe this attitude of Pakistan as dictatorial and feudal, which does not care about any international law when it comes to extract the resources of Kashmir.

The Kashmiri campaigners claim that the real issue is not the electricity and water needs but intent destruction by the Pakistani rulers of this area which has become politicised and are edging towards greater sovereignty claims including the exact status of 'Azad Kashmir', economic prosperity of this area, the need for investment and bi-lateral agreements as an national and self sovereignty claims of resources such as Mangla Dam for Kashmir. The Pakistani rulers want this area destroyed and the people scattered to discourage their united political demands and pursue what many Kashmiris believe to 'cleanse' and to some extent no less then what the brutal Indian Authorities are trying to do in Jam region of forced uprooting and integration into other parts of India. The Pakistani authorities are embarking on this similar path to force Kashmiris to flee into Pakistan and integrate into the status Quo Pakistan policy 'Kashmir banega Pakistan' or Kashmir is the Fifth province of Pakistan. The added incentive is the huge sum of 53 billion rupees which WAPDA officials have set their coveting eyes on as compensation and cost of this up rooting. History is there to be reflected that they (WAPDA) will falsely make up the costs to pocket the monies in their own pockets.

The Kashmiri community in Britain is determined to stop this destruction and use any means available to them to go to all the

Mangla Dam

Extension-Implications for British Kashmiris

By:Shafaq Hussain

A blatant violation by Israeli soldiers of Palestinian homes, the old racist South African regime uprooting Black shanty Towns in Johannesburg, The mass exodus of Kashmiris freedom fighters by Indian Soldiers in the Indian occupied Kashmir is an exact description and comparison that can be made of the foundation stone laying for the forced extension of Mangla Dam in 'Azad Kashmir' by one the west's most favourite puppet General Musharaff. This newly arrived dictatora: expansionist and permanent sought ruler in the sub continent widened his military might to suppress the Kashmir nation's sovereignty and its people's protests against this extension.

The Kashmiri protestors supported from every corner of the world-wide Kashmiri diaspora taught the Pakistani Authorities a 'bitter' lesson on the same scale as their brothers and sisters are doing against the brutal Indian security forces in the Indian occupied side. This vehement opposition by the Kashmiris has apparently triggered action for future thought in proceeding with this illegal and forced extension of the Mangla Dam. The Pakistani Authorities including Musharaff were shocked with the scale of opposition by the united Kashmiri force lead by new emerging Kashmiri leaders including Chaudhry Arif, Najib Afsar, Ali Zaman and others including Chach Ali Mohd, ex Minister in the Mirpur region and supported by popular support from other parts of Kashmiri as far as Gilgit.

The Laying of the foundation stone was suppose to have gone smoothly as the 'Air of Intent' was enough for the present stooge 'Azad' Kashmir Governement led by Sarder Sikander Hayet and Pakistani Army imposed president Anwar to lay the red carpet and play the poodle advocate's in justifying the Kashmiris need to sacrifice their conscience and suffering for the betterment and interest of Pakistan, instead of preserving the interest of Kashmir and its inhabitants.

The Kashmiris have already suffered immensely since the forced construction in 1965

The Kashmiri protestors gave what they got back and were eventually overpowered by the trio joint forces of the Pakistan Army, the AJK government's administration and the special intelligence forces.

Protests are being organised by the Kashmiri community around the world from various cities in England, Paris, New York, Gilgat and Srinager to release unconditional those who have been arrested. Several human rights, British and European Parliamentarians are being urged to make representations on their behalf to highlight the plight of those arrested as news is emerging of open torture and abuse against those being held.

Mangla Dam's effect on British Kashmiris

The dam originally constructed in 1960s caused a large-scale exodus of Kashmiris from Mirpur area, when the main part of ancient historical City of Mirpur and over two hundred surrounding villages were submerged. Many of the displaced people initially ended up in romote villages and towns of Pakistan but were forced to return because of intimidation, murder and open looting by the Pakistani feudal landlords. Many Kashmiris migrated to other places such as Britain where a process of family, village and regional chain migration was already in place for over a decade. These Kashmiris consisted wholly male, often eldest fit workers later invited their families despite it being a toboo at that time to invite families to Britain because of it being 'western and uncivilised' society and most of houses were overcrowded by single men.

This settlement in Britain become the largest Kashmiri community out side of Kashmir and were increasingly outnumbering many other fellow groups such as Indians, Pakistanis, Bangladeshi's and Caribbean communities. This extension will up root an estimated 140, 000 Kashmiris from their homeland and displace them as refugees but no clear destiny as undertaken in the 1960's with the increased European immigration restrictions and controls. This, more exasperated with the perception of people from south Asian being Muslim, and particularly with Kashmiris struggle propagated both by India and Pakistani as being an religious Jihad 'holy' war on the International front and thus reinforcing the prejudice and racism against Kashmiris as 'Extreme' Muslims and possible supporters of groups who are on Bushes 'menu' list as banned

proposed upraising of the Dam would be complete, and at that time who would care what people of Azad Kashmir or even Azad Kashmir government says.

Various Azad Kashmir governments have claimed royalty for the Dam and have been told off by the officials in Islamabad. They have also demanded rent and in some cases compensation for the property of Jammu and Kashmir State situated in Pakistan. No one in Pakistan has paid any attention to these demands, and in one such case where the government concerned was making too loud noises; the Prime Minister of Azad Kashmir was arrested and taken to a rest house near Rawalpindi. The new Prime Minister of Azad Kashmir did not dare to repeat the same mistake.

Respective Pakistani governments could happily sponge off all the benefits from Azad Kashmir and Gilgit and Baltistan without any legal or constitutional arrangements, but when it comes to pay back some of the dues, they hide themselves behind legal hurdles.

Who cares for Mirpuris

We understand water and energy requirements of Pakistan, but what we don't understand is that why people of Pakistan are not prepared to let dams constructed on the Pakistani territory. Planning for Mangla Dam and Kala Bagh Dam were made around same time, one dam has lived its natural life and paid back the money spent on it within ten years of its completion; the planning for the other dam is still on the shelves gathering dust.

Azad people of Pakistan did not allow the Pakistani authorities to even lay down a foundation brick for the construction of Kala Bagh Dam; they even threatened to blow the dam if it was built there. But Mangla Dam was built even though Azad Kashmir had no energy requirements and no water needs; people of Mirpur had no desire to be evicted from their homelands, but they were forced out by the authorities and para - military forces.

At a time when people of Azad Kashmir and especially people of Mirpur needed a government which could not only protect national interest of Kashmiris, but also rights of people of Mirpur, we find President and Prime Minister of Azad Kashmir at loggers head. They are engaged in a contest of power struggle.

During crucial negotiations on Mangla Dam, The Prime Minister of Azad Kashmir was more interested in behaving like a 'good boy' in order to win 'favour' of General Musharraf and the Pakistani establishment that he could get 'victory' in his fight against another army General who happens to be the President of Azad Kashmir.

It is interesting that despite legal restrictions, this General was 'appointed' and 'elected' as the President of Azad Kashmir. Sardar Sikander Ayat should know that one General would always support the other General, especially when there is a conflict between two parties and the other party is a civilian.

As expected, despite protests from people of Mirpur and people of Azad Kashmir, the Pakistani authorities have gone ahead with their plans. Even after announcing the construction of Kala Bagh Dam in the national interest of Pakistan, President of Pakistan General Musharraf could not lay down foundation brick there, but he successfully laid down foundation brick for the new project at Mangla.

During President General Musharraf's visit to Mirpur there were protests and para military forces had to deal with the situation in which tear gas and 'lathi charge' was used generously, and many were arrested The arrested people are still behind bars without any charges. Protesters were telling those who were there to start the new project to 'get out' of our homeland. They knew plans have been given a final shape to get them out of their homes and to drown their city once again.

Congratulations to all those who worked hard to conquer Mirpur for the second time. The city will go under water for the second time. Those who say that only a part of the city and parts of the surrounding towns will go under water are wrong. The fact is that plans for a 'New Mirpur' are already made, this only means that the present Mirpur which was New Mirpur at one time, has to go under water that another Mirpur could be built.

The protesters were shouting 'get out', the planners of the new project at Mangla Dam wanted the Mirpuries to get out of their homes without any fuss because it is in the national interest of Pakistan, and moreover in the interest of Jagirdaars and industrialists of Punjab. What remains to be seen is that who will get out, the authorities have 'successfully' laid down foundations for the new project, but they have also laid down foundations for a movement which could have a far reaching consequences for Pakistan and the people of Azad Kashmir.

**

people of Azad Kashmir, especially in summer. Even though Mirpur is surrounded by a huge lake of water, but people suffer immensely due to shortage of drinking water especially in Summer heat.

The new project will provide the above benefits to the industrialist and Jagirdaars of Pakistan; but in return uproot, homeland. They had to start all over again to build their nests, and they used their hard earned money to complete their homes once again only to be told to 'get out' before you drown.

Compensation and royalty

Much is said about the compensation to be paid to these unfortunate people. Some argue that people of Mirpur got their agents, which would make the compensation a peanut.

It must be noted that a royalty was promised for the Mangla Dam at the time of original construction in 19690s, but not a single penny is paid to Azad Kashmir. But a generous royalty is paid for dams in parts of Pakistan, and only Azad Kashmir is denied royalty.

Pakistan rulers happily sponge off the benefits from Azad Kashmir and Gilgit Baltistan without legal and constitional arrangements,But when it comes to pay back some of the dues they hide behind the legalities

according to official figures 44,000 people of Azad Kashmir, whereas Anti Mangla Dam Campaign put the figure at more than 100,000.

When the Dam was originally built in 1960s it uprooted many more people, and most fertile land of Azad Kashmir went under water. Many displaced people still have not got possession of the land allotted to them in various parts of Pakistan. Many, after encountering enormous problems and opposition from the local people of Pakistan, decided to come back to Mirpur.

It is unfortunate that some of these people, who became victim of 'local thugs' in Pakistan, and some even lost dignity and honor of their women, came back to live in Mirpur, are to be uprooted again for the benefit of Pakistani landlords and industrialists.

It must be noted that these poor people lost their fertile lands and graves of their parents for the well - being of Pakistan, but after bad treatment from the local people of Pakistan were forced to move back into their 'package' and compensation for their homes and land in 1960s. This is not true, only some people 'benefited' from the package as according to some political activists, 90 percent of the promises were not honored, and majority of the people got only bare minimum for their homes and land. In any case, in my view, no compensation is good enough for losing your home and graves of your beloved parents.

The Azad Kashmir Government and Pakistani governments have proudly claimed that they have negotiated a 'generous' package for those who would be uprooted by the new project. WAPDA has announced the compensation figure of 700 Million.

This might look sufficient to some, but what they don't know is that Azad Kashmir government owes 500 Million to WAPDA, and if that figure were deducted, it would leave only 200 Million for compensation. Out of this small amount a reasonable amount could go to pockets of different officials and

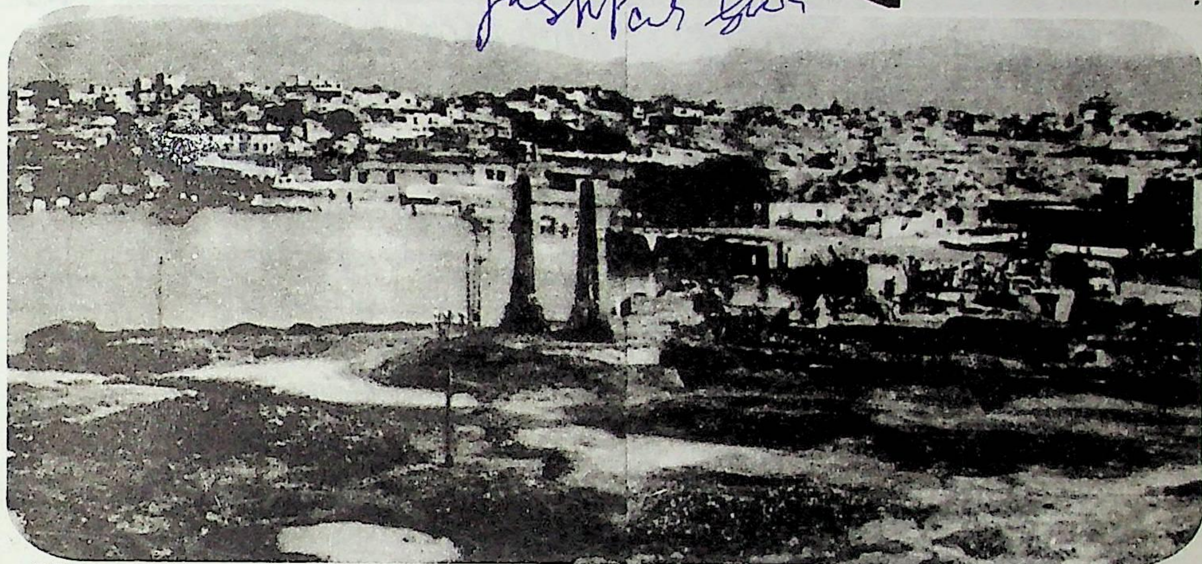
I once asked a senior Pakistani official reason for this unfair treatment. He said that royalty is only paid to provinces of Pakistan and since Azad Kashmir is not a province of Pakistan therefore no royalty is paid.

Like last time once again it is claimed that a royalty would be paid to Azad Kashmir. Prime Minister of Azad Kashmir has proudly claimed that he has negotiated a royalty for the Mangla Dam. Again this is not true, what has happened is that President Musharraf has instructed IRSA {Indus River System Authority}to 'work out a formula for extending royalty to AJK'.

What it means is that some time in future IRSA will, if they feel appropriate and if they have the required legal support, work out a strategy to give royalty to AJK. But in reality it will not happen, as it would require legal and constitutional changes because Azad Kashmir where the Dam is situated is not a constitutional part of Pakistan. And in any case by that time the

Mangla Dam.... Get Out

Jashpal Guri



We supply water and electricity to Pakistan And in return get thirst and darkness In Mirpur all year round

Dr. Shabir Choudhry

Once again Mangla Dam has become a hot issue. Debate is going on about pros and cons of raising the Dam height by 30 feet. The project will cost 59 billion and will complete in June 2007. New height will enable the Dam to produce another 250 MW electricity. Also it would increase the storage capacity to 2.9 acre-feet.

Pakistani officials, who are extremely happy about the Mangla Dam project, claim that 'it would enormously benefit all four provinces'. It would generate more electricity for Pakistani industrialists and provide more water to Pakistani Jagidaars.

It should be noted that total electricity consumption of Azad Kashmir is 150 MW, whereas the Dam with the present capacity can produce 1000 MW. What it means is that the Dam is currently producing far beyond the requirements of the Azad Kashmir, and we are 'exporting' high quality electricity to Pakistan and get nothing in return. Apart from that we also provide very valuable water supply to irrigate Pakistani land.

It should also be noted that the electricity produced at Mangla is of very high quality and is used for industrial purposes in Pakistan, and electricity provided to Azad Kashmir comes from Warsak Dam, which is of low quality. This low quality electric supply is often disrupted and creates enormous problems for the

such as water and electricity. Hamid Colony in Chacksawari is one such colony.

*Hundreds of families went to live inside Pakistan only to discover that they were deceived and cheated. The fertile land, promised to them was nowhere to be seen. Instead there was barren salivated land around them. Even for this they had to fight with local landlords and officialdom to gain property rights.

*I am living in Britain and have deep interest in the Kashmiri migration to Britain for which I have spoken to hundreds of people but have yet to come across a single British Kashmiri who came to Britain on such a voucher or visa.

*Hundreds of families are waiting till this day for any compensation at all.

*The electricity tariff in 'Azad 'Kashmir today is 4.25 Rupees a unit and in Pakistan 2.85 rupees a unit.

*A road linking New Mirpur to other parts of Mirpur and Kotli district was built. It is also the road without which the movements of Pakistani army in Kashmir are virtually impossible.

*AK government 's demand for royalty on the absurd grounds that 'Kashmir is not a province of Pakistan therefore is not entitled to the royalty. According to the present AK governments 'calculation Pakistan owes 87 billion rupees to the AK government.

*New Mirpur however was built but its current pros perity and development owes a lot to the overseas Kashmir's 'remittances and investments.

**

Continued from page

Apart from the structural and local environmental damage by this Dam, Are the Pakistani Authorities pursing another agenda, It can not be dismissed that this action is leading for disintegration of parts of Kashmir and a region which can play an instrumental part in Kashmir's future is being 'drowned'. It has to be noted the significant role of British Kashmiris supporting the development of Mirpur in economic, political and self sustaining self rule is a real threath and this forced action of Mangla Dam extension' should be seen with wider implications.

Are the Pakistani Authorities with their Intelligence community conspiring as well documented in the intelligence world that one key strategy is to target those regions that can become a real threat in the near future?

So Is it merely Extension or is they're an another agenda being pursued by the Pakistani Authorities

So the Questions are open

Is this the beginning of disintegration of Kashmir

Is the development of areas such as Mirpur too powerful a threat to Pakistani Authorities

Is this a strategy to destroy the close affiliation and support of British Kashmiris in this region

The drowning of some villages could result in some Kashmiris never returning to Kashmir and certainly not supporting any development.

The conspiracy theories can go on but when you look towards the strategies and no alternatives by WAPDA to safeguard the long-term solution in dealing with present causes of the water shortage, the need to clean the silt, seek special expertise help from outside? These all unsolved options and dismissal of suggestions by the Anti Mangla Dam campaigners by the Pakistani authorities leaves no other conclusion to the Kashmiris that this is an wider hidden agenda which is no less then on the par of 'ethnic cleansing' or falsely occupying another person's land

The Kashmiri who are still today living with the proudness that they countered the initial construction of the Dam in the interest of not letting our future generations losing all their connection and reality as such today beckons us when there is no Siakh, Samlota, Kanyal, Khari left for our British Kashmiris to visit our ancestors' graves, can you imagine what Israel, America or any other would do to those who are pursuing this policy.

There is still time for the Pakistani Authorities to stop this expansionist policy by drowning Kashmiris and for Kashmiris to stride for an inclusive Kashmir which struggles to protect its inhabitants, environment, social heritage, economic prosperity.

The forced extension of the Mangla Dam may be the beginning of new wave of Kashmir Liberation, which Pakistani Authorities may have never dreamt of and which is seeking aspiration for a beginning and inevitable if the Pakistani authorities continue the destruction policy against Kashmir and Kashmiris similar to the Indian Authorities.

What was promised and delivered?

Kashmiris. However, no agreement has been signed between the Azad Kashmir and Pakistani governments on the above package. That is exactly what happened in 1960s a list of promises in the press but no agreement hence no AK government could legally do anything to make Pakistani governments to fulfill the promises.

Cost

Total Cost of the Project was initially estimated 53 billion rupees of which 33 billion are for the structural work and 20 billion for resettlement. The figures have recently been increased to 60 billion rupees however no break down is available whether the extra 7 billion are for the construction or resettlement.

Background of the Dam

The world 's third largest embankment dam was built on River Jhelum (Kashmiri name Vitasata) in Mirpur district of Kashmir following the Indus Water Treaty between India and Pakistan in 1960. Five main rivers, which are the lifeline for the Indian and Pakistani agriculture and industry, originate from Kashmir. With the invasion of India and Pakistan and subsequent division of Jammu and Kashmir State, the waters of Kashmir also became disputed between the two South Asian neighbours. The control of three out of five Rivers went to the Indian Government. Pakistan accused India of cutting the water supply and claimed that this has ruined Pakistan 's cultivated land, which poses serious threat of famine. To resolve the dispute World Bank mediated the Indus Water Treaty. The treaty confirmed the Indian authority over the three Rivers she controlled with the condition that the Indian Government will compensate for the loss of Pakistan and fully participate in the construction of new dams over Indus River with the help of the World Bank and other donor agencies. It was against this background that the then Pakistani Government of General Ayub Khan decided to build two major dams, the other is Tarbela Dam.

Since there was massive resitance developed in Mirpur and around to save the Mirpur town and surrounding areas, the following compensation package was promised in 1960s to the people of Mirpur and 'Azad' Kashmir.

*New colonies will be built for the displaced population around Mirpur.

*Displaced people will be properly rehabilitated inside Pakistan.

*Visas for England will be given.

*Displaced people will be properly compensated for their properties, shops and lands.

*Electricity will be supplied to the whole of Azad Kashmir at nominal rates.

*Roads, bridges and other infrastructure will be built.

*Royalty of the Dam will be given to the AK government.

*A new Mirpur will be built with all basic amenities.

The water was released in 1967 and the whole of the Old Mirpur City, 65,000-acre surrounding land and 260 villages were drowned before the tearful eyes of thousands of Kashmiris in Mirpur

<u>The reality is that:</u>

*The few colonies, which were eventually built, lacked most of the basic necessities

million acre feet water to the district representatives of his government in Sindh province of Pakistan.

The Effects

WAPDA report estimates that in total 20,000-acre land, 8,500 houses will be submerged causing displacement of 45,000 persons. Anti Extension campaigners put the figure over 100,000. It is assumed that actual figure is somewhere in between.

Resettlement

WAPDA claims that the displaced people will be given substantial compensation to arrange resettlement. It is also claimed that new hamlets and a new four townships town will be built in the Mirpur district. Reports have also appeared in the Pakistani press that General Mushsraf has offered a new package. The President of Azad Kashmir, Gen. Anwar Khan outlined some details of this package on the State controlled Pakistan Television (PTV), "the Pakistani Government will pay the cost of a house at the market rate with an additional 10 percent of its total price. The occupants have also been allowed rights on rubble of the demolished house and even dwellers of a single - room house will get a minimum amount of 300,000 rupees (£3000). A 5 Marla Plot will be given free of cost to compensate even those who have constructed houses on state land. Rupees 800 million annual royalty will be given to the AJK (Azad Jammu and Kashmir)." It is also reported that Pakistan will also allow the Azad Kashmir Government to use the Mangla dam water and also to generate the electricity for Azad kashmir. Contracts of fisheries are also promised to the 'Azad Kashmiris. However, no agreement has been signed between the Azad Kashmir and Pakistani governments on the above package. That is exactly what happened in 1960s. a list of promises in the press but no agreement hence no AK government could legally do anything to make Pakistani governments to fulfill the promises.



Cost

Total Cost of the Project was initially estimated 53 billion rupees of which 33 billion are for the structural work and 20 billion for resettlement. The figures have recently been increased to 60 billion rupees however no break down is available whether the extra 7 billion are for the construction or resettlement.

Background of the Dam

The world's third largest embankment dam was built on River Jhelum (Kashmiri name Vitasata) in Mirpur district of Kashmir following the Indus Water Treaty between India and Pakistan in 1960. Five main rivers, which are the lifeline for the Indian and Pakistani agriculture and industry. originate from Kashmir. With the invasion of India and Pakistan and subsequent division of Jammu and Kashmir State, the waters of Kashmir also became disputed between the two South Asian neighbours. The control of three out of five Rivers went to the Indian Government. Pakistan accused India of cutting the water supply and claimed that this has ruined Pakistan's cultivated land, which poses serious threat of famine. To resolve the dispute World Bank mediated the Indus Water Treaty. The treaty confirmed the Indian authority over the three Rivers she controlled with the condition that the Indian Government will compensate for the loss of Pakistan and fully participate in the construction of new dams over Indus River with the help of the World Bank and other donor agencies.

It was against this background that the then Pakistani Government of General Ayub Khan decided to build two major dams, the other is Tarbela Dam.

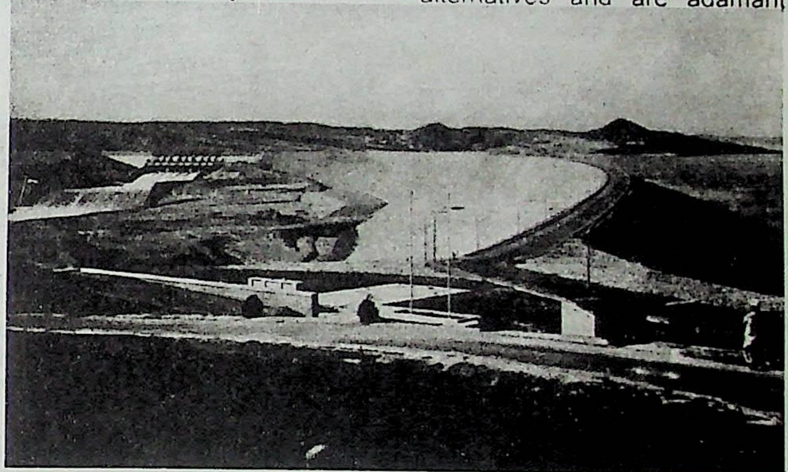
Mangla Dam Extension

By Shams Rehman

Protest continues throughout the 'Azad' Kashmir to oppose Mangla Dam Extension project which officials estimate will displace over 70,000 people in Mirpur. Although the campaign against the extension was initiated the February last year soon after the announcement of the extension by the Water and Power Development Authority (WAPDA) of Pakistan, it took to streets on Monday 30th September when General Pervez Musharaf, the Pakistani military ruler arrived in Mirpur to inaugurate the extension work. Soon his helicopter appeared over Mirpur thousands of protestors came out despite the heavy presence of police and paramilitary forces. The situation went out of control when police and paramilitary personnel used teargas and batten charge to disperse an otherwise peaceful procession. The protestors fought back with stones and burnt tyres on the roads. The clashes continued for over five hours turning Mirpur into a battleground. According to a text message sent by an anti extension campaigner 'Mirpur looked no different from Srinagar'. (Srinagar is the summer capital of the Indian Occupied Kashmir where Indian army is engaged to crush an uprising against the Indian rule for over fifteen years.)

The Dam Controversy

Initially the Water and Power Development Authority (WAPDA) of Pakistan proposed in February 2001 to raise the Mangla Dam conservation level by 50 feet. In June 2001 the Pakistani military government of Perevz Musharaf approved the proposal. The work on extension however could not begin due to the widespread opposition by the people and government of 'Azad' Kashmir. Later the events of September the 11th and subsequent stand off between the Indian and Pakistani armies in Kashmir delayed the project further. An Anti Mangla Dam Extension Committee (AMDEC) was formed in Mirpur soon after the extension project was announced. A committee was also formed in Britain to aware and involve the British Kashmiris and other sympathetic communities and organisations in the campaign against this environmental catastrophe and heritage cleansing in the homeland of over half a million British Kashmiris.



The AMDEC, Kashmir chapter has since held numerous meetings with the WAPDA and Pakistani Government officials and presented alternative means of meeting the water and power needs of Pakistan. Prime Minister of 'Azad' Kashmir Government Sardar Sikandaar Hayat, his predecessor Sultan Mahmood, Members of Legislative Assembly from the effected constituencies, Abdul Majeed, Ex MLA Ali Mohammed Chacha and over two hundred other delegates from various walks of life also called upon the Pakistani authorities to consider alternative means. However, the WAPDA and Pakistan Government officials snubbed all alternatives and are adamant that 'extension will go ahead at any cost.'

The Project

A feasibility report prepared by the WAPDA claims that due to sedimentation the water storage capacity of the dam has declined from the original 5.88 Million Acre Feet (MAF) to 4.72. A 50 feet rise in the dam has been estimated to increase the storage capacity to 8.01 MAF. This will also generate 1,000-giga watt hour (GWh) additional electricity, which is 18% of the total out put. General Pervez Musharaaf has already promised the additional three

8: - Still not rehabilitated.

None of these dreams came true. One the contrary, the project uprooted the Kashmiris of Mirpur and forcibly dispersed them to far away places in Pakistan's Sind or Punjab province. Some were encouraged to migrate to England. This forced-evacuation has caused devastation to the lives and economy of Mirpur's people and their future generations. Those who refused to level Mirpur were sold their own land at the highest prices by way of development charges.

According to numerous reports some evacuees have been killed by the local feudal lords, other have either lost their savings to corrupt officials or have been entangled with the civil "Shuffa" suits and forced to abandon their land. According to the present speaker of "Azad" Kashmir Assembly, out of 20,000 displaced families, only 4,000 have been rehabilitated.

The whole of Mangla Dam Project constitutes a violation of our basic human and national rights and is a blatant exploitation of our national resources. The Government of Pakistan is proposing to increase the Mangla Dam, which according to unofficial estimates would displace at least 80,000 people.

The Kashmiris from the Mirpur district and their relatives in UK are campaigning to stop the increasing of the Mangla Dam People from 5 major towns including the Mirpur icty went to shutter-down strike in February 2001.

On the 26th February about 250 Kashmiris from allover England picked tha Pakistani High Commission and public protest meeting were held in London, Birmingham, Oldham, Bradford and memoranda of protest were sent to the Pakistani ruler, General Perwaiz Musharaf, demanding him to abandon the increasing of Mangla Dam Project.

So far we have not received an official response from the Government of Pakistan

We request you to use your influence to persuade the Pakistani Ruler to stop this unfair and unethical project and stop the forceful evacuation of Kashmiri people.

Mohammad Ashraf Chaudhry
Campaign Coordinator
Geneva, 12th April 2001

Mangla Dam Evacuees Defence Committee U.K
14 Elder Green Off Balne Lane, Wakefield,
West Yorkshire, WF2 9AH
Tel 01924 314234, Fax: 01924 384905, Mobile: 07050 296360

5: - Pakistan's obligations under UN's resolutions.

As a de facto source of authority in our country, the Pakistan Government has assumed responsibilities under the UN Resolutions to safeguard the interests of the people in the State under its control and refrain from any attempt to cause any material change in the Territory or to aggravate the situation (UNICP resolutions 38 of 1948 Resolution 13 August 1948) communication to the Chairman UNICP 3 October 1957).

In total contravention of its commitments and obligations under UN Resolutions concerning Jammu Kashmir, the then Government of Pakistan decided to build Mangla Dam in the Jammu Kashmir territories under its control.

The Indian Government (in their letter dated 21 August 1957) objected to the construction of the proposed dam within Jammu Kashmir. It was pointed out that the construction of dam by Pakistan was a violation of the Council's Resolution of 17 January 1948.

The Government of Pakistan responded on 3 October 1957 and stated that Mangla Dam was being built cooperatively by Pakistan and the "Azad" Kashmir authorities, which will greatly strengthen the economy of the "Azad" Kashmir area and would in no way adversely affect the existing interest of the inhabitants.

6: - Kashmiris opposed the Mangla Dam in 1960's.

The realities were different; the local people were against the project. They launched the Anti-Mangla Dam Front in 1959 under the leadership of Mr. Abdul Khaliq Ansari Advocate, other members included lawyers, students, teachers, businessmen, religious leader and other members of the society. The people refused to cooperate with the Pakistani authorities working on the project Firearms were used many times to crush the movement in 1959, the Pakistani security forces opened fire on the protesters in village Babyaam causing deaths or injuries of the protesting crowd. Activists were arrested and tortured by the people and news report on the resistance movement was censured. The movement was crushed.

7: - The original Dam project.

The Mangla Dam was constructed against the express will of the people of Jammu Kashmir, which resulted in flooding of approximately 65,000 acres of the most fertile land and the forceful evacuation of about 100,000 people. This also resulted in the drowning of historical Mirpur city, Hill town, Chomukh, Dadyal, Siakh, 100's of mosques, religious shrines and about 200 villages of district Mirpur. This project was funded by the World Bank was aimed at fulfilling the electricity needs of Pakistan and irrigation of barren land owned by feudal lords.

The then government of Pakistan told the evacuees that they will enjoy the full economic and material benefits including free electricity and water from this dam, development of infrastructure including transport, telecommunications and road network. Purpose built new Mirpur city, Dadyal township and other colonies, modern hospitals, educational institutions and agricultural land in Pakistan.

Mangla Dam Evacuees Defence Committee UK

Open letter to Member Countries and NGO's present at the 57th Session of UN Commission on Human Rights

1: - Mirpur – Destined to be drowned again

We are here to draw the attention of the UN Commission on Human Rights to the plight of the Mirpuri Kashmiris who are threatened with the forceful evacuation by the present Military Rules of Pakistan who are proposing to raise the Mangla Dam in Mirpur to 1270 feet. They have abandoned the plan to build the Kala Bagh Dam in their own country due to strong apposition and picked Kashmiris as an easy prey when Mirpur is not even part of Pakistan.

2: - 2nd Evacuation in 37 years.

According to the unofficial reports the uprisal would cause displacement of 40,000 families from District Mirpur. These people were forcefully evacuated only 37 years ago by the then military government of Pakistan. Three decades later another military government is preparing to repeat the exercise.

3: - The environmental disaster.

This would be an environmental disaster, as the flooding caused by the uprisal would destroy the natural herbs and vegetation and any wild life that depends on it. It would also destroy the local, cultural and historical heritage and will disrupt or eliminate the existing poor infrastructure and support for the survival of the city's small-scale businesses. The businesses at Mirpur city, Dadyal, Siakh, Khadamabad, Chaksawari towns depend on the population that government is proposing to disperse. The dispersal of population would change these places into ghost towns.

The original construction of Mangla Dam is 1964/65 and the current proposals for its increase amount to negation of our national and human rights and is in total breach of UN Resolutions on Jammu Kashmir. In support of our argument we are outlining our case along the following lines and expect your backing and support in our campaign to persuade the Pakistani Government to abandon this anti-Kashmiri people plan.

4: - The background.

The Jammu Kashmir State was forcibly divided between India and Pakistan in 1947. Pakistan took control of approximately 1/3 of the Kashmiri territory following the Pakistani invasion of Jammu Kashmir in 1947. The remainder is under Indian control under the pretext of a Treaty of Accession signed by the autocratic rule of Kashmir.

20. Finally, not only will the Mangla Dam once again adversely affect the Kashmiris living in Mirpur, but also every Pakistani will be liable to pay the debt of US$ 1 billion. This is a matter of grave concern.

Report by
Kenneth Fernandes
Coordinator
Asia Pacific Programme
Center On Housing Rights & Evictions (COHRE)
124 Napier St, Fitzroy, VIC 3065, Australia
Tel: (613) 94177505;Fax(613)94162746
Email: ken@cohre.minihub.org

Total numbers of houses and buildings that will be destroyed: 8023 (including public buildings)

7. According to the people living in the above areas the total number of people displaced will be much higher. Estimates range from 80,000 to about 120,000 people.

8. According to WAPDA between 50 to 60 percent of the cost of the project would be spent on resettlement, i.e. an estimated 500-600 million US dollars. All those displaced will be compensated by the project at the prevailing market price.

9. According to meteorological experts, Mangla inflow constitutes around 70 percent of snow melted water and spring water and around 30 percent of rainfall. Increasing the dam's capacity is highly unlikely to increase its water inflow, as this would mean as substantial increase in normal snowfall in winter and above than normal rainfall in summer. This has not happened in the past and it is quite unlikely to happen in the future. During its life span of 34years the dam has only reached its maximum height once i.e. in 1992.

10. According to a report of the Indus Special Study Group of the World Bank entitled "Water and Power Resources of West Pakistan" (1968), states that a dam on the Jhelum with a maximum capacity of 2 MAF (million acres feet) could be 100 percent efficient. No dam exceeding a total capacity of 6.5 MAF capacity would be viable on the Jhelum. Even Mangla with its capacity of 5.3 MAF was 90 percent efficient. By raising the dam, and increasing its capacity by 3.1, experts doubt whether the dam would be more efficient.

11. There is very little information given to the public, especially those directly affected by the dam, on the project, or the resettlement plans. Statements in the press from the Azad Kashmir leadership indicate that they too are being kept in the dark about the project.

12. The lives of the people of Mirpur and the surrounding areas are once again being disrupted. While WAPDA has only counted the houses that would be directly affected the other impacts that would drastically affect people's lives have not been taken into account.

13. To the residents of Mirpur and the surrounding areas they are not aware of any environmental impact assessments being conducted. Neither were they aware of any representative from their communities being on any committee that related to either the environment impact assessment or resettlement.

14. The WAPDA Resettlement Project Officer was not aware of "Project Implementation and Resettlement of affected Person Ordinance 2001". Grand plans have once again being developed for resettling those displaced.

15. Those affected by the dam are very suspicious of any plans that WAPDA has developed having been betrayed once before. That such a high amount (50 to 60 percent of the project cost) is earmarked for resettlement, has created even greater suspicion that this project is a money making racket for WAPDA and other officials.

16. According to a WAPDA official the World Bank would be supporting this project. This is apparently not the case, as it is not listed in its website in the current projects supported by the World Bank or the Asian Development Bank. A news item indicates that the Chinese are expected to support this project.

17. The viability of this project needs to be questioned. Would raising the dam at such a high cost (economic, social and environment) meet its objective of increasing water supply for irrigation and generating more electricity? There is a strong view that the present potential of the dam is not being fully utilized.

18. Independent studies need to be undertaken to determine the viability of the project.

19. Proper water management by WAPDA, which involves communities and building smaller dams and reservoirs need to be investigated as an immediate response to the much purported "water crisis".

Dammed Once Again

Kashmiris to be displaced by Mangla Dam

1. Mangla Dam is an earthfill type dam constructed on River Jhelum in 1967 as a part of Indus Basin Development Plan. It was the result of a treaty between Pakistan and India, which ended a long and bitter dispute between the two countries over the use of water from the Indus River and its five tributaries. Its main objective was provision of irrigation water and produce electric power for industrial and domestic uses. Its life was estimated as 120 years and with proper watershed management it could be upto 170 years. The project cost Rs. 6.587 Billion (US$ 1.473 Billion) and was funded by IBRD (World Bank), and the ADB.
2. Mangla dam was built despite vigorous opposition by the residents of Mirpur, who were directly affected by the Dam. Besides being evicted from their homes and city, opponents to the dam felt that Pakistan had no right to build the dam in Kashmir, which was disputed territory. Thousands of residents were arrested, tortured for opposing the dam. The old city of Mirpur was submerged and the residents forced to move to the new city. Resettlement was inadequate and the process highly unsatisfactory. Thousands still have not received the promised compensation of being displaced. Promise of a well-planned new city with all the amenities was never kept. Mirpur developed like any other city in Pakistan, through people's efforts and lobbying.
3. The Mangla Dam's existing height is 380 feet. When built its storage capacity was 5.88 million acres feet (MAF). Due to deposition of silt its storage capacity has been reduced to 4.82 MAF. The dam has a potential to generate 1,000MW of electricity.
4. On 30th july2001, President General Perwaiz Musharaf approved the controversial Mangla Dam project under which the dam's height would be raised by 40feet at a cost of Rs 53 billion (or according to Water and Power development Authority-WAPDA officials US$ 1 billion).
5. The project is part of the Government's Vision 2025 plan. According to WAPDA the raising of the dam's height from the present 380 feet to 420 feet would increase the storage capacity by 3.1 MAF (million acre-feet) and enhance its energy out put by 18percent.
6. According to WAPDA officials the project has been revised and the dam is to be raised by 30 feet. If the Dam is raised by 40 feet, then the following number of people from the following areas would be displaced.

	Mirpur	22,279
	Islam gar	6,382
	Chakswari	14,508
	Dadyal	6,790
	Punjab	960
Total people displaced		50,919

Total number of houses destroyed: 8,020 (not including public buildings)

If the dam is raised by 30 feet then the following number of people from the following areas would be displaced.

	Mirpur	20,652
	Islam gar	5,157
	Chakswari	11,722
	Dadyal	5,484
	Punjab	766
Total people displaced		43,791

"…. However, by January 1949 Pakistan undeniably held military control over the northern areas; the area was administered by local authorities, not those of the Jammu and Kashmir Government, with the assistance of Pakistan officials" [paragraph 274].

These show clearly that there was no need for a fresh determination of facts which had already been determined by the Commission. As for the non-implementation by Pakistan of part II of the resolution 13 August, 1948, even the Government of Pakistan does not claim that it has withdrawn its armed forces from Jammu and Kashmir, although the Security Council imposed upon it this obligation in part II as far back as 1 January 1949. The Government of India's view that Pakistan has failed to implement parts I and II of this resolution is, therefore, incontestable.

7. I request that this communication may kindly be circulated to the members of the Security Council as a Security Council document.

(Signed) C.S. JHA
Permanent Representative of India
to the United Nations

(Source: UN Document no. S/4327)

Ref. Encyclopedia of Kashmir- Vol. 8

of Pakistani troops in the State of Jammu and Kashmir. Sir Mohammed Zafrullah Khan explained that, since the Commission had been charged to deal with the problem related to the India-Pakistan question, his Government thought that the information should instead be given to the Commission, but he had been unable to do this previously because of the delay in its arrival on the subcontinent.

"129. According to the statement of Sir Mohammed Zafrullah Khan, the Pakistani troops entered Kashmir early in May 1948. The records of the Security Council show that the Commission was provided for but not fully constituted at that time. The Commission had its first meeting in Geneva on 15 June, but was informed of the presence of the Pakistani troops in the State of Jammu and Kashmir only on 8 July".

4. The Commission was clearly of the view that Pakistan did violate the Security Council resolution of 17 January 1948. I quote part of paragraph 4 of the appendix to a letter dated 27 August 1948, from the Chairman of the United Nations Commission for India and Pakistan to the Foreign Minister of Pakistan, which gives this position in clear unambiguous terms:

"The Security Council resolution of 21 April 1948, which sets forth the terms of reference of the Commission, was adopted with cognizance of the presence of Indian troops in the State of Jammu and Kashmir. The presence of Pakistani troops in Jammu and Kashmir, however, constitutes a material change in the situation inasmuch as the Security Council did not contemplate the presence of such troops in that State, not was it apprised thereof by the Government of Pakistan..."

5. In paragraph 6 of his letter the Pakistan Permanent Representative has quoted a passage from the aide-memoire handed by the Chairman of the Commission to the Government of India on 25 February 1949, to show that this text in no way lends support to my statement that "there is no exclusive or final character about the plebiscite proposal", This is yet another attempt to confuse the issues involved. The Pakistan an Permanent Representative must be aware that the Government of India accepted the terms of the Commission's resolution of 5 January, 1949, not on 25 February 1949, but on 23 December 1948, when India's formal acceptance was communicated to the Chairman of the Commission and that the relevant aide-memoire are, therefore, those dated 21 and 22 December, 1948, which recorded the Commission's views on alternative methods as follows:

"... As regards the third point alternative methods, he (Mr. Lozano) said that the Commission wished the possibility of a plebiscite to be explored first. Should the plebiscite administrators, however, find a plebiscite to be impracticable, the way would be open to consider other methods for ensuring a free expression by the people of Jammu and Kashmir of their wish regarding the future status of the State.

"As regards alternative methods of ascertaining the wish of the people regarding the future status of Jammu and Kashmir, Mr. Lozano said that the statement in paragraph 3 of the aide-memoire dated 21 December 1948 was substantially similar to his own record which reads: 'Mr. Lozano said that it would be up to the plebiscite administrator to report to the Security Council [through the Commission] if he found the plebiscite procedure to be impossible for technical or practical reasons. The plebiscite administrator and/or the Commission could then recommend alternative solutions'". (The words within brackets are mine".

6. The Pakistan Permanent Representative in paragraph 7 of his letter questions the factual basis of the Government of India's view that Pakistan has failed to implement parts I and II of the Commission's resolution of 13 August 1948. The factual basis for the Government of India's view are the findings recorded by no less an authority than the Commission on the violation by Pakistan of Part I of the UNCIP resolution of 13 August 1948, by the organization and consolidation of the so-called Azad Kashmir Forces (paragraph 225 of the Commission's third interim report) and by the annexation of Northern areas (paragraphs 272 and 274 of the same report). Relevant extracts from these paragraphs are reproduced below:

"...Although it might be a matter of discussion whether the increased since August 1948, there is no question that those numerical strength of the Azad Kashmir forces has actually forces, who have since then been working in close co-operation with the Pakistan regular Army and who have been trained and officered by that Army, have increased their fighting strength. It is reasonable to suppose that, if the Commission had been able to foresee that the cease-fire period would be prolonged throughout the greater part of 1949 and that Pakistan would use that period to consolidate its position in the Azad territory, the Commission would have dealt with this question in part II of the resolution of 13 August" [paragraph 225].

"It seems, however, very doubtful whether the northern areas were in fact in the autumn of 1948 under the 'effective' control of the Pakistan High Command, in the sense that the Commission understood the term 'effective control'. The Pakistan Government (Annex 24) stated that no Pakistan regular troops at any stage were employed in the operations which took place between May and December 1948 ..." [paragraph 272].

the plebiscite in connexion with Mr. Lozano's statement to the Prime Minister of India on 20 December 1948, when the question of a solution other than by a plebiscite was brought up by the latter during the discussion of the Commission's proposals of 11 December [S/1196, annex 3]. The Prime Minister was concerned lest the acceptance of specific proposals relating to a plebiscite should close all doors to alternative solutions of the dispute. Mr. Lozano explained that the proposals did not supersede part III of the resolution of 13 August, but were an elaboration of it. They did, however, take priority over the consideration of alternative methods and every effort had to be made towards putting these proposals into effect. It was in this connexion that Mr. Lozano expressed the view that if the Plebiscite Administrator should find a plebiscite impossible for 'technical or practical reasons', he or the Commission would then recommend to the Security Council a solution different from that of a plebiscite and acceptable to the Governments of India and Pakistan [S/1196. annex 4]. It was not intended at that stage to define what might constitute a 'technical or practical reason' for not holding a plebiscite.

"It is true that a lack of co-operation from either side could create obstacles which, in fact, might make the organization and the holding of a plebiscite extremely difficult, if not impossible. However, the Commission feels that the principles embodied in the resolution of 5 January are not only binding on both Governments, but are based on and call for their fullest co-operation. Therefore, the Commission does not envisage a situation in which either ise will withold its co-operation. It would seem that lack of co-operation, should it occur, would be considered not a 'practical reason' but a breach of commitments formally undertaken by the Governments of India and Pakistan. In this event, the Plebiscite Administrator would presumably then report to the Security Council, through the Commission, not that the holding of the plebiscite was impossible for 'practical or technical reasons' but rather that the lack of co-operation of either of the parties had rendered it impracticable."

This text in no way lends support to the contention raised in paragraph 3 of the letter of the Permanent Representative of India on the question of plebiscite.

7. As regards the allegation made by the Government of India that Pakistan has failed to implement part I and II of the Commission's resolution of 13 August 1948, the Council will recall that Ambassador Gunner Jarring of Sweden, acting on behalf of the Security Council, proposed to the Government of India that this precise question should be investigated impartially through a method which would be more "a determination of facts" than an act of arbitration. India's rejection of this proposal and Pakistan's acceptance of it demonstrated beyond any doubt that the Government of India know that their allegation lacks any factual basis whatsoever.

8. I request that this communication may kindly be circulated as a Security Council document and brought to the notice of the members of the Security Council.

(Signed) ALY KHAN
Ambassador Extraordinary and Plenipotentiary
Permanent Representative of Pakistan
to the United Nations

(Source: UN Document no. S/4292).

8. Letter dated 27 May 1960 from the representative of India C.S. Jha to the President of the Security Council

1. I have been instructed by the Government of India to refer the letter dated 29 March 1960 [S/4292], addressed by the Permanent Representative of Pakistan to the President of the Security Council and to convey the regrets of the government of India for the inconvenience caused to the Council by the volume and frequency of these communications arising out of the factually inaccurate and propagandist approach of the Government of Pakistan.

2. The Pakistan Permanent Representative complains that I have not stated anything more about the Mangla Dam Project. Your Excellency and the Members of the Council are aware of the Government of India's position on the Mangla Dam Project which was clearly stated in my letter on 7 August 1959 [S/4202], and in other previous communication on this subject. I do not propose to burden the Council with reiteration of the Government of India's position on this matter.

3. The Pakistan Permanent Representative has stated that in my letter of 29 October 1959 [S/4234], "portion have been lifted from the text of the proceedings of the Security Council and those of the United Nations Communication for India and Pakistan, and an attempt has been made so to juxtapose them as to lead to inferences which are alien to the intention of the documents concerned". I dealt with the matter briefly and only referred to essential points as I did not want to burden the Members of the Council with long quotations. The only relevant points in a case of this sort are those bringing out the view of the United Nations Commission for India and Pakistan on the points in issue. In view of the Pakistan Permanent Representative's allegation, however, I reproduce below, with apoligies to the Council, paragraph 128 from the Commission's first interim report, which the Pakistan Representative has quoted, and paragraph 129 of the same report which he has not quoted, to show conclusively that the allegation made by the Pakistan Permanent Representative is entirely baseless:

"128. According to the Security Council's resolution of 17 January, the Government of Pakistan was requested to inform the Security Council immediately of any material change in the situation. In a letter addressed to the Security Council, the Pakistan Government agreed to comply with this request. The Government of Pakistan had however, not informed the Security Council about the presence

Even apart from the fact that plebiscite proposals in the resolution of 5 January are only one of the methods envisaged in Part III of the resolution of 13 August, the order in which these matters are to be considered is, first the implementation of Part I, then of Part II and finally of Part III of the resolution of 13 August. The "consultations" envisaged in Part III obviously cannot take place unless Part I and II have been implemented.

Not only has Pakistan not implemented Parts I and II but has repeatedly violated and continues to violate the terms and the spirit of the obligations assumed by her in the first two parts of the said resolution. Some of her violations, e.g., the augmentation of the so-called Azad Kashmir forces and the annexation of the northern areas after the cease-fire, and totally contrary to the United Nations resolutions and agreements arising thereof as well as to the information given to the Commission by Pakistan, have been placed on record by the United Nations Commission. Other have been detailed by India's representatives in the Security Council from time to time. Meanwhile, Pakistan troops and elements which were to be withdrawn from Kashmir under Part II still continue their forciable and illegal occupation of the territory of the Union of India in Jammu and Kashmir, though eleven years have elapsed since the provision for their withdrawal was made and of 13 August, 1948. Pakistan has thus in this regard alone violated solemn and vital agreements and continues to do so.

4. I request that this communication may kindly be circulated as a Security Council document and brought to the notice of the members of the Security Council.

Please accept Excellency the assurances of my highest consideration.

(Signed) C.S. JHA
Ambassador Extraordinary and Plenipotentiary
Permanent Representative of India to the
United Nations

(Source: UN Document S/4234).

7. Letter dated 29 March 1960 from the representative of Pakistan Aly Khan to the President of the Security Council

1. Under instructions from my Government, I have the honour to refer to the letter dated 29 October, 1959, from the Permanent Representative of India to the President of the Security Council [S/4324].

2. The Permanent Representative of India has said nothing further on the specific issue of the execution of the Mangla Dam Project in Azad Kashmir which is the subject matter of this correspondence. He has, however, raised issue which have already been resolved by the decisions of the Security Council. My Government would have preferred to ignore this letter Since, however, portions have been lifted from the text of the proceedings of the Security Council and those of the United Nations Commission for India and Pakistan, and an attempt has been made so to juxtapose them as to lead to inferences, which are alien to the intention of the documents concerned, it is necessary to put the record right.

3. The quotations in paragraphs 2 and 3 of the letter of the Permanent Representative of India are incomplete. The following portion of paragraph 128 of the first interim report of the United Nations Commission for India and Pakistan [S/1100] has been quoted:

> "According to the Security Council's resolution of 17 January, the Government of Pakistan was requested to inform the Security Council immediately of any material change in the situation. In a letter addressed to the Security Council, the Pakistan Government agreed to comply with this request. The Government of Pakistan had, however, not informed the Security Council about the presence of Pakistani troops in the State of Jammu and Kashmir."

4. The portion immediately succeeding this passage which, explains the position of the Government of Pakistan regarding the entry of the regular forces of Pakistan into Kashmir has been omitted. This portion reads:

> "Sir Mohammad Zafrullah Khan explained that, since the Commission had been charged to deal with the problems related to the India-Pakistan question, his Government thought that the information should instead be given to the Commission, but he had been unable to do this previously because of the delay in its arrival on the sub-continent."

5. The position of Pakistan on this issue has also been clearly stated in paragraph 64 of the same report. This paragraph reads :

> "Pakistan had not informed the Security Council of the presence of its troops in Kashmir because, by the time they had been sent into the State, the question had been entrusted to the Commission, whose early departure for the subcontinent was expected. The matter had been put before the Commission immediately after its arrival in Karachi. In the view of the Foreign Minister, the presence of Pakistani troops in Kashmir did not raise the question of international obligations since Pakistan had never accepted any with regard to non-interference in Kashmir."

6. Similarly, in paragraph 3 of the letter, reference has been made to annex 8 to the third report of the United Nations Commission for India and Pakistan [S/1430] in support of the contention that "there is no exclusive or final character about the plebiscite proposal". Here again, passages have been separated from the remarks of the Chairman of the Commission. The full text of the relevant passage (which is point 1 of the aide memoire handed by the Chairman of the Commission and Dr. Lozano to the Government of India on 25 February 1949 reads as follows :

> "The Government of Pakistan raised the point regarding lack of co-operation in the holding of

ber, 1959.

2. The Acting Permanent Representative of Pakistan has, while referring to the statement in my letter, dated 7 August 1959 (S/4202), that "On its own admission, as recorded by the United Nations Commission in its reported and its resolution of August 13, 1948, the Government of Pakistan committed aggression on the Indian Union territory of Jammu and Kashmir", commented that "Neither my Government nor the United Nations as a whole is aware of any such admission." The contention of the Pakistan Acting permanent Representative is not only unsupported by the facts as reported by the UNCIP but stands denied by them. The following extracts from UNCIP report may be relevantly quoted:

> "As set forth in the letter of 1 January 1948 (S/628), the Government of India placed its complaint against the Government of Pakistan under Article 35 of the Chapter, which allows any Member to bring to the attention of the Security Council any situation the continuance of which is likely to endanger the maintenance of international peace and security. India alleged that such a situation existed between it and Pakistan owing to the aid which invaders, consisting of nationals of Pakistan and tribesmen from the territory immediately adjoining that Dominion on the north-west, were drawing from Pakistan for operations against the State of Jammu and Kashmir, which had acceded to India on 27 October, 1947, and was part of India."

> "The Government of Pakistan in its communication of 15 January 1948 (S/646 and Corr. 1) denied that it was giving aid and assistance to the invaders ..." (paras. 111 and 112).

> "In the course of this interview, the Foreign Minister (of Pakistan) informed the members of the Commission that the Pakistan Army had at the time three brigades of regular troops in Kashmir and that troops and been sent into the State during the first half of May (1948)" (para. 40).

> "The statement of the Foreign Minister of Pakistan to the effect that Pakistani troops had entered the territory of the State of Jammu and Kashmir, and later his reply to a Commission questionaire that all forces fighting on the Azad side were 'under the over-all command and tactical direction of the Pakistan Army', confronted the Commission with an unforeseen and entirely new situation." (para.127).

> "According to the Security Council's resolution of 17 January, the Government of Pakistan was requested to inform the Security Council immediately of any material change in the situation. In a letter addressed to the Security Council, the Pakistan Government agreed to comply with this request. The Government of Pakistan had, however, not informed the Security Council about the presence of Pakistan troops in the State of Jammu and Kashmir." (para. 128).

—(The United Nations Commission's First Interim Report. Words within brackets are mine).

> "Then came the first bombshell. Sir Zafrullah Khan informed the Commission that three Pakistani brigades had been on Kashmir territory since May ... The Commission ... explained to the Pakistanis, the movement of these troops into foreign territory without the invitation of that territory's Government, was a violation of international law..."

—("Danger in Kashmir" by Josef Korbel, a member of the UNCIP).

> "As the presence of troops of Pakistan in the territory of the State of Jammu and Kashmir constitutes a material change in the situation since it was represented by the Government of Pakistan before the Security Council, the Government of Pakistan agrees to withdraw its troops from that State."

—(Para. A1 of Part II of the UNCIP resolution of 13 August 1948).

Thus aggression on the Indian Union territory of Jammu and Kashmir by Pakistan on the one hand and the obligation subsequently accepted by Pakistan to vacate the aggression, are on record.

3. Another statement made in the letter of the Acting Permanent Representative of Pakistan reads:

> "The United Nations resolutions, which both India and Pakistan have accepted, laid down clearly that the future status of the State shall be decided by a free and impartial plebiscite. The assumption that Jammu and Kashmir State is Indian territory is, therefore, wholly unwarranted."

The Acting Permanent Representative of Pakistan is obviously referring in this connexion to the provisions of the United Nations Commission's resolution of 5 January, 1959. This resolution, according to its own terms, in "supplementary" to the UNCIP resolution of 13 August 1948. With regard to the "plebiscite" proposals contained in it, it was explained by Dr. Lozano, Chairman of the United Nations Commission, that they "did not supersede Part III of the resolution of 13 August but were an elaboration of it." The Chairman had stated further that if the Plebiscite Administrator found a plebiscite impossible for "technical or practical reasons", he or the Commission would then recommend to the Security Council a solution different from that of a plebiscite (Annex 8, S/1430). Thus there is no exclusive or final character about the plebebiscite proposal.

The work to be executed includes the construction of a railway line and road links with hinterland. The total cost of the project was originally estimated at 25 crores of rupees but subsequently revised and raised to 140 crores of rupees. The dam will be 365 feet high and nine thousand feet long. Its reservoir will have a capacity of over four million acre feet. Started in August 1955 the project is expected to be ready in 1966. On completion it will provide irrigation facilities to about thirty lakhs acres of land and generate three hundred thousand kilowatts of hydroelectric power."

2. Your Excellency will recall that India first protested to the Security Council against the Government of Pakistan's unlawful decision to go ahead with the project as far back as 21 August 1957 (S/3869), and once again in January 1958 (S/3939) when the Government of Pakistan signed an agreement with certain foreign engineering firms in connection with this project.

3. On its own admission, as recorded by the U.N. Commission in its report and its resolution of 14 August 1948, the Government of Pakistan committed aggression on the Indian Union territory of Jammu and Kashmir. Under the resolution of 15 August, 1948, the Government of Pakistan was asked to vacate this aggression and that Government agreed to do so. The aggression has, however, not been vacated so far and, what is worse, the Government of Pakistan is, by going ahead with the construction of Mangla Dam in this part of Indian territory which they have occupied by force of arms, changing the topography of the area and exploiting the resources and the people of the area, who are Indian nationals, for the benefit of its own territory and nationals. Pakistan's unlawful occupation of Indian territory is further aggravated by this latest act of exploitation which is not only in violation of the resolutions I have already mentioned above but also contrary to the categorical assurances which the U.N. Commission gave to the Prime Minister of India on behalf of the Security Council.

4. The Government of India would like to make it clear that they cannot accept a position which implies that all these violations committed by Pakistan and their consequences are to stand condoned in total disregard of international law and the practice of civilized nations.

5. I request that this communication may kindly be circulated as a Security Council document and the brought to the notice of the members of the Security Council.

Accept, etc.

(Signed) C.S. JHA
Ambassador Extraordinary and Plenipotentiary
Permenent Representative of India to the United Nations

(Source : UN Document no. S/4202).

5. Letter Dated 11 September, 1959 from the Acting Permanent Representative of Pakistan A. Shahi Addressed to the President of the Security Council

1. Under instructions from my Government, I have the honour to refer to the letter dated 7 August 1959, issued as Security Council document S/4202, from the Permanent Representative of India regarding the Mangla Dam Project in Kashmir.

2. It will be recalled that this question was raised by the Permanent Representative of India on 21 August 1957 and became the subject of subsequent correspondence on both sides. The correct position, set forth in our letters dated 3 October 1957 (document S/3896) and 23 January 1958 (document S/3943), is that the Mangla Dam Project is being executed as a joint venture of the Government of Azad Kashmir and the Government of Pakistan for the mutual benefit of the People of Azad Kashmir and Pakistan. The project is designed to provide and enlarge irrigation and hydro-electric facilities for a considerable area and vastly to improve the economic condition of the people living there. It is evident that the co-operation of two parties in a scheme of such mutually beneficial nature does not imply assertion of authority by one over the other.

3. In his letter under reply, the Permanent Representative of India has stated that "on its own admission, as recorded by the United Nations Commission in its report and its resolutions of 13 August 1948, the Government of Pakistan committed aggression on the Indian Union territory of Jammu and Kashmir." Neither my Government nor the United Nations as a whole is aware of any such admission. On the contrary, the Government of Pakistan showed at the very inception of the dispute that the so-called accession of the State of Jammu and Kashmir was fraudulent and illegal and that this illegal accession cannot make the territory of the State of Jammu and Kashmir a part of the Indian Union. The United Nations resolutions, which both India and Pakistan have accepted, laid down clearly that the future status of the State shall be decided by a free and impartial plebiscite. The assumption that Jammu and Kashmir State is Indian territory is, therefore, wholly unwarranted.

4. I request that this commucation may kindly be circulated as a Security Council document and brought to the notice of the members of the Security Council.

5. Please accept, etc.

(Signed) A. SHAH
Acting Permanent Representative
of Pakistan to the United Nations

(Source: UN Document no. S/4219).

6. Letter Dated 29 October 1959 from the Permanent Representative of India C.S. Jha to the President of the Security Council

I have the honour to refer to the letter, dated 11 September 1959 (S/4219), from the Acting Permanent Representative of Pakistan, addressed to the President of the Security Council and to state that the Government of India's position in the case of the construction of Mangla Dam in Jammu and Kashmir has been clearly stated in my previous communications to the President. I have, however, been instructed by my Government to correct the following inaccurate statements made in the letter of the Acting Permanent Representative of Pakistan of 11 Septem-

4. In regard to the allegation of the permanent representative of India that Pakistan is forging ahead with the construction of the project in the teeth of opposition from the people in the area, I have the honour to invite your attention to the following press statement issued by a number of political leaders of "Azad" Kashmir on 5 September 1957:

Dawn of 6 September 1957:

"Azad Kashmir's full support to Mangla project
"Six leaders condemn Bharati propaganda.

"Mirpur (Azad Kashmir), 5 September: Six prominent political leaders and lawyers of the Mirpur district have said that the people of Azad Kashmir who had given their blood for Pakistan, would in no circumstances grudge water to their brethren.

"The statement said: 'Bharat is using river waters as another weapon against Pakistan and hopes that through this nefarious design she would convert the fertile land of Pakistan into a veritable desert.

"The people of Azad Kashmir cannot remain silent spectators of Bharati aggression against Pakistan. We have linked our destiny with Pakistan and we are prepared to undergo all sacrifices in this cause. We cannot allow Bharat to strangle Pakistan's economy.

"'It is for these reasons that the people of Azad Kashmir are giving their fullest co-operation and support to the Mangla Dam project. How can those who have given their blood for Pakistan, grudge water to their brethren?

"'Besides, we fully realize that the people of Azad Kashmir will also benefit from the Mangla Dam. Completion of this project will lead to economic, agricultural and industrial progress of the area. The people of Azad Kashmir will find new avenues of employment through this project and it will help raise their standards of living.

"Fantastic stories

"'The enthusiastic support of the people of Azad Kashmir for this project had understandably unnerved Bharat, Bharati propagandists are feverishly engaged in circulating fabricated and fantastic stories clashes between the people and the local authorities with the intention of misleading public opinion. "'We wish to state in unequivocal terms that neither have there been any demonstrations in the area nor any clash between the people and local authorities. It is also equally false that villages are being razed to the ground and people made homeless.

"'All that the people of the area desired was that the displaced should be adequately compensated and this the Government of Pakistan has already undertaken to do.'

"Signatories to this statement are: Ghazi Ellahi Bakhah, ex- President, District Muslim Conference, Mirpur; Chaudhri Mohammad Iusuf, ex-Member, State Legislative Assembly; Salar Mohammad Din, President, City Muslim Conference and Vice-President, Municipal Committee, Mirpur; Mr. Ibsanul Haque, Advocate, Mirpur; Mr. Mohammad Shafi, ex-Municipal Commissioner, Mirpur; and Dr. Mohammad Yakub, Organizer, City Muslim Conference, Mirpur."

—APP.

5. The only voice against the project, which is being carried out in co-operation with the Azad Kashmir authorities, has been that of a few disgruntled individuals because of their personal differences with Sardar Mohammed Ibrahim, President of Azad Kashmir, and not because the proposed dam will adversely affect the people of the area.

6. To claim, as the permanent representative of India does in his letter of 20 January 1958, that the State of Jammu and Kashmir is Indian territory, is to beg the question. Until the people of the State have been enabled to express their wishes through the democratic method of a free and impartial plebiscite held under the auspices of the United Nations, the only sanction behind India's presence in Jammu and Kashmir is military force.

7. I request that this communication may kindly be circulated as a Security Council document and brought to the notice of the members of the Security Council.

(Signed AGHA SHAH)
Minister,
Acting Premanent Representative of Pakistan
to the United Nations

(Source. UN Document no.S/3943)

4. Letter Dated 7 August 1959 from the Permanent Representative of India C.S. Jha Addressed to the President of the Security Council

I have been instructed by the Government of India to invite Your Excellency's intention to a further violation by the Government of Pakistan of the sovereignty of the Union of India and of its territory in Jammu and Kashmir, and of the provisions of the resolution of the Security Council of 17 January 1948. The violation was broadcast in its various transmissions by Radio Pakistan which is an official agency, on 17 July 1959 in the following words:

"The pace of construction of the Mangla Dam is to be stepped up this year with the capital grant of two crores and twenty lakhs of rupees.

2. Letter dated 20 January 1958 from the representative of India Arthur S. Lall to the President of the Security Council

1. I have the honour to invite your Execellency's attention to my letter dated 21 August 1957 [S/3869] and to a further violation by the Government of Pakistan of the sovereignty of the Union of India and of its territory in Jammu and Kashmir and a violation of the resolution of the Security Council of 17 January 1948. This violation was reported in the Dawn newspaper of Karachi on 24 December 1957, as reproduced below:

> "MANGLA DAM CONSTRUCTION
>
> "Contract with United Kingdom firm signed
>
> "The Government of Pakistan yesterday signed an agreement with M/S Binnie, Deacon and Gourley of London, for engineering the multi-purpose Mangla Dam Project. This firm of consulting engineers will be assisted by M/s Harza Engineering Co., of the United States of America, on civil works and by M/S Preece, Cardew and Rider of the United Kingdom on the electrical side.
>
> "The consulting engineers will render the services: (a) Development of preliminary reports; (b) preparation of drawings and other documents relating to works, plant and equipment for calling tenders on a worldwide basis; (c) general supervision of works during the construction stage; and (d) training of Pakistani staff in maintaining and operating the plant and for testing the structure and the pemanent equipment.
>
> "The Government laid great emphasis in the contract on the training of Pakistan technical staff in all phases of the project.
>
> "The multi-purpose Mangla Dam Project envisages impounding of 3.5 million acre feet of water which would be used for reclamation of salt-affected areas and producing 300,000 kilowatts of electric power. The dam will also control floods in the river Jhelum.
>
> "It is hoped that it will now be possible to complete the project within ten years. This project is one of the biggest of its kind in the East."

2. I would particularly invite attention to the emphasis laid in the contract on the training of Pakistani technical staff in all phases of the project and the reference to "reclamation of salt-affected areas", which exist not in Jammu and Kashmir but in West Pakistan. Thus, for its own benefit, Pakistan has now taken further steps to exploit the people and resources of the territory of the Union of India which it continues to occupy by force in defiance of the Security Council resolution of 17 January 1948 and the resolutions of the United Nations Commission for India and Pakistan of 13 August 1948 and 5 January 1949, all of which have been accepted by Pakistan.

3. As pointed out in my last letter and as disclosed at length by the representative of India in the recent debate in the Security Council on Kashmir, Pakistan is forging ahead with the construction of this project it the teeth of opposition from the people in the area who are nationals of India. The details of the protest meetings and of the joint appeal by the five political parties in Pakistan-occupied Kashmir to the members of the Pakistan National Assembly protesting against the construction of the dam were given by the representative of India in the Security Council on 9 October 1957.

4. Pakistan has no rights in the Indian Union territory which it has forcibly occupied and which it is required to vacate under the resolution of the United Nations Commission for India and Pakistan. Pakistan continues to consolidate its position to the disadvantage of the State of Jammu and Kashmir, contrary to the categorical assurances which the United Nations Commission gave to the Prime Minister of India on behalf of the Security Council.

5. The engineering firms who are undertaking the execution of the project come from the United Kingdom and the United States of America, two permanent member countries of the Security Council.

6. I request that this communication may kindly be circulated as a Security Council document and be brought to the notice of the members of the Security Council.

(Signed) Arthur S. LALL
Ambassador Extraordinary and Plenipotentiary,
Permanent Representative of India
to the United Nations

(Source: UN Document no. S/3939)

3. Letter dated 24 January 1958 from the representative of Pakistan Agha Shahi to the President of the Security Council

1. With reference to the permanent representative of India's letter addressed to you on 20 January 1958 [S/3939], regarding the Mangla Dam construction, I have the honour to say that, in substance, this letter repeats the contention put forward earlier by him in his letter dated 21 August 1957, addressed to the President of the Security Council.

2. These contentions have been answered by my predecessor in his letter of 3 October 1957.

3. May I also invite your attention of the following statement of the Foreign Minister of Pakistan before the Security Council at its meeting on 15 November 1957, in which he drew attention to the measures taken by India to consolidate her illegal occupation of the State of Jammu and Kashmir, including the construction of the Banihal Pass tunnel:

> "...not for the alleged purpose of exporting fruit from Kashmir, but for the purpose of providing a major strategic highway for Indian tanks and troops to move into the Kashmir Valley throughout the year as the 17,000 feet high Banihal Pass is snowed up during the winter."

MANGLA DAM PROJECT

1. Letter dated 21 August 1957 from the representative of India Arthur S. Lall to the President of the Security Council

1. Under instructions from my Government, I have the honour to bring to Your Excellency's notice and through you to the notice of the members of the Security Council the following report regarding the commencement of execution of the Mangla Dam Project by the Government of Pakistan which appeared in the Karachi newspaper Dawn on 26 June, 1957.

> "Rawalpindi, June 25: The Azad Kashmir Government have issued necessary notification to acquire land in Mirpur District for the Mangla Dam Project.
>
> "The Project, which will involve and expenditure of 1,000 million rupees, will cover an area of 100 square miles.
>
> "About 122 villages in Azad Kashmir territory will be affected with a total area of about 42,000 acres.
>
> "Out of this nearly 22,000 acres are at present under cultivation. The rest is barren and those who will be affected by the construction of the dam will be adequately compensated with cash payment or canal irrigated land—Radio Pakistan."

The details of the project are given in the attached note.

2. The execution of this Dam project is a further instance of consolidation by the Government of Pakistan of its authority over the Indian territory of Jammu and Kashmir, which it continues to occupy by force, and of the exploitation of the resources of the territory to the disadvantage of the people of Jammu and Kashmir and for the benefit of the people of Pakistan.

3. My Government has asked me to invite your attention and through you the attention of the members of the Council to this further instance of violation by the Government of Pakistan of the Security Council resolution of 17 January 1948 which calls upon both the Government of India and the Government of Pakistan "to refrain from making any statements and from doing or causing to be done or permitting any acts which might aggravate the situation".

4. The members of the Security Council are aware of the categorical assurances given to the Prime Minister of India by the Chairman of the United Nations Commission for India and Pakistan that the Pakistan Government will not be allowed to consolidate its position in the territory it had unlawfully occupied, of part II, section A, paragraph 1 of the Commission's resolution of 13 August 1948 [S/1100, para. 75], under which Pakistan troops are required to vacate the territory unlawfully occupied by them and of the recognition of the Government of the State of Jammu and Kashmir as the only lawful Government of the State underlying the Commission's resolutions of 13 August 1948 and 5 January 1949 [S/1196, para. 15]. The commencement of the execution of the Mangal Dam Project by the Government of Pakistan violates not only the provisions of the Security Council Resolution of 17 January 1948 but also the assurances given to the Prime Minister of India by the Chairman of the Commission for India and Pakistan and the provisions of the two resolutions adopted by the Commission.

5. I request that this communication may kindly be circulated as a Security Council document and be brought to the notice of the members of the Council.

(Signed) Arthur S. Lall
Ambassador Extraordinary and Plenipotentiary
Permanent Representative of India
to the United Nations

THE MANGLA DAM PROJECT

1. The Upper Jhelum Canal takes off from the river Jhelum at Mangla and irrigates areas in the West Punjab. The Mangla Headworks and the first nineteen miles of the Upper Jhelum Canal lie in the territory of Jammu and Kashmir. The land required for the Upper Jhelum Canal and the Headworks was given by the Government of Jammu and Kashmir to the Punjab Government in 1904, free of cost, but on condition "that it shall always remain the property of the Darbar".

2. The details of the Mangla Dam Project given by Chaudhury Abdul Hamid, Superintending Engineer. Mangla Dam Circle, in September last were published in the Pakistan Times, Lahore, oh September 17, 1956, and according to these "the dam will be located across the Jhelum river, about two miles upstream of the Upper Jhelum Canal regulator". The location of the Dam is thus in the Indian territory of Jammu and Kashmir.

3. The report gave the following further particulars of the project:

> "The main structure will be an earth embankment almost two miles long at the crest, the elevation of which is 1,200 feet above the sea level. Its height at the deepest section from rock to crest will be about 360 feet. The reservoir so created will have an effective capacity of 3.5 million acre feet.
>
> "The Dam will be flanked by a power plant on the left and a spillway structure on the right. The power house will have and installed capacity of 300,000 k.w. (four sets of 75,000 k.w. each), the power head varying between 180 to 315 feet. The tail race will outfall into the Upper Jhelum Canal.

(Signed) Dag HAMMARSKJOLD
Secretary-General
of the United Nations

(UN Document no. 3869)

MANGLA DAM & U.N.

Sardar Shamshad Hussain Advocate, Rawalakot

The Contemporary issue pertaining to the upraising of Mangla Dam is not altogether a new thing. In the past the people of Kashmir have shown resentment over it. It is however another thing that under the authority of Dictatorship where the information and Media is controlled to propagate only what suits the Military autocracy. Whenever the democracy in Pakistan in hijacked by the military the miseries have been wreaked up on the people of Kashmir. What British forces of occupation failed to consummate with the Dogra ruling regime of Kashmir was forcibly thrust up on the people of Kashmir during the era of Ayub Khan. And yet again under the hawkish authority of Mushraf the people of Mirpur are decided to be drowned by the Army Junta. Wali Khan categorically slapped on the face Junta by openly declaring that Kala Bagh Dam will be decimated if constructed. Kashmiri on the other hand are an easy prey for both India and Pakistan to be molested and ravished at their will, the unarmed, leaderless, orphan and truncated Nation. The Mangla regions lie in the seismic zone. Already Pakistan is under the danger of depletion if the floodgates of Mangla and the Terbela make some accidental exit. It is not comprehensible whether the persons behind the new project of upraising are friends or foes of Pakistan. The losses which were caused to the people of Punjab during the emergency opening of one spill way of Mangla Dam in 1990 could not be repaired till today. Apparently to Amass and Plunder the already depleted public exchequer of the country for the sake of huge commissions and the kick backs the people of Mirpur are again driven to gallows. This process has started as the Mangla action committee is under heavy trial. The bribes are offered in shape of plots, huge allotments and cash gratifications to the active leadership of Mangla action committee. God for give if it happens so the orphan and hopeless people will be left bereft yearing for Jesus. Almost the entire intellengentia and the prudent people of Kashmir have rejected the idea of upraising of the Dam except few self acclaimed leaders who instead relying on the authority of people succeed to enter in a portals of power by licking the feet of the intelligence agencies. Sikandar Hayat and his coronies hail from the same den. They have done nothing but brought humiliation to the people of Kashmir. By hobnobbing the forces of usurpation the ugly prime minister of Azad Kashmir have maeouvered to gallop the series of illegally acquired plots in Mirpur. Similarly there are his spoons. The govt. of Muslim Conference did not seek any permission from the people of Kashmir by way of a referendum regarding this sensitive and touchy issue. The people did never cast their votes to get their heritage and graves sinks under the flood. This is highly uncivilized and killer mode of governance and a shame for the humanity. The matter had already been illuminated during the initial construction of the Dam, in the portals of United Nations. For a pretty long time the representatives of India and Pakistan have been accusing and counter accusing each other. A formal complaint, for the first time, was lodged by the permanent representative of India to the united nations to the president of U.N on 21st August 1957 which followed by a series of complaints. The replies tendered by Pakistan were totally unsatisfactory and bush beating. And yet again the people of Kashmir are driven to devastation despite grave hatred and rancour on their part. And this time it is army yet again. How long this brutality could be allowed to be perpetuated upon the people of Kashmir by the forces of Annexation and how long Kashmiri could sustain and endure it, will be traced from the annals of history. It is no denying that in justice and cruelty do not exist long. Firstly Kashmiri people will foil any act of treason on their land and if they failed under the authority of Gun even the transgression had to die. These historical documents, which till today were suppressed from the pubic, are published for their information and to disclose the Mala-fide of the Govt.

No.F.3/10/92-F&B
Government of Pakistan
Kashmir Affairs & Northern Areas and
States and Frontier Regions Division
****

Islamabad, the 6th june,2003.

NOTIFICATIONp

Subject: **ISSUE OF POWER SUPPLY TARIFF TO AJK.**

In suppression of this Division's Notification of even number dated 21st May, 2003,the following sub-committee is constituted to firm up and submit its recommendations regarding the rate of new electricity tariff for AJK beyond 30th September,2003:-

1) Secretary, Water & power — Chairman
2) Chairman, WAPDA — Member
3) Chief Secretary, AJ&K Government — Member
4) Joint Secretary,(PF) Finance Division — Member
5) Joint Secretary, KANA& SAFRON — Member

2 The above sub-committee will deliberate within the following parameters:-

i. Consumption Pattern of AJK
ii. Acceptable line losses in AJK
iii. Mangla Dam Agreement of 1967
iv. Any other relevant point.

3 The sub-committee will submit its recommendations within 45days of the issue of this Notification.

(Syed Suleman Shah Bukhari)
Section Officer (F&B)

To

i. The Secretary, Ministry of Water and power Islamabad.
ii. The Chainman, WAPDA,WAPDA House, Lahore.
iii. The Chief Secretary, AJK Government, Muzaffarabad.
iv. The Joint Secretary, (PF),Ministry of finance, Islamabad,
v. The joint Secretary (K), KANA & SAFRON Division, Islamabad.

Copy forwarded for information to:-

i. The P.S. to Secretary, KANA & SAFRON Division, Islamabad.
ii. The PS to Additional Secretary, KANA& SAFRON Division. Islamabad.
iii. The PA to DS(K), KANA & SAFRON Division, Islamabad.

(Syed Suleman Shah Bukhari)
Section Officer (F&B)

IRSA. The Ministry of KANA and SAFRON, Government of Pakistan shall represent the "Government" at IRSA.

6.3 Fishing rights will be given to the Government. The tender for fishing shall be floated on all Pakistan basis.

6.4 The "Government" shall be responsible maintaining recreation facilities in the Mangla Dam reservoir.

6.5 Following works shall be undertaken as part of the project:-

a) Construction of land links for Kharak and Pinyam (Chohan) disconnected by the project:

b) Provision of water supply and sewerage to Mirpur city and four hamlets from PSDP:

c) Establishment of Resettlement Organization as approved by the Steering Committee notified vide the Ministry's latter No.3 (1)/2002-AG dated 15th April.2003, of the project.

6.6 The former owners shall be permitted to cultivate the land on recession of water provided that no compensation shall be paid for damages due to fluctuation in reservoir water level.

Clause-7 Arbitration:

7.1 The parties shall, while executing the project, in case of any difference or dispute arising out of the application and/or interpretation of the Clauses hereinbefore, at the first instance settle by negotiation. If no settlement is arrived at, the matter shall be referred to arbitration of three arbitrators namely:-

- One arbitrator to be nominated by the Ministry and the WAPDA in consultation with each other;
- One arbitrator to be nominated by the Government and
- The Chief justice of Pakistan or a person nominated by him, shall be the chairman of the Arbitral Tribunal.

The award made by the Arbitral Tribunal shall be final and binding on the parties.

Clause-8 Entry into Force:

This Agreement shall enter into force on the date of signatures.

In Witness Whereof, the parties aforementioned have signed this Agreement at the place and date above mentioned.

Ministry of Water & Power	**AJK Government**	**WAPDA**
Saeed Ullah Jan	[signature]	[signature]
Secretary, Ministry of Water and Power Pakistan, Islamabad. 27/6/2003	Chief Secretary, Azad Government of the State of Jammu & Kashmir. 27th June, 2003	Chairman Water and Power Development Authority, Lahore. 27 Jun 03

Clause 5 Power Sector

5.1.1 The WAPDA shall drop its claim of outstanding liability of Rs. 0.9 billion against the government. Similarly the Government shall also drop its claim with regard to any imbursements from the WAPDA. The AJK Council shall drop its claim of re-imbursement against the Government for the amount of Rs.1.4 billion already paid to the WAPDA by Council as ordered by the competent authority vide C.E. Secretariat U.O. No. 1313/DS(C-2/2000 dated 29-6-2000.

5.2

a) At present the Government of Pakistan has fixed the rate at Rs. 4.20/K.W.H for the AJ&K. The WAPDA shall bear Rs. 0.71 on the basis of 17% losses. The Government shall pay Rs. 2.44 and the Ministry shall pick up Rs. 1.05 as subsidy. In case of budgetary constraints of the Government, the Ministry shall pick up the additional liability of Rs. 0.12. This rate shall be deemed to have become effective from September, 2002 and shall be frozen till September, 2003.

b) The future power tariff (beyond September, 2003) for Azad Jammu & Kashmir shall be fixed by Government of Pakistan on the recommendation of a standing sub-committee already notified by the Ministry of KANA & SAFRON vide Notification No.F.3/10/92-F&B dated 6th June, 2003, copy of which is appended to this Agreement.

5.3 The Ministry shall ensure that the CBR does not levy the GST on electricity generated in and supplied to the AJ&K since the GST is applicable in Pakistan and the AJ&K already charges GST through their Tax Department. All rules prescribed by the Government of Pakistan with respect to the GST would be applicable to the Government.

5.4 The responsibility of distribution of electricity may be withdrawn from the Government and assigned to the AJ&K Council or any other relevant organization. A study in this respect will be made by the Ministry of KANA &SAFRON/AJK Council and the Government.

5.5 The WAPDA shall construct five grid stations along with associated transmission lines, as included in the WAPDA five year plan 2002_07. It shall also construct an additional new grid station at Chattarpari.

5.6 The Government will get net hydel profit/water usage charges(royalty) from the Mangla Dam with effect from the entry into force of this Agreement @ Rs.0.15 per KWH as per the policy laid down.

Clause-6 Allied matters.

6.1 The WAPDA shall construct a bridge at Dhangali.The construction of another bridge(Mirpur to Islam Garrh) shall be taken up by the Ministry of KANA & SAFRON,Government of Pakistan shall provide funds under PSDP.

6.2 The WAPDA shall cater for the drawing of drinking water from the lake. The Government's requirement of water for irrigation purposes shall be taken up with

rights to their land allotment of residential plots to 2700 families subject to verification by the Government of the authenticity of power of attorney of the affectees.

Clause 3. **Acquisition of land and built up property:**

3.1) The Government shall make available land required for the raising of Mangla Dam for perpetual use by the Ministry for the said purpose, subject to the condition that the Government shall retain proprietary rights over such land.

3.2) The WAPDA shall pay land compensation to the new affectees at the market rate plus 15% compulsory acquisition charges in accordance with Land Acquisition Act, 1894 (Act No.1 of 1894) as enforced in the territory of the Azad Government of the State of Jammu and Kashmir.

3.3) The WAPDA shall pay market price (replacement cost) to the owners of the houses and additional 10% shall be given above the price. The affectees shall also be allowed to carry the "Malba" of the houses. The refugees of IOK settled on the AJK and WAPDA lands shall be paid minimum Rupees three lacs per family plus five marla plot free of cost. Those refugees of I OK who are living on their own land. shall be paid compensation as paid to other affectees and shall also be entitled to plots between five marlas and one kanal on payment of cost of land and the development charges shall be borne by the WAPDA. The AJK affectees including those occupying WAPDA/Government lands will also be paid minimum compensation for a house @ Rs.3 lacs and shall also be entitled to plot of five marlas to one kanal on payment of cost of land. The development charges shall however be borne by WAPDA.

Clause 4. **Package for new affectees.**

4.1) The WAPDA shall build one city near Mirpur and 4 towns as close as possible to the affected area. The WAPDA will provide the required facilities/infrastructure. The Government shall make state land available to the WAPDA on payment at site-II for new city. A part of site-II is under the use of the Army as grass land. The Government shall offer to the Army alternate land for use as grass land as site-I. The Minister for Kashmir Affairs and Northern Areas and States and Frontier Regions, Government of Pakistan will co-ordinate with the Government and the Army for relocating the Army grass land from site-II to site-I.

4.2) The Ministry shall establish a major vocational training institute at Mirpur. In addition four new male vocational training centers will be established in the proposed townships, and existing four centers for females will be strengthened. In addition , the WAPDA will take steps for inparting skills in other fields.

4.3) The compensation package shall be implemented by a Committee under the Ministry of CANA, which shall comprise of representatives of the Government, the Ministry and the WAPDA.

AGREEMENT FOR RAISING OF THE MANGLA DAM

This agreement is made at Islamabad on the 27th day of June, 2003 among the Ministry of Water & Power, Government of the Islamic Republic of Pakistan (hereinafter referred to as "the Ministry" which expression shall include legal representatives and assignees) of the First Part.

The Azad Government of the state of Jammu and Kashmir (hereinafter referred as "the Government", which expression shall include the legal representatives and assignees) of the Second Parts,

AND

The Water and Power Development Authority, a body corporate established under the Pakistan Water and Power Development Authority Act, 1958 (W.P.Act XXXI of 1958) (hereinafter referred to as "the WAPDA", which expression shall include successors-in-interest and legal representatives) of the Third Part.

WHEREAS, the Government of Pakistan felt the necessity of raising the height of Mangla Dam to save and utilize the available water and to further utilize the hydro power potential which would result in displacement of people living in Mirpur District of Azad Government of the State of Jammu and Kashmir and submergence of their properties;

WHEREAS, the Azad Government of the State of Jammu and Kashmir, having the support and consensus of the people of the state in general and those to be displaced in particular, agreed that the Mangla Dam raising project (hereinafter referred to as 'the Project") may be executed for the well being and prosperity of the people of Pakistan and AJK;

AND WHEREAS, negotiations were held between the Government of Pakistan and the Azad Government of the State of Jammu and Kashmir in which both the parties agreed on terms and conditions which were drawn before the inauguration of the Project and are being made part of this Agreement;

NOW, THEREFORE, this Agreement has been signed among the Parties mentioned herein before.

Clause 1. **Scope:**

1.1) The height of the Mangla Dam under the Project shall be raised by 30 feet.

Clause 2. **Old Affectees**

2.1) Te old affectees of Mangla Dam comprising 7707 families and having land holding of half an acre or more per family, shall be compensated at the rate of Rs.2,00,000/- (two hundred thousand) per family after verification of their exact number. The claim of WAPDA that 4481 families had given an undertaking that they did not require land will be verified by a joint committee of the Government and WAPDA already set up. The 6126 families who owned less than half an acre land shall not be further compensated as they have already been fully compensated.

2.2) The Ministry shall help in ensuring that government of the Punjab and Sindh will grant proprietary rights to the 562 families who have not yet been given proprietary

AGREEMENT

FOR RAISING OF

MANGLA DAM

BETWEEN THE GOVERNMENT OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN

AZAD GOVERNMENT OF THE STATE OF JAMMU AND KASHMIR

AND

WATER AND POWER DEVELOPMENT AUTTHORITY

torrents, the normal free course of which has in any way been affected by Canal works.

(9) That the Punjab Government with undertake to pay compensation for all wells, buildings or other structures taken over and destroyed or dismantled for the purposes of the Canal or any works connected with it.

(10) That the Durbar will be prepared to introduce a Regulation in the State on the lines of the Northern Indian Canal and Drainage Act, modified if necessary, to grant jurisdiction to the Canal Officer of the Punjab Government in charge of the Upper reaches of the Canal in matters falling within his province under the said Regulation within lands occupied by the Main Canal and the works directly connected with it. Provided that appeals from orders passed by such officer shall lie to tie Chief Judge at Jammu, whose orders subject to the general lowers of revision of His Highness the Maharaja Council shall be final.

(11) That the Durbar will permit the use of builders, limestone and rocks required for works on that portion of the Canal which lies within State territory free of royal or any other charge. The Durbar, however, would have royalty on boulders, stone and rocks that may be required for use on Canal works lying outside the State territory.

(12) That the Durbar will arrange free of charge for the temporary occupation if necessary of lands not permanent required for the construction of brick kilns or for stones or other quarries or for the question of temporary sheds or other builder on the understanding that if may standing cross are cut down or injured. The Punjab Government will pay the value of such crops to the cultivators or other parties possessed of right in the land.

(13) That the use of inspection Bungalows on the Canal will be allowed to State Officials on duty of the rank of Tehsildar and above.

(14) That the boundaries of the Canal will be marked before the work of construction is taken in hand, and that in doing so care will be taken to avoid interfering in any way with any religious institution or other place held sacred by the people.

(15) That the Punjab Government Officials will agree to confirm to the rules and practices of the Jammu and Kashmir State in the matter of use and importation of forbidden articles of food.

(16) That the consent hereby given to the construction of the Upper Jhelum Canal will not in any way prejudice the rights of the Durbar to take in hand at any time in the future any projects for irrigation form the upper courses of the Jhelum or any its tributaries. This condition is however, subject to the proviso that any such projects if taken in land within the limits of the Jammu Province will be so devised as not to diminish to any material extent the normal supply of water in the Upper Jhelum Canal.

.UPPER JHELUM CANAL AGREEMENT

15TH SEPTEMBER 1904,

That the Durbar have on objection to the Punjab Government constructing the Head works and reaches of the proposed Upper Jhelum Canal within their territory on the following conditions:

(1) That all land required for the purposes of the Canal will be given by the Durbar to the Punjab Government free of cost, but on the condition that it shall always remain the property of the Durbar and any portion hereafter found not to be required for Canal purposes shall be given back to the Durbar.

(2) That the Punjab Government will pay annually to the Durbar a sum equivalent to the total amount of revenue at present levelled in respect of the cultivated portion of the land, which because of its being required for purposes of the Canal shall have to be remitted by the Durbar.

(3) That all land situated within State territory, which may at present or any time hereafter be commanded to the purposed Canal, shall received irrigation according to the percentages and in conformity with rules in force throughout the Canal and that water shall be so given free of royalty or any charge what so ever.

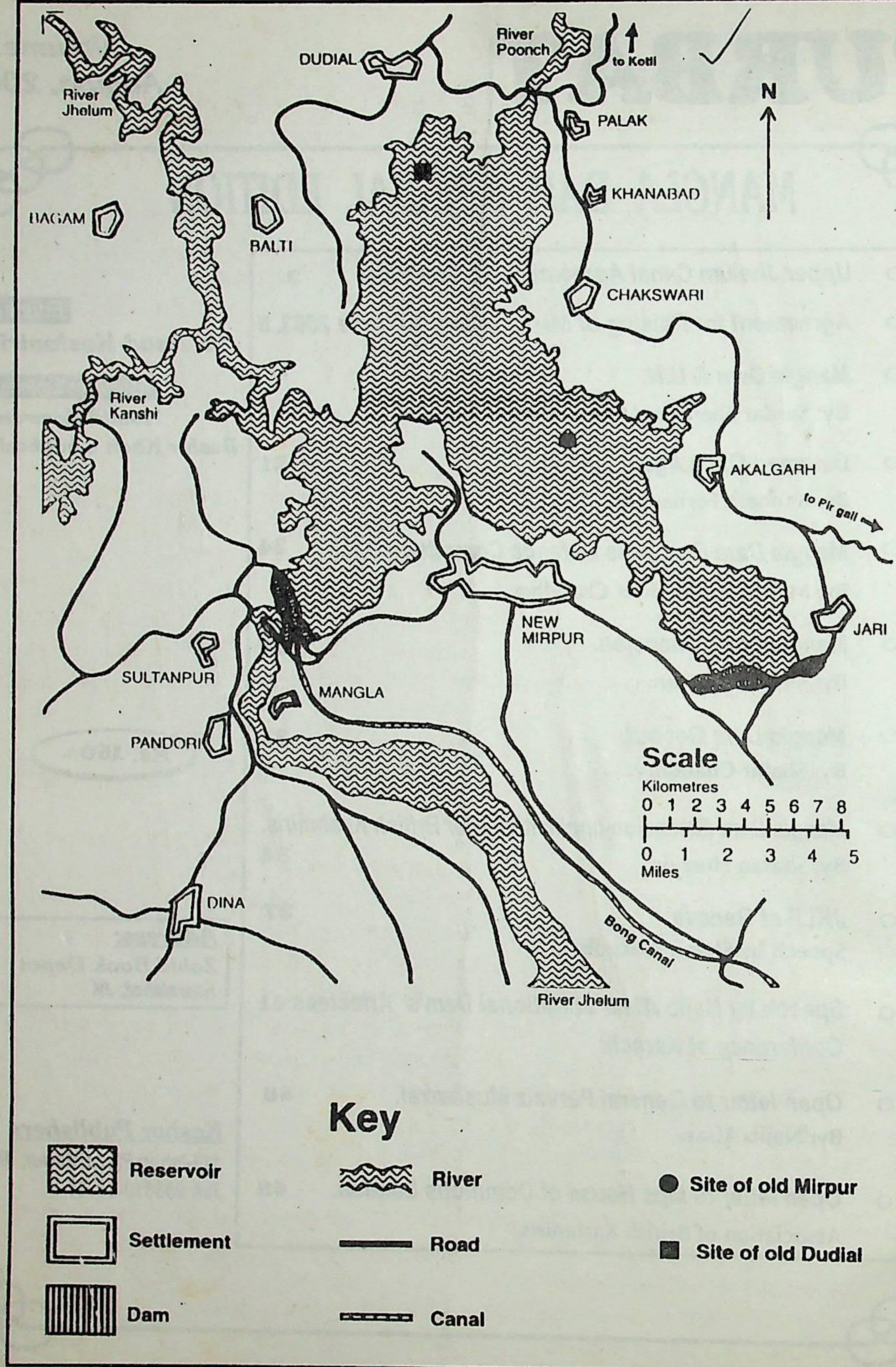
(4) That the Durbar be permitted to construct the Distributors and water courses required for the irrigation of land within State territory in accordance with plans to be approved of by the Punjab Government Officials.

(5) That the Durbar will have the rights of affecting Mills and other words at all sites on the Canal within State territory where water power may be available. The construction of such Mills and works may, if so desired, carried out by the Punjab Government at the cost of the Durbar, who will be entitled to all profits arising from the working of the Mills.

(6) That the Durbar will make their own arrangement for maintenance and upkeep of their irrigation Canals the distribution of water there form the measuring up of irrigation, the assessment of revenue on land irrigation and the collection of such revenue. These are functions to which the Durbar attach very great importance as necessary for the unbroken uniformity and continuity of administration in that part of the State territory which would benefited by the proposed Canal.

(7) That the Punjab Government will undertake to construct free of all cost bridges for cart and foot traffic across the Canal at the suitable places as may necessary from time to time.

(8) That the Punjab Government will pay compensation for all crops, building & crops destroyed or injured by breaches of the Canal or by the action of



River Jhelum
DUDIAL
River Poonch
to Kotli
N
PALAK
KHANABAD
BAGAM
BALTI
CHAKSWARI
River Kanshi
AKALGARH
to Pir gali
NEW MIRPUR
JARI
SULTANPUR
MANGLA
PANDORI
Scale
Kilometres
0 1 2 3 4 5 6 7 8
0 1 2 3 4 5
Miles
DINA
Bong Canal
River Jhelum
Key
Reservoir
River
Site of old Mirpur
Settlement
Road
Site of old Dudial
Dam
Canal

PURBAT

Volume. 7
August, 2003

MANGLA DAM SPECIAL EDITION

Editor
M. Asad Kashmiri

Assistant Editors
Hamid Kamran
Bashir Khan Chughtai

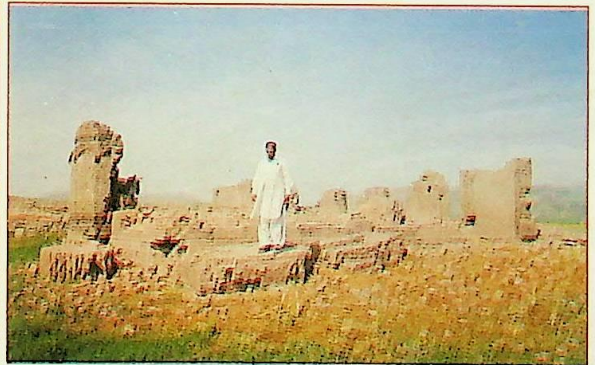
Rs. 150/-

Address:
Zahid Book Depot
Rawalakot, JK

Kashar Publishers
118-Ishaq Plaza Mirpur, JK
Tel: 058610-33431

میرپور میں مساجد کی تباہی کے المناک مناظر۔ پاکستانی حکمرانوں کے اسلام کی حقیقت واضح ہوگئی۔

ڈڈیال کی عظیم الشان تاریخی جامع مسجد جو ڈیم بننے کے سبب اجڑ گئی، کبھی یہ مسجد لاکھوں کروڑوں پیشانیوں کی سجدہ گاہ تھی، آج ڈیم کا پانی خشک ہونے پر یہ مسجد جانوروں اور گدھوں کی جائے پناہ بن جاتی ہے۔ یہ مسجد بلاشبہ منگلا ڈیم بنانے والے اسلام کے جھوٹے اور نام نہاد دعوے داروں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے۔ دوسری طرف یہ میرپور کے مسلمانوں کی دینی غیرت کا اُٹھتا ہوا جنازہ بھی ہے



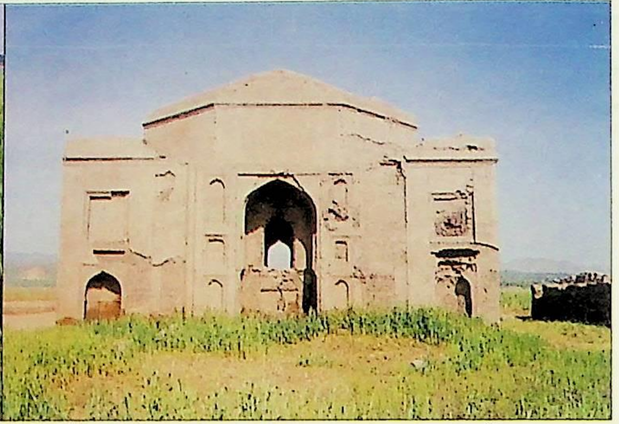
آڑہ جٹاں کی مسجد کے کھنڈرات۔ اس مسجد کو ڈیم کے طوفانی تھپیڑوں نے توڑ پھوڑ دیا ہے چوہدری مسعود ایڈووکیٹ مسجد کے ملبے پر کھڑے بے دردی ایام کو یاد کر رہے ہیں۔



بنیام گاؤں کی ایک تاریخی مسجد جو ڈیم بننے کی وجہ سے اُجڑ گئی اور ٹوٹ پھوٹ گئی۔ مسجد کے دروازے پر کلمہ طیبہ اب تک لکھا ہوا ہے

(فوٹوگرافی محمد سعید اسعد)

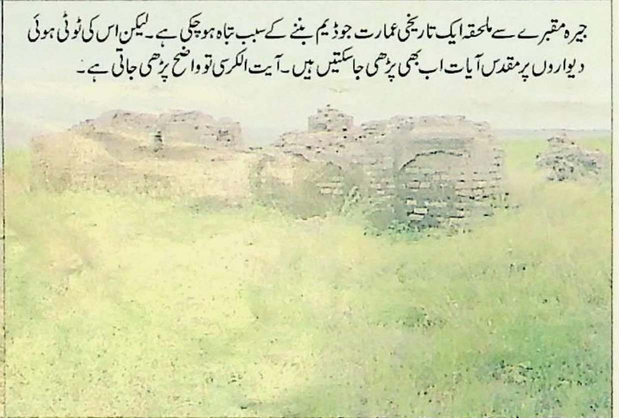
منگلا ڈیم کے تباہ کن نتائج ۔ کشمیریوں کے تاریخی ورثے کی تباہی کے خوفناک مناظر



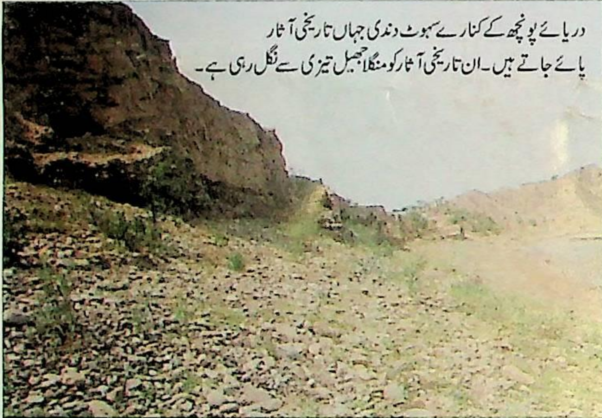
جیرہ کا قدیم تاریخی مقبرہ جو پندرہ فٹ تک ڈیم کے ملبے تلے دب گیا ہے۔ مقبرے کا باقی ماندہ حصہ کشمیریوں کی قومی غیرت کا منہ چڑھا رہا ہے۔ یہ مقبرہ فن تعمیر کا عظیم شاہکار ہے۔



دریائے پونچھ کے کنارے چومکھ کے مقام پر ایک ہندو دیوی کی یادگار، جس کی بالائی چھت سامنے نظر آ رہی ہے۔ بقیہ ساری عمارت ملبے میں دب گئی ہے۔



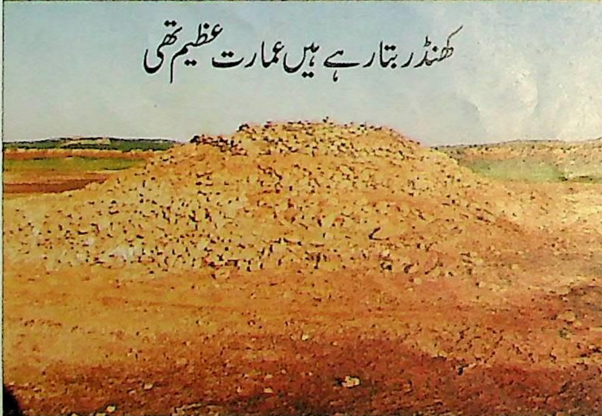
جیرہ مقبرے سے ملحقہ ایک تاریخی عمارت جو ڈیم بننے کے سبب تباہ ہو چکی ہے۔ لیکن اس کی ٹوٹی ہوئی دیواروں پر مقدس آیات اب بھی پڑھی جا سکتیں ہیں۔ آیت الکرسی تو واضح پڑھی جاتی ہے۔



دریائے پونچھ کے کنارے سہوٹ دندی جہاں تاریخی آثار پائے جاتے ہیں۔ ان تاریخی آثار کو منگلا جھیل تیزی سے نگل رہی ہے۔



ڈڈیال کا خوب صورت شہر پانی میں غرق ہو گیا، اب صرف شہر کے نشانات باقی ہیں۔



کھنڈر بتا رہے ہیں عمارت عظیم تھی



کلروڑی کی تاریخی مسجد اور ملحقہ گاؤں کے کھنڈرات۔



تاریخی مسجد اور منگلا ڈیم کی بے رحم موجیں۔



حاجی عبدالخالق اور محمد سعید اسعد ڈیال کے ایک مقامی صحافی اور مچھیرے نوجوان کے ساتھ ڈیم کے کنارے کھڑے ہیں۔
پس منظر میں کلروڑی کی تاریخی مسجد پانی میں ڈوبی ہوئی ہے۔



کلروڑی کی تاریخی مسجد کا صدر دروازہ جسے ڈیم کے طوفانی تھپیڑوں نے توڑ دیا ہے۔



دریائے پونچھ کے کنارے چوکھ کے مقام پر واقع ایک تاریخی مسجد جس کی چھت کا بیرونی حصہ نظر آرہا ہے۔ باقی ساری مسجد ڈیم کے ملبے میں دب گئی ہے۔ زیرزمین مسجد کی مکمل عمارت اب بھی قائم ہے۔
ملبے میں دبی یہ مسجد کشمیری عوام اور حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔



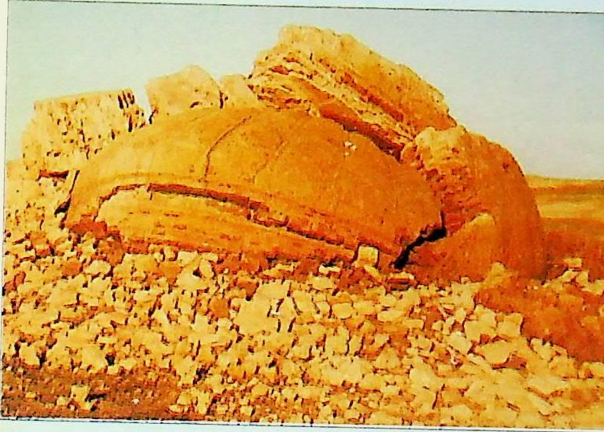
پرانے میرپور شہر کے شمال میں فن تعمیر کا عظیم شاہکار مندر، ڈیم کے پانی نے مندر سے ملحقہ عمارتیں تباہ کردی ہیں۔



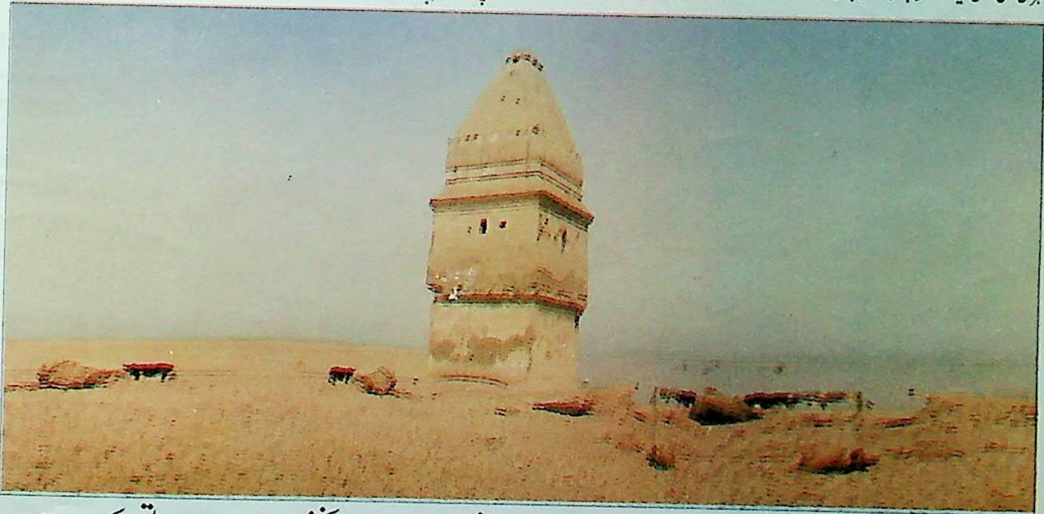
میرپور شہر کا تاریخی ہاتھی دروازہ جو ڈیم بننے سے تباہ ہوگیا۔



منگلا ڈیم کی اتھاہ گہرائی میں واقع ایک تاریخی باولی۔ اس باولی میں سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی تختی آج بھی سلامت ہے۔



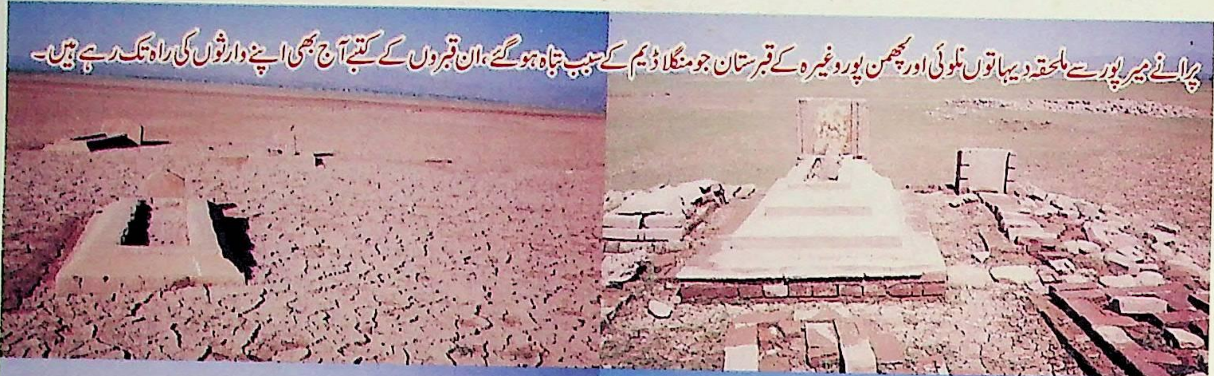
پرانے میرپور میں پیراماؤنٹ سینما کے عقب میں ایک تاریخی عمارت جو منگلا ڈیم کی وجہ سے ملبے کا ڈھیر بن گئی۔



منگلا ڈیم کی اتھاہ گہرائیوں میں ایستادہ پیل گاؤں کا تاریخی مندر، یہ مندر بخشی مول راج نے تعمیر کروایا تھا۔

منگلا ڈیم کی تباہ کاریاں

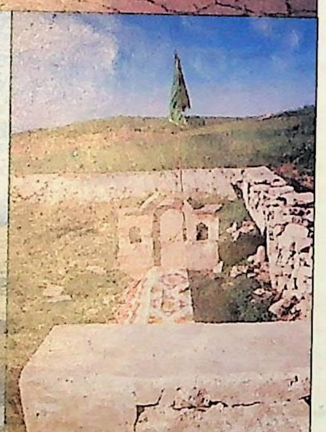
ان قبروں کے وارث کہاں ہیں؟



پرانے میرپور سے ملحقہ دیہاتوں نلوئی اور پچھمن پور وغیرہ کے قبرستان جو منگلا ڈیم کے سبب تباہ ہوگئے۔ ان قبروں کے کتبے آج بھی اپنے وارثوں کی راہ تک رہے ہیں۔







پرانے میرپور شہر سے ملحقہ ایک قبرستان میں پیر سیدن شاہ کا مزار جو ڈیم کی طوفانی لہروں کے سبب شکستہ ہوگیا ہے لوح مزار پر مرحوم کے اپنے اشعار لکھے ہوئے ہیں۔



پرانے ڈڈیال میں نذیر بیگم والدہ جاوید اقبال کی قبر۔



کھیارا کے شمال مشرق میں واقع قبرستان، سید بی بی والدہ محمد لال کی قبر جسے ڈیم کے پانی نے اندر سے کھوکھلا کردیا ہے، بس قبر کا ڈھانچہ باقی ہے۔



کلروڑی ۔ نامعلوم قبر پانی میں ڈوبی ہوئی ہے



(فوٹوگرافی: سعید اسعد)

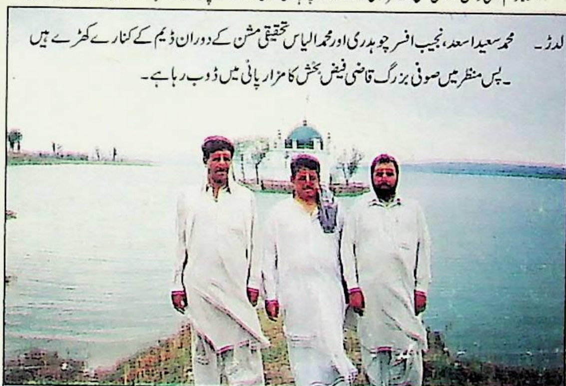
منگلا ڈیم اپنی توسیع ایکشن کمیٹی کے مرکزی راہنما عارف چوہدری موضع جھنگ کے پانی میں ڈوبتے ہوئے قبرستان میں کھڑے ہیں۔



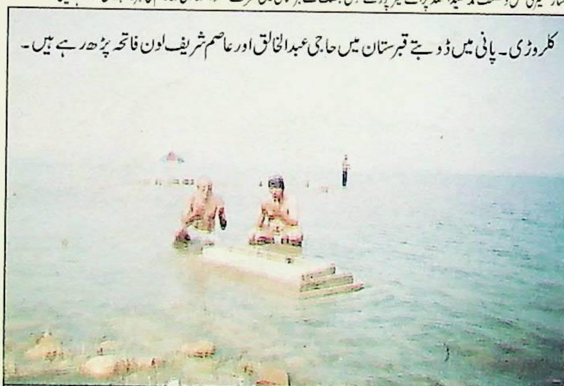
(فوٹوگرافی: عارف چوہدری)

ممتاز کشمیری محقق و مصنف محمد سعید اسعد پرانے میرپور کے موضع جھنگ کے قبرستان میں کھڑے مقصود احمد ابن محمد عالم کی قبر کا کتبہ نقل کر رہے ہیں۔

لدڑ۔ محمد سعید اسعد، نجیب افسر چوہدری اور محمد الیاس تحقیقی مشن کے دوران ڈیم کے کنارے کھڑے ہیں ۔پس منظر میں صوفی بزرگ قاضی فیض بخش کا مزار پانی میں ڈوب رہا ہے۔



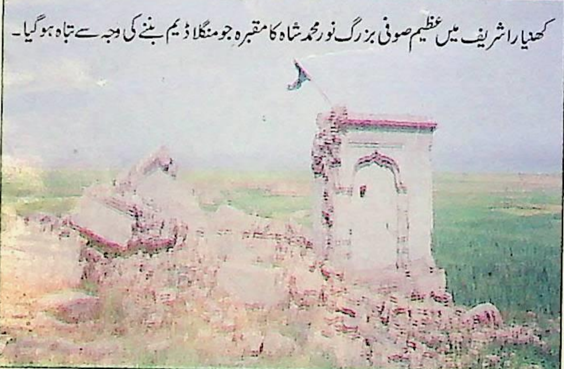
کلروڑی۔ پانی میں ڈوبتے قبرستان میں حاجی عبدالخالق اور عاصم شریف لون فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔



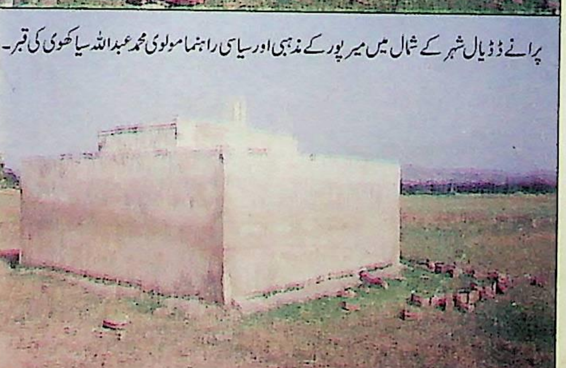
پرانے ڈڈیال میں بابا پیر تخی شیر شاہ کا مزار، آس پاس سارا قبرستان تباہ ہو گیا ہے۔



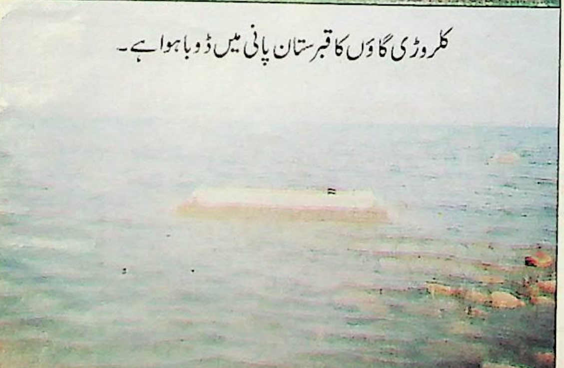
کھدیارا شریف میں عظیم صوفی بزرگ نور محمد شاہ کا مقبرہ جو منگلا ڈیم بننے کی وجہ سے تباہ ہو گیا۔



پرانے ڈڈیال شہر کے شمال میں میرپور کے مذہبی اور سیاسی راہنما مولوی محمد عبداللہ سیاکھوی کی قبر۔



کلروڑی گاؤں کا قبرستان پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔



INDIA KILLS US BY BULLET AND PAKISTAN DROWNS US



The Original construction of the Mangla in 60's was carried out against the expressed will of the people of Jammu Kashmir, it was enforced upon them under the threat of barrel of gun, and promises made by the gavernment of Pakistan were never honoured.

The whole Mangla Dam project constitutes violations of basic human rights and sheer exploition of the people of Jammu Kashmir, moreover it is violation of International Law.

The proposed extension will leave 150,000 inocent people displaced, tens of thousands graves of our loved would further submerged under water, destruction of our heritage and major affect on wild life.

The proposed extension of Mangla Dam is huge conspiracy by the government of to uproot the entire people of Mirpur in order to complete their hidden agenda of division of Jammu Kashmir.

We pledge to our people that we would not let an inch of an extension carried out forcefully by the government of Pakistan through their white elephant WAPDA even if it means to secrifice our lives in order that we can protect the life and property of our people, safe guard the graves of our loved one, protect our remaining heritage and save the wild life.

May Allah help and guide us in JUST CAUSE

ANTI MANGLA DAM EXTENSION ACTION COMMITTEE

UK Office:
250, YARDLEY WOOD ROAD, MOSELEY, BIRMINGHAM B13 9JN. UK.
Tel: 0121-442 4544 Fax: 0121-449 5294 e-mail: antimangladam@aol.com
Mirpur Office:
P.O. Chaksawari, Dist. Mirpur, Jammu Kashmir.
Tel: Chaksawari Exchange: 375 / 03005 112273 Fax: 0303 6980493